عہد شاہجہانی (۱۰۳۸ھ – ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۲۸ء – ۱۶۵۸ء) کی معتبر اور مفصل تاریخی کتب میں محمد صالح کنبوہ لاہوری (متوفی بعد از ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء) کی تصنیف ''عمل صالح المعروف بہ شاہجہان نامہ'' (سنہ تکمیل: ۱۰۷۰ھ/۶۰-۱۶۵۹ء) ہم عصر ماخذ کی حیثیت سے خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس عہد کے تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالات کا جائزہ لینے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

''عمل صالح'' میں شاہجہانی دور کے ذکر سے پہلے تمہید کے طور پر امیر تیمور سے جہانگیر تک کے مختصر حالات مرقوم ہیں اور ان کے بعد تتمے کے طور پر اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت کے ابتدائی تین سالوں کے واقعات بھی قلمبند کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ارباب تحقیق و تدقیق کے لیے مفید معلومات کا ایک مخزن ہے۔

مرکزی اردو بورڈ اس مبسوط تاریخ کا اردو ترجمہ پہلی بار علمی دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس ترجمے میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ فارسی الفاظ کے معنوی رشتوں کو برقرار تو رکھا جائے مگر طوالت آمیز، رنگین اور پیچیدہ طرز نگارش کو سلیس اور عام فہم انداز میں پیش کیا جائے۔

یہ ترجمہ تین جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی پہلی جلد پہلے پیش کی جا چکی ہے اور دوسری اور تیسری جلد حاضر خدمت ہے۔

عملِ صالح

المعروف بہ

شاہجہان نامہ

جلد دوم ، سوم

مصنفہ

محمد صالح کنبوہ

ترجمہ

ڈاکٹر ناظر حسن زیدی

مرکزی اردو بورڈ ، (گلبرگ) لاہور

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۲۲

طبع اول : مئی ۱۹۶۳ء

تعداد : ۱۱۰۰

[redacted]

ناشر

اشفاق احمد
ڈائرکٹر مرکزی اردو بورڈ ،
۱ - اے - گلبرک ، لاہور

طابع

محمد زرین خان ، زرین آرٹ پریس
۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

فہرست

☆ ☆ ☆

سنہ ۷ جلوس مبارک صاحب قران ثانی شاہجہاں بادشاہ غازی

جب آفتاب عالمتاب نے برج حمل میں داخل ہو کر اپنے سنہرے پرتو سے ساری دنیا کو خوشی سے بھر دیا اور تمام عالم میں موسم بہار کی رونق پھیل گئی تو گلشن دہر میں تازہ آب و تاب نمودار ہوئی۔ بادشاہ ہفت اقلیم کے حکم سے نوروز کا جشن منانے کے لیے سونے چاندی اور لعل و گوہر اس طرح صرف ہوئے کہ جشن کی زینت دوبالا ہو گئی اور دیکھنے والوں کے دل شاد و شگفتہ ہو گئے۔ شاہ عرش بارگاہ کے جلوس سے مینا کار، گوہرنگار تخت کی عزت بڑھ گئی اور اس دریا دل بادشاہ کی بخششوں سے سخاوت کا قاعدہ تازہ ہو گیا۔ حضرت نے اپنے امرا کے مرتبے اور منصب میں اضافہ کیا اور نمک خواروں کے وظیفے بڑھا دیے۔ بہت سے لئے منصب اور مدارج بھی قائم کیے۔ منجملہ ان کے اس مبارک دن سپہدار خاں کو، جو کارگزاری اور معاملہ فہمی میں اپنے ہم چشموں سے بڑھا ہوا تھا، مہربانی سے سرفراز کرکے پنج ہزاری ذات اور سوار تین ہزار دواسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دی۔ گجرات کی صوبیداری عطا کی جو بعض وجوہ سے باقر خاں کا تبادلہ کردینے کے باعث خالی تھی۔ اُسی جشن میں خلعت فاخرہ، ہاتھی اور گھوڑا عطا کرکے اُسے رخصت کیا۔ اسی مسرت بخش تاریخ میں شاہ صفی والی ایران کا ایلچی امام قلی جو قطب الملک کے سفیر خیرات خاں کے ساتھ سفارت پر گولکنڈے جا رہا تھا، محفل جشن میں باریاب ہو کر مسرور ہوا اور شاہ صفی نے اُس کے ہاتھ جو خط درگاہ والا میں بھیجا تھا، پیش کیا۔ نیز وہ پیشکش جو ایران کے نادر تحفوں اور نفیس

چیزوں پر مشتمل تھی ، نظرِ عالی سے گزاری ۔ اس میں بیس عربی عراقی گھوڑے بھی تھے جو تیز رفتاری میں برق و باد سے سبقت لے جاتے تھے ، دوڑنے میں آندھی سے تیز اور سبک خرامی میں آبِ رواں سے زیادہ تھے ۔ چند تیز رو سانڈنیاں بھی تھیں جو اپنی خوش خرامی اور اقبال مندی کی وجہ سے دشمن کو ہلاک کرتی اور جھپٹ میں بادِ شمال سے آگے رہتی تھیں ۔ چند صبا رفتار خچر تھے کہ تیزی میں قاصدِ تیز پرواز یعنی ہد ہدِ سلیمان کو خجل کرتے اور آفتاب کی شعاعوں سے آگے رہتے تھے ۔ اقبال مندی کی بدولت تمام پیش کش حضرت نے پسند فرمائی ۔ سفیر کو خلعتِ فاخرہ اور چالیس ہزار روپے عطا کرکے سرفراز فرمایا ۔ پائندہ بے ازبک کو جو توران سے اس راستے سفر حج پر جا رہا تھا ، دس ہزار روپیہ عطا ہوا ۔

بادشاہِ روے زمین کے حکم سے سلیقہ مند خادموں نے سرہند کے تالاب کے چاروں طرف چراغاں کا انتظام کیا ۔ یہ عشرت انگیز رات شمعوں اور چراغوں کی روشنی سے دن کی طرح منور ہوگئی ۔ روشنیوں کی ضو اتنی تیز تھی کہ ماہتاب جگنو سے بھی کم معلوم ہوتا تھا ۔ چاند نے آفتاب سے کسب نور کرنے کے بجائے چراغاں سے اتنا نور حاصل کر لیا کہ مدتوں آفتاب سے بے نیاز رہا ۔ شمعوں اور چراغوں کا عکس ساری رات پانی میں جگمگ جگمگ کرتا رہا ، جس سے ہر حباب صدف کی طرح نورانی نظر آتا تھا ۔ ستاروں کا عکس بھی پانی میں پڑ رہا تھا ، جس سے تماشائیوں کی تفریح دوبالا ہوگئی ۔ چونکہ یہ پاکیزہ رشکِ فردوس سرزمین حضرت کو بہت پسند آئی ، لہٰذا حکم ہوا کہ یہاں ایک خوش وضع اور دلفریب عمارت تعمیر کی جائے جس کا ایک رخ تالاب کی طرف اور دوسرا باغ کی جانب ہو ۔ فوراً عمارت کا نہایت عمدہ نقشہ تیار ہوا جس کا نظیر کسی نے دنیا میں نہ دیکھا تھا ۔ سرکار سرہند کے فوج دار دیانت خاں کو تعمیر کا کام سونپا گیا کہ مبارک گھڑی میں بنیاد رکھ کر کام شروع کرے ۔

۲ فروردیں ، ۲۳ مارچ ۱۶۳۴ع کو شاہجہاں کے لشکر کا علم سرہند میں بلند ہوکر لاہور کی طرف بڑھا ۔ دو منزلیں طے کرکے دریاے ستلج کے

کنارے پہنچے - ۱۰ فروردین کو جہاں پناہ کی فوج ظفر موج دریائے بیاس کے کنارے اتری - اگلے روز عیدالفطر تھی لہٰذا وہاں ایک روز قیام فرمایا - چونکہ نماز عید کے لیے نہایت وسیع بارگاہ دریا کے پار قائم کی گئی تھی، لہٰذا شاہ دیندار اسلام شعار نے خورشید کی طرح اپنے نور کا پرتو ہلال نما کشتی پر ڈالا - دریا عبور کرنے کے بعد بادشاہ اپنی سرخ بارگاہ میں جو شفق کی صورت اور آسمان کی مانند بلکہ نور سحر کی طرح افق کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلی ہوئی تھی ، داخل ہوئے - اہل لشکر کی کثرت کی وجہ سے اور خود اس برگزیدۂ پروردگار کے وجود پُر نور کی بدولت وہ جگہ جامع دمشق کے برابر بلکہ ایک وسیع شہر کی مانند ہوگئی - وہیں آپ نے علمائے اسلام کے ساتھ نماز عید ادا کی -

انھی دنوں قضائے الٰہی سے شاہزادۂ بلند اقبال کی بیگم نے باغ بہشت اور روضۂ رضوان کی سیر کا ارادہ کیا - اس سانحے سے اس پاکیزہ نہاد ولیعہد سلطنت کی طبیعت جس پر کبھی رنج و غم کی گرد نہیں پڑی تھی ، بے حد مکدر ہوگئی - غم و افسوس کی وجہ سے رفتہ رفتہ طبیعت خراب رہنے لگی یہاں تک کہ میعادی بخار میں مبتلا ہوگیا - مرض کی شدت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی گئی - ایک مدت تک یہی حال رہا - اس واقعے سے حضرت خلافت مآب بے انتہا غمگین رہنے لگے اور حزن و ملال انتہا کو پہنچ گیا - نواب قدسیہ القاب بیگم صاحب یعنی شہزادی جہاں آراء کو اتنا قلق ہوا کہ تصور نہیں ہو سکتا - اپنے فرخندہ سیرت بھائی سے بے حد محبت کی بنا پر فیصلہ کیا کہ شاہزادہ داراشکوہ کا خیمہ شاہجہاں کے حرم کے خیمے کے نزدیک لگایا جائے - شاہزادی ہر روز کئی کئی مرتبہ دارا شکوہ کا حال دریافت کرنے کے لیے شاہجہاں کے ساتھ مزاج پرسی کے لیے جاتی تھیں - پائے تخت کے طبیبوں نے پوری لیاقت و مہارت کے باوجود کوتاہی کی اور مرض کی تشخیص سے قاصر رہے ، لہٰذا شاہجہاں نے فرمان بھیج کر لاہور سے وزیر خاں کو طلب کیا جو طبابت کے فن میں بے نظیر تھا اور جہاں پناہ اور شاہزادوں کا بارہا علاج کرکے اُن کی نبض سے واقف اور مزاجوں سے آگاہ تھا - فرمان پہنچتے ہی وزیر خاں لاہور سے روانہ ہوا اور

یلغار کرتا ہوا ۱۴ تاریخ کو اتوار کے روز شاہزادے کی خدمت میں آ پہنچا ۔ مرض کی تشخیص کرکے علاج میں مشغول ہوا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں صدقے ، خیرات اور محتاجوں کی دعاؤں کی بدولت ، بلکہ بادشاہ دین و دنیا کی توجہ سے جنھیں خدائے تعالی نے دنیا و آخرت کی سعادتیں عطا کی ہیں علاج سے فائدہ ہوا اور افاقہ ظاہر ہونے لگا ۔ بالآخر شاہزادۂ اقبال مند کی طبیعت بحال ہوئی اور پورے طور پر شفایاب ہو گئے ۔ وزیر خاں کسی مبارک ساعت میں شاہجہاں کی خدمت میں باریاب ہونے کے لیے لاہور واپس چلا گیا تاکہ وقت مقررہ پر یہ سعادت عظمی حاصل کرے ۔ ۱۶ فروردین کو شاہ جہاں کے جاہ و جلال اور موکب اقبال کے خیمے خواجہ ہوشیار کے تالاب کے کنارے نصب ہوئے جو لاہور سے باہر نہایت موزوں جگہ واقع ہے ۔

۱۷ فروردیں مطابق ۷ شوال مبارک گھڑی میں حضرت خلافت مرتبت اس مقام سے جو حضور کے قیام سے نورانی ہو گیا تھا ، دولت و اقبال کو جلو میں لیے ہوئے کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے ۔ ہاتھی کا ہودج سونے کا تھا جس کی چھت حضور کی ہدایت کے موافق چتر کی طرح گول بنائی گئی تھی ۔ اس وقت وزیر خاں حاضر خدمت ہوا اور اقبال مند بادشاہ کے موکب کے غبار کو جو لوگوں کی نگاہ کے لیے کحل الجواہر کے برابر ہے ، اپنی آنکھوں میں جگہ دی اور ہزار اشرفیوں اور ہزار روپے کی نذر پیش کی ۔ کوہ کانگڑہ کا فوجدار نجابت خاں ، لکھی جنگل کا فوجدار سزا وار خاں ولد لشکر خاں ، مرزا والی صوبہ پنجاب کے کمکی سردار اور لاہور کے تمام ممتاز سردار اور اشراف و اکابر دستور کے بموجب موکب اقبال کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے ۔ سبھوں نے زمیں بوسی کی سعادت حاصل کی ۔ ایک پہر کے بعد مبارک گھڑی میں اعلی حضرت دولت خانے میں داخل ہوئے جو حضور کی تشریف آوری سے عرش اعظم کے برابر ہو گیا ۔ فرشتوں اور کارکنان چرخ نے نیلے آسمان کو فرش کی طرح شاہ آسمان جاہ کے قدموں تلے بچھا دیا تھا ۔

۹ شوال ۱۰۴۳ھ ۱۹ فروردین مطابق ۸ اپریل ۱۶۳۴ء کو سالانہ دستور کے مطابق شرفِ آفتاب کا جشن اس زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا کہ نگار خانۂ چین اور بہشتِ بریں کی رونق ماند ہو گئی ۔ ساز و سامان اس نفاست کا تھا کہ نظیر نہ تھی ۔ اس مبارک تاریخ پر آپ نے اتنی فیاضی کی کہ اہلِ عالم کی تمام امیدیں پوری ہو گئیں ۔ کوئی تمنا باقی نہ رہی ۔ اسی تاریخ پر کابل کا صوبہ دار سعید خاں جو آغازِ خلوص سے آج تک حضرت کے دیدار سے محروم رہا تھا بارگاہِ والا میں حاضر ہوا ۔ دیرینہ آرزو پوری کر کے نہایت مسرور ہوا ۔ ہزار روپے اور ہزار اشرفیاں بطور نذر اور سو گھوڑے تیز سو تیز رفتار اونٹ بہ طریقِ پیشکش نظرِ عالی سے گزارے ۔ اسی تاریخ میں وزیر خاں صوبہ دار پنجاب نے بھی اپنی پیشکش حضرت کی نظر سے گزاری ۔ ملکوں ملکوں کے نفیس و نایاب تحفے، جواہرات ، مرصع آلات ، طلائی سامان ، چاندی کے برتن جو دنیا کے چابک دست کاریگروں نے تیار کیے تھے ۔ ایران، توران، سندھ، فرنگ، ختا اور ختن کے نہایت نفیس پارچات جن کی نفاست اور تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکتا ، غرض وہ تمام نایاب اشیا جو اس نے صوبے داری کے زمانے میں جمع کی تھیں ، خاقانِ بحر و بر کے سامنے ترتیب کے ساتھ پیش کیں ۔ چونکہ اس کی یہ خدمت سراسر خلوص و عقیدت پر مبنی تھی لہٰذا حضرت نے بہت پسند کی ۔ اس کی سرفرازی کے لیے چار لاکھ روپے مالیت کی چیزیں قبول فرمائیں ۔ دامنِ کوہ کی فوجداری نجابت خاں نے بہت لیاقت سے انجام دی تھی ، حضرت نے اسے ترقی دے کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ ملتان کا صوبے دار قلیج خاں بھی حاضرِ درگاہ ہوا (۱۸ عراقی گھوڑے اور ایران کے کچھ نادر و نایاب پارچات بطور پیشکش حاضر کیے)[۱] نوروز سے لے کر شرفِ آفتاب کے دن تک جواں بخت ، اقبالمند شاہزادوں اور مخلص امرا نے جو پیشکشیں دیں ان کی مجموعی قیمت بارہ لاکھ روپے تھی ۔

---

۱ ۔ قوسین کے اندر کی عبارت پبلک لائبریری لاہور کے نسخے سے لی گئی ہے ۔

۲۵ فروردیں، ۱۴ اپریل ۱۶۳۴ء کو آپ مقبرۂ جہانگیر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے - فرطِ ادب سے مقبرے کے بیرونی دروازے پر گھوڑے سے اُتر گئے - فاتحہ پڑھ کر روضۂ اقدس کے مجاوروں اور خدام کو انعامات دیے - دارالسلطنت لاہور کے محتاجوں ، ناداروں بالخصوص موضع شاہدرہ کے مسکینوں اور غریبوں کو صدقے اور خیرات عطا فرما کر دستگیری کی - دس ہزار روپے آپ کی طرف سے ، پانچ ہزار روپے شاہزادوں کے اور دو ہزار روپے جو آصف خان اسی مقصد کے لیے لایا تھا ، تمام مستحقوں میں تقسیم کروائے -

انھی مبارک ایام میں کہ دارالسلطنت لاہور بادشاہ سلامت کے قیام سے رشکِ بہشت بنا ہوا تھا ، آپ نے عدل و انصاف اور رعیت پروری کے تقاضے سے درویشوں اور اللہ والوں کی پرورش پر توجہ فرمائی - پھر رحمت و شفقت کے اقتضا سے پنجاب کی عام رعایا اور سپاہیوں کی فلاح و بہبود کا انتظام کیا - یہ بھی تحقیق کیا کہ جاگیرداروں اور شاہی خالصات کے کارندے کاستکاروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں - ان امور سے فارغ ہو کر شاہی عمارات کی درستی کا اہتمام کیا جو عرصے سے محتاج مرمت تھیں - چونکہ غسل خانے (مجلسِ خاص) اور خواب‌گاہ کی عمارتیں اپنی وضع اور ساخت کے اعتبار سے حضرت کو پسند نہ تھیں لہٰذا انجینیروں اور معماروں نے حضرت کے حسب الحکم عمارتوں کے دلکش نقشے بنا کر پیش کیے - ایک نقشہ آپ کو پسند آیا - وزیر خان اور لاہور کے کارپردازوں کو حکم دیا کہ کشمیر سے ہماری واپسی کے وقت تک اس کی تعمیر کا کام مکمل ہو جائے - جنت مکانی جہانگیر کے عہد میں شاہ برج کی عمارتوں کی بنیادیں بھری گئی تھیں ، جب سے اب تک اسی طرح پڑی تھیں - مہندسوں نے حضرت کے ایما اور تفصیل کے مطابق نقشے تیار کرکے یمین الدولہ آصف خان کو دکھائے جو عمارت کے نقشوں اور وضع میں اپنی خدا داد ذہانت سے بہت اچھے تصرف کرتا ہے - اُس نے حضرت کے حسب الحکم اُن پر منظوری کے دستخط کرکے مہندسوں کے حوالے کیے کہ ہماری تفصیلات کے مطابق تعمیر کرو اور شاہ برج کی تمام عمارتیں حضرت بادشاہ کی واپسی تک مکمل کردو - ایک ایک

حصے کو ، جسے معماروں کی اصطلاح میں 'لانے' کہتے ہیں اور تین لاکھ پختہ اینٹوں سے تیار ہوتا ہے ، بڑے اہتمام سے بنوایا ۔

یمین الدولہ آصف خاں نے اپنی حویلی کی عمارتیں خاص میدان کے سرے پر جو شہر لاہور کا تجارتی مرکز ہے ، قلعے کی فصیل کی طرف بنوائی تھیں ۔ یہ عالی شان عمارتیں دس سال کی مدت میں بڑے اہتمام سے تیار ہوئیں ۔ بیس لاکھ روپے لاگت آئی ۔ تبرک اور شرف یابی کے واسطے آصف خاں نے ان دنوں درخواست کی کہ میرے غریب خانے پر تشریف لاکر عزت افزائی فرمائیے ۔ یکم اردی بہشت ، ۲۱ اپریل ۱۶۳۴ء کو فیاض ، بندہ نواز بادشاہ اُس والا جاہ سردار کے پاسِ خاطر سے وہاں تشریف لے گئے ۔ فیضِ قدم سے وہ مکان رشک فردوس بن گیا ۔ یوں تو یہ حویلی رفعت و عظمت اور زیب و زینت کے لحاظ سے خود بھی ایسی بے نظیر تھی کہ دیدہ ور سیاحوں نے روئے زمین پر اُس کا ثانی نہیں دیکھا ۔ جس طرح آصف خاں جملہ سرداروں میں بے عدیل ہے ، یہ حویلی بھی بے مثال تھی ۔ لیکن جب بادشاہ ذی حشم ، ظل سبحانی ، خلافت پناہی نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تو اور بھی عالیشان ہوگئی۔ چشم تصور اُس کی عظمت و شان کا اندازہ کرسکتی ہے ۔ یمین الدولہ آصف خاں نے کہ دانش مندی کے لحاظ سے اپنے وقت کا افلاطون و ارسطو ہے ، آداب دانی و قاعدہ شناسی کے تمام دستور پورے کر دے ۔ پہلے تو پروردگارِ عالم کا شکر ادا کیا پھر ظلِ سبحانی کی تعریف و توصیف میں زبان کھولی ۔ بادشاہ سلامت کی تشریف آوری کے تمام مقررہ آدابِ ظاہری بھی ادا کیے ۔ بالخصوص شاہِ سلیماں حشم ، مسیحا نفس کے پا انداز اور نثار کی رسمیں اس تجمل کے ساتھ ادا کیں کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ۔ ملکوں ملکوں کے نادر و نایاب تحفوں کو بطورِ پیشکش نظرِ انور سے گزارا ۔ نہایت بیش قیمت جواہرات ، سونے کے مرصع آلات جن میں موتی اور زمرد و یاقوت جڑے ہوئے تھے ، چاندی کے برتن ، مختلف ملکوں کے بیش بہا پارچات اور نفیس چیزیں ، کوہ پیکر ہاتھی اور صبا رفتار گھوڑے جن کی تعداد اور قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا ، پیشکش میں شامل تھے ۔ اس سے پہلے بھی خانِ والا شان نے مختلف موقعوں پر یہ تحائف پیش کیے تھے لیکن یہ پیشکش

سب پر فوق لے گئی - تمام چیزوں کی قیمت چھ لاکھ روپے آنکی گئی -

بادشاہ ذیجاہ نے یمین الدولہ آصف خاں کے اصرار و التجا کے مطابق پیشکش کی تمام چیزیں قبول فرمائیں - پھر اُس کے اخلاص و عقیدت کا حق ادا کرنے کے واسطے شام تک اُس کی حویلی میں مقیم رہے - دوپہر کا کھانا اور قیلولہ بھی وہیں ہوا جس سے خانِ والا شان کو قیامت تک کے لیے اعزاز و افتخار حاصل ہوگیا - قلیج خاں کا منصب چار ہزاری ذات و سوار تھا ، ان میں ایک ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ مقرر ہوئے - خلعت اور گھوڑا بھی عطا ہوا اور ملتان کی صوبے داری پر رخصت کیا گیا - علدار خاں دکنی کو خلعت ، علم اور گھوڑے کے علاوہ بیس ہزار روپے انعام بھی عنایت ہوا ؛ سرکار گورکھپور کی فوجداری ملی جو مخلص خاں کے تبادلے کے سبب خالی ہوئی تھی -

ان دنوں حضرت نے سیرِ کشمیر کے لیے روانگی کو سرِ دست ملتوی فرما دیا - فیصلہ کیا کہ کچھ عرصے بعد کسی اور مبارک تاریخ پر روانگی ہوگی - اگرچہ انسان کے ارادوں کو فسخ کرنا اور دلوں کو پھیرنا خدا کا کام ہے لیکن اس کے علاوہ ایک ظاہری سبب اور بھی ہوا جس سے حضرت نے توقف مناسب سمجھا - یعنی جب دارالسلطنت لاہور میں دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے داخل ہوئے تھے تو یہ قصد تھا کہ یکم اردی بہشت (۲۱ اپریل ۱۶۳۴ع) کو کشمیر جنت نظیر کی سیر کے لیے روانہ ہوں گے- بعد ازاں واقعہ نویسوں کی عرضداشتوں سے واضح ہوا کہ راستے کی پہاڑیوں اور ٹیلوں پر آخر مئی تک برف جمی رہی ہے - اس وجہ سے حضرت نے روانگی ملتوی فرمائی - علاوہ ازیں ذیقعدہ کا مہینہ بھی قریب آ پہنچا تھا جس کی سترہ تاریخ کو بدھ کے دن نواب ممتاز محل نے گلشنِ فردوس کا سفر اختیار کیا تھا - اس مہینے میں حضرت ظلِ الٰہی ملکۂ فردوس منزل کا سوگ رکھتے ہیں - رنگین کپڑے پہننے کے بجائے سفید لباس پہنتے ہیں - تمام جایز لذتوں مثلاً زیب و زینت ، سیر و تفریح، راگ رنگ اور رقص و سرود کی محفلوں سے پرہیز کرتے ہیں - بدھ ہی کا

دن نہیں بلکہ حضرت اس مہینے کے تیسوں دن سوگ میں گزارتے ہیں ۔ غرض ذیقعدہ میں سفر کرنا اور کشمیرِ بہشت نظیر کی سیر سے محظوظ ہونا حضرت کو گوارا نہ ہوا ۔ وہاں کے باغ و راغ اور لالہ و گل کے مناظر سے لطف اندوزی مناسب نہ سمجھی ۔ ہندوستانی اور ایرانی نجومیوں کو حکم ہوا کہ سیر کے لیے کوئی اور ساعت تجویز کریں ۔ انھوں نے یکم خورداد ، ۲۰ مئی ۱۶۳۴ء کی تاریخ مقرر کی ۔ غرض ذیقعدہ کا مہینا گزرنے کے بعد تاریخِ مذکورہ پر نیک ساعت میں حضرت کی سواری روانہ ہوئی ۔ اُس روز دریائے راوی کے پار خیمے ہوئے ۔ یہاں وزیر خان کو خلعت اور مرصع جمدھر عنایت فرما کر لاہور واپس جانے کی اجازت دی ۔ ترقی پانے کے بعد اُس کا منصب پانچ ہزاری ذات اور سوار ٹھہرا ۔ ان میں سے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔

اگلے دن راوی پار سے بھمبر کی طرف سواری روانہ ہوئی ۔ دریائے چناب کو آسانی و آرام کے ساتھ کشتیوں کے پل سے عبور کیا ۔ یہاں سے منزل بہ منزل بھنبر تک پہنچے جو ۳۲ کوس کا فاصلہ ہے ۔ ۱۰ خورداد ، ۳ ذی الحجہ ۱۰۴۳ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۶۳۴ء بدھ کے دن اس قصبے میں داخل ہوئے ۔ لاہور میں توقف فرمانے سے پیر پنچال کا راستہ کھل چکا تھا ۔ برف کا نام و نشان نہ تھا ۔ اگرچہ یہ راستہ بہت دشوار گزار ہے لیکن نزدیک ہونے کے خیال سے آپ نے یہی اختیار کیا ۔ چونکہ جنت کا راستہ بہت دشوار ہے لہٰذا اس جنتِ ارضی تک پہنچنے کے جو چار راستے ہیں وہ بھی نہایت دشوار گزار ہیں ۔ جا بجا پیچدار گھاٹیاں ، فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیاں اس طرح حائل ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ راستے کیا ہیں اچھے خاصے پل صراط ہیں جہاں سے گزرتے ہوئے سواروں اور پیدلوں کے دل لرزتے ہیں ۔ ان میں پکلی و دمتھور[1] کی راہ کسی قدر بہتر ہے ۔ اگرچہ اس میں بھی بہت سے نشیب و فراز ہیں اور فاصلہ سب سے

---

۱ ۔ نسخۂ لاہور میں دھنتور درج ہے ۔ یہ وہی مقامات ہیں جنھیں ہم آج کل پکھلی اور دمتور کہتے ہیں ۔

زیادہ ہے لیکن برف باری سے محفوظ اور نسبتاً ہموار ہے - یہاں برف و باراں کی شدت کم رہتی ہے - برف جلد پگھل جاتی ہے - اس راستے سے کشمیر تک کل فاصلہ ۱۵۴ کوس ہے جو ۳۵ منزلوں میں طے ہوتا ہے - ہر کوس دو سو جریب کا اور ہر جریب پچیس گز بادشاہی کی ہوتی ہے - گویا ایک کوس پانچ ہزار گز بادشاہی کا ہوا -

کشمیر کا دوسرا راستہ چوبکھ سے ہے - ۱۰۲ کوس فاصلہ ہے جو ۲۹ منزلوں میں طے ہوتا ہے - اس راستے میں بھی کم برف پڑتی ہے لیکن بعض جگہ برف پگھلنے سے اتنی کیچڑ ہو جاتی ہے کہ گزرنا مشکل ہے - بڑے بڑے تنومند ہاتھی بھی پھنس کر رہ جاتے ہیں - اس راستے سے بہار کے عین وسط میں کشمیر پہنچ سکتے ہیں - تیسرا راستہ پتوح کا ہے - ننانوے کوس فاصلہ ہے جو ۲۳ منزلوں میں طے ہوتا ہے - پیر پنچال کی بہ نسبت یہاں برف کم پڑتی ہے - بہار کے آخر میں یہاں گل و ریحان کا نظارہ کر سکتے ہیں - چوتھی راہ پیر پنچال کی ہے جو نہایت دشوار گزار ہے - ۱۵ - ۲۰ مئی تک یہاں برف جمی رہتی ہے - گھاٹیاں بڑی ہولناک ہیں - ستمبر سے اپریل تک کسی سواری سے گزرنا نہایت مشکل ہے - بالحصوص جاڑوں میں تو گھوڑے پر چڑھ کر یہاں سے نکلنا ممکن ہی نہیں - اسّی کوس راستہ ہے جو بیس منزلوں میں طے کیا جاتا ہے - یعنی لاہور سے بھنبر تک کا میدانی علاقہ ۸ منزل ، بھنبر سے کشمیر تک پہاڑوں اور گھاٹیوں میں بارہ منزلیں - آغاز بہار میں یہاں کشمیر کے لالہ و گل کا نظارہ ممکن نہیں - اس راستے کی مشکلات بالحصوص تاری براری کی گھاٹی کا حال انشاءاللہ اپنے موقع پر لکھا جائے گا -

بھنبر سے کشمیر تک کا تمام راستہ دشوار گزار پہاڑوں میں سے ہو کر گزرتا ہے - کہیں کہیں یہ راستہ بڑی تنگی اور پیچ و خم کے ساتھ پہاڑ کے ٹھیک اوپر سے گزرا ہے - یہاں اونٹ نہیں چل سکتے - بار برداری کا کام ہاتھی ، گھوڑے ، اونٹ اور آدمی ہی پر موقوف ہے ، لہٰذا فرش فروش اور شامیانے ، قناتیں جو بارگاہِ شاہی برپا کرنے کے لیے ضروری

ہیں ، بڑی مشکل سے پہنچتی ہیں ۔ کبھی کبھی سردی اور برف و باراں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ غرض ۷۸ کوس راستے کو بارہ جگہ پڑاؤ کرکے بڑی مصیبت سے طے کرتے ہیں ۔ جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے وقت میں گیارہ منزلوں پر خاص وضع اور شکل کی عمارتیں جنھیں لدھی کہتے ہیں ، بنائی گئی تھیں ۔ ہندوستانی معماروں نے اپنے اصول کے مطابق ان عمارتوں میں غسل خانہ ، محل سرا اور خواص پورہ وغیرہ بنائے تھے ۔ جوگی ہٹی ، نوشہرہ ، چنگز ہٹی ، راجور ، تھنہ ، بہرم گلہ ، پوشانہ ، لدھی محمد قلی ، ہیرا پور ، شاجہ مرگ اور خانپور میں یہ عمارتیں بنائی گئیں ۔ سالہا سال گزر جانے سے یہ عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں ۔ حضرت نے کشمیر کا قصد کرنے سے پہلے ظفر خاں ناظم کشمیر کو حکم بھیجا کہ ان کی مرمت کروا دے ۔[1]

جنت مکانی حضرت جہانگیر جب کشمیر کی سیر کے لیے تشریف لاتے تھے تو لاؤ لشکر کی کثرت کے سبب ہر شخص کو بہت تکلیف ہوتی تھی ۔ جب سارا لشکر بکایک پہاڑ میں داخل ہوتا تو ہزاروں آدمیوں کے انبوہ کثیر نیز سیکڑوں ہاتھیوں کے ہجوم سے تلاطم برپا ہو جاتا ۔ گھاٹیوں اور دروں میں یہ کیفیت ہوتی کہ جانور اپنے بوجھ سمیت اور گھوڑے مع سوار پہاڑوں پر سے لڑھک جاتے ۔ غریبوں پر جو گزرتی سو گزرتی ۔ حضرت ظلِ سبحانی نے لوگوں کی سہولت کے خیال سے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ امرا اپنی اپنی فوج کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے گھاٹیوں میں سے گزریں ۔ سب سے آگے حضرت کی سواری ہو اور آپ کے ہمرکاب تمام شاہزادے ، میر بخشی اسلام خاں ، جعفر خاں ، قوش بیگی شاہنواز خاں ، فدائی خاں ، مرشد قلی خاں ، نیز تھوڑے سے خاص خاص خدام اور ضروری

---

۱ ۔ پبلک لائبریری لاہور کے نسخے میں درج ہے کہ ہر لدھی کی مرمت ایک امیر کے سپرد کی گئی ۔ بعد کے واقعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر لدھی ایک ایک امیر کے سپرد کی گئی تھی ۔

کارخانوں کا عملہ ہو - کچھ شکاری بھی ہوں جن کا شکارگاہ میں ساتھ رہنا ضروری ہے - شاہی سواری سے ایک منزل کے فاصلے سے یمین الدولہ آصف خاں ، شائستہ خاں اور دوسرے قریبی عزیزوں کو اپنی فوجوں سمیت لیے آئے - اسی طرح دیوان ، میر سامان اور بخشی وغیرہ اپنے اپنے عملے کے ساتھ ایک ایک منزل پیچھے چلیں - چنانچہ بھنبر سے روانگی کے وقت کوکبہ' شاہی سب سے آگے تھا - پہلے علی دکہ' کی دشوار گزار گھاٹی آئی جو بھنبر سے سوا کوس آگے اور نصف منزل سے پون کوس پیچھے ہے - اُس روز سوا چار کوس فاصلہ طے کر کے جوگی ہٹی کی منزل پر پڑاؤ کیا - یہاں تالاب کے کنارے ایک خوش نما لد ھی ہے جس میں حضور نے قیام فرمایا - چونکہ اس عمارت کی تعمیر اسلام خاں کے سپرد تھی ، لہٰذا اُس نے موقع محل کی مناسبت سے ایک عمدہ پیش کش نظرِ انور سے گزاری -

اگلے دن جوگی ہٹی سے کوچ کیا - راستے میں تھوڑی دیر تک اُن دو ہاتھیوں کے مجسمے دیکھ کر محظوظ ہوتے رہے جو جنت مکانی کے حسب الحکم سنگِ خارا کی چٹان میں سے تراشے گئے تھے - اُن کی تقریب بھی سنیے : ایک مرتبہ حضرت اُس راستے سے گزر رہے تھے کہ عین راہ میں دو نہایت بڑی چٹانیں پڑی دیکھیں جو زلزلے یا کسی اور وجہ سے پہاڑ پر سے لڑھک کر آ پڑی تھیں اور راستہ مسدود ہو گیا تھا - حکم ہوا کہ اُن کا کچھ حصہ توڑ کر پھینک دو اور باقی میں سے ایک ایک ہاتھی کا مجسمہ تراشو تاکہ لوگوں کو آمد و رفت میں دقت نہ ہو - حکم والا کے بموجب فرہاد فن سنگ تراشوں نے چٹانوں میں سے ہاتھیوں کے دو مجسمے تیار کر دیئے - اُس روز ساڑھے تین کوس فاصلہ طے کر کے نوشہرہ میں پڑاؤ کیا - مضافاتِ کشمیر میں نوشہرہ پرگنے کا صدر مقام ہے - یہاں کی آبادی بھنبر جتنی ہے - باہر کی طرف اکبر بادشاہ کے حسب الحکم پتھر اور گچ کا نہایت مضبوط قلعہ ہے - پہاڑی کے دامن میں قلعے کی فصیل سے لگی لگی

---

۱ - بادشاہ نامہ حصہ' دوم جلد اول ، ص ۱۷ پر گھاٹی کا نام آدمی دکہ درج ہے -

ایک پاکیزہ ندی گزرتی ہے جس کے پانی کی صفائی بے اختیار آنکھوں کو مسحور کر لیتی ہے ۔ پیچ و تاب کھاتی ہوئی موجوں کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے ۔ اس صاف شفاف ندی میں ایک قسم کی کرن دار مچھلی ہوتی ہے ۔ گوشت نہایت لذیذ ، کانٹے بہت کم ، حوتِ فلک اور مائدۂ مسیحی کی مچھلی اُس کے سامنے ہیچ ہے ۔ فرخار اور نغد د کی نعمتیں بے مزہ ۔ بربر کی سگ سر مچھلی اور ٹھٹھہ و بھکر کی ولوہ مچھلی اُس کے مقابلے میں بے حیثیت معلوم ہوتی ہیں ۔ یہ قصبہ ظفر خاں کی جاگیر میں اور یہاں کی لدھی اُسی کے اہتمام میں تھی لہٰذا خانِ موصوف نے بیش قیمت پیشکش نذر کی ۔ اسی طرح ہر منزل پر جو امیر کسی لدھی کی نگہداشت کا ذمہ دار تھا اُس نے مناسب پیشکش حضرت کے سامنے حاضر کی ۔

لوشہرہ سے کوچ ہوا تو ساڑھے چار کوس فاصلہ طے کرنے کے بعد چنگترہٹی کی لدھی میں جلوہ افروز ہوئے جس کی نگہداشت اور تعمیر کا کام روشن ضمیر مخاطب بہ صلابت خاں کے سپرد تھا ۔ یہاں سے کوچ کر کے ساڑھے پانچ کوس چل کر کوکبۂ شاہی نے راجور میں مقام کیا ۔ اگلے روز راجور سے ساڑھے چار کوس طے کر کے تھنہ کی منزل میں خیمے ہوئے ۔ یہاں سے پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے ۔ لہٰذا ایک روز یہاں قیام فرمایا ۔ تیسرے دن بہرم کلہ کی طرف روانہ ہوئے جو ساڑھے تین کوس ہے ۔ اس منزل کا اکثر حصہ صاف اور ہموار ہے ۔ رتن پنجال کی گھاٹی راستے میں پڑتی ہے جس کی دل آویزی و شادابی کا بیان ممکن نہیں ۔ پیر پنجال کی گھاٹی کے برعکس اس کا راستہ آسان ہے ۔ تمام راہ سواری پر جا سکتے ہیں ۔ ہمواری کا یہ عالم ہے کہ مسافر اپنے آپ کو باغ کی روش پر سے گزرتا محسوس کرتا ہے ۔ یہاں سے موکبِ شاہی بڑے آرام سے خراماں خراماں ، سیر و تفریح کرتا ہوا گزرا ۔ ہر جگہ انبساط و نشاط کی فراوانی رہی ۔ راستہ اگرچہ خاصہ طولانی تھا لیکن اتنا دلفریب کہ مسافر منزل پر پہنچنے کے بجائے سفر کے نظاروں سے محظوظ ہونے کو بہتر سمجھتے ۔ جی یہی چاہتا ہے کہ سفر ختم نہ ہو اور چمن آرائے روزگار کے اس گلزار کا نظارہ قیامت تک کرتا رہوں ۔ واقعی درختوں کی سرسبزی و شادابی کا یہ عالم ہے کہ

ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ صف بستہ کھڑے ہیں ۔ شاخوں اور پتوں کی کثرت سے آسمان نظر نہیں آتا ۔ اکثر درخت چنار کی طرح نہایت تناور اور گھنے ہیں ۔ آغاز بہار میں ان پر بڑے بڑے سرخ سرخ پھول اس کثرت سے پھولتے ہیں کہ آگ سی لگی نظر آتی ہے ۔ یہ درخت جن پر پھول کے سوا پتہ نظر ہی نہیں آتا ، اسی وادی میں ہوتے ہیں ، کسی اور وادی میں نہیں دیکھے گئے ۔ اگر کسی اور جگہ لے جا کر یہ درخت لگا دیے جائیں تو سرسبز نہیں ہوتے ۔ ان کے پھول ایسے نظر فریب ہیں کہ یہ وادی ساری دنیا بلکہ بہشت بریں پر فوقیت رکھتی ہے ۔ ہر ٹہنی پر ایک ڈنڈی ہوتی ہے جس میں سے کئی پھول نکلتے ہیں ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مور کے بازو میں سے رنگ دار پروں کا دستہ نکل آیا ہے ۔ پھول ایسے ڈہڈہے اور خوش رنگ کہ لالہ رخ حسینوں کی رنگت اُن کے سامنے بے آب و تاب نظر آتی ہے اور گل عباسی کی سرخی منہ چھپاتی ہے ۔ غرض اس روز ۱۷ خورداد ، ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۴۴ھ ، مطابق ۷ جون ۱۶۳۴ع بدھ کے دن کہ عید اضحیٰ تھی ، عید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے بیرم کلہ کی لدھی میں قیام فرمایا ۔ نماز پڑھ کر دوپہر کے وقت بیرم کلہ کا آبشار دیکھنے کو تشریف لے گئے ۔ آٹھ پن چکی کے بمقدار پانی کی چادر تیس چالیس گز کی بلندی سے بڑے زور شور سے گرتی ہے ۔ کچھ دیر تک اس دلفریب آبشار کی سیر سے محظوظ ہو کر واپس آئے ۔ حضرت کے فیض قدم سے آبشار کی آبرو بڑھ گئی ۔

بھنبر میں پانچ ہزار پیادے اس کام پر مقرر ہوئے تھے کہ پہاڑوں کے جنگلی جانوروں کو ہانکتے ہوئے بڑھاتے چلیں ۔ چنانچہ بیرم کلہ کی پہاڑیوں میں یہ لوگ بہت سا شکار گھیر لائے تھے ۔ حضرت نے یہاں شکار قمرغہ کھیلنے کا ارادہ کیا ۔ بیرم کلہ کے درے کے نزدیک آپ کے واسطے چبوترہ بنایا گیا تھا ؛ اس پر بیٹھ کر تیر کمان اور بندوق سے طرح طرح کے جانور شکار کیے اور نشاط و طرب کی داد دی ۔ پہاڑ کی گھاٹی یا چوٹی پر جو جانور نمودار ہوتا ، حضرت اُسے بندوق سے شکار کر لیتے ۔ دو ہرن اتنے فاصلے پر تھے کہ نشانہ باندھنا تو کیا ، بندوق کی گولی کا پہنچنا بھی ممکن نہ

تھا ۔ لیکن شاہی بندوق سے دونوں شکار ہو گئے ۔ ہندوستانی پیادوں نے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر بڑی پھرتی سے تین ہرن زندہ پکڑ لیے ۔ یہاں پہاڑ اتنا ڈھلوان تھا کہ ہندوستانی تو کیا ۔ ماہر کشمیری بھی بڑی، مشکل سے وہاں پہنچتے ۔

اگلے روز ۱۸ خورداد ، ۸ جون ۱۶۳۴ع جمعرات کے دن کوکبۂ شاہی بیرم کلہ کے پہاڑ سے گزر کر پوشانہ کی منزل میں اترا جو دو کوس فاصلے پر تھی ۔ اگلے دن پیرپنجال کی طرف روانہ ہوئے ۔ یہ گھاٹی ایسی سنگلاخ و دشوار گزار ہے کہ جہاں پیما سیاحوں نے اس کی نظیر نہ دیکھی ہو گی ۔ پہاڑ کی فلک بوس چوٹیوں کو دیکھ کر عقل چکر کھاتی ہے ۔ ایسا ہیبت ناک پہاڑ ہے کہ تائیدِ ایزدی کے بغیر فکرِ فلک پیما بھی وہاں سے نہیں گزر سکتی ۔ اگرچہ نظر کو زمین سے آسمان تک ہستی بلندی طے کرنا آسان ہے لیکن اس کوہستان کی پر پیچ گھاٹیوں میں جو مالیخولیا کے خیالات کی طرح الجھی ہوئی ہیں ، نظر بھی قدم رکھتے گھبراتی ہے ۔ فرشتے فرش سے عرش تک بہ آسانی پہنچ جاتے ہیں لیکن بیرم کلہ کی ہولناک گھاٹیوں سے گزرتے وقت تھک کر رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ پر پیچ راستے سودائیوں کے خیال اور لالچی کی آرزوؤں کی طرح نہایت درہم و برہم اور پیچیدہ ہیں ۔ سلسلۂ کوہ کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ ہفت اقلیم کے پہاڑ اس کے دامن میں نون کے نقطے کی طرح سما جاتے ہیں ۔ اس کوہستان پر سے جو راہ گزرتی ہے وہ اتنی پتلی ہے کہ تلوار کی دھار اور رگِ سنگ بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ۔ نظر اسے دیکھ دیکھ تھراتی ہے ۔ بادِ صرصر کی مجال نہیں کہ اس پل صراط سے گزر سکے ۔ ذرا سی بارش ہو جائے تو برف بہنے لگتی ہے اور مسافر کو قدم جمانا مشکل ہو جاتا ہے ۔ بعض جگہ پر تنگ و تاریک راستہ دہانِ محبوب کی طرح بالکل غائب ہوجاتا ہے ۔ کہیں کمرِ معشوق کی مانند نظر سے چھپ جاتا ہے ۔ مسافر کی نگاہ حیرت کے مارے اس پگڈنڈی کو جو خط غبار کی طرح ہے بہ مشکل دیکھ سکتی ہے ۔ حلقۂ دام کی طرح آنکھیں پتھرا کر رہ جاتی ہیں ۔ کتنے ہی مسافر گیند کی طرح لڑھک کر کھڈوں میں جا پڑتے ہیں ۔ قیامت ہی کو انھیں

تو اٹھیں - پیر پنجال کا پہاڑ کیا ہے ، عرشِ الٰہی کا نمونہ ہے جس کا بیان کرتے ہوئے ہر شخص کی زبان لڑکھڑاتی ہے - کوہستان کا شکوہ و جلال دیکھ کر نظر مرعوب ہو جاتی ہے - راستہ نہیں ، راہِ عدم ہے کہ جب تک روح جسم کے پشتارے کو پھینک کر اکیلی نہ چلے ، اس پر نہیں گزر سکتی - المختصر تائیدِ غیبی کے بغیر اس کوہستان سے گزرنا محال ہے - انسان کی آنکھ اس کے راستے کو نہیں دیکھ سکتی - نورِ بصرت کی مدد سے البتہ نظر آتا ہے - شعر : روے زمین اس پہاڑ کے دامن میں اس طرح ہے جیسے بچہ دایہ کی آغوش میں آسمان - نلوفر کا پھول معلوم ہوتا ہے[1] -

القصہ دامنِ کوہ سے لے کر چوٹی تک پہاڑ کی چڑھائی دو کوس ہے - چونکہ راستہ بہت ہی خطرناک اور تنگ تھا ، حضرت سلامت نالکی میں سوار ہو کر گزرے - بڑے بڑے منصب دار جو سواری کے آگے آگے پیدل چل رہے تھے ، خلافتِ الٰہی کے اس بارگراں اٹھانے والے شہنشاہ کی نالکی کو سہارا دے کر سعادت کونین حاصل کرتے تھے - ساڑھے تین کوس کی یہ منزل بڑی مشقت سے طے کر کے لدھی محمد قلی میں پڑاؤ کیا - اگلے روز اس منزل کی طرف بڑھے جو پہاڑی درے کے وسط میں ہے اور سرائے سوختہ کہلاتی ہے - تجویز فرمایا کہ تاری براری کی گھاٹی سے ہو کر گزریں گے جو اپنے سنگلاخ ، اینچ پینچ ، دشوار گزار اُتار چڑھاؤ کے سبب بڑی ہولناک گھاٹی ہے - مسافر اسے دیکھ دیکھ گھبراتے اور 'یا حفیظ' کا ورد کرتے گزرتے ہیں - راستہ اتنا تنگ اور ڈھالو ہے کہ اگر مسافر کا پاؤں پھسل جائے تو پاتال تک لڑھکتا چلا جائے - راستہ نہیں بلکہ تلوار کی دھار ہے جہاں ایک قدم چوکنے سے انسان سیدھا ملکِ عدم میں پہنچتا ہے - بے مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ یہاں پہنچ کر جنابِ خضر علیہ السلام بھی حیران و پریشان رہ جائیں گے - یہ راہ اتنی پر پیچ اور طولانی ہے کہ نہ

---

۱ - نسخۂ لاہور میں اس شعر کے بعد ایک اور بیت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر اس منحوس پہاڑ پر سے گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں کیونکہ اس کی چوٹی بادل پر تلوار چلاتی ہے -

زبان اُسے بیان کر سکتی ہے نہ قلم لکھ سکتا ہے ۔ اشعار :

یہاں اگر معشوقِ دلخواہ ہمراہ ہو تو اچھا ہے
کیونکہ یہاں کوئی اُسے بد راہ نہیں کر سکتا

ثبوت اور دلیل کے بغیر سمجھ میں آتا ہے کہ
اسی راستے سے پیغمبرعلیہ السلام معراج کو گئے تھے۔

اس روز بادشاہی سواری نے نہایت پتلی پیچدار پگ ڈنڈیوں سے گزر کر پہاڑ کو پار کیا ۔ پونے چار کوس فاصلہ طے کر کے ہیرا پور کی منزل میں خیمے ہوئے ۔ اگلے دن چار کوس طے کرکے شاجہ مرگ میں پڑاؤ کیا جو فضا کی کشادگی اور خوش منظری کے اعتبار سے تمام منزلوں سے زیادہ دلکش ہے ۔ یہاں سے خان پور روانہ ہوئے ۔ راستے میں شاہی سواری شیخ موسٰی بغدادی کے روضۂ اقدس کے پاس سے گزری ۔ یہاں سبزے کی کثرت ، گل و لالہ و سنبل کی افراط ، سایہ دار درختوں کی بہتات اور چشموں کی روانی سے وہ کیفیت نظر آئی کہ باغِ بہشت اور ریاضِ رضواں کی شادابی فراموش ہوگئی ۔ یہاں سے سیر و تفریح کرتے ہوئے بڑھے ۔ تین کوس چل کر خان پور کی منزل کو اپنے فیضِ قدم سے برکت بخشی ۔ اگلے دن ۲۵ خورداد ، ۱۸ ذی الحجہ ۱۰۴۳ھ ، مطابق ۱۵ جون ۱۶۳۴ء جمعرات کے روز وادیِ کشمیر کو روانہ ہوئے جو پانچ کوس کے فاصلے پر ہے ۔ یہاں پہنچ کر دولت خانۂ شاہی میں اُترے جو حضرت کے نورِ جمال سے چرخِ چہارم کی طرح نورانی ہوگیا ۔

کشمیر جنت نظیر کی تعریف و توصیف اور اُس بہشتِ دلپذیر کی تفصیلی کیفیت

ازل کے دن جب قسّامِ ازل نے قسمت اور روزی کے دروازے کھولے تو ہر شخص کو اُس کی لیاقت و استعداد کے بموجب حصہ عطا کیا ؛ زیادہ نہ دیا ۔ لیکن نزہت گاہِ کشمیر کی قسمت ایسی رسا تھی کہ مبدأ فیاض نے اس گلشنِ سدا بہار کو لیاقت اور امکان سے زیادہ خوبیاں عطا فرما

دیں - یہی وجہ ہے کہ یہ بہشت منظر خطہ نزہت و فرحت کے لحاظ سے باغِ خلد کے محلوں کی یاد دلاتا ہے - جس نے کشمیر کی سیر کی ہے اُسے کسی ثبوت کی حاجت نہیں - چمن آرائے روزگار نے ساری دنیا کی خوبیاں اس دلفریب خطے میں جمع کر دی ہیں - سنتے ہیں کہ بہشت میں آبِ زلال کی نہریں، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، شرابِ طہور، حور و قصور ہوں گے - چمن پیرائے عالم نے یہ تمام نعمتیں کشمیر میں مہیا کر دی ہیں - یہاں آبِ رواں کی کثرت ہے - چشمے، تالاب، آبشار اور دریا ایسے پاکیزہ ہیں کہ کوثر و سلسبیل اُن کے سامنے پانی بھرتے ہیں - پانی اتنا صاف و شیریں کہ شہد کی نہر پھیکی پڑ جائے - زمین کی شادابی، سبزے کی کثرت اور ہوا کی لطافت اس سر زمین کی مخصوص خوبیاں ہیں - ادھر سے اُدھر تک سبزے اور پھلدار درختوں کے سائے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا - سبزے کو دیکھیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمرد کا ایک قطعہ ہے جو سر تا سر پھیلا ہوا ہے - باغ و راغ ہی پر منحصر نہیں، آبادی کے کوچوں اور بام و در پر بھی سبزہ اپنی بہار دکھاتا ہے - شاید جنابِ خضر نے اس پر آبِ حیات چھڑک دیا ہے - دشت و صحرا، کوہ و وادی ہر جگہ سرو، صنوبر، چنار اور سفیدے وغیرہ کے درخت اس طرح سر جوڑے کھڑے ہیں کہ گویا فرشتوں کا نشیمن ہیں اور یہ شاخیں اُن کے بازو - کشمیر کی پوری وادی سبز پوش سبزہ رنگ معشوق کی طرح ہے - شاخسارِ طوبیٰ کی کوئی طوطی ہے جو سہرا کرنے کے لیے اس رشکِ فردوس خطے میں آ نکلی ہے - باغ و راغ میں سرو و صنوبر کی وہ کثرت ہے اور پہاڑوں پر درخت اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ نسرِ طائر اور آفتاب و مہتاب کو فاختہ اور قمری کی طرح اُن پر آ بیٹھنے کی تمنا رہتی ہے - سبحان اللہ! عجب بہار آفریں، سر سبز و شاداب علاقہ ہے جس کی تعریف و توصیف کا حق نہ زبان سے ادا ہو سکتا ہے نہ قلم سے - تین پتی والے سبزے، رنگا رنگ پھولوں، دلکش فضا اور شاداب ہوا کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی - بہشت کا گمان گزرتا ہے - ساری وادی رنگ برنگ پھولوں سے گل پوش ہے - چمن پیرائے عالم نے اس کثرت سے پھول پیدا کیے ہیں کہ نظر حیران

رہ جاتی ہے :

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے ، نیلے نیلے ، پیلے پیلے پیرہن

پھولوں کے عکس سے ہوا بھی رنگین نظر آتی ہے ، جیسے کسی نے آنکھوں پر رنگین عینک چڑھا دی ہو ۔ کچھ باغوں ہی پر موقوف نہیں ، جنگل ، پہاڑ ، کوہ و دشت ہر جگہ سنبل اس کثرت سے اُگتا ہے کہ حسینوں کی زلفیں اور چوٹیاں اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتی ہیں ۔ آبجوئیں اور چشمے اس طرح اُبل کر بہتے ہیں اور اُن کا پانی اتنا شفاف اور سرد ہے کہ چشمۂ آبِ حیات نظر سے گر جاتا ہے ۔ اس بہشت منظر وادی کی تعریف کرنا ممکن نہیں ۔ لہٰذا اب کشمیر کے طول و عرض اور قصبوں ، پرگنوں وغیرہ کی خصوصیات بیان کرنا مناسب ہے ۔ وادیِ کشمیر سطحِ سمندر سے بہت بلندی پر واقع ہے ۔ چاروں طرف عالیشان پہاڑوں کی قدرتی فصیل کھنچی ہوئی ہے ۔ جنوب سے شمال تک یعنی قصبۂ ویرناگ سے پرگنہ وچھل کھاورہ کے موضع دوازدہ کتل[1] تک اس کی لمبائی تقریباً سو کوس ہے ۔ مشرق میں موضع کلکنہ سے پرگنۂ بانگل کے موضع فیروز پور تک چوڑائی کا اندازہ تیس کوس سمجھیے ۔

کشمیر کے کچھ حصے اقلیم چہارم میں داخل ہیں ۔ بعض کا قول ہے کہ کچھ علاقہ اقلیمِ سوم میں بھی شامل ہے ۔ بحیثیتِ مجموعی یہ وادی اقلیم چہارم کے وسط میں ہے ۔ جزائرِ خالدات سے ۱۰۸ درجہ طول البلد پر اور خطِ استوا سے ۳۵ درجہ [شمالی] عرض البلد پر واقع ہے ۔ مشرق میں کوہستانِ تبت ہے اور کاشغر کا کچھ علاقہ ۔ مغرب میں بنگش اور نغر[2]

---

۱ ۔ بادشاہ نامہ حصہ دوم ، جلد اول ، ص ۲۱ پر یہ نام دوارہ کنجل درج ہے ۔

۲ ۔ قدیم جغرافیۂ ہند مرتبہ کننگھم صاحب ، جلد اول ، ص ۴۳ پر نغر کو جلال آباد کے پاس ایک مقام بتایا ہے ۔

پٹھانوں کا کوہستان ۔ جنوب میں ہندوستان کی وسیع مملکت ۔ شمال میں خراسان و بدخشاں ۔ ساری ولایت چوالیس پرگنوں اور چار ہزار دیہات پر مشتمل ہے ۔ سالانہ مالیہ دس کروڑ ٹکے ہے جو پچیس لاکھ روپے کے برابر ہے ۔ آج کل جب کہ یہ سر زمین کوکبۂ شاہی کی آمد کے سبب رشکِ فلک بنی ہوئی ہے ، چیزوں کے نرخ چڑھ جانے کی وجہ سے مالیے کی رقم کسی قدر بڑھ گئی ہے ورنہ بالعموم تقریباً پچیس لاکھ روپے رہتی ہے ۔ ظفر نامۂ تیموری کے مصنف نے کشمیر کے پرگنوں کی تعداد ۳۲ لکھی ہے ۔ بعض اور تفاصیل میں بھی اُس سے سہو ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ امیر تیمور صاحب قرانِ اوّل کے عہد میں کشمیر کا علاقہ اُن کی مملکت میں شامل نہ تھا ؛ مصنف نے جو کچھ کسی سے سنا لکھ دیا ؛ صحیح حقیقت معلوم نہ تھی ۔

کشمیر کے دارالحکومت کا نام سری نگر ہے ۔ اس خطۂ بہشت نظیر کی وجہ تسمیہ بہت سی ہیں لیکن سب سے معتبر یہ ہے کہ عہد قدیم میں کوئی خدا پرست رشی تھا جسے کاش کہتے تھے ۔ وہ انسانوں کی صحبت سے گریز کرتا اور خلوت و عزلت کو صفائے باطن کا ذریعہ جانتا تھا ۔ اُس نے پروردگار سے التجا کی کہ مجھے کسی ایسی جگہ پہنچا دے جو انسانوں کے شور و شر سے محفوظ ہو ۔ اُس کی دعا مستجاب ہوئی ۔ باری تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ یہ علاقہ جو پانی میں ڈوبا ہوا ہے ، اس کا سارا پانی خشک کر دے ۔ جب پانی خشک ہوگیا تو اس عابد و زاہد نے یہاں کسی پہاڑ کے گوشے میں قیام کیا ۔ اس کے نام پر یہ علاقہ کاشمیر کہلایا کیونکہ سنسکرت میں پہاڑ کو میر کہتے ہیں ۔ اس طرح کاشمیر کے معنی ہوئے کاش کا پہاڑ ۔ بول چال کی کثرت سے الف کو گرا کر کشمیر کہنے لگے ، بلکہ اہلِ ہند بالعموم کاشیر یا کشیر کہتے ہیں ۔

بعض اشخاص کا قول ہے کہ اس پاکیزہ خطے کی آبادی حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے زمانے میں ہوئی ۔ بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کا تخت قرآنِ مجید کی آیت کے مطابق رات دن میں اُڑ

کر دو ماہ کی راہ طے کر لیتا تھا ، اس خطے میں تشریف لائے ۔ یہ جگہ بہت پسند آئی ۔ اُن کے حسب الحکم وزیر باتدبیر نے بارہ مولہ کے مقام پر پہاڑ کو تراش کر اس علاقے کا سارا پانی خارج کر دیا ۔ تب سے یہاں آبادی شروع ہوئی ۔ جب یہ بہشت منظر خطہ اکبر بادشاہ کے زیر حکومت آیا تو یہاں کی رونق کچھ سے کچھ ہو گئی ۔ یہاں کے باشندے جو بالکل کندۂ نا تراش ، قلاش اور غیر مہذب تھے حتیٰ کہ کپڑے دھونا بھی نہیں جانتے تھے ، خوش وضع اور مہذب ہو گئے ۔ جہانگیر بادشاہ اپنے لشکر سمیت بار بار یہاں آئے جس کے اثر سے باشندوں نے مزید تہذیب سیکھی ؛ کھانے ، پینے ، پہننے وغیرہ کے معقول طریقے اختیار کرکے شائستگی حاصل کی ۔ پھر رفتہ رفتہ علم سیکھ کر آداب مجلسی میں ماہر ہوگئے : لطافت و نفاست پر مائل ہوئے ۔ عہد شاہجہانی میں حضرت کے فیض تربیت سے تمام فضائل حاصل کر لیے ۔ اب یہ عالم ہے کہ اخلاق و آداب میں کمال حاصل کر چکے ہیں ، صنعت و حرفت اور تمام ہنروں پر حاوی ہیں بلکہ یکتائے زمانہ ہیں ۔ باشندوں ہی نے نہیں بلکہ یہاں کی تمام چیزوں نے ترقی پائی ہے ۔ پہلے یہاں دھان ، جنگلی میوے اور شال کے سوائے اور کچھ نہ ہوتا تھا ، آج کل شاہ رعیت پرور کے فیض تربیت سے ہر چیز اپنی معراج کو پہنچ گئی ہے ۔ میوے نہایت عمدہ پیدا ہونے لگے ہیں ۔ شال اور چاول نہایت نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہیں ۔ کسی زمانے میں یہاں افلاس کا یہ حال تھا کہ باشندوں نے روپے اور اشرفی کی تو کیا ، پیسے کی صورت بھی نہ دیکھی تھی ۔ مچھلی کے فلس[1] (کھپرے) کے سوائے کچھ نہ جانتے تھے ۔ اب حضرت کے جود و عطا کی بدولت یہ لوگ نہایت مالدار ہیں ؛ شوکت و حشمت کے مالک ہیں ۔

دوسری چیزوں کی ترقی سے قطع نظر یہاں کے میوے نہایت نفیس و لطیف ہو گئے ہیں ۔ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بیان ممکن نہیں ۔ شہر کے چاروں

---

۱ ۔ فلس کے معنی پیسہ ہیں ۔ مچھلی کے کھپروں کو بھی گولائی کے سبب فلس ماہی کہتے ہیں ۔ گویا اہل کشمیر نے صرف فلس ماہی کا نام سنا تھا ؛ پیسے کی شکل نہ دیکھی تھی ۔

طرف جہاں تک نظر جاتی ہے ، باغ ہی باغ دکھائی دیتے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے کوسوں چلے گئے ہیں - پیوندی پھلوں میں لذت ، رسیلے پن اور خوش رنگی کے اعتبار سے شاہ آلو[1] بے نظیر ہوتا ہے - سیب ایسے رسیلے اور لطیف کہ ان کے مقابلے میں اصفہان اور سمرقند کے سیبوں بلکہ معشوقوں کے سیب ذقن کی بھی کچھ حقیقت نہیں - کتنا ہی کھائیے طبیعت سیر نہیں ہوتی - نزاکت اور مٹھاس کے اعتبار سے زرد آلو اور آڑو اوسط درجہ کے ہوتے ہیں - ناسپاتی جو امرود کی ایک قسم ہے اتنی رسیلی اور ایسی نازک ہوتی ہے کہ حسینان دیا پرور کی طرح نظر کی تاب نہیں لاتی، محض دیکھنے سے پانی ہو جاتی ہے - خربوزہ جس سال اولے اور کیڑے سے محفوظ رہے ، عراق کے بہترین خربوزے کی برابری کرتا بلکہ مٹھاس میں تہرانی سے اور لطافت میں سمرقند و بخارا کے خربوزے سے بہتر نکلتا ہے - نزاکت میں کازرونی خربوزہ اس کی برابری نہیں کر سکتا - انار اوسط درجے کا ، بیدانہ بڑا اور سپیدی ہوتا ہے جس کی شیرینی مصری کو مات کرتی ہے - خشک میووں مثلاً فندق ، بادام ، اخروٹ وغیرہ کا بیان ممکن نہیں : بے شمار بے حساب ہوتے ہیں - اخروٹ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ سارے علاقے بلکہ آس پاس تک انھی کا تیل چراغوں میں جلاتے ہیں - غریب اسی سے سالن پکاتے ہیں -

زمین کی شادابی اور نشو و نما کا یہ عالم ہے کہ چنار کے درخت کی تین گز لمبی اور ران کے برابر موٹی شاخ کاٹ کر زمین میں گاڑ دیجیے ، سرسبز ہو جائے گی - اس سے عجیب بات یہ ہے کہ سفیدے اور چنار وغیرہ کے پرانے درخت جو آدمی کی آغوش میں نہ سمائیں ، انھیں اکھاڑ کر جہاں لے جاتے ہیں ، ایسے شاداب رہتے ہیں کہ کونپل تک نہیں مرجھاتی ، لیکن تعجب کا مقام نہیں - اس سر سبز و شاداب سر زمین میں پودوں کی نشو و نما کا یہ حال ہے کہ خزاں میں بھی ان کے پتے نہیں جھڑتے - ماگھ پوس میں کڑاکے کا جاڑا پڑتا ہے تاہم سبزہ اور تین پتوں والی گھاس فرش مخمل کی

---

۱ - آج کل اسے کشمیری آلو بخارا کہتے ہیں -

طرح موجود رہتی ہے ۔ برف اور سردی کے باوجود درختوں اور سبزے کو آسیب نہیں پہنچتا ۔ اپریل ، مئی کے مہینوں میں بادِ بہاری کے فیض سے باغ و راغ پھولوں سے ڈھک جاتے ہیں ۔ رگِ سنگ اور شاخِ آہو تک میں پھول نکل آتے ہیں ۔ دوسرے ملکوں میں خزاں کی غارت گری سے گھاس جل جاتی ہے ، پھول نابود ہو جاتے اور درخت ٹنڈ منڈ نظر آتے ہیں ، یہاں برف باری کے باوجود سبزے کی وہی آب و تاب رہتی ہے جس پر سنبل کے پودے اپنی زلفیں بکھیرے ، پڑے جھومتے ہیں ۔ درختوں کی شاخوں پر شگوفے جلوہ گری کرتے ہیں ۔ یہاں کے پرندے بھی دوسرے ملکوں کے برخلاف جاڑے بھر نغمہ سنجی میں مصروف رہتے ہیں ۔ بلبل اس طرح چہچہاتی ہے کہ اس کے شعلۂ آواز سے چمن اور باغ روشن ہو جاتے ہیں ۔ دوسرے پرندے بھی اس زور شور سے نوا پیرا ہوتے ہیں کہ پھولوں کے کان بھرے ہوئے لگتے ہیں ۔ گلِ سوری کی یہ کثرت ہے کہ موسمِ بہار کی آمد سے پہلے جب کہ دوسرے پودوں کے غنچے اور شگوفے منہ لپیٹے پڑے ہوتے ہیں ، گلِ سوری سارے باغ کو سرخ کر دیتا ہے ۔ باغوں کی دیواروں پر گلاب کی شاخیں اور سنبل کی زلفیں پھیل جاتی ہیں ۔ سوسن کے پھول اپنی زبانیں نکال نکال کر موسمِ بہار کی آمد کا اعلان کرتے ہیں ۔

سری نگر میں مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے بنائے گئے ہیں ، اس وجہ سے فضا کشادہ نہیں معلوم ہوتی ، تاہم فضا کی روح افزائی اور دلکشی میں کوئی کمی نہیں ۔ مارچ ، اپریل کے مہینے میں تمام زمین پر سبزے کی ہری چادر بچھ جاتی ہے ۔ دیکھنے والے اپنے آپ کو جنت میں سیر کرتا محسوس کرتے ہیں ۔ گھروں اور باغوں کی دیواروں پر مٹی کی تہ بچھا کر سفید اور اُودی سوسن کے بیج بکھیر دیتے ہیں ۔ اکثر فصلوں بالخصوص موسم بہار میں سنبل ، لالہ ، سوسن اور دوسرے پھولوں کی وہ کثرت ہوتی ہے کہ در و دیوار بلکہ قبرستان تک پر چھا جاتے ہیں ۔ بعض کے بیج بو دیے جاتے ہیں لیکن کتنے ہی پھول خود رو ہوتے ہیں ۔ ان کا نظارہ کشمیریوں اور غیر ملکیوں کو حیران کر دیتا ہے ۔ مکانوں کی چھتوں پر پتے بچھا کر تھوڑی سی مٹی ڈال دیتے ہیں ، سبزہ اُگ آتا ہے ۔ اسی میں سوسن اور لالہ

جوغاسو کے بیج بکھیر دیتے ہیں ۔ جوغاسو لالے کی ایک قسم ہے ، نہایت ڈہڈہا اور خوش رنگ ۔ کچھ عرصے بعد جب چھتوں پر یہ پھول کھلتا ہے تو کثرت اور سرخی کے سبب یہ معلوم ہوتا ہے گویا در و دیوار میں آگ لگ گئی ہے ۔ سارے سری نگر میں یہی کیفیت ہے ۔ ملک الشعرا محمد جان قدسی نے اسی مناسبت سے یہ اشعار کہے ہیں :

ترجمہ :-

جس طرح بادۂ گلرنگ سے پیالہ سرخ نظر آتا ہے
اسی طرح سری نگر کے تمام گھر لالے کے پھولوں سے سرخ ہیں
لالے کے پھول دیواروں پر قطار در قطار ہوتے ہیں
وہیں سنبل بھی اپنی زلفیں پھیلا دیتا ہے

دریائے جہلم سری نگر کے بیچوں بیچ سے گزرتا ہے ۔ یہ پنجاب کے پانچ دریاؤں میں سے ہے ۔ ویری ناگ کا کوثر آثار چشمہ اس کا منبع ہے ۔ سمندر میں گرتا ہے ۔ کشمیر کے شمال سے نکل کر بڑھتا ہے تو اس میں کئی بڑی ندیاں مل جاتی ہیں جس سے اس کا پاٹ بڑھ جاتا ہے ۔ تیس کوس کے بعد نوشہرہ شہر کے درمیان سے گزرتا ہوا پھر شمال کا رخ کرتا ہے ۔ دس کوس آگے جھیل اولہ (اولر ، ولر) میں جس کا گھیر پچیس تیس کوس ہے مل جاتا ہے ۔ اس کی دوسری طرف سے نکل کر بارہ مولا کے پاس ہموار علاقے میں بہنے لگتا ہے ۔ اس کے بعد پھر کوہستان میں داخل ہو کر پکھلی اور دستور کے پہاڑوں سے گزرتا ہے ۔ لاہور کے علاقے میں چناب میں مل جاتا ہے ۔ ملتان سے آگے جہلم چناب راوی ستلج اور بیاس کا پانی دریائے سندھ میں شامل ہو کر بھکر اور سیوستان سے گزر کر لاہری بندر گاہ کے پاس سمندر میں جا گرتا ہے ۔

کشمیر کے باشندوں نے ، خواہ غریب ہوں یا امیر ، دریائے جہلم کے کنارے اپنے اپنے مقدور کے مطابق اچھے برے مکان بنا رکھے ہیں ۔ سری نگر میں دریائے جہلم کے چوڑے پاٹ پر لکڑی کے دس بڑے پل ہیں جنھیں کشمیری زبان میں کدل کہتے ہیں ۔ لکڑی پر سرخی اور چونے کی تہ عجب

طریقے سے جا دی ہے جو نہایت مضبوط ہے۔ چار پل جو خاص شہر کے اندر ہیں ان میں سے ایک سلطان زین العابدین کا بنوایا ہوا ہے جو زمانۂ قدیم میں کشمیر کا فرماں روا تھا۔ اس کا نام 'زین کدل' ہے۔ اسے بنے ہوئے دو صدیاں گزر چکی ہیں؛ اسی طرح قائم ہے، ذرا جنبش نہیں آئی۔ شہر کے پاس چار چشمے ہیں۔ ایک کا قطر چالیس گز ہے لکڑی کے بڑے بڑے لٹھے گاڑ کر ستون بنائے ہیں۔ ان پر لمبے چوڑے مضبوط شہتیر جما کر پل بنا لیا ہے۔ شاہی سواری کے آتے جاتے وقت سامان سے لدے ہوئے تنومند ہاتھی اس پر سے بے خلل گزر جاتے ہیں۔ چشموں کے علاوہ شہر کے مشرق میں ایک بڑی جھیل ڈل ہے۔ اس کے چاروں طرف طرح طرح کے سبزے اگے ہوئے ہیں۔ ان میں لالہ و گل اپنی بہار دکھاتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جھیل نہیں بلکہ کوئی نگارِ نازنیں ہے جو رنگ برنگ لباس پہنے اپنی چھب دکھا رہی ہے۔ اسے دیکھنے سے طبیعت فرحت پاتی ہے۔ بلا مبالغہ اس کا ثانی روئے زمین پر نہیں۔ رنگا رنگ پھولوں کی کثرت سے چرخِ بریں اس کے سامنے شرماتا ہے۔

تاروں بھری رات کو حسیں ہے
چھب ڈل کی کہیں ہے پر نہیں ہے
یہ بیچ میں پھول ہیں کنول کے
یا مانگ بھری ہے موتیوں سے

اسے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ دل کو یقین آ جاتا ہے کہ اس بے نظیر جھیل کا خالق بڑا ہی قدرت والا ہے جس نے پانی کی سطح پر ایسے خوشرنگ پھول کھلائے ہیں۔ لالے کے سرخ پھولوں سے پانی میں آگ لگی معلوم ہوتی ہے۔ گلزارِ خلیل کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ سفید کنول کی پنکھڑیاں جنابِ موسیٰ علیہ السلام کے یدِ بیضا کی یاد دلاتی ہیں۔ پانی کی سطح سے اوپر نکلا ہوا ڈنٹھل ملکۂ بلقیس کی ساقِ سیمیں کا نقشہ دکھاتا ہے جنھوں نے حضرت سلیمان[۳] کے محل میں شیشے کے فرش کو پانی سمجھ کر اپنے پائینچے چڑھا لیے تھے۔ سرخ کنول کی بہار بھی دیدنی ہے۔ اس کی

سرخی لالۂ جوغاسو کو شرماتی ، یاقوت کو خجل کرتی ، گلنار کو ہیچ ٹھہراتی بلکہ آتشکدۂ فارس کو غیرت کی آگ میں جلاتی ہے ، اس طرح کھلتا ہے کہ ساری سطح دہکنے لگتی ہے ۔ گویا ڈل کے وسیع آئینے پر سورج کی کرنوں سے سرخی چھا رہی ہے ۔ دوپہر کے وقت یہ منظر ایسا دلفریب ہوتا ہے کہ تماشائی اسے دیکھ کر بیخود و مدہوش ہو جاتے ہیں ۔

ڈل میں جا بجا چھوٹے جزیرے ہیں جن میں پھول اور سبزیاں بوئی جاتی ہیں ۔ بڑے جزیروں میں باقاعدہ لمبی لمبی کیاریاں بنا کر بید اور چنار کے درخت لگا دیتے ہیں ۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ فرشتے عالم بالا سے اتر کر صف بستہ یہاں کھڑے ہو گئے ہیں یا جنّت کے طاؤسوں نے اپنی دمیں اور بازو پھیلا کر سبز پرچم کھول رکھے ہیں ۔ گرمی کے موسم میں سیّاح کشتیوں میں گزرتے ہوئے ان درختوں کے سائے میں دم لیتے ہیں ۔

ہم آئے عین گرمی میں نکل کر دل سے اے اشکو
ذرا اب دو گھڑی کو سایۂ مژگاں میں دم لے لو

اپریل مئی میں بید مجنوں کے درختوں پر وہ بہار آتی ہے کہ حسن لیلیٰ ہیچ معلوم ہوتا ہے ۔ ڈل کے عین وسط میں کئی فردوس منظر باغ ہیں جن کی دلکشی اور فرحت خیری بیان سے باہر ہے ۔ بالخصوص باغِ عیش آباد اور باغِ بحر آرا جو حضرت شاہجہاں کی سرکار سے متعلق ہیں ، نہایت دلفریب ہیں ۔ پانی میں بہت سے جزیرے مثلاً جزیرۂ مراد بخش (شاہزادہ) اور دیگر امرا کے جزیرے درختوں کی کثرت سے باغ و بہار بنے رہتے ہیں ۔ درختوں کی کثرت یوں تو تمام کشمیر میں ہے لیکن دریاؤں کے کنارے اور جھیلوں بالخصوص جھیل ڈل کے اندر اور چاروں طرف تو بہشت کا سا سماں ہے ۔ جھیل ڈل کا گھیر سات کوس ہے ۔ اس کی سطح بالعموم پھولوں سے ڈھکی رہتی ہے ۔ زرد گلاب ، نیلوفر اور کنول کے پھول ملے جلے کھلتے اور صانعِ قدرت کا گلدستہ معلوم ہوتے ہیں ۔ ادھر سے ادھر تک ہر جگہ پانی کی سطح پر سرخ پھول ، مختلف اقسام کی گھاسیں اور طرح طرح کے سبزے پھیلے ہوئے ہیں ۔ جھیل کی تہ میں بھی پودے اور سبزہ اگے ہوئے ہیں جنھیں بوستانِ

خیال کیجیے تو زیبا ہے -

سری نگر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہاں چلنا پھرنا اور سیر و تفریح کشتی کے ذریعے ہوتی ہے - ڈل کے پانی کی ایک شاخ دریائے جہلم میں جا ملی ہے - مالدار ، ذی حیثیت اشخاص بالخصوص بادشاہی منصب دار جن کی حویلیاں اس دریا اور جھیل کے کنارے ہیں ، اسی راستے کشتی میں بیٹھ کر دربار میں جاتے ہیں - سیر و تفریح کا ذریعہ بھی یہی آبی راستے ہیں جن کے ذریعے کشتی میں سوار ہو کر سیر کرتے پھرتے ہیں - دریائے جہلم اور جھیل ڈل پر ہزار ہا رنگین ، نقش و نگار والی کشتیاں ادھر سے اُدھر رواں رہتی ہیں - اُن پر قیمتی رنگین پردے پڑے رہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے چمن ہیں جن کی رنگت چشم خروس اور پر طاؤس کو شرماتی ہے - چاندنی راتوں میں جب، چاند کی کرنیں سرخ و شنگ موجوں کے حلقوں میں رقص کرتی ہیں تو عجب سماں نظر آتا ہے - تماشائی کشتوں میں بیٹھے ہوئے ، رقص و سرود اور بادہ و جام کا لطف اُٹھاتے ہیں - ماہ پیکر حسینوں کے ساتھ ناز و نیاز کا ہنگامہ گرم رہتا ہے -

سری نگر کی سیر گاہوں میں یہاں کے فردوس منظر باغ خاص اہمیت رکھتے ہیں - ہر باغ روضۂ رضواں سے بڑھ کر ہے - بالخصوص شالامار باغ جسے حضرت نے شاہزادگی کے زمانے میں ترتیب دلوا کر فردوس بریں کا ہمسر بنایا تھا - درختوں کی سادابی کا یہ عالم ہے گویا آب حیات سے سیراب ہوئے ہیں - آج تک حضرت کی توجہ سے اس کی آرائش و زیبائش میں اضافہ ہو رہا ہے - دامن کوہ سے جھیل ڈل کے کنارے تک دو ہزار ایک سو تیس گز تک درختوں کی قطاروں میں ۳۱ گز چوڑی ایک سیدھی روش آئی ہے جو باغ کے مختلف حصوں کے درمیان سے گزری ہے - فیض بخش اور فرح بخش ہر ایک میں اس کی لمبائی تین سو دس گز ہے - خواص پورے میں ایک سو بارہ گز ، بیرونی خیابان میں ۱۳۹۸ گز - اس روش کے بیچوں بیچ میں دس گز چوڑی نہر جاری ہے جسے حضرت کے حسب الحکم شاہ نہر کہتے ہیں - اس میں بڑے فاصلے سے کوہ پہاک کے دامن والے چشمے

کا ثانی آتا ہے جو چنار کے درختوں اور کیاریوں کو سیراب کرتا ہوا جھیل ڈل میں جا گرتا ہے ۔ روش کے دونوں طرف شاہجہاں کے زمانۂ قیام میں دو دو گز کے فاصلے سے سفیدے اور چنار کے درخت لگائے گئے تھے جو اتنی ہی مدت میں نشو و نما کے زور سے طوبیٰ و سدرہ کے برابر ہو گئے۔ باغ کے وسط میں کتنے ہی خوش نما نشیمن اور عمارتیں ہیں کہ پاکیزگی و زیبائی اُن کی بلائیں لیتی ہے ۔ ہر نشیمن کے سامنے تیس گز مربع حوض ہیں ۔ ان کے آبشاروں اور فواروں کو دیکھ کر طبیعت وجد کرتی ہے ۔ حوضوں میں بھی اسی کوہِ بہاک والے چشمے کا ثانی آتا ہے ۔ حوضوں میں آبشار کی چادر بلّور کے اُن سالم تختوں پر سے گرر کر نیچے گرتی ہے جو صفائی و شفّافی میں حلب کے شیشے اور فرنگی آئنے کو خجل کرتے ہیں ۔

ان دنوں حضرت کے حسب الحکم باغِ فرح بخش سے پہاڑ کی جانب ایک اور بہشت منظر باغ یعنی فیض بخش کی بنا رکھی گئی ہے ۔ اس کے وسط میں عالی شان نشیمن تیار ہوا ہے جس کے سامنے چالیس گز مربع حوض ہے ۔ چاروں طرف اونچے سنگین دروازے ہیں ۔ نشاط باغ نوّاب آصف خاں نے ترتیب دیا ہے ۔ تکلّف بر طرف ، ایسا پاکیزہ ، کشادہ فضا مقام روئے زمین پر نہ ہوگا ۔ یہ بہشت منظر باغ جس کے کئی طبقے اوپر نیچے ہیں ، جھیل ڈل کے کنارے ناہموار زمین پر لگایا گیا ہے ۔ نو آسمانوں کی رفعت اور خلدِ بریں کی رونق اس پر دل و جان سے نثار ہیں ۔ اس میں دامنِ کوہ کے قریب ایک دلفریب ، عالی شان نشیمن ہے ۔ باغ کے درمیان سے پانی کی لبالب نہر گزری ہے ۔ اس میں ایک آبشار اور لمبا چوڑا حوض بھی ہے جس کا بیان بہت طولانی ہے ۔

دولت خانۂ شاہی والا باغِ نور افزا بھی اتنا پاکیزہ و زیبا ہے کہ سارے جہان میں نظیر نظر نہیں آتی ۔ باغِ بحر آرا اور عیش آباد بھی ایسی ہی کیفیت کے ہیں ۔ اول الذکر جھروکۂ درشن کے سامنے واقع ہے ۔ اس لحاظ سے اگر اُسے تمام باغوں کا سرتاج کہیے تو بجا ہے ۔ اس کے دو طبقے ہیں ۔ نچلے طبقے میں چنار کے چار تناور درخت ہیں جن کی رفعت و عظمت

ملوبلی کو پست کرتی ہے ۔ نواب جہاں آرا بیگم صاحب کے تین باغ بھی نہایت خوش منظر ہیں جو اپنی فرشتہ خصلت مالکہ کی طرح فیض رسانی کے سبب آرائش عالم کا سرمایہ ہیں ۔ ان میں سے ایک کا نام جہاں آرا ہے جسے نواب بیگم صاحب کے نام نامی نیز اپنی پاکیزگی و دلفریبی کے سبب اسم با مسمّٰی کہنا چاہیے۔ جواہر خاں خواجہ سرا نے اسے ترتیب دیا تھا ۔ بعد ازاں بیگم صاحب کی سرکار سے متعلق ہوگیا ۔ دوسرا باغ نور افشاں ہے جو دریائے جہلم کے کنارے ملکہ نور جہاں بیگم نے بنوایا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے سے آج تک بیگم صاحب کی سرکار میں ہے ۔ اس کے چمن اور خیاباں نہایت وسیع ہیں ۔ نشیمن ایسے پاکیزہ اور آرام دہ کہ زمانے میں ان کی نظیر نہ ملے ۔ تیسرا باغ صفا ہے ۔ سری نگر سے سات کوس دور جھیل صفاپور کے کنارے ایک پشتے پر بڑے تکلّف سے تعمیر ہوا ہے ۔ پاکیزگی و صفائی اور وسعت و لطافت میں یہ جھیل ایسی ہے کہ دنیا تو کیا بہشت میں بھی اس کی مثال نہ ہوگی ۔ البتہ جھیل ڈل جو کنول کے پھولوں سے گلپوش رہتی ہے اس کا جواب ہے ۔ اس تالاب کا گھیر تقریباً تین کوس ہے ۔ مشرق کی طرف ایک سرسبز پہاڑی ہے جو اس متالت سے واقع ہے گویا چشمۂ آبِ حیات کے کنارے جناب خضر علیہ السلام سو رہے ہیں ! پہاڑی کے پھولوں ، درختوں اور سبزے کا عکس پانی میں پڑتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہجہاں کا تختِ زمرد نگار سطحِ آب پر رکھا ہوا ہے ۔

باغِ کرنا ان کے علاوہ ہے ۔ شاہزادگی کے زمانے ہی میں حضرت کی سرکار سے متعلق ہوگیا تھا ۔ اب آپ نے شاہزادہ دارا شکوہ کو عنایت فرما دیا ہے ۔ شاہ آباد کہلاتا ہے ۔ اس کی تعریف میں زبان عاجز ہے ورنہ چند سطریں لکھ کر اس کی دلفریبی کا کسی قدر بیان کرتا ۔ باغِ نسیم اور افضل آباد بھی اپنے فرحت افزا نشیمنوں ، میوہ دار درختوں اور پھولوں کی کثرت کے سبب دوسرے باغات سے کم نہیں ۔ باغِ نسیم کو اعظم خاں نے اور افضل آباد کو علّامی افضل خاں نے ترتیب دیا تھا ۔ باغِ الٰہی جسے چمن پیرائے عالم کے ہاتھ نے خوب سنوارا ہے ، پاکیزگی و شادابی میں کم نہیں ۔ لیکن اس کی عمارتیں معمولی ہیں ، اس باغ کی شان کے شایاں

نہیں - کشمیر کی ندیوں میں لار سب سے زیادہ خوش منظر ہے - پانی خوش ذائقہ ہے - اس کی ایک دھار کے کنارے یوسف خان مشہدی نے اس باغ کی بنیاد رکھی تھی - نہر لار اس باغ کے درمیان سے گزری ہے - وسط میں دس گز مربع حوض ہے جس کے کنارے چنار کا نہایت پرانا درخت کھڑا زمانہ قدیم کی داستان سناتا ہے -

سری نگر سے پانچ کوس دور شہاب الدین پور کا وسیع مرغزار ہے - اس کے ایک طرف دریائے جہلم ہے ، دوسری طرف دریائے لار کا سرد اور شفاف و شیریں پانی جاری ہے - یہ جگہ ان دونوں کا سنگم ہے - یہاں دریائے جہلم کے کنارے چنار کے تناور ، سرسبز و شاداب درختوں کی قطار ہے جنہیں دیکھ کر کوثر و تسنیم اور سدرہ و طوبٰی کی یاد آتی ہے - دیکھنے والا سوچتا ہے کہ قیامت کے ہنگامے اور محشر کے شور و شر سے پہلے ہی پروردگار عالم نے اس علاقے میں بہشت کا ایک قطعہ لا کر رکھ دیا ہے - گرمیاں گزارنے کے لیے کشمیر میں کئی مقام نہایت دلکش ہیں جو اپنی سرسبزی و شادابی میں فردوس بریں سے کم نہیں - دنیا میں کہیں ان کی مثال نہ ہوگی - ان میں سے ایک کووی مرگ ہے - پرانے زمانے میں کشمیر کے راجاؤں کے گھوڑے یہاں چرتے تھے - کشمیری زبان میں کووی بمعنی ایلچی اور مرگ بمعنی مرغزار ہیں - کووی مرگ کا مفہوم ہے مرغزار ایلچی - یہ گل زمین پہاڑ کے ایک وسیع مسطح قطعے پر واقع ہے جسے باغبان قدرت نے رنگا رنگ پھولوں اور سبزے سے بھر دیا ہے - ہریاول کی سبزی ہرے مخمل کو شرماتی اور پھولوں کی رنگتیں بوقلموں ریشم کو مات کرتی ہیں -

توسہ مرگ بھی نہایت ہموار مسطح قطعہ ہے جسے معمار ازل نے اپنے ہاتھ سے سنوارا ہے - نشو و نما کی کثرت سے یہاں سبزے کا رنگ زمردیں ہے - فرنگی مخمل و کمخواب کا فرش ادھر سے اُدھر تک بچھا ہوا معلوم ہوتا ہے - ایام شاہزادگی میں حضرت کووی مرگ اور توشہ مرگ میں گلگشت کے لیے آئے تو فرمایا کہ ہم نے یہاں لالہ و گل کی ساٹھ قسمیں

دیکھیں ۔ ایک اور ہوش مند دیدہ ور نے بتایا کہ اس خدا ساز گلزار کے ایک قطعے میں ۷۹ قسم کے پھول میں نے گنے ہیں ۔ ایک اور صادق القول معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے ان مرغزاروں کی تعریفیں سنیں تو سمجھا کہ لوگ مبالغہ کرتے ہیں ۔ ازمائش کے خیال سے یہاں خود آیا ۔ گز بھر زمین میں چالیس قسم کے پھول میں نے شمار کیے ۔ بہت سے پھول مٹھی میں بھر کر گنے تو ۳۲ قسمیں شمار ہوئیں ۔ المختصر یہاں کی اونچی پہاڑیوں میں گرمیاں گزارنے کے کئی مقام ہیں جو اوصاف میں ایک دوسرے کے برابر ہیں ۔ مادہ این اور سنگ سفید نام کے مقامات نیز دوسرے علاقے اتنے ٹھنڈے ، فرحت بخش اور خوش منظر ہیں کہ قلم اپنی معنی طرازی کے باوجود ان کے وصف لکھنے سے قاصر ہے ۔ ناچار خاموشی کو بہتر سمجھا ۔

قیام کشمیر کے زمانے میں حضرت کے اقبال بے زوال نے ایک عجیب کرشمہ دکھایا ۔ اسے اولیا کی کرامات کا ہمسر سمجھیے یا عقل خداداد کا اعجاز کہیے ۔ تفصیل یہ ہے کہ بیگم صاحب کی التماس کے بموجب تمام بیگمات اور کنیزوں خواصوں کو ہمراہ لیے باغ جہاں آرا کی سیر کے لیے تشریف لے گئیں ۔ تمام چیزوں کی سیر سے لطف اندوز ہوکر خراماں خراماں اس کے چمن ، سمن زار اور گلشن میں آئے ۔ یہاں ایک نشیمن پر نظر پڑی جسے ہندی زبان میں راوٹی کہتے ہیں ۔ سر راہ ایسے عمدہ موقع پر تھی کہ اس کے چاروں طرف کیاریوں میں پھول لہلہا رہے تھے ۔ سبزے کا فرش زمردیں بچھا ہوا تھا ۔ کارپردازوں نے اس کے در و دیوار کو رنگین قیمتی پارچات سے دلہن کی طرح آراستہ کرکے صحن میں مخمل و کمخواب کا فرش بچھایا تھا ۔ توقع تھی کہ حضرت ایک آدھ گھڑی یہاں ٹھہر کر خیابان اور چمن کی بہار دیکھیں گے ۔ جیسے ہی حضور کی نگاہ اس راوٹی پر پڑی وہیں ٹھٹھک کر حکم دیا کہ کوئی شخص اس کے قریب نہ جائے ۔ یہ عمارت ٹیڑھی ہے اور عنقریب گرنے والی ہے بلکہ عجب نہیں کہ ایک دم میں گر پڑے ۔ چونکہ عمارت ابھی تیار ہوئی تھی اس لیے اس کا ڈھے جانا کچھ

عجیب سی بات تھی - بعض اشخاص نے اسے غلط سمجھا - اسی حیص بیص میں تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ راوٹی گر پڑی - کوتاہ عقل آدمی حیران رہ گئے -

کوکبۂ شاہی کی کشمیر سے شاہ آباد[1] (مچھلی بھون) کے راستے ہندوستان روانگی

کشمیر کے باغ و راغ، چشموں اور ندیوں نیز شاہ آباد کی جھیل کے نظاروں سے محظوظ ہو کر حضرت کے دل میں لاہور واپس چلنے کی آرزو پیدا ہوئی لہٰذا ۲۵ شہریور ۲۳ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ[2] مطابق ۲۷ ستمبر ۱۶۳۴ء بروز یکشنبہ دو گھڑی دن چڑھے شاہی سواری کشمیر سے واپس چلی - حضرت دریائے جہلم کے راستے کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوئے جس سے کشتی کو ہلال عید کا اور دریا کو سلسبیل و تسنیم کا درجہ حاصل ہو گیا - اس روز دریائے جہلم کے کنارے قصبہ پانپر[3] میں جہاں زعفران کی کاشت ہوتی ہے، ایک فردوس منظر باغ میں قیام فرمایا - یہ جگہ سری نگر سے ساڑھے تین کوس دور ہے لیکن دریا کے راستے پانچ کوس ہے - اگلے روز پانپر سے ساڑھے تین کوس چل کر ونتی پور میں خیمے کبیے جو پرگنۂ ولر میں ہے - وہاں سے ساڑھے چار کوس آگے حرارہ میں پڑاؤ کیا - یہاں شاہزادہ داراشکوہ نے ایک رفیع الشان عمارت بنوائی ہے - تین گز چوڑی نہر اس کے صحن سے گزر کر آبشار کی صورت میں دریا میں گرتی ہے - یہاں دریا کے کنارے باغ کے درمیان ایک دلفریب نشیمن ہے جس میں ایک روز حضرت نے قیام فرمایا - رات کو جہلم کے دونوں طرف چراغاں کی سیر کی جس کا اہتمام شاہزادے کے ملازموں نے کیا تھا - اگلے روز کشتی میں سوار ہو کر پرانے

---

۱ - برٹش میوزیم کے نسخے ۲۱۵۷ میں شاہ آباد کے بجائے آصف آباد درج ہے -

۲ - فارسی مہینے کی تاریخ قمری ماہ سے مطابق نہیں ہے -

۳ - برٹش میوزیم کے نسخے ۲۶۲۲۱ میں اس جگہ کا نام سانپر لکھا ہے - آج کل پام پور کہتے ہیں -

پل تک سفر کیا ۔ پھر تخت ِ رواں پر سوار ہو کر موضع اچھول میں منزل کی ۔ یہاں کی عمارتیں حضرت کو پسند نہ آئیں ۔ آپ کے حسب الحکم دو چشموں پر جو ایک تناور چنار کے نیچے ابل رہے ہیں اور پاکیزگی و لطافت میں اس سرزمین کی دو آنکھوں جیسے ہیں ، نہایت عالی شان عمارتوں کی بنیاد رکھی گئی ۔ یہاں بہت سے بت خانے تھے ؛ دور دور سے ہندو آ آ کر ان میں پوجا کرتے تھے ؛ ان کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر اس کفر آباد کا نام اسلام آباد رکھا ۔

اسلام آباد سے دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے اگلی منزل پر پہنچے ۔ مچھلیوں کی کثرت کے سبب اس جگہ کا نام مچھی بھون تھا ، اب آصف آباد کہلاتی ہے ۔ یہاں آصف خاں نے نہایت دلفریب باغ اور دلکش عمارت بنوائی ہے ۔ باغ کی خوبی کا یہ عالم ہے کہ مسافر اس کی سیر کرکے اپنے گھر کو بھول جاتا ہے ؛ چاہتا ہے کہ وہیں رہا کرے ۔ حضرت نے بھی اس گلشن کی سیر کی ۔ تین روز یہاں قیام فرمایا ۔ دوسری رات کو آپ کے حسب الحکم ندیوں ، چشموں اور آبجوؤں کے کنارے ایسا چراغاں کیا گیا کہ پانی کی سطح جگمگا اٹھی ۔ کہکشاں نے قیامت تک کے لیے روشنی کا سرمایہ جمع کر لیا ۔ چوتھے روز چشمۂ اچھول کی سیر کے ارادے سے کوچ فرمایا ۔ دو کوس چل کر وہاں پڑاؤ کیا ۔ یہ صاف ستھری جگہ اپنی پاکیزگی کے لحاظ سے سارے عالم میں اپنا جواب نہیں رکھتی ۔ آج کل اچھول کا نام صاحب آباد پڑ گیا ہے ۔ قصبے کی جان وہ چشمہ ہے جسے سکندر اب تک حسرت سے دیکھتا ہے بلکہ جناب ِخضر علیہ السلام کی چشم ِشوق بھی اسی پر لگی رہتی ہے ۔ آفتاب اسی چشمے سے نور حاصل کرتا ہے ۔ صفائی و شفافی کا یہ عالم ہے کہ ماہ پیکر حسینوں کے سینے بھی اس سے دبتے ہیں ۔ پانی کی شیرینی اور روح افزائی کا یہ حال ہے کہ آب ِ حیات اور حوض ِ کوثر اس سے فیض حاصل کرنے کی آرزو رکھتے ہیں ۔ دامن ِ کوہ میں گھنے درختوں کے نیچے یہ چشمہ جاری ہے ۔ تین پن چکیوں کے بقدر پانی بڑے زور کے ساتھ اس سے اچھلتا ہے ۔ اس پر متعدد شاہی عمارتیں یعنی غسلخانہ ، درشن ِ خاص و عام ، حمام ، خواص پورہ ۱۰۵۰ھ ، ۱۶۴۰ء میں تعمیر کی گئیں ۔

بیگم صاحب کے حسبِ خواہش اس چشمے کے حوض کے پاس ایک ایوان تعمیر ہوا ، جس کے چاروں طرف دلکش مکانات بنائے گئے۔ ایوان کے سامنے جھیل سی بنی ہے جس میں چشمے کا پانی دو طرف سے داخل ہوتا ہے ۔ یہاں تین تین گز چوڑی دو نہریں ہیں جن میں چشمے کا ایک تہائی پانی گزرتا اور جھیل کے دائیں بائیں والی دو عمارتوں کے درمیان سے ہو کر نکل جاتا ہے ۔ جو نہر دائیں طرف جاتی ہے اس کا پانی آبشار کی شکل میں سات گز لمبے گر کر اس بہشت منظر باغ کو سیراب کرتا ہے جو وہاں ترتیب دیا گیا ہے ۔

اس منزل میں بھی تین روز قیام کرکے عیش و نشاط کی داد دی ۔ شمعِ شبستانِ خلافت حضرت بیگم صاحب کے حکم سے یہاں بھی آصف آباد کی طرح چراغاں ہوا جو چمک دمک کے لحاظ سے پہلے سے بھی بڑھ گیا ۔ تیسرے روز لکھی بھون چشمے کی سیر کو تشریف لے گئے جو صاحب آباد سے دو کوس ہے ۔ چونکہ یہاں شاہی عمارات ابھی تک مکمل نہیں ہوئی تھیں لہٰذا کھڑے کھڑے یہاں کا نظارہ کرکے واپس چلے آئے ۔ یہ جگہ پہاڑ کے دامن میں سرو اور صنوبر کے درختوں سے رشکِ فردوس بنی ہوئی ہے ۔ یہاں نہایت صاف شفاف چشمہ ہے جس کی شادابی سے ابرِ بہاری زکوٰۃ مانگتا ہے اور دجلہ و فرات متھاس کے طالب رہتے ہیں ۔ پانی کی صفائی اور روانی سلسبیل اور کوثر کو شرماتی ہے ۔ چشمے پر چودہ گز مربع حوض بنا ہوا ہے ۔ یہاں سے دو نہریں نکل کر اتنے ہی وسیع دو حوضوں میں داخل ہوتی ہیں ۔ آگے چل کر یہ نہریں ایک تالاب میں جو ۸۰ گز لمبا ۵۰ گز چوڑا ہے ، مل جاتی ہیں ۔ یہاں تالاب کے کنارے چنار کے چار تناور درخت برابر برابر کھڑے ہیں جو سرسبزی اور شادابی میں سدرہ و طوبیٰ سے ہزار درجہ بڑھ گئے ہیں ۔

مہر کی ۵ تاریخ (۲۵ ستمبر ۱۶۳۴ء) کو شاہی کوکبہ بیگم آباد یعنی صاحب آباد سے روانہ ہوکر ویرناگ میں مقیم ہوا ۔ یہ کوثر کی مانند چشمہ دریائے جہلم کا منبع ہے ۔ اس کا پانی حسینوں کے لبوں سے زیادہ شیریں اور آفتاب سے زیادہ روشن ہے ، بلکہ آفتاب اسی سے اکتساب نور کرتا ہے ۔ اس کی موجیں اشارہ کرتی ہیں کہ جوش و خروش اور صفائی و شفافی اور حسنِ

فطرت کا نظارہ کرنا ہے تو کر لو۔ یہیں سے وہ ندی نکلی ہے جو آگے چل کر دریائے جہلم بن گئی ہے۔ نظم و نثر اور استعارہ و تشبیہ سے اس چشمے کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ فکر فلک پرواز اس کی لطافت کے بیان سے قاصر ہے۔ یہاں ایک پہاڑ ہے جو اتنا سرسبز اور خوش وضع ہے کہ اسے پہاڑ کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک ہموار مسطح باغ ہے جس کے تمام درخت بلندی میں برابر ہیں۔ چشمے کے کنارے یہ پہاڑ اس طرح واقع ہے جیسے کوئی حسین، سبز پوش، دلربا کھڑا ہوا آئینہ دیکھتا ہو۔ بہار کے موسم میں جب اس کی سرسبزی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پانی میں اس کا عکس پڑنے سے ادھر سے اُدھر تک زمرد کا قطعہ نظر آتا ہے۔ خزاں میں زرد پتوں کی رنگت سے چشمے کا رنگ بھی عقیقی دکھائی دیتا ہے۔ چشمے کا قطر چالیس گز ہے، گہرائی دس گز ہے۔ اس کے کنارے داروغۂ عمارت حیدر ملک کشمیری نے ۱۷ گز لمبا ۱۲ گز چوڑا ایوان تعمیر کیا ہے جس کا ایک رخ باغ کی طرف اور دوسرا حوض کی جانب ہے۔ ایوان کے بیچ میں پانچ گز چوڑی نہر جاری ہے۔ دونوں طرف دو شاہ نشین ہیں جن کا رخ باغ کی طرف ہے۔ ایوان کے دائیں بائیں سات سات ایوان اور ہیں۔ چودہ کے چودہ کا رخ باغ کی جانب ہے۔ نہایت پاکیزہ مصفا حمام بھی بنا ہے۔ ان عمارتوں کے دونوں طرف چار چار گز چوڑی نہریں رواں ہیں۔

سیر و تفریح کے اس فرحت بخش دور میں حضرت کی عمر کے ۴۴ قمری سال پورے ہو کر ۴۵ واں سال شروع ہوا۔ مقررہ قاعدے کے مطابق قمری تلادان کا جشن بتاریخ ۹ مہر مطابق ۲۹ ستمبر ۱۶۳۴ع بڑے شان و شکوہ کے ساتھ منعقد ہوا، بلکہ سفر میں کوکبۂ شاہی کے جاہ وجلال کی مناسبت سے جشن کی شان دوبالا رہی۔ سخاوت و بخشش کی وہ رال پیل ہوئی کہ برج سنبلہ نے خوشہ چینی کے بطور ترازو سے جواہرات لے لے کر دامن بھر لیا۔ پروین نے بھی موتیوں کی بکھیر میں سے حصہ لے کر اپنے ہار کے واسطے درمیانی موتی حاصل کیا۔ شاعروں نے کشمیر کی تعریف میں مثنویاں سنا کر اور تہنیتی قصیدے پڑھ کر تحسین و آفریں کے علاوہ بیش بہا انعام پائے۔ زرتار لباس بھی ملے جنھیں زیب تن کر کے مرغ زرّیں بال بن گئے۔ جیب

و دامن موتیوں سے بھر لیے۔ اُمرا بھی حضرت کی عنایات سے بہرہ مند ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔

جب یہاں کی سیر و تفریح سے حضرت کا دل بھر گیا تو کوچ کا فیصلہ کیا۔ ۱۰ سہر، پیر کے دن، روانہ ہو کر منزل بہ منزل چوتھے روز ہیرا پور میں خیمے کیے۔ راستے میں آپ کو آبشار اوہر دیکھنے کا شوق ہوا جو جال نگری سے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ اُس کا نظارہ کر کے بارگاہِ عالی میں واپس آئے۔ آبشارِ مذکور کی کیفیت یہ ہے کہ اس کا منبع چشمۂ کوثر ناگ ہے۔ یہ چشمہ چار کوس گھیر والے ایک پہاڑ پر ہے جو وادی میں تنہا کھڑا ہے۔ اس کے پانی کی مقدار اتنی ہے کہ آبشارِ اوہر جس کا پانی بیس پن چکیوں سے کچھ زیادہ ہی ہوگا، چشمے کے پانی کا ایک تہائی ہے۔ باقی دو تہائی دوسری طرف سے ہو کر علاقۂ کشتوار کی طرف چلا جاتا ہے۔ بیرم کلہ والے آبشار کا منبع بھی یہی چشمہ ہے۔ اوہر کی آبجو کی ایک شاخ پہاڑوں پر سر ٹکتی بڑے جوش و خروش سے جھاگ اڑاتی بہتی ہے۔ بیرم کلہ آبشار سے کچھ اوپر یہ شاخ تین چار گز کی بلندی سے ایک بڑی چٹان پر گر کر شور مچاتی ہے۔ دھار کی تیزی سے چٹان میں گول حوض بن گیا ہے۔ ماہر سنگ تراش سالہا سال کی محنت کے بعد بھی ایسا حوض نہیں بنا سکتے۔ یہاں سے کچھ آگے بڑھ کر یہ ندی تقریباً پندرہ گز کی بلندی سے ایک قدرتی حوض میں گرتی ہے جس کی لمبائی تیس گز، چوڑائی بیس گز ہے۔ پانی اس تندی سے گرتا ہے کہ پاس کھڑے ہوئے دو شخص چیخ کر بولیں تب بھی آواز نہیں سن سکتے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر یہ ندی پیچ کھاتی، شور مچاتی بڑھتی ہے، راستے میں کئی آبشار بناتی ہے جو معمولی ہیں۔ کچھ آگے گرمائی سیر گاہ توشہ مرگ کے پہلو میں سک ناگ آبشار ہے جس کا دس پن چکیوں جتنا پانی پندرہ گز کی بلندی سے جھیل میں گرتا ہے۔ القصہ شاہی سواری ہیرا پور سے کوچ کرنے کے بعد پیر پنچال سے نو دن میں بھنبر پہنچ گئی۔ یہاں ۲۵ سہر کو حضرت شکارِ قمرغہ کے لیے صیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ چند روز پہلے سے دس پندرہ ہزار دیہاتی ہزاروں جنگلی جانوروں کو گھیر گھار کر بھنبر سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے

پر لے آئے تھے۔ یہاں آپ نے اسّی (۸۰) ہوڈیال (پہاڑی بکرے) اور چکارے شکار کیے۔ اگلے روز ۳۹ ہوڈیال اور چکارے شکار ہوئے۔

اب یہاں اُن واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی خبر صوبہ دکن کے پرچہ نویسوں کی تحریروں سے حضرت کو کشمیر میں ملی تھی۔ ان کا بیان کچھ پہلے ہونا چاہیے تھا لیکن کشمیر جنت نظیر کی سیرگاہوں کا ذکر نامکمل چھوڑ دینا سلسلۂ کلام کے خلاف تھا، لہٰذا کچھ تاخیر کے بعد اب رقم کیا جاتا ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قلعۂ پریندہ جو دکن کے نہایت مستحکم قلعوں میں سے ہے، مدت سے نظام الملک کے قبضے میں تھا۔ جن دنوں نظام الملک کا ایک سردار رضوان آقا اس کا نگاہبان تھا، اعظم خاں نے کچھ دنوں اس کا محاصرہ کیا؛ بعض وجوہ سے وہ اسے فتح نہ کر سکا؛ محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا۔ اسی ہنگامے میں عادل شاہ والیِ بیجاپور نے نامہ و پیغام کے ذریعے رضوان آقا کو بہلا پھسلا کر تین لاکھ ہُن نقد دینے اور منصب عطا کرنے کا وعدہ کیا؛ جاگیر بھی مقرر کر دی؛ جب وہ راہ پر نہ آیا تو اسے ڈرانا شروع کیا کہ عنقریب شاہجہانی لشکر آئے گا اور برورِ شمشیر قلعے کو چھین لے گا؛ پھر تمہاری جان کی خیر نہیں۔ چونکہ ہمارے اور نظام الملک کے درمیان کسی قسم کا تفرقہ نہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ قلعے کی چابیاں ہمارے کسی سردار کے حوالے کر دو۔ اس بیوقوف سادہ لوح نے فوراً قلعے سے نکل کر عادل شاہ سے ملاقات کی اور قلعہ اُس کے حوالے کر دیا۔ عادل شاہ نے اپنے معتمد سردار سیدی مرجان کے سپرد کیا۔ ملک میدان توپ وہاں موجود تھی۔

یہ توپ جسے آتش کدہ کہنا بجا ہے، نہایت بلند اور نشانے کی سچّی ہے۔ ایک گز قطر کا گولا اس میں پڑتا ہے۔ یقین ہے کہ روم و فرنگ بلکہ تمام یورپ میں جو توپ سازی کا مرکز ہے، اس نمونے کی توپ نہ ہوگی۔ نظام الملک کے توپ خانے کے داروغہ رومی خاں نے اسے ڈھالا تھا۔ تب سے احمد نگر کے قلعے میں تھی۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں جب احمد نگر فتح ہوا تو یہ توپ بھی ہاتھ لگی۔ جہانگیر کے زمانے میں

عنبر حبشی نے دوبارہ اس قلعے پر قبضہ کر لیا اور ملک میدان توپ کو شولا پور کا قلعہ فتح کرنے کے لیے نکالا - اُسے فتح کر کے توپ کو قلعہٗ پرینده میں لے گیا اور وہاں دوسری خندق میں جو خالی پڑی تھی ، اس کو ڈال دیا - اب جو یہ قلعہ عادل شاہ کے ہاتھ میں آیا تو ہزار جتن کر کے جر ثقیل کے ذریعے اُسے خندق میں سے نکال کر بیجاپور لے گیا -

المختصر قلعہٗ دولت آباد پر قبضہ کرنے کے بعد مہابت خان خانخاناں کو یہی دھن تھی کہ جس طرح بنے ، پرینده پر قبضہ کیا جائے - حسنِ اتفاق سے ان دنوں شاہزادہ شجاع برہان پور میں آیا - ابھی شہر میں داخل نہ ہوا تھا کہ مہابت خان تمام سرداروں کو ہمرکاب لیے شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا - پہلی ہی حاضری میں درخواست کی کہ قلعہٗ پرینده کی فتح کے لیے قدم رنجہ فرمائیے- بادشاہی مہمّات کے سرانجام میں شاہزادے نے ایسی سرگرمی دکھائی کہ شہر میں داخل ہوئے بغیر ہی قلعہٗ پرینده کی طرف روانہ ہوگیا - ملکاپور میں خان زماں کو خلعت اور ہاتھی عنایت کر کے آگے بڑھایا کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے تم وہاں پہنچ کر سارے علاقےمیں قتل و غارت برپا کرو- اس فوج میں مبارز خاں ، اللہ ویردیخاں ، مرتضیٰ خاں ، رشید خاں ، اصالت خاں ، باقی بیگ ، مبارک خاں نیازی تھے - مسلمان سرداروں کے علاوہ راجپوت سردار یعنی راجا جے سنگھ ، راجا سارنگ دیو ، راجا بیٹھل داس ، راجا بہار سنگھ ، راجا روز افزوں ، جگراج، راؤ کرن، سنگرام زمیندار جموں، لرہر داس بندیلہ، ہرداس کچھواہہ عجب سنگھ وغیرہ بھی تعینات ہوئے - ان لوگوں کو آگے بھیج کر خود شاہزادہ شجاع خانخاناں اور دوسرے سرداروں کو ہمرکاب لیےکوچ در کوچ اُدھر بڑھا -

انھی دنوں شاہزادے کو یہ خبر ملی کہ ساہو جی بھونسلا نظام‌الملک کے کسی رشتہ دار کو ہاتھ میں لا کر احمد نگر کے علاقے میں داخل ہو گیا ہے ؛ نئی فوج فراہم کر کے اب یہ منصوبہ بنایا ہے کہ دولت آباد کی طرف جا کر فتنہ و فساد برپا کرے ؛ وہاں سے ظفر نگر پہنچے اور جو

بنجارے شاہی لشکر کو رسد پہنچاتے ہیں ، راستے میں انھیں ستائے ۔ اس کے تدارک کے لیے شاہزادے نے دولت خاں کو تین ہزار جنگجو سواروں کے ساتھ متعین کیا کہ جہاں کہیں ساہو بد بخت کے آدمی ملیں ان کی گوشمالی کر دے ۔ ادھر خان زماں اپنی فوج ہمرکاب لیے اریندہ کے پاس جا پہنچا ۔ ایک کوس ادھر ندی کے کنارے پڑاؤ کر کے حکم دیا کہ سردار ہوں یا سپاہی ، سب فوج کے لیے گھاس اور ایندھن جمع کرنے میں سرگرم ہوں ۔

پریندہ کا قلعہ کف دست میدان میں واقع ہے ۔ مورچے بنانے اور سرنگ لگانے کے لیے جو نشیب و فراز اور ٹیلے وغیرہ مفید ہوتے ہیں ، یہاں نہیں ہیں ۔ زمین کی ہمواری کے سبب یہ حال ہے کہ جہاں تک قلعے کی توپیں کام کرتی ہیں ، کوئی شخص قدم نہیں رکھ سکتا ؛ تیر و تفنگ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔ علاوہ ازیں پانی کی بھی کمی ہے ۔ آدمیوں اور گھوڑوں وغیرہ کو سیراب رکھنا مشکل ہے ۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود خان زماں نے محاصرے کا پورا انتظام کیا ۔ پہلے اپنے خیمے کے پاس والے مورچے سرداروں کو تقسیم کیے ۔ دمدمہ بنانے اور نقب لگانے کا کام اللہ ویردی خاں کو سپرد کیا ۔ قلعے والے رسد وغیرہ جمع کر کے دیواروں اور پھاٹکوں کی مرمت سے فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھ رہے ۔ مدافعت کے بطور دن رات بندوق ، ضرب زن ، توپ اور بان سے آگ برساتے رہے ۔ شاہی فوج کے دلاوروں نے جان لڑا دی ۔ ہر روز کتنے ہی شہید ہوجاتے ۔ شگافوں اور رخنوں پر گولیاں چلاتے رہتے ۔ ایک روز کسی برق انداز نے فصیل کے رخنے کے پیچھے کسی معمّر آدمی کی جھلک دیکھی ۔ فوراً توڑے کو آگ دکھا کر بندوق سیدھی کر دی ۔ اتفاقاً قلعے کا نگہبان سیدی مرجان شاہی فوج کے مورچے دیکھتا پھر رہا تھا ؛ قضائے الٰہی سے بندوق کی گولی اس کی کنپٹی پر بیٹھی ؛ وہیں گر کر ٹھنڈا ہو گیا ۔ لیکن قلعے والوں کی ہوش مندی دیکھیے کہ بات کھلنے نہ دی ، محاصرہ کرنے والوں کو اس کی ہوا تک نہ آنے دی ، اوپر ہی اوپر عادل خاں کو اطلاع پہنچائی ۔ اس نے غالب نام ایک امیر کو بطور قلعدار متعین کر کے بھیج دیا ؛ جب وہ قلعے میں داخل ہو چکا تب کہیں انھیں یہ حالات معلوم ہوئے ۔

اسی تاریخ میں شاہزادہ شجاع خان خاناں کو ہمرکاب لیے آ پہنچا - پرینده سے تین کوس اُدھر مقام کیا اور چند روز وہیں ٹھہرا رہا - مطلب یہ تھا کہ بھاری فوج کو دیکھ کر گھاس ایندھن لانے والوں کا حوصلہ بڑھے ؛ اطمینان سے یہ چیزیں لاتے رہیں - اس طرح خان زمان کو امداد ملے گی - عادل خاں کے سرداروں نے یہ رنگ دیکھ کر مجبوراً یہ فیصلہ کیا کہ نظام الملک کے بچے کھچے سپاہیوں اور ساہو جی کی فوج کو سمیٹ کر شاہی لشکر کا مقابلہ کریں - اتفاقاً خان خاناں نے اپنے بیٹے میرزا لہراسپ کو کچھ بادشاہی سپاہیوں سمیت جو اس کی ماتحتی میں تھے ، گھاس ایندھن فراہم کرنے اور دیکھ بھال کے لیے بھیجا تھا - غنیم نے اپنا منصوبہ پورا کرنے کے لیے ان کو گھیر لیا - خان خاناں کو غنیم کے ارادے کی خبر مل چکی تھی ، فوراً اپنی فوج کو ہمرکاب لیے جھپٹا - ابھی میرزا لہراسپ کے سپاہی آدھ کوس کے فاصلے پر تھے کہ غنیم تقریباً دس ہزار سوار کی جمعیت سے نمودار ہوا - اُس کے اگلے دستے نے بڑی جرأت بلکہ دلاوری سے بڑھ کر قلعدار خاں ، حسینی قدیمی اور ہراول کے دوسرے سرداروں پر حملہ کیا - تھوڑی سی مار کاٹ کے بعد یہ لوگ ہٹ کر مہابت خاں خانخاناں کی فوج سے اُلجھ گئے -

اب خانخاناں کو تاب نہ رہی ؛ آزمودہ کار جہاندیدہ سپہ سالار ہونے اور دکنیوں کی مکاری کو بارہا دیکھنے کے باوجود جوش میں آ گیا - اُس نے فوج کے قلب پر حملہ کر کے سامنے سے ہٹا دیا - اُن مکاروں نے رفتہ رفتہ ہٹ کر اُسے اپنے لشکر کی طرف کھینچا - پھر یکایک لشکر نے چاروں طرف سے سمٹ کر اُسے نرغے میں لے لیا - بہادر سپہ سالار نے دیکھا کہ معاملہ بگڑ چکا ہے ؛ جان سے ہاتھ دھو کر ، اپنے سرداری کے وقار اور خودداری کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے اُن دغا بازوں پر جا پڑا - میرزا لہراسپ بھی تہور کے جوش بیتابی کے ساتھ تلواریں مارتا ہوا بڑھا - خانخاناں کا عمدہ سردار مہیش داس راٹھور اپنے بھائیوں سمیت ساری فوج لیے غنیم کا مقابلہ کرنے کو لپکا - سبھوں نے جان لڑا دی - بہت سوں کو مار گرایا ؛ لیکن خانخاناں کے گرد جو نرغہ تھا بدستور قائم رہا - یہ لوگ

برابر حملے کرے اور ہر جھپٹ میں دس بیس بد بختوں کو گرا دیتے تھے لیکن دکن والے بھی اڑے ہوئے تھے۔ شاہی دلاوروں کے پیہم حملوں کے باوجود اور زیادہ خونریزی پر تلے رہے۔ خانخاناں کے جاں نثاروں نے اُن گمراہوں کو قتل کرنے اور ہٹانے میں جان کی بازی لگا دی تاہم لڑائی ترازو رہی۔ بہت سے زخمی اور بے ہوش ہو کر گرے؛ بہت سے حق ِنمک ادا کر کے مر گئے۔

خان دوراں کو اب تک کچھ معلوم نہ تھا؛ اس معرکے کی خبر لگتے ہی ڈھائی ہزار بہادر سواروں، بعض جنگجو بہادروں، خواجہ طاہر، نادِ علی، امیر بیگ وغیرہ بادشاہی گرزداروں نیز غیرت خاں کو ہمراہ لے کر خانخاناں کی مدد کے لیے دوڑا۔ میدانِ جنگ میں پہنچتے ہی غنیم کے اس دستے سے بھڑ گیا جو خانخاناں کی پشت کی طرف سے حملہ کر رہا تھا۔ تھوڑی سی مار کاٹ کے بعد انھیں بھگا کر اس فوج کے قلب پر جھکا جو خانخاناں کے میمنے کو گھیرے ہوئے تھی۔ تائید ایزدی سے نہایت دلاوری کے ساتھ اُسے بھی شکست دے کر ہٹا دیا۔ اب دیکھا کہ غنیم کا بڑا لشکر جو سہیش داس راٹھور اور اس کے رفیقوں کو زخمی کر کے گرا چکا ہے، خانخاناں کے سامنے تلواریں تولے خونریزی کر رہا ہے۔ خان دوراں اپنے جاں نثاروں سمیت بے تامل نہنگ کی طرح اُس دریائے بلا میں گھس گیا۔ مردانہ حملوں اور شیرانہ جھپٹ سے روباہ خصلت دشمنوں کو تہ و بالا کرنا شروع کیا۔ سیکڑوں کو زخمی کیا، ہزاروں کو قتل کر کے خاک میں ملا دیا۔ طرفین کے دلاور بے دریغ ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے تھے۔ آبِ تیغ کی وہ طغیانی ہوئی کہ گلے گلے آ گیا۔ تیر اڑان بھرتے ہوئے آتے اور سینوں میں پیوست ہو جاتے۔

بالآخر عنایت الٰہی کی بدولت فتح و ظفر کی نسیم کے جھونکے لشکرِ شاہی کی طرف آنے شروع ہوئے۔ مختلف شاہی فوجیں تائیدِ ایزدی پر بھروسا کرکے روسیاہ غنیم پر بیک وقت حملہ آور ہوئیں۔ ذرا سی دیر میں ستھراؤ سا کر دیا۔ دشمن نے راہِ فرار اختیار کی اور یہ دلاور اُن کے تعاقب

میں چلے ۔ پھر الطافِ الٰہی کا شکرانہ ادا کرتے ہوئے اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے ۔ مہیش داس نے کاری زخم کھائے تھے ، اُسے اور دوسرے زخمیوں کو کیمپ میں لائے ۔ راجپوت سرفروشوں کے علاوہ مسلمان سرداروں اور سپاہیوں نے بھی زخم کھا کھا کر سرخروئی حاصل کی تھی ۔ بہت سوں نے تیغ آبدار کے گھاٹ اُتر کر حیاتِ جاوید کا زلال یعنی شربتِ شہادت پیا تھا ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس خوفناک معرکے میں خان دوراں (نصیری خاں) نے خانخاناں کو امداد پہنچانے بلکہ اس کی جان بچانے میں جان نثاری کا حق ادا کر دیا ۔ اوروں نے بھی سرفروشی کی داد دی لیکن نصیری خاں نے جو جان سے ہاتھ دھوکر مرنے کے ارادے سے اس گردابِ ہلاکت میں کود پڑا تھا ، بے نظیر دلاوری دکھائی ۔

بتاریخ ۱۸ مہر ، ۸ اکتوبر ۱۶۳۴ء شاہزادہ شجاع کنا پور سے کوچ کرکے پریندہ کو روانہ ہوا ۔ یہاں پہنچ کر شاہزادے نے خان زماں کے خیمے کے قریب ایک چاردیواری میں جو بلندی پر تھی ، قیام کیا ۔ اُسی روز قلعے کے پانچ سو سپاہی جنھیں موت کھینچ کر لائی تھی ، راجا بہار سنگھ بندیلہ کے مورچے پر حملہ آور ہوئے ۔ مختصر سی جنگ میں بہت سے وہیں کھیت رہے ؛ باقی زخم کھا کر اور خفّت اٹھا کر بھاگ گئے ۔ اگلے روز ۲۲ مہر مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۶۳۴ءکو غنیم اور اللہ ویردی خاں کے درمیان معرکہ ہوا ۔ خانِ موصوف نے تائید ایزدی پر تکیہ کرکے مورچے سے نکل کر نہایت دلاوری سے جنگ کی اور اُسے مار بھگایا ۔ ۲۷ مہر ۱۷ اکتوبر ۱۶۳۴ء کو خان دوراں اور سید خان جہاں کی باری تھی ؛ گھاس ایندھن کی فراہمی کے لیے نکلے تھے ۔ واپسی میں غنیم کے لشکر کا سامنا ہوگیا ۔ دونوں طرف سے ہنگامۂ کار زار گرم ہوا ۔ طرفین کے بہت سے دلاور کام آئے ۔ بالآخر غنیم میدان سے بھاگا ۔ شام کے وقت خان جہاں کی طرف پہنچ کر بان چلانے شروع کیے ۔ خان موصوف کے سپاہیوں نے گھاس چارے والے گھوڑوں اور اُونٹوں کو درمیان میں لے لیا اور تیزی سے لشکر گاہ کی طرف بڑھے ۔

اس وقت فلکِ فتنہ پرداز کی کج روی کے ہاتھوں اور چرخِ شعبدہ باز

کی مکاری کی بدولت ایک افسوس ناک واقعہ رونما ہوا ۔ دشمن کا ایک بان خشک گھاس سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار میں آ پڑا ۔ سوکھی گھاس جلنے لگی ۔ ہوا تیز تھی لہٰذا آگ کے شعلے ایک قطار سے دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں جا لگے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے کتنے ہی اونٹ اور بیل جل مرے ۔ گھوڑے اور آدمی بھی لپیٹ میں آ کر جل گئے ۔ اس ناگہانی حادثے کے باعث سارے لشکر میں شور قیامت برپا ہوگیا ۔ صفوں کی ترتیب درہم برہم ہوگئی ۔ دشمن کی فوج پیچھے پیچھے لگی آ رہی تھی ؛ اس حادثے سے شیر ہوگئی ۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر معرکہ آرائی کرنے لگی ۔ شاہی سپاہیوں سے بہت سے اونٹ اور بیل چھین کر ہانک لے گئی ؛ خان دوراں اور خان جہاں سے نہ دیکھا گیا ، الجھ گئے ۔ شام تک غنیم کو دباتے رہے ۔ خوب تعاقب کیا اور بے شمار آدمیوں کو قتل یا قید کرکے نیز گھاس والے اونٹ اور گھوڑے چھڑا کر لشکر گاہ میں واپس آئے ۔

اس تمام عرصے میں شاہی بہادروں کی جاں فشانی کے باوجود نقب نہ لگائی جا سکی ۔ بعض نقبوں سے پانی نکل آیا ۔ باقی نقبوں کا غنیم کو پتہ لگ گیا ۔ اندر ہی اندر وہاں پہنچ کر بارود نکال لی اور سرنگ کو مٹی سے بھر دیا ۔ البتہ اللہ ویردی خاں والی سرنگ جسے اس نے نہایت جاں فشانی سے تیار کیا تھا ، کامیاب رہی ۔ جب یہ سرنگ شیر حاجی دروازے تک پہنچ گئی تو شاہزادہ شجاع کے سامنے اسے آگ دکھائی ۔ بارود کے دھماکے سے ایک برج اڑ گیا ۔ پھر بھی اتنا بڑا شگاف نہ پڑا کہ راستہ کشادہ ہوجاتا اور شاہی لشکر یلغار کر سکتا ۔ ناچار چند روز صبر کیا کیونکہ دوسری سرنگ فصیل تک پہنچنے والی تھی ۔ جب بارود بھر کر اسے اڑایا تو اس مرتبہ بھی فصیل میں اتنا بڑا شگاف نہ پڑا کہ یلغار کے لائق کھلا راستہ مہیا ہو جاتا ۔

ادھر تو یورش کا سرانجام نہ ہونے کے سبب لشکر والے بددل ہو رہے تھے ؛ ادھر گھاس چارے کی نایابی نے اور پریشان کردیا ۔ اگرچہ خانخاناں اس معاملے میں ہر طرح کی تدبیریں کر رہا تھا لیکن ہر کام کا وقت مقرر

ہے ۔ اس کی تمام کوششوں کے باوجود ذرا کامیابی نہ ہوئی ۔ آخرکار وہ بھی تھک ہار کر بیٹھ گیا ۔ دس دس کوس تک کہیں گھاس چارے کا نشان نہ تھا ۔ جب کبھی کسی فوج کو گھاس لانے پر مامور کیا جاتا ، بیس بائیس کوس تک جا کر ہزار طرح کی جاں فشانی بلکہ غنیم کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے کے بعد ایک روز کی خوراک اس کے ہاتھ آتی ۔ سارا وقت ضائع ہوا اور وہ فوج جو قلعے کی تسخیر کے کام آتی ، اس لغویت میں مبتلا رہی ۔ اس پر طرہ یہ کہ فوج کے سرداروں میں اتفاق کے بجائے نفاق پیدا ہوگیا ۔ نفاق کی وجہ بھی سنیے ۔ ابھی پچھلے ہفتے خان دوراں نے بڑے نازک وقت پر پہنچ کر سپہ سالار کو دشمن کے نرغے سے بچایا تھا ، جس کا بیان ہو چکا ہے ۔ خدا جانے خان دوراں کے منہ سے بات نکل گئی یا سخن سازوں نے اڑا دی ، ہر شخص کی زبان پر یہی مذکور تھا کہ خان دوراں کہتا ہے کہ سپہ سالار کی جان میں نے بچائی ہے ۔ دوسری طرف غمازوں فتنہ پردازوں نے خان دوراں کے کان بھر دیے کہ سپہ سالار تمھارے متعلق نامناسب باتیں کرتا ہے ۔

المختصر فتنہ انگیزوں کی شرارت سے نفاق کا شعلہ ایسا بھڑکا کہ مروّت و مدارات کے پانی سے کسی طرح نہ بجھ سکا ۔ خان دوراں اور خانخاناں سے گزر کر یہ اختلاف اُن کے ماتحتوں اور ہوا خواہوں تک پھیل گیا ۔ بالآخر اگلی پچھلی تمام شکایتیں اور عداوتیں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچیں کہ سرداروں نے سرداروں کی اور سپاہیوں نے سپاہیوں کی امداد و اعانت سے ہاتھ اٹھا کر یک جہتی و اتفاق کی فاتحہ پڑھ دی ۔ ہوا خواہی کی جگہ بد خواہی کرنے لگے اور تقویت پہنچانے کے بجائے ایک دوسرے کا کام بگاڑنے پر تل گئے ۔ مل کر دشمن کا مقابلہ کرنا تو کیا ، درپردہ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے منصوبے باندھنے لگے ۔ انتہا ہوگئی کہ غنیم کے خلاف ایک سردار جو تدبیر اختیار کرتا ، دوسرا سردار اس کی اطلاع غنیم کو پہنچا دیتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری سہم غارت ہوگئی ۔ ایک کام کا سرانجام نہ ہوا ۔ اُدھر برسات سر پر آ پہنچی تھی ۔ سپہ سالار نے اندازہ کر لیا کہ پانی سر سے اونچا ہوچکا ہے ؛ برسات میں لشکر اور خراب ہوگا ؛ کامیابی کی کوئی صورت

باقی نہیں رہی ۔ غرض پیش بینی کی بدولت فیصلہ کیا گیا کہ قلعے کی تسخیر ملتوی کر کے محاصرہ اٹھا لیا جائے ۔ شاہزادہ شجاع سے درخواست کی کہ لشکر کو واپس جانے کی اجازت دیجیے۔ معقول دلائل سے تمام باتیں شاہزادے کے دل نشین کر دیں ۔ شاہزادے نے تمام امرا کو بلا کر سبھوں سے کہہ دیا کہ کوچ کی تیاری کریں ۔

غرض ۱۰ خورداد مطابق ۲۰ مئی لشکر شاہی نے پرینڈہ سے کوچ کیا ۔ برسات کے خوف سے سب کے حواس خراب تھے۔ پھر دکن کی برسات، جس میں موسلادھار پانی پڑنے سے جل تھل ایک ہو جاتے ہیں ۔ سوار، پیادے، ہاتھی، گھوڑے، کسی کو راستہ نہیں ملتا ۔ دریاؤں کی طغیانی طوفانِ نوح کی یاد دلاتی ہے ۔ سارا لشکر ابر و باد کی تیزی سے منزلیں لپیٹتا برہان پور کو چلا ۔ تین چار منزلیں طے کی تھیں کہ روسیاہ غنیم کے لشکر نے نمودار ہو کر شاہی دلاوروں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ۔ خان زماں، راؤ ستر سال، راؤ کرن، جگراج اپنی اپنی فوجوں سمیت گھوڑوں کو مہمیز کر کے فوراً بڑھے اور غنیم کا سامنا روکا ۔ عقب سے اصالت خاں اور خلیل اللہ خاں شعلہ و شرار کی طرح اُن بزدلوں پر آ پڑے ۔ پہلا ہی حملہ اس بے جگری کے ساتھ کیا کہ ٹکڑے اڑا دیے ۔ جس طرح ہوا کے جھونکے سے مچھر اُڑ جاتے ہیں، سب دکنی ہٹ گئے ۔ لیکن قاعدہ ہے کہ مکھی مچھر اگر اُڑ بھی جائیں تو ایک لمحے بعد اُن کی دوسری پلٹن آ پہنچتی ہے ۔ یہی حال دکنی سپاہیوں کا تھا ۔ اس کے باوجود لشکر شاہی نے سب کو فنا کر ڈالا ۔

اس معرکے کے بعد شاہی لشکر نے اپنا سفر پھر شروع کیا ۔ ۲ تیر مطابق ۲۲ جون سب لوگ بہ عافیت برہان پور آپہنچے۔ حضرت ظلِ سبحانی کو تمام باتوں کی اطلاع مل چکی تھی ۔ خانخاناں مہابت خاں کے کردار کو سرداری کے بالکل خلاف بلکہ نادانی قرار دیا ۔ تمام باتیں حضرت کی مرضی کے خلاف تھیں ۔ طبعِ مبارک اتنی برہم ہوئی کہ خانخاناں کے احمقانہ رویے کو جو سرداری کے منافی تھا، اکثر برا کہا کرتے ۔ کئی بار فرمایا کہ

پرینده کی فتح کا کام ہمارا ادنلی سے ادنلی سردار بھی کر سکتا تھا ۔ بدبخت مہابت خاں شاہزادہ شجاع کو برہان پور سے بالاگھاٹ لے گیا اور اپنا سا منہ لے کر واپس آیا ۔ مہابت خاں نے بادشاہی امرا کے ساتھ نامناسب سلوک کرکے سبھوں کو آزردہ کر دیا تھا ۔ چغل خوروں کی فتنہ انگیزی سے گمراہ ہو کر سارے اشکر میں نفاق پھیلانے کا باعث ہوا ۔ اتفاق کی صورت نہ نکالی ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ پرینده سے ناکام و نامراد ہو کر شاہزادے کو ساتھ لیے برہان پورکو چل پڑا ۔ ان تمام حرکتوں سے حضرت کی طبیعت سخت مکدر ہوئی ، فرمان صادر ہوا کہ شاہزادہ شجاع تمام سرداروں سمیت فوراً درگاہِ والا میں واپس آئے ۔

۲۴ مہر (۱۴ جولائی) کو جگن ناتھ کلاونت ، جسے حال ہی میں مہاکت راج خطاب ملا ہے ، لاہور سے درگاہِ والا میں حاضر ہوا ۔ ہندوستان کے پکے گانوں بالخصوص دھنیں باندھنے ، ٹھمریاں اور گیت وغیرہ تصنیف کرنے ، نئے اصول نکالنے میں تمام ہندوستان میں اس کا ثانی نہیں ۔ حضرت کے حسب الحکم گانے اور دھنیں تیارکرنے کے لیے لاہور میں رک گیا تھا ۔ دھرپد راگ کے کئی گانے حضرت کا نام ڈال کر تالیف کیے تھے؛ حاضر ہو کر محفل اقدس میں سنائے ۔ حضرت کی دقیقہ سنج طبیعت کو بہت بھائے ۔ حکم ہوا کہ چاندی میں تول دیا جائے ۔ ساڑھے چار ہزار روپے جو اُس کے وزن میں چڑھے، اُسے عطا ہوئے ۔ دھرپد راگ میں بادشاہ اور امرا کی مدح ہوتی ہے ۔ بشن پد ایک اور گانا ہے جس میں کرشن کی تعریف کی جاتی ہے ۔ سری کرشن ہندوؤں کے اوتار ہیں جنھیں یہ بد عقیدہ باطل پرست لوگ خدا کا مثالی پیکر سمجھتے ہیں ۔ عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے ان کے پیکر میں حلول کر لیا تھا ۔ دھرپد اور بشن پد کو راجا مان تونور والیِ گوالیار نے ایجاد کیا تھا ۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ ہندوستان میں عہدِ قدیم سے راجائے مذکور کے وقت تک کبت ، چھند اور دوہے گائے جاتے تھے ۔ گانا اور رقص دونوں سادہ تھے ۔ یہ چیزیں اہلِ کرناٹک نظم کیا کرتے تھے کیونکہ موسیقی کے تمام قاعدے وہیں مرتب ہو کر باقی ملک میں پھیلے تھے ۔ کرناٹک کی زبان ملک کے باقی علاقوں میں نہیں سمجھی جاتی تھی ۔ گانا

سنتے وقت الفاظ اور مصرعے بالکل نہ سمجھ سکتے : صرف گانے کی دھن سے محظوظ ہوتے ۔ راجا مان کو موسیقی میں بھی دخل تھا اور گانوں کے مصرعے اور بول بھی تصنیف کرنے پر قادر تھا ۔ نایک بخشوی ساکن گوالیار جو موسیقاروں کا پیشوا مانا جاتا ہے ، اسی کا تربیت کردہ ہے ۔

غرض راجا مان نے دھرپد اور بشن پد تالیف کرکے کرناٹک والے چھند اور دوہرے منسوخ کیے ۔ بعد ازاں نایک بخشوی نے ان میں اپنی دقیقہ رس طبیعت سے باریکیاں پیدا کرکے ان نئی چیزوں کو کمال عروج تک پہنچا دیا ۔ اس زمانے سے گوالیار والے موسیقی کے ماہر اور گوالیار موسیقی کا گھر قرار پایا ۔ وہاں کی بولی سارے ملک میں سمجھی جاتی ہے ۔ باشندے بھی کیا مرد ، کیا عورتیں شیریں زبانی ، خوش گفتاری ، خوش لہجگی ، نزاکتِ طبع ، خوش آوازی ، اصول دانی اور گلوکاری میں ضرب المثل ہیں ۔ عبدالقادر کا بیان ہے کہ اربابِ فن نایک بخشوی کی دھنیں اور دھرپد سن کر احتراماً کان پکڑتے بلکہ اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ علاقۂ گوالیار کے گویّوں سے بہتر موسیقار کہیں نہیں ہوتے ۔ مختصر یہ کہ نایک مذکور جیسا باکمال گویّا نہ پہلے پیدا ہوا نہ بعد میں ۔ ہند کے طول و عرض میں اس کے گانے کی دھوم تھی بلکہ ہفت اقلیم میں اس کا ثانی نہ تھا ۔ بعض خوبیاں اس کی ذات کے ساتھ مخصوص تھیں ۔ پکھاوج جو طبلے کی پرانی شکل ہے اور ڈھولک جیسی ہوتی ہے ، گانا گاتے ہوئے اس کمال کے ساتھ بجاتا تھا کہ تال سم بالکل درست رہتے تھے ۔ بڑے بڑے پکھاوجی جو بڑی محنت سے تال سم اور ٹھیکے میں مہارت حاصل کرتے ہیں ، اس جیسی پکھاوج بجانے سے قاصر تھے ۔ پاٹ دار آواز تھی ۔ موسیقی کے نکتے ایسے یاد تھے اور اس خوبی کے ساتھ گاتا تھا نیز گلے بازی اور تان پلٹے میں اس کا دم اتنا بڑھا ہوا تھا کہ برابری تو کیا کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔ ہندی گویّے بالعموم ہم صفیروں اور بازوؤں کے بغیر گانے کی ہمت نہیں کرتے ؛ نایک بخشوی ان کا محتاج نہ تھا ۔ زبان میں خداداد لوچ تھا اور گلے میں رس ۔ فصاحت و بلاغت کے نکتے ایسے یاد تھے کہ بڑے بڑے شاعر اس کے کمال کے معترف تھے ۔

نایک بخشوی کو اپنے کمال کی بدولت وہ عروج حاصل ہوا کہ اگرچہ راجا مان اس کا مربّی تھا لیکن قدردانی کے سبب اُسے اپنے دربار کی زینت سمجھتا تھا بلکہ دوسرے راجاؤں کے سامنے اُس کا مربّی ہونے کی حیثیت سے فخر کیا کرتا ۔ گویّے بالعموم لالچی اور بے وفا ہوتے ہیں لیکن یہ باکمال ایسا وفادار تھا کہ ہر چند بڑے بڑے راجا اُسے لالچ دے کر اپنے دربار میں رکھنا چاہتے تھے لیکن اس نے راجا مان کو چھوڑنا گوارا نہ کیا ؛ مرتے دم تک راجا کی رفاقت سے منہ نہ موڑا ۔ راجا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بکرماجیت حاکم ہوا ۔ ابراہیم بن سکندر لودھی نے گوالیار کو بکرماجیت کے ہاتھ سے چھین لیا ۔ نایک نے وفاداری و حق شناسی کے تقاضے سے اپنے آقا کے دشمن کی ملازمت اختیار نہ کی ۔ گوالیار سے بھاگ کر کالنجر کے راجا کیرت سنگھ کے پاس چلا گیا ۔ اُس نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنا مقرب بنا لیا ۔ عنایتِ الٰہی کی بدولت راجا کو مبدأِ فیاض سے پانچ چیزیں ایسی ملی تھیں کہ شاہانِ دہر اس پر رشک کرتے تھے ۔ سلاطینِ زمانہ میں سے کسی کو ان میں سے ایک چیز بھی نصیب نہ تھی ۔ مشہور ہے کہ خسرو پرویز چند خصوصیات کی بدولت ایران کے بادشاہوں بلکہ سلاطینِ عالم پر فوقیت جتایا کرتا تھا ۔ اگر اُسے راجا کی ان چیزوں میں سے ایک بھی میسر آ جاتی تو اُسے اتنا پسند کرتا کہ اپنی محبوبہ شیریں کو نظر سے گرا دیتا ۔ طلائے مشت افشار یعنی نرم سونے کی گیند اور بے نظیر گھوڑا شبدیز اگرچہ اُسے بے حد عزیز تھے لیکن ان دونوں سے بھی ہاتھ اٹھا لیتا ۔ اُس کا تختِ سلطنت جسے طاقدیس کہتے تھے بہت شاندار تھا اور کسی بادشاہ کو ایسا عالیشان تخت نصیب نہ ہوا تھا تاہم اُسے بھی ٹھکرا دیتا ۔

المختصر راجا کے پانچ نایاب رتن یہ تھے : ایک تو برہمن حکیم جو مختلف علوم یعنی الٰہیات ، طبیعیات اور ریاضی پر کامل عبور رکھتا تھا ۔ ان علوم کا ایک ایک نکتہ اُسے ایسا ازبر تھا کہ دوسرے حکما اس کی برابری نہ کر سکتے تھے ۔ حکمتِ عملی ، سیاستِ مدن اور تدبیر منزل میں اُس کی فراست کا یہ عالم تھا کہ اُس کی بدولت راجا کیرت سنگھ آس پاس کے تمام

راجاؤں سے باج لیتا تھا ۔ اس کی خوش تدبیری اور اصابتِ رائے کی وجہ سے راجا کی حکومت بڑی شان سے قائم تھی ۔ تمام راجا مہاراجا اس کے خراج گزار تھے ۔ کیانی بادشاہوں میں نوشیرواں کی بڑی دھوم ہے ۔ اس کا وزیر بزرجمہر بھی اپنی دانائی و حکمت میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ۔ اسی طرح ہرمز کے وزیر بزرگ امید کی عقل و دانش کا بھی بڑا شہرہ ہے ۔ لیکن اگر نوشیرواں اور ہرمز اس برہمن حکیم کی صحبت سے مستفید ہوتے تو اس کی دانائی و برتری کا اعتراف کرکے اپنے وزیروں سے نظر پھیر لیتے۔ دوسری نعمت جو راجا کو ملی تھی ؛ اس کا وجیہ ، فرخندہ سیر بیٹا تھا جو حسنِ صورت اور حسن سیرت کا مجموعہ تھا ۔ فضل و کمال اور حسن و جمال میں اس کی نظیر نہ تھی ۔ اس نعمت کے پیشِ نظر راجا کو خسرو پرویز پر ہزار درجہ فضیلت حاصل تھی کیونکہ خسرو پرویز کو تو اس کے نالائق ناخلف بیٹے نے قتل کر دیا تھا۔ راجہ کا یہ فرزند نہایت سعادت مند ، آداب داں اور باپ کی امیدوں کا سرمایہ تھا ۔ راجہ کی تیسری دولت یہ تھی کہ اس کے دربار میں دو نہایت حسین و جمیل باکمال گانے والیاں تھیں جن کے حسنِ گلوسوز ، رقص و سرود اور موسیقی میں مہارت کی وہ دھوم تھی کہ اہلِ زمانہ ان پر جان دیتے تھے ۔ ایسی دلکش سریلی پاٹ دار آواز تھی کہ زہرہ ان کی تانیں سن سن کر رشک کے مارے کباب ہو جاتی تھی ۔ اِندر کے اکھاڑے کی پریاں ان کے رقص و سرود کو دیکھ کر محوِ حیرت رہ جاتی تھیں اور دنیا کی تمام رقاصائیں ان کے ناچ گانے سے خجل تھیں ۔ اگر خسرو پرویز ان ملائک فریب حور شمائل طوائفوں کی صورت دیکھ پاتا یا گانا سن لیتا تو اپنی محبوبہ شیریں کی صورت اسے زہر لگتی ۔ ان کی موسیقی کے سامنے باربد اور نکیسا کی نغمہ سنجی دل سے اتر جاتی ۔

چوتھی چیز وہ بولنے والا توتا تھا جو ہزار طرح کی بولیاں بولتا تھا ۔ کوئی بات کتنی ہی دقیق کیوں نہ ہو ، ایک بار سن کر یاد کر لیتا ۔ حیوان تھا لیکن خوش گفتاری اور فصاحت میں انسانوں کو مات کرتا ۔ نکتہ سنجی اور بلاغت میں بڑے بڑے ادیب اس کے سامنے ہیچ تھے ۔ خوش کلامی سے ہر بات میں جان ڈال دیتا ۔ حضرت داؤدؑ سے خوش الحانی

اور منطق‌الطیر کا درس پائے ہوئے تھا ۔ قوتِ حافظہ ایسی کہ اگر کوئی اُسے قرآن پڑھاتا تو بہت جلد تیسوں پارے حفظ کر لیتا ۔ گویائی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بات نکتہ پردازی اور صنائع بدائع سے خالی نہ ہوتی ۔ راجا کا پانچواں گوہر نایاب نایک بخشوی تھا، جسے وہ بے حد عزیز رکھتا ۔ قدردان راجا نے اُس ہنرمند موسیقار کی اتنی قدر کی کہ انعام و اکرام سے نواز کر خزانہ خالی کر دیا ۔ اگرچہ دربار کے باقی رتنوں سے بھی بہت لگاؤ تھا ، لیکن نایک سے ایسی محبت ہوئی کہ اوروں کو بھول گیا ۔ دن رات گانے بجانے کے جلسے ہوا کرتے ۔

اسی اثنا میں سلطان بہادر گجراتی کو خبر لگی کہ راجا کیرت سنگھ کو محض حسنِ اتفاق سے نہایت بے نظیر گویّا ہاتھ آیا ہے : سنتے ہی ہوس پیدا ہوئی کہ کسی طرح راجا سے اُس کو طلب کرے ۔ محبت اور مدارات سے بھرا ہوا خط راجا کو لکھا کہ پروردگار نے آپ کو اپنی عنایت سے کئی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ؛ اگر ان میں سے ایک چیز (نایک بخشوی) جو نہایت نادر ہے ، لیکن آپ کو بلا زحمت مل گئی ہے ، مجھے بخش دیں تو مروت و محبت سے بعید نہ ہوگا ۔ یہ خط پڑھ کر راجا سخت مضطرب ہوا ۔ چاہا کہ اُس بے نظیر باکمال کے بجائے مال و دولت کی پیشکش کر کے اس فرمائش کو ٹال دے لیکن ممکن نہ ہوا ۔ سلطنت اور لشکر کے لحاظ سے سلطان کو اتنا غلبہ حاصل تھا کہ راجا کو نافرمانی کی مجال نہ تھی ۔ غرض سخت ملال کے ساتھ نایک کو بطورِ ہدیہ سلطان کے دربار میں بھیج دیا جہاں وہ عمر بھر نہایت عزت و حرمت کے ساتھ رہا ۔

نایک مذکور کے بعد سرزمین گوالیار سے ، جو نہایت عشرت انگیز اور نغمہ‌ریز ہے ، اور جس کی آب و ہوا میں رقص و سرود شامل ہے ، تان سین جیسا موسیقار اٹھا ۔ اول اول وہ مانڈو کے راجا رام چندر بگھیلے کا نوکر تھا ۔ بعد ازاں اکبر بادشاہ کے حسب‌الحکم راجا نے اُسے دربار شاہی میں بھیج دیا ۔ اکبر کی مہربانی اور تربیت سے اُس کا فن ایسا چمکا کہ سارے عالم میں اس کی نظیر نہ تھی ۔ اُس نیرنگ طراز موسیقار کے نغمے

لوگوں کو اتنے پسند آئے کہ نایک بخشوی کی یاد دلوں سے محو ہو گئی۔ اگرچہ عام خیال تھا کہ نایک کا اندازِ موسیقی قیامت تک مقبول رہے گا لیکن اب یہ عالم ہے کہ تان سین کے کانوں اور متین طرزوں کے سامنے نایک کے نغمے تقویم پارینہ سمجھے جاتے ہیں۔

جشنِ تُلادان کی تقریب سے موسیقی کی باتیں کرتے کرتے میں کہاں سے کہاں جا نکلا؛ اب سر رشتۂ کلام یعنی سوانح نگاری کا سلسلہ پھر قائم کرتا ہوں۔ انھی ایام میں جشن کی برکت اور شاہِ دیندار کی نیک نیتی کی بدولت بھنبر کا راجا جوگوی اپنے تمام خاندان، اہل و عیال اور قبیلے سمیت جن کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تھی، مشرف بہ اسلام ہوا۔ خلافت مآب نے اُسے راجا دولت مند کا خطاب عطا فرمایا۔ اس واقعے کا ایک ظاہری سبب بھی تھا، یعنی حضرت کو اطلاع ملی تھی کہ بھنبر اور نواحی علاقوں کے اکثر باشندے اسلام اور سنت کی پابندی کا دعویٰ کرنے کے باوجود کفار سے رشتے ناتے کرتے ہیں۔ اب تک یہی دستور ہے کہ کفار کی جو بیٹیاں مسلمانوں کے عقد میں آ جاتی ہیں اُنھیں مرنے کے بعد اسلام کے طریقے پر دفن کیا جاتا ہے۔ لیکن جو مسلمان لڑکیاں ہندوؤں کے گھروں میں چلی جاتی ہیں، اُنھیں وہ مرنے کے بعد اپنے قاعدے کے مطابق پھونکتے ہیں۔ لہٰذا حضرت نے قرآنِ پاک کے حکم کو جو سرکارِ رسالت مآب کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، شائع کرنے کے لیے یہ فرمان نافذ کیا کہ اگر مسلمان عورت کسی کافر کے گھر میں ہو اور وہ کافر مسلمان ہونے کے لیے آمادہ ہو جائے تو شرعِ شریف کے مطابق نکاح پڑھوا کر اُنھیں ساتھ رہنے دیں۔ اُس نو مسلم کو دربارِ شاہی میں پیش کریں تاکہ حضرت کی عنایتوں سے سرفرازی پائے۔ لیکن اگر بدبختی و شقاوت کے غلبے سے وہ شخص اسلام لانے پر اور اُس سعادت کو قبول کرنے پر راضی نہ ہو تو اُس کی حیثیت کے مطابق جرمانہ کر کے مسلمان عورت کو اُس کے گھر سے نکال لیں۔

الغرض اس فرمان کی تعمیل میں ہزاروں کافر مسلمان ہوگئے۔ حضرت نے ان پر طرح طرح کی عنایتیں کیں۔ یہ حال سن کر راجا جوگوی نے بھی ہدایت حاصل کی۔ اپنے گمراہ کن عقیدوں کے پیچ سے نکل کر اسلام

کی صراطِ مستقیم پر آ گیا ۔ تسبیح کے دانوں کی طرح ہزار جان اور سو دل سے رشتۂ ایمان کو تھام کر رشتۂ زنار کو توڑ پھینکا ۔ اس سعادت مند کے رشتے دار اور قبیلے والے بھی اس کی دیکھا دیکھی دینِ متین اور شرعِ مبین کے دائرے میں داخل ہوئے ۔ حضرتِ خلافت پناہ نے اسلام کے عقائد اور روزے ، نماز کی تعلیم کے لیے ایک مولوی کو اُن کے علاقے میں متعیّن فرما دیا ۔

قصبۂ گجرات کے نواح میں ڈیرے ہوئے تو قصبے کے چند سرداروں اور بزرگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یہاں کے کچھ بت پرست کافر ، مسلمان عورتوں اور کنیزوں کو اپنے تصرف میں رکھے ہوئے ہیں ۔ بعض بد بخت کفار نے اپنی حد سے بڑھ کر یہ حرکت کی ہے کہ مسجدوں کو اپنے گھروں میں شامل کر لیا ہے ۔ حضرت نے شیخ محمود گجراتی کو جو نو مسلموں کا داروغہ تھا ، اس معاملے کی تحقیقات پر مامور فرمایا ۔ حکم ہوا کہ اگر یہ بات درست ہو تو مسلمان عورتوں اور کنیزوں کو اُن کے گھروں سے نکال کر نیز مسجدوں کو اُن کی عمارتوں سے جدا کرکے حقیقتِ حال عرض کرے ۔ شیخ محمود نے وہاں پہنچ کر ستّر عورتوں اور کنیزوں کو اُن کافروں کے تصرف سے نکال کر پرہیزگار پارسا اشخاص کے سپرد کیا ۔ کئی مسجدیں جو ان مردودوں نے اپنے گھروں میں شامل کر لی تھیں ، جدا کیں ۔ ایک ذلیل گمراہ نے کلام اللہ کی بے حرمتی کی تھی ۔ ثبوت ملنے کے بعد اس کی گردن مار دی گئی ۔ پھر فرمانِ والا صادر ہوا کہ صوبہ پنجاب میں جہاں جہاں یہ صورت ہو ، شرعی معاملات کے کار پرداز اور ملکی و مالی امور کے کارکن خوب تحقیق و تفتیش کے بعد مسلمان عورتوں اور مسجد کی اراضی کو کفار کے قبضے سے نکال کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں ۔ اس تقریب سے تقریباً چار سو ہندوؤں نے بخوشی کلمۂ طیبہ پڑھا ، سچے دل سے مسلمان ہوگئے ۔ کفار کے قبضے سے تین مسجدیں واگزار کرکے اُن میں اذان اور نماز کو رواج دیا ۔ تین بت خانوں کو ڈھا کر اُن کی جگہ مسجدیں خانقاہیں تعمیر کی گئیں ۔

انھی دنوں قضا و قدر کی نیرنگی نے ایک اور گل کھلایا ۔ سید عبدالقادر

سالک پوری آردوے معلیٰ کے میر عدل تھے ؛ انھیں دولتِ دلہا کی جو ہوس ہوئی تو کوئی اور بڑا منصب حاصل کرنے کی تدبیریں کرنے لگے ۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب غلام سرکاری خدمت ترک کرکے گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا چاہتا ہے ؛ استعفا منظور فرمایا جائے ۔ حضرت نے اُس سیدِ ذیشان کو سچا سمجھ کر اس پرشور خدمت سے معاف کر دیا ۔ میر برکہ بخاری ایک شریف صورت ، نیک سیرت پارسا بزرگ تھے جو دربارِ شاہی میں عدل و انصاف کی پاسداری ، داد گری ، نیک سیرتی اور علم و فضل میں ممتاز تھے ۔ عادل ایسے تھے کہ انصاف کے معاملے میں کسی عزیز یا صاحبِ اقتدار کا بھی لحاظ نہ کرتے ؛ اُنھیں سید عبدالقادر کی جگہ میر عدل مقرر فرما دیا ۔ سید عبدالقادر نے دیکھا کہ تدبیر اُلٹی پڑی اور منصوبہ غارت ہوا ۔ کبھی کچہری میں بھیڑ بھاڑ لگی رہتی تھی ، اب یہ عالم ہوا کہ کوئی پاس پھٹکنے کا روادار نہ رہا ۔ گوشہ گیری کا دعویٰ ترک کر کے کنجِ عزلت سے پھر نکلے ۔ مذہبِ اعتزال یعنی استعفا دینے پر پشیمانی کا اظہار بھی کیا ۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا ۔ بہت جال پھینکے مگر کامیابی نہ ہوئی : ناچار خاموش ہو کر بیٹھ رہے ۔

حضرت کو اطلاع ملی کہ ساتوہہ معروف بہ غازی بیلہ کے پرگنے میں موضع کہنہ کے آس پاس طرح طرح کے جنگلی جانور موجود ہیں ۔ شکارِ قمرغہ کا اچھا موقع ہے ۔ میر شکار اللہ ویردی خاں کو حکم ہوا کہ موضع کہنہ میں پہنچ کر بہت سے آدمیوں کی مدد سے ہانکا کرائے اور شکار قمرغہ کے لیے کوئی مناسب جگہ انتخاب کر کے تمام جانور وہاں گھیر لائے ۔ یہ انتظام ہوگیا تو حضرت صید افگنی کے لیے تشریف لے گئے ۔ تین روز وہاں قیام کر کے شکار سے خوب محظوظ ہوئے ۔ اس مدت میں ۲۲۳ پہاڑی مینڈھے ، چکارے اور مار خوار شکار کیے ۔ مار خوار پہاڑی بکرا ہے جسے رنک بھی کہتے ہیں ۔ ہندی زبان میں رام چیلہ کہلاتا ہے ۔ ان میں سے پچاس عدد کو تیر کمان اور بندوق سے مارا ۔ باقی میں سے کچھ شاہزادوں نے اور ان کے بعد حضرت کے حسب الحکم سرداروں نے شکار کیے ۔

۱۰ آبان مطابق ۳ نومبر ۱۶۳۴ء کو خان زماں اپنے علاقے یعنی

بالا گھاٹ کو کسی سردار کے سپرد کیے بغیر بلا اجازت دربار والا میں حاضر ہو گیا۔ اپنے باپ خانخاناں کی طرف سے بہت آزردہ رہتا تھا۔ کچھ عرصے سے خانخاناں کی بدتمیزی اور ناہنجاری اتنی بڑھ گئی تھی کہ دست درازی اور ظلم و ستم پر آتر آیا تھا۔ خان زماں اُس سے ایسا دل برداشتہ ہوا کہ تمام قاعدے بالائے طاق رکھ کر دربارِ شاہی میں آ موجود ہوا۔ بادشاہِ قدردان کے دل پر اُس کی نیک نیتی، خلوص اور کارگزاری کا نقش خوب بیٹھا ہوا تھا؛ سمجھ گئے کہ حالات سے مجبور ہو کر یہاں آیا ہے ورنہ جب تک ہو سکا بالا گھاٹ جیسے علاقے کا انتظام کرتا ہی رہا۔ اب نہایت پریشان ہو کر بلا اجازت دربار میں چلا آیا ہے۔ حکمت مآب بادشاہ ہر معاملے میں عقل و دانش کے قاعدے ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس موقع پر بھی یہی فیصلہ فرمایا کہ باپ کی مطلق‌العنانی سے عاجز ہو کر نکلا ہے۔ غرض اُس کی غلطی سے چشم پوشی کرکے کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا۔ خانخاناں کی بے عقلی و بے تدبیری کو اس واقعے کا محرک ٹھہرایا۔ سردار ناہنجار کی بے تمیزی پر حیرت و حیرانی کا اظہار کرکے فرمایا کہ فرزندِ رشید جاں‌نثار کے ساتھ اُس احمق کا یہ سلوک ہے تو غیروں کے ساتھ کیسے پیش آتا ہوگا۔ پھر کہا کہ وہ نالایق اپنے بیٹے خان زماں کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خان دوراں اور دوسرے سرداروں کو اس سے جو شکایتیں تھیں وہ بے جا نہ تھیں۔ المختصر چونکہ بالا گھاٹ کا علاقہ کسی لایق سردار کے بغیر خالی پڑا تھا، لہٰذا فوراً صوبہ دار مالوہ خان دوراں کے نام فرمان صادر ہوا کہ کسی دوسرے صوبے دار کے مقرر ہونے تک بلا توقف وہاں پہنچے اور اُس علاقے کا انتظام سنبھالے۔ قضا را اسی روز واقعہ نویسوں کے پرچوں سے اطلاع ملی کہ سپاہت خاں خانخاناں پرانی بواسیر (بھگندر) کی شدّت کے سبب ملکِ عدم کی سرداری کے لیے روانہ ہو گیا۔

انھی مبارک دنوں میں حضرت بادشاہ گورخر کے شکار سے محظوظ ہوئے۔ پہلے بادشاہوں نے بھی بہت کوشش کی تھی کہ گورخر کا شکار کھیلیں لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ یہ وحشی جانور بالعموم دوز دراز کے سیم‌زدہ علاقے میں رہتا ہے، جہاں کوسوں تک آبادی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ پانی اپنے مقرر، گھاٹ

پر پیتے ہیں ۔ بھیرہ اور خوشاب کے پرگنوں میں جو دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہیں ، ایسے ٹھکانے بہت ہیں اور وہاں گورخر بہ افراط ملتے ہیں ۔ اب جو شاہی سواری ادھر سے گزری تو اللہ ویردی خاں میر شکار کی نظر ایک تنگ پٹی پر پڑی جس میں ایک تالاب تھا ، اس میں تھوڑا تھوڑا پانی ۔ سوچا کہ گورخر یہاں آ کر پانی پیتے ہوں گے ؛ اگر انھیں گھیر کر حلقے میں محصور کر لیا جائے تو شکارِ قمرغہ کا اچھا موقع ہے ۔ غرض یہ منصوبہ پورا ہوتا دیکھ کر فیصلہ کیا کہ پہلے گورخروں کے پانی پینے کا ٹھکانا معلوم کیا جائے۔ یہ معلوم کر کے وہاں اپنے آدمی لگا دیے کہ جب گورخر یہاں پیاس بجھانے کے لیے آئیں تو انھیں بھگا دینا تاکہ وہ مجبور ہو کر پانی پینے کے لیے اس تالاب کی طرف آئیں جو شاہی سواری کے عین راستے میں ہے۔ ایسا ہی ہوا ، سارے گورخر اس تالاب کے پاس جمع ہو گئے ۔ شکاریوں نے چاروں طرف لمبے لمبے جال کھڑے کر کے (جنھیں نادر کہتے ہیں) انھیں گھیرے میں لے لیا ۔ جب حضرت کے اقبال سے یہ ترکیب پوری ہو گئی تو آپ شاہزادوں اور چند مقرب سرداروں کو ہمرکاب لیے صید گاہ میں داخل ہوئے ۔ چند گورخر تیر کمان اور بندوق سے شکار کیے ۔ پھر آپ کی اجازت سے کچھ گورخر شاہزادوں نے مارے ۔ باقی سرداروں کے حصے میں آئے ۔ گرز داروں اور قراولوں نے گورخر کے کچھ بچے زندہ بھی پکڑ لیے ۔ اس اتفاق نایاب شکار سے حضرت کی طبیعت نہایت خوش ہوئی ۔ بہت مسرور ہو کر دارالسلطنت لاہور کو واپس آئے ۔

۶ آذر مطابق ۲۶ نومبر ۱۶۳۴ء کو حضرت کے تشریف لانے سے دارالسلطنت لاہور کو آگرے کی سی شان و شوکت حاصل ہو گئی ۔ آپ کے قدموں کی برکت سے دولتخانے کی رونق دوبالا ہوئی ۔ اسی تاریخ میں آپ نے سلطان دارا شکوہ کو چھتر کی عنایت سے سرفراز کیا ، جو تیموری بادشاہوں اور ولی عہدوں کے لیے مخصوص ہے ۔ حصار کی سرکار بھی شاہزادے کی جاگیر میں عطا فرمائی جو دولت و برکت کا شگون سمجھی جاتی ہے ۔ اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ برار ، خاندیس اور دکن کی صوبے داری ایک سردار کو سونپی جاتی تھی ۔ بہت وسیع علاقہ ہے ، لہٰذا حکم ہوا کہ اس پر دو

صوبے دار مقرر کیے جائیں ۔ بالا گھاٹ ، برار ، دولت آباد ، احمد نگر اور نواحی علاقوں کا انتظام ایک صوبے دار کے سپرد کیا جائے کہ اس تمام سر زمین کا مالیہ ایک ارب اُنیس کروڑ دام ہے (دو کروڑ ۹۷ لاکھ پچاس ہزار روپے) ۔ پائیں گھاٹ کا علاقہ جس کا مالیہ نوے کروڑ دام (دو کروڑ پچیس لاکھ روپے) ہے ، اُس پر ایک اور صوبے دار مقرر کیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق حضرت نے اپنے قدیم الخدمت ، بہادر اور لایق خانہ زاد یعنی خان زماں کو بالا گھاٹ کی صوبہ داری عنایت کی ۔ تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر اُسے پنج ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا کیا ۔ خلعتِ خاصہ ، جمدھر اور شمشیرِ مرصع اور اسپِ خاصہ اور ہاتھی مرید عنایت کرکے سرفرازی بخشی ۔ اسی محفل میں مالوے کے صوبے دار خان دوراں کو پائیں گھاٹ کی صوبے داری کا پروانہ جاری فرمایا ۔ خان زماں کے ہاتھ اُسے خلعت ، شمشیرِ مرصع اور اسپِ خاصہ روانہ کیے ۔ دکن کے امراء کی سرفرازی کے لیے بھی خان زماں کے ہاتھ فاخرہ خلعتیں ارسال فرمائیں ۔ خان دوراں کی جگہ مالوے کی صوبے داری اللہ ویردی خاں کے نام تجویز ہوئی ۔ ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی دے کر اُسے چار ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ انھی تاریخوں میں شاہزادہ محمد شجاع دکن سے واپس آ کر حاضرِ درگاہ ہوا ۔

انھی دنوں شاہِ ہفت کشور نے اپنے سعادت مند ، بلند اقبال ، جواں بخت شاہزادے اورنگ زیب پر جس کی ترقی کے لیے زمین و آسمان آرزومند ہیں ، نظر عنایت فرمائی ۔ انھیں دس ہزاری ذات چہار ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ مرحمت و عنایت کے اُس حقدار کو علم ، نقارہ ، طومان اور طوغ عطا فرمائے ۔ مزید عنایت کے بطور سرخ بارگاہ (لال پردہ) لگانے کی اجازت بھی دی جو خاندانِ مغلیہ میں بادشاہوں اور لایق شاہزادوں کے لیے مخصوص ہے ۔

بادشاہِ حقیقت آگاہ ، معرفت پناہ کو خدا شناسی کی بدولت درویشوں اور عارفوں سے ملنے کا شوق رہتا ہے ۔ چونکہ یہ گروہ بادشاہ حقیقی کی

بارگاہ کا مقرب ہے ، لہٰذا حضرت کو ان کے ساتھ بیٹھنے کا اشتیاق ہے - ان دنوں لاہور میں شاہراہِ معرفت و طریقت کے پیشوا حضرت میاں میر ہیں ، جن کے کمالات و فضائل کا بیان اس کتاب کے آخر میں کیا جائے گا - دستورِ قدیم اور دلی اشتیاق کی تحریک سے حضرت بتاریخ ۸ دی (۲۸ دسمبر ۱۶۳۴ء) حضرت آن عزلت نشین درویش کی خانقاہ میں حاضر ہوئے - چونکہ حضرت جانتے تھے کہ میاں میر صاحب اہل دنیا سے ملنا پسند نہیں فرماتے ، لہٰذا سلام کے بعد فوراً واپسی کی اجازت طلب کی - اس عارف خدا آگاہ کو ہر شخص کے دل کا حال معلوم رہتا ہے ؛ سمجھ گئے کہ بادشاہ پاس بیٹھ کر میری صحبت سے استفادہ کرنے کے آرزو مند ہیں - علاوہ ازیں یہ بھی معلوم تھا کہ بادشاہ سلامت بڑے حق شناس خدا پرست ہیں ، لہٰذا مدت سے انہیں بھی حضرت سے ملنے کی خواہش تھی - الغرض اگرچہ دنیا والوں کو اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن بڑی خواہش اور آرزو سے حضرت کو پاس بٹھانے کا اصرار کیا بلکہ اس معاملے میں بہت تاکید اور مبالغے سے کام لیا - جیسا کہ بیان ہوا حضرت بھی درویشوں اور فقیروں سے جو بارگاہِ حقیقت کے علاوہ عالم مجاز کے بھی بادشاہ ہوتے ہیں ، ملنے کے بہت آرزو مند رہتے ہیں ، لہٰذا کمال خوشی کے ساتھ اس زبدۂ عارفاں کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے دل کو روشن کیا - یعنی اس محفل میں قیام کرکے طرح طرح کے حقائق و معارف سماعت فرمائے بالخصوص اللہ والے خدا رسیدہ درویشوں اور صوفیوں کے حالات سن کر وجدان و معرفت کی خوشبو سونگھی - بڑی مبارک مجلس تھی جس میں ایک طرف ہفت اقلیم کا بادشاہ اور دوسری جانب ملکِ طریقت و معرفت کا تاجدار باہم باتیں کرتے رہے - حاضرین نے بھی یہ گفت و شنید سن کر فقر و معرفت کے نکتے سیکھے - عالمِ ظاہر اور ملکِ باطن کے ان دونوں فرمانرواؤں کی باتیں یقین و معرفت اور تحقیق و سلوک کا سر چشمہ تھیں جنھیں سماعت کرکے اہل مجلس نے عرفان و توحید کی دو آتشہ شراب کا سرور حاصل کیا - دونوں تاجداروں کے فیضِ نظر سے حاضرینِ محفل کو بادۂ معرفت کا ایسا ذوق ملا کہ علم و تحقیق کے مدارج طے کرتے ہوئے علم الیقین کی منزل سے حق الیقین کی بارگاہ تک جا پہنچے - اگرچہ حضرت ظلِ الٰہی اسرارِ حقیقت اور

رموز طریقت سے خود اتنے بہرہ مند ہیں کہ انھیں ان باتوں کی تعلیم دینے کی ضرورت ہی نہیں لیکن درویشوں اور اللہ والوں کا فرض ہے کہ بادشاہوں کو اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہیں ۔ لہٰذا زبدۂ عارفین ، قدوۃالواصلین حضرت میاں میر نے یہ فریضہ ادا کیا ۔ بہت سی سود مند نصیحتیں کیں ۔ بادشاہ سلامت حقائق و معارف کا سرچشمہ ہیں ۔ اگرچہ تمام نیک کاموں کو جانتے ہیں تاہم خوشنودیِ پروردگار اور میاں میر کی خورسندی کے لیے تمام نصیحتوں کو اس توجہ سے سنا گویا پہلے کبھی یہ باتیں نہ سنی تھیں ۔ چونکہ حضرت شیخ میاں میر کبھی کسی کا تحفہ یا پیش کش قبول نہیں کرتے ، البتہ ضروریاتِ زندگی کے لیے کبھی کسی موقع پر کوئی قلیل سا ہدیہ قبول کرلیتے ہیں ، لہٰذا بادشاہ سلامت نے نقد و جنس کا کوئی نذرانہ پیش نہ کیا ۔ فقط ایک تسبیح اور ایک سبز پگڑی اس عارفِ حق آگاہ کی خدمت میں نذر کی اور التماس کیا کہ یہ ہدیہ قبول فرمائیے ۔ جب انھوں نے اسے منظور کر لیا تو چلتے وقت کمال مسرت و انبساط کے عالم میں بادشاہ سلامت نے بڑی ملایمت سے گزارش کی کہ خانقاہ کے مجاوروں اور اپنے خدام کے خرچ کے لیے ایک حقیر سی رقم اور قبول فرما لیجیے ۔ حضرت میاں میر نے جواب دیا کہ فقیروں کو دولتِ دنیا قبول کرنا جایز نہیں ہے ۔ المختصر جب یہ صحبت اول سے آخر تک نہایت خوشی و خرمی سے انجام کو پہنچی تو بادشاہ سلامت دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے قلعے میں واپس آئے ۔

۲۲ دی مطابق ۱۱ جنوری ۱۶۳۵ء کو حضرت نے شیخ بلاول سے ملنے کا قصد کیا جو معرفت و حقیقت میں کامل اور نہایت پاک باطن ، پاکیزہ مشرب ، پارسا عابد ہیں ۔ گوشۂ عزلت میں رہتے ہیں اور اہلِ دنیا سے ملنا پسند نہیں کرتے ۔ دنیا کے ہنگاموں سے الگ زاویۂ عبادت میں وقت گزارتے ہیں ۔ ان باتوں کے باوجود نہایت خوش مزاج ، کشادہ جبیں اور مہمان نواز ہیں ، لنگر جاری رکھتے ہیں ۔ پنجاب کے گوشہ نشین فقیروں میں ان کا جواب نہیں ۔ چونکہ ان کی خوبیاں حضرت نے بار بار سنی تھیں لہٰذا ان کی خانقاہ میں تشریف لے گئے ۔ بڑی پر لطف صحبت رہی ۔ حضرت نے رخصتی سلام کرتے وقت خانقاہ کے مجاوروں اور شیخ بلاول کے خدام کو

دس ہزار روپے عنایت فرمائے۔

۲۴ دی مطابق ۱۳ جنوری ۱۶۳۵ء کو نجومیوں کی مقررکردہ مبارک گھڑی میں حضرت نے اکبر آباد کو روانہ ہونے کی نیت سے پیش خانے (سفر مینا) کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جیسا کہ علیہ خاندان کا دستور ہے، روانگی کے وقت حضرت نے شاہ علی کوتوال، فراش خانے کے عملے یعنی مشرف (ناظر) اور سر منزل وغیرہ کو فاخرہ خلعتیں عطا فرمائیں۔ اسی مبارک تاریخ پر تربیت خان بھی حاضر درگاہ ہوا جو بلخ کی سفارت پر گیا تھا اور یہ خدمت حسب دلخواہ انجام دے کر واپس آیا تھا۔ ۵۴ گھوڑے، ۵۴ سانڈنیاں اور اونٹ، نفیس چینی پارچات اور عمدہ عمدہ قالین، نمدے اور تکیے وغیرہ بطور پیشکش حاضر کیے۔ دوسری نفیس و نایاب چیزوں کے علاوہ قرآن پاک کا ایک نسخہ بھی تھا، جو تربیت خان کو بلخ میں ملا۔ یہ قرآن مجید شاد ملک خانم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو سلطان محمد میرزا بن میرزا پیر محمد بن میرزا جہانگیر بن امیر تیمور صاحب قران کی بیٹی تھیں۔ اول سے آخر تک اتنی یکسانیت اور پختگی سے دلفریب خط ریحان میں لکھا تھا کہ آنکھیں روشن ہوتی تھیں۔ آخر میں اُن عصمت مآب نے اپنے نام و نسب کے متعلق چند سطریں خط رقاع میں اس خوبی سے لکھی تھیں کہ اُن کی تحریر پر مسلّمہ اُستادوں کے خط کا دھوکا ہوتا تھا۔ حضرت یہ نسخہ دیکھ کر بے حد مسرور و شادماں ہوئے۔ اپنے ذاتی کتبخانے میں داخل فرمایا۔

۲۵ دی مطابق ۱۴ جنوری ۱۶۳۵ء کو قلعۂ لاہور کے شاہ برج والے محل میں جس کی بلندی آسمان کو پست کرتی اور مضبوطی پہاڑوں کو شرماتی ہے، حضرت کی پینتالیسویں شمسی سالگرہ کا جشن تلادان کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا۔ جشن کی وجہ سے نشیمن والا کی رفعت و شکوہ میں اور اضافہ ہوا۔ خیرات و صدقات اور منصبداروں کی ترقی کا قاعدہ حسب دستور تازہ ہوا۔ مستحقوں کو دلی مرادیں حاصل ہوئیں۔ اسی تاریخ پر کابل کا صوبےدار سعید خان حاضر درگاہ ہو کر خوش‌نصیبی سے بہرہ‌مند ہوا۔ ایک ہزاری ذات کی ترقی پاکر پنج ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے

منصب پر سرفرازی پائی ۔ اسی روز حضرت نے وزیر خاں کی حویلی میں تشریف لے جا کر جو ابھی تیار ہوئی تھی ، اُسے بہشتِ بریں کا نمونہ بنا دیا اور فیض قدم سے وزیر خاں کی عزت افزائی فرمائی ۔ حضرت کا وہاں قدم رنجہ فرمانا وزیر خاں کی نسلوں کے لیے سرمایۂ فخر و مباہات تھا۔ اس کے شکرانے میں خانِ مذکور نے بیش قیمت را انداز بچھایا اور خوب بکھیر کی ۔ نہایت قیمتی پیشکش نظرِ انور سے گزاری ۔ اس میں سے دو لاکھ روپے کی چیزیں حضرت نے قبول فرمائیں ۔ کابل کے صوبے د ر سعید خاں کی رہنمائی و ہدایت سے احداد کا بیٹا عبدالقادر بھی حاضر درگاہ ہو کر سرفراز ہوا ۔ وہ کابل کی سرحد کے تمام قبیلوں کا سردار ہے ۔ اب تک سرکشی و بغاوت میں وقت بسر کرتا تھا ۔ بندگی و اطاعت اختیار کرکے اور اپنے ناشائستہ کردار کو چھوڑ کر درگاہِ والا میں حاضر ہو کر سربلندی پائی ۔

ان دنوں دکن سے جو خبریں آئیں وہ یہ ہیں : چونکہ قضائے الٰہی سے مہابت خاں کا انتقال ہو گیا تھا، حضرت نے اس کی جگہ اس کے بیٹے خان زماں کو بالا گھاٹ کی صوبے داری عنایت فرمائی تھی ۔ لیکن ابھی خان زماں وہاں پہنچا نہیں تھا ۔ روسیاہ ساہو نے میدان خالی پا کر موقع غنیمت سمجھا ۔ نظام الملک کے بچے کھچے لشکر کو ساتھ لے کر ہنگامہ پردازی کے لیے دولت آباد کی طرف بڑھا جو شاہی ملازموں کے قبضے میں تھا ۔ وہاں فتنہ و فساد کا ہنگامہ گرم کیا ۔ خان دوراں کو اطلاع ملی تو مالوے سے برہان پور آیا ۔ یہاں سے مبارز خاں ، جگ راج ، راجا جے سنگھ ، حکیم خوشحال بخشی، اکرام خاں اور دوسرے منصب داروں کو ہمرکاب لے کر بالا گھاٹ کی طرف روانہ ہوا ۔ پانچویں روز ظفرنگر میں اور تین دن بعد کھڑکی (کرکی) میں جا پہنچا۔ وہاں سے بڑی تیزی کے ساتھ دولت آباد میں خیمہ زن ہوا ۔ ایک روز وہاں قیام کیا تاکہ ساہو بد بخت کی لشکر گاہ کا پتہ لگائے ۔ ساہو کو معلوم ہو چکا تھا کہ خان دوراں شاہی لشکر کو ہمرکاب لیے دولت آباد سے چل پڑا ہے ، گھبرا کر اپنے ساتھیوں کو دولت آباد سے رام درہ کی طرف نکل گیا ۔ وہاں مارا مارا پھر رہا تھا ۔

خان دوراں کو یہ اطلاع ملی تو فوراً ساہو کے تعاقب میں روانہ

ہوگیا - ارادہ یہ تھا کہ اپنی جانباز فوج کو لے کر ان بدبختوں کے سر پر جا پڑے اور رات کو شب خون مار کر تباہ کر دے - پیچھا کرتا ہوا بڑھا - دن چھپے معلوم ہوا کہ اس فرومایہ نے شیو گانؤ سے دو کوس آگے ایک ندی کے کنارے پڑاؤ کیا ہے - دن ڈوبنے کو تھا لیکن بہادر سردار لشکر کی صف بندی کرکے ان کمینوں سے لڑنے کے لیے چل پڑا - جب ان بدبختوں نے خان دوراں کے لشکر کی آمد دیکھی تو لڑے بھڑے بغیر وہاں سے بھاگ نکلے - رات کی تاریکی ان کے آڑے آئی - اندھیری رات میں غنیم کا تعاقب کرنا سپہگری کے قاعدے کے خلاف ہے ، لہٰذا خان دوراں نے ان کا پیچھا کرنے کی بجائے وہیں قیام کیا - ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ کوچ کرکے پھر اُن کے پیچھے چل پڑا - خبر لگی کہ ان بھگوڑوں کا کچھ سامان دونڈ کی پہاڑی پر جا پہنچا ہے اور باقی پہنچنے والا ہے - لشکر شاہی کے دلاور آندھی کی طرح ان ملعونوں کے تعاقب میں اس گھاٹی پرچڑھ گئے - وہاں دشمن کا ہراول دستہ موجود تھا اس نے غازیوں کے نیزوں اورتلواروں کی چمک دیکھی تو فیصلہ کیا کہ شاہی لشکر کا مقابلہ کرکے اسے اتنی دیر روکے رکھے کہ اپنی باقی فوج بھی آ پہنچے - غرض اس نیت سے اپنا بے بنیاد منصوبہ پورا کرنے کے لیے سامنے ہوئے - چاہتے تھے کہ سیلاب کو مٹھی بھر خاشاک سے اور آگ کو گھاس پھوس سے روک لیں - شاہی جانبازوں نے ایک ہی حملے میں انھیں ایسا نیست و نابود کیا کہ خاک سی اڑا دی - لشکر کے سپاہیوں نے ان کا سامان خوب لوٹا - آٹھ ہزار بیلوں پر لدا ہوا غلہ ہاتھ آیا - باقی بیل بھی جن پرلڑائی کا سامان اور بان وغیرہ لدے ہوئے تھے ، قبضے میں آئے - تقریباً تین ہزار آدمیوں نے جان بچانے کے لیے اپنے آپ کو قید کروا دیا - اس فتح عظیم سے بادشاہی ہواخواہوں کا دل بڑھ گیا اور دشمنوں کے حوصلے پست ہوگئے - اٹھارہ روز میں خان دوراں نے یلغاریں کر کرکے لمبے فاصلے طے کیے اور غنیم کو شکست پر شکست دی - ان باتوں کو اس عقیدت کیش ، نیک نیت سردار کے خلوص و ارادت کا نتیجہ سمجھا جائے تو بیجا نہیں -

۸ بہمن مطابق ۲۸ جنوری ۱۶۳۵ء حضرت نے علامی افضل خان کے مکان

پر قدم رنجہ فرمایا ۔ حضرت کے فیضِ قدم سے یہ عمارت جو حال ہی میں تیار ہوئی تھی ، سعادت و برکت کا مرکز بن گئی ۔ اس عنایت کے شکرانے میں اُس وزیر اعظم نے بڑا شاندار پا انداز بچھوایا ۔ جواہرات اور مرصع آلات پر مشتمل نہایت بیش قیمت پیشکش نظرِ عالی سے گزاری ۔ نچھاور کے بطور دس ہزار روپے نکالے تھے جو حضرت کی جود و سخا کے طفیل عبدالقادر ولد احداد کو ملے ۔ اُس کی امید حسبِ دلخواہ پوری ہوئی ۔

اوائل فروری ۱۶۳۵ء میں حضرت نے دولت و اقبال کو ہمرکاب لے کر لاہور سے دارالخلافہ اکبر آباد کا رخ کیا ۔ شاہزادہ مراد بخش چیچک کے عارضے میں مبتلا ہونے کے سبب بستر پر پڑا تھا ۔ سفر کی سختی اُس کے لیے مضر تھی ۔ لہٰذا حضرت نے چند روز کے لیے اُس کی جدائی گوارا کی ۔ تجویز فرمایا کہ صحت یاب ہونے کے بعد آرام کے ساتھ ہمارے پیچھے آئے ۔ اُن کی دیکھ بھال اور تیمار داری کے لیے رابعہ دوراں ستی خانم کو لاہور میں چھوڑا جو علم طب کی ماہر اور خطرناک امراض کے علاج میں یدِ طولیٰ رکھتی تھی ۔ لاہور سے ایک منزل آنے کے بعد حضرت نے وزیر خاں کو بھی لاہور واپس بھیج دیا ۔ خلعتِ خاصہ اور ہاتھی عنایت کرکے حکم دیا کہ شاہزادے کے علاج میں مشغول ہو ۔ وزیر خاں کو خطرناک بیماریوں کے معالجے میں بڑی مہارت حاصل تھی ۔ بچپن سے شاہزادوں کا علاج کرتے رہنے کی بدولت اُن کے مزاجوں سے با خبر تھا ۔ اس سفر میں حضرت کی تجویز یہ تھی کہ لاہور سے سہارن پور تک خشکی کے راستے اور سہارن پور سے آگرے تک دریائے جمنا سے کشتی کے ذریعے جائیں ۔ لہٰذا شاہی سرکار کے اکثر کارخانے ، اُن کے کار پرداز اور وہ نوکر چاکر جن کا ساتھ رہنا چنداں ضروری نہ تھا ، اُنھیں حضرت نے بڑی سڑک کے راستے آگرے بھیج دیا ۔ سعید خاں کو خلعت ، جمدھر مرصع اور ہاتھی عنایت کرکے کابل کو رخصت فرمایا ۔ عبدالقادر پسرِ احداد کو خلعت ، ہاتھی ، تلوار اور دس ہزار روپے انعام دے کر ہزاری ذات ، تین سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ اپنی دلی مرادیں حاصل کرکے وہ بھی سعید خاں کے ہمرکاب واپس چلا گیا ۔

۲۹ بہمن مطابق ۱۷ فروری ۱۶۳۵ء کو سرہند میں خیمے ہوئے - حافظ رخنہ والا باغ جو سرہند کی جان ہے ، شاہی سواری کے اترنے سے رشک بہشت بن گیا - بالخصوص وہ نشیمن جو حضرت کے حسب الحکم پوکھر کے کنارے تازہ تعمیر ہوا تھا ، خوب آراستہ ہوا- ۱۹ فروری ۱۶۳۵ء ۲ اسفندار کو پرگنہ شاہ آباد میں پڑاؤ ہوا - موجب اقبال کی برکت سے یہ خطہ روشن ضمیروں کے قلب کی طرح پر نور ہو گیا - یہاں حضرت نے میر بخشی اسلام خاں کو سات ہزار سوار دے کر اُن سرکشوں کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا جو دہلی کی طرف دریائے جمنا کے پار رہزنی کیا کرتے تھے- تجویز ہوا کہ رستم خاں دکنی اپنی جاگیر یعنی سنبھل سے اس کی فوج میں آ کر مل جائے اور مہم میں شرکت کرے - شاہی لشکر میں سے سردار خاں ، دیندار خاں ، اصالت خاں ، شیخ فرید ، لطف اللہ خاں نقشبندی ، قلعہ دار خاں ، سید عالم بارہہ ، سید لطف علی اور دیگر سردار اسلام خاں کی فوج میں شامل کیے گئے - اسی تاریخ میں حضرت کا قہر و غضب جو قہر خدا کا نمونہ ہے ان گستاخ سرکشوں پر نازل ہوا جو دریائے جمنا کے اس پار (ضلع انبالہ میں) اپنی حد سے بڑھ رہے تھے- اُن کی تنبیہ کی خدمت یمین الدولہ کے بیٹے شائستہ خاں کے سپرد ہوئی -

۵ اسفندار ۵ رمضان المبارک ۱۰۴۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۶۳۵ء کو شاہی سواری بوریہ کے پاس دریائے جمنا کے کنارے اُتری - یہاں وہ بحر کرم (شاہجہاں) تجویز کے مطابق کشتی پر سوار ہو کر سیر و شکار سے محظوظ ہوتا دارالخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا - ۱۱ اسفندار ، ۲۸ فروری ۱۶۳۵ء کو شاہی بجرہ جو اُس کوہ متانت و وقار کو اٹھائے ہوئے تھا ، قصبہ کرانہ کے پاس سے گزرا - یہاں مقرب خاں نے باغ اور عمارتیں تیار کرائی تھیں ؛ حضرت نے اُس پرانے خادم کی عزت افزائی کی اور اُس کی اولاد کو قیامت تک فخر و مباہات کا سرمایہ دینے کے واسطے یہاں قیام فرمایا - مقرب خاں نے عمدہ عمدہ سامان ترتیب دے کر بطور پیشکش نظر عالی سے گزارا - حضرت نے اس کے پاس خاطر سے تھوڑے سے جواہرات اور مرصع آلات قبول فرمائے - تھوڑے سے نقرئی ظروف بھی قبول کیے جو نہایت

خوش وضع تھے ؛ باقی اُسے واپس عطا فرمائے - ۱۱ اسفندار ہی کو حضرت کی سواری دہلی پہنچی - نور گڑھ کے نواح میں اتر کر اسے مرکزِ الوار بنا دیا - اگلے روز ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کی زیارت کے واسطے تشریف لے گئے اور ان کی روحِ پرفتوح سے فیض حاصل کیا - زیارت اور فاتحہ خوانی کے بعد اُن کی مغفرت کے لیے دعا مانگی - حسبِ دستور مجاوروں اور خدام کو پانچ ہزار روپے مرحمت فرمائے - ۱۷ اسفندار ، مطابق ۶ مارچ ۱۶۳۵ء کو لاؤلشکر نور گڑھ میں چھوڑ کر شاہزادوں اور چند مقرب سرداروں کو ہمرکاب لے کر پالم کی شکار گاہ میں تشریف لے گئے - چار روز تک وہاں شکار کھیل کرجی خوش کیا - اتفاقاً اس مرتبہ تفنگِ خاصہ سے ایک ہی دن میں چالیس کالے ہرن شکار کیے جس سے حضرت کی طبیعت نہایت مسرور ہوئی - بتاریخ ۲۲ اسفندار ۱۱ مارچ ۱۶۳۵ء دہلی کو بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے کسی قدر آگے بڑھ کر قیام کیا - ۲۵ اسفندار ۱۴ مارچ ۱۶۳۵ء کو شیر افگنی کی نیت سے اس جنگل میں اُترے جو خونخوار شیروں کا ٹھکانا تھا - یہاں دولت و اقبال کے ساتھ اتر کر ذرا سی دیر میں تین قوی ہیکل شیر اور تین زبردست شیرنیاں تفنگ خاصہ سے شکار کیں - گرز برداروں نے شیروں کے چار بچے زندہ پکڑ لیے -

انھی ایام میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ، جس سے سارے عالم کا بالخصوص بادشاہ سلامت اور شاہزادہ دارا شکوہ کا غنچۂ دل کھل گیا ، خاندان شاہی پر مبذول ہوئی - اہلِ دنیا کا دل شاد ہوا اور اُمیدیں مرادیں حاصل ہوئیں - یعنی شہزادہ ولی عہد کے شبستانِ دولت میں عصمت مآب عفت قباب نادرہ بیگم بنتِ سلطان پرویز مرحوم کے بطن سے ایک شاہزادہ پیدا ہوا - تفصیل یہ ہے کہ بتاریخ ۲۶ اسفندار ۲۶ رمضان ۱۰۴۴ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۶۳۵ء بروز جمعہ پرگنہ پلول کے موضع سلطان پور میں پڑاؤ تھا - صبح کے وقت کہ چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں تھیں ، اس شاہزادۂ سعادت شعار کی ولادت ہوئی - حضرت نے یہ خوشخبری اس وقت سنی جب کہ شاہی خاندان کے تمام افراد اور سارا لاؤ لشکر اس منزل سے روانہ ہو چکا تھا - فوراً حکم ہوا کہ شاہزادہ دارا شکوہ وہیں قیام کریں

اور اس فرزند سعادت مند کے دیدار سے شاد کام ہو کر آرام و اطمینان سے حاضر درگاہ ہوں ۔ تھوڑے سے امرائے عالیشان کو بھی شاہزادے کے ہمرکاب چھوڑا کہ ساتھ رہ کر کسب سعادت کریں ۔ شاہی سواری اگلی منزل پر جا کر ٹھہری تو معلوم ہوا کہ نومولود شاہزادہ جمعۃ المبارک کو سوا دو گھڑی (۴۸ منٹ) دن چڑھے تولد ہوا ہے ۔ اس بشارت سے حضرت کو عیدکی سی خوشی ہوئی ۔ حکم فرمایا کہ بادشاہی دمامہ اور نقارہ زور شور سے بجایا جائے ۔ تمام امراء نے جشن عید کی طرح اس تقریب کی مبارکباد پیش کی ۔ ۲۷ اسفندار، ۱۶ مارچ ۱۶۳۵ء کو شاہی بجرہ موضع مھولی کے پاس سے گزرا تو معلوم ہوا کہ وہاں کے جنگل میں چند نہایت دیو ہیکل شیر آ نکلے ہیں جو کسی کو اپنی کچھاروں کے پاس سے گزرنے نہیں دیتے۔ دیہاتیوں کے، بلکہ آس پاس کے تمام مویشیوں کو ہلاک کر رہے ہیں ۔ بادشاہ سلامت نے کشتی سے اتر کر ادھر کا قصد فرمایا اور وہاں پہنچتے ہی تفنگ خاصہ سے چار شیر شکار کیے ۔

۳۰ اسفندار مطابق ۱۹ مارچ ۱۶۳۵ء کو شاہی سواری کی کشتیاں دارالخلافہ آگرہ کے گھاٹ سامی پر آ کر لگیں جس سے اس جگہ کا رتبہ آسمانوں سے بڑھ گیا ۔ حضرت کے حسب الحکم گھاٹ کے پاس ہی ایک نشیمن ان دنوں تیار ہوا تھا ، وہیں حضرت نے قیام فرمایا ۔ یہاں شاہزادہ دارا شکوہ جو حکم شاہی کے مطابق سلطان پور میں ٹھہر گئے تھے ، حاضر درگاہ ہوئے ۔ ہزار اشرفیاں ہزار روپے کی نذر دکھا کر التماس کی کہ بلند اقبال نو مولود کا نام تجویز فرما دیجیے ۔ حضرت نے اس مبارک قدم شاہزادے کا نام سلیمان شکوہ رکھا ۔ نادر اتفاق یہ کہ اس فرخندہ بخت شاہزادے کے نام ہی سے موزوں مصرعے کی صورت میں تاریخ ولادت بھی نکلتی ہے یعنی :

سلیمان شکوہ سلیمان شکوہ

۱۰۵۴ھ

اسی تاریخ میں عبداللہ خان فیروز جنگ جو رتن پور کے سرکشوں کی تادیب پر مامور ہوا تھا ، یہ خدمت انجام دینے کے بعد حاضر درگاہ ہوا ۔

تفصیل یہ ہے کہ خانِ مذکور رتن پور کے زمیندار بالو لچھمن اور آس پاس کے زمینداروں کو گرفتار کر کے مالِ غنیمت سمیت بارگاہِ شاہی میں آیا ۔ دستور کے مطابق ہزار اشرفیوں کی نذر پیش کی ۔ ایک ہزار اشرفیوں کی نذر اور پیش کی کہ غلام نے منت مانی تھی کہ مہم بخیر و خوبی پوری ہو تو حضرت کے سامنے یہ ہدیہ بھی پیش کروں گا ۔ اس مہم کی مزید تفصیل یہ ہے کہ خان فیروز جنگ کو رتن پور کے سرکشوں کی تادیب کا حکم ملا تھا ۔ وہ فوراً اُدھر روانہ ہوا ۔ راستے میں بالدھون کا زمیندار امر سنگھ بھی اُس کی فوج میں شامل ہوگیا ۔ فیروز جنگ نے سرداری کے قاعدے کے مطابق رتن پور سے ساٹھ کوس ادھر ، بھاگی کی گھاٹی میں پڑاؤ کیا ۔ اگلے روز پہاڑی راستے اور سنگلاخ علاقے کے باوجود بے تامل اس گھاٹی سے آگے بڑھا ۔ آس پاس کے سرکش زمیندار جنھیں پہاڑوں کی گھاٹیوں اور دشوار گزار جنگل پر بڑا اطمینان تھا ، ایک منزل آگے سرک گئے اور راستہ روک کر کھڑے ہوگئے ۔ چاہتے تھے کہ شاہی فوج سے لڑیں ، لیکن اُن کی یہ کوشش ایسی ہی تھی جیسے کوئی مٹھی بھر خاک سے آندھی کو روکنا چاہے یا گھانس پھونس سے بحرِ متلاطم کی لہروں کو روکنے کی تدبیر کرے ۔ خان فیروز جنگ کو اُن نابکاروں کا منصوبہ معلوم ہوا تو آگے بڑھ کر گھاٹی پر چڑھنے لگا ۔ یہاں اُن دلیلوں سے معرکہ ہوا ۔ پہلے ہی حملے میں اُن جانوروں کو ایسا برباد کیا کہ ہزاروں کو دوزخ میں بھیجا ؛ باقی فرار ہوکر اپنے مقررہ ٹھکانے یعنی تینوتھر کی گڑھی میں پناہ گزیں ہوئے جو شمال کی طرف نہایت دشوار گزار جنگل میں واقع تھی ۔

شاہی لشکر کے بہادر گھاٹی سے گزر کر اُن شیطانوں کے تعاقب میں لگے چلے گئے ، یہاں تک کہ اُن کا ٹھکانا معلوم ہوگیا ۔ تینوتھر کی گڑھی کے گرد ایسا گھنا جنگل تھا کہ اس میں سے گزرنا بہت دشوار تھا ، لیکن بادشاہی دلاور بڑی پھرتی سے وہاں جا پہنچے ۔ گڑھی کا محاصرہ کر لیا اور اُن کو دم لینے کی مہلت نہ دی ۔ چند روز نہایت سختی کے گزرے تو گڑھی والوں نے جان لیا کہ موت سر پر آ پہنچی ہے ۔ ننگ و ناموس کی

خاطر فیصلہ کیا کہ عورتوں اور بچوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر خود بھی لڑ کر مر جائیں - عرض جوہر کی جاہلانہ رسم کے بعد یعنی عورتوں کو قتل کرکے بڑی بہادری سے لڑ کر جہنم میں پہنچے - گڑھی پر بادشاہی لشکر نے قبضہ کر لیا - بعض عورتیں اور بچے جو ابھی جوہر ہونے سے رہ گئے تھے قید ہوئے - گڑھی کے آس پاس کا سنگلاخ علاقہ نشیب و فراز سے معمور تھا - راستہ ایسا کٹھن اور بھاری سامان بالخصوص توپ خانے کی گاڑیوں کا گزرنا نہایت دشوار - وہیں قیام کیا اور دو تین دن تک راستہ صاف کر کے توپ خانے کو لائے - پھر ترتیب کے ساتھ صف بندی کرکے رتن پور کی راہ لی - جب وہاں کے زمیندار بالو لچھمن کو معلوم ہوا کہ شاہی فوج نے تینوتھر کی گڑھی کو راہ چلتے فتح کر لیا تو خوابِ غفلت اور بد مستیِ بیہوشی سے ہاتھ اٹھایا - جنگلوں ، پہاڑوں میں رہنے سے خود سری اور بغاوت کا جو سودا سر میں سمایا تھا اُسے نکلا - باندھون کے زمیندار امر سنگھ کے ذریعے بڑی عاجری و انکسار کے ساتھ رقت آمیز پیغام بھیجے، بلکہ امان کی درخواست بھیج کر التماس کی کہ میری جان بخشی اور میرے خاندان اور مال و متاع سے درگزر کی جائے تو نہایت احسانمند ہوں گا اور ہمیشہ اطاعت کرتا رہوں گا - مروّت شعار سردار نے جوانمردی کے تقاضے سے اس کی التماس کو قبول کر کے اُس کے جرم کو نظر انداز کیا - اُنھی دنوں سندر کب رائے درگاہِ والا سے فیروز جنگ کے پاس آیا تھا - خان نے اُسے بالو لچھمن کے پاس بھیجا تاکہ اُس بد عقل کم ہمت کو اُس کی بیہودگی جتا کر شرمندہ کرے - اس کے ساتھ ساتھ دلجوئی کا طریقہ بھی قائم رکھے - سندر کب رائے رتن پور پہنچ کر بالو لچھمن سے ملا - جب اُسے ہر طرح اطمینان ہوگیا تو خان فیروز جنگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا - ۳ بہمن ، ۷ شعبان ۱۰۴۴ھ مطابق ۲٦ جنوری ۱٦۳۵ء کو تین ہاتھی بطورِ تحفہ ساتھ لے کر خان سے ملنے کے لیے حاضر ہوا - ۲۵ دن تک دربارِ شاہی میں حاضری کا سامان کرتا رہا - بعد ازاں ایک لاکھ روپے نقد اور نو ہاتھی ہمراہ لے کر بارگاہِ شاہی میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا - چنانچہ مذکورہ بالا بیان کے مطابق زمیں بوسی

کی سعادت حاصل کی ۔

اسی تاریخ میں اسلام خاں اور شائستہ خاں جو سرہند سے جمنا کے دونوں طرف والے سرکشوں اور رہزنوں کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے تھے، اپنی اپنی مہم کو پورا کرنے کے بعد حاضرِ درگاہ ہوئے ۔ دونوں نے ان قزاقوں کے علاقے میں داخل ہو کر ان کے گھروں کو آگ لگا دی اور تہس نہس کر کے تقریباً دو ہزار مفسدوں کو جو رہزنی اور مسافروں کے قتل کے سوائے اور کچھ نہ کرتے تھے ، قتل کر دیا تھا اور ان کے اہل و عیال کو اسیر بنا کر ہمراہ لائے تھے ۔ دونوں سرداروں کے علاوہ رستم خاں فوجدارِ سنبھل اور باقر خاں صوبہ دار دہلی بھی جو مذکورہ بالا سرداروں کے ہمراہ نامزد ہوئے تھے ، دربار میں حاضر ہوئے ۔ اسی روز بڑے بڑے امراء اور آگرے کے اشراف و اکابر جن میں سے بعض سرکاری ملازم بھی تھے ، نیز اور بہت سے اشخاص جو نواحِ آگرہ سے قدم بوسی کے لیے آئے تھے ، حضرت کے دیدار سے شاد کام ہوئے ۔ سرکاری منصب داروں میں اعتقاد خاں، راجا بیٹھل داس ، لشکر خاں ، مکرمت خاں ، احمد بیگ خاں ، باندھون کا زمیندار امر سنگھ ، عمرت خاں ، میرعبدالکریم بخشی اور داروغہ عمارات آگرہ جو مدت سے حضرت کے دیدار سے محروم تھے ، اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے ۔

انھی دنوں سالہا سال کی محنت کے بعد تختِ طاؤس تیار ہوا تھا ۔ نجومیوں نے اس عرش منظر تخت پر جلوس کرنے کے لیے ۳ فروردین (۲۳ مارچ ۱۶۳۵ء) کی تاریخ مقرر کی تھی ۔ اس وجہ سے حضرت نے قلعۂ معلیٰ میں داخل ہونے کے بجائے آگرے کے ساہی گھاٹ پر ہی تحویلِ آفتاب کا جشن منانے اور نوروز کی محفل منعقد کرنے کا اہتمام فرمایا ۔ سالانہ دستور کے مطابق شاہی کارخانوں کے ملازموں نے ایوانِ خاص و عام میں جشنِ نوروزی اور جشنِ جلوس منعقد کرنے کا انتظام کیا ۔ پادشاہِ ہفت کشور کے حسب الحکم ایوانِ چہل ستون کے سامنے سونے چاندی کے ستونوں پر مخمل زربفت کا شامیانہ نصب کیا گیا ، جس پر مقیش کی جھالر لگی تھی ۔ یہ شامیانہ ایک لاکھ روپے کے خرچ سے گجرات کے

ہنرمندوں نے تیار کیا تھا ۔ سامنے کا تمام صحن رنگین اور مرصع کپڑوں کے فرش سے گلزار بنا ہوا تھا ۔ شامیانے کے پیچھے ایک مربع چبوترا بنایا تھا جس کے چاروں ضلعوں پر سنگین جالی دار مشجر تھے۔ عین وسط میں یہ مرصع تخت رکھا گیا تھا جس پر جواہر نگار چتر سایہ فگن تھا ۔ چتر کی جھالر قیمتی موتیوں کی کثرت سے جگمگ کر رہی تھی ۔ دیوانِ خاص و عام کے در و دیوار ، طاقوں اور چھت کو نیز نقار خانے کی عمارت اور صدر دروازے کی محرابوں پر زر دوز مخمل ، ایرانی زربفت اور رومی ریشم اس طرح لپیٹا تھا کہ سارا مکان گل و گلزار بنا ہوا تھا ۔ ان میں سے ہر حصے کی آرائش نامی امراء اور شاہزادوں کے سپرد کی گئی تھی ۔ علاوہ ازیں اس بہشت منظر محل میں جگہ جگہ مرصع ، مینا کار طلائی ظروف بھی رکھے ہوئے تھے جو جشن کی شان و شکوہ کو دوبالا کر رہے تھے'

اب مصنف کا قلم اس نایاب ، مرصع نگار تختِ طاؤس کی خصوصیات بیان کرنے پر مائل ہے اگرچہ اس تختِ شاہی کی تعریف و توصیف کا حق صانعِ عالم کی قدرت کے قلم ہی سے ادا ہو سکتا ہے ۔ شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ایرانی بادشاہوں کے تخت جن کا اتنا شہرہ ہے ، تخت طاوس کی ایک سیڑھی کے مول کے بھی نہ تھے۔ کیفیت اس کی یہ ہے کہ تاجِ شاہی زیبِ سر کرتے ہی حضرت کو اس کی تیاری کا خیال آیا ۔ خزانے کے جواہرات کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ تقریباً دو کروڑ روپے کے ہیں ۔ شاہی محل کے جواہرات اس کے علاوہ تھے جنھیں بادشاہ سلامت کبھی کبھی زیبِ تن فرماتے ہیں ۔ ان سب میں سے پچاس ہزار مثقال وزن کے لعل ، زمرد ، یاقوت اور موتی جو آب و تاب میں بے نظیر تھے اور قیمت میں ۸۶ لاکھ روپے کے تھے ، آپ نے پسند فرمائے ۔ ڈھائی لاکھ مثقال سونا جو ایک لاکھ تولے کے برابر اور پندرہ لاکھ روپے مالیت کا تھا ، جواہرات سمیت شاہی زرگر خانے کے داروغہ بے بدل خاں کے حوالے کیا کہ اس سامان سے ہمارے لیے تخت تیار کرو ۔ اس بے نظیر کاریگر نے ایک کروڑ روپے کی لاگت سے جو ۳۳۳ لاکھ ایرانی تومان یا توران کے چار کروڑ خانی (سکہ) کے برابر ہے ، سات سال کی مدت میں یہ بے مثال سریر شاہی تیار کر دیا ۔

یہ تخت مستطیل شکل کا ہے - چھت جواہر نگار ستونوں پر قائم ہے - اب تک دائرے کو اشرف اشکال کہا جاتا تھا لیکن اب اس نادر و نایاب سریر کی نسبت سے مستطیل کو بہترین شکل مانا جاتا ہے - جلال الدین اصفہانی نے غالباً اسی مناسبت سے یہ بیت کہی تھی :

تا عقل کرد نسبت این وضع با فلک
ہیئت مستطیل کنون شکل افضل است

اس تخت کی شان و شکوہ کا حال کیا لکھوں - یہ برجیس رتبہ نشست گاہ جس کے دیکھنے سے ایرانی بادشاہوں کا تخت طاقدیس اور بلقیس کا مرصع تخت نظر سے گر جاتا ہے بلکہ جس کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی جواہر نگار کرسی کا مقابلہ کرنا بھی مناسب نہیں ، بڑی رفعت و عظمت کا ہے - اس کی تعریف سے الفاظ و معانی کو عرش و کرسی کا رتبہ حاصل ہوتا ہے - مرصع چھت آٹھ میناکار ستونوں پر قائم ہے جس پر دو طلائی میناکار طاؤس پر پھیلائے ہوئے آمنے سامنے کھڑے ہیں - ان کے پروں کو زمرد سے بنایا ہے - دونوں طاؤس (مور) اپنی چونچ میں ایک ایک لعل شب چراغ لیے ہوئے ہیں جو بدخشاں کی کان کا خلاصہ اور انگاروں کی طرح دہکتے معلوم ہوتے ہیں - ان کا نظارہ نہایت دلفریب ہے - اس کی لمبائی سوا تین ہاتھ ، چوڑائی ڈھائی ہاتھ اور چھت تک بلندی پانچ ہاتھ ہے - اس میں سراسر لعل ، یاقوت ، زمرد اور فرنگ کے ترشے ہوئے چھوٹے بڑے ہیروں سے نقش و نگار بنائے گئے ہیں - وہ صناعی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی اور دل فریفتہ ہو جاتا ہے - ہر قطعے میں سونے کی زمین میں بدخشانی لعل اس پختگی سے بٹھائے گئے ہیں کہ آفتاب کی طرح جگمگ کرتے رہتے ہیں - اندرونی تختی پر دربار کے ملک الشعراء حاجی محمد جان قدسی فرشتہ صفات کے مندرجہ ذیل اشعار زمردیں میناکاری سے لکھے ہوئے ہیں :

زہے فرخندہ تخت بادشاہی
کہ شد ساماں بہ تائید الٰہی

فلک روزے کہ میگردش محمل
زر خورشید را بگداخت اول

بحکم کار فرما صرف شد پاک
بہ مینا کاریش مینائے افلاک

برائے پایہ اش عمرے کشیدہ
گہر اسر بسر ، خام نہ دیدہ

در اطرافش بود لعلہائے سیرا
فروزاں چوں چراغ از طور سینا

دہد شاہ جہاں را بوسہ بر پائے
ازاں شد پایہ قدرش فلک سائے

سر افرازے کہ سر بر پایہ اش سود
ز گردوں پایہ بر تخت افزود

قدسی نے مصرع : 'اورنگ شاہنشاہ عادل' سے اس تخت کی تیاری کی تاریخ نکالی ۔ کسی اور شاعر نے بھی یہی تاریخ اس قطعے میں موزوں کی ہے :

اثر باقی است تا کون و مکاں را
بود بر تخت جا شاہ جہاں را

بود تختے چنیں ہر روز جایش
خراج ہفت کشور زیر پایش

چو تاریخش زباں پرسید از دل
بگفت ''اورنگ شاہنشاہ عادل''

کسی اور نے مصرع ذیل سے تاریخ نکالی :

سریر ہمایون صاحب قرانی

شاعر بے نظیر ابو طالب کلیم ہمدانی نے تین عیدوں یعنی عید نوروز، عیدالفطر اور حضرت کے جشن تشریف آوری کی مبارکباد میں ایک قصیدہ کہا جس میں تخت طاؤس کی بھی تعریف کی ہے ۔ شاہ ہنر نواز سخن فہم نے صلے میں شاعر کو روپوں میں تلوایا ۔ قصیدے کے چند اشعار بلا ترتیب مطلع سمیت یہاں درج کیے جاتے ہیں :

خجستہ مقدم نوروز و غرۂ سوال
فشاندہ‌اند گل عیش برسر مہ و سال

بچشم مردم دارالخلافہ عید نویست
غبار موکب شاہ جہان جہان جلال

شرف پذیرد نوروز در چنیں عیدے
کہ بادشاہ نشیند بہ تخت استقلال

بہ وصف تخت مرصع گہر فشاں گشتم
خدا نصیب کند طول عمر طول مقال

ہزار سیلان یاقوت و صد بدخشاں لعل
بہ رونمائی گرفت است تا نمود جمال

تواں ز آتش یاقوت آں چراغ افروخت
کہ نے ز باد رسد آفتش نہ ز آب زلال

فتادہ پرتو یاقوت و لعل بر الماس
چنانکہ عکس چراغاں فتد در آب زلال

زمرد کہنش تازہ‌تر ز سبزۂ نو
کہ اجتماع نقیضین را شمردہ محال

طلائے تخت شدے آب زاتش یاقوت
اگر نہ قطرہ فشاں مے شدے زلال لآل

بہا ندارد و دیگر ہر آنچہ خواہی ہست
ز شان و شوکت و فر و شکوہ و حسن و جمال

خدا کا شکر ہے کہ اس ہنر پرور، ہنر شناس بادشاہ کے زمانے میں اہل فن اور کاریگروں کو وہ عروج ملا ہے جو تصور میں نہیں آسکتا ۔ ایسا کیوں نہ ہو ۔ اس سے پہلے عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے عہد میں جب کہ ہنرمندوں اور سخنوروں کے اجتماع سے ہندوستان کی سر زمین رشک بہشت بنی ہوئی تھی ، فاضل بے بدل یگانۂ زماں شیخ ابوالفضل نے میر حسن ہروی کے سولہ اشعار کو شعر گوئی کا کارنامہ قرار دیا تھا ۔ ان اشعار کی کیفیت یہ تھی کہ ہر بیت کے پہلے مصرعے سے اکبر شاہ کی تاریخ ولادت اور دوسرے مصرعے سے تاریخ جلوس نکلتی تھی ۔ اب حضرت شاہجہاں کی قدردانی و ہنرپروری سے اہل فن کی لیاقت اس درجے پر پہنچ گئی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ زرگر خانے کے داروغہ بے بدل خاں نے جو مختلف ہنروں میں نیز نادر صنعتوں بالخصوص نگینوں کو چمکانے اور خوش نویسی میں یگانۂ دہر ہے ، ۱۳۴ بیت کا ایک قصیدہ کہا ہے ۔ ان میں سے پہلے بارہ شعروں کا حال یہ ہے کہ ان کے ہر مصرعے سے حضرت کی تاریخ ولادت نکلتی ہے جس کا ان اشعار میں اشارہ بھی کیا ہے ۔ اس کے بعد ۳۲ اشعار ایسے ہیں کہ ان کے ہر مصرعے سے تاریخ جلوس برآمد ہوتی ہے ۔ باقی نوے اشعار کے ہر مصرعے سے حضرت کے سیر لاہور اور سیر کشمیر کی تاریخ یعنی ۱۰۴۳ھ نکلتی ہے ۔ لطف یہ ہے کہ تمام اشعار میں مختلف واقعات کمال بے تکلفی کے ساتھ نظم ہوئے ہیں ۔ مثلاً حضرت کا دہلی میں تشریف لانا ، شکار گاہ پالم میں شکار کھیلنا ، کشمیر کو روانہ ہونا ، آگرے واپس آنا ، تخت طاؤس پر جلوس فرمانا وغیرہ ۔ یہاں بطور نمونہ اس لاجواب قصیدے کے کچھ اشعار لکھے جاتے ہیں :

خدائے واحد بے چوں جہاں نمود عیاں
برائے شاہ جہاں بادشاہ کل جہاں

جلوسِ صاحبقرانِ ثانی

شوال ۱۰۴۴ھ کی چاند رات ، ۱۹ مارچ ۱۶۳۵ء کو رات کے نویں گھنٹے میں آفتابِ عالمتاب کی تحویل برجِ حوت سے برجِ حمل میں ہوئی جس سے سارے عالم میں عیش و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر چیز کو نیا نشو و نما حاصل ہوا ۔ لالہ و گل کے کھلنے سے ساری زمین چمن زار بن گئی ۔ بادشاہِ عالم نے اس تقریبِ سعید کی مناسبت سے ہر چھوٹے بڑے کو خلعت عطا کرکے اس طرح سرفراز کیا کہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر جگہ زرق برق کا عالم نظر آنے لگا ۔ موسمِ بہار کی روح افزائی سے درے ذرے میں جان سی پڑ گئی ۔ کوہ و دشت نے برف کا سفید سمور اتار پھینکا اور لالہ و گل کی کثرت سے چینی ریشم کی گلرنگ پوشاک پہن لی ۔ فصلِ بہار کی معجزہ طرازی سے دشت و کوہ بلکہ کھیتوں تک نے رنگ بدل لیا ۔ لالے اور گلاب کے پھولوں کی کثرت سے ہر چیز عنابی اور گلناری جوڑا پہنے نظر آتی تھی ۔ اسی موسم میں جب کہ عیش و نشاط کے جوش میں ہر چیز جامے سے باہر ہوئی جاتی تھی ، حضرت کشورِ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے بالخصوص خطہٴ کشمیر کی سیر سے محظوظ ہوکر سال بھر بعد اکبر آباد واپس آئے ۔ آپ کی تشریف آوری سے دارالخلافے کی سرزمین آسمان کی ہمسر ہوئی ۔ یہاں حضرت نے دریا کے کنارے سامی گھاٹ کے نشیمن میں کمال عیش و نساط کے عالم میں حکم دیا کہ تفریح اور جشن کا تمام سامان تیار کیا جائے کہ حاصلِ عمر یہی ہے ۔ پھر نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں قلعہٴ اکبر آباد میں داخل ہوئے ۔

اس مبارک تاریخ میں ایک کی جگہ تین عیدیں جمع ہوگئیں یعنی عیدالفطر، عیدِ نوروز ، حضرت کی واپسی کی عید ۔ حضرت کی داد و دہش سے امیدواروں

کی آرزوئیں بر آئیں ۔ اہلِ دنیا نے ہزار سال کے عیش کا ذخیرہ جمع کر لیا ۔ دولت خانے میں جشنِ نوروز کی محفل تو آراستہ ہی تھی ، تختِ طاؤس پر جلوس فرمانے کے لیے اس محفل کی زیب و زینت کو اور بڑھانے کا حکم دیا ۔ حضرت نے مہرِ عالمتاب کی طرح جو چوتھے آسمان کو اپنا مسکن بنالیا ہے یا اُس نگینے کی مانند جو سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر جڑا ہوا تھا ، کمال تمکین اور جاہ و جلال کے ساتھ تختِ طاؤس پر قدم رکھا :

آوارہ شد الدریں کہن فرش
کاں سلطاں استویٰ علی العرش

زیں عرش قوی نہاد شد دیں
زیں آیتِ کرسیِ فلکِ زیں

(سارے جہان میں دھوم مچ گئی کہ جس طرح پروردگار اپنے عرش پر قائم ہے ، شاہجہاں تختِ طاؤس پر بیٹھا ہے ۔ اس تخت سے دین اسلام مضبوط ہوا ۔ عرش و کرسی کا نمونہ دیکھنا ہو تو دیکھ لو) ۔ محفلِ جشن کا شان و شکوہ کس طرح بیان کیا جائے ۔ گلشنِ فردوس کی طرح جواہر میں غرق اور رنگ رنگی پوشاکوں اور پارچوں کی کثرت سے رشکِ چمن بنی ہوئی تھی ۔ در و دیوار کی صفائی صبحِ صادق کو مات کرتی تھی ۔ جواہرات کی جگمگ آسمان کے ستاروں کو شرمندہ کر رہی تھی ۔ رنگین نقشین شامیانوں کی رونق کے سامنے آسمان کا رنگ ہیچ تھا ۔ محفل کا ہر گوشہ سراپائے معشوق کی طرح دل آویز تھا ۔ خوشی و خرمی کا یہ عالم کہ گلشنِ فردوس میں بھی یہ کیفیت نہ ہوگی ۔ غرض کہاں تک لکھا جائے ۔ اس محفل کی رونق کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ۔ انگیٹھیوں اور عود سوزوں میں سے لخلخوں اور خوشبوؤں کی لپٹ اٹھ رہی تھی ۔ ارگجے اور عود و عبیر کی خوشبو سے ساری انجمن طبلۂ عطار بلکہ سرزمینِ تتار بن گئی ۔ عود کا دھواں آسمان تک اور صندل کی خوشبو لامکاں تک پہنچی ۔ اربابِ نشاط نے رقص و سرود اور خوش ادائی سے کمر لچکا لچکا کر زاہدوں کا دل چھین چھین لیا ۔ رقاصاؤں کے گھنگروؤں نے وہ جادو جگایا کہ جوان تو کیا ، صد سالہ بوڑھے بھی کلیجا تھام کر

به داد و جود و به احسان شهنشهِ آفاق
علیم و عالی و دانا نواز و ملک ستان

هزار سال بماناد آنکه هر دم زو
بود به دورِ جهان صد هزار جان شادان

به مدحِ شاهِ جهان طبع این دوازده بیت
ز قسمت ازل آورد از دلم به زبان

ازان دوازده هر مصرعی نگاه نگار
کند تولدِ شاهِ جهان پناه بیان

باکبرآباد از جهدِ کامران بسریر
جلوس کرد ز تائید عالمِ مستان

هزار بود و چهل و سه بسال از هجرت
که شد بدهلی با شاهی و سپاهِ گران

به نوبهار بیاید بگلشنِ سرهند
گل بهارِ اید با هوا چو گل خندان

ز کامرانیِ نوروز عزم کرده نمود
سوئے مدینهٔ لاهور بر جهان شادان

هزار گونه بود گل بکوه هر قدمش
هزار چشمه ولے به ز چشمهٔ حیوان

بسوئے هند عنان زد و تاب شد با جاه
جهاندهٔ بری نما ابرشے چو بادِ وزان

بداد و جود بدارالخلافه آمد باز
فلک بدورِ رکاب و ملک بدورِ عنان

هزار شکر بیفزود باز حسنِ جهان
ز نوبهار سریر جواهرِ الوان

بهر زمین که ازان سایهٔ فتاد ملک
نداد تا به ابد دستگاهِ پایهٔ کل

جمال و رنگ ز اورنگِ بادشاهِ زمن
نداد گیتی صد رنگ بر زمین و زمان

خدیوِ ملک و ملل بادشاهِ دین و دول
جهان کشاد به امدادِ قوتِ ایمان

جهان پناها شاهنشهے و دریا دل
محیطی از کرم و جود ایک بے پایان

ز سهم گرز و سنانت دلِ عدو جاوید
شود برابرِ زمین چون رگِ جهنده طپان

اران بود سرِ دشمن برنگِ سنگ سیاه
که از برائے حسامت بود مدام فسان

جلوسِ صاحبقرانِ ثانی

شوال ۱۰۴۴ھ کی چاند رات ، ۱۹ مارچ ۱۶۳۵ء کو رات کے نویں گھنٹے میں آفتابِ عالمتاب کی تحویل برجِ حوت سے برجِ حمل میں ہوئی جس سے سارے عالم میں عیش و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر چیز کو لیا نشو و نما حاصل ہوا ۔ لالہ و گل کے کھلنے سے ساری زمین چمن زار بن گئی ۔ بادشاہِ عالم نے اس تقریبِ سعید کی مناسبت سے ہر چھوٹے بڑے کو خلعت عطا کرکے اس طرح سرفراز کیا کہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر جگہ زرو برق کا عالم نظر آنے لگا ۔ موسمِ بہار کی روح افزائی سے ذرے ذرے میں جان سی پڑ گئی ۔ کوہ و دشت نے برف کا سفید سمور اتار پھینکا اور لالہ و گل کی کثرت سے چینی ریشم کی گلرنگ پوشاک پہن لی ۔ فصلِ بہار کی معجزہ طرازی سے دشت و کوہ بلکہ کھیتوں تک نے رنگ بدل لیا ۔ لالے اور گلاب کے پھولوں کی کثرت سے ہر چیز عنابی اور گلناری جوڑا پہنے نظر آتی تھی ۔ اسی موسم میں جب کہ عیش و نشاط کے جوش میں ہر چیز جامے سے باہر ہوئی جاتی تھی ، حضرت کشورِ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے بالخصوص خطۂ کشمیر کی سیر سے محظوظ ہوکر سال بھر بعد اکبر آباد واپس آئے ۔ آپ کی تشریف آوری سے دارالخلافے کی سرزمین آسمان کی ہمسر ہوئی ۔ یہاں حضرت نے دریا کے کنارے سامی گھاٹ کے نشیمن میں کمال عیش و نساط کے عالم میں حکم دیا کہ تفریح اور جشن کا تمام سامان تیار کیا جائے کہ حاصلِ عمر یہی ہے ۔ پھر نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں قلعۂ اکبر آباد میں داخل ہوئے ۔

اس مبارک تاریخ میں ایک کی جگہ تین عیدیں جمع ہوگئیں یعنی عیدالفطر، عیدِ نوروز ، حضرت کی واپسی کی عید ۔ حضرت کی داد و دہش سے امیدواروں

کی آرزوئیں بر آئیں ۔ اہلِ دنیا نے ہزار سال کے عیش کا ذخیرہ جمع کر لیا ۔ دولت خانے میں جشنِ نوروز کی محفل تو آراستہ ہی تھی ، تختِ طاؤس پر جلوس فرمانے کے لیے اس محفل کی زیب و زینت کو اور بڑھانے کا حکم دیا ۔ حضرت نے مہرِ عالمتاب کی طرح جو چوتھے آسمان کو اپنا مسکن بناتا ہے یا اُس نگینے کی مانند جو سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر جڑا ہوا تھا ، کمال تمکین اور جاہ و جلال کے ساتھ تختِ طاؤس پر قدم رکھا :

آوازہ شد اندریں کہن فرش
کاں سلطان استویٰ علی العرش

زیں عرش قوی نہاد شد دیں
بیں آیتِ کرسیِ فلک بیں

(سارے جہان میں دھوم مچ گئی کہ جس طرح پروردگار اپنے عرش پر قائم ہے ، شاہجہان تختِ طاؤس پر بیٹھا ہے ۔ اس تخت سے دینِ اسلام مضبوط ہوا ۔ عرش و کرسی کا نمونہ دیکھنا ہو تو دیکھ لو) ۔ محفلِ جشن کا شان و شکوہ کس طرح بیان کیا جائے ۔ گلشنِ فردوس کی طرح جواہر میں غرق اور رنگ برنگی پوشاکوں اور پارچوں کی کثرت سے رشکِ چمن بنی ہوئی تھی ۔ در و دیوار کی صفائی صبحِ صادق کو مات کرتی تھی ۔ جواہرات کی جگمگ آسمان کے ستاروں کو شرمندہ کر رہی تھی ۔ رنگین نقشین شامیانوں کی رونق کے سامنے آسمان کا رنگ ہیچ تھا ۔ محفل کا ہر گوشہ سراپائے معشوق کی طرح دل آویز تھا ۔ خوشی و خرمی کا یہ عالم کہ گلشنِ فردوس میں بھی یہ کیفیت نہ ہوگی ۔ غرض کہاں تک لکھا جائے ۔ اس محفل کی رونق کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ۔ انگیٹھیوں اور عود سوزوں میں سے لخلخوں اور خوشبوؤں کی لپٹ اٹھ رہی تھی ۔ ارگجے اور عود و عبیر کی خوشبو سے ساری انجمن طبلۂ عطار بلکہ سرزمینِ تتار بن گئی ۔ عود کا دھواں آسمان تک اور صندل کی خوشبو لامکاں تک پہنچی ۔ اربابِ نشاط نے رقص و سرود اور خوش ادائی سے کمر لچکا لچکا کر زاہدوں کا دل چھین چھین لیا ۔ رقاصاؤں کے گھنگروؤں نے وہ جادو جگایا کہ جوان تو کیا ، صد سالہ بوڑھے بھی کلیجا تھام کر

رہ گئے ۔ ٹھٹھرے ہوئے افسردہ مزاج بزرگوں کا جی سنسنانے لگا ۔ ان حور پیکر مہ جبینوں کا رقص کرتے کرتے چکر کھا کر بیٹھ جانا ، پھر یکایک اٹھنا ، تال دے دے کر ٹھوکریں الٹنا ، ایسا دلفریب منظر تھا کہ آسمان بھی وجد میں آ گیا ۔ جب یہ گل اندام نازنین ناز و انداز کے ساتھ کوئل کی طرح کوکتی تھیں تو عشّاق کے دل سینے سے نکل جاتے تھے ۔ پری زاد طوائفیں دف بجا بجا کر دیکھنے والوں کے دل چھین رہی تھیں ۔ غرض کرشمہ و ناز اور حسن و جمال کا ایک سیلاب تھا جو عقل و ہوش کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لیے جاتا تھا :

خوشی کی زمیں ہر طرف تھی بساط
لگے ناچنے اس پہ اہلِ نشاط

کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے
وہ پائوں کے گھنگرو چھنکتے ہوئے

وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ
دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

عجب نشاط بخش وقت تھا کہ روئے زمین سے دعاؤں کی آواز بلند تھی اور آسمان سے آمین کی صدائیں آ رہی تھیں ۔ آ گرے کا ہر شخص بارگاہِ خداوندی میں اس خاندانِ عالی شان کے واسطے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا تھا اور عنایاتِ الٰہی کا مرکز (شاہجہاں) آفتابِ تاباں کی طرح سخاوت کا ہاتھ کھول کر زمین پر سونے چاندی کی بارش کر رہا تھا ۔ مسکین محتاج جنھوں نے کبھی پیسے کی شکل نہ دیکھی تھی جھولیاں بھر بھر روپے اور اشرفیاں لے گئے ۔ المختصر سابقہ سالوں کی نسبت اس سال جشن کی زیب و زینت کچھ اور ہی تھی ۔ حضرت نے سب سے پہلے بوستانِ سلطنت کے نونہال شاہزادۂ ولی عہد داراشکوہ پر نظرِ عنایت فرمائی ۔ خلعتِ خاصہ ، موتیوں کی نادری اور دو لاکھ روپے انعام سے سرفراز کیا ۔ پھر شاہزادہ محمد شجاع اور اورنگ زیب جو اس خاندان کے چشم و چراغ اور سلطنت کے قرۃالعین

ہیں ، عنایات شاہی سے بہرہ مند ہوئے ۔ دونوں کو خلعت خاصہ ، نادری اور ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپے عطا فرما کر سربلندی بخشی ۔ سلطان مراد بخش کو خلعت ، نادری اور ایک لاکھ روپے عنایت کیے ۔ یمین الدولہ آصف خاں کو خلعت خاصہ ، چار قب زردوز اور شمشیر مرصع عطا کر کے سرفراز فرمایا ۔ خانخاناں کا خطاب اور سپہ سالاری کا منصب جس سے اونچا عہدہ اس سلطنت میں اور کوئی نہیں ، مزید عطا ہوا ۔ یہ خطابات دیتے وقت حضرت نے فرمایا کہ لکبت و پریشانی کے عالم میں ہم نے یہ خطابات مہابت خاں کو جنیر میں عنایت کیے تھے ۔ بعد ازاں اپنی بات کا پاس رکھتے ہوئے ہم نے یہ خطابات اسی کے نام پر بحال رکھے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت جہانگیر کے انتقال کے بعد سے ان خطابوں کے حق دار آصف خاں ہی تھے ۔ اب مہابت خاں کے انتقال کے بعد ہم یہ خطابات خان والا شان کو عطا کرتے ہیں ۔ اس موقع پر حضرت نے سید خان جہاں کو ترقی دے کر پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دی ۔ بنگالے کی صوبے داری اعظم خاں کے نام سے ہٹا کر اسلام خاں میر بخشی کو عطا کی ۔ اس کا منصب پنج ہزاری ذات و سوار تھا ، اب ان میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر کیے ۔ جعفر خاں کو ترقی دے کر چہار ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر اور شیخ فرید کو دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ فیروز خان ناظر محل کو دو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا رتبہ عطا فرمایا ۔ ہر روز مختلف سرداروں کو ایک سو بیس خلعت تقسیم ہوتے رہے یہاں تک کہ نو دن کے عرصے میں ایک ہزار خلعت تقسیم ہوئے ۔

شاہزادوں اور ذیجاہ امرا کی پیشکشیں جو حضرت کی نظر انور سے گزریں ، یہ ہیں : شاہ شجاع کے پیش کردہ نوادر اور چھ ہاتھی دو لاکھ بیس ہزار روپے قیمت کے تھے ۔ آصف خاں نے مختلف ملکوں کی نفیس و نایاب چیزیں نیز جواہرات اور مرصع تخت رواں پیش کیے ۔ ان کی قیمت پانچ لاکھ روپے آنکی گئی ۔ عبداللہ خاں کے پیش کردہ مرصع آلات ، طلائی ظروف ، زر دوزی زربفت تھان اور چھبیس ہاتھی چار لاکھ روپے قیمت کے ٹھہرے ۔

عبداللہ خاں کے ساتھ رتن پور کا زمیندار حاضر ہوا تھا ؛ اس نے نو ہاتھی اور دو لاکھ روپے حاضر کیے ۔ علامی افضل خاں ، اسلام خاں ، شائستہ خاں ، سیف خاں ، جعفر خاں میں سے ہر ایک نے ایک ایک لاکھ روپے قیمت کے جواہرات اور پارچات پیش کیے ۔ باقر خاں نے اسی ہزار روپے کی پیشکش دی ۔ مختصر یہ کہ آغازِ نوروز سے شرفِ آفتاب کے دن تک حضرت نے تیس لاکھ روپے کی پیشکش قبول فرمائیں ۔ بعض ضبطِ تحریر میں آئیں ، بعض نہ لکھی جا سکیں ۔

۱۰ فروردیں (۳۰ مارچ ۱۶۳۵ء) کو داراشکوہ کے دولت خانے پر شاہزادہ سلیمان شکوہ کی ولادت کا جشن منعقد ہوا ۔ تاخیر اس لیے ہوئی کہ اس کی ولادت دہلی سے آتے ہوئے آگرے کے قریب راستے میں ہوئی ۔ شاہزادہ داراشکوہ کی حویلی میں حضرت کی تشریف آوری اور مبارک باد و تہنیت کی دھوم سے بڑی رونق ہوئی ۔ ولی عہد نے پا انداز اور نچھاور کے آداب ادا کرنے کے بعد حضرت کی اس عنایت کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ۔ پھر بیش بہا پیشکش جو نادر تحفوں اور جواہرات پر مشتمل تھی حاضر کی ۔ حضرت نے اس محفل میں نومولود شاہزادہ سلیمان شکوہ کو حضور میں طلب فرما کر اپنی آنکھیں اس نور چشم سلطنت کے دیدار سے روشن کیں ۔ آپ کے ایما سے شاہزادہ داراشکوہ نے زر دوز پارچات کی دو گٹھریاں اور شمشیر مرصع یمین الدولہ کو عطا کیں ۔ خود حضرت نے خلعتِ خاصہ اور زرنفتی چار قب عبداللہ خاں فیروز جنگ اور علامی افضل خاں کو عنایت فرمائے ۔ اسلام خاں ، شائستہ خاں ، خان عالم ، میر جملہ ، جعفر خاں ، اعتقاد خاں اور موسوی خاں کو خلعت اور فرجی عطا ہوئیں ۔ ہزاری ذات تک کے تمام منصب داروں کو صرف خلعتیں عنایت کی گئیں ۔ حضرت نے سارا دن نشاط و انبساط میں وہیں بسر کیا بلکہ خاصہ بھی وہیں تناول فرمایا ۔

۱۲ فروردیں (۲ اپریل ۱۶۳۵ء) کو حضرت نے مخملی زربفت کا وہ شامیانہ ملاحظہ فرمایا جو صوبہ دار گجرات سپہدار خاں نے چوراسی ہزار

روپے کی لاگت[1] سے تیار کرواکر بطور پیشکش ارسال کیا تھا۔ ستون چاندی کے تھے جن پر سنہری ملمع تھا۔ ۱۹ فروردین (۹ اپریل ۱۶۳۵ء) کو دولت خانہ شاہی میں شرف آفتاب کا جشن منایا گیا۔ جواہرات اور طلائی مینا کاری سے قصر سلطنت کے در و دیوار اس طرح جگمگاتے تھے کہ چرخ چہارم کی چمک دمک نظروں سے گر گئی۔ دودمان تیموری کے چشم و چراغ شاہجہاں صاحبقران ثانی نے اس انجمن میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر ایسی سخاوت کی کہ ابر نیسان شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں نے زر و گوہر سمیٹ سمیٹ کر جھولیاں بھر لیں۔ حضرت نے یمین الدولہ کو طلائی عماری اور ساز والا فیل خاصہ، ایک ہتھنی اور طلائی زین والے دو گھوڑے عطا فرمائے۔ میر بخشی کے عہدے پر اسلام خاں کی جگہ میر جملہ کا تقرر ہوا۔ پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ باقر خاں صوبہ دار دہلی کو صوبہ جون پور کا انتظام سپرد کیا گیا۔ اس کی جگہ اصالت خاں صوبہ دار دہلی مقرر ہوا جسے ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا۔

۱۷ ذی قعدہ ۱۰۴۴ھ (۴ مئی ۱۶۳۵ء) نواب غفران مآب ملکہ ممتاز محل کے انتقال پرملال کی تاریخ تھی۔ حضرت نے سالانہ دستور کے مطابق ملکہ قدسیہ صفات کے ایصال ثواب کی غرض سے عالم، فاضل، عابد، زاہد، کلام اللہ کے حافظ اور متعدد دین دار بزرگ جنھیں شاہی اصطلاح میں 'اصحاب سعادت' کہتے ہیں، مزار پرنور پر جمع فرمائے۔ پھر دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے خود تشریف فرما ہوئے اور پچیس ہزار روپے مستحق حاجت مندوں کو تقسیم کیے۔ زنانہ انجمن میں بھی بیوہ عورتوں، بے سہارے بڑھیوں اور محتاج پاک دامن بیبیوں کو بھی اتنی ہی رقم تقسیم کی گئی۔ ۱۸ ذی قعدہ (۵ مئی ۱۶۳۵ء) کو نذر محمد خاں والی بلخ کا ایلچی نابھرہ بیگ آگرہ کے قریب پہنچا۔ آداب دانی، شائستگی اور سنجیدگی سے اتنا بے بہرہ

۱۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید میں اس شامیانے کی لاگت ایک لاکھ روپے لکھی ہے۔

عبداللہ خاں کے ساتھ رتن پور کا زمیندار حاضر ہوا تھا ؛ اس نے لو ہاتھی اور دو لاکھ روپے حاضر کیے ۔ علامی افضل خاں، اسلام خاں، شائستہ خاں، سیف خاں، جعفر خاں میں سے ہر ایک نے ایک ایک لاکھ روپے قیمت کے جواہرات اور پارچات پیش کیے ۔ باقر خاں نے اسی ہزار روپے کی پیشکش دی ۔ مختصر یہ کہ آغاز نوروز سے شرف آفتاب کے دن تک حضرت نے تیس لاکھ روپے کی پیشکش قبول فرمائیں ۔ بعض ضبط تحریر میں آئیں، بعض نہ لکھی جا سکیں ۔

۱۰ فروردیں (۳۰ مارچ ۱۶۳۵ء) کو داراشکوہ کے دولت خانے پر شاہزادہ سلیمان شکوہ کی ولادت کا جشن منعقد ہوا ۔ تاخیر اس لیے ہوئی کہ اس کی ولادت دہلی سے آتے ہوئے آگرے کے قریب راستے میں ہوئی ۔ شاہزادہ داراشکوہ کی حویلی میں حضرت کی تشریف آوری اور مبارک باد و تہنیت کی دھوم سے بڑی رونق ہوئی ۔ ولی عہد نے پا انداز اور نچھاور کے آداب ادا کرنے کے بعد حضرت کی اس عنایت کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ۔ پھر بیش بہا پیشکش جو نادر تحفوں اور جواہرات پر مشتمل تھی حاضر کی ۔ حضرت نے اس محفل میں نومولود شاہزادہ سلیمان شکوہ کو حضور میں طلب فرما کر اپنی آنکھیں اس نور چشم سلطنت کے دیدار سے روشن کیں ۔ آپ کے ایما سے شاہزادہ داراشکوہ نے زر دوز پارچات کی دو گٹھریاں اور شمشیر مرصع یمین الدولہ کو عطا کیں ۔ خود حضرت نے خلعتِ خاصہ اور زربفتی چار قب عبداللہ خاں فیروز جنگ اور علامی افضل خاں کو عنایت فرمائے ۔ اسلام خاں، شائستہ خاں، خان عالم، میر جملہ، جعفر خاں، اعتقاد خاں اور موسوی خاں کو خلعت اور فرجی عطا ہوئیں ۔ ہزاری ذات تک کے تمام منصب داروں کو صرف خلعتیں عنایت کی گئیں ۔ حضرت نے سارا دن نشاط و انبساط میں وہیں بسر کیا بلکہ خاصہ بھی وہیں تناول فرمایا ۔

۱۲ فروردیں (۲ اپریل ۱۶۳۵ء) کو حضرت نے مخملی زربفت کا وہ شامیانہ ملاحظہ فرمایا جو صوبہ دار گجرات سپہدار خاں نے چوراسی ہزار

روپے کی لاگت[1] سے تیار کرواکر بطور پیشکش ارسال کیا تھا۔ ستون چاندی کے تھے جن پر سنہری ملمع تھا۔ ۱۹ فروردین (۹ اپریل ۱۶۳۵ء) کو دولت خانۂ شاہی میں شرف آفتاب کا جشن منایا گیا۔ جواہرات اور طلائی مینا کاری سے قصر سلطنت کے در و دیوار اس طرح جگمگانے تھے کہ چرخ چہارم کی چمک دمک نظروں سے گر گئی۔ دودمان تیموری کے چشم و چراغ شاہجہاں صاحبقران ثانی نے اس انجمن میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر ایسی سخاوت کی کہ ابر نیساں شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں نے زر و گوہر سمیٹ سمیٹ کر جھولیاں بھر لیں۔ حضرت نے یمین الدولہ کو طلائی عماری اور ساز والا فیل خاصہ، ایک ہتھنی اور طلائی زین والے دو گھوڑے عطا فرمائے۔ میر بخشی کے عہدے پر اسلام خان کی جگہ میر جملہ کا تقرر ہوا۔ پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ باقر خان صوبہ دار دہلی کو صوبۂ جون پور کا انتظام سپرد کیا گیا۔ اس کی جگہ اصالت خان صوبہ دار دہلی مقرر ہوا جسے ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا۔

۱۷ ذی قعدہ ۱۰۴۴ھ (۴ مئی ۱۶۳۵ء) نواب غفران مآب ملکہ ممتاز محل کے انتقال پرملال کی تاریخ تھی۔ حضرت نے سالانہ دستور کے مطابق ملکۂ قدسیہ صفات کے ایصال ثواب کی غرض سے عالم، فاضل، عابد، زاہد، کلام اللہ کے حافظ اور متعدد دین دار بزرگ جنھیں شاہی اصطلاح میں 'اصحاب سعادت' کہتے ہیں، مزار پرنور پر جمع فرمائے۔ پھر دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے خود تشریف فرما ہوئے اور پچیس ہزار روپے مستحق حاجت مندوں کو تقسیم کیے۔ زنانہ انجمن میں بھی بیوہ عورتوں، بے سہارے بڑھیوں اور محتاج پاک دامن بیبیوں کو بھی اتنی ہی رقم تقسیم کی گئی۔ ۱۸ ذی قعدہ (۵ مئی ۱۶۳۵ء) کو نذر محمد خان والی بلخ کا ایلچی نابھرہ بیگ آگرہ کے قریب پہنچا۔ آداب دانی، شائستگی اور سنجیدگی سے اتنا بے بہرہ

۱۔ بادشاہ نامۂ عبدالحمید میں اس شامیانے کی لاگت ایک لاکھ روپے لکھی ہے۔

تھا کہ اسم باسمٰی کی حقیقت آشکار ہوگئی۔ حکم والا کے مطابق تربیت خاں اس کے استقبال کو گیا اور ہمراہ لاکر بارگاہِ شاہی میں حاضر کیا۔ سب سے پہلے شاہی یساولوں نے اسے تسلیم و کورنش کے شاہی آداب سکھائے۔ جب آستاں بوسی کی سعادت حاصل کر چکا تو ایک عدد باز طویغون، دو عدد شنقار اور نو عدد چرغ نیز نذر محمد خاں کا مراسلہ بہت ادب کے ساتھ پیش کیے۔ مذکورہ بالا شکاری پرندوں میں سے ایک تو ہرنوں کے شکار میں ماہر تھا، باقی آٹھ کونجوں اور کلنگوں کے شکار میں طاق تھے۔

چرغ اور شنقار کونجوں مرغابیوں کا شکار بڑی رغبت سے کرتے ہیں۔ توران و ترکستان کے بادشاہوں کے سوا کسی اور کو یہ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی دولت مند چرغ یا شنقار خرید لے تب بھی کچھ حاصل نہیں کیونکہ چرغ وغیرہ سے مرغابیوں کلنگوں کو شکار کرنے کی اجازت کسی اور کو نہیں ہے۔ ان کے شکار کا قاعدہ یہ ہے کہ کونجیں اور کلنگ جس جھیل پر اترے ہوں انھیں قال تاز (ہانکا کرنے والے سوار) گھیر لیتے ہیں۔ پھر بہت سے میر شکار نقارے بجا بجا کر انھیں بھڑکا دیتے ہیں۔ جب کونجیں اڑ کر باہر نکلنا چاہتی ہیں تو قال تاز اور میر شکار نقاروں اور ہای و ہو کی آواز سے انھیں پھر مرکزی حصے کی طرف واپس اڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس طرح یہ خوف زدہ پرندے کبھی ایک طرف کبھی دوسری جانب اڑ کر جاتے ہیں لیکن نکلنے کی راہ نہیں پاتے۔ بالآخر ادھر ادھر جانے کے بجائے کونجیں اوپر کی جانب پرواز کرتی ہیں۔ اس وقت یہ لوگ شنقار اور چرغ (شکرہ) وغیرہ کو ان پر چھوڑتے ہیں۔ یہ بلندی پر جا کر کونجوں پر اپنے زبردست چنگل مارتے ہیں جس کے صدمے سے کونجیں نیچے اترنے لگتی ہیں اور بالآخر ان کے پنجوں میں پھنس جاتی ہیں۔ ایک بھی بچ کر نہیں نکل سکتی۔

اگلے روز تابہرہ بیگ ایلچی نے نذر محمد خاں کی باقی پیشکش نظرِ عالی سے گزاری۔ اس میں ایک سو گھوڑے، پچاس اونٹ اور سالدنیاں، سو من لاجورد پتھر، پوستین اور سمور کے چند جامہ وار، قالین، نمد تکیہ، بلغار، عمدہ چینی برتن، عراق کے تحفے، ماوراء النہر کی دستکاری کے

نادر نمونے شامل تھے۔ سب کی قیمت ستر ہزار روپے آنکی گئی ۔ ۲۰ ذیقعدہ ، ۷ مئی ۱۶۳۵ء کو نابھرہ بیگ ایلچی نے اپنی طرف سے چالیس گھوڑوں ، ۳۵ سانڈنیوں اور اونٹوں ، چند سموری پوستین اور وہاں کے تحفوں کی پیشکش حاضر کی ۔ حضرت نے اُسے خلعتِ خاصہ ، پیش قبض مرصع ، چار سو تولے سونے کی اشرفی جسے کوکب طالع کہتے ہیں ، اور چار چار سو تولے چاندی کے بارہ روپے عطا فرما کر سرفراز کیا ۔ بلخ کی سوغاتوں کا تحویلدار خواجہ یاقوت تھا ، اُسے ایک خلعت، سو تولے سونے کی اشرفی اور سو تولے چاندی کا روپیہ عنایت ہوئے ۔

جُھجھار سنگھ بُندیلہ اور اُس کے بیٹے بکرماجیت کی سرکشی نیز دیگر واقعات

قاعدہ ہے کہ جس شخص کے برے دن آ جاتے ہیں تو کسی کی سعی و سفارش کارگر نہیں ہوتی ۔ ستارہ گردش میں آتا ہے تو کوئی اس کا چارہ نہیں کر سکتا ۔ تیرہ بختی کی سیاہی کسی کے چھڑانے سے نہیں چھوٹتی ۔ وجہ یہ ہے کہ بدبختوں بدطینتوں کی حمایت کرنا گویا قضائے الٰہی سے جنگ کرنا ہے اور غلط اندیش فسادیوں کی اصلاح گویا تقدیر سے مقابلہ کرنے کے برابر ہے ۔ بدبخت جھجھار سنگھ کے عروج و زوال کی داستان سے یہی بات ثابت ہوتی ہے ۔ اس بدنصیب برگشتہ بخت کے باپ نرسنگھ دیو کو جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے سرفراز فرما کر وہ عروج بخشا کہ بندیل کھنڈ جیسا وسیع علاقہ ، بے شمار لشکر اور بے اندازہ خزانہ اُس کے قبضے میں آ گیا ۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ، ہندوستان کے تمام راناؤں بلکہ راجاؤں سے اس کی شان و شوکت ہزار درجہ زیادہ ہو گئی ۔ بالآخر اُس بدنصیب نے خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری اور سرکشی کرکے اپنی خانہ خرابی کی ۔ حضرت نے اس کی تنبیہ کے لیے افواجِ قاہرہ کو تعینات کیا یہاں تک کہ وہ چاروں طرف سے نرغے میں پھنس کر عاجز ہو گیا ۔ تاہم اس وقت تک اُس کی تباہی کا فرمان قضا و قدر کے کارخانے سے جاری نہیں ہوا تھا لہٰذا معافی مل گئی ۔ چند امرا کو اپنا شفیع بنا کر امان حاصل کر لی اور

بدستور دولت و اقبال کی مسند پر بیٹھ گیا ۔ ان دنوں دکن کی مہم درپیش تھی ۔ اُسے بھی لشکر میں شامل کر لیا گیا ۔ وہاں اس نے بہت سے کارنامے دکھائے ۔ پھر دکن کے صوبے دار مہابت خاں خانخاناں سے اجازت لے کر اپنے علاقے میں چلا آیا ۔ بیٹے کو اپنی جگہ لشکر میں چھوڑا ۔

قاعدہ ہے کہ ہوا و ہوس کے تقاضے سے انسان ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے کہ بالآخر لالچ کے ہاتھوں تباہی کا منہ دیکھتا ہے ۔ جھجھار سنگھ کے برے دن جو آئے تو اپنے علاقے میں آتے ہی اُسے یہ سودا ہوا کہ چورا گڑھ کا قلعہ بھیم نراین سے چھین لے ، بھیم نراین پشت ہا پشت سے اس علاقے کا زمیندار اور قلعے کا مالک تھا ۔ جھجھار سنگھ اُس پر جا چڑھا اور اس سختی سے قلعے کا محاصرہ کیا کہ بھیم نراین نے مجبور ہوکر امان طلب کی ۔ جھجھار بے ایمان نے گنگا جل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تو بھیم نراین مطمئن ہوکر قلعے سے نکل آیا ۔ اس بدعہد نے اُس بیچارے کو بیٹوں ، بھانجوں ، بھیجوں ، عزیزوں اور نوکروں سمیت ایک جگہ اکٹھا کرکے ذبح کر ڈالا اور چورا گڑھ کے قلعے پر جو سامان اور خزانے سے معمور تھا ، قبضہ کر لیا ۔ جن دنوں بھیم نراین بے خطا مارا گیا ، اس کا ایک بیٹا جو کبھی پہلے پیشکش لے کر خان دوراں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا تھا ، آگرے میں موجود تھا ، اُس نے جھجھار کے اس ظلم کی فریاد دربارِ شاہی میں کی ۔

حضرت نے یہ واقعہ سنتے ہی عتاب و خطاب سے بھرا ہوا فرمان جس میں تنبیہ و تادیب کے مضمون اور نصیحتیں درج تھیں ، اُس کے نام ارسال کیا ۔ فرمانِ مذکور میں اُس کے تمام بیہودہ کاموں بالخصوص اُس کمبخت کی بدعہدی اور بھیم نراین کو مع متعلقین بلا اجازت بے وجہ قتل کر دینے پر سرزنش درج تھی ۔ چورا گڑھ کے علاقے اور قلعے کے مال و اسباب پر قبضہ کر لینا گویا علاقۂ بادشاہی پر تصرف کرنا تھا ۔ فرمان میں ان تمام باتوں کا حوالہ دے کر تہدید آمیز ہدایتیں بھیجی گئیں جن میں سے پہلی یہ تھی کہ چورا گڑھ کا تمام علاقہ بادشاہی کارندوں کے سپرد کرو اور بھیم نراین کے مال و اسباب نیز خزانے کا دس لاکھ روپیہ خزانۂ شاہی میں داخل

کر دو ۔ اس کے باوجود از روئے مرحمت اُس بد افعال شرارت شعار کو یہ بھی لکھا کہ اگر چورا گڑھ کے علاقے کی ہوس ایسی ہی ہے تو اتنی ہی مالیت کے پرگنے اپنے علاقے میں سے نکال کر بادشاہی کارندوں کے سپرد کر دیے جائیں ۔

شاہی فرمان سندر کب رائے کے ہاتھ ارسال کیا گیا ۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی جھجھار سنگھ کے وکیل نے جو دربار شاہی میں حاضر تھا ، ان تمام باتوں کی خبر اپنے آقا کو بھیج دی تھی ۔ جھجھار کے دل میں خود سری کا سودا سمایا ہوا تھا ، فرمانِ شاہی کی تعمیل کے بجائے بغاوت پر آمادہ ہو گیا ۔ اپنے بیٹے بکرماجیت کو جو خان زماں کے ہمرکاب دکن کی مہم میں شریک تھا ، بالا بالا خط بھیج دیا کہ جس طرح ممکن ہو شاہی لشکر سے بھاگ کر میرے پاس چلے آؤ ۔ ادبار سر پر منڈلا رہا تھا ، وہ نادان احمق بھی ازلی خوش نصیبی کا دامن چھوڑ کر بدبختی و بدنصیبی کی خاک اڑاتا ہوا وطن کی طرف روانہ ہوگیا ۔ اگرچہ خان زماں کو بالا گھاٹ میں بہت سے معاملات در پیش تھے لیکن بکرماجیت کا تعاقب کرنے سے باز رہا ۔ اسی طرح جب وہ آوارہ بخت مالوے کے علاقے سے گزرا تو اللہ ویردی خان صوبے دار کو بھی اُسے روکنے کی توفیق نہ ہوئی ۔ خان دوران اُن دنوں پائیں گھاٹ کا انتظام کرنے کے لیے برہان پور میں موجود تھا ؛ بکرماجیت کے فرار کی اطلاع ملتے ہی اپنے رفیقوں یعنی راجا بہار سنگھ ، چندرسین بندیلہ ، مادھو سنگھ ہاڈہ ، راؤ کرن ، نظر بہادر خویشگی ، میر فضل اللہ وغیرہ کو ہمرکاب لے کر اس کے پیچھے لگا کہ اُس کے وطن تک پہنچنے کی نیت سے یلغار کرتا ہوا چلا ۔

پانچ روز کی یلغار کے بعد خان دوران نے صوبۂ مالوہ کی حد پر موضع آسنہ کے قریب بکرماجیت کو جا لیا ۔ پہلے ہی حملے میں اُس کی فوج کو ایسا تہس نہس کر ڈالا گویا گھاس پھونس کے تنکے تھے جو تلوار کی آنچ لگتے ہی بھسم ہو گئے ۔ ڈھائی سو آدمی تو وہیں کھیت رہے ۔ وہ تیرہ بخت خود بھی زخمی ہوا لیکن کسی طرح میدان سے بھاگ نکلا ۔ سپاہی جو شکست کے بعد پراگندہ ہوگئے تھے دوبارہ جمع ہوکر اُس کے ساتھ مل گئے ۔

اب یہ سب گمراہ گھنے جنگلوں ، پہاڑوں میں سے ہوتے ہوئے جن کا راستہ
ان جنگلیوں کے سوا کسی اور کو نہیں آتا ، بڑھتے رہے یہاں تک کہ
موضع دھاموتی میں بکرماجیت اپنے باپ سے جا ملا ۔ جب حضرت کو خبر
لگی کہ باپ بیٹا دونوں گمراہی و سرکشی میں شریک ہوگئے ہیں تو تین
بہادر سرداروں کی ماتحتی میں بیس ہزار تجربہ کار جنگی سپاہیوں کی فوج اُس
کی سرکوبی کے واسطے تعیناب فرمائی ۔ پہلا سردار عبداللہ خاں فیروز جنگ
تھا جسے ججھار کی تنبیہ کے بعد واپسی کی اجازت مل گئی تھی ۔ وہ
واپس آ رہا تھا جو راستے میں فرمان بھیجا کہ اُس بدعقل کی گوشمالی کے لیے
دوبارہ جاؤ ۔ بکرماجیت کو شکست دینے کے بعد خان دوران مالوے کے
نواح میں شاہی احکام کا منتظر تھا ۔ دربار شاہی سے فرمان جو پہنچا تو وہ
بھی اُن شیطانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا ۔ اُس کے ہمرکاب دیبی سنگھ
بندیلہ ، راجا بھارت ، مادھو سنگھ ہاڈہ ، لطر بہادر خویشگی ، اُس کا بھائی
یٰسین خاں ، احداد خاں مہمند ، حبیب خاں سوری اور مالوے کے تمام
کومکی سردار تھے ۔ غرض خان دوراں کے ہمرکاب چھ ہزار سوار تھے ۔
مالوے کی صوبے داری اللہ ویردی خاں کے نام سے ہٹا کر خان دوراں کے نام
کردی گئی ۔ اللہ ویردی کو برہان پور کا انتظام سپرد ہوا ۔ دارالخلافہ آگرہ
سے سید خاں جہاں کو بھیجا گیا ۔ اُس کے ہمرکاب سردار خاں ، راؤ امر سنگھ
راٹھور ولد راجا گج سنگھ ، مختار خاں ، کشن سنگھ بھدوریہ ، قلعہ دار خاں ،
خان جہاں کاکڑ ، کرپا رام ، کوروجی رام ، بڈگوجر ، ہادی داد انصاری ،
راؤ رتن کا پوتا اندرسال ، جگن ناتھ کچھواہہ کا پوتا روپ سنگھ ، کچھ اور
منصب دار نیز یمین الدولہ کے پانچ سو سوار تھے ۔ ان سب کی تعداد آٹھ ہزار
سوار ہوئی ۔ بہادر خاں اپنی جاگیر پر واپس جا رہا تھا ، اُسے فرمان پہنچا
کہ مانڈوہ کے زمیندار راجا امر سنگھ ، احمد بیگ خان ، چندرسین بندیلہ ،
راجا سارنگ دیو اور دوسرے منصب داروں کو ہمراہ لے کر کہ اُن سب
کی فوجوں کی تعداد چھ ہزار تھی ، عبداللہ خاں فیروز جنگ کے لشکر میں
شامل ہو جائے ۔ اس فوج کا دیوان ، بخشی اور واقعہ نویس علیحدہ مقرر ہوئے ۔
خان دوراں کو حکم تھا کہ چندیری کے راستے روانہ ہو اور قصبہ

بھور کے پاس چھاؤنی کرکے برسات وہیں گزارے ۔ خان فیروز جنگ کو ہدایت ہوئی کہ موضع ایرچ سے جھجھار سنگھ کے سپاہیوں کو نکال دے اور بھاندیر کے نواح میں برسات کا موسم بسر کرے ۔ خان جہاں کو موضع سانوں میں برسات گزارنے کا حکم ہوا ۔ مزید ہدایت یہ تھی کہ بارشیں ختم ہونے کے بعد تینوں سردار مل کر بدبخت جھجھار سنگھ پر حملہ کریں اور اُسے علاقے سے نکال دیں ۔ اب دونوں تیرہ بختوں یعنی باپ بیٹے کی آنکھیں کھلیں ۔ سمجھ گئے کہ بادشاہی فوجِ ظفر موج ہمارے وطن کے چپے چپے پر قابض ہو جائے گی اور تیغِ آبدار کی آنچ جلا کر خاک کر ڈالے گی ۔ ہوش و حواس نے جواب دے دیا ، حیران رہ گئے ۔ بادشاہی لشکر تین طرف سے یلغار کرنے والا تھا ۔ ظاہر تھا کہ بربادی کا وقت قریب آ پہنچا ہے ۔ عزت و اقبال کی ٹوٹی دیوار اس سیلاب میں بہہ جائے گی ۔ مجبور ہو کر یمین الدولہ آصف خاں کا سہارا لیا اور بڑی رقت آمیز التجائیں کرکے امان مانگی ۔ یہ التماس بھی کی کہ اگرچہ طرح طرح کی گستاخیاں اور گناہ ہم سے سرزد ہوئے اور ہم ہر قسم کی سزا کے مستحق ہیں ، تاہم پرانے زرخریدہ غلام ہیں ۔ خود دربارِ شاہی میں آکر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے ، اگر از رہِ کرم کسی امیر کو دربار سے بھیج دیا جائے اور وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر حضورِ پرنور میں حاضر کر دے تو اُس کی زبان سے اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کو بارگاہِ بادشاہی میں بیان کریں ۔ کوئی معقول عذر تو ہمارے پاس نہیں تاہم دیرینہ غلام سمجھ کر جاں بخشی فرمائی جائے ۔

اُن تیرہ بختوں کی یہ عرض داشت یمین الدولہ خانخاناں کی وساطت سے بارگاہِ سلطنت میں پیش ہوئی ۔ چونکہ حضرت کی طبیعت میں عفو و کرم شامل ہے اور جرم بخشی اور خطا پوشی حضرت کا شعار ہے لہٰذا گناہگاروں کی خطائیں معاف کرنے کے لیے ذرا سا بہانہ کافی ہوتا ہے ۔ اس مرتبہ بھی حجت تمام کرنے نیز امان مانگنے والوں کو پناہ دینا واجب سمجھتے ہوئے آپ نے اُن کی التماس منظور فرمائی ۔ کچھ عرصہ پہلے سندر کب رائے کو بھیجا تھا کہ جھجھار سنگھ کو نشیب و فراز سمجھائے ۔ وہ اُس کے معافی مانگنے کی خبر سنتے ہی راستے میں سے واپس لوٹ آیا ۔ اس مرتبہ حضرت

نے پھر اُسے بھیجا کہ جا کر جھجھار سنگھ کا دلی منشا معلوم کرو۔ یہ بھی ارشاد کیا کہ اگر اتنی شوخی اور گستاخی کے باوجود وہ بد سرشت تیس لاکھ روپے بطور پیشکش بھیجے ، جورا گڑھ کے بجائے اپنے علاقے کا پرگنہ ساہوان بادشاہی کارندوں کے حوالے کر دے اور اپنے بیٹے بکرماجیت کو مقررہ فوج کے ساتھ بالاگھاٹ کی مہم میں شرکت کے لیے روانہ کردے نیز اپنی جگہ اپنے ولی عہد پوتے کو دربار شاہی میں حاضر رہنے کے لیے بھیج دے تو ما بدولت اس مرتبہ بھی اُس مفسد کی خطاؤں سے چشم پوشی فرمائیں گے۔ یہ فرمان بھی بھیج دیا کہ سندر کب کی واپسی تک تینوں سردار یعنی سید خان جہان ، عبداللہ خاں فیروز جنگ اور خان دوران اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ زمانۂ قدیم سے قوم بندیلہ کی سرداری راجہ دیبی سنگھ بندیلہ کے باپ دادا کو حاصل تھی۔ جب شیطان سرت جھجھار کے باپ نرسنگھ دیو نے جہانگیر بادشاہ کے ایماء سے ابوالفضل کو قتل کر دیا تو انھوں نے یہ سرداری نرسنگھ دیو کو عطا فرما دی۔ اب حضرت نے بدستورِ سابق دیبی سنگھ کو قوم بندیلہ کا سردار مقرر کیا۔ راجا کا خطاب ، سہ ہزاری ذات اور سوار کا منصب ، خلعت ، گھوڑا ، نقارہ اور اوندچھہ کی زمینداری اسے عطا فرمائی۔

سندر کب نے جھجھار کے پاس پہنچ کر بہت سی دانش افزا نصیحتیں کیں ؛ نشیب و فراز سمجھایا ، لیکن بد بختی اور ادبار اس طرح اُس کمبخت کے پیچھے پڑے تھے کہ ایک دم کو تنہا نہ چھوڑتے تھے۔ زمانہ اُسے طرح دے دے کر اس کی تباہی و بربادی کو ملتوی کرتا تھا اور وہ سیاہ بخت اس مہلت کو غنیمت سمجھنے کے بجائے خانہ خرابی کو دعوت دے رہا تھا۔ آخر یہ نوبت آئی کہ سندر کب رائے کی نصیحت سے منہ موڑ کر اُسے ناکام واپس بھیج دیا۔ اُس نے واپس آ کر اُس ابلیس کے حالات اور ناپاک ارادے بڑی شائستگی کے ساتھ حضورِ پرنور میں عرض کیے۔ اُس کی تمام تازہ حرکتیں ، سیہ کاریاں اور گستاخیاں بیان کیں اور بتایا کہ وہ بدبخت اپنے وسیع علاقے کے دشوار گزار راستوں ، گھنے جنگلوں اور مضبوط قلعوں پر مغرور ہے۔ ملک و مال اور لشکر پر اعتماد کر کے حلقہ بگوشی اور اطاعت سے منحرف ہو چکا ہے۔

الغرض جب ہرطرح حجت تمام ہوچکی تو خدا کے عذاب اور خداوندِ مجازی کے انتقام کی تلوار بے نیام ہو گئی ۔ اس سے پہلے حضرت نے تینوں سرداروں کو توقف کرنے کا حکم بھیجا تھا اب فرمان صادر ہوا کہ تینوں سردار اپنے لشکر لے کر اس کافر عمت کا ایسا استیصال کریں کہ نام و نشان باقی نہ چھوڑیں ۔ حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اگرچہ یہ سردار اپنی اپنی خدمت جداگانہ انجام دے سکتے ہیں لیکن کوئی ذیجاہ منصب دار ایسا ہونا ضروری ہے جو ان تینوں سرداروں کو اپنے زیرِ فرمان رکھ کر یک جہتی کے ساتھ متحد کرے اور مہم کا سرانجام ٹھیک ٹھیک کر سکے ، لہٰذا طے فرمایا کہ یہ خدمت شاہزادۂ دانشمند، جوان بخت، بلند اقبال سلطان اورنگزیب بہادر کو سونپی جائے کیونکہ کسی سردار کو اُن کے حکم کی تعمیل سے انکار کی مجال نہ ہوگی ۔ چنانچہ سبھوں کو فرمان بھیجا کہ ہر حال اور ہر موقع میں شاہزادۂ دانشمند کے احکام کی تعمیل کریں یہاں تک کہ کوچ اور قیام تک کی اطلاع شاہزادے کو دیتے رہیں ۔ اُس کی ہدایتوں پر کار بند ہوں اور اُس کی مرضی کے خلاف اقدام نہ کریں کہ شاہزادۂ والا جاہ عقل و دانش کا پیکر اور صائب الرائے ہے ۔

۵ مہر (۱۵ ستمبر ۱۶۳۵ء) کو حضرت نے مبارک ساعت میں شاہزادہ اورنگ زیب کے منصب دس ہزاری ذات چار ہزار سوار پر ایک ہزار سوار کا مزید اضافہ فرمایا ۔ خلعت خاص ، شمشیرِ مرصع ، جمدھر مرصع ، پھول کٹارہ ، طرہ مرصع ، تین قبچاق گھوڑے جن میں سے دو کے طلائی زین تھے ، نقرئی ساز اور زربفتی مخمل کی جھول والا فیل خاصہ اور ہتھنی مزید عنایت کرکے سرفرازی بخشی ۔ شاہزادے کے ہمرکاب نامی گرامی سرداروں کو تعینات کیا جن میں سے شائستہ خان ، رستم خان دکھنی، راجہ بیٹھل داس ، راجا رائے سنگھ ولد مہاراجا، شیخ فرید ولد قطب الدین خان ، دیندار خان، شیر خان ترین ، سید عالم بارہہ ، گوکل داس سیسودیہ ، مہیش داس راٹھور، یمین الدولہ کے ہزار سوار ، ایک ہزار احدی اور بندوقچی شامل تھے ۔ دیوانِ بیوتات محمد سعید کوہرودی کو اس لشکر کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا۔ اس کا عہدہ یعنی دیوانیِ بیوتات مکرمت خان کے سپرد کی گئی ۔

ازل کے دن کاتب قدرت نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ حضرت کا کوکبۂ جاہ و جلال سارے دکن بالخصوص علاقۂ دولت آباد کی سیر کرے گا۔ ان دنوں اس علاقے کے نصیب جاگے یعنی حضرت کے دل میں قلعۂ دولت آباد کو دیکھنے نیز دکن کے دوسرے قلعے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ عرض ۱۴ مہر (۴ اکتوبر ۱۶۳۵ء) کو شاہِ ہفت کشور کا علم دکن کی طرف روانگی کے لیے آگرے کے افق پر بلند ہوا۔ شہسوارِ دین و دولت رتھ میں سوار ہو کر قلعۂ معلٰی سے نکلے۔ پہلے باغِ نور منزل میں اترے۔ اس وقت کسی شاعر نے یہ مصرعِ تاریخ پڑھا جو فتح و نصرت کی بشارت دیتا ہے ع : بپادشاہِ جہان این سفر مبارک باد

دو دن تک نور منزل میں قیام کرکے اگلے روز دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے وہاں سے کوچ کیا اور فتح پور سیکری میں قیام فرمایا۔ تین روز تک یہاں ٹھہر کر تالاب کی سیر اور مرغابیوں کے شکار سے لطف اندوز ہوئے۔ چوتھے دن کوچ فرمایا۔ دریائے لشکر موجیں مارتا ہوا ہمرکاب چلا۔ روپ باس کی شکار گاہ کا رخ تھا۔ ۱۸ مہر، مطابق ۸ اکتوبر ۱۶۳۵ء وہاں پہنچ کر چھ روز تک سیر و شکار سے محظوظ ہوئے۔ یہاں مرشد قلی خان میر توزک کو دو ہزاری، ذات اور سوار کے منصب پر ترقی دے کر متھرا کی فوجداری اور مہابن کے سرکشوں کی گوشمالی پر مامور فرمایا۔ میر توزکی کا عہدہ میر خان کو عنایت ہوا جو قدیم الخدمت مزاج داں نوکر ہے۔ اسے نو صدی ذات دو سو سوار کا منصب عطا کیا۔ ۲۸ مہر مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۶۳۵ء کو صید گاہِ باری میں خیمے ہوئے۔ آٹھ دن تک اس دلکشا مقام میں ٹھہر کر شغلِ شکار سے دل خوش کیا۔

جھجھار سنگھ بندیلہ کا باقی حال نیز اُس سے نازیبا حرکتوں کا سرزد ہونا جس کی اصلاح کے لیے سرداروں اور شاہزادہ اورنگ زیب کو نامزد کیا گیا

چونکہ ازل کے دن بد سرشت جھجھار سنگھ کو شقاوت و بد نصیبی کا ٹھیکہ ملا تھا لہٰذا صلاح اندیش خیر خواہوں کی کوشش کے باوجود

حرماں نصیب اور بدقسمت ہی رہا ۔ خیر خواہوں نے اُسے بہت سی نصیحتیں کیں ، لیکن سب اکارت گئیں ۔ یہاں تک بالآخر اپنے قدیمی خاندان کے جاہ و جلال کو برباد کرنے کے بعد خود بھی ہلاک ہوگیا ۔ مختصر یہ کہ ابھی شاہزادہ اورنگ زیب نہیں پہنچا تھا کہ خان فیروز جنگ نے ھانڈیر سے ، سید خان جہاں نے سانوان سے اور خانِ دوراں نے جھوور سے کوچ کیا ۔ جب تینوں سردار باہم آ ملے تو فیصلہ کیا کہ یک دلی کے ساتھ اس مہم کا سرانجام کرنا چاہیے کیونکہ اتحاد و اتفاق کے بغیر کوئی اہم کام ممکن نہیں ۔ غرض کوچ کرتے ہوئے آگے بڑھے ۔ اوندچھہ کی پہاڑی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ گھنا جنگل شروع ہوگیا ہے جس کا اورچھور نظر نہیں آتا ۔ سارے ہندوستان میں گھنے پن کے اعتبار سے یہ ان سب سے گنجان سمجھا جاتا ہے ۔ سب نے فیصلہ کیا کہ درختوں کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے ۔ ہر روز جنگلوں کو کاٹتے تھے اور راستہ نکالتے تھے ۔ بد عقل جھجھار اسی جنگل کے بھروسے سے اوندچھہ کے قلعے میں اطمینان سے بیٹھا تھا ۔ خیال یہ تھا کہ ضرورت پڑی تو اپنے لشکر کو جو پانچ ہزار سواروں اور گیارہ ہزار پیادوں پر مشتمل ہے ، ساتھ لے کر قلعہ بند ہو جاؤں گا ۔ یہ بھی مقصد تھا کہ موضع کمرولی میں جو اوندچھہ سے کوس بھر کے فاصلے پر ہے ، اپنی فوج کو ہمرکاب لے کر لشکرِ شاہی کے ساتھ جنگ کروں گا ۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ دلاورانِ شاہی جنگل میں سے گزرتے ہوتے اور جھجھار کے آدمی دور سے اپنی جھلک دکھا کر تیر اندازی اور بندوق زنی کا ہنگامہ گرم کر دیتے اور لشکرِ شاہی کے ہاتھ سے مارے جاتے ۔

۱۹ مہر، مطابق ۹ اکتوبر ۱۶۳۵ء کو بروز دوشنبہ شاہی لشکر موضع کمرولی میں خیمہ زن تھا ۔ خان دوراں کے لشکر کا ہراول راجہ دیبی سنگھ مع توپخانہ کمرولی کے بند تک بڑھا چلا گیا ۔ وہاں جھجھار سنگھ کا کوئی سردار اپنی فوج لیے پڑا تھا ۔ راجا نے نہایت بہادری سے حملہ کرکے اُس بد حواس کو گرفتار کر لیا اور اپنے چند معتبر آدمیوں کے پہرے میں

خان دوراں کے پاس روانہ کردیا ۔ خان دوراں نے اُسے عبداللہ خان فیروز جنگ کی خدمت میں بھیج دیا ۔ چونکہ یہ سردار اُس علاقے میں بہت اثر رکھتا تھا لہٰذا فیروز جنگ نے اُسے دلجوئی اور آرام کے ساتھ نظر بند رکھا ۔ جب اچھی طرح دلدہی کی تو وہ وحشی مزاج مطمئن ہو کر اطاعت و فرماں برداری پر آمادہ ہوگیا ۔ اب خان مذکور نے اُسے اس بات پر راغب کیا کہ تم دلجوئی اور ترغیب کے پیغام بھیج کر اپنے ساتھیوں کو بھی اطاعت پر راغب کرو ۔ المختصر اقبال بادشاہی کی برکت سے بیز زوال و ادبار کی تاثیر سے جو اس خاندان عالی شان کے دشمنوں کے لیے مقرر ہو چکا ہے ، جھجھار سنگھ کے دل پر وہم اور رعب و ہراس طاری ہونے لگا ۔ ہمت جواب دے گئی ۔ اگرچہ اس علاقے کے گھنے جنگل اور دشوار گرار راستے ایسے ہیں کہ شاہی لشکر کا وہاں سے گزرنا مشکل ہے ، جا بجا نالے ندیاں کھڈ وغیرہ حائل ہیں ۔ تاہم وہ برگشتہ بخت ایسا گھبرایا کہ بد حواس ہوگیا ۔ فیصلہ کیا کہ اپنے اہل و عیال کو قلعۂ دھاموتی میں بھیج دے ۔ یہ قلعہ اُس کے باپ نرسنگھ دیو کا تعمیر کردہ ہے اور اُس کے تمام قلعوں سے زیادہ محفوظ و مضبوط ہے ۔ اگر وہ بد بخت کچھ حوصلے ہمت سے کام لیتا تو عین ممکن تھا کہ دشوار گرار جنگلوں کی بدولت آرام و اطمینان سے مدتوں تک کسی قلعے میں وقت بسر کر سکتا تھا ، لیکن جیسا کہ بیان ہوا ، لشکر شاہی کے دلاور جوانوں کا خوف اُس کے دل میں بری طرح بیٹھ گیا تھا ۔

غرض ہمت ہار کر جھجھار نے اپنے اکثر آدمیوں کو دھاموتی روانہ کر دیا ۔ جنگلوں اور پہاڑوں کے گوشوں میں کنویں کھود کھود کر جابجا جو خزانہ دفن کروایا تھا وہ بھی نکال کر اُن لوگوں کے ہاتھ وہیں بھیج دیا ۔ تھوڑے سے بد مغز جاہل سپاہیوں کو قلعۂ اوندچھہ کی نگرانی کے لیے مقرر کر کے بکرماجیت اور باقی اولاد نیز دیگر متعلقین کو ساتھ لے کر دھاموتی کی راہ لی ۔ سرداروں کو یہ خبر لگی تو بے تامل اوندچھہ کی طرف بڑھے اور اُس کا محاصرہ کر لیا ۔ مورچے جمانے اور سرنگیں لگانے کے علاوہ سیڑھیاں اور قلعہ کشائی کا تمام سامان ترتیب دینے لگے ۔ ۲۲ مہر ۱۲ اکتوبر ۱۶۳۵ء

دو شنبہ کی صبح کو منہ اندھیرے لشکرِ شاہی کے سخت کوش بہادر کمندیں ہاتھوں میں لیے ، سیڑھیاں سنبھالے ، فصیل کے نیچے جا پہنچے اور فوراً بڑے اطمینان سے فصیل اور برجوں کے اوپر جا چڑھے ۔ ستارہ عروج پر تھا اور اقبالِ بادشاہی اپنا کام کر رہا تھا ۔ قلعے کے تنگ بانوں کو اس وقت حیرت لگی جب معاملہ تدابیر اور کوشش کی حد سے نکل چکا تھا ۔ سمجھ گئے کہ ہاتھ پاؤں ہلانا یا بہادری کی نمائش بے سود ہے ۔ مختصر سی لڑائی کے بعد اکثر بے دین کمندوں کے ذریعے اُتر اُتر کر بھاگ گئے ۔ لشکرِ اسلام کے بہادروں نے اندر اتر کر قلعے کا پھاٹک کھول دیا ۔ سارا لشکر اندر گھس آیا اور یہ مضبوط قلعہ محض تائید ایزدی کی بدولت نہایت آسانی سے فتح ہو گیا ۔

غازیانِ اسلام نے فجر کی نماز قلعے کے اندر ادا کر کے شکر کے سجدے کیے ۔ دھڑلّے سے اذان کہی اور دینِ محمدی کے تمام قاعدے وہاں جاری کیے ۔ چونکہ دہندچھہ کا علاقہ حکمِ شاہی کے مطابق راجا دیبی سنگھ کے لیے مقرر ہوا تھا ، لہٰذا اس نیک نیت کو فوج سمیت قلعے کا انتظام سپرد کر کے سب واقعات کی اطلاع شاہزادہ اورنگ‌زیب اور بارگاہِ والا کو ارسال کر دی ۔ باقی لشکر جھجھار سنگھ کے تعاقب میں چل پڑا ۔ راستے میں دریائے بیتوا حائل تھا جو سات شاخوں میں تقسیم ہو کر بہنے کی وجہ سے ست دھارا کہلاتا ہے ۔ یہاں کچھ عرصہ ٹھہرنا پڑا ۔ اگرچہ یہاں دریا گہرا ہے اور دھار تیز ہے ، پانی میں جا بجا خطرناک چٹانیں ہیں جنھیں سنگِ راہ کہنا بالکل بجا ہے ۔ تاہم امدادِ غیبی ساتھ ہو تو ناممکن کام بھی آسانی سے ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ لشکرِ شاہی بہ سہولت پار اُتر گیا ۔ یلغار کرتے ہوئے نہایت تیزی سے منزلیں لپیٹتے دھاموتی کی طرف بڑھے ۔ چوتھے روز منزلِ مقصود چار کوس رہ گئی تھی تو جاسوسوں نے خبر دی کہ اُس برگشتہ بخت نے شاہی لشکر کے آ پہنچنے کی خبر سن کر دھاموتی کے گرد و نواح کی تمام عمارتیں ڈھا دی ہیں ۔ اہل و عیال اور خزانے کو دھاموتی سے چورا گڑھ بھجوا دیا ہے ، کیونکہ وہ مقام زیادہ محفوظ ہے ۔ دھاموتی کو اپنے دودھ شریک بھائی یعنی کوکہ کے سپرد کر کے اور کچھ قابلِ اعتماد فوج وہاں چھوڑ کر خود دریا پار پرگنہ

کھتولہ میں مقیم ہے تاکہ اگر دھاموںی پر شاہی دلاوروں کا قبضہ ہو جائے تو بہ آسانی چورا گڑھ میں جا بیٹھے ۔

سرداروں نے اس خبر کو فتح و فیروزی کا شگون تصور کیا ۔ دوپہر کے وقت منزلِ مقصود کی طرف بڑھے ۔ دو روز تک جنگل کاٹ کاٹ کر راستہ نکالتے ہوئے قلعہ دھاموںی کے قریب جا پہنچے اور وہاں اس کے مغربی پہلو کا محاصرہ کر لیا جس کے باہر بیس ہاتھ گہری خندق ہے ۔ باقی تین پہلوؤں پر نہایت اونچا پشتہ ہے جس کے نیچے گہرے نالے اور لمبے چوڑے کھڈ ہیں لہٰذا وہاں مورچہ نکالنا یا سرنگ لگانا سخت دشوار بلکہ محال ہے ۔ ان پہلوؤں کو چھوڑ کر سارا زور مغربی حصے پر ڈال دیا ۔ تھوڑے عرصے میں سب کام ٹھیک ٹھاک کرکے مورچوں کو فصیل تک پہنچایا ۔ اس مدت میں اندر والوں نے توپوں اور بندوقوں سے خوب آگ برسائی ۔ تیر اندازی بھی کی ۔ شاہی لشکر نے بھی اس سختی سے محاصرہ کیا کہ نہ ایک لمحے کے لیے خود آرام لیا نہ توپوں کو دم لینے دیا ۔ دن رات توپیں ، رہکلے اور بان آگ اگلتے رہتے اور قلعے والوں کو ہلاک کیے جاتے ۔ مختصر یہ کہ ان بد بختوں کا سانس لینا مشکل کر دیا ۔ ایک رات توپ خانہ برابر آگ برساتا رہا ۔ ان کافروں نے یہ حال دیکھا تو خیال آیا کہ یہی حالت رہی تو صبح تک ہم میں سے کوئی جیتا نہ بچے گا ۔ فصیل کے بھی ٹکڑے اڑ جائیں گے اور لشکر والے ہم پر آ پڑیں گے ۔ کوئی چارہ اس کے سوا باقی نہیں کہ امان طلب کرکے قلعہ حوالے کر دو ۔

یہ سوچ کر رتنائے دودا نے خان دوران کو پیغام بھیجا کہ ہماری جان بخشی فرمائی جائے ۔ اس نے قاصد کو عبداللہ خاں کے پاس روانہ کیا ۔ خانِ مذکور نے ان لوگوں کو جان کی امان دی ۔ لیکن اس میں ایک اڑنگا یہ آ پڑا کہ رہیلوں کی فوج جسے اس عہد و پیمان اور گفت و شنید کی کچھ خبر نہ پہنچی تھی برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ بہادر خاں روہیلہ نے قلعے کے پھاٹک پر پہنچ کر اسی گرما گرمی میں دروازے کو آگ لگا دی ۔ جب رتنائے دودا کو یہ خبر ہوئی تو جان بچانے کی فکر کی ۔ تمام سپاہیوں کو

ساتھ لے کر رات کے سناٹے میں مشرقی دروازے سے نکلا اور اندھیرے کی آڑ میں بڑھتا ہوا جنگل میں داخل ہو گیا ۔ بہادر خاں اور اُس کے پیچھے پیچھے نظر بہادر خویشگی پھاٹک میں گھسے تو وہاں کوئی متنفس نہ تھا ۔ اطمینان سے قلعے کے اندر پہنچ کر سرداروں کو اطلاع دی ۔ لشکر والوں کو خبر ملی تو بے تابی کے ساتھ دوڑے اور اندھیرے میں قلعے کا سامان لوٹنے لگے ۔ خان دوراں کو بھی خبر ہوئی ۔ آیا تو عجب ہنگامہ رہا تھا ۔ بڑی مشکل سے بادشاہی بخشی اسحٰق بیگ ، خواجہ عنایت اللہ اور اپنے گیارہ ماتحتوں کو لے کر ایک کھڑکی کے راستے قلعے میں آیا ۔ اُن میں سے ایک دو مضبوط آدمی کھڑکی پر تعینات کرکے اندر گیا اور لوٹ مار بند کروئی ۔ ملاحظہ کیا تو اندازہ ہوا کہ اُس وقت تک تھوڑا ہی سامان لٹا تھا ۔ باقی محفوظ تھا ۔ ایسی لٹمں میں تھوڑی بہت لوٹ کسی شمار میں نہیں آتی ۔ اُس نقصان کو غنیمت سمجھا ۔ باقی سب مال و دولت کو شاہی محاسبوں نے قلمبند کر لیا ۔

اس ہنگامے میں جو رات کے وقت ہو رہا تھا ، تقدیر نے عجب گل کھلایا ۔ یعنی لشکر کے کچھ آدمی بارود میں آگ لگنے سے ایسے اُڑے کہ سیدھے ملکِ عدم میں پہنچے ۔ مدت سے بادشاہی لشکر کو جو پیہم فتوحات حاصل ہو رہی تھیں اُنھیں نظر بد سے بچانے کے لیے یہ حادثہ واقع ہوا ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بعض برجوں میں قلعے کے کچھ سپاہی ابھی موجود تھے ۔ علی اصغر ولد جعفر بیگ آصف خاں نے اُنھیں گرفتار کرنے کا قصد کیا ۔ خان دوراں نے منع کروایا کہ رات کی تاریکی میں دوست دشمن کا پتہ نہیں چلتا ، صبح تک ٹھہرے رہو ، لیکن اُس نے کچھ پروا نہ کی ۔ کچھ آدمی ہمراہ لے کر فصیل پر جا چڑھا اور برجوں کے گرد پھرنے لگا ۔ یہ سب مل کر اُن شریروں کو گرفتار کرنے کی فکر میں تھے ۔ اُدھر موت کا فرشتہ اُن کی تاک میں تھا ۔ اتفاق یہ ہوا کہ برج کے نیچے بارود کا ذخیرہ تھا ۔ لوٹ مار کرنے والے جب مشعل لے کر مال و اسباب ڈھونڈھتے پھر رہے تھے تو ایک گل جھڑ کر وہاں گر پڑا تھا ، وہ پڑا رہا ، لیکن جونہی علی اصغر وغیرہ برج پر پہنچے تو قضائے الٰہی سے یہ گل اُڑ کر بارود کے ڈھیر میں جا پڑا ۔ زور

کا دھماکا ہوا اور آگ کا شعلہ آسمان تک پہنچا ۔ ساتھ ہی وہ برج اور اسی گز لمبی فصیل بھی سب آدمیوں سمیت ایسی اڑی کہ کسی کا نشان تک نہ ملا ۔ جسموں کے ٹکڑے اس طرح پراگندہ اور غائب ہوئے کہ یہاں تو کیا، غالباً قیامت کے روز بھی ظاہر نہ ہوں گے ۔

بارود کے صدمے سے فصیل باہر کی طرف گری تھی ۔ فصیل کے نیچے کچھ سردار اپنے سپاہیوں کو لیے کھڑے تھے کہ صبح ہو تو قلعے میں داخل ہوں ۔ دیوار کے اس طرح سر پر آ پڑنے سے بڑی تباہی آئی ۔ تقریباً تین سو آدمی جن میں سے اکثر راؤ امر سنگھ کے سپاہی تھے ہلاک ہو گئے ۔ دو سو گھوڑے ضائع ہوئے ۔ البتہ تائید ایزدی کی بدولت سردار محفوظ رہے ۔ خان فیروز جنگ کے سر پر ایک پتھر آیا ۔ دو ٹکڑے سید خان جہاں ، بہادر خان، جےرام ، بلد گوجر پر بھی گرے لیکن افضال الٰہی سے کوئی گزند نہ پہنچا ۔ خان دوراں اُس وقت اپنے رفیقوں کو ہمراہ لیے جھجھار سنگھ اور اہل قلعہ کے گھوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا وہ بھی اس بلائے آسمانی سے محفوظ رہا ۔ بڑی آفت گزر گئی ، تاہم خان دوراں نے سامان اور مال و دولت کو قلمبند کروا کر اطمینان حاصل کیا ۔ لشکر کے کچھ سپاہی گھاس اور ایندھن جمع کرنے کے لیے جنگل میں گئے تھے ، وہاں انہوں نے ایک کنواں دیکھا کہ لبالب روپوں سے بھرا ہوا تھا ، دوڑ کر خان دوراں کو خبر دی ۔ خان نے سرکاری خدمت سمجھتے ہوئے خود اُدھر کا رخ کیا ۔ وہاں پہنچا تو اُس کے علاوہ تین اور کنوؤں کا سراغ ملا ۔ چار کنوؤں سے ڈھائی لاکھ روپے نکلے جو اُس نے خزانۂ شاہی میں جمع کر دیے ۔

اس اثنا میں جاسوسوں نے خبر دی کہ برگشتہ بخت جھجھار سنگھ قلعۂ چورا گڑھ سے دو کوس ورے قصبۂ شاہپور میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور شامت اعمال کے ہاتھوں شاہی لشکر سے جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتا ہے ۔ اس خیال باطل اور اندیشۂ دور دراز کو پورا کرنے کے لیے دکن جانے کا فیصلہ کیا ہے ۔ پہلے دیوگڑھ کے زمیندار کو ، جس کا علاقہ دکن کے راستے میں ہے ، اپنے ساتھ ملانا چاہا تھا کہ اُس کی امداد سے اپنے بیہودہ ارادے پورے کرے ۔ بہت سی دولت اُسے دینی چاہی لیکن وہ کسی طرح نہ مانا ۔

لہٰذا یہ خیال ترک کرکے از سر نو قلعہ چورا گڑھ کا بندوبست کرنے پر متوجہ ہوا تاکہ اگر شاہی لشکر تعاقب کرتا ہوا آئے تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے - یہ سن کر خان دوران اور خان فیروز جنگ نے ادھر جانے کا فیصلہ کیا - حکمِ شاہی کے بموجب سید خان جہان کو قلعہ دھامونی اور نواحی علاقے کا انتظام نیز ارگشتہ جس جھجھار کے دفینوں کا پتہ لگانے کی خدمت سپرد کی گئی تھی - وہ ان کے ساتھ نہ جا سکا - ۱۱ آبان مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۶۳۵ء کو خان دوران اور فیروز جنگ ادھر روانہ ہوئے -

اسی اثنا میں خبر ملی کہ دھو گڑھ کے زمیندار کا انتقال ہو گیا ہے - بدسرشت جیجھار کو اُس طرف سے اطمینان حاصل ہے اور اپنے سابقہ ارادے (دکن جانے) کو پورا کرنا چاہتا ہے - اس غرض سے اُس نے قلعہ چورا گڑھ کی سب توپوں کو توڑ دیا ہے اور بھیم نراین مرحوم کی تیار کردہ عمارتوں کو بارود بھر کر اُڑا دیا ہے - بھاری ساز و سامان جس کا ساتھ لے جانا مشکل تھا جلا کر اپنے جملہ اہل و عیال سمیت لانجی اور کروسہ کے راستے دکن کی طرف روانہ ہو چکا ہے - یہ خبر سنتے ہی سرداروں نے چورا گڑھ کا رخ کیا - یکم آذر ۲۳ نومبر ۱۶۳۵ء کو بروز جمعہ یہ لوگ قلعے کے باہر میدانِ چوگان میں پہنچے - فیروز جنگ کی اجازت سے خان دوران تھوڑے سے دلاوروں کو ہمرکاب لیے قلعے میں داخل ہوا - سب سے پہلے وہاں کے بتخانے کی چھت پر اذان دلوائی جہاں اُس روز تک کسی مسلمان کا قدم تو کیا مسلمانی کا نام تک نہ آیا تھا - غرض پہلی بار اس کفرستان کی فضا میں بانگ اذان بلند ہوئی - لشکرِ اسلام نے جمعے کی نماز با جماعت ادا کرکے بادشاہِ دین پناہ اسلام پرور کی درازیِ عمر اور خاندانِ مغلیہ کی بقائے دوام کی دعا مانگی - خان دوران نے احداد خان اور اُس کے چچا یعقوب کو شمشیر دوبال ، عالم اور دلاور سرانِ شیر خان پسر کنور ولد سنگ رام زمیندار اور گونڈ قوم کے پانچ سو بندوقچی پیادوں سمیت قلعے کی نگہبانی پر مامور کیے - خود لشکر میں واپس چلا آیا -

جب لشکر نے وہاں سے کوچ کرکے موضع شاہ پور میں پڑاؤ کیا تو کریلی کا چودھری راگھو حاضر ہو کر خان دوران سے ملا اور بتایا کہ

کسی نوخیز محبوب کا سبزۂ خط ہے - غرض نہایت مسرور و محظوظ ہوئے۔ دوپہر تک اس گل زمین کی خوب سیر کی - جو لوگ ہمرکاب تھے وہ بھی اتنے خوش ہوئے کہ تمام محرومیوں کی تلافی ہوگئی - خوب جگہ تھی لیکن حضرت کے دریائے لشکر کی سمائی وہاں ممکن نہ تھی ، لہٰذا کیمپ میں واپس آئے - چار دن تک یہیں قیام رہا - رات کے وقت چاندنی خوب چھٹکی ہوتی۔ شاہزادوں نے رات کو چاندنی کی سیر سے اور دن کو آبشار کے نظارے سے خوب دل خوش کیا -

۲۹ آبان مطابق ۱۸ نومبر ۱۶۳۵ء کو حضرت نے قلعۂ جھانسی فتح ہو جانے کی خبر سنی - اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ قلعے کے محافظ بسنتا نے سن رکھا تھا کہ اقبالِ بادشاہی کے سامنے کسی کی سرکشی چل نہیں سکتی - اب جو شاہی لشکر نے محاصرہ کیا تو مجاہدوں کی بہادری اور سخت کوشی کا جو حال سنا تھا ، آنکھوں سے دیکھ لیا ، گھبرا کر بکرمست خاں سے امان مانگی - غرض ایسا قلعہ جو مال و اسباب سے معمور ، سامانِ جنگ سے آراستہ اور توپخانے ، بارود اور غلے وغیرہ سے بٹا پڑا تھا ، بہ آسانی خان کے حوالے کر دیا - یہ قلعہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن گھنے جنگل کے درمیان پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے - ارد گرد خار دار درختوں کا بن ہے جسے مدتوں سے اسی لیے پروان چڑھایا گیا تھا کہ حملہ آوروں کو گزرنے نہ دے - فی الواقع ایسا گھنا بن ہے کہ ہوا کو بھی وہاں سے گزرنا محال ہے - اس کے علاوہ سال بھر کے لیے غلے اور گولے بارود کا ذخیرہ موجود تھا - توپوں ، بندوقوں اور دوسرے ہتھیاروں کی اتنی تعداد تھی کہ شمار نہ تھا - برجوں پر بہت سی توپیں پہلے سے تھیں - جھجھار نے دس بڑی توپیں اپنے سامنے ڈھلواکر مزید شامل کردیں - المختصر جب حضرت نے سارا واقعہ تفصیل سے سنا تو راستے ہی میں سے جھانسی کا رخ کیا - قلعے کا خود معائنہ کرکے اسے راجا بیٹھل داس کے بھائی گردھر کے سپرد کر دیا - ترقی دے کر پانچ سو ذات دو سو سوار کے منصب پر فائز کیا اور خلعت عنایت فرمایا -

۷ آذر مطابق ۲۷ نومبر ۱۶۳۵ء کو قصبہ دتیا میں خیمے ہوئے - یہ مقام جھجھار کے باپ نرسنگھ دیو کی سیر گاہ تھا - اس نے ہندوانی وضع کا سات منزلہ محل یہاں تعمیر کیا تھا جس کی بلندی ۴۸ گز[1] تھی - اس کی تعمیر، زیب و زینت بالخصوص پر چین کاری پر بے دریغ دولت خرچ کی تھی - اس قصر سے آس پاس کے شاداب مرغزاروں اور گھنے جنگلوں میں بہنے والی آبجوؤں اور ندی نالوں کا نظارہ خوب ہوتا تھا لہٰذا حضرت نے اس کے معائنے کے لیے قدم رنجہ فرمانا مناسب سمجھا - انھی دنوں دتیا کے آس پاس والے باغوں میں جھجھار بد بخت کے خزانوں میں سے چند کنویں جو روپوں سے لبالب بھرے ہوئے دریافت ہوئے - معلوم ہوا کہ یہاں کے باشندے اس بارے میں جو کچھ کہتے تھے بالکل درست تھا - اسحٰق بیگ یزدی کو اس مدفون کے دفینوں کی تلاش کے واسطے متعین کیا - باقی خان کو بھی حکم ہوا کہ مکرمت خان کے ہمراہ دتیا کے آس پاس خوب محنت سے جھجھار کے دفینوں کی تلاش کرے -

۱۴ آذر مطابق ۴ دسمبر ۱۶۳۵ء کو حضرت کی سواری کا اوندچھہ سے تین کوس ورے قیام ہوا - راجا دیبی سنگھ نگہبانِ قلعہ نے حاضر ہوکر عمدہ پیشکش نذر کی - اگلے دن حضرت اوندچھہ میں داخل ہوئے اور نرسنگھ دیو کے محل میں اترے - اس کا انداز بھی دتیا کی عمارتوں کا سا تھا لیکن زیب و زینت، تکلف اور وسعت میں ان سے کہیں زیادہ تھا - یہاں حضرت نے حکم دیا کہ وہ عالیشان بتخانہ جو نرسنگھ دیو نے اپنے محل کے پاس بڑی لاگت سے بنوایا ہے ڈھا دیا جائے - فوراً تعمیل ہوئی - بعد ازاں حضرت نے قلعے کا بہ غور معائنہ کیا - حسب الحکم جریب سے اس کا دور ناپا گیا تو چار کوس نکلا - دیکھنے والوں کو حیرت ہوئی کہ اتنے پھیلاؤ کے باوجود ساری فصیل سنگِ خارا اور دوسرے پتھروں کی بڑی بڑی سلوں

---

۱ - شاہجہانی گز کی لمبائی ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ تھی - کتاب میں جہاں کہیں یہ پیمانہ آیا ہے - اس سے مراد یہی ڈیڑھ فٹ ہے جو ہمارے گز کا نصف ہے -

سے تعمیر کی گئی ہے - اگلے دن قلعے کا بیرونی حصہ دیکھا جس کے تین طرف دشوار گزار گھنا جنگل ہے اور ایک جانب دریائے بہتوا بہتا ہے - پھر بیر ساگر کی سیر فرمائی جس کا دور ساڑھے پانچ کوس ہے - یہ بھی نرسنگھ دیو کا بنایا ہوا ہے - حضرت نے یہاں قیام فرما کر تین روز تک کشتی کی سیر اور مرغابیوں کے شکار سے محظوظ ہو کر اپنا وقت کمال خوشی و خرمی سے گزارا -

۱۹ آذر مطابق ۹ دسمبر ۱۶۳۵ء کو حضرت کی فوج ظفر موج پرگنۂ چھپرہ میں سمندر ساگر کے کنارے خیمہ زن ہوئی - دریائے لشکر کے آنے سے فی الواقع یہ جھیل سمندر کا نمونہ بن گئی - یہ بھی راجا نرسنگھ دیو کی بنائی ہوئی ہے اور اس کا دور سوا آٹھ کوس ہے - راجا نے اس پر ایک بند تعمیر کرایا تھا جس سے آبشار کی طرح پانی گرتا ہے اور آس پاس کی زمینوں کو شاداب رکھتا ہے - ایسی وسیع ، پاکیزہ ، فرحت بخش جھیل ہندوستان میں شاید کہیں ہو - اس خوش فضا تالاب کی نزہت اور وسعت کا بیان کرنے سے عقل حیران اور زبان عاجز ہے - پائے تخت کے شاعروں نے اس کی تعریف میں بہت کچھ زور قلم صرف کیا لیکن حق ادا نہ کرسکے ، میرا کیا منہ ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کر سکوں - (اشعار کا ترجمہ) :

اس کا کنارہ نظر نہیں آتا ، حسینوں کی کمر کی
طرح نظر سے چھپا رہتا ہے - اس کی تعریف
لکھتے وقت کتاب کے ورق بادبان بن جاتے ہیں -

عجب دلفریب ، فرحت بخش جگہ ہے جس کا ذرہ ذرہ آدمی کو دعوت قیام دیتا ہے - اس غیرت سلسبیل جھیل کے کنارے آ کر مسافروں کے قدم رک جاتے ہیں - یہاں کی دلفریب تفریح بخش فضا اور آب و ہوا کی لطافت حضرت کے مزاج سے سازگار تھی لہٰذا آپ نے یہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا - حاضرین رکاب بھی اس خوش منظر ، پاکیزہ فضا جھیل کی سیر و تفریح سے بہت محظوظ ہوئے - مدت قیام اول سے آخر تک کمال عیش و نشاط کے ساتھ بسر ہوئی - اس پرگنے کا نام پہلے چھپرہ تھا ، اب اسلام آباد نام ہوا - حضرت کے

حسب الحکم دیوانِ اعلیٰ نے آس پاس کے تمام پرگنوں کو اسلام آباد کے عمال میں شامل کرکے اس علاقے کو خالصہ شاہی قرار دیا ۔ اس میں نو سو دیہات ہیں اور سالانہ خراج آٹھ لاکھ روپے ہوتا ہے ۔ آب و ہوا کی لطافت، زمین کی زرخیزی اور فضا کی پاکیزگی کے لحاظ سے حضرت نے اس علاقے پر اتنی توجہ جو فرمائی بالکل مناسب تھی ۔ سنے تھے کہ اس سر زمین میں تین سو وسیع جھیلیں ہیں، اب جو تحقیق کے ساتھ شمار کروایا تو ٹھیک تین سو جھیلیں گنتی میں آئیں ۔ جھیلوں میں گھرے ہوئے لمبے چوڑے قطعاتِ اراضی پر نظر کیجیے تو سارے علاقے کو جزائر خالدات سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو بحرِ ظلمات میں واقع ہیں ۔ لطافت اور وسعت کے لحاظ سے سارے عالم میں ان کا جواب نہ ملے گا ۔

۲۲ آذر مطابق ۱۲ دسمبر ۱۶۳۵ء شاہزادۂ کامگار اورنگ زیب حضرت کے حسب الحکم دھامونی کے نواح سے واپس ہوکر خدمتِ والا میں حاضر ہوئے ۔ شائستہ خاں اور تمام امرا نے بھی باریابی کی سعادت حاصل کی ۔ ۲۴ آذر ۱۴ دسمبر ۱۶۳۵ء کو مکرمت خاں، اسحٰق بیگ اور باقی بیگ جو جھجھار سنگھ کے خزانوں کا سراغ لگانے کے لیے دکنیا اور جھانسی کے نواح میں متعین ہوئے تھے، انتالیس لاکھ روپے کنویں سے نکال کر حاضر دربار ہوئے ۔ روپے خزانۂ شاہی میں جمع کر دیے ۔ انھی دنوں جھجھار کے خزانوں کے باسٹھ لاکھ روپے اور خان دوراں کے بھیجے ہوئے ۳۴ لاکھ روپے دو سو تنومند ہاتھیوں پر لاد کر دارالخلافہ آگرہ بھجوائے گئے ۔ اس مناسبت سے اگر ان ہاتھیوں کو کوہِ زر کہا جائے تو موزوں ہوگا۔ اس طرح جھجھار بدانجام کے دفینوں کی کل رقم جو خزانۂ شاہی میں داخل ہوئی ایک کروڑ روپے ہوگئی ۔ اس کے علاوہ اور بے شمار دولت تھی جس میں سے کچھ تو زمین نے اپنے سینے میں پوشیدہ رکھ کر امانت کا حق ادا کیا، بہت سا خزانہ بار برداری کے جانور میسر نہ آنے کے سبب جھجھار نے جہاں تہاں چھوڑ دیا۔ لاکھوں روپے جنگل میں ادھرادھر پھینکتا گیا کیونکہ بھاگتے وقت سرداروں نے اس کا تعاقب بڑی سختی سے کیا تھا ۔ غالباً جھجھار سنگھ کا یہ منصوبہ تھا کہ لشکرِ اسلام کے بہادر اس دولت

کو اٹھانے میں مشغول ہو جائیں اور اسے جان بچانے کے لیے ایک آدھ ساعت کی مہلت اور مل جائے ۔ اس میں سے بہت سا روپیہ تو علاقے کے زمینداروں کو ملا ۔ بہت سی تھیلیاں بدذات سپاہیوں نے خس و خاشاک میں چھپا دیں اور پھر نکال کر قبضے میں کر لیں ۔ غرض اس بدبخت کی دولت کا کچھ شمار نہ تھا ۔ محاسبوں کو اس کی گنتی یاد نہیں ۔ ہاں سب سے تیز حساب کرنے والا (اللہ تعالی) اسے جانتا ہے ۔ یہ تمام دولت اس کمبخت کے باپ نرسنگھ دیو نے جمع کرکے جنگل کے اندر کنوؤں میں چھپا دی تھی ۔ ہر کنویں میں ایک لاکھ سے دو لاکھ روپے تک ڈال کر اوپر ایک مخصوص علامت بنا دی تھی جو اس کے سوا نیز اس کے دو معتمد غلاموں کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی ۔

نرسنگھ دیو کے انتقال کے بعد یہ تمام خزانے بد سرشت ججھار کے قبضے میں آئے ۔ اس دولت کے سامنے گنجِ شائیگاں کی شہرت کو رائیگاں سمجھیے اور گنج باد آورد کا ذکر محض ایک ہوائی جانیے[1] ۔ علاوہ ازیں نہایت آباد جاگیر تھی جس سے سالانہ مالیہ پچاس لاکھ روپے آتا تھا۔ بدبخت نے ایسا بڑا ملک اور اپنی دولت محض خود سری کے سبھی عارت کرکے ننگ و ناموس کو تباہ کر دیا اور سارے خاندان کو برباد کروا کر جان کھوئی ۔ ججھار اوسط درجے کا منصب دار تھا اور اس کی جاگیر بھی اوسط درجے کی تھی ۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ سارا ہندوستان جو خاندانِ مغلیہ کے زیرِ نگیں ہے اور جس کے سیکڑوں منصب دار ہیں ، اس کی وسعت اور خراج کا کیا عالم ہوگا ۔ خدائے پاک اس دودمانِ عالی کو تا قیامت قائم رکھے ۔

جب حضرت کی طبیعت اس فرحت خیز ، پاکیزہ منظر علاقے کی سیر سے آسودہ ہو گئی تو موضع دھامونی اور متعلقہ پرگنوں کو سردار خان کی جاگیر میں دے کر اسے یہاں کا حاکم مقرر فرمایا اور باقی خزانوں کا سراغ لگانے کا حکم دے کر سرونج کے راستے دولت آباد کو روانہ ہوئے ۔ بتاریخ ۱۵

---

۱ ۔ یہ دونوں خزانے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے تھے ۔

(ماہ دی) مطابق ۳ جنوری ۱۶۳۶ء نواح دولت آباد میں پہنچ کر قیام فرمایا۔ لشکر کے گھوڑوں نے اپنے سموں اور نعلوں کے نقش سے ساری زمین پر لاکھوں ہلال بنا دیے۔ خدیو ہفت کشور کی بارگاہ وہاں قائم ہونے سے تمام علاقہ پر نور ہو گیا۔

اوندچھہ، چورا گڑھ، دھامونی جیسے مضبوط قلعوں کا فتح ہونا۔ جھجھار اور اس کے متعلقین کی خانہ خرابی اور اُس کے تمام خزانوں کا پتہ لگنے میں اقبالِ بادشاہی کی کارگزاری

کفرانِ نعمت جو کفر کی بدترین قسم ہے ایسی بری خصلت ہے کہ جس شخص کے خمیر میں شامل ہو وہ فرشتہ ہونے کے باوجود پروردگارِ عالم اور دنیا والوں کی نظر میں خوار رہتا ہے۔ اپنے بیگانے اُس سے نفرت کرتے ہیں ناشکرا پن اور حق ناشناسی کو کفر و الحاد کے برابر جانیے۔ یہ ایسا بیہودہ فعل ہے کہ جس شخص کی طبیعت میں اس کا ذرا سا حصہ شامل ہو اُس پر دوست دشمن سب لعنت کرتے ہیں۔ اُس کا دین بھی برباد ہوجاتا ہے اور دنیا بھی۔ آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔ فی الواقع کوئی گناہ اس کے برابر نہیں کیونکہ اس جرم کا مجرم ہمیشہ بدنام و بدانجام رہتا ہے اور قیامت کے دن کافروں زندیقوں میں محشور ہوتا ہے۔ اس تمہید کا پورا مصداق بد سرشت جھجھار سنگھ ہے جسے کفرانِ نعمت کی پاداش میں خدائے پاک نے پکڑ لیا۔ شاہی فوج کے سامنے سے فرار ہو کر جہاں پہنچا بد نصیبی اُس کے ساتھ گئی۔ جس جگہ پناہ لینے کا قصد کیا وہاں راستہ تک نہ ملا۔ بالآخر شکست کھا کر کسی ایسے جنگل میں جا پڑا جہاں جاتے ہوئے بھوت پریت بھی گھبراتے ہیں اور جہاں گھنے درختوں، جھاڑ جھنکاڑ کی کثرت سے ہوا کا گزرنا محال ہے۔ وہاں گونڈ قوم کے کچھ آدمی جو ان جنگلوں کے اصلی باشندے اور رہزنی کے کام میں طاق ہیں، اُن کا پتہ لگا کر ملک الموت کی طرح اُن اجل رسیدوں پر جا پڑے۔ ادبار پیچھے پیچھے منڈلا رہا تھا اور موت سر پر کھیل رہی تھی۔ وہاں اُن گونڈ رہزنوں نے

بڑی بیتابی سے باپ بیٹے کے گھوڑوں، ہتھیاروں اور لباس کو چھیننے کی لت سے اُن پر حملہ کیا، دم لینے کی مہلت نہ دی اور ذرا سی دیر میں ہلاک کر دیا۔

تفصیل یہ ہے کہ، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، ۲ آذر مطابق ۲۲ نومبر ۱۶۳۵ء کو خان دوران اور خان فیروز جنگ نے موضع شاہ پور سے کوچ کرکے آندھی کی طرح اُن بد بختوں کا تعاقب کیا۔ گوبند گولڈ کے علاقے یعنی کنکہ اور لانجی کی حدود سے گزر کر قصبہ چاندہ میں پہنچے۔ یہاں دونوں نے ان بدگوہروں کے فرار ہونے کی جگہ کا سراغ لگایا۔ پتہ چلا کہ وہ بد نہاد فقط چار کوس کے فاصلے پر موجود ہیں اور ابھی لشکرِ شاہی کے پہنچنے سے بےخبر ہیں۔ اقبالِ بادشاہی کا یہ کرشمہ دیکھ سب کے دل باغ باغ ہوگئے۔ سمجھ گئے کہ سامت اعمال اُنھیں کشاں کشاں ہمارے پنجے میں لے آئی ہے۔ فیصلہ کیا کہ مقررہ قاعدے کے مطابق آدھی رات کو سوار ہو کر منہ اندھیرے اُن خفتہ نصیبوں پر جا پڑیں اور سبھوں کو گرفتار کر لیں۔ یہ طے کرکے حملے کی تیاریاں کیں۔ اتنے میں خبرداروں نے خبر دی کہ راستے میں بہت سے گہرے نالے اور ہولناک کھڈ ہیں جن کے پاس سے گزرنا رات کو تو کیا دن میں بھی دشوار ہے۔ لہٰذا صبح تک روانگی ملتوی رکھی۔ پو پھٹتے ہی نمازِ فجر سے فارغ ہوکر سوار ہوئے۔ پہر دن چڑھے اُن کی قیام گاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ بد بخت شاہی لشکر کے آنے کا حال سن کر راتوں رات یہاں سے کوچ کر گئے ہیں۔ سرداروں نے اُن کے بھاگنے کی سمت معلوم کرکے تعاقب جاری رکھا۔ رات گئے تک گھوڑے مارے چلے گئے اور گونڈوانے کے بیس کوس جو چالیس کوس شاہی کے برابر ہیں، طے کیے۔

اس بھاگ دوڑ میں تمام گھوڑے تھک کر چور ہوچکے تھے۔ بہت سوں کے نعل گر گئے تھے۔ خان فیروز جنگ نے مناسب سمجھا کہ چھ سات گھنٹے تک وہیں قیام کرے۔ غرض گھوڑوں کو آرام دے کر اور نعل جڑوا کر آدھی رات کے وقت پھر سوار ہوئے۔ راستہ بہت تیزی سے طے کرتے چلے گئے۔ دوپہر کے وقت خان فیروز جنگ کے کچھ قراول یہ خبر لائے کہ ہم نے

دور سے جھجھار کا لشکر دیکھا ہے ۔ حرانے کے ہاتھی اور عورتوں کے عماری دار ہاتھی نیز اسباب و سامان آگے آگے ہیں ۔ فوج اُن کے پیچھے چل رہی ہے اور سب بہت عجلت میں ہیں ۔ یہ خوشخبری سن کر خان والا شان نے قراولوں کی فوج کو حکم دیا کہ بہت پھرتی سے آگے بڑھ کر ان اجل گرفتوں کا راستہ روکیں ۔ قراول آگے بڑھے ۔ اُن کے پیچھے کمک کے لیے چار سو بندوقچی اور تیرانداز سوار فوراً روانہ ہوئے ۔ قراولوں کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ کمکی فوج وہاں جا پہنچی ۔ سب کے دل بڑھ گئے ۔ سبھوں نے مل کر تیروں اور بندوقوں کی باڑھیں اس بدبخت کے لشکر پر ماریں ۔ پہلے ہی حملے میں بہت سے کافروں کو قتل کر ڈالا ۔ باقی بدحواس ہوگئے ۔ اس اثنا میں بہادر خاں کا چچا نیکنام ان بھگوڑوں کی راہ روکنے کے واسطے اپنے اسی (۸۰) آدمی لے کر آگے بڑھ گیا ۔

اب جھجھار نے دیکھا کہ موت سر پر آ پہنچی ہے ، جان سے ہاتھ دھو کر پہلے تو اُن عورتوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جن کے گھوڑے بیکار ہوچکے تھے ۔ پھر خود جانبازی کے لیے آمادہ ہوا ۔ برگشتہ بخت بکرماجیت نے صف بندی کرکے اپنی فوج سے نیکنام اور اُس کے رفیقوں کو گھیرے میں لے لیا ۔ اگرچہ اُس دلاور کے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے اور بکرماجیت کی فوج بہت زیادہ تھی تاہم اُس نے کمال مردانگی سے اپنے نام کی لاج رکھی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ آخر کار زخمی ہوکر سات رفیقوں سمیت وہیں کھیت رہا ۔ اسی عرصے میں مادھو سنگھ ولد راؤ رتن نیکنام کی مدد کے لیے بڑھ کر آیا اور نہایت دلاوری سے اُن بھگوڑوں پر حملہ کرکے ہنگامۂ کار زار گرم کیا ۔ پہلے ہی حملے میں کچھ آدمیوں کو جہنم رسید کر دیا ۔ باقی بھاگ نکلے ۔ یہ بہادر تلوار کے وار کرکے دشمنوں کو میداں سے ہٹا رہا تھا کہ اتنے میں خان دوراں بھی تلوار علَم کیے آ پہنچا ۔ اس کے آنے سے معرکۂ جنگ میں اور تیزی آئی ۔ دونوں نے مل کر یک دلی کے ساتھ ایسے حملے کیے کہ بے شمار شریروں کو ہلاک کر ڈالا ۔

اب تک جھجھار سنگھ اور بکرماجیت کی وجہ سے غنیم کی شیرازہ بندی قائم تھی ، جب خان دوراں اور مادھو سنگھ کا سامنا ہوا تو پہلے اُن

دولوں نے گستاخی و شوخ چشمی سے ان سرداروں کا مقابلہ خوب جم کر کیا ۔ لیکن اُن کی یہ کوشش ایسی ہی تھی جیسے مرغِ بسمل ذبح ہونے کے بعد تڑپتا رہے کچھ دیر ہاتھ پاؤں مارے ، بالآخر بہت سے رفیقوں کو قتل کروا کر خود بھاگ نکلنے کا قصد کیا ۔ نقارے کے ہاتھی کو نیز خزانے سے لدے ہوئے چار ہاتھیوں اور تین اُونٹوں کو وہیں چھوڑ کر جنگل کی راہ لی ۔ گھوڑوں کے دم قدم سے اُس روز بھی معرکے سے جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہوگئے ۔ شاہی دلاوروں نے شام تک اُن بھگوڑوں کا پیچھا کیا لیکن کسی کا سراغ نہ ملا ۔ ناچار رات وہیں گزاری ۔ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ دونوں منافقوں نے اپنے اہل و عیال کو خزانے کے آٹھ ہاتھیوں سمیت گولکنڈے کی طرف بھیجا ہے ۔ خود آہستہ آہستہ اُن کے پیچھے جا رہے ہیں ۔ خان فیروز جنگ اور خان دوراں نے یہ خبر سنتے ہی ہوشمندی کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنے کی ٹھانی ۔ بہادر خان بیماری اور نا طاقتی کی وجہ سے بالکل بیدم ہو رہا تھا ، لیکن محض حوصلہ مندی کے سبب اب تک تعاقب میں مصروف رہا ۔ دونوں سرداروں نے اُسے اس کام سے روک کر آرام دیا ۔

اس مرتبہ خان دوراں نے فوجِ ہراول کی سرداری اور اُن بد بختوں کا کھوج لگانے بلکہ کھوج مٹانے کا بیڑا اٹھایا ۔ اگرچہ اُن مکاروں نے ہاتھیوں کے نقشِ قدم کو مٹا دینے کا پورا اہتمام کیا تھا لیکن خان دوراں نے ان کا سراغ لگا ہی لیا ۔ بہت جنگ آزمودہ جہاں دیدہ سردار تھا ۔ ساری عمر سپہ گری کے فنون میں بسر کر چکا تھا ۔ بذاتِ خود ان کا سراغ لگانے میں مصروف رہا ۔ اپنے اندازہ و قیاس سے ایسا صحیح حساب لگایا کہ سائے کی طرح غنیم کے پیچھے چلتا رہا ۔ آخر کار معلوم ہوا کہ ان مکاروں نے خزانے کے دو ہاتھی میدانِ جنگ سے شمال کی طرف والے جنگل میں چھوڑ دیے ہیں ۔ جھجھار کا بیٹا اودے بھان دو معتمد آدمیوں یعنی سیام اور دودا کو ہمراہ لیے خزانے کے آٹھ ہاتھیوں سمیت گولکنڈے کی طرف جا رہا ہے ۔ اُنھوں نے از راہِ فریب چھ ہاتھی قصبہ چاندہ کی طرف غلط راستے پر ڈال دیے ہیں تاکہ تعاقب کرنے والے بھی اُلٹے راستے پر

جا پڑیں ۔ خود دو تیز رفتار ہتھنیوں کے ساتھ ، جن پر جھجھار کے اہل و عیال سوار ہیں ، بڑی پھرتی سے راہ طے کر رہے ہیں ۔

خان دوراں کو یہی دھن تھی کہ جس طرح بنے جھجھار اور بکرماجیت کو گرفتار کر لیجیے ۔ اس نے خزانے کے بار ہیود وغیرہ کا خیال کیے بغیر دونوں بد بختوں کا تعاقب جاری رکھا ۔ زمانے کی نیرنگ سازی اور اقبال بادشاہی کی کارگزاری دیکھیے کہ خان دوراں کے کچھ سپاہی پیچھے رہ گئے تھے ، وہ چھ ہاتھی انھوں نے دیکھ لیے ۔ سب کو پکڑ کر خزانے سمیت خان دوراں کے پاس لے آئے ۔ اس نے سارا مال قلم بند کروایا ، پھر آگے بڑھ گیا ۔ ابھی چار پانچ کوس راہ طے کی تھی کہ جھجھار کے رفیقوں کو دور سے دیکھا ۔ خان دوراں نے اپنے بیٹے سید محمد کو مادھو سنگھ ، نظر بہادر خویشگی اور ایک سو جنگجو مغل سوار دے کر تیزی سے بڑھایا ۔ ان کے پیچھے خود چلا ۔ اب جھجھار سنگھ نے محسوس کیا کہ نہ ٹھہر کر مقابلہ کرنے کی طاقت ہے نہ بھاگنے کا موقع ۔ حفظِ ناموس کی خاطر راجپوتوں کے قاعدے یعنی جوہر کی رسم پر عمل کرنا چاہا ۔ اپنی رانیوں ، کمسن لڑکیوں اور رانی پاربتی بیوۂ نرسنگھ دیو پر خنجر کے وار کر کے خود بھاگنے کا قصد کیا ۔ شاہی دلاور بڑی پھرتی سے گھوڑے اڑا کر ان کے سر پر جا پہنچے ۔ جھجھار کے سپاہیوں میں سے بعض نام و ننگ کو خیرباد کہہ کر میدان سے بھاگ نکلے اور گھنے جنگل میں گھس کر جان بچائی ۔ لیکن جو لوگ فرار کو عار سمجھتے تھے اور جان دینا ان کے نزدیک کھیل تھا ، وہ ثابت قدمی کے ساتھ جم کر لڑنے لگے ۔ اسے میں خان دوراں بھی آ پہنچا ۔ سب نے مل کر حملہ کیا تو جھجھار کے ہمراہیوں کو ذرا سی دیر میں تہ تیغ کر ڈالا ۔ شیر افگن بہادروں کی تلواروں اور تیروں سے ان بد بختوں کا یوں خاتمہ ہوا جیسے موسم خزاں میں ہوا کے جھونکوں سے پتے گر کر ڈھیر ہو جائیں ۔ یہ لوگ جن کے سر پر ادبار کی گھٹا چھا رہی تھی اور جنھوں نے بغاوت و سرکشی کر کے اپنے ہاتھ سے تباہی کو دعوت دی تھی ، ایک لمحے میں خاک و خون میں لوٹنے لگے ۔ روپے اشرفیوں سے لدے ہوئے ہاتھی وہاں کھڑے ان کی جہالت

کی داستان سنا رہے تھے ۔

اتنے خونریز معرکے کے باوجود وہ دونوں بد نہاد جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے ۔ بکرماجیت کا بیٹا درجن سال اور ایک بھائی درگ بھان گرفتار ہوئے ۔ رانی پاربتی اور دوسری رانیاں اور چند لڑکیاں وہاں نیم بسمل مورنیوں کی طرح پڑی تڑپ رہی تھیں ۔ انھیں خان دوران نے اٹھوا کر تمام مال و اسباب سمیت جس میں اشرفیوں اور مرصع آلات سے لدے ہوئے ہاتھی بھی تھے ، خان فیروز جنگ کے پاس بھیج دیا ۔ اس روز سرداروں نے قریب ہی ایک جھیل کے کنارے قیام کیا ۔ نقد روپیہ ، مرصع آلات ، سونے چاندی کے ظروف اور تمام قیمتی ساز و سامان کی فہرست بنوائی ۔ باقی سامان اور خزانے کی جستجو کرتے رہے ۔ اتنے میں خبر آئی کہ وہ دونوں باپ بیٹے جن کے سر پر موت سوار تھی ، شاہی دلاوروں کے حلقے سے تیر کی طرح نکل کر ٹوٹی ہوئی کمان کی مانند جنگل کے کسی گوشے میں جا پڑے تھے ۔ وہاں اتفاقاً کچھ گونڈ جا پہنچے اور ان دونوں کو قتل کر ڈالا[1] ۔ خان دوراں یہ خوش خبری سن کر فرطِ مسرت سے اچھل پڑا ، فوراً ادھر روانہ ہوا ۔ جا کر دیکھا کہ دونوں کی لاشیں خون میں لت پت پڑی ہیں ۔ حکم دیا کہ ان کے سر کاٹ لو ۔ وہیں جھجھار کے کچھ عزیز بھی موجود تھے ۔ انھیں اپنے سامنے بلوا کر حقیقتِ حال دریافت کی ۔ معلوم ہوا کہ گونڈوں نے ہتھیاروں اور پوشاک کے لالچ میں انھیں قتل کیا ہے ۔ اسی لمحے ان کے قاتلوں کو طلب کر کے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ ان سے واپس لیے ۔ پھر یہ سب چیزیں اور ان دونوں کے سر نیز مہر کی انگوٹھیاں نشانی کے بطور خان فیروز جنگ کے رو برو لایا ۔

فیروز جنگ نے فوراً دونوں گمراہوں کے سر بہادر بیگ کے بدست بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دیے ۔ بہادر بیگ شاہی تفنگ خانے کا داروغہ تھا اور حضرت کے حسب الحکم فیروز جنگ کے ساتھ آیا تھا ۔ ایک عرضداشت میں اس فتح کا حال لکھ کر بارگاہِ والا میں ارسال کیا کہ اقبالِ

---

۱ ۔ مآثر الامرا ، جلد دوم ص ۲۸۲ تا ۲۸۶ ، طبع کلکتہ میں انھی تفاصیل کا اقتباس ہے ۔

بادشاہی کی برکت سے یہ مہم سر ہوئی ۔ الغرض بہادر ایک کوچ کرتا ہوا ۲۰ دی مطابق ۹ جنوری ۱۶۳۶ء سیہور کے نواح میں جا پہنچا جہاں حضرت کا کوکبۂ اقبال پڑاؤ کیے ہوا تھا ۔ دونوں سر جنھیں سرکشی کی پاداش میں آسانی بلاؤں نے پامال کر ڈالا تھا ، پیش کیے ۔ حضرت کے حسب الحکم کوتاہ اندیش نادانوں کی عبرت آموزی کے لیے انھیں سیہور کی سرائے کے پھاٹک پر الٹا لٹکا دیا گیا ۔

جب فیروز جنگ اور خان دوراں کو اس مہم سے فراغت ہوئی تو کارگزاری کے تقاضے سے ایک اور کارستانی دکھانے کا قصد کیا ۔ سوچا کہ اس مہم میں بڑھتے بڑھتے چاندہ کے علاقے میں تو آ ہی چکے ہیں ، لگے ہاتھوں یہاں کے زمیندار سے جو بڑا صاحبِ ثروت اور ممتاز زمیندار ہے ، شاہی پیشکش وصول کرتے چلو ۔ چنانچہ سنگرام کور زمیندار کے ہاتھ اُسے ایک نامہ بھیجا جس میں اطاعت کی ترغیب کے مضامین کے علاوہ کچھ دھمکیاں بھی تھیں ۔ یہ تحریر بھیج کر لشکر کو صف بستہ کرکے اس طرف کوچ کیا ۔ جب سنگرام نے اُسے وہ تحریر پہنچا دی تو اقبال بادشاہی کی تاثیر سے زمیندار مذکور بے تامل اطاعت پر آمادہ ہوگیا ۔ ۔ نہاد جھجھار سنگھ کا مال و اسباب لوگوں نے خوب لوٹا تھا جس کی اطلاع خان فیروز جنگ کو نہ تھی ۔ زمیندار نے وہ تمام ساز و سامان جمع کر کے اپنے ساتھ لیا اور چاندہ سے دو کوس کے فاصلے پر جہاں سرداروں کا لشکر دریائے نربدا کے کنارے خیمہ زن تھا ، حاضر ہوا ۔ تمام سامان پیش کرکے کامل اطاعت کا اقرار کیا ۔ یہ بھی وعدہ کیا کہ حضرت کے 'ضیافتانہ' کے بطور پانچ لاکھ روپے نقد ادا کروں گا اور ہر سال بیس ہاتھی شاہی فیل خانے کے لیے بھیجوں گا ورنہ اُن کی قیمت یعنی اسی ہزار روپے خزانے میں جمع کروا دوں گا ۔ مہر و دستخط سے آراستہ تحریری اقرار نامہ بھی دیا جس میں تمام شرطیں درج کرنے کے علاوہ یہ بھی لکھا کہ بہت جلد دولت آباد پہنچ کر بارگاہِ بادشاہی میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کروں گا ۔ زمیندارِ مذکور کی پیشکش میں دو ہاتھی بہت عمدہ تھے ۔ ایک کا نام روپ سنگار تھا ، دوسرے کا بھوج راج ۔

انھی دنوں ستاروں کی نا سازی اور آسمان کی شوخ چشمی سے ایک جگہ شاہی لشکر کو نظرِ بد کا گزند بھی پہنچا ۔ تفصیل یہ ہے کہ نجابت خاں ولد شاہرخ مرزا نے جو پنجاب کے دامنِ کوہ کے علاقے کا فوجدار تھا ، کارگزاری و دولت خواہی کے تقاضے سے سری نگر[1] (علاقہ گڑھوال) کی مہم فتح کرنے کا بیڑا اٹھایا ۔ بارگاہِ والا میں عرض کی کہ اگر دو ہزار سواروں کی کمک مرحمت فرمائی جائے تو اس علاقے کو فتح کرکے معقول پیشکش لے کر حاضر ہوں گا ۔ یہ التماس منظور ہوئی ۔ وہ اپنے ذاتی سپاہیوں ، علاقے کے زمینداروں اور بادشاہی کمک کو ہمرکاب لے کر بہت ترتیب کے ساتھ گڑھوال کے علاقے میں داخل ہوا ۔ اول اول تائید ایزدی کی برکت سے کئی مضبوط قلعے فتح کیے ۔ لیکن نا تجربہ کاری اور گرم و سردِ زمانہ سے بے خبری کے باعث عاقبت اندیشی کا دامن چھوڑ دیا ۔ فتوحات کے نشے میں جو ہاتھوں ہاتھ میسر آئی تھیں ، انجام کار سے غافل ہو گیا ۔ اس وجہ سے مہم نا کام ہونے کے علاوہ سارا اثاثہ برباد ہو گیا ۔ سیکڑوں سپاہی پراگندہ ہو کر نہ جانے کہاں پہنچے ۔ ہزاروں بحالِ تباہ ہلاک ہو گئے ، کسی کی خبر تک نہ آئی کہ کیا گزری ۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نجابت خاں نے سری نگر کے علاقے میں پہنچتے ہی شیر گڑھ کا مضبوط قلعہ کھڑے کھڑے فتح کر لیا ۔ زمیندار نے یہ قلعہ دریائے جمنا کے کنارے نہایت دشوار گزار جنگل میں اس لیے تعمیر کروایا تھا کہ یہاں تجربہ کار جنگجو سپاہیوں کو جمع رکھے اور جب موقع ملے شاہی علاقے اور ریاست سرمور پر دست درازیاں کیا کرے ۔ شیر گڑھ کو فتح کرکے قلعہ' کالسی فتح کرنے کی نیت سے بڑھا جو زمیندار سرمور کی ملکیت تھا لیکن سری نگر کے زمیندار نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا تھا ۔ خانِ موصوف نے وہاں پہنچ کر کچھ عرصہ محاصرہ کرنے کے

---

۱ ۔ یہ سری نگر ریاست ٹیہری (گڑھوال) میں واقع ہے ۔ اس پر کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کا مغالطہ نہ کیا جائے ۔

بعد اُسے بھی فتح کر کے زمیندار سرمور کے حوالے کردیا ۔ بعد ازاں زمیندار مذکور کی التماس کے مطابق اُسے کمک کے لیے اپنی کچھ فوج دے دی تاکہ وہ قلعۂ بیراٹ کو دوبارہ اپنے قبضے میں لے آئے کیونکہ بیراٹ اس کے آباء و اجداد کی قدیمی جاگیر تھی جسے زمیندار سری نگر نے جبراً چھین لیا تھا ۔ اس کے بدلے میں نجابت خان نے سری نگر والے کا قلعۂ اننور جو نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر تھا ، چھین کر زمیندار سرمور کے قبضے میں دے دیا ۔ یہ قلعہ اپنی اُستواری میں سری نگر سے کچھ کم نہ تھا ۔ تین طرف پہاڑوں کی رفیع الشان دیواریں کھڑی تھیں ؛ چوتھی طرف آنے جانے کا راستہ تھا جس کا کچھ حصہ اتنا تنگ و تاریک تھا کہ سوار تو کیا پیادے کو بھی وہاں سے گزرنا دشوار تھا ۔ غرض تائید غیبی سے اُسے سر کر لیا ۔ لکھن پور کے زمیندار جگتو کو چند ہزار سوار اور پیادے دے کر اُس کی نگہبانی پر مامور کیا ۔

بعد ازاں گڑھوال کا تمام علاقہ فتح کرنے کی بات سے نجابت خاں آگے بڑھا ۔ لشکر والوں نے دریائے گنگا کے ساحل تک کا تمام علاقہ لوٹ مار کرکے تباہ کرڈالا ۔ تمام علاقے پر قبضہ کرکے ہردوار کے پاس گنگا کو عبور کیا ۔ یہاں اطلاع ملی کہ وہ سرکش مقابلے کی تیاری میں مصروف ہے ۔ فساد پیشہ گورکھوں کی تیس چالیس ہزار فوج جمع کرکے درۂ کتل تلاؤ کا دہانہ بند کرنے کی فکر میں ہے کہ اس ریاست میں آمد و رفت کی راہ فقط یہی ہے ۔ وہ بھی فلک بوس پہاڑوں کے درمیان صرف بیس گز چوڑا راستہ ہے ۔ اگر کھلا ہو تب بھی وہاں سے گزرنا نہایت دشوار ہے ۔ منصوبہ یہ ہے کہ چونے پتھر کی مضبوط دیوار اٹھوا کر اس دہانے کو بند کروا دیا جائے اور اُس پر نشانے باز بندوقچی بٹھا دے ۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہاں سے کسی کے گزرنے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا ۔

بہادر سردار نے یہ خبر سنتے ہی فیصلہ کیا کہ نہایت پھرتی کے ساتھ بہادری سے کام لے کر اُس دہانے پر قبضہ کر لے ۔ اس دشوار مہم کو سر کرنے کے لیے گوجر گوالیاری اور اودے سنگھ راٹھور کو کیمپ کی نگہبانی پر مامور کرکے خود تمام دلاوروں کو ہمرکاب لیے اُس دہانے کی

طرف بڑھا - بڑی مصیبتوں سے فقط تھوڑے سے رفیقوں سمیت درے کے پاس پہنچا - آگے بڑھنے کی فکر میں تھا کہ گورکھوں کی ایک جماعت نے بڑھ کر راستہ روکا - تیروں اور گولیوں کی بارش کر دی - یہاں اقبالِ بادشاہی اور الطافِ الٰہی کے سوا اور کوئی چیز اُنھیں پناہ دینے والی نہ تھی - غرض بڑی بے جگری سے تلواریں مارتے، دشمنوں کو کاٹتے ہوئے کسی نہ کسی طرح آگے بڑھے اور دیوار تک جا پہنچے - اور تو کوئی اوزار نہ تھا، خنجروں اور جمدھروں سے دیوار کے پتھروں کو اکھیڑا، بلکہ سچ پوچھیے تو ہمت مردانہ سے کام لیا جس کے سامنے سدِ سکندر بھی نہیں ٹھہر سکتی اور کوہِ قاف کے دل میں سینکڑوں شگاف پڑ جاتے ہیں - اجل رسیدہ مخالفوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ملکِ عدم کی راہ دکھائی - بہت سے قید ہوئے باقی بھاگ نکلے - زمیندار مذ نہاد کا ایک نامی سردار بھان دیو اس معرکے میں کام آیا جس سے سب کے دل ٹوٹ گئے - شاہی فوج کے کچھ دلاوروں نے بھاگتی ہوئی فوج کا تعاقب کیا -

یہ فتحِ عظیم حاصل کرکے اور دیوار کو توڑ کر نجابت خاں نے گوالیاری گوجر اور دوسرے سرداروں کو جو کیمپ کی نگہبانی پر مامور تھے، تاکیدی حکم بھیجا کہ فوراً مجھ سے آملو - یہ لوگ اگلے روز خانِ موصوف تک جا پہنچے - سب نے مل کر یہاں سے کوچ کیا - سری نگر سے تیس کوس ورے منزل کی - فوجِ شاہی کی پے در پے فتوحات سے زمیندار کے دل پر ایسا رعب چھایا کہ مرغِ بسمل کی طرح بیتاب ہوگیا - چارۂ کار یہی نظر آیا کہ امان مانگے - اپنے کچھ آدمی نجابت خاں کے پاس بھیج کر فرماں برداری کا اظہار کیا اور جان کی امان طلب کی - وعدہ کیا کہ اس سے پہلے سات لاکھ روپے سالانہ کی پیشکش بھیجا کرتا تھا، اب دس لاکھ پیش کروں گا - ایک لاکھ روپے نجابت خاں کی نذر کیے کہ یہ 'مہلتانہ' ہے - مجھے پیشکش فراہم کرنے کی مہلت دیجیے اور للہ میرے علاقے میں آگے نہ بڑھیے - مادھو سنگھ نامی ایک شیطان خصلت مکار اُس کا معتمد سردار تھا جو بارگاہِ شاہی میں اس کے وکیل کی حیثیت سے حاضر رہتا تھا - اس کو نجابت خاں کے پاس بطور سفیر بھیجا - وہ چاندی کے کچھ ظروف

بطور پیشکش لے کر حاضر ہوا اور سادہ دل سردار کو دامِ فریب میں پھانسنا شروع کیا۔ مادھو سنگھ یہ اندازہ کر چکا تھا کہ خان کا لشکر بہت زیادہ ہے جس کی خوراک کا انتظام نہیں، مرکز سے دور ہے۔ راستے میں دشوار گزار گھاٹیوں کے پڑنے سے رسد کے آنے کی راہ بند ہے۔ یہ باتیں سوچ کر خان کو بہلانا شروع کیا تاکہ جوں جوں وقت گزرے، شاہی فوج کا کام بگڑتا جائے۔ جب دیکھ لیا کہ عنایت خان میرے حیلوں میں پھنس چکا ہے تو وعدہ کیا کہ پندرہ روز تک مقررہ پیشکش لے کر حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا۔

یہ تمام انتظامات کر کے اپنے دو عزیزوں کو لشکر میں چھوڑا۔ خود پیشکش اور مہلتانہ لانے کے بہانے اجازت لے کر رخصت ہوا۔ لشکر کی پوری حالت اسے معلوم ہو چکی تھی کہ رسد نہ ہونے کے سبب فوجِ شاہی ایک ماہ سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ علاوہ ازیں برسات کا موسم سر پر آپہنچا ہے۔ یوں بھی یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں۔ اُدھر دو ہفتے کے اندر زمیندار نے مہلت پاکر ہزاروں سپاہیوں کی کمک جمع کر لی تھی۔ اب ان دغا بازوں نے از سرِ نو وعدے وعید کر کے وقت گزارنا شروع کیا۔ جان بوجھ کر پیشکش بھیجنا ملتوی رکھا کہ مفت میں کام نکالنا بہتر ہے۔ غرض آج کل کرتے کرتے پورا ڈیڑھ مہینہ گزار دیا۔ سادہ دل نادان سردار ہر روز انتظار کرتا رہا۔ سوائے ایک لاکھ روپے کے جو بطورِ مہلتانہ آیا تھا اور کچھ نہ ملا۔ اس مدت میں غلے کی نایابی اتنی بڑھی کہ روپے سیر بکنے لگا بلکہ یہ بھی ایک بات تھی ورنہ اناج تھا کہاں۔ روٹی ایسی نایاب ہوئی کہ لوگ تصور میں اس کا نقشہ کھینچتے اور آہیں بھرتے۔ غذا کا وہ کال پڑا کہ سپاہیوں کو تو کیا سرداروں کو کھانا میسر نہ آیا۔ بڑے بڑے آبرو دار آدمی روٹی کے لیے ہاتھ پھیلاتے بلکہ روٹی کا نام لے کر مر جاتے۔ بھوک کے مارے سب کا دم نکلنے لگا۔ دانے دانے کے لیے باہم لڑتے اور جان دیتے تھے۔ قحط کے مارے آدمی گدھ کی طرح مردار کھانے پر اتر آئے۔ روٹی کی صورت کہیں نظر نہ آتی تھی۔ مٹھی بھر دانوں کے واسطے لوگ خوشۂ جو کی طرح تلواریں کھینچ لیتے۔ بھوک نے

ایسا اندھا کیا تھا کہ ایک لقمے کے پیچھے عقل سے ہاتھ اٹھا کر جان دینے کو تیار تھے۔

یہاں یہ عالم تھا، ادھر ان دغا بازوں نے موقع پا کر آنے جانے کے راستے اس طرح بند کیے کہ جو موت کا مارا کیمپ سے چار قدم باہر نکلا اُن مکاروں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ کسی کو کوس بھر باہر نکلنے کی ہمت نہ تھی۔ نوعمر سردار جیسے ان معاملات کا کچھ تجربہ نہ تھا، اگلی فتوحات کے نشے میں، ایسا مدہوش ہوا کہ غنیم کے غلے اور اپنے لشکر کی مجبوریوں سے بالکل غافل ہو گیا۔ نہ انجام کی فکر تھی نہ موجودہ معاملات کی۔ غنیم نے ہر طرف سے راستے بند کر رکھے تھے اور اس ناتجربہ کار نوجوان کو ذرا خیال نہ تھا۔ جب فوج کی فاقہ کشی انتہا کو پہنچ گئی اور پیہم شکایتیں اُس کے کان تک پہنچیں تو گوہر گوالیاری کو دو سو سوار دے کر پرگنہ نگینہ (ضلع بجنور) میں بھیجا کہ غلے کی رسد جلد لاؤ۔ یہ بدنصیب جماعت ابھی پانچ چھ کوس ہی گئی تھی کہ غنیم کی ایک فوج نے گھات سے نکل کر گھیرے میں لے لیا۔ کسی کو قتل کیا، کسی کو قید۔ جب گوہر نے دیکھا کہ راہیں بند ہیں اور جان بچنے کی کوئی صورت نہیں تو مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ اپنے بیٹوں عزیزوں اور تمام جاں نثاروں سمیت ایسی جانبازی کے ساتھ لڑا کہ سب کے سب وہیں کھیت رہے، ایک بھی نہ بچا۔

غفلت شعار سردار تدبیر اور شعور سے بے بہرہ تھا۔ اُسے خبر بھی نہ ہوئی کہ ان بدنصیبوں پر کیا گزر گئی۔ اطمینان سے بیٹھا ہوا اُن کے اور غلے کے آنے کی راہ دیکھتا رہا۔ شریر پہاڑیوں نے تمام ناکے اس طرح بند کیے تھے کہ کوئی جاسوس گوجر کے مارے جانے کی اطلاع نہ پہنچ سکا۔ مدت کے بعد نجابت خاں نے خوابِ غفلت سے آنکھ کھولی تو حالات کا اندازہ ہوا۔ ظالم پہاڑیوں نے قدم قدم پر ایسا پہرا لگایا تھا کہ لشکر والوں میں سے کسی کو کیمپ سے ایک قدم باہر جانا محال تھا۔ گھاس ایندھن کے لیے دو چار کوس جانے کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ غرض بلامبالغہ جان کے لالے پڑ گئے۔ معاملہ کچھ ایسا بے ڈھب آن پڑا تھا کہ

چارہ و تدبیر کی گنجائش ہی نہ تھی۔ جب جان پر آ بنی تو لاچار سبھوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ وہاں سے کوچ کرکے تین کوس راہ طے کی تو معلوم ہوا کہ تمام راستے بند ہیں۔ مجبوراً فیصلہ کیا کہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہوکر پیدل چلو اور جہاں سے راستہ ملے نکل جاؤ۔ سب نے اس نامعقول تجویز پر عمل کیا۔ روپ چند گوالیاری نے جب دیکھا کہ واپسی کا راستہ چاروں طرف سے بند ہے تو جن رفیقوں سے جاں نثاری و رفاقت کی امید رکھتا تھا انھیں جمع کرکے کہا کہ اس طرح پھنس کر مرنا تو خود کشی کے برابر ہے۔ جب مرنا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ غنیم پر حملہ کرکے سو پچاس کو مار کر مریں۔ سب رفیقوں نے یہی فیصلہ کیا۔ ایک جگہ صف بستہ ہوکر غنیم پر ٹوٹ پڑے۔ ایسے مردانہ حملے کیے کہ رستم کی روح آفریں کہنے لگی۔ آخر دم تک لڑتے رہے یہاں تک کہ سب کے سب وہیں مارے گئے۔

المختصر فوج کے پیادے اور سوار ان پہاڑوں میں منتشر ہوکر ششدر و سرگرداں پھرنے لگے اور جا بجا پہاڑیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ نجابت خان نے اپنی مختصر جماعت کو ساتھ لے کر کئی جگہ بڑی مردانگی سے غنیم کا مقابلہ کیا۔ رفیقوں کو لے کر دشمن کی صفوں میں ڈوب جاتا اور مارتا کاٹتا باہر نکل آتا۔ غرض کسی نہ کسی طرح اُن دغا بازوں کے نرغے سے نکلا۔ ساری فوج تباہ ہو گئی۔ مہم کے شروع میں دامنِ کوہ کے زمینداروں کے دیے ہوئے دس ہزار پیادے ساتھ لے کر چلا تھا، وہ سب کے سب کام آئے۔ اکثر واپسی سے پہلے مارے گئے۔ جو بچے وہ واپس ہوتے وقت ادھر اُدھر منتشر ہو کر ہلاک ہوئے۔ مختصر یہ کہ صرف ایک ہزار پیادے اس مخمصے سے بچ کر نکلے۔ سواروں میں سے بھی آدھے جابجا پراگندہ ہو گئے۔ فقط آدھے باقی رہے۔

جب ان واقعات کی اطلاع بادشاہ سلامت تک پہنچی تو حضرت کا مزاج بہت مکدر ہوا۔ اُس عالی خاندان سردار کی نادانی و نا تجربہ کاری سے سخت ناخوش ہوئے۔ تاہم زمانے نے جو بہت سخت گیر استاد ہے، نجابت خان کو خود بھی اچھا سبق دیا تھا۔ فوج کے علاوہ اس کا تمام

اثاثہ اور دولت بھی تباہ ہو چکے تھے - علاوہ ازیں اُس کی خاندانی نسبت کا بھی پاس تھا ، لہٰذا حضرت نے اُس کی غلطیوں سے چشم پوشی فرمائی - البتہ اُس کی جاگیر اور منصب ضبط کر لیے - دامن کوہ کی فوجداری اُس کے بجائے مرزا خان ولد شاہنواز خان ابن عبدالرحیم خانخاناں کے سپرد کی اور اُس کی جاگیر بھی اُسے عطا فرما دی -

۲۱ شہریور[1] ۳۰ ذیقعدہ ۱۰۴۵ھ مطابق ۶ مئی ۱۶۳۶ء روز پنجشنبہ حضرت کی عمر مبارک کے چھیالیسویں قمری سال کا جشن وزن کمال زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا - اس مبارک تقریب کی مقررہ رسمیں دستور کے مطابق ادا ہوئیں - نقد و جنس جو حضرت کی تول میں آیا ، محتاجوں میں تقسیم کر دیا گیا - منصبوں کی ترقی ہوئی اور وظائف عطا کیے گئے نذر محمد خان والی بلخ کے ایلچی بابرہ بیگ کو خلعت ، خنجر مرصع اور بیس ہزار روپے بطور انعام عطا ہوئے - اشرفیوں روپوں سے بھرے ہوئے نو عدد خوان جو ہر سال اس تقریب پر نچھاور کیے جاتے تھے آسے عطا فرما کر واپسی کی اجازت دی - بلخ کی سوداگر ... یاقوت کو پانچ ہزار روپے اور خلعت عنایت ہوئے - خواجہ ... جوئباری کے بھائی صالح خواجہ نے اپنے وطن سے جو تحفے اور ... طویغون بطور ہدیہ ارسال کیے تھے ، حضرت نے بابرہ بیگ کے ... چار ہزار روپے روانہ کیے - اسی محفل میں نذر محمد خان کے ... لے جانے کے لیے میرک حسین خوافی کو نامزد فرمایا - رخصت کے ... اُسے دس ہزار روپے کا انعام اور اسپ و خلعت عطا فرما کر ...

---

۱ - یہاں ایرانی اور قمری تاریخوں میں اختلاف ہے - ۲۱ شہریور ... ۱۰ ستمبر ۱۶۳۶ء کی تاریخ پڑتی ہے جب کہ ... ۳۰ ذیقعدہ ۶ مئی ۱۶۳۶ء سے مطابق ہے - بادشاہ نامے ... اختلاف کا اندازہ نہیں ہوتا - شاہجہاں کی تاریخ ولادت ... ۱۰۰۰ھ ہے ، اس حساب سے ... کی چھیالیسویں ... ذیقعدہ نہیں بلکہ ۳۰ ربیع الاول ... ۱۰۴۵ھ ... سے مطابق ہے -

تیس ہزار روپے کی سوغات نذر محمد خان کے واسطے دی جو ایک سو ساٹھ قطعہ یاقوت ، پچاس قطعہ زمرد، نقرئی عماری والی ہتھنی اور خلعت نایاب و نفیس تحفوں پر مشتمل تھی ۔

بنگال کے سابق صوبے دار اعظم خان نے [illegible] تبادلے سے پہلے جو پیشکش ارسال کی تھی وہ بھی اس انجمن میں حضرت کی نظر مبارک سے گزری ۔ اس میں سات لاکھ روپے کی نقد و جنس شامل تھی ۔ [illegible] زرہ ہاتھی ، پچاس کوتل گھوڑے ، بیس خواجہ سرا ، عود کی بہترین لکڑیاں ، دو سو ڈھالیں، بے شمار سفید اور رنگین پارچات ، بنگال کے زمینداروں کا پیش کردہ پانچ لاکھ روپیہ جو وہ حسب دستور صوبے داروں کو پیش کیا کرتے ہیں ۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۶۳۸ء عید اضحی کی مبارک تقریب تھی ۔ دستور شریعت کے مطابق برگزیدۂ باری تعالٰی حضرت ظل سبحانی کی سواری عید گاہ پہنچی جس سے وہ مقدس جگہ نورانی ہو گئی ۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد حضرت دولتخانے پر واپس آئے ۔ راستے میں دونوں طرف روپوں اشرفیوں کی بکھیر ہوتی رہی جس سے غریبوں محتاجوں کی آرزوئیں بر آئیں ۔ حضرت کا سمند آہستہ آہستہ کمال وقار کے ساتھ چل رہا تھا ۔ آگے آگے دولت و اقبال اہتمام کرتے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے فتح و نصرت رکاب تھامے آتی تھی ۔ اس تاریخ پر بھی نذر محمد خان کے ایلچی ناہرہ بیگ کو تیس ہزار روپے ، یاقوت تحویلدار کو پانچ ہزار روپے، مراد احمد بیگی کو چار ہزار روپے ، عباداللہ میر شکار اور نذر بیگ داروغہ شکار خانہ کو چار ہزار روپے اور شتر خانے کے داروغہ کو ڈیڑھ ہزار روپے عطا فرما کر سرفراز کیا ۔ لطف علی گھکری کے بجائے ذوالفقار خان کو دوآبے کی فوجداری پر مامور کر کے ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ یوسف خان کی جگہ ٹھٹھہ کی صوبے داری پر دولت خان کو [illegible] جو اس سے پہلے خدمتگاروں کا داروغہ تھا اور خواص خان کے [illegible] معروف تھا ۔ اسے حسن [illegible] گزاری کے صلے میں [illegible] منصب عطا کر کے خلعت اور گھوڑا عنایت فرمائے ۔ آگرے [illegible] علاقے کی فوجداری پر خواجہ [illegible] کو سرفراز کیا ۔ [illegible] خطاب بھی عطا ہوا ۔

دستور کے مطابق ساون کے مہینے میں ۱۳ تیر مطابق ۳ جولائی ۱۶۳۶ء گلابی عید کا جشن منعقد ہوا ۔ انجمن عشرت میں حاضر ہو کر شاہزادوں ، منصب داروں اور روشناس خادموں نے صراحیاں اور شیشے نذر کیے ۔ کوئی صراحی مرصع تھی ۔ کسی طلائی صراحی پر مینا کاری تھی ۔ بعض چینی کی تھیں ۔ شیشوں میں گلاب بھرا ہوا تھا ۔ اس تقریب پر اعظم خاں کو سیف خاں کی جگہ الہ آباد کا صوبے دار مقرر کیا گیا ۔ سیف خاں ترقی پا کر پانچ ہزار نو سو ذات اور سوار ، تین ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ کے منصب اور احمد آباد (گجرات) کی صوبے داری پر سرفراز ہوا جو اب تک سپہدار خاں کے سپرد تھی ۔ عبدالرحیم خانخاناں کے پوتے لشکر شکن کو نو سو ذات پانچ سو سوار کا منصب اور لکھنؤ کی فوجداری عنایت ہوئی ۔ حکیم مسیح الزماں حج اور زیارت کے بعد بصرہ پہنچا تھا ، وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر بندر لاہری ٹھٹھہ میں آ کر اترا ۔ وہ بھی بارگاہ والا میں حاضر ہوا ۔ بطور پیشکش چار عراقی گھوڑے نذر کیے ۔ ان میں سے دو رہوار حضرت نے پسند فرمائے ۔ ایک کا رنگ بوزی اور دوسرے کا طرق تھا ۔ پہلے کا نام بادشاہ پسند رکھا ، دوسرے کا نام عیار ۔ حکیم موصوف کو ڈیڑھ ہزاری ذات ، سات سو سوار کا منصب ، بیس ہزار روپے انعام اور بندر سورت کی حکومت عطا ہوئی جو اب تک معز الملک کے سپرد تھی ۔

ان دنوں بصرہ کا حاکم علی پاشا تھا جسے حضرت سے غائبانہ عقیدت تھی ۔ خلوص و ارادت کے سبب ہمیشہ آپ کے واسطے عمدہ تحفے بالخصوص نجدی گھوڑے فراہم کرنے میں سرگرم رہتا تھا ۔ اس نے اظہار خلوص کے بطور اپنے ملازم کے ہاتھ پانچ قوی ہیکل عربی گھوڑوں کی پیشکش بھیجی تھی جو تیز رفتاری میں برق و باد سے آگے رہتے اور معرکوں میں آگ اور پانی میں سے گزر جاتے ۔ حضرت نے یہ پیشکش پسند فرمائی ۔

۲ شہریور[1] ۱۲ ربیع الاول ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۶۳۶ء کو

---

۱ - یہاں تقویم کی وہی غلطی جس کی طرف دو صفحے پیچھے اشارہ کیا گیا ہے ، پھر واقع ہوئی ہے - ۲ شہریور کو از روئے تقویم ۲۲ اگست کی تاریخ پڑتی ہے -

حسب معمول حضرت رسالت پناہؐ کی عید میلاد کا جشن منایا گیا ۔ شاہی لنگر خانے سے خاص و عام نے کھانا کھایا ۔ بارہ ہزار روپے غریبوں میں تقسیم ہوئے ۔ ۲۳ دی مطابق ۱۳ جنوری [۱۶۳۶ء] حضرت کی عمر مبارک کے پینتالیسویں شمسی سال کا جشن تلادان منایا گیا ۔ بارگاہ شاہی دریائے نربدا کے دو رویہ بخش تھی ، وہیں سالانہ دستور کے مطابق بڑی زیب و زینت کے ساتھ جشن منعقد ہوا ۔ نقد و جنس جو حضرت کے وزن میں چڑھا اور جو چیزیں آپ کے سر پر سے واری گئی تھیں وہ سب غریبوں محتاجوں اور پارسا عالموں میں تقسیم کر دی گئیں ۔ شاہنواز خان صفوی توش بیگی کو ترقی دے کر چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کا ، راؤ امر سنگھ کو تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا ، مہیش داس راٹھور کو سات سو ذات پانچ سو سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ سید خان جہاں بارہہ بھی بارگاہ والا میں حاضر ہو کر خلعت مع چارقب ، شمشیر اور خنجر مرصع اور ایک لاکھ روپے کے انعام سے سرفراز ہوا ۔

انہی دنوں مکرمت خان دیوان بیوتات کو بیجاپور کی سفارت پر اور عبداللطیف دیوان تن کو گولکنڈے کی سفارت پر روانہ کیا گیا ۔ وجہ یہ تھی کہ عادل خان والی بیجاپور اپنی کم عمری اور ناتجربہ کاری کے باعث بے عقلی اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دے رہا تھا ۔ نظام الملک کی وہ فتنہ پرداز فوج جو شاہی لشکر کی تلواروں سے بچ کر نکل گئی تھی اُسے عادل خان نے اپنے علاقے میں پناہ دی تھی ۔ علاوہ ازیں شاہی پیشکش بھیجنے کا جو وعدہ کیا تھا اُس کی بجا آوری میں تاخیر کر رہا تھا ۔ قطب الملک والی گولکنڈہ بھی کم عمری اور خواب غفلت کے سبب پیشکش بھیجنے میں عادل خان کا پیرو تھا ۔ سب سے بری حرکت جو اُس سے سرزد ہو رہی تھی یہ ہے کہ وہ اس بیہودہ فرقے کے طور طریقے اختیار کر رہا تھا جو بدزبانی کا ارتکاب کرتا ہے ۔ حالانکہ اُس کی مملکت حضرت ظل سبحانی کے زیر سایہ ہے لیکن گولکنڈے کی مسجدوں میں خطبہ شاہ ایران کے نام کا پڑھا جاتا تھا ۔ ان وجوہ سے حضرت نے فیصلہ کیا کہ اول اُن دونوں نافہموں کو حکیمانہ نصیحتوں سے راہ راست پر لانے

کی کوشش کریں تاکہ حجت تمام ہو ۔ اگر وہ اس طریقے سے سیدھی راہ پر نہ آئیں تو اُن کی تنبیہ و تادیب کے لیے جو بات مناسب ہو اُس پر عمل کریں ۔ لہٰذا عادل خاں اور قطب الملک کے نام مکرمت خاں اور عبداللطیف کے ہاتھ فرمانِ والا شان ارسال فرمائے ۔ عادل خاں کو لکھا تھا کہ اگر اپنے خاندان اور ریاست کی سلامتی منظور ہے تو بہت جلد پیشکش روانہ کر دو، نیز نظام الملک کا جو علاقہ زبردستی کرکے قبضے میں لے رکھا ہے اُسے چھوڑ دو اور ساہو کو اپنے علاقے سے نکال دو ۔ قطب الملک کے فرمان کی نقل یہ ہے :

قطب الملک کے نام فرمان

''ریاست و امارت کے مرکز ، ارادت و عقیدت کے حامل ، ذی عزت اجداد کے فرزند ، خاندانِ عزت و حشمت کے خلاصے ، صلاح اندیش مخلصوں کے سردار ، سعادت مند مقربوں کے سرخیل ، شاہی عنایتوں کے مستحق ، آدابِ خیر خواہی کے ماہر ، الطافِ شاہانہ بالخصوص خدائے کریم کی مہربانیوں سے بہرہ مند قطب الملک کو ہماری طرف سے الطاف و عنایات کی خوشخبری پہنچے ۔ بعد ازاں واضح ہو کہ مابدولت بادشاہِ اسلام ہونے کی حیثیت سے حضرتِ سید المرسلین علیہ الصلوٰوہ والسلام کے دینِ متین کو رواج دینے والے اور مذہبِ اہلِ سنت والجماعت کی تائید کرنے والے ہیں ۔ اس لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ اپنی قلمرو میں شریعت اسلام کے احکام جاری رکھیں اور بدعت و گمراہی کا خاتمہ کریں ۔ مابدولت کو اطلاع ملی ہے کہ اُس فلک بارگاہ (قطب الملک) کی ریاست میں علانیہ اصحابِ کبار کو برا بھلا کہا جاتا ہے ، حالانکہ صحاحِ ستہ اور تاریخی کتابیں اُن بزرگوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی شان اور رتبے کی بلندی کی شہادت دیتی ہیں ۔ علاوہ ازیں یہ بزرگ رسول پاکؐ کے رشتے دار ہونے کی بدولت ظاہری اور باطنی خوبیوں کا مجموعہ ہیں ۔ افسوس کہ وہ شوکت پناہ ان بدعتوں کو نہیں روکتا اور بدگویوں کو سزا نہیں دیتا ۔ لہٰذا از راہِ ہدایت ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ جس طرح ممکن ہو اپنے ملک سے اس

بیہودہ رسم کو اٹھا دیں۔ کوئی بدبخت اس امر قبیح کا مرتکب ہو تو اُسے لازماً سزا دیں۔ اگر امارت پناہ نے ایسا نہ کیا تو ہم سمجھیں گے کہ وہ ان باتوں سے خوش ہیں۔ اس صورت میں ہم پر واجب ہوگا کہ آپ کی ریاست پر قبضہ کرلیں، ریاست کے باشندوں کا مال چھین لیں اور ان کا خون بہانا جائز سمجھیں۔

مابدولت نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ کی ریاست میں شاہ ایران کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ جب آپ ہماری مریدی کا دعویٰ رکھتے ہیں تو شاہِ ایران سے آپ کا کیا واسطہ؟ مناسب یہ ہے کہ بعد ازیں خطبے میں شاہِ ایران کا نام نہ لیا جائے بلکہ ہمارے نامِ نامی اور القابِ گرامی کا خطبہ پڑھا جائے۔ دیگر چونکہ آپ کو پیشکش وغیرہ کی بہت بڑی رقم ہماری بارگاہ میں بھیجنا ہے اس لیے ہمیں لازم ہوا کہ اپنے کسی عاقل و فرزانہ معتمد کو آپ کی طرف بھیجیں تاکہ وہ ہدایتیں جو مابدولت آپ کو کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنی زبان سے آپ تک پہنچا دے اور مذکورہ بالا معاملات کو اچھی طرح آپ کے ذہن نشین کر دے۔ نیز یہ بھی سمجھا دے کہ آپ کے والدِ ماجد قطب الملک مرحوم ہمارے ساتھ بہت خلوص و عقیدت سے پیش آتے تھے اور ہماری خدمات بجا لاتے تھے۔ ان مرحوم کے اخلاص و ارادت کی وجہ سے ہم آپ پر عنایاتِ شاہانہ کرتے ہیں۔ گولکنڈے کا علاقہ آپ کو عطا کیا جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہماری خیر خواہی کیجیے، سچے دل سے ہمارے احکام بجا لائیے، اور مطالباتِ شاہی پورے کرتے رہیے تاکہ آپ کا ملک ہماری فوج کے حملوں سے محفوظ رہے۔ پیشکش کی رقم عمدہ جواہرات، قیمتی مرصع آلات اور عظیم الجثہ بے عیب ہاتھیوں کی صورت میں روانۂ درگاہ کیجیے۔ اگر ان احکام کی تعمیل نہ کی گئی تو یقین رکھیے کہ افواجِ قاہرہ اور لشکرِ شاہی آپ کی ریاست میں داخل ہو جائیں گے۔ اس وقت آپ کے علاقے اور رعیت پر جو کچھ گزرے اُسے آپ اپنے اعمال کی پاداش تصور کریں''۔

بد نہاد جھجھار سنگھ اور بکرماجیت کے قتل اور قبیلۂ بندیلہ کی تباہی کے بعد نیر چاندہ کے زمیندار اور دوسرے زمینداروں سے پیشکش لے کر،

جس کا ذکر ہو چکا ہے ، خان دوران اور خان فیروز جنگ تمام منصب داروں کو ہمرکاب لیے بارگاہِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے - ۵ بہمن، ۲۵ جنوری ۱۶۳۶ء کو خان دوران نے بارگاہِ والا میں حاضر ہوکر ہزار روپے کی نذر پیش کی - روپ سنگار ہاتھی جو چاندہ کے زمیندار نے دیا تھا اس پر اپنی طرف سے سنہری عماری کا اضافہ کرکے نظرِ انور سے گزارا - حضرت نے پسند فرما کر مہا سندر نام رکھا - پرکھنے والوں نے اس کی قیمت پچاس ہزار روپے آنکی - خان دوران نے جھجھار سنگھ اور بکرماجیت کا خزانہ جو روپوں ، اشرفیوں ، جواہرات ، مرصع زیوروں ، سادہ طلائی زیوروں پر مشتمل تھا ، خدمتِ عالی میں پیش کیا - بکرماجیت کا ولی عہد درجن سال اور بکرماجیت کا چھوٹا بھائی درگ بھان بھی خدمتِ والا میں پیش کیے گئے - حضرت نے اول الذکر کا نام علی قلی رکھ کر غلامانِ خاصہ کے ذیل میں فیروز خان کے سپرد کر دیا - دوسرے کا نام اسلام قلی تجویز فرمایا اور معتمد خان کے حوالے کیا - رانی پاربتی جس نے کاری زخم کھائے تھے مر گئی تھی ؛ بندیلہ کی باقی رانیاں اور بیٹیاں حرم میں خواتین شاہی کی خدمت پر نامزد ہوئیں - حضرت نے خان دوران کو نظرِ کرم سے سرفراز فرما کر بڑی عنایتیں کیں - خلعتِ خاصہ مع چار قب زردوزی ، شمشیر و خنجر مرصع ، اور سو گھوڑے عطا فرمائے - دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ کرکے اس کا منصب پنج ہزاری ذات اور سوار مقرر فرمایا - پورا خطاب خان دوران نصرت جنگ مقرر ہوا - بعد ازاں بڑے منصب دار مثلاً سادھو سنگھ ، نظر بہادر خویشگی ، میر فضل اللہ وغیرہ جو اس جانباز بہادر سردار کی فوج میں تعینات ہوئے تھے ، خدمتِ والا میں پیش کیے گئے - حضرت نے اُن کی خدمات کے مطابق اُنھیں اپنی عنایات سے سرفراز فرمایا -

۶ [بہمن] ۲۶ جنوری ۱۶۳۶ء کو عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ نے بارگاہِ والا میں حاضری کا شرف پاکر ہزار اشرفیاں ہزار روپے کی نذر دی اور عنایتِ شاہی سے سرفراز ہوا - خلعت مع زردوزی چارقب ، شمشیرِ مرصع اور دو گھوڑے عطا ہوئے - پہلے چھ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار

کا منصب تھا ، اب اس پر ایک ہزار سوار کا مزید اضافہ ہوا ۔ زمیندار چاندہ کا پیش کردہ ہاتھی بھوج راج بھی عنایت ہوا ۔ اس کے بعد بہادر خان نے شرفِ حضوری پایا ۔ خلعت ، جمدھر اور گھوڑے کی عنایت سے سرفرازی پائی ۔

۹ [۳۰۰] ۲۹ جنوری ۱۶۳۶ء کو کرآو ۰ کے فرحت بخش قصبے میں حضرت خیمہ زن ہوئے ۔ زبان و بیان کی کوتاہی کی وجہ سے اس علاقے کی دلکشا فضا اور راحت افزا مناظر کا ذکر نہ ہو سکا تھا ، بلکہ اب بھی الفاظ و عبارت کی کمی کے سبب اس فرحت خیز مقام کی تعریف سے قاصر ہوں ۔ نہایت تفریح بخش جگہ ہے ۔ حضرت کے فیضِ قدم سے یہاں کے باشندے اور حاضرینِ رکاب درازی عمر سے بہرہ مند ہوئے ۔ تین روز تک یہاں قیام فرما کر عیش و نشاط کے ساتھ وقت گزارا ۔ چوتھے دن اس طرب خیز منزل سے کوچ کیا ۔ راستے میں برہان پور پڑتا تھا ؛ یہ وہ شہر ہے جہاں نواب ممتاز محل بیگم کے انتقال کا سانحہ پیش آیا تھا ۔ یوں بھی حضرت نے یہاں قیام کرنا پسند نہ فرمایا ۔ غرض شہر کو دائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے بالا گھاٹ کی طرف چلے ۔ جب لشکر کا علم دولت آباد کے افق پر طلوع ہوا تو بالا گھاٹ کا صوبے دار خان زمان استقبال کے لیے دولت آباد سے چل کر حاضرِ خدمت ہوا ۔ ہزار اشرفی ہزار روپے کی نذر دے کر ایک ہاتھی بطور پیشکش نظرِ عالی سے گزارا ۔ بعد ازاں دوسرے منصب دار مثلاً مبارز خان ، ستر سال وغیرہ نے آستان بوسی کی سعادت حاصل کی ۔

جب حضرت نے دولت آباد پہنچ کر قیام فرمایا اور آپ کے فیضِ قدم سے یہ شہر آسمان کا ہمرتبہ ہوا تو اطلاع ملی کہ سابقاً بدبخت ساہو نے خاندان نظام الملک کے ایک کمسن بچے کو ہاتھ میں لے کر درپردہ حکومت کا اختیار اپنے قبضے میں لے لیا تھا ۔ بعد ازاں اگرچہ وہ بچہ گرفتار ہوکر قلعۂ گوالیار میں مقید کر دیا گیا لیکن ساہو نے وہی آڑ لے کر اس کے نام پر اقتدار سنبھال رکھا ہے ۔ اکثر قلعوں پر اسی کا قبضہ ہے اور وہ اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے بغاوت پر سرگرم ہے ۔ اگرچہ لشکرِ

شاہی کے سامنے جو تعداد میں ستاروں سے بڑھ کر ہے اور اس کا ہر سپاہی طاقت میں شیروں اور ہاتھیوں سے زیادہ ہے ، ساہو بدبخت کی فوج چھروں کے جھنڈ سے زیادہ نہیں ، تاہم بدمغزی و شوخ چشمی سے اب بھی فساد پر آمادہ ہے ۔ نحوست و ادبار کے ہاتھوں خود سری اور سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے ۔ یہ سن کر اُس کا تدارک کرنے کے لیے حضرت نے لشکرِ شاہی میں سے تین فوجیں تین بہادر سرداروں کے تحت یعنی خان دوراں بہادر ، خاں زماں اور شائستہ خاں کی ماتحتی میں روانہ کیں تاکہ نظام الملک کے باقی علاقے اور قلعوں کو اپنے قبضے میں کرلیں اور گمراہ ساہو اور دوسرے سرکشوں کا قلع و قمع کر دیں ۔ سب سے پہلے خان دوران کو قندھار اور ناندیڑ کی طرف جانے کا حکم ملا جو بیجاپور اور گولکنڈے کی سرحد پر واقع ہیں ۔ ہدایت یہ تھی کہ اس علاقے کے باغیوں کو تیغِ تیز کی آنچ سے موم کر دے اور ایسی سخت گیری سے کام لے کہ اُنھیں اپنی حد سے بڑھنے کی تو کیا ، دم لینے کی بھی گنجائش نہ ملے ۔ اگر بفرضِ محال عادل خاں اُن باغیوں اور ساہوئے گمراہ کی حمایت کا خیال کرے تو پہلے اُس کی تنبیہ و تادیب کرکے حتی المقدور اُس علاقے کو برباد کرکے قلعوں کو تسخیر کرلے ۔ یہ بھی حکم ہوا کہ اوسہ اور اودگیر کے قلعے جو مضبوطی کے لحاظ سے بے نظیر ہیں ، فتح کر لینا ۔

خاں دوراں کی فوج میں بڑے بڑے امراء ، منصب دار ، نامور بہادر اور جنگجو سپاہی شامل تھے ، یعنی راجا جے سنگھ ، راجا بیٹھل داس ، مادھو سنگھ ولد راؤ رتن ، راؤ امر سنگھ ولد راجا گج سنگھ ، مبارز خاں ، سردار خاں ، لشکر خاں ولد مبارک خاں نیازی ، قزلباش خاں افشار ، نظر بہادر خویشگی ، اہتمام خاں ، راجا رام داس ، مغل خاں ولد زین خاں کوکہ ، عزت خاں ، قراول خاں ، جاں سپار خاں ، لطف اللہ ولد لشکر خاں ، سید عالم بارہہ ، کرم اللہ ولد علی مراد خاں بہادر ، گوکل داس سیسودیہ ، مہیش داس راٹھور ، ہادی داد انصاری ، خواجہ عنایت اللہ وغیرہ ۔ دکنی امرا میں سے جواہر خاں حبشی ، سرافراز خاں ، انی رائے دھویہ ، تولا جی کوکنی ، ساداب خاں وغیرہ ۔ ان کے ہمراہ ایک ہزار

بندوقچی اور تیر انداز احدی بھی تھے - ساری فوج بارہ ہزار تھی جس کی بخشی گری بدستور سابق اسحاق بیگ کے سپرد تھی - راجا جے سنگھ ، راجا بیٹھل داس اور دوسرے راجپوت سردار اس فوج کا ہراول مقرر ہوئے۔ چونکہ ہراول کی فوج بہت دلاور جانباز ہوتی ہے اس لیے دکن کے مکار سپاہی اُس سے سربر نہیں ہو سکتے - وہ حیلہ پرداز یہ تیاری کرتے ہیں کہ فوج کے پچھلے حصے (چنداول) پر ہاتھ صاف کرتے ہیں جو اپنی حفاظت کے علاوہ کیمپ کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے - اس وجہ سے دکن کی مہم میں چنداولی کا عہدہ بھی دلاوری اور ہمت کے لحاظ سے ہراول سے کم نہیں ہوتا - یہ سوچ کر حضرت نے فیصلہ کیا کہ مبارز خان افغان کو چنداول کا سردار مقرر فرمائیں جو بہت جنگ آزمودہ ، جہاں دیدہ ، بہادر سپاہی ہے - غرض چنداولی مبارز خان کے سپرد ہوئی -

دوسری فوج کی سپہ سالاری خان زماں کے نام تھی - حضور زمانہ نے حکم دیا کہ اپنی ساری فوج لے کر احمد نگر کی طرف بڑھو - وہاں قصبہ چار کونڈہ اور موضع آشتی میں جو فساد پیشہ بد بخت ساہو کا وطن ہیں ، تھوڑے سے بہادر جوان چھوڑ کر اپنا تھانہ بٹھا دو - آشتی کے چپے چپے پر اپنے سپاہی مقرر کر دو - ساہو نے دست درازی کر کے سمندر کے ساحل پر کوکن کا علاقہ دبا رکھا ہے ، وہ اُس بدمغز برگشتہ بخت کے ہاتھ سے چھین لو - جب یہ دونوں کام اچھی طرح انجام دے کر مطمئن ہو جاؤ تو عادل خان کے علاقے کو تاراج کرنے کے لیے ہمارے اشارے کے منتظر رہو -

خان زماں کی فوج میں بھی بڑے بڑے امرا اور منصب دار بطور کمک معین ہوئے - یعنی بہادر خان روہیلہ ، سید شجاعت خان ، شاہ بیگ خان ، راؤ ستر سال ، راجا بہار سنگھ بندیلہ ، دلیر ہمت ، مرزا مغل ولد شاہرخ مرزا ، پرتھی راج راٹھور ، بھیم راٹھور ، خواجہ برخوردار ، حکیم خوشحال ، اُزبک خان ، بھگوان داس بندیلہ ، کشن سنگھ بھدوریہ ، قطب خان علزئی ، راؤ تلوک چند ، جگن ناتھ راٹھور ، حبیب خان کرانی ، سید مرزائی سبرواری ، سعید شیرازی ، شیام سنگھ راٹھور ،

راجہ اودے بھان ، حسن قلی خلج ، عجب سنگھ ، دہال داس جھالا وغیرہ ، دکنی سرداروں میں مالوجی ، آتش خان حبشی ، کار طلب خان ، بتھوجی تلنگ راؤ ، دتا جی ، رستم راؤ ، ہاناجی ، نرمل راؤ ، سیدی یوسف ، اعتبار راؤ ، یاقوت ، جمال خان ، رانا جگت سنگھ کے ہزار سوار ، ایک ہزار تیرانداز اور بندوقچی احدی سامل تھے ۔ ان سب کی تعداد بھی بارہ ہزار سوار تھی ۔ اس فوج کی ہراولی بھی راؤ سترسال اور دیگر شریف ، جنگجو راجپوتوں کے سپرد تھی ۔ چنداولی پر بہادر خان اور دوسرے حمیت دار ، جانباز پٹھان مقرر ہوئے ۔

تیسری فوج کا سالار شائستہ خان ولد آصف خان سپہ سالار تھا ۔ اس کے ہمرکاب اللہ وردی خان ، شیخ فرید ، یکہ تاز خان ، راجہ سنگرام ، سید ابوالفتح ، سیدعبدالوہاب ، میر جعفر وغیرہ تھے ۔ دکنی سرداروں میں راوت راؤ ، سعادت خان بیجاپوری ، سرور خان ، فرحان خان ، سیدنی راؤ تھے ۔ آصف خان کے ایک ہزار سوار بھی اس فوج میں شامل تھے ۔ کل تعداد چھ ہزار تھی ۔ شائستہ خان کو حکم ہوا کہ جنیر ، سگمنیر کے قلعے ، ناسک کا علاقہ ترلبک اور دوسرے محال فتح کرے ۔

۲۶ بہمن مطابق ۱۵ فروری ۱۶۳۶ء کو نجومیوں کے مقرر کردہ وقت پر سب سے پہلے خان دوران بہادر خلعت ، جمدھر مرصع ، ہاتھی اور گھوڑے کی عنایت سے سرفراز ہو کر مہم پر روانہ ہوا ۔ پھر حضرت نے خان زماں کو خلعت ، جمدھر خاصہ ، ہاتھی اور گھوڑا عطا فرما کر روانہ کیا ۔ بعد ازاں شائستہ خان خلعت ، جمدھر اور گھوڑے کی عنایت سے سربلند ہو کر رخصت ہوا ۔ تمام بڑے بڑے امیر جو ان تینوں فوجوں میں تعینات ہوئے تھے ، اپنے اپنے منصب اور رتبے کے موافق خلعت ، جمدھر اور گھوڑے پا کر ممتاز ہوئے ۔

اس وقت تک قلعۂ دولت آباد کے اندر حصار مہا کوٹ میں حضرت کے قیام کے واسطے جو نشیمن زیر تعمیر تھا وہ مکمل نہیں ہوا تھا ، لہٰذا آپ نے اسفندار کے مہینے میں دولت آباد سے دو کوس ورے حوض قتلو کے کنارے قیام فرمایا ۔ عجب پاکیزہ ، فرحت افزا ، دلکشا مقام ہے۔

آب و ہوا کی لطافت کے لحاظ سے بالا گھاٹ کے سارے علاقے میں اس کی نظیر نہیں۔ یہ دلفریب سرزمین جس پر آسمان کو رشک آتا ہے، اس قابل تھی کہ یہاں جشن نو روز منایا جائے۔ چنانچہ حضرت کے حسب الحکم بزم عیش و نشاط کے کار پردازوں نے مختلف کارخانوں کے سربراہوں کے تعاون سے حوض کے کنارے بارگاہ والا کے اندر نہایت اہتمام کے ساتھ ایک دل ربیب چبوترہ کمال زیب و زینت کے ساتھ بنایا۔

۱۳ اسفندار، ۵ مارچ ۱۶۳۶ء کو خدیو عالم، سلیمان زمانہ، صاحقران ثانی نے دولت آباد کے قلعے کی سیر کے لیے قدم رنجہ فرمایا جو اپنی نادر اور عجیب وضع کے لحاظ سے طلسماتی کیفیت رکھتا ہے۔ یہ قلعہ جو وسعت میں روئے زمین کے تمام قلعوں سے بڑھ کر ہے، حضرت کی تشریف آوری کے فیض سے رشک آسمان بن گیا۔ حضرت نے اس عجیب و غریب تعمیر کی خصوصیات کا بغور معائنہ فرمایا۔ بالخصوص خندق کا جو سنگ خارا کی چٹانوں میں اس ترکیب کے ساتھ کھودی گئی ہے جیسے دانشمند آدمی کی عقل مشکلات میں راستہ نکال لیتی ہے۔ اسی طرح وہ راستہ جو دامن کوہ سے شروع ہو کر پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے، ایسا ہے جیسے مظلوموں کی آہ سنگدلوں کے دل میں گھر کرے۔ غرض حضرت اس نادر حصار کی خصوصیات ملاحظہ کر کے محو حیرت ہو گئے۔ زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مدتوں سے اس قلعے کی تعریفیں سن سن کر ہم سوچتے تھے کہ لوگ اس معاملے میں شاعرانہ مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ آج اپنی آنکھ سے دیکھ کر یقین آیا کہ جو کچھ کہتے تھے وہ بالکل درست بلکہ حقیقت کا ہزارواں حصہ ہے۔ سچ پوچھیے تو کوتاہ نظر دیکھنے والوں نے اس کی باریکیاں اور خصوصیات پوری دیکھی ہی نہیں۔ یہ جو مشہور تھا کہ اس قلعے کو دیووں نے تعمیر کیا ہے اور ہم اسے بے وقوف عوام کی خرافات سمجھتے تھے، اب اندازہ ہوا کہ واقعی انسان اتنا بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارے زمانے کے آدمیوں کی عمر طبعی اس کام کے لیے نہایت مختصر ہے۔

حضرت کے گوش گزار ہوا کہ بدبخت ساہو نے ضلع چاندور میں

نظام الملک کے چھ قلعوں پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے ۔ ایک اور مفسد بھوج مل نے دو قلعے دبا لیے ہیں ۔ کچھ اور سرکشوں نے مزید چھ قلعوں پر تصرف کر لیا ہے ۔ ساہو کی حمایت کے سہارے یہ سب فسادی آدمی بغاوت پر کمر بستہ ہو کر اپنے اپنے علاقے کے باشندوں کا مال ، اسباب ، اور مویشی لوٹ لیتے ہیں اور رعایا پر ستم ڈھاتے ہیں ۔ یہ سن کر حضرت نے الله ویردی خاں کو فرمان بھیجا کہ شائستہ خاں کی فوج سے جدا ہو کر دو ہزار بہادر سوار اپنے ہمرکاب لو اور مذکورہ بالا قلعوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ ۔

بتاریخ ٦ [اسفندار] ٢٦ فروری ١٦٣٦ء نابکار جھجھار سنگھ کا اٹھارہ سالہ بیٹا اودے بھان اپنے کمسن بھائی اور سیام داد کے ساتھ حضرت کے سامنے پیش کیا گیا ۔ جیسا کہ بیان ہوا یہ لوگ آخری معرکے سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے ۔ اتفاقاً قطب الملک کے نوکروں نے انھیں گرفتار کر کے اپنے آقا کے سامنے حاضر کیا ۔ اس عقیدت کیش مخلص نے انتہائی نیازمندی کے ساتھ انھیں اپنے ایک معتمد سردار کمال کے بدست بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دیا ۔ بادشاہِ دیندار نے جھجھار کے کمسن بیٹے کو ناظر محل فیروز خاں کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اسے کلمۂ طیبہ پڑھوا کر نیز ختنہ کروانے کے بعد نماز روزے کی تعلیم دے اور بکرماجیت کے بیٹے کے ساتھ رکھے جو اس سے پہلے اس کے حوالے کیا گیا تھا ۔ اودے بھان اور سیام داد کے متعلق حکم ہوا کہ انھیں کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھوائیں ۔ اگر انکار کریں تو قتل کر دیے جائیں ۔ چونکہ ان بدطینتوں کے خمیر میں کفر و شرک شامل تھا ، اپنی جہالت پر قائم رہے اور یہ نیک بختی قبول نہ کی ۔ اپنے مذہبِ باطل کے پیچھے جان دے دی ۔

اسی تاریخ میں عادل خاں کی تنبیہ کے لیے فوجِ ظفر موج تعینات کی گئی ۔ وجہ یہ ہوئی کہ وہ کم عمر نا سمجھ لڑکا ابھی عقل و تمیز کی حد یعنی بلوغت کی منزل تک نہ پہنچا تھا ۔ اتنی لیاقت نہ تھی کہ اپنے خاندان والوں کو زیرِ حکم رکھے ۔ وہ کوتاہ اندیش ، خود رائے ، فسادی جو

چاہتے کر گزرتے ۔ خود سری کے سبب اودگیر اور اوسہ کے قلعداروں کو روپیہ ، رسد اور گولہ بارود ہتھیار وغیرہ بہم پہنچاتے رہے ۔ خیریت خاں کو ان دونوں قلعوں اور نواحی علاقے کی حفاظت کے لیے روانہ کر دیا ۔ مراسلے بھیج بھیج کر بد نہاد ساہو کی بھی حوصلہ افزئی کی بلکہ رن دولہا خاں کو فوج کثیر دے کر اس کی کمک کے واسطے روانہ کر دیا ۔ لامحالہ حضرت نے ان مدہوشوں کی تنبیہ ضروری سمجھی ۔ لازم ہوا کہ ان سرکشوں کی گوشمالی کی جائے ۔ لہذا مغل ، سید ، پٹھان اور راجپوت سرداروں اور منصب داروں کو اس مہم کے واسطے نامزد فرمایا۔ سیّد خان جہان بارہہ ، سپہدار خان ، رستم خان دکنی ، شاہنواز خاں ، صف شکن خاں رضوی، مرتضی خان، راؤ کرن ، شیر خان ترین، خلیل اللہ خاں داروغہ توپخانہ جس کے ہمرکاب پانچ سو برقنداز تھے ، امداد خان سہمند ، مراد کام ، میرزا نودر ، ہری سنگھ راٹھور ، قلعہ دار خان ، راجا بہروز ، سید لطف علی ، جے رام ، خواجہ ابوالبقا ، یعقوب بیگ ، اندر سال ، عبدالہادی وغیرہ اس فوج میں شامل تھے ۔ دکنی سرداروں میں سے سنکو جی ، شرزہ راؤ ، حسن خان والد فخر الملک ، ملتفت خان ، کرشنا جی ، سونت راؤ ، حمید خان وغیرہ بھی شریک تھے ۔ ان سب سرداروں کی فوج کو جو دس ہزار سواروں پر مشتمل تھی ، حکم دیا کہ عادل خان کا علاقہ اجاڑ کر رکھ دو ۔ رخصت کے وقت سیّد خان جہان بارہہ کو خلعت ، تلوار ، ہاتھی ، گھوڑا عنایت فرمائے ۔ دوسرے سرداروں کو بھی حسبِ مراتب پوشاک اور گھوڑے عطا کر کے سرفراز کیا ۔ ہدایت کی کہ خان دوراں اور خان زماں کے تعاون سے پہلے تو رن دولہا کی خوب گوشمالی کرنا جو ساہو کی امداد کے لیے آیا ہے ۔ دونوں کو باہم ملنے نہ دینا ورنہ فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکا دیں گے ۔ دونوں کو تیغِ بیدریغ کے پانی کا چھینٹا دے کر خواب غفلت سے بیدار کر دینا ۔ پھر عادل خان کی ریاست میں تین طرف سے داخل ہو کر اُسے اس طرح اجاڑنا کہ دور دور تک آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہے ۔ اسی روز شائستہ خاں کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ نظام الملک کے ایک سردار صالح بیگ نے

قلعۂ کھنر درک کو سامانِ جنگ سمیت شاہی سرداروں کے حوالے کر دیا ہے اور ساہو کے آدمیوں کو جو پھاٹکوں کے نگہبان تھے اور پورا عمل دخل رکھتے تھے ، قید میں ڈال دیا ہے ۔

سنہ ۹ جلوس مبارک کا نوروز اور بیجاپور پر حملے کے لیے فوجوں کا متعین ہونا

انھی مبارک ایام میں آفتابِ عالمتاب کی تحویل برجِ حوت سے برجِ حمل میں ہوئی ۔ جشن نوروزی نہایت زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا ۔ لالہ وگل کے کھلنے سے کوہ و دشت کی فضا معطر ہو گئی ۔ اس مبارک ساعت میں حضرت ظلِ سبحانی کی تخت نشینی کا نواں سال شروع ہوا جس نے جشنِ نو روز کی رونق اور بڑھا دی ۔ موسم بہار کے عطار نے سامانِ جشن مہیا کرنے کے لیے لالۂ نعمان کے کھرل میں لخلخہ اور ارگجہ تیار کر کے گلِ سوری کے طباق میں عنبر پیش کیا ۔ بہار کی روح افزا ہوا نے زمین سے آسمان تک عطر کی خوشبو پھیلا دی ۔ ۱۲ شوال ۱۰۴۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۶۳۶ء جمعرات کے دن صبح کے تیسرے گھنٹے میں آفتاب برج حمل میں آیا جس کی خاصیت سے آسمان و زمین کی فضا روح افزا بن گئی ۔ آفتابِ عالم یعنی خاندانِ تیموری کے چشم و چراغ حضرت شاہجہاں بادشاہ غازی دولت و اقبال کو جلو میں لیے ہوئے کمال شان و شکوہ کے ساتھ تختِ طاؤس پر جلوہ گر ہوئے ۔ زمین پر عیش و نشاط کا فرش بچھ گیا ۔ حضرت نے گوشۂ ابرو سے اشارہ فرمایا کہ روپوں اشرفیوں کی نکھیر سے مفلسوں محتاجوں کی آرزوئیں پوری کر دو ۔ خادمانِ بارگاہ کے منصب اور مرتبے بڑھا کر سرفراز فرمایا ۔ سب سے پہلے شاہزادۂ گرامی دارا شکوہ کے منصب میں دو ہزار سوار کا اضافہ کر کے اُنھیں بارہ ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار کا منصب عطا کیا ۔ پھر قرۃالعین خلافت، بازوئے سلطنت شاہزادہ شجاع اور سلطان اورنگ زیب کو ایک ایک ہزار سوار کے اضافے سے دس ہزاری ذات چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی عطا کی ۔

قطب الملک کے فرستادے ملا تقیائے شیرازی نے زمین بوسی کی سعادت حاصل کرکے حضرت کی دولت آباد میں تشریف آوری پر مبارک باد پیش کی ۔ پھر قطب الملک کی پیشکش نظرِ عالی سے گزاری جو جواہرات سے لبالب بھرے ہوئے بلوری صندوقچے، دو ہاتھیوں اور تین ہتھنوں پر مشتمل تھی۔ سب چیزوں کی قیمت ایک لاکھ تیس ہزار روپے ٹھہری۔ حضرت نے ملا تقیا کو عنایاتِ شاہانہ سے کامیاب فرمایا ۔ درباری شعرا جنھوں نے حضرت کی مدح ، بزمِ نوروزی کی تعریف اور جشن کی تہنیت میں نہایت عمدہ اشعار کہے تھے ، اپنے اپنے قصیدے پڑھ کر حسبِ دستور گراں بہا انعام سے سرفراز ہوئے ۔ اسی طرح اربابِ نشاط نے بھی نغمہ سنجی کی داد دی ۔ سخن شناس بادشاہ نے فکرِ آسمان پرواز کے حامل حاجی محمد خان قدسی کو اس کے مدحیہ قصیدے کے صلے میں روپوں میں تلوا دیا ۔ ساڑھے پانچ ہزار روپے جو اس یگانۂ عصر شاعر کے ہموزن اترے ، اُسے عطا فرمائے ۔ چونکہ شاعری اور موسیقی دونوں فنونِ لطیفہ میں سے ہیں لہٰذا موسیقار بےنظیر رنگ خان کو بھی چاندی میں تلوایا ۔ ساڑھے چار ہزار روپے جو اس یکتائے دہر مغنی کے ہموزن تھے اُسے عنایت ہوئے ۔ ۱۱ فروردیں مطابق ۳۱ مارچ ۱۶۳۶ء کو یمین الدولہ آصف خاں کی پیشکش جو نادر جواہرات اور دیگر ملکوں کے نایاب تحفوں پر مشتمل اور پانچ لاکھ روپے قیمت کی تھی ، نظر عالی سے گزری ۔ اسی میں ایک نہایت نایاب قسم کی ہیروں سے مرصع نادری بھی تھی جس کی چمک دمک دیکھ کر مصوّروں کی نظر خیرہ ہو گئی ۔ تخمینے سے اس گوہر نگار لباس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے آنکی گئی ۔

۱۹ فروردیں ، ۸ اپریل ۱۶۳۶ء کو چاندہ کا زمیندار جس کے آباء و اجداد نے حاضرِ دربار ہونا تو کیا ، کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت بھی نہیں کی تھی ، بختِ بلند کی رہنمائی سے بارگاہِ والا میں حاضر ہو کر شرف اندوز ہوا ۔ ان دنوں بڑے بڑے امیروں اور سرداروں کے ساتھ بادشاہ سلامت نے یہ رعایت کی کہ انھیں نذریں دینے سے معاف فرما دیا ۔ مہم کا سرانجام کرنے کے سبب ان سرداروں پر بڑا خرچ آ پڑا تھا اور وہ امداد کے مستحق تھے لہٰذا حضرت نے نذریں معاف کر دیں ۔ اس کے باوجود شاہزادے اور

ذیجاہ امرا برابر نذریں پیش کرتے رہے۔

۲۲ فروردین ، ۱۱ اپریل ۱۶۳۶ء کو میر ابوالحسن جو مصطفیٰ خاں کا داماد اور نفسِ ناطقہ تھا ، بیجاپور سے بیش قیمت پیشکش لے کر حاضر ہوا جو جواہرات و مرصع آلات پر مشتمل تھی ۔ عادل خاں کی عرضداشت بھی پیش کی جس میں اطاعت و فرماں برداری کے مضامین کے دوش بدوش اُس کی حاجتیں اور التجائیں بھی درج تھیں ۔ حضرت نے ابوالحسن اور اس کے رفیق کو خلعت عطا کرکے سرفراز کیا ۔ عرضداشت اور پیش کش کے اتنی جلدی آنے کا سبب یہ تھا کہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ، مکرمت خاں کو بطور سفیر بیجا پور بھیجا گیا تھا ۔ ابھی وہ شہر سے چار کوس کے فاصلے پر تھا کہ عادل خاں اُس کے استقبال کے لیے پہنچا ۔ فرمانِ والا شان اور شاہی تبرکات کو سر اور آنکھوں سے لگا کر زمیں بوسی اور تسلیم کے آداب ادا کیے ۔ اُسی روز تعظیماً شاہی سفیر کو شہر میں لایا اور اُس کے قیام اور ضیافت کا اہتمام کیا ۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن اس کے بدعقل رشتے داروں نے جو اُس پر چھائے ہوئے تھے، یہ ترغیب دی کہ سر دست پیشکش ارسال نہ کرو ۔ مکرمت خاں نے اپنے عریضے میں یہ سب باتیں لکھ بھیجیں ۔ حضرت نے حکم دیا کہ تین فوجیں تین طرف سے بیجا پور پر حملہ کریں اور اُس علاقے کی بربادی، لوٹ مار اور باشندوں کو قید کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھیں ۔ عادل خاں کو جوں ہی حکمِ شاہی کی خبر لگی ، خانہ برانداز عزیزوں کے مشورے پر لعنت بھیج کر مصلحتِ وقت اور اصلاحِ حال کی طرف متوجہ ہوا ۔ انھی دنوں بکرماجیت بندیلہ کے ایک بیٹے نرسنگھ دیو کو کوئی پٹھان سوداگر خیال باطل باندھے ہوئے بہلول کے پاس لے جا رہا تھا ۔ جعفر بن اللہ ویردی خاں نے لڑکے اور پٹھان دونوں کو گرفتار کرکے درگاہِ والا میں پیش کیا ۔ حضرت نے اُس وحشی نژاد راجکمار کو معتمد خاں کے حوالے کیا ۔ پٹھان اپنی کار گزاری کے نتیجے میں قتل کر دیا گیا ۔ اُس کا مال و اسباب جعفر کے قبضے میں آیا ۔

انھی ایام میں قطب الملک نے سونے چاندی کے کچھ سکے جن پر حضرت کے نام نامی کا نقش تھا ، کمال اطاعت و نیاز مندی کے ساتھ اپنے

آدمیوں کے بدست درگاہِ شاہی میں بھیجے۔ جیسا کہ بیان ہوا گولکنڈے کی ریاست میں مسلکِ اہلِ سنت کے خلاف بعض باتیں رائج تھیں۔ علاوہ ازیں خطبہ بھی شاہِ ایران کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ حضرت نے ملا لطیف دیوان بن کے بدست فرمان بھیجا کہ یہ بیہودہ حرکتیں بند کر دی جائیں اور بطورِ جرمانہ بارگاہِ والا میں پیش کش بھیجی جائے۔ قطب الملک نے مقررہ جگہ پر ملا لطیف کا استقبال کرنے تسلیم، کورنش اور زمین بوسی کے آداب ادا کیے۔ فرمان اور تبرک کو سر پر رکھا اور ملا کی بہت تعظیم کی۔ اسی وقت شہر میں لے جا کر اچھی سی حویلی میں اتارا۔ ضیافت اور ماوری کا اہتمام کرکے عزت افزائی کی۔ پہلے پہلے تو اپنے امیروں سرداروں کی صلاح کے مطابق احکام شاہی کی اطاعت، بدعتوں کو چھوڑنے اور اپنے اسلافِ کرام کے طریقے اختیار کرنے سے گریز کرتا رہا۔ پھر جب اندازہ ہوا کہ میری رعایا بھی اتحاد و اتفاق در مسائل اور شیوۂ تسنن و مخالفت کے خلاف ہے اور میرے خاندان کی عافیت و بہبود درگاہِ والا کی اطاعت پر منحصر ہے، حضرتِ خلافت پناہی کی نافرمانی سے تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہو گا، یہ باتیں سوچ کر سرکشی و خودرائی کو ترک کرکے اپنے آباء و اجداد کا طریقہ اختیار کیا۔ خطبے میں خلفائے راشدین، ائمۂ طاہرین اور حضرت خلافت پناہی کا نام نامی شامل کیا۔ کئی مرتبہ جامع مسجد میں آ کر منبر کے نیچے بیٹھا اور حضرت کے نام نامی در بے شمار روپے نچھاور کرکے خطیب کو بیش قیمت خلعتوں سے سرفراز کیا۔ روپوں، اشرفیوں پر حضرت کے اسم گرامی کا نقش چھپوایا۔ بطور نمونہ کچھ سکے درگاہِ والا میں ارسال کیے۔

غیبی فتوحات کا بیان جو اقبال بادشاہی کی برکت سے شاہی ملازموں کو حاصل ہوئیں

حکومت کی ترقی کا بہترین سامان جسے مشیتِ الٰہی نے روزِ ازل سے تیار کیا اور جسے بڑے بڑے کاموں کے سرانجام میں مقدم رکھا، اقبال خداداد ہے

جو ہر مشکل کو رفع کر دیتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے کام کو بہ سہولت پورا کرتا ہے ۔ کارخانۂ عالم کا کوئی کام ایسا نہیں جو اپنی تکمیل کے واسطے اس کا محتاج نہ ہو ۔ انتہا یہ ہے کہ دنیا کی عظیم قوتیں اور اسباب اسی کی مرہونِ منت ہیں ۔ کسی کی طاقت کتنی ہی ہو ، اقبال کے بغیر کچھ فائدہ نہیں دیتی ۔ حضرتِ خلافت پناہی کے خادم جو بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں اُن کے پس پردہ حضرت کا اقبال ہی ہوتا ہے ۔ چنانچہ اولیائے دولت نے ان دنوں جو کارہائے نمایاں انجام دیے بالخصوص اللہ ویردی خاں نے قلعہ دھورپ اور نظام الملک کے باقی قلعوں کی تسخیر میں جو تیز دستی دکھائی وہ اقبالِ بادشاہی کا کرشمہ تھی ورنہ یہ قلعے اتنے مضبوط تھے کہ کسی کو ان کی تسخیر کا تصور تک نہ آتا تھا ۔ ان فتوحات کی تفصیل یہ ہے کہ جب خان مذکور شائستہ خاں کی فوج سے جدا ہو کر دھورپ وغیرہ قلعے فتح کرنے کے لیے چلا تو سب سے پہلے قلعۂ چاندور پڑا جو ایک فلک بوس پہاڑ پر واقع ہے ۔ یہاں اُس نے محاصرہ کرکے قلعہ گیری کے تمام بندوبست یعنی مورچہ بڑھانا ، یلغار کا راستہ بنانا وغیرہ درست کیے ۔ پھر حسب ضرورت جا بجا دمدمے بنائے ۔ المختصر تھوڑی ہی مدت میں کسی خاص جانفشانی کے بغیر محض اقبال بادشاہی کی بدولت اور تائید ایزدی کی برکت سے جو ہر حال میں حضرت صاحبقرانِ ثانی کے ساتھ رہتی ہے ، وہ مضبوط قلعہ فتح ہو گیا اور اہل لشکر کو اطمینان حاصل ہوا ۔ اللہ ویردی خاں نے اسی روز قلعے کی چابیاں بارگاہِ شاہی میں روانہ کردیں۔ پھر باقی قلعوں کی تسخیر پر متوجہ ہوا ۔

علاقۂ احمد نگر کے اکثر سرکش اقبالِ شاہجہانی کا دبدبہ دیکھ کر سناٹے میں آ گئے اور اطاعت و فرماں برداری پر آمادہ ہوئے ۔ سب سے پہلے انجرائی کے قلعدار کنہرراؤ نے قاصد بھیج کر التماس کی کہ عہد نامہ بھیج کر ہمیں امان دی جائے ۔ معاملہ فہم اللہ ویردی خاں نے اس کی التماس قبول کرکے بہت سی دلجوئی کی ۔ کنہرراؤ نے ۸ فروردین مطابق ۲۸ مارچ ۱۶۳۶ء

قلعے کو مع سامان جنگ ملازمان شاہی کے سپرد کر دیا۔ خان مذکور کی سفارش کے مطابق کنہر راؤ کو دو ہزاری منصب اور پچاس ہزار روپے انعام ملا۔ خان موصوف نے انجرائی کے حصار کو علے اور سامان جنگ سے خوب آراستہ کرکے قلعہ کانخنہ اور مانجنہ کی تسخیر کا قصد کیا۔ دونوں قلعوں کے پاس پہنچ کر اُن کا بہ نظر غور معائنہ کیا اور چاروں طرف کے مورچے مقرر کردے۔ تھوڑے ہی عرصے میں مورچے اور دمدمے تیار ہوگئے۔ اب بہادروں نے مقررہ جگہوں پر جمع ہو کر مونا عائی اور یلغار کرکے بڑھے۔ ان دلاوروں کے نزدیک میدان جنگ باری گاہ تھا۔ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے جا پڑے۔ محصورین نے بھی جان سے ہاتھ دھو کر سخت مقابلہ کیا۔ تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ بارود کے ڈبے اور بان بے تحاشا پھینکے۔ پتھر کی چٹانیں تک لڑھکا دیں۔ فوج شاہی کے جنگجو آزمودہ کار سپاہیوں نے ایسے معرکے بارہا سر کیے تھے۔ اقبال شاہی کو سپر بنا کر تائید ایزدی کے سائے میں فصیل تک بڑھے چلے گئے۔

فصیل کے نیچے پہنچ کر ان شیروں نے تیر اندازی شروع کی اور کمندیں پھینکیں۔ غنیم کو ہٹا ہٹا کر زینے لگائے اور دیواروں میں جابجا شگاف ڈال دیے۔ اس وقت کنہرراؤ نے اپنے بھائی کو قلعے کے محافظ کے پاس جو قلعدار دھورپ کا نائب تھا بھیج کر یہ پیام دیا کہ اگر قضائے الٰہی اور تقدیر سے لڑنا ممکن ہوتا تو میں اپنا قلعہ کیوں حوالے کرتا، اس وقت چارۂ کار یہی ہے کہ قلعے کی چابیاں بھیج کر امان مانگ لو ورنہ حملہ آوروں کے ہاتھ سے تمہارا ایک آدمی بھی جیتا نہ بچے گا۔ اب قلعہ دار نے سوچا کہ جب انجرائی جیسا قلعہ فتح ہوگیا اور کنہرراؤ جیسے سردار نے اطاعت اختیار کر لی تو میں کس شمار میں ہوں۔ فوراً امان مانگ کر خان والا شان کی ملاقات کے

۱۔ یہاں بادشاہ نامہ عبدالحمید میں اتنی عبارت اور درج ہے : "اللہ ویردی خاں نے پھاٹک کے سامنے یکہ تاز خاں کو، شمال کی جانب اپنے بیٹے غضنفر کو، جنوب کی طرف دوسرے بیٹے حسن علی کو اور پچھم کی طرف سرور خاں کو متعین کیا تھا کہ اپنے اپنے مورچے تیار کریں۔"

لیے آیا اور دونوں قلعے خادمانِ شاہی کے حوالے کر دیے۔ غرض تھوڑی ہی مدت میں کئی مضبوط قلعے مثلاً رولہ، جولہ، اہونت، کول، راج دیوہرا اور اچلا وغیرہ کہ متانت میں ایک سے ایک بڑھ کر بلکہ سد سکندری سے بہتر تھے، اقبالِ شاہجہانی کی بدولت اولیائے سلطنت کے قبضے میں آ گئے۔ راج دیوہرا کی تسخیر میں البتہ کچھ دیر لگی۔ اس کی بھی یہ وجہ ہوئی کہ وہاں نظام الملک کے کچھ عزیز قید تھے۔ اہل قلعہ نے نہ چاہا کہ وہ فوج شاہی کے قبضے میں آ جائیں لہٰذا دو ماہ تک محاصرے کی سختی اٹھانے کے بعد انھیں وہاں سے نکال دیا۔ بالآخر یہ قلعہ بھی جو ایک اونچے پہاڑ پر واقع تھا اور حفاظت، مضبوطی اور کثرتِ سامان کے لحاظ سے قلعۂ انجرائی کا جواب تھا فتح ہو گیا۔ وہ بدبخت قیدی جنھیں محصورین نے وہاں سے نکال کر کہیں اور بھیجنا چاہا تھا، دوبارہ فوجِ شاہی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔

جب اللہ ویردی خاں نے تائیدِ ایزدی کی بدولت یہ تمام قلعے فتح کرلیے اور اس کی طبیعت ہر طرح مطمئن ہوگئی تو قلعۂ دہورپ کی تسخیر پر متوجہ ہوا جو دیگر تمام قلعوں سے زیادہ مستحکم تھا بلکہ دولت آباد کے فلک بوس قلعے کی برابری کرتا تھا۔ ابھی اس کی فوج فصیل کے نیچے جا کر خیمہ زن ہوئی تھی کہ بھوج مل نگہبانِ قلعہ نے عاقبت اندیشی اور انجام بینی سے کام لے کر پیغام بھیجا کہ معرکہ آرائی کے بجائے میرے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جو کنہر راؤ کے ساتھ ہوا ہے یعنی امان دے کر مجھے بھی انعام اور منصب سے سرفراز فرمائیے۔ اللہ ویردی خاں بہت معاملہ فہم تجربہ کار سردار تھا، اُسے یہ اندازہ ہوگیا کہ اس فلک منظر قلعے کو فتح کرنا کسی صورت ممکن نہیں۔ مدتوں محاصرہ کرکے اور ہزاروں جانیں کھو کر بھی شاید ہی کچھ نتیجہ نکلے۔ یہ سوچ کر ساری حقیقت بارگاہِ شاہی میں لکھ بھیجی اور جواب کا انتظار کرتا رہا۔ جب اجازت مل گئی بلکہ تاکید ہوئی تو بھوج مل کی تمام شرطیں منظور کرکے عہد نامہ بھیج دیا۔ اُس نے قلعہ حوالے کیا۔ تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی۔ ایک لاکھ روپے انعام ملا۔ ۹ تیر مطابق ۲۹ جون ۱۶۳۶ء کو وہ

ان عنایات کا شکر بجا لاتا ۔ غرض ایسا مستحکم قلعہ جو مضبوطی میں دولت آباد کے قلعے کا جواب ہے اور روئے زمین پر ان دو قلعوں کی نظیر موجود نہیں ، بہ سہولت ہاتھ آ گیا ۔ ہر شخص تائید الٰہی اور اقبال بادشاہی کا قائل ہوا ۔

اس عرصے میں تینوں ذیجاہ سرداروں نے جو فتوحات حاصل کیں ان کا حال بھی سنیے۔ پہلے شائستہ خاں کی فوج ظفر موج کی کارگزاری بیان کی جاتی ہے ۔ جب وہ خان والا شان بارگاہ شاہی سے رخصت ہو کر چلا تو سعی و تردد کے ذریعے سنگمیر کے علاقے پر تصرف کیا ۔ اس کے بعد ناسک کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ فسادیوں کی دست درازی سے وہاں کے باشندے وطن چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے ہیں ۔ اس نے سبھوں کو واپس بلا کر بہت مہربانی کا سلوک کیا ۔ تقاوی کی رقم دے کر نیز بونے کے واسطے بیج فراہم کرکے انھیں اپنے گھر بسانے اور زراعت میں مشغول کر دیا ۔ یہاں سے فارغ ہوکر جنیر پہنچا ۔ دیکھا کہ سرکش لوگ مقابلے پر آمادہ ہیں ، سبھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر دوزخ کی سیر کرائی ۔ اقبال شاہی کی برکت سے دشمنوں کو شکست دے کر بھیمرہ کے ساحل تک تعاقب کرتا چلا گیا ۔ المختصر سنگمیر اور جنیر کی سرکاریں جو ستائیس پرگنوں پر مشتمل ہیں اور جن کا مالیہ دو کروڑ ساٹھ لاکھ دام (ساڑھے چھ لاکھ روپے) ہے ، قبضے میں کر لیں ۔ پھر حسب الحکم بارگاہ والا میں واپس آ گیا ۔

خان دوراں کے کارنامے یہ ہیں : یہ بہادر سردار حضرت کے حسب الحکم قلعۂ اوسہ اور اودگیر کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ راستے میں جابجا تھانے بٹھاتا گیا تاکہ رسد کا انتظام خاطر خواہ رہے ۔ راستے میں فرمان پہنچا کہ والی بیجا پور نے حیلہ بازی اور مکاری سے کام لے کر ہمارے احکام کی تعمیل اور پیشکش بھیجنے میں ٹال مٹول سے کام لیا ہے ۔ اگرچہ اب تک مابدولت نے مروت و رعایت کی وجہ سے چشم پوشی برتی کیونکہ خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ بندوں کا پسندیدہ شیوہ یہی ہے ۔ لیکن اب حمیت اور غیرت شاہانہ کا تقاضا ہے کہ اس سے زیادہ ڈھیل دینا قطعی

حرام ہے ، لہٰذا فیصلہ کیا کہ ان مکاروں کی تنبیہ و تادیب کی جائے اور ان کے علاقے کو برباد کر دیا جائے ۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے دربار سے سید خان جہاں بارہہ کو تعینات کیا جاتا ہے کہ اپنی فوج لے کر شولاپور کی طرف سے اس علاقے میں داخل ہو اور احکام کی تعمیل کرے ۔ خان زماں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ ایندا پور کی طرف سے داخل ہوکر جو قصبہ یا گاؤں راستے میں آئے اسے تباہ و برباد کر دے ۔ لوٹ مار میں دقیقہ باقی نہ چھوڑے ۔ اس فدوی خلوص پیشہ (خان دوران) کو بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ ہمارے فرمان قہر نشان کے بموجب جو غیرت شاہانہ کا مظہر اور قہر خدا کا نمونہ ہے اور جس کے ایک ایک لفظ پر مابدولت نے خوب غور کرکے تاکید کی مہر لگائی ہے ، بیدر کی طرف بڑھو ۔ اس سرزمین کو ایسا ویران کرو کہ دور دور تک آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہے ۔ ہر جگہ الو بولنے لگے ۔ لشکر والوں کو اجازت دو کہ سارے علاقے کو تاراج کرکے جھاڑو سی پھیر دیں اور شہر بیدر تک پہنچ کر اینٹ سے اینٹ بجا دیں تاکہ یہ بد معز بے عمل لوگ اپنے ملک کی تباہی بالخصوص بیدر کی بربادی دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوں اور آئندہ سرکشی اور خود سری کی جرأت نہ کریں ''۔

یہ فرمان پا کر خان دوران نے دریائے مانجرہ کے کنارے ایک محفوظ مقام پر چھاؤنی قائم کی ۔ بھاری سامان اور کمزور گھوڑے والوں کو وہیں چھوڑا کہ تم یہاں نگہبانی کرتے رہو ۔ نوروز کی شام کو وہاں سے روانہ ہوا ۔ اگلے روز دو گھنٹے دن چڑھے قصبہ کلیان کے نزدیک پہنچا جو نہایت آباد جگہ تھی ۔ باشندے اچھے اچھے صاف ستھرے مکانوں میں جو مال و اسباب سے بھرے ہوئے تھے ، اطمنان کے ساتھ بیٹھے تھے ۔ کسی کو سان گمان نہ تھا کہ شاہی لشکر راتوں رات ہمارے سر پر آپہنچا ہے ۔ اس حالت میں خان دوران کے سوار بالخصوص لٹیرے اپنے گھوڑے اڑا کر آندھی کی طرح اس قصبے میں آن گھسے ۔ دو ہزار آدمیوں کو قتل کرکے ہزاروں کو قید کر لیا ۔ باشندوں کا مال و اسباب ، مویشی اور سامان لوٹ کر کلیان کو ویران کر ڈالا ۔ اس کے بعد فوراً نراین پور پر چڑھ دوڑے جو

ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا ۔ یہاں کلیان سے زیادہ غارت گری کی ۔ لشکر کے لٹیروں کے پاس اتنا مالِ غنیمت جمع ہو گیا تھا کہ اٹھا کر آگے بڑھنا دشوار تھا ، لہٰذا خان دوراں نے جو وقار و متانت میں پہاڑ سے زیادہ تھا ، وہیں پڑاؤ کیا ۔

نراین پور میں جو قصبہ بھالکی کے پاس اور بیدر سے بارہ کوس ہے، اس فوج نے چھ روز قیام کیا ۔ اگلے روز بیری سے کوچ کرتے ہوئے خان دوراں کی فوج موضع کمتھانہ پر جا پڑی جو بیدر سے دو کوس ورے واقع ہے اور آبادی و شادابی میں بے نظیر ہے ۔ یہاں بھی سپاہیوں نے قتل و غارت کا وہی ہنگامہ برپا کیا ۔ مکانوں کو ویران کرکے مکینوں کو ملکِ عدم کی راہ دکھائی ۔ قلعۂ بیدر کی فصیل تک جو گاؤں راستے میں پڑا اُسے ایسا اجاڑا کہ آبادی کا نشان باقی نہ رکھا ۔ تین روز میں اس علاقے کے پچاس قصبے یوں برباد کیے کہ دور دور تک چراغ جلتا نظر نہ آیا ۔ پھر یہ لشکر دریائے مانجرہ کے کنارے اپنے کیمپ میں واپس آ گیا ۔ سپاہیوں اور گھوڑوں نے دو چار دن آرام کیا ۔ اس کے بعد بیجا پور کی راہ لی ۔ راستے میں تمام بستیوں کو ویران کرتے گئے ۔ لوٹنے والوں نے جو کچھ پایا لوٹ لیا ۔ اس عرصے میں کئی جگہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی لیکن روباہ خصلت دکنی سپاہی ڈر کے مارے شاہی لشکر کے قریب آنے کی جرأت نہ کرتے تھے ۔ اپنے دکانے سب دکن کے ان بزدل سرداروں کو طعنے دیتے اور غیرت دلاتے تھے ۔ بالآخر اُنھیں بھی جوش آیا ۔ میدان میں فوجِ شاہی کے مقابلے کے لیے آئے ۔ خان دوراں کے بہادر سپاہیوں نے اُن پر شیرانہ حملے کرکے ایسی شکست دی کہ بھاگتے ہی بنی ۔ گھر کی راہ لی ۔ شاہی لشکر اپنی فرود گاہ تک پہنچ کر بھاگنے والوں کے تعاقب میں اور آگے بڑھ گیا ۔ بہت سوں کو قتل کیا ۔ یہاں سے دو کوچ کرکے فیروز آباد پہنچے جو بیجاپور سے بارہ کوس ورے ہے ۔ یہاں گھوڑوں کو آرام دینے کے لیے پڑاؤ کیا ۔

اس اثنا میں مکرمت خاں نے اطلاع بھیجی کہ غنیم نے لشکر بادشاہی کے آ جانے کی وجہ سے شاہپور کی جھیل کا بند توڑ کر اس کا سارا پانی بہا

دیا ہے اور شہر میں غلہ باقی نہیں چھوڑا - باشندوں کو بھی وہاں سے نکال کر بیجا پور میں جگہ دی ہے - اس صورت میں یہاں آنا خلاف احتیاط ہے کیونکہ غلے اور پانی کی سخت قلت ہے - بہتر ہے کہ کسی اور طرف جا کر اپنے فرائض انجام دیں - یہ معلوم کرکے خان دوراں نے دوسری طرف کا رخ کیا - پہلے قصبہ ٔ للپلی کو جو یاقوت حبشی کے پوتے کی نہایت آباد جاگیر تھی لوٹ کر برباد کر لیا - پھر نرائن پور میں رات گزاری - صبح ہوتے ہی قصبہ کملا پور میں پہنچ کر جو نہایت آباد جگہ تھی ، لوٹ مار کا ہنگامہ گرم کیا - بہت مال و اسباب لوٹا - غلہ ، جڑی بوٹیاں اور دوسری چیزیں اتنی لٹیں کہ کیمپ میں کوڑیوں کے مول بک گئیں - یہاں سے ریحان شولا پوری کی جاگیر پر چڑھائی کی - یہاں بڑے بڑے قصبے اور آباد گاؤں تھے - لوٹ مار اور آتشزنی کرکے بہت سا مال قبضے میں کیا - یہاں سے قطب الملک کی سرحد تک پہنچ کر سارے علاقے کو برباد کر دیا - اُسے ذرا دھمکا کر ایک مراسلہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ بارگاہ شاہی میں بہت جلد پیشکش ارسال کر دو - انھی دنوں فرمانِ عالی شان آیا کہ عادل خان نے مجبور ہوکر ہماری تمام شرطیں قبول کرلی ہیں اور پیشکش بھیج دی ہے - اطاعت و فرماں برداری اختیار کر چکا ہے - مکرمت خان نے اپنی عرضداشت میں یہ سب باتیں لکھی ہیں - لہٰذا ہم نے عادل خان کی غلطیوں پر معافی کا قلم پھیر دیا ہے اور اس کی تنبیہہ و تادیب سے نیز اس کے ملک کی تباہی سے درگزر فرمائی ہے - مناسب ہے کہ وہ عقیدت کیش (خان دوراں) بھی اُس سے پرخاش نہ رکھے اور عنایتِ خداوندی پر بھروسا کرکے اوسہ اور اودگیر کے قلعے فتح کرنے پر متوجہ ہو -

اقبالِ بادشاہی کی برکت سے سید خان جہاں کی فوج نے جو فتوحات حاصل کیں اُن کا مختصر حال یہ ہے کہ حضرت نے خان جہاں کو حکم دیا تھا کہ بیجا پور والوں کی تادیب کرنا اور آس پاس کے آباد علاقے کو برباد کر دینا - تائید الٰہی کی بدولت وہ ہلکے پھلکے سامان سے کوچ کرکے غنیم کی سرزمین میں جا پہنچا - پہلے دکنی سرداروں مثلاً شاماجی ، کشناجی وغیرہ کو سرائے دھون کو فتح کرنے اور لوٹنے کے لیے بھیجا - ۱۵ فروردین

مطابق ۴ اپریل ۱۶۳۶ء یہ لوگ دھون کی فصیل کے نیچے جا پہنچے ۔ اس وقت قلعے کا سپہ سالار عنبر حبشی اپنے دوستوں رفیقوں کو آموں کے باغ میں لے جا کر گانے بجانے میں محو تھا ۔ جب یہ خبر ملی تو گرتا پڑتا وہاں سے بھاگ کر قلعے کے پھاٹک تک آیا ۔ اس کے بہت سے ہمراہی قتل ہو گئے ، بہت سے قید ہوئے ۔ شاہ اجی نے اپنی فوج سے قلعے کا محاصرہ کر کے تین روز بعد اسے فتح کر لیا ۔ قلعے کا تمام سامان یعنی توپیں ، گولہ بارود ، غلہ اور ہتھیار اس کے قبضے میں آئے ۔ سیدی عنبر قلعے کا محافظ تھا ، اس کی مشکیں باندھ کر خان جہاں کے روبرو لایا ۔ خان نے شاہا جی اور اس کے سپاہیوں کو آدین گھی اور عنبر حبشی کو دکن والوں کے کہنے سننے سے بادشاہ سلامت کے قدموں کے صدقے میں آزاد کر دیا ۔ خود دھارا سیون کی طرف بڑھا ۔ راستے میں تین نہایت آباد دیہات پڑے جو بعنان کی جاگیر تھے ، انھیں تاراج کر ڈالا ۔ ایک گاؤں میں پانچ دیہات کے آدمی جمع ہو گئے تھے ، ان میں سے تھوڑے سوں کو قتل کر دیا ، باقی قیدی بنے ۔ لشکر کے لٹیروں نے بے شمار مویشی ، غلہ اور سامان لوٹا ۔

یہ فوج لوٹ مار اور قتل و قید کے تمام تقاضے پورے کر کے آگے بڑھی ۔ دھارا سیوں کے باشندوں کو لشکر کے آ جانے کی خبر مل چکی تھی ، اپنا سامان اور غلہ ادھر ادھر پھینک کر جا بجا منتشر ہو گئے ۔ لوٹنے والوں نے یہ سب سامان لوٹا ۔ خان جہاں لشکر کو آدھے کوس پیچھے چھوڑ کر قلعہ دھارا سیون کی خصوصیات کا معائنہ کرنے کے لیے آگے بڑھا ۔ محصورین نے بان ، بندوقیں وغیرہ داغ داغ کر لڑائی شروع کی ۔ ان کا سردار نہایت مستعدی سے موقع پر آ کھڑا ہوا ۔ ہنگامۂ کارزار اور زیادہ گرم ہو گیا ۔ فوج شاہی کے دلاور لگڑ کر قلعے کی طرف بڑھے ۔ سب سے پہلے خلیل خاں داروغۂ توپخانہ اور سید منصور ولد خان جہاں پھاٹک پر پہنچے ۔ باقی سمتوں سے سپہدار خاں ، رستم خاں ، شاہنواز خاں اور دیگر سرداروں نے گھیرا ڈالا ۔ غرض یہ نہایت مضبوط قلعہ ذرا سی دیر میں بہ آسانی فتح ہو گیا ۔

۲۳ فروردین مطابق ۱۲ اپریل ۱۶۳۶ء جمعے کے روز صبح سویرے شاہی لشکر فتح و ظفر کے جھنڈے اڑاتا آگے بڑھا ۔ دکن کے کچھ روباہ

خصلت دستے دمدار ستارے کی طرح دور سے نمودار ہوئے اور رفتہ رفتہ بڑھ کر لشکر کے پچھلے حصے سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ یہاں سپہدار خان جیسا سردار تھا جو بہادری میں رستم و سہراب سے دو قدم آگے رہتا ۔ اس نے اُن دغابازوں سے ٹکر لی ۔ رستم خان اور شاہنواز خان بروقت کمک کے لیے آ گئے ۔ تلواروں ، بندوقوں اور بانوں سے ہنگامۂ جنگ ایسا گرم ہوا کہ سیکڑوں آدمی وہیں کھیت رہے ۔ اس کے باوجود دکنیوں نے جنگ جاری رکھی ۔ اس وقت سید خان جہاں بارہہ اپنے جانباز رفیقوں کو ہمراہ لیے اُن دغابازوں پر حملہ آور ہوا ۔ چونکہ شیر خدا ، علی مرتضیٰ کی نسل سے تھا، شجاعت اور بہادری ورثے میں پائی تھی۔ مولا علیؑ کی دلاوری کا نمونہ دکھا دیا ۔ سیدوں نے ایک دل ہوکر ایسے شیرانہ حملے کیے کہ اُن روباہ خصلتوں کی صفیں اُلٹ دیں ۔ سید خان جہاں کے پیچھے پیچھے راؤ کرن اپنے ناموس پرست راجپوتوں کو ساتھ لیے آپہنچا اور دکن والوں پر حملہ آور ہوا ۔ اس بہادر راجپوت سردار کے آ پہنچنے سے سپہدار خان ، شاہنواز خان اور خلیل خان کا حوصلہ بڑھا۔ اگرچہ اہل دکن نے اس موقع پر بہت ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کی لیکن شاہی شیروں کا مقابلہ کب تک کرتے ، آخر شکست کھا کر پیچھے ہٹے ۔

اس معرکے میں بے شمار دکنی قتل ہوکر ایسے گرے کہ شاید قیامت کے دن بھی نہ اُٹھیں ۔ کاری زخم کھا کھا کر جو بھاگ گئے اور جان بچا لے گئے اُن کی گنتی خدا کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ۔ لشکرِ شاہی میں سے بھی بعض نیک نصیب آدمی سعادتِ کونین یعنی شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے ۔ بہت سوں نے کاری زخم کھاکر سرخروئی کی سند حاصل کی ۔ اس ہنگامے میں عادل خانی فوج کے سپہ سالار رن دولھا خان کی ران پر ایسا زخم آیا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا ۔ زخم ایسا کاری تھا کہ جان کے لالے پڑ گئے ۔ اس وقت اُس کا باپ فرہاد خان اپنے جانباز سپاہیوں کو لیے ہوئے سپہدار خان پر حملہ آور ہوا ۔ ایسی دلاوری دکھائی کہ دکن والوں میں سے کسی نے کم دکھائی ہوگی ۔ سپہدار خان اُس کی فوج کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹ کر کھڑا رہا ۔ دشمن کے ریلوں کی مطلق پروا نہ کی ، بلکہ

فرہاد خاں کو اس گستاخی و شوخی کی سزا دینے کے لیے شیر کی طرح حملہ کیا ۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عنایتِ الٰہی اور اقبالِ بادشاہی کی برکت سے غنیم کو شکست دی ۔ کوس بھر تک اُن کا تعاقب کرتا چلا گیا ۔ غرض لشکر شاہی فتح و ظفر کے نقارے بجاتا واپس آیا ۔

اگلے روز شاہی لشکر اوسہ کی طرف روانہ ہوا ۔ راستے میں جہاں کہیں کوئی گاؤں یا قصبہ آیا لشکر کے لٹیروں نے اُسے تاراج کر کے خاک اُڑا دی ۔ آبادی کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا ۔ اس قاعدے سے منزلیں مارتے ۱۸ تاریخ کو ایک موضع میں جا کر پڑاؤ ڈالا جو اوسہ سے دو کوس ورے تھا ۔ تین پہر رات گزری تھی کہ غنیم نے شب خون مارا اور بان پھینک کر ہنگامۂ جنگ گرم کیا ۔ شاہی بہادر اپنے مورچوں سے نکل کر (جو کیمپ کے ارد گرد بنائے تھے) اُن شیطانوں پر حملہ آور ہوئے ۔ بہت سوں کو زخمی کیا بلکہ عدم کی راہ دکھائی ۔ باقی بھاگ نکلے ۔ دشمن کی ایک اور فوج نے خاندوراں اور خان زماں کے لشکر پر حملہ کیا تھا ، جب دیکھا کہ اُن کے مقابلہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تو اس بدبخت فوج نے سید خان جہاں کی فوج پر حملہ کیا جو تعداد میں کم تھی ۔ اس حملے میں رن دولہا خاں کی فوج بھی شامل تھی اس لیے دکن والوں کی قوت دوگنی ہو گئی ۔ ہنگامۂ کارزار جاری رہا ، یہاں تک کہ صبح کا نور ہر طرف پھیل گیا ۔ معمول کے مطابق شاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا تو دکن والوں نے اپنی تعداد کے غرور پر بہادری کے ساتھ حملہ کیا ۔ بڑی دلیری سے لڑنے لگے ۔ اس معرکے میں بندوق کی گولی سید خان جہاں کے ترکش پر لگی ۔ وہ بہادر سردار ہاتھی پر سوار اپنی فوج کو لڑا رہا تھا ، مرگ ناگہانی سے بال بال بچا ۔ ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

اب جو بہادر سید کو طیش آیا تو ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور غیظ و غضب میں ڈوب کر اپنے سامنے کی فوج پر جا پڑا ۔ پہلے ہی حملے میں دشمن کی صفیں درہم برہم کر دیں ۔ بے شمار آدمیوں اور گھوڑوں کو خاک میں ملا کر واپس آیا ۔ اُدھر سے شاہنواز خاں اور رستم خاں

نے جھپٹ کر حملہ کیا۔ اُن کے بہت سے رفیقوں کے گھوڑے پان کھا کھا کر گر گئے لیکن انھوں نے رستمانہ شجاعت دکھائی۔ دیر تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ دکن والوں کو قضا گریبان پکڑ پکڑ کر آگے لاتی ہوئی اور ان بہادروں کے ہاتھ سے ملکِ عدم کو روانہ کرتی تھی۔ بادشاہی دلاوروں نے داد شجاعت دے کر ان شیطانوں کو اچھی طرح تباہ کیا۔ سید خان جہاں نے بنی ہاشم کی موروثی بہادری اور حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا کی شجاعت کا نمونہ دکھا دیا۔ کشادہ پیشانی اور قلب مطمئن کے ساتھ بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ کر ذرا سی دیر میں اُن کمینوں کو سامنے سے ہٹا دیا۔ میمنہ سے خلیل خاں، شیر خاں ترین اور سید لطف علی توپخانے والوں کو ہمراہ لیے آگ کے شعلے کی مانند لپک کر سید خان جہاں کی کمک کے واسطے آگئے۔ میسرہ سے مرتضیٰ خاں اور رستم خاں بھی بروقت امداد کو پہنچے۔ سب نے یک دل ہو کر غنیم کو شکست دی۔

المختصر تیسرے پہر تک خونریزی کا بازار گرم رہا۔ شاہی لشکر اور غنیم کی فوج میں خوب خوب معرکے ہوئے۔ جان کی بازی لگی رہی۔ بالآخر جب بد بخت غنیم کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور بے شمار آدمی اور گھوڑے خاک میں مل چکے تو اس نے میدان جنگ سے منہ پھیرا۔ شاہی دلاوروں نے بھی جی بھر کر دشمنوں کو قتل اور قید کیا۔ بھاگنے والوں کی جان بخشی کی۔ غنیم نے اسے غنیمت سمجھا اور جان بچا لے گیا۔ اگلے روز لشکرِ شاہی فتح و نصرت کو ہم رکاب لیے دھارور کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں رن دولھا خاں اپنا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا، فوج شاہی کو بڑھتے سنا تو بڑے عجز و انکسار سے عرض داشت بھیجی کہ میرے آقا عادل خاں نے بادشاہ سلامت کو پیشکش بھیجی اور شاہی احکام کی اطاعت کا اقرار کر لیا ہے۔ بادشاہ سلامت نے بھی اُن کے گناہوں کو معاف فرما کر الطافِ خسروانہ سے اُن کی التماس منظور کر لی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ بھی جنگ و جدال سے ہاتھ اٹھا کر ہمارے علاقے کی ویرانی اور رعیت کی تباہی کا پورا حال لکھ کر بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دیں تاکہ حضرت اپنی فطری رحمدلی اور طبعی شفقت و مرحمت سے کام لے کر یہاں کے باشندوں پر رحم و کرم

فرمائیں ۔ جتنا جلد ممکن ہو شاہی لشکر کو دارالخلافت کی طرف واپس لے چلیں کیونکہ اگر دولت آباد میں شاہی بارگاہ قائم رہے گی تو سپاہیوں اور رعیت کو ہر وقت وسوسہ ہو گا اور وہ اطمینان سے اپنے اپنے مشاغل بیر کاشتکاری میں مصروف نہ ہوں گے ۔ اس طرح علاقے میں ویرانی پھیل جائے گی ، امن و امان مفقود ہو جائے گا ۔

ان دولھا خان کی اس عرضداشت سے اندازہ ہو گا کہ اس نے یہ التماس عادل خان کے ایما پر کی ہے ۔ لہٰذا سید خان جہاں نے تمام کیفیت بارگاہِ شاہی میں لکھ بھیجی اور جواب کا منتظر رہا ۔

خان زماں کی فتوحات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ذی رتبہ سردار حضرت کے حسب الحکم درگاہِ والا سے روانہ ہوا ۔ تائیدِ ایزدی کا سایہ سر پر تھا، صحیح فیصلہ کر کے سب سے پہلے احمدنگر کی طرف بڑھا ۔ بھاری ساز و سامان جو کچھ تھا اسے چھوڑ کر نہایت ضروری چیزیں ساتھ لیں جن کے بغیر کام چلنا ممکن نہ تھا[1] ۔ نہایت تیزی کے ساتھ منزلیں طے کرتا فوج کو لیے ہوئے بتاریخ ۷ فروردیں مطابق ۲۷ مارچ ۱۶۳۶ء غنیم کی سرحد میں داخل ہوا ۔ جہاں کہیں آبادی کا نشان نظر آیا اسے اجاڑ کر میدان کر دیا ۔ ایسی تباہی کی کہ اگر کوئی سچا آدمی بھی بیان کرتا کہ یہاں کسی زمانے میں آبادی تھی تو ہرگز کسی کو یقین نہ آتا ۔ جب یہ لشکر ۱۱ فروردیں (۳۱ مارچ ۱۶۳۶ء) کو دودا بائی کی گھاٹی میں پہنچا تو دور اندیش جہاندیدہ سردار وہیں ٹھہر گیا ۔ سوار ، پیادے ، ساز و سامان اور کیمپ والوں کو گھاٹی پر چڑھا کر تقریباً پانچ سو سوار وہاں چھوڑ دیے تاکہ اگر غنیم پیچھے سے آئے اور اس مختصر دستے پر حملہ کرے تو میں واپس مڑ کر ان کی گوشمالی کروں ۔ اس کا یہ منصوبہ بالکل ٹھیک بیٹھا ، یعنی ابھی خان زماں نے گھاٹی کا آدھا راستہ بھی طے نہ کیا تھا کہ کوتاہ اندیش غنیم جو اس

۱ ۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اول ، حصہ دوم ، ص ۱۶۲ پر یہ تفصیل درج ہے کہ دریائے بھیمرہ کے کنارے پہنچ کر خان زماں نے بھاری ساز و سامان بہادر خان کے پاس چھوڑ دیا ۔ ۱۸ شوال ۱۰۴۵ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۶۳۶ء کو عادل خان کے علاقے میں داخل ہوا ۔

منصوبے سے بالکل بے خبر تھا ، کمین گاہ سے نکل کر بے باسل اُس مختصر سی فوج پر آ پڑا ۔ دونوں فریق باہم گتھ گئے ۔ خان زماں موقعے کی تاک میں تھا ، فوراً مڑ کر اُن نابکاروں پر حملہ آور ہوا ۔ دشمن بار دکنی دونوں فوجوں کے درمیان پھنس گئے ۔ تھوڑی سے مار دھاڑ میں دشمن کے بے شمار آدمی قتل اور زخمی ہوئے ، جب بھاگے تو شاہی لشکر دو کوس تک تعاقب کرکے مظفر و منصور واپس آ گیا ۔

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ اور رونما ہوا ۔ تفصیل یہ ہے کہ جس وقت غنیم کی فوج خان زماں کے لشکر سے دست و گریباں تھی اُس وقت دشمن کا ایک دستہ گھاٹی کے نشیب میں راؤ ستر سال سے بھڑ گیا ۔ گھاٹی جا بجا اتنی اونچی نیچی تھی کہ خان زماں اور باقی فوج کو اس جھڑپ کی خبر ہی نہ ہوئی ۔ اگرچہ دکن والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن راجپوت سردار نے پروردگار کی امداد پر بھروسا کیا خان زماں کو خبر تک نہ بھیجی ۔ قوتِ بازو پر اعتماد کرکے اپنے راجپوتوں کو دشمن کے سامنے کیا اور تیغ آزمائی میں مصروف ہو گیا ۔ چونکہ حوصلے اور ہمت کے سامنے پہاڑ کی چٹان اور لوہے کی دیوار بھی نہیں ٹھہر سکتی لہٰذا راؤ ستر سال نے پہاڑ کی طرح جم کر غنیم کا مقابلہ کیا ۔ دشمن کا ٹڈی دل اُس پر بار بار توڑ حملے کرتا رہا لیکن وہ ڈٹا رہا ۔ رفتہ رفتہ ہمت و استقلال کی برکت سے اُن مکاروں پر غالب آیا ۔ وہ تلواریں ماریں کہ دشمن کو ٹھہرنے کی تاب نہ رہی ۔ شکست کھا کر ہٹ گیا ۔

اگلے دن خان زماں گھاٹی کو عبور کر کے آگے بڑھا ۔ سات منزلیں طے کر کے قصبۂ کولاب کے نواح میں جا پہنچا ۔ قریب ہی ایک قلعہ تھا ، اُس کا محاصرہ کر لیا ۔ قلعے والوں نے مدافعت کی لیکن تائیدِ ایزدی کی برکت سے جو ہر حال میں لشکرِ شاہی کے ساتھ رہتی ہے ، پہلے ہی حملے میں قلعے کو سر کر لیا ۔ تقریباً پانچ سو آدمی قتل ہوئے ۔ سات سو قید میں آئے ۔ لشکر نے وہیں پڑاؤ کیا ۔ گھوڑوں کو آرام لینے کے لیے چھوڑ دیا ۔ اتنے میں جاسوسوں نے خبر دی کہ آس پاس کے بے شمار آدمی اپنے اہل و عیال ، مال و اسباب اور مویشیوں کو لے کر قصبے کے پاس

والے پہاڑ کے دامن میں جا چھپے ہیں - خان زماں نے بہادر خان اور شاہ بیگ خان کو کمک آرسودہ فوج دے کر اُن کی طرف بھیجا - یہ تجربہ کار جنگجو بہادر بے تامل بڑھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے - وہاں وہ بدنصیب لوگ جمع تھے ہی ، انھوں نے جاتے ہی سبھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا - پہاڑ کی چوٹی پر کشتوں کے پشتے لگا دیے - تقریباً ایک ہزار آدمی قتل ہوئے - دو ہزار سے زیادہ قید میں آئے - لشکر کے دلاور چار ہزار سے زیادہ مویشی اور بہت سا مال و اسباب لوٹ کر اپنے پڑاؤ واپس آئے -

اگلے روز خان زماں نے پھر کوچ کیا - دریائے بان گنگا کے ساحل پر پہنچے تھے جو دور سے روساہ ساہو کی فوج نظر آئی - دو ہزار آدمی تھے - ان کے ساتھ عادل خان کی بھیجی ہوئی کمک بھی تھی - اتنی جرأت تو نہ تھی کہ لشکرِ شاہی کے سامنے آ کر دو دو ہاتھ کرتے - ہاں فاصلے سے اِدھر اُدھر منڈلاتے رہے - کبھی کبھی اردو کے نزدیک پہنچ کر دو چار بان داغ دیتے اور دل کی بھڑاس نکالتے - چوتھے دن لشکر نے یہاں سے کوچ کیا - راستے میں جا بجا بہادر سواروں کے دستے کھڑے رہے تاکہ بھیر (پچھلا حصہ) حیرت کے ساتھ نکل جائے - اس وقت غنیم نے اپنی جگہ سے جنبش کی - اپنی فوج میں سے چھ ہزار سواروں کو بڑھایا - وہ شجاعت خان اور بہادر خان کی فوج پر حملہ آور ہوئے کہ یہی دونوں سردار پہلو بہ پہلو پیچھے پیچھے چلے آتے تھے - بہادر سرداروں نے ذرا ہراس نہ کیا ، وہیں جم کر کھڑے ہو گئے - روباہ خصلت دکنی کچھ دلیر ہو کر بڑھے - جب حملے کی زد میں آ گئے تو بہادر خان اور شجاعت خان نے یکایک گھوڑے اڑا کر ان پر حملہ کیا - ذرا سی دیر میں بہت سوں کو خاک میں ملا دیا - یہاں ساداتِ بارہہ میں سے کچھ دلاوروں نے شہادت کا درجۂ عالی پایا -

یہاں سے آگے بڑھ کر خان زماں شہر مرج میں آیا جو عادل خان کی ریاست کا مشہور مقام ہے - لشکرِ شاہی کے دلاور سارے قصبے میں پھیل گئے - لوٹنے والوں نے ایسا لوٹا کہ خاک اڑا کر رکھ دی - یہاں نہایت مالدار مہاجنوں کی آبادی تھی - اُن کی دکانوں میں موتی ، جواہرات ، چینی

کے برتن ، ملکوں ملکوں کے نایاب تحفے بھرے پڑے تھے ۔ لٹیروں نے ان سیٹھوں اور سوداگروں کا اتنا سامان سمیٹا کہ اٹھانا مشکل ہو گیا ۔ شاعرانہ مبالغہ نہ سمجھیے بلکہ حقیقت ہے کہ سپاہیوں نے گھوڑوں کو سچی چینی کے برتنوں میں پانی پلایا ۔ لشکر کے نادان بازاریوں کو نفیس و نایاب سامان اور اسباب کی تمیز تک نہ تھی ۔ صندل اور عود کی لکڑیوں کو بطور ایندھن کے جلاتے رہے ۔ دوسری چیزوں کا بھی یہی حال کیا ۔ یہاں سے بڑھ کر خان زماں نے دریائے بھیمرہ کے کنارے منزل کی تو شاہی فرمان وصول ہوا ۔ مضمون یہ تھا کہ مکرمت خاں کی عرضداشت سے ماہدولت کو معلوم ہوا کہ عالمِ بالا کی ہدایت کی بدولت عادل خاں نے خرد مندی و تمیز کا قاعدہ سیکھ لیا ہے ۔ آداب دانی ، ضابطہ شناسی ، حسنِ سلوک اور حسنِ معاشرت کا سبق پڑھ کر اطاعت کی شاہراہ پر آ گیا ہے ۔ توفیقِ ایزدی کی برکت سے آنکھیں کھل گئی ہیں ۔ خیالاتِ باطل اور خواہشات نامناسب سے دستکش ہو کر فرماں برداری و اطاعت اختیار کر لی ہے ۔ ہمارے فرمان کو سر پر رکھ کر قسم کھائی ہے کہ اگر روسیاہ ساہو نے درگاہِ والا کی بندگی اختیار کر کے قلعۂ جنیر اور دوسرے قلعے شاہی سرداروں کے حوالے کر دیے تو اسے نان و نمک کے بقدر تھوڑی سی جاگیر دے کر اپنی ملازمت میں داخل کرے گا ۔ لیکن اگر اس نے بارگاہِ شاہی کی اطاعت سے روگردانی کی تو اس کی سرکوبی اور قلع قمع کرنے میں وہ (عادل خاں) لشکرِ شاہی سے زیادہ مستعدی دکھائے گا ۔ عادل خاں نے اس وعدے کی ضمانت کے بطور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ چند روز کے اندر مکرمت خاں کے بدست پیشکش روانہ کرے گا جو بیس لاکھ روپے نقد ، نایاب جواہرات ، مرصع آلات ، نادر تحفوں اور کوہ پیکر ہاتھیوں پر مشتمل ہے ۔ لہٰذا بارگاہِ خلافت سے اس رضا دوست سردار (خان زماں) کو حکم دیا جاتا ہے کہ عادل خاں کا علاقہ تباہ کرنے سے باز رہے اور فوراً بارگاہِ والا میں حاضر ہو ۔ یہاں ماہدولت کی زبانِ مبارک سے ضروری ہدایات سن کر قلعۂ جنیر کی تسخیر اور ساہو بدبخت کی تنبیہ کے لیے روانہ ہو" ۔
یہ فرمان پڑھ کر خان زماں نے اسی روز بارگاہِ شاہی کی طرف کوچ کیا ۔

دربار شاہی کے واقعات یہ ہیں : ۲۰ اردی بہشت مطابق ۲۰ مئی ۱۶۳۶ء توران سے وقاص حاجی حاضر بارگاہ ہوا۔ اس سے پہلے وہ نذر محمد خاں کے ایلچی کی حیثیت سے بارگاہ والا میں حاضر ہو کر عنایات شاہی سے بہرہ مند ہوا تھا۔ حضرت کی مہربانی سے اس کی عقیدت و رادت اتنی بڑھی کہ مرید ہو گیا۔ عقیدت و بندگی کا حلقہ گردن میں ڈال لیا۔ وطن واپس پہنچا ہی تھا کہ حضرت کی کمند احسان نے اُسے پھر کھینچا۔ ایسا بیقرار ہوا کہ بے قصور اپنے وطن مالوف کو ترک کرکے اپنے بیٹے محمد مومن کے ساتھ نیز حاجی محمد یار اُزبک اور خدا قلی نام دو بہادر، جنگ آزمودہ سرداروں کو ہمراہ لیے درگاہ والا میں آ پہنچا۔ آستاں بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے ایک ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب دیا۔ خلعت، مینا کار علاف والی تلوار، سنہری زین کا گھوڑا اور ایک ہاتھی بھی عنایت ہوا۔ بیس ہزار روپے نقد مزید عطا ہوئے۔ محمد مومن کو خلعت، چار ہزار روپے اور چار صدی کا منصب ملا۔ خدا قلی کو خلعت اور پانچ ہزار روپے کے علاوہ بیس صدی کا منصب عطا ہوا۔ سبھوں نے سرفرازی جاوید پائی۔

انہی دنوں عادل خاں کی عرضداشت وصول ہوئی۔ نہایت عقیدت کے ساتھ التجا کی تھی کہ جس طرح حضرت نے بعض اقبال مندوں کو اپنی شبیہ مبارک عطا فرمائی ہے، مجھے بھی ایک تصویر عنایت کرکے سرفراز کیجیے تاکہ میں بھی اُسے سر پر رکھ کر آفتاب تاباں سے زیادہ عروج حاصل کروں۔ چونکہ بہت گڑ گڑا کر یہ التماس کی تھی لہٰذا حضرت نے کمال مہربانی کے بطور اُس کی گزارش منظور فرمائی۔ ایک عدد شبیہ مبارک، ایک قطعہ زمرد، آویزے کے واسطے ایک بیش بہا موتی اور موتیوں کی مالا اُسے عطا کرکے سرفرازی بخشی۔ ان کے علاوہ شمشیر مرصع بھی عنایت فرمائی۔ اُسی روز امان نامہ ارسال کیا جس پر اپنے پنجے کا نشان ثبت کرکے پنجۂ آفتاب سے زیادہ رتبہ بخشا تھا۔ بیجاپور کی ریاست اُس کے نام بحال فرمائی۔ یہ تمام چیزیں محمد حسین سلدوز کے ہاتھ ارسال کیں۔ عادل خاں کے فرستادوں یعنی میر ابوالحسن، شیخ دبیر اور قاضی سعید کو

بھی عنایات شاہانہ سے سرفراز فرما کر واپسی کی اجازت دی۔

عادل خاں نے یہ خبر سنی تو فرط مسرت سے بے خود ہو کر شاہی مراسلے کے استقبال کے لیے کئی کوس چل کر آیا۔ حضرت کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے کے لیے آداب و کورنش کی مقررہ رسمیں ادا کیں۔ شبیہ مبارک کو سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا۔ حضرت کی بے انتہا عنایات کے شکرانے کے طور فوراً ایک عرضداشت روانہ کی جس کے حاشیے پر چاروں طرف حافظ شیرازی کی وہ غزل لکھی تھی جس کا مطلع یہ ہے:

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم
یعنی غلام شاہم و سوگند می خورم

گویا اس پردے میں اپنی عقیدت ظاہر کی دی۔ عادل خاں کا قاعدہ ہے کہ جب بھی عرضداشت بھیجتا ہے، اظہار عقیدت و خلوص کے طور حاشیے پر ہمیشہ یہی غزل لکھتا ہے۔ اس کے سپاس نامے کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

عادل شاہ کی عرضداشت

بندۂ جاں نثار، شاہراہِ عقیدت کا سالک ہے ...
حضرت سلطان حشمت، ظل سبحانی، صاحبقران ثانی کے خدام کی خدمت میں
عرض پرداز ہے کہ فرمان عالی شان اور شہنشاہ دوراں کی شبیہ ...
نیز شمشیر مرصع جو خاقان زمانہ نے بہ حسین سند ...
فرمائی تھی، اس ناچیز کو ملیں۔ بارگاہ سلیمانی کے معتمد ...
قرائن کے مقرب یعنی مکرمت خاں کے وسیلے سے امان نامہ ...
عجب مبارک ساعت تھی کہ تمام ستاروں کی نظر سعد میری جانب ...
چشم عقیدت روشن ہو گئی۔ حلقہ بگوش مرید کی اپنی عزت ...
کہ رتبہ آسمان سے بڑھ گیا۔ عنایت عظمیٰ کے شکرانے میں ...
تسلیم، تعظیم اور سجدے کے آداب بجا لایا۔ اس عطیے کا شکر ...
زبان سے ادا کروں اور اس عنایت کا سپاس ادا کرنے کے لیے ...

الفاظ بہم پہنچاؤں ۔ البتہ حضرت کے اقبال کی دعا کرتا ہوں اور دن رات حضور کے اوصاف وردِ زبان رکھتا ہوں ۔ یہ دو شغل ہیں جن سے کبھی غافل نہیں ہوتا ۔ فرمانِ عالی شان وصول ہونے سے اگلے ہی دن یعنی ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۴۵ھ (مطابق ۲۰ مئی ۱۶۳۶ء) بروز دوشنبہ مکرمت خان کو بارگاہِ شاہی میں واپس جانے کی اجازت دی گئی ہے ۔ اس مختصر سی مہلت میں فدوی اپنے بہترین جواہرات ، مرصع آلات اور ہاتھی منتخب کر کے خانِ والا شان کے بدست ارسال کرتا ہے اور اس سے یہ گزارش کی ہے کہ آستانۂ شاہی کو بوسہ دے کر میری عقیدت و ارادت کا تمام حال جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے حضرت کے گوش گزار کرتا ۔ اس سے زیادہ کیا عرض کروں ۔ میر ملدور کو بھی آج رات درگاہ فلک بارگاہ میں واپسی کی اجازت دی گئی ہے تاکہ یہاں وہ کچھ اس نے فدوی کی ارادت اور نیازمندی کا جو حال مشاہدہ کیا ہے ، درگاہِ والا میں عرض کرے ۔ یقین ہے کہ وہ یہ خدمت انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے گا ۔ الٰہی چترِ شاہی کا سایہ اہلِ عالم کے سر پر ہمیشہ قائم رہے ۔

اسی زمانے میں سید خان جہان اور سائستہ خان جو عادل خان کے علاقے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے ، فرمانِ والا شان کے مطابق اس کام سے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ شاہی کی طرف کوچ کیا اور آستان بوسی سے مشرف ہوئے ۔ تاریخ ۳ تیر (۲۳ جون ۱۶۳۶ء) خان زمان بھی اپنی خدمات بجا لانے کے بعد اپنے لشکر کو احمد نگر میں چھوڑ کر خود درگاہِ شاہی میں حاضر ہوا ۔ حضرت نے اس کی کارگزاری کو بہ نظرِ استحسان دیکھ کر خلعتِ خاصہ ، کھپوہ مرصع ، پھول کٹارہ ، شمشیر مرصع اور دو عدد اسپِ خاصہ عطا فرمائے ۔ بہادری کا خطاب مزید عنایت کرکے سرفرازی بخشی ۔ انھی دنوں خانِ والا شان کو حکم ملا کہ جنیر کا قلعہ فتح کرو اور ساہو کی مکمل سرکوبی کا فریضہ انجام دو ۔ یہ ہدایات حاصل کرکے وہ بارگاہِ شاہی سے رخصت ہوا ۔ حکیم خوشحال ولد حکیم ہمام گیلانی خلعت اور گھوڑے کی عنایت سے سرفراز ہو کر خان زمان کی فوج کا بخشی مقرر ہوا ۔ خان زمان کی عزت افزائی کے لیے حضرت نے اسے برہان پور کی

صوبے داری عنایت کی تھی ، یہ خدمت اب اُس کے بیٹے شکر اللہ کے سپرد ہوئی کہ برہان پور کا انتظام سنبھالے ۔

اگلے روز عبداللطیف جو گولکنڈے کی سفارت پر بھیجا گیا تھا ، یہ خدمت انجام دینے کے بعد والیِ گولکنڈہ کی پیشکش لے کر حاضرِ بارگاہ ہوا ۔ شیخ محمد آل خاتون کا بھانجا شیخ محمد طاہر جو قطب الملک کا معتبر امیر تھا اور پیشکش کے ساتھ آیا تھا ، کورنش و تسلیم کی سعادت سے بہرہ مند ہوا ۔ قطب الملک کی عرضداشت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں نقل کیا جائے گا ۔ بعد ازاں محمد طاہر نے قطب الملک کی پیشکش ترتیب کے ساتھ حضور کے ملاحظے میں پیش کی جو بیش قیمت جواہرات ، مرصع آلات ، مرصع زین اور لگام والے پچاس عربی اور عراقی گھوڑوں تیر سو عدد کوہ پیکر سو مست ہاتھیوں اور ہتھنیوں پر مشتمل تھی ۔ دو ہاتھیوں کی عماری چاندی کی تھی ۔ مختلف ملکوں کے نایاب تحفے بھی تھے ۔ سب چیزوں کی قیمت آنکی گئی تو چالیس لاکھ روپے قرار پائی ۔ ملا عبداللطیف نے بھی دو لاکھ روپے قیمت کا نقد و جنس جو جواہرات ، مرصع آلات اور ہاتھیوں پر مشتمل تھا اور جو قطب الملک نے اُسے بخشا تھا ، پیشکش کے بطور نظرِ انور سے گزارا ۔

قطب الملک کی عرضداشت

موروثی مرید ، بہی خواہِ بے اشتباہ عبداللہ قطب الملک عہد نامہ ہٰذا کے بموجب اقرار کرتا ہے کہ چونکہ حضرتِ خاقانی ، صاحبقرانِ ثانی ، ظلِ سبحانی نے (خدا اُن کے ملک و سلطنت کو قائم رکھے اور اہل دنیا کو اُن کے احسان و کرم سے فیض یاب کرے) جن کے نام نامی پر ہزاروں جانیں قربان ہیں ، اپنے فطری لطف و کرم کے تقاضے سے اس علاقے کو مجھے اور میری اولاد در اولاد کو عطا فرمایا ہے ، لہٰذا یہ نیاز مند اور موروثی مرید کمال عقیدت و ارادت سے ذمہ لیتا ہے کہ اپنے ملک میں تمام عیدوں پر چار یارِ باصفا رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام کا خطبہ پڑھوایا کرے گا اور اُسے بندگانِ حضرت کے نام نامی سے زینت دے گا ۔ سابقہ

دستور ہرگز جاری نہ ہو گا۔ روپے اور اشرفی پر حضرت کے بھیجے ہوئے نمونے کے مطابق ظلِ سبحانی کے نام کا سکہ ثبت کیا جائے گا۔ یہ سعادت بھی کر دیا ہے کہ ابتدائے جلوس مبارک سے آج تک کا خراج دو لاکھ ہون یعنی آٹھ لاکھ روپے کے بقدر ہے، نظام الملک والے چار لاکھ ہون بحصہ سرکار خاصہ میں داخل کروں گا۔ اس طرح کہ اگر کوئی دیجاہ شاہزادہ دکن کا گورنر ہو گا تو یہ رقم اُن کے حوالے کی جائے ورنہ جو سردار دکن کی صوبے داری پر مامور ہوگا، اُس کی تحویل میں دے دوں۔ نیازمند کے ذمے جو پیشکش المقطع مقرر کی گئی تھی اُس کا باقی ماندہ آٹھ لاکھ روپیہ ہر سالِ گزشتہ کے دو لاکھ ہون، بے عذر و تاخیر خزانۂ شاہی میں داخل کروں گا۔ اس مرتبہ جو پیشکش ارسال کی گئی ہے اگر اُن میں بشمول جواہرات، ہاتھیوں اور گھوڑوں کی قیمت جو دربارِ والا میں طے کی جائے، میرے ادارے کی رقم سے کچھ کم ہو تو یہ نیاز مند ذمہ لیتا ہے کہ فرق کے برابر رقم خزانۂ عامرہ میں داخل کر دی جائے گی۔ آئندہ بھی جو پیشکش ارسال کی جائے گی اگر اُس کی قیمت میں کچھ تفاوت ہو گا تو اسی طرح ادا کر دیا جائے گا۔ یہ نیاز مند بارگاہِ والا کے ملازموں کے ساتھ ہمیشہ تعاون کرے گا اور دشمنوں کا جن کی کچھ حقیقت نہیں، ہمیشہ استیصال کرتا رہے گا۔ یہ دونوں باتیں اپنے خلوص سے انجام پائیں گی کہ حضرت کو میری ارادت کا یقین ہو جائے گا۔ فدوی نے فاضل بے بدل مولانا عبداللطیف کے سامنے کلام اللہ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی ہے کہ اس قول و قرار کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرے گا۔ اگر خدانخواستہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو تو ملازمانِ سرکار کو اختیار ہو گا کہ میرا ملک چھین لیں۔ اس کے ساتھ یہ التماس بھی ہے کہ اگر حضرت کے آگرہ واپس جانے کے بعد عادل خاں کوتہ اندیشی سے میرے علاقہ پر دست درازی کرے تو اُس کے شر کو دفع کرنے میں شاہی منصب دار میری اعانت کریں۔ اگر عادل خاں زبردستی مجھ سے کچھ رقم چھین لے تو یہ رقم اُن آٹھ لاکھ روپے میں سے جو سالانہ پیشکش کے بطور مقرر ہیں، وضع کرنے کی اجازت دی جائے۔

ذی الحجہ ۱۰۴۵ھ (مئی ۱۶۳۶ء) میں یہ چند کلمے بطور اقرار تحریر کیے گئے۔

کوکبۂ شاہی کی دولت آباد سے قلعۂ مانڈو کی طرف روانگی، فتوحات اور دیگر واقعات کا بیان

پروردگار عالم نے دنیا کے تمام کاموں کی بنیاد دو چیزوں یعنی تقدیر اور تدبیر پر رکھی ہے۔ بادشاہت کے لیے بھی یہی چیزیں دو ہاتھ بلکہ دو بازو ہیں جن سے ہمائے سلطنت پرواز کرتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ تدبیر کے بغیر اقبال اور سلطنت کا وجود قائم نہیں رہتا، بہت جلد زوال آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تقدیر موافق نہ ہو تو تدبیر رائگاں جاتی ہے، کچھ کام نہیں کرتی۔ اردشیر بابکان نے جو ایران کا بہت دانشمند بادشاہ گزرا ہے، تختۂ نرد ایجاد کیا تھا۔ ناسمجھ آدمیوں کے واسطے وہ محض ایک کھیل ہے لیکن اس کے سیاہ اور سفید خانے اور مہرے جن کی تعداد آسمان کے بارہ برجوں اور مہینے کے تیس دنوں کے مطابق ہے نیز اس کا شش پہلو پانسہ جو شش جہت کی تدبیر و انتظام کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ سب داناؤں کے نزدیک رمزیں اور اشارے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ تدبیر اور تقدیر موافق ہوں تو کامیابی و اقبال کی بشارت سمجھیے۔ اگر ایک ہو اور دوسری نہ ہو تو زوال اور شکست یقینی ہے۔ جس طرح بے تدبیری سے تمام نردیں بٹ جاتی ہیں اسی طرح موروثی بادشاہت اور دیرینہ اقبال مندی بھی منصوبے اور تدبیر کے بغیر تباہ ہو جاتی ہیں۔ ناتجربہ کار آدمی معاملاتِ سلطنت کا انصرام نہیں کر سکتا بلکہ جیتی ہوئی بازیاں ہار جاتا ہے، بنے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں اور انتظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عقل و تدبیر ہو لیکن بخت و اقبال نہ ہوں تو تدبیر بے نتیجہ رہتی ہے اور اقبالمندی کے بغیر کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر تمام باتیں ٹھیک ہوں لیکن تقدیر برخلاف ہو تو منزلِ مقصود ہاتھ نہیں آتی۔ تدبیریں الٹی پڑتی ہیں اور ہر کام بگڑ جاتا ہے۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت ظلِ سبحانی صاحبقرانِ ثانی کو یہ سب [illegible] نعمتیں پروردگارِ عالم نے عطا فرمائی ہیں۔ [illegible] خداداد کے ساتھ [illegible] و اقبال سے اتنی [illegible] ہیں [illegible]۔ عیاں را چہ [illegible] اپنی آنکھ سے دیکھ لیجیے کہ حضرت کی [illegible] کی بدولت تمام ملکی و مالی معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پا رہے ہیں۔ ملک میں امن و امان ہے۔ [illegible] اور منصب دار [illegible] ہر [illegible] جاتے ہیں، حضرت کی خوش تدبیری اور [illegible] [illegible] سے دشمنوں کو زیر کرتے ہیں۔ جتنے سرکش تھے، پست [illegible] نے بڑے بڑے راجا جہالت کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کر چکے ہیں۔ دور دراز علاقوں کے زمیندار اپنی اپنی حد میں ہیں۔ کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہیں۔ دشمن مطیع ہیں۔ خزانوں میں روپوں، اشرفیوں اور جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ممالکِ محروسہ کے انتظام کی یہ کیفیت ہے کہ ہر موضع دوسرے موضع سے اور ہر شہر دوسرے شہر سے ملا ہوا ہے۔ ہر جگہ امن و امان ہے اور آرام و آسائش کی وجہ سے تمام ملک شاد و آباد ہے۔

المختصر ان دنوں اقبالِ خداداد اور حضرت کی ہوشمندی و تدبیر سے ہواخواہوں کی تمام آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں۔ ملکِ دکن کو فتح کرنا اور وہاں کے سرکشوں کا استیصال بڑا دشوار کام تھا۔ اس سے پہلے دو عظیم الشان بادشاہوں (اکبر اور جہانگیر) نے بڑی شد و مد کے ساتھ فتحِ دکن کا اہتمام کیا تھا۔ پچاس سال تک بار بار نہایت بہادر سپہ سالاروں کی ماتحتی میں لشکروں کو آراستہ کر کرکے بھیجا۔ خزانے خالی ہو گئے۔ وقت ضائع ہوا۔ ہزاروں آدمیوں کی جانیں قربان ہوئیں بلکہ دو شاہزادے یعنی سلطان مراد اور دانیال بھی وہیں فوت ہوئے تاہم بہت تھوڑی کامیابی ہوئی۔ آسیر اور احمدنگر کے قلعے فتح ہونے اور تھوڑا سا علاقہ ہاتھ آ جانے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ حضرت صاحبقرانِ ثانی کے عہد میں یہ کیفیت ہے کہ اقبالِ خداداد اور حسنِ تدبیر کی بدولت نہایت شاندار فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ وسیع و عریض ملک شاہی ملازموں

کے تصرف میں آ گیا۔ نو مہینے کی مختصر مدت میں اتنا بڑا علاقہ فتح ہو گیا جس کی سالانہ آمدنی تقریباً ایک کروڑ روپے ہے۔

ان کامیابیوں کے علاوہ دکن کے والیانِ ریاست اور گونڈوانہ کے زمینداروں نے جو پیشکش بھیجی نیز جھجھار سنگھ کے دفینوں کا جو سرمایہ خزانے میں داخل ہوا اس کی مالیت بھی دو کروڑ روپے ہے۔ یہ رقم ایران کے ۶۷ ہزار تومان اور توران کے آٹھ کروڑ خانی (روپے) کے برابر ہے۔ چالیس پیالیس ایسے مستحکم قلعے فتح ہوئے کہ اقبالِ بادشاہی اور خوش تدبیری کے بغیر اُن کا سر ہونا محال تھا۔ ہر قلعہ نہایت اونچے پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ بے مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے ہر قلعہ اتنا مضبوط و محفوظ تھا کہ اگر کوئی اور ذیجاہ پادشاہ اپنی ساری فوج لے کر آتا اور قلعے والوں کو باہر سے کمک یا رسد بھی نہ پہنچتی، تب بھی ایک قلعے کو فتح کرنے میں ایک سال ضرور لگ جاتا۔ ملک الشعراء شاہجہانی ابو طالب کلیم کاشانی نے فکرِ ملک پیما سے ایک رباعی میں یہ تمام باتیں بیان کی ہیں:

شاہا بحتت کشورِ اقبال گرفت
تیغت ز عدو ملک و سر و مال گرفت

چل قلعہ بہ یک سال گرفتی کہ یکش
شاہاں نتوانند بہ چل سال گرفت

حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں حضرت نے اپنی کد و کوشش کی کہ بیان سے باہر ہے۔ مہم کے آغاز سے انجام تک یہ حالت تھی کہ انتظام ملک اور لشکر کشی کی تیاریوں سے جو وقت بچتا اُسے سرداروں کی تعلیم میں صرف کرتے یعنی اُنھیں قلعہ کشائی اور حال و استقبال کے تقاضوں کو پورا کرنے کا درس دیتے۔ دکن کے صوبے داروں، حکام اور اہلکاروں نیز لشکر کے سرداروں کی جو عرضیاں اس سلسلے میں آتیں اُن کا مطالعہ فرماتے۔ کام کی وہ کثرت تھی اور وقت کی اتنی قلت۔ علاوہ ازیں اکثر فرمان ایسے تھے کہ اُن کے مضامین کو دوسروں سے مخفی رکھنا ضروری تھا۔ لہٰذا دبیروں اور منشیوں کو اُن کا مضمون سمجھانے کے بجائے

حضرت خود اپنے ہاتھ سے وہ فرمان لکھتے اس عرصے میں بہت سے فرمان وزیر اعظم علامی افضل خان کی وساطت سے درباری منشیوں نے تحریر کیے اور حضرت نے ان پر نظرثانی فرمائی بلکہ ہر فرمان میں چند سطریں اپنے ہاتھ سے بڑھائیں - لیکن اُن کے علاوہ بیس دس تیس بیس سطر کے ۳۱۴ فرمان اور بھی جو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر کیے - عرض ہر معاملے میں نہایت توجہ کی -

المختصر جن قلعوں کو فتح کرنا حضرت کو منظور تھا وہ سب مسخر ہو گئے - اوسہ، اودگیر اور جنیر کے قلعے روسیاہ ساہو کے قبضے میں رہے جنھیں فتح کرنا خان دوراں اور خان زماں جیسے بہادر اور کارگزار سرداروں کے سپرد تھا - علاوہ ازیں عادل خان نے بھی وعدہ کیا تھا کہ کمک پہنچا کر یہ قلعے شاہی ملازموں کے سپرد کروا دے گا - عادل خان نے مختلف خدمتوں کے دوش بدوش بیس لاکھ روپے کی پیشکش بھی بھیجی تھی - اسی طرح قطب الملک والیِ گولکنڈہ نے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی اور چالیس لاکھ روپے نقد کی پیشکش روانہ کردی شاہی لشکروں کی ترکتازی سے دکن کی تمام سرزمین پامال ہوکر رہ گئی تھی۔ باشندوں کا مال و اسباب اور جان و مال فوجِ شاہی کے رحم و کرم پر تھے۔ لوٹ مار، قتل اور قید نے اہلِ دکن کو بدحال کردیا تھا - دولت آباد میں حضرت کے قیام فرمانے کے سبب دکن کے باشندے خوف کھا رہے تھے اور اپنے وطن میں واپس آ کر آباد ہونے اور زراعت و تعمیر کا کام کرنے کے لیے تیار نہ تھے، لہذا حضرت نے ان تمام باتوں پر نظر کرکے طے فرمایا کہ دولت آباد سے قلعۂ مانڈو کو روانہ ہو جائیں - اگرچہ برسات کا موسم تھا اور دکن میں بالخصوص خاندیس اور مالوہ میں برسات کا سفر نہایت دشوار ہے، تاہم حضرت نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ موسم مانڈو میں بسر کریں گے جہاں کے کہسار برسات میں نہایت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں - پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اور کیچڑ کا نام و نشان نہیں ہوتا -

القصہ بتاریخ ۳۱ ماہ تیر، ۱۷ صفر ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۶۳۹ء تمام ہوا خواہوں کی مرضی کے موافق حضرت نے اپنے لشکر کا علم جو درحقیقت پندکانِ بادشاہی کے نصیبے کا ستارہ ہے، مانڈو کی طرف روانگی کے

کی سالانہ جمع دو ارب دام (ٹکے) یعنی پانچ کروڑ روپے

المختصر رتبہ شناس بادشاہ نے جو مستحق کو اس کا حق دینے اور ادائے حقوق میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، دولت آباد سے کوچ کرنے کے بعد بتاریخ یکم مرداد (۲۲ جولائی ۱۶۳۶ء) حضرت نے ماہ برج عزت و اقبال، گوہر دریائے جاہ و جلال، شہزادہ اورنگ زیب کو انتظام دکن کے لیے رخصت فرمایا۔ حسن سلوک، لطف و مدارات، عدل و احسان، لشکر نوازی، رعیت پروری کے متعلق بہت بیش بہا نصیحتیں کیں جنھیں حکمتِ یونان کا خلاصہ کہا جائے تو بجا ہے۔ اُس فرزند ارجمند کے دل حقیقت پسند میں دانائی و حکمت کا دریا لہرا دیا۔ باقی ماندہ قلعوں کی تسخیر جن سرداروں کے سپرد تھی اور دوسرے کارگزار منصب دار جو دکن میں تھے، اُن سب کی راہنمائی اور کارفرمائی اُس بلند اقبال شاہزادے کے حوالے کی۔ رخصت کے وقت شاہزادۂ نامدار کو پوشاک خاصہ ہر طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے: خلعت فاخرہ مع چار قب، شمشیر مرصع، جمدھر مرصع اور پھول کٹارہ، ترکی اور عراقی سو عدد گھوڑے، سدھکر ہاتھی۔ یہ وہی ہاتھی ہے جو جھروکہ درشن والے میدان میں شاہزادے پر حملہ آور ہوا تھا اور اُس بہادر نے پندرہ سال کی عمر میں اُس پہاڑ کو مستک پر برچھا مار کر زخمی کیا تھا۔ دو لاکھ روپے نقد اور ایک ہتھنی بھی عطا فرمائی۔

شاہزادہ اورنگ زیب کی رکاب کا خاص سردار خان زماں بہادر تھا۔ حضرت نے حکم فرمایا تھا کہ وہ اپنے تمام لشکر سمیت شاہزادے کے ہمراہ رہے اور اُن کے احکام سے سرمو تجاوز نہ کرے، شاہزادے کی رضامندی کو ما بدولت کی خوشنودی سمجھے۔ چونکہ ان دنوں حضرت کے حسب الحکم وہ قلعہ جنیر اور دوسرے قلعوں کی تسخیر کے لیے گیا ہوا تھا، لہٰذا حضرت نے سید خان جہاں بارہہ کو شاہزادۂ والاگہر کی خدمت میں تعینات فرمایا کہ خان زماں کی واپسی تک شاہزادے کی رفاقت میں رہے اور فرماں برداری کرے۔ یہاں سے حضرت کی سواری نند پور کا گھاٹ اتر کر آگے بڑھی۔ ۱۴ مرداد مطابق ۴ اگست ۱۶۳۶ء سیر گاہِ کرارہ میں

ہیں۔ ہوئے جو برہان پور کے نواح میں ہے اور جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ ان دنوں دریائے تاپتی میں سیلاب [2] آیا ہوا تھا، عبور کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا چند روز کوکبۂ شاہی نے کنارہ میں قیام کیا۔

انہی دنوں ایک بیہودہ شخص جس نے اپنے تئیں شاہزادہ بایسنغر مشہور کیا تھا، بیہودگی کی پاداش میں قتل ہوا۔ تفصیل یہ ہے کہ سلطان دانیال مرحوم کا ایک شاہزادہ بایسنغر تھا، جیسا کہ اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے۔ جب بدبخت شہریار نے بادشاہت کا دعویٰ کیا تو اسے اپنی فوج کی سپہ سالاری دی۔ وزیرے چنیں شہریارے چناں۔ آصف خان کے حسنِ تدبیر سے جب بایسنغر کے لشکر کو شکست ہوئی تو وہ سراسیمہ ہو کر مارا مارا پھرنے لگا یہاں تک کہ گولکنڈہ کے علاقے میں بہ مقامِ کولاس وہ مر کھپ گیا۔ ان دنوں کسی گمنام بے سروپا آدمی نے جس کے دماغ میں سرداری کا سودا سمایا تھا یہ مخصوص نام اختیار کر کے دعویٰ کیا کہ میں ہی شاہزادہ دانیال کا فرزند ہوں۔ سوچا کہ لاؤ یہ کھیل کھیلیں شاید میری کوشش جو نقشِ باطل کا درجہ رکھتی ہے، کامیاب ہو جائے اور مجھے ناموری حاصل ہو۔ یہ نہ سمجھا کہ اصلی بایسنغر کو کیا ملا جو مجھے ملے گا۔ اس شاہزادے کو کون سی عزت یا قبولِ عام حاصل تھا جو اسے ہوتا۔ غرض وہ بدعقل ساری دنیا میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ایران، توران اور روم کی خاک چھانی بالآخر بہ مقام ٹھٹھہ گرفتار ہوا۔

یہ بدبخت ہندوستان سے نکل کر پہلے بلخ پہنچا۔ جب نذر محمد خان سے ملا تو اس نے دودمانِ مغلیہ کا شاہزادہ سمجھ کر بہت تعظیم کی اور چاہا کہ اپنی لڑکی اس سے بیاہ دے۔ پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ خدا جانے یہ شخص سچا ہے یا جھوٹا۔ وہ خان کے اس رویے سے ناخوش ہو کر ایران چلا گیا۔ شاہ صفی کو اس کا دعویٰ غلط معلوم ہوا۔ اس نے اسے دربار میں تو نہ بلایا لیکن ضیافت اور قیام کا انتظام کر دیا۔ جب دیکھا کہ یہاں دال نہیں گلتی تو بغداد کے راستے روم جا پہنچا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ وہاں بھی چند روز نامرادی کے ساتھ گزارے۔ آب و دانہ اور خاکِ گور تو آدمی کو کشاں کشاں لاتے ہی ہیں، بالآخر ٹھٹھہ میں آیا۔ یہاں کے صوبے‌دار

نیے بلند کیا ۔ اسی تاریخ میں مکرمت خان بیجاپور کی سفارت سے واپس آ کر حاضرِ بارگاہ ہوا ۔ عادل خاں کی پیشکش نظرِ عالی سے گزاری جو نایاب تحفوں ، عراق گھوڑوں اور گراں ڈیل ہاتھیوں پر مشتمل تھی ۔ یہ کوہ پیکر جانور تنومندی اور خوش اندامی میں بے مثال تھے ۔ بدمستی نہ کرتے تھے۔ انھی میں امان اللہ نام کا ہاتھی بھی تھا ، جو نہایت بلند قامت اور موزوں اندام تھا ۔ حضرت نے اُسے دیکھ کر پسند فرمایا اور خاصے کے ہاتھیوں میں داخل کیا ۔ گج راج نام رکھا یعنی ہاتھیوں کا بادشاہ ۔ مکرمت خاں نے اپنی طرف سے بھی نایاب تحفوں پر مشتمل پیشکش حاضر کی جس کی مالیت دو لاکھ روپے تھی ۔ اس میں دو ہاتھی تھے جو عادل خاں نے مکرمت خاں کو عنایت کیے تھے ۔ ان میں سے ایک جس کی قیمت پچاس ہزار روپے آنکی گئی فیلانِ خاصہ میں داخل ہوا ۔ چونکہ بندہ پروری حضرت کے خمیر میں ہے ، لہٰذا حکم فرمایا کہ ہم بیجاپور کی ولایت عادل خاں کے نام پر بحال رکھتے ہیں ۔ کوکن کا علاقہ جو ساحل کے کنارے کنارے شمالاً جنوباً واقع ہے اور جس میں سے نصف نظام الملک کے اور نصف عادل خاں کے آباء و اجداد کے قبضے میں چلا آتا ہے ، وہ تمام و کمال عادل خاں کو عطا کیا جاتا ہے کہ اُس کی یہ التماس ہے ۔ بادشاہی سرداروں میں سے کوئی ان علاقوں کو ہاتھ نہ لگائے ۔ عادل خاں نے بڑے جوڑ توڑ سے نظام الملک کے گماشتے کو دو لاکھ ہون (ہن) دینے کا لالچ دے کر پرینڈہ کا قلعہ اُس کے ہاتھ سے نکالا تھا وہ بھی عادل خاں ہی کو بخشا ۔ محمد زمان داروغۂ اصطبل کے بدست عادل خاں کو امان نامہ ارسال فرمایا جسے علامی افضل خاں نے اپنی عبارت میں طلائی تختی پر لکھا دیا ۔ اس کے ساتھ دلِ سواری ہاتھی ، ہتھنی اور گجراتی پارچات کی اٹھارہ گٹھڑیاں بھی ارسال فرمائیں ۔

دکن کا تمام علاقہ شاہزادۂ بلند اختر اورنگ زیب کو عطا ہونا اور اُن کی سیر و خوبی ادھر روانگی نیز دیگر حالات

چونکہ بندگانِ بادشاہی کو مختلف قلعے اور علاقے فتح کرنے سے تمام مرادیں حاصل ہو چکی تھیں اور دکن کا بیشتر علاقہ فتح ہو چکا تھا لہٰذا

حضرت کو خیال آیا کہ اس سرزمین کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ دکن والوں کی عادت ہے کہ جوں ہی شاہی سواری یہاں سے ہٹ کر دور چلی جاتی ہے، یہ لوگ خود سری اور سرکشی شروع کر دیتے ہیں جو سرحدی باشندوں کا وطیرہ ہے۔ اس طرح بادشاہی دبدبے کو ضعف پہنچتا ہے۔ رہی یہ صورت کہ نظام الملک، قطب الملک اور عادل خان کے پرانے خاندانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے، سو یہ صورت خود حضرت کو منظور نہ تھی۔ لہٰذا سب کی بہتری کے واسطے یہ طے فرمایا کہ یہاں سے روانگی سے پہلے اس علاقے کا قرار واقعی بندوبست کر دینا چاہیے۔ اس کا سب سے عمدہ طریقہ یہی تھا کہ شاہزادوں میں سے کسی کو یہاں متعین کر دیا جائے۔ چونکہ سرحدوں کی حفاظت کرنا بڑے شاہزادے یعنی ولی عہد سلطنت کے رتبے کے شایاں نہ تھا، چھوٹا شہزادہ (مراد) ابھی سلطنت کے معاملات سنبھالنے کے قابل نہ ہوا تھا، شاہزادہ شجاع بنگال اور بہار کے انتظام میں مصروف تھے، اس لیے شاہزادۂ جواں بخت، بلند طالع اورنگ زیب بہادر کو ان علاقوں کا انتظام سونپا گیا کہ وہ اقبال مند شاہزادہ ازل سے ہی یہاں کی حکومت کے لیے مخصوص ہوا تھا۔ حکومت دکن کی پوشاک گویا ان کے قامت موزوں کے لیے تیار ہوئی تھی۔

یہ وسیع مملکت جو حضرت نے شاہزادۂ والا قدر اورنگ زیب بہادر کو عطا فرمائی، چار صوبوں اور چونسٹھ مضبوط قلعوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ۵۳ قلعے پہاڑوں پر واقع ہیں، باقی گیارہ میدانوں میں ہیں۔ چار صوبوں میں سے دو صوبے بالا گھاٹ کے ہیں۔ ان دو میں سے بڑا صوبہ اپنی وسعت کے لحاظ سے دکن کہلاتا ہے۔ دوسرے کو تلنگانہ کہتے ہیں۔ دکن میں دو شہر حاکم نشیں اور صدر مقام ہیں۔ ایک دولت آباد دوسرا احمد نگر۔ سر دست دولت آباد ہی دارالسلطنت ہے۔ تلنگانے کا صدر مقام ناندیڑ ہے، جس کے قلعے کو قندھار کہتے ہیں۔ مرود گھاٹ (پائیں گھاٹ) کے دونوں صوبوں کا نام خاندیس اور برار ہے۔ خاندیس کا دارالحکومت برہان پور ہے۔ قلعے کو آسیر کہتے ہیں۔ صوبہ برار کا دارالسلطنت ایلچ پور اور قلعہ گاویل ہے جو نہایت مستحکم ہے اور اونچے پہاڑ پر واقع ہے چاروں صوبوں

کی سالانہ جمع دو ارب دام (ٹکے) ہے یعنی پانچ کروڑ روپے۔

المختصر رتبہ شناس بادشاہ نے جو مستحق کو اُس کا حق عطا کرنے اور ادائے حقوق میں اپنی نظر میں رکھے، دولت آباد سے دو منزل طے کرنے کے بعد بتاریخ یکم مرداد (۲۲ جولائی ۱۶۳۶ء) حضرت نے ماہ فلک عزت و اقبال، گوہر دریائے جاہ و جلال، شہزادہ اورنگ زیب کو انتظام دکن کے لیے رخصت فرمایا۔ حسن سلوک، لطف و مدارات، عدل و احسان، لشکر نوازی، رعیت پروری کے متعلق نہایت بیش بہا نصیحتیں کیں جنھیں حکمت یونان کا خلاصہ کہا جائے تو بجا ہے۔ اُس فرزند ارجمند کے قلب حقیقت پسند میں دانائی و حکمت کا بے شمار خزانہ بھر دیا۔ باقی ماندہ قلعوں کی تسخیر جن سرداروں کے سپرد تھی اور دوسرے کارگزار منصب دار جو دکن میں تھے، اُن سب کی راہنمائی اور کارفرمائی اُس بلند اقبال شہزادے کے حوالے کی۔ رخصت کے وقت شاہزادۂ نامدار کو پوشاک خاصہ اور طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے: خلعت فاخرہ مع چار قب، شمشیر مرصع، جمدھر مرصع اور پھول کٹارہ، ترکی اور عراق سو عدد گھوڑے، سدھکر ہاتھی۔ یہ وہی ہاتھی ہے جو جھروکہ درشن والے میدان میں شاہزادے پر حملہ آور ہوا تھا اور اُس بہادر نے پندرہ سال کی عمر میں اُس پہاڑ کو ستک در برچھا مار کر زخمی کیا تھا۔ دو لاکھ روپے نقد اور ایک ہتھنی بھی عطا فرمائی۔

شاہزادہ اورنگ زیب کی رکاب کا خاص سردار خان زماں بہادر تھا۔ حضرت نے حکم فرمایا تھا کہ وہ اپنے تمام لشکر سمیت شاہزادے کے ہمراہ رہے اور اُن کے احکام سے سرمو تجاوز نہ کرے، شاہزادے کی رضامندی کو ما بدولت کی خوشنودی سمجھے۔ چونکہ ان دنوں حضرت کے حسب الحکم وہ قلعہ جنیر اور دوسرے قلعوں کی تسخیر کے لیے گیا ہوا تھا، لہٰذا حضرت نے سید خان جہاں بارہہ کو شاہزادۂ والا گہر کی خدمت میں تعینات فرمایا کہ خان زماں کی واپسی تک شاہزادے کی رفاقت میں رہے اور فرماں برداری کرے۔ یہاں سے حضرت کی سواری سند پور گھاٹ سے گزر کر آگے بڑھی۔ ۱۴ مرداد مطابق ۴ اگست ۱۶۳۶ء سیر گاہ کرارہ میں

خیمے ہوئے جو برہان پور کے نواح میں ہے اور جس کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے ۔ ان دنوں دریائے تاپتی میں سیلاب آیا ہوا تھا ، عبور کرنا ممکن نہ تھا ، لہذا چند روز کوکبۂ شاہی نے کنارہ میں قیام کیا ۔

انہی دنوں ایک بیہودہ شخص جس نے اپنے تئیں شاہزادہ بایسنغر مشہور کیا تھا ، بیہودگی کی پاداش میں قتل ہوا ۔ تفصیل یہ ہے کہ سلطان دانیال مرحوم کا ایک شاہزادہ بایسنغر تھا ، جیسا کہ اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے ۔ جب بدبخت شہریار نے بادشاہت کا دعویٰ کیا تو اُسے اپنی فوج کی سپہ سالاری دی ۔ وزیرِ چنیں شہریارِ جہان ۔ آصف خان کے حسنِ تدبیر سے جب بایسنغر کے لشکر کو شکست ہوئی تو وہ سراسیمہ ہو کر مارا مارا پھرنے لگا یہاں تک کہ گولکنڈے کے علاقے میں بہ مقامِ کولاس وہ مر کھپ گیا ۔ ان دنوں کسی کمبخت بے سروپا آدمی نے جس کے دماغ میں سرداری کا سودا سمایا تھا یہ منحوس نام اختیار کرکے دعویٰ کیا کہ میں ہی شاہزادہ دانیال کا فرزند ہوں ۔ سوچا کہ لاؤ یہ کھیل کھیلیں شاید میری کوشش جو نقشِ باطل کا درجہ رکھتی ہے ، کامیاب ہو جائے اور مجھے ناموری حاصل ہو ۔ یہ نہ سمجھا کہ اصلی بایسنغر کو کیا ملا جو مجھے ملے گا ۔ اس شاہزادے کو کون سی عزت یا قبولِ عام حاصل تھا جو اسے ہوتا ۔ غرض وہ بد عقل ساری دنیا میں مارا مارا پھرتا رہا ۔ ایران ، توران اور روم کی خاک چھانی بالآخر بہ مقام ٹھٹھہ گرفتار ہوا ۔

یہ بدبخت ہندوستان سے نکل کر پہلے بلخ پہنچا ۔ جب نذر محمد خان سے ملا تو اس نے دودمانِ مغلیہ کا شاہزادہ سمجھ کر خوب تعظیم کی اور چاہا کہ اپنی لڑکی اس سے بیاہ دے ۔ پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ خدا جانے یہ شخص سچا ہے یا جھوٹا ۔ وہ خان کے اس رویے سے ناخوش ہو کر ایران چلا گیا ۔ شاہ صفی کو اس کا دعویٰ غلط معلوم ہوا ۔ اس نے اسے دربار میں تو نہ بلایا لیکن ضیافت اور قیام کا انتظام کر دیا ۔ جب دیکھا کہ یہاں دال نہیں گلتی تو بغداد کے راستے روم جا پہنچا ۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا ۔ وہاں بھی چند روز نامرادی کے ساتھ گزارے ۔ آب و دانہ اور خاکِ گور تو آدمی کو کشاں کشاں لاتے ہی ہیں ، بالآخر ٹھٹھہ میں آیا ۔ یہاں کے صوبےدار

دولت خاں کو اس کا سراغ لگا۔ گرفتار کر کے پا بجولاں بارگاہِ شاہی میں بھیج دیا۔ دربار میں حاجی وقاص موجود تھا جس نے اسے بلخ میں دیکھا تھا۔ خود اس نے بھی حاجی وقاص کو پہچانا۔ جب خوب تحقیق کے بعد حضرت سمجھ گئے کہ یہ وہی جھوٹا مدعی ہے تو حکم دیا کہ گردن مار دی جائے۔

انھی دنوں آقا افضل جس کا پہلے فاضل خاں خطاب تھا اور جس کا خطاب اور منصب بعض باتوں کے سبب ضبط ہو گیا تھا، اعتماد خاں کے خطاب اور دکن کی دیوانی سے سرفراز ہوا۔ ۲۳ مرداد، ۱۳ اگست ۱۶۳۶ء کو حضرت نے کشتی میں سوار ہو کر دریائے تاپتی کو عبور کیا۔ اس روز بڑے زور کی بارش ہوئی۔ ۶ شہریور مطابق ۲۶ اگست ۱۶۳۶ء حضرت نے دریائے نربدا کے کنارے خیمہ برپا کیا۔ اگلے روز یہ بحرِ کرم دریا سے پار اترا۔ ۹ شہریور ۲۹ اگست ۱۶۳۶ء کو شاہی سواری جاہ و جلال کے ساتھ شادی آباد مانڈو میں داخل ہوئی جو برسات کے فیض سے سرسبز و شاداب تھا۔ کوہ و دشت میں ہر جگہ سبزے کا مخملیں فرش بچھا ہوا تھا جس پر لالہ و گل اور نسرین و سنبل نے گلکاریاں کر رکھی تھیں۔ بادشاہِ ہفت کشور کی تشریف آوری سے وہ پر بہار خطہ رشکِ گلشن بن گیا صفا و نزہت میں چرخ چہارم کو شرمانے لگا۔ ۳۱ اگست ۱۶۳۶ء کو قلعۂ مانڈو کے دولت خانے میں حضرت کی عمرِ مبارک کے سینتالیسویں قمری سال کا جشن ولادت بڑی زیب و زینت سے منعقد ہوا۔ ضرورت مندوں اور محتاجوں نے اتنی دولت سمیٹی کہ دامن بلکہ دل بھر گئے۔ اس مسرت افروز تاریخ پر حضرت نے نواب مسمی القاب بیگم صاحب کو دو لاکھ روپے، شاہزادہ دارا شکوہ کو ایک لاکھ روپے اور شاہزادہ شجاع کو اسی ہزار روپے بطورِ انعام مرحمت فرمائے۔

اسی جشن پر شاہنواز خاں کے منصب میں پانچ صدی کا اضافہ اور ملا عبداللطیف کے منصب میں دو صدی ذات پچاس سوار کا اضافہ کر کے نو صدی ذات دو سو سوار کا منصب مقرر فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت نے یاقوت کے نگینے کی وہ انگشتری ملاحظہ فرمائی جو سالہا سال تک

خاندان قطب الملک کے خزانے کی زینت رہ چکی تھی فی الواقع نہایت عمدہ اور نفیس چیز تھی ۔ قطب الملک نے افضل خان کے اشارے سے حضرت کو نذر کی ۔ بارہ رتی وزن کا نہایت بے نظیر آبدار ہیرا تھا ۔ چونسٹھ ہزار روپے قیمت آنکی گئی ۔ قطب الملک کے ایلچی محمد طاہر کو خلعت ، گھوڑا اور دو ہزار روپے نقد عطا ہوئے اس کے تمام ہمراہیوں کو بھی خلعت ، گھوڑے اور آٹھ ہزار روپے عنایت فرمائے ۔ کچھ عرصہ پہلے آپ نے عادل خان کو اپنی شبیہ مبارک اور بادامی وغیرہ سے سرفراز کیا تھا ، ہم چشمی کے تقاضے سے قطب الملک نے بھی چاہا کہ مجھے بھی اس نوازش سے سرفراز فرمائیں ۔ عرضداشت میں تحریر کیا کہ مجھے حضرت کی عنایت سے اس عزت افزائی کی توقع ہے ۔ بادشاہ ہفت اقلیم نے اپنی تصویر ، نہایت بیش قیمت موتیوں کی مالا ، آویزے کے واسطے ایک لعل تھا موتی ، چاندی کی عماری والا ظفر نشان نامی ہاتھی اور زرینی درجات کی اٹھارہ گٹھڑیاں[1] محمد طاہر کے بدست روانہ فرمائیں ۔ ۰۰ نرہب نور دلت بھیجا تھا کہ طبعی موت سے مر گیا ۔ حضرت نے مذکورہ بالا چیزیں قطب الملک تک پہنچانے کے لیے محمد زاہد کو رخصت کیا ۔ جب وہ گولکنڈے پہنچا تو قطب الملک نے استقبال ، تسلیم اور زمین بوسی کے آداب بجا لا کر شکر گزاری کے اظہار کے واسطے سپاس نامہ بھیجا جس کی نقل بجنسہ یہاں درج کی جاتی ہے ۔

قطب الملک کی عرضداشت

قدیم الخدمت ، موروثی مرید عبداللہ قطب الملک حضرت کے اقبال کی دعا (جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں دو رہا ہے) کا تحفہ اور ثنا

---

۱ ۔ یہاں ترکی لفظ ''توز'' کا ترجمہ گٹھڑی کیا ہے ۔ توقوز سے ترکی زبان میں نو کا ہندسہ مراد لیتے ہیں جو ترکوں کے نزدیک نہایت متبرک عدد ہے ۔ اسی خیال سے خوشی کی تقریبوں پر اکثر چیزوں کی تعداد نو رکھتے ہیں کہ باعث برکت ہے ۔ دیکھیے آئین اکبری ص ۳۶۳ طبع کلکتہ مترجمہ بلاخمن ۔

کا ہدیہ (جس کا پرتو سارے جہان پر پڑ رہا ہے) پیش کرنے کے بعد درگاہِ آسمان جاہ ، عرش بارگاہ ، اعلیٰ حضرت ، سلطان شوکت ، آفتاب سپہر سلطنت و جہان ثانی ، ماہِ سپہرِ چرخِ خلافت و کشور ستانی ، سلطان السلاطین ، شہنشاہِ زمانہ نوشیروانِ دہر حضرتِ صاحبقرانِ ثانی ، باعثِ امن و امان عالم شہاب الدین شاہجہان کی خدمت میں التجا کرے کہ بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ان کی سلطنت قیامت تک قائم رہے) عرض پرداز ہے کہ فرمانِ عالی شان جو ازراہِ نوازش و بندہ پروری فدوی کے نام ارسال کیا گیا تھا وحیِ آسمانی کی طرح پہنچ کر اس موروثی مرید کی عزت افزائی کا باعث ہوا ۔ مبارک ساعت تھی اور تمام ستاروں کی نظر سیدھی تھی جب کہ فخر سادات خواجہ محمد زاہد فرمانِ والا شان کو لے کر یہاں تشریف فرما ہوا ۔ اس تحریر دلپذیر کی ہر سطر میں ایک عنایت اور ہر حرف میں ایک کرامت پوشیدہ تھی ۔ لوح مبارک اور طلاکار صفحہ گویا لوح محفوظ کا نمونہ اور سرنوشتِ کائنات کا خلاصہ ہیں جن میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ۔ ان کے ساتھ حضرت کی شبیہ مبارک ایسا عطیۂ عظمیٰ اور ایسی فرحت بخش عنایت ہے کہ اس کے دیکھنے سے اندوہِ فراق رخصت ہوا اور راحت وصال میسر ہوئی ۔ گویا محرومئی دیدار جو بارگاہِ والا میں حاضر نہ ہونے سے لاحق تھی دور ہو گئی ۔ دولت دیدار حاصل ہوئی جس سے دل کو سرور بہم پہنچا ۔ ظفر نشان ہاتھی جو اس فدوی کو مرحمت ہوا ، بلا مبالغہ ایسا خوش اندام اور حلیم ہے کہ نیاز مند نے ساری عمر ایسا متناسب الاعضاء اور خوش منظر مرکب نہیں دیکھا ۔ خیال ہے کہ اس قسم کا ہاتھی اب تک کسی مرید کو عنایت نہ ہوا ہو گا ۔ اس کے علاوہ کچھ تبرکات ایسے بھی ہیں کہ جنت کے حلّوں کا نمونہ ہیں اور جن کی نفاست و لطافت قابلِ دید ہے ۔ یہ سب وصول ہو کر عزت افزائی کا باعث ہوئے ۔ اللہ اللہ ! کیا عنایتیں ہیں کہ جن کا شکر سالہا سال تک ادا نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ اگر عمرِ نوح اور حیاتِ جاوید بھی حاصل ہو جائے تو ان کا شکرانہ ادا کرنا ممکن نہیں ۔

حضرت نے عمدۃ الملک خان دوراں کے نام جو فرمان دستِ مبارک

سے لکھ کر بھیجا تھا اس کی نقل فدوی کی خط [illegible] کے ضمن میں جو اشارتِ مبارک تھی اس کی تعمیل کے تحفو [illegible] خدمت والا میں ارسال کر دیا گیا۔ امید ہے کہ قبل خدمت میں [illegible] گیا ہوگا۔ اب فرمانِ والا شان اور یہ عطیے جو بھیجے تو خیال آیا کہ [illegible] بڑی بہت ہی حقیر ہدیہ تھا۔

اس عرضداشت کا کسی تحفے کے بغیر بھیجنا فدوی کو مناسب نہ معلوم ہوا۔ جواہر خانے میں کوئی نایاب چیز نہیں رہا تھا کہ بھیجنے کے قابل ہوتا۔ اس اثناء میں کسی تاجر سے ایک لعل لا کر [illegible] جو وزن میں پہلے ہیرے کے برابر لیکن آب و تاب میں اس سے زیادہ تھا۔ سوداگر کا دعویٰ تھا کہ بہت پرانا جواہر ہے۔ ایک الماس جواہ لگتا ہی خوش رنگ اور روشن و تابان ہو اس قابل تو نہیں کہ بارگاہِ والا میں بھیجا جائے مگر جوشِ نیاز مندی کی تسکین کے لیے ارسال کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ حضرت کے الطافِ شاہانہ اس حقیر ہدیے کو دامنِ قبول میں [illegible] در پردہ پوشی کرے گا۔ الٰہی! سلطنت و خلافت کا سایہ اہلِ عالم کے سر پر ہمیشہ قائم رہے!"

دربار کے حالات یہ ہیں کہ حضرت نے شیروں کا شکار کیا۔ [illegible] کے دورانِ قیام میں اہلِ شہر نے فریاد کی کہ نواحی جنگل میں چند شیر کہیں سے آ گئے ہیں جو بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بڑی لاچارگی سے بیان کیا کہ ان خونخواروں کی جرأت اتنی بڑھ گئی ہے کہ دن دہاڑے شہر میں گھس آتے ہیں اور جو جاندار سامنے آ جاتا ہے اسے چبا جاتے ہیں۔ اس تھوڑے سے عرصے میں دو سو آدمیوں کو کھا چکے ہیں، اب ہر شخص کو جان کا خطرہ ہے۔ حضرت ایسے موقعے کو جو باعثِ ثواب بھی ہے، خدا سے طلب کرتے رہتے ہیں۔ شہر والوں کی یہ فریاد سن کر بے تامل ان خونخواروں کے شکار کے لیے سوار ہو گئے۔ شکار گاہ میں پہنچتے ہی ایک لمحے میں شاہی بندوق سے آٹھ شیر شکار کیے۔ شیر افگن بہادر رکاب میں حاضر رہنے کے سبب ایسے دلیر ہیں کہ اگر حضرت حکم فرمائیں تو برج اسد کے شیر کو بھی پکڑ کر زمین پر کھینچ لیں۔ انھوں نے آپ کے

حسب الحکم شیر کے دو بچے زندہ پکڑ لیے ۔

۱۱ مہر مطابق ۳ اکتوبر ۱٦۳٦ء حضرت نے نصیب خاں کو جنگی سپاہیوں کا دستہ دے کر چیت پور کے زمیندار کی سرکوبی کے لیے بھیجا ۔ اس سرکش شیطان نے کسی صوبے دار کی اطاعت نہ کی تھی ۔ بغاوت اور رہزنی کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھا ۔ آپ نے حکم دیا کہ اس مفسد باغی کی قرار واقعی گوشمالی کی جائے ۔ انھی دنوں خان دوراں کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ جب وہ اپنا لشکر لیے ہوئے قلعہ اوسہ و اودگیر کو تسخیر کرنے کے لیے بڑھا تو اتمام حجت کے طور راستے ہی میں سے قلعہ داروں کے پاس تجربہ کار اور خوش گفتار آدمی بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں شاہی فوج لے کر آ رہا ہوں ۔ اچھی طرح غور کر لو کہ تمھارے واسطے رسد اور کمک کے راستے بند ہیں ۔ نظام الملک کا وجود باقی نہیں ۔ آس پاس کے تمام قلعے اور علاقے شاہی ملازموں کے قبضے میں ہیں ۔ عادل خاں نے ہوس کے مارے درگاہِ والا میں درخواست کرنی چاہی تھی کہ یہ دو قلعے مجھے دے دیے جائیں ۔ لیکن مصلحت کاری اور دور اندیشی کے سبب اس نے بھی یہ خیال چھوڑ دیا ۔ اب تمھیں کسی طرف سے امداد و اعانت ، رسد اور کمک کی امید نہیں ۔ مناسب یہی ہے کہ قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم جھکا کر یہ قلعے ہمارے حوالے کر دو ۔ ابھی تمھاری آبرو اور اعتبار باقی ہے اور یہ امید کی جا سکتی ہے کہ حضرت شاہجہاں اپنی بے پایاں عنایت کے طفیل تمھیں جاگیر اور منصب عطا فرما دیں گے ۔ تمام نشیب و فراز سوچ لو اور اپنی فلاح و بہبود کا سامان کرو'' ۔

خان دوراں کا یہ پیغام جو بہت ہی مدلل اور معقول تھا ان کوتاہ اندیشوں پر کچھ اثر نہ کر سکا ۔ نرمی و مدارات کے باوجود ان سرکشوں نے سیدھا راستہ اختیار نہ کیا ۔ قلعوں کی مضبوطی پر بھروسا کر کے سرکشی دکھائی اور کورا جواب بھیج دیا ۔ لڑائی کا سامان کرنے لگے ۔ بہادر سردار نے قلعہ اوسہ کے پاس پہنچ کر رشید خاں انصاری کو متعین کر دیا کہ اپنی فوج اور کمک کے دستے لے کر محاصرہ کر لو اور اقبال

بادشاہی پر بھروسا رکھو۔ باقی لشکر کو ہمرکاب لے کر خان دوراں قلعہ اودگیر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر قلعے کی فصیلوں اور پھاٹکوں کو دور سے دیکھا اور مورچے، دمامے اور سرنگیں وغیرہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ سختی سے محاصرہ کرکے حملے کی تیاری کی۔ کڑکچ وغیرہ تیار کرکے قلعہ سر کرنے کا سامان کیا۔ پھر مشرقی برج کی طرف بڑھا جس کا دو پہلو ساتھ تھا اور توپوں، بندوقوں اور منجنیقوں سے خوب آراستہ تھا۔ سرنگ لگا کر اس برج کی بنیاد کو خالی کروا کے بارود بھروا دی تھی۔ اسے فتیلہ دکھا کر اڑا دیا۔ قلعے کا اصلی برج ابھی برقرار تھا۔ دور اندیش سردار نے اسے برباد نہ کیا کیونکہ کئی مصلحتیں پیش نظر تھیں۔ ایک تو یہ کہ ابراہیم عادل خاں مرحوم کا کمسن پوتا اسی قلعے میں تھا۔ یعنی جب اس کا باپ درویش محمد قتل کر دیا گیا تو اس کی دایہ اسے لے کر یہاں چلی آئی تھی۔ اگر اندرونی برج کو اڑا کر حملہ بولا جاتا تو ممکن تھا کہ اس بچے کو ضرر پہنچتا۔ علاوہ ازیں برج اور فصیل اڑا کر قلعے کو فتح کر لینے کے بعد بہت سا وقت مرمت اور تعمیر میں ضائع ہو جاتا ہے جو کسی اور مہم میں صرف ہوتا بہتر ہے۔ غرض ان تمام باتوں کا لحاظ کر کے خان دوراں نے حملہ کرنا دیدہ و دانستہ ملتوی کر دیا۔ چاہا کہ جنگ و پیکار کے بغیر ہی کام نکل آئے تو بہتر ہے۔ یہ سوچ کر دوبارہ قلعدار کو ترغیب اور ڈراوے سے اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ کیا۔ سیدی مفتاح قلعدار نے اپنا ایک آدمی بھیجا تھا، اسے نقبوں کے پاس لے جا کر سمجھایا کہ بارود بچھی ہوئی تیار ہے۔ فتیلہ دکھاتے ہی سارا قلعہ اڑ جائے گا۔ غرض امید و بیم سے بھرے ہوئے پیغام دے کر اسے اندر بھیجا۔ جب اس نے ساری کیفیت بیان کر دی تو قلعدار نے خودرائی کے باوجود مقابلے کا ارادہ ترک کرکے اطاعت کا فیصلہ کیا۔ خود آکر اپنے آدمیوں کے لیے امان طلب کی اور کنجیاں پیش کر دیں۔

غرض ۱۷ مہر، ۹ اکتوبر ۱۶۳۶ء جمعرات کے دن دولت خواہوں کی مراد کے مطابق قلعے پر قبضہ ہو گیا۔ سیدی مفتاح قلعدار نے درویش محمد کے کمسن بیٹے کو خان دوراں کے سامنے پیش کرکے وہ محفوظ

بھی دکھائے جو عادل خان والیِ بیجاپور نے اُسے بھیجے تھے اور نہایت دلجوئی و مدارات کے ساتھ ترغیب اور لالچ دے دے کر بار بار یہ لکھا تھا کہ اس بچے کو ہمارے پاس بھیج دو۔ المختصر یہ نامی قلعہ جو دکن کے نہایت مضبوط قلعوں میں شمار ہوتا ہے، سہولت سے ہاتھ آ گیا۔ یہ ایک پہاڑی پر کچھ ایسے موقع سے بنا ہے کہ سرنگوں اور مورچوں وغیرہ کے ذریعے اس کا فتح کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ چاروں طرف گہری خندق ہے جو نہ جانے کن کن تدبیروں سے کھودی ہوئی۔ اس کے علاوہ ایک قدرتی خندق اور بھی ہے جسے دیکھ کر عقل چکر کھا تی ہے کہ سنگِ خارا کی چٹانوں کو کس طرح تراشا ہو گا۔ اس حال ظاہر بین کوتہ اندیشوں کی اندازہ ہو گیا کہ یہ سب کرشمے تائیدِ ایزدی کے ہیں۔ فتحمند سردار نے درگاہِ والا میں فتحنامہ بھیجا اور گزارش کی کہ سیدی مفتاح قلعدار کو حبش خان کا خطاب اور تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عنایت فرمایا جائے۔ حضرت نے اس کی تجویز منظور کرکے اس منصب کے مطابق جاگیر لگانے کے علاقے میں سے اس کے نام کر دی۔

اب خان دوران نے دوبارہ اوسہ کا رخ کیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ رشید خان نے اپنی فوج سے قلعے کو گھیر رکھا ہے اور آنے جانے کے راستے اس سختی سے بند کیے ہیں کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ خان دوراں کی فوج بھی محاصرے میں شامل ہو گئی۔ نمک حلال شاہی ملازم مانند سر کے بل بڑھ بڑھ کر جاں نثاری کا حق ادا کر رہے تھے۔ خان دوران نے اُن کا دل بڑھا کر حکم دیا کہ سرنگیں کھود کھود فصیلوں اور برجوں کی تہ تک پہنچا دو۔ سخت کوش دلاوروں نے جد و جہد کرکے جان لڑا دی۔ سرنگوں کو قلعے تک پہنچا دیا۔ بھوج راج قلعدار اور محصورین نے یہ رنگ دیکھا تو سمجھ گئے کہ اچھا نہیں۔ سبھوں کے دل ٹوٹ گئے۔ ہمت نے جواب دیا۔ بھوج راج نے سرداری سے ہاتھ اٹھا کر قاصد کو بھیجا اور نہایت عاجزی سے پیغام دیا کہ اگر امان نامے کے ذریعے ہم سبھوں کی جان بخشی کا وعدہ فرمایا

اور دوسرے تعلقداروں کے ساتھ بادشاہ سلامت نے جو عنایتیں کی ہیں ان
سے مجھے بھی سرفراز کریں تو قلعہ حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چونکہ
خان دوراں کے نزدیک پناہ مانگنے والے کو امان دینا واجب تھا چنانچہ
اس کی درخواست منظور کر کے اسے ہر طرح مطمئن کر دیا۔ وہ فوراً قلعے
سے نکل کر خان دوراں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سپہ سالار نے درگاہ والا
میں عرضداشت ارسال کر کے التماس کی کہ بھوج راج کو دو ہزاری ذات
بارہ سو سوار کا منصب عطا فرمایا جائے۔ پھر قلعے کی حفاظت کا پورا
سامان کر کے اپنے ... خان کو وہاں کا قلعہ دار مقرر کیا۔ خود واپس چلا
آیا۔ بادشاہ حق شناس نے مغل خان ولد زین خان کو دو ہزاری ذات
ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب دے کر قلعہ اودگیر کی نگرانی پر مامور فرمایا۔
قندھار کے علاقے میں بھوج راج کو جاگیر عطا کی۔ اس فتح کے انعام
میں خان دوراں کو خلعت خاصہ، سنہری زین والا گھوڑا، نقرئی عماری
والا ہاتھی اور ایک ہتھنی عنایت فرما کر سرفراز کیا۔

حضرت کے حسب الحکم تربیت خان جیت پور کے زمیندار کی سرکوبی کے
واسطے مامور ہوا تھا، وہ اس مردود کو پکڑا ہوا مطیع کر کے
دربار شاہی میں لے آیا۔ اسی تاریخ میں حضرت نے وقاص حاجی کو
شاہ قلی خان کا خطاب، خلعت فاخرہ، خنجر مرصع، عراقی گھوڑا اور
علم عنایت فرمایا۔ بیش قیمت ہاتھی ان کے علاوہ عطا ہوا۔ پہلے ہزاری
ذات آٹھ سو سوار کا منصب عطا کیا تھا، اب اس کو ہزاری ذات دو سو
سوار کا اضافہ فرما کر عزت افزائی کی۔ کوہ کانگڑہ کے دامن کی فوجداری
جس پر مرزا خان نبیرۂ خانخاناں مامور تھا اور شوریدہ مغزی کے سبب
خدمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گیا تھا، وقاص حاجی کے سپرد کی۔

۲۵ مہر، ۱۷ اکتوبر ۱۶۲۶ء کو جب برسات کا موسم ختم ہو گیا
تو بادشاہ سلامت کی سواری اجین اور چاندہ گھاٹی کے راستے اکبر آباد کی
طرف روانہ ہوئی۔ جلوس مبارک کے بعد سے اب تک حضرت نے
قدوۃ العارفین معین الدنیا والدین خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر انوار
کی زیارت نہیں کی تھی۔ جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے کئی بار اس

روضۂ مبارک کا طواف فرمایا تھا بلکہ تخت نشینی کے بعد سے تامل برکت حاصل کرنے کے واسطے یہاں حاضر ہوئے تھے ۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ نے منت مانی تھی کہ میری مراد پوری ہو جائے تو پیدل چل کر خواجۂ چشتی کے مزار پر حاضری دوں گا ۔ چنانچہ پیادہ پا سارا راستہ طے کرکے آئے تھے ۔ حضرت اب تک اپنے آباء و اجداد کی اس سنت پر عمل نہ کر سکے تھے ۔ اب فیصلہ کیا کہ وہاں حاضر ہونا ضروری ہے ۔ لہذا مقررہ راستے کو چھوڑ کر دارالبرکت اجمیر کا رخ کیا ۔

۱۱ آذر مطابق یکم دسمبر ۱۶۳۶ء کو شاہی سواری اجمیر میں داخل ہوئی ۔ انا ساگر جھیل کے بند پر جو فرحت بخش باغ اور سنگ مرمر کے نشیمن جہانگیر بادشاہ نے بنوائے تھے ، ان میں حضرت نے قیام فرمایا ۔ غسل خانہ ، جھروکہ درشن ، بارگاہ خاص و عام کی عمارتیں یہاں حضرت جہاں پناہی کے حکم سے تعمیر ہوئی ہیں[1] ۔ چونکہ حضرت کی طبیعت میں حق پرستی و درویش دوستی کا مادہ ہے اس لیے بارگاہ الٰہی کے مقربوں یعنی اللہ والے عارفوں کی بے حد تعظیم کرتے ہیں ۔ چنانچہ اپنے آباء کرام کے طریقے کے مطابق جھیل والے دولت خانے سے روضۂ مبارک تک پیدل چل کر حاضر ہوئے ۔ زیارت اور فاتحہ کے بعد مقررہ دستور کے مطابق مجاوروں وغیرہ کو دس ہزار روپے عنایت کیے ۔ بعد ازاں اس مسجد میں جو سنت پوری ہونے کے بعد حضرت نے تعمیر کروائی تھی اور ابھی مکمل ہوئی تھی ، تشریف فرما ہوئے ۔ تھوڑی دیر اس عبادت گاہ میں ٹھہر کر مسکینوں اور محتاجوں کی حاجتیں پوری کیں ۔ پھر اس کار خیر کو وسیلہ بنا کر درگاہ رب العزت میں اپنے مطالب پورے ہونے کی دعا مانگی ۔ نماز شام بھی وہیں ادا کی ۔ اس طرح زیارت اور عبادت دونوں کے تقاضے پورے کرکے کراماً کاتبین کو نیکیاں درج کرنے میں مشغول رکھا ۔

---

۱ ۔ بادشاہ نامہ حصہ دوم ص ۲۲۵ پر اتنی تفصیل اور ملتی ہے کہ دولت خانہ اجمیر کی عمارات پر تین لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے ۔

سے بدل خان گیلانی نے مسجد کی تیاری کا مضمون درج عرض کیا۔ ع

ملۂ اہلِ دین شد مسجد شاہ جہاں

۲۰ آذر مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۳۶ء کو راجا جگت سنگھ ولی عہد بیٹا راج کنور شاہزادۂ کامگار دارا شکوہ کی وساطت سے بارگاہِ ملک رتبہ میں حاضر ہوا۔ آدابِ مجرہ ادا کرکے ایک ہزار مہر بطور نذر اور ایک ہاتھی عماری والا اور دو عدد گھوڑے بطور پیشکش نظر سے گزارے۔ حضرت نے اسے خلعت، سر پیچ مرصع اور دوسری چیزوں کی عطا سے سر بلندی بخشی۔

اسی زمانے میں تائیدِ ایزدی کی بدولت خان زمان کی شاندار فتوحات کی خبریں بارگاہِ سلطانی میں پہنچیں۔ وہ خانِ ذی شان جب دربارِ والا میں حاضر ہو کر دولت آباد، جنیر وغیرہ قلعے اور ساہو روسیاہ کے استیصال کے لیے رخصت ہوا تو حسب الحکم احمد نگر پہنچ گیا جہاں اپنا سرو سامان چھوڑ آیا تھا۔ اطلاع ملی کہ بد سرشت ساہو نے عادل خان کے احکام کی اطاعت نہیں کی، لہٰذا عادل خان نے اپنے سپہ سالار رن دولہا خان کو ایک ہزار فوج دے کر روانہ کیا کہ لشکرِ شاہی کے ہمراہ رہ کر خان زمان کی ہدایات کے مطابق اس بدبخت کی سرکوبی کرے۔ خان زمان اسی وقت احمد نگر سے جنیر کو روانہ ہوا اور یلغار کرتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ سرداری اور کارگزاری کے قاعدے کے مطابق خاص قلعے کے نیچے پہنچ کر دم لیا اور فوراً محاصرہ کر لیا۔ شاہی دلاوروں بالخصوص بہادر خان اور جگت سنگھ نے ساہو کے آدمیوں کو جو قلعے کے ارد گرد چوکی پہرے پر مامور تھے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ جو بچے وہ گرتے پڑتے قلعے میں گھس گئے۔ لشکر کے مجاہدوں میں سے بھی بعض نے شہادت کا درجہ پایا۔ کتنے ہی بہادر زخمی بھی ہوئے۔ خان زماں کو خوب اندازہ تھا کہ

۱۔ بادشاہ نامہ حصۂ دوم ص ۲۲۵ پر اتنی تفصیل اور درج ہے کہ یہ مسجد چالیس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوئی۔

شجاعت و تہور کے معاملے میں بہادر خان اور دوسرے سردار بے نظیر ہیں۔ ان کی کارگزاری بارہا دیکھ چکا تھا لہٰذا مزید تاکید کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انھیں محاصرے پر مامور کر کے اور اقبال بادشاہی کو پشت پناہ بنا کر خود قصبہ توتا کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ان دنوں ساہو نے پناہ لی تھی۔ ساہو نے وہ جگہ چھوڑ دی تو بہادر سپہ سالار اس کے تعاقب میں چلا۔ جب گھوڑ ندی کے ساحل پر پہنچا تو دیکھا کہ برسات کی بارشوں کے سبب دریا میں سیلاب آیا ہوا ہے اور دشمنان دولت کی طرح وہ بھی طغیان و سرکشی کے عالم میں ہے۔ مجبوراً ایک ماہ وہیں ٹھہرنا پڑا کہ لشکر کو عبور کرانے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ پھر بڑی مشکل سے عبور کر کے موضع نوکانؤ[1] میں پڑاؤ ڈالا۔ اگرچہ خان زمان اور ساہو کے درمیان سترہ کوس کا فاصلہ تھا لیکن وہ بھگوڑا بزدلی کے ساتھ جلد جلد منزلیں طے کرتا ہوا کوکن اور دنداراجپوری پہنچ کر وہاں کی گھاٹیوں میں پناہ گزیں ہو گیا۔ خان زمان بے توقف اس دشمن دین کے تعاقب میں بڑھا۔ اس شقی نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا تھا اور ہر مذہب و شریعت کے فتوے کے مطابق واجب القتل ہو چکا تھا۔ پتہ لگا کہ اس بدبخت نے زمینداروں کے پاس پناہ لینا چاہی تھی لیکن انھوں نے اپنے علاقے میں رکھنے یا حمایت کرنے سے صاف جواب دے دیا۔ خدائے پاک اور تمام انسانوں کا دھتکارا ہوا یہ بدبخت ہر طرف سے مایوس ہو کر گھاٹی کو عبور کر کے قلعۂ ماہولی میں سر چھپانے کے لیے بڑھا۔ خان زمان بھیر کا انتظار اور رسد کا انتظام کیے بغیر اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ کچھ دور جانے کے بعد اطلاع ملی کہ وہ سیاہ رو قلعۂ مورنجن کی طرف گیا ہے۔ دشوار گزار پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کے درمیان یہ قلعہ کچھ اس طرح واقع ہے کہ چیونٹی کا بھی وہاں گزر ممکن نہیں۔ درختوں کے جھنڈ ایسے ہیں کہ ہوا کو راستہ نہیں ملتا۔ لشکر کا سازو سامان اور کوہ پیکر ہاتھی

۱۔ بادشاہ نامہ، جلد اول، حصہ دوم، ص ۲۴۶ پر اس جگہ کا نام نوہ گانؤ درج ہے۔

وہاں ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ خان زماں نے ہمتِ مردانہ پر تکیہ کر کے تعاقب جاری رکھا۔ ساہو کا یہ حال تھا کہ جہاں پہنچتا تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر گھوڑوں کو آرام دیتا اور اس کے بعد فوراً آگے بڑھ جاتا۔

خان زماں ہر قسم کے ساز و سامان اور رسد سے بے نیاز ہو کر اس برگشتہ بخت کے پیچھے سائے کی طرح لگا جا رہا تھا۔ راستہ اچھا تھا لیکن برسات کے سبب کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ پھر بھی خان زماں اس سرعت کے ساتھ بڑھا کہ لشکر کے ہزاروں سپاہی پیچھے رہ گئے۔ تھوڑے سے رفیق رکاب میں رہے۔ اگرچہ غنیم کا علاقہ تھا لیکن بہادر سردار نے خوف کے ساتھ ساتھی اور رفیقوں کو ہمرکاب لے بڑھتا چلا گیا۔ گھاٹی کی چڑھائی طے کر کے سیلاب کی طرح اترا اور آندھی کی مانند آگے بڑھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک شیر ہے جو جنگلوں، پہاڑوں کو لپیٹتا ہوا اڑا جا رہا ہے۔ بالآخر اس رودبار کے قریب جا پہنچا اور حملہ آور ہوا۔ ساہو نے دیکھا کہ لشکر شاہی کا مقابلہ ناممکن ہے۔ فرار کے سوا چارہ نہیں۔ ساتھی تھوڑا سا ضروری سامان اور خزانہ وغیرہ ہمراہ لے کر وہاں سے چلتا۔ خان زماں اور اس کے جوشیلے رفیق اس سابق سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بیتابی کے ساتھ تعاقب کرنے کے لیے بڑھے۔ جب ڈیڑھ کوس فاصلہ رہ گیا اور اس بدبخت کو اندازہ ہوا کہ فوج شاہی آ پہنچی ہے تو بے اوسان تمام ساز و سامان وہیں چھوڑ کر خوف و ہراس کے مارے سرپٹ بھاگا۔ جانثار سپاہیوں نے اس کا سامان لوٹنے کے بجائے تعاقب جاری رکھا۔ ساہو کے آدمی جن کے گھوڑے تھک چکے تھے غازیوں کے ہاتھ سے راستے میں مارے گئے۔ جن کے گھوڑے کچھ جان دار تھے وہ ذرا آگے پہنچ کر جہنم رسید ہوئے۔

اس روز لشکر شاہی نے بارہ کوس فاصلہ بڑی دشواری سے طے کیا۔ گھوڑے تھک تھک کر رہ گئے۔ سپاہیوں اور شہر والوں (اردو) کے بھی بہت سے گھوڑے مر گئے۔ خود خان زماں کی ران کے نیچے دو گھوڑے ہلاک ہوئے۔ اسی سے باقی فوج کا حال قیاس کر لیجیے۔ خان زماں کے پاس کوئی کوتل حاضر نہ تھا، مجبوراً ایک سپاہی کا گھوڑا مانگ کر سوار ہوا۔ وہ بھی اس کوہِ عزم کے بوجھ کو اٹھاتے اٹھاتے تھک کر رہ گیا۔ غرض آگے بڑھنے کا امکان

باقی نہ رہا ۔ برگشتہ بخت ساہو کو ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا ۔ شاہی شیروں کے پنجے سے مفت میں جان بچا لی ۔ اُس کا بہت سا سامان نیز نقارہ ، پالکی اور چھتر غازیوں کے ہاتھ لگے۔ غرض منہ پر کلنک کا ٹکا لگوا کر (جو سرداروں کے واسطے ننگ عظیم ہے) میدان سے بھاگا ۔ خان زماں نے کسی جگہ جہاں کیچڑ کم تھی خیمے لگوا کر رات بسر کی ۔ راہِ فرار کا وہ شاہسوار (ساہو) راتوں رات قلعۂ ماہولی میں پہنچ گیا ۔ یہاں اپنے اکثر سپاہیوں کو رخصت کیا ۔ صرف دو سو رشتے داروں اور عزیزوں کو ہمراہ لے کر اور تھوڑی سی نقدی جو رہ گئی تھی اٹھا کر قلعے میں داخل ہوا ۔

خان زماں نے یہ خبر سنتے ہی بے درنگ ماہولی کی طرف یلغار کی ۔ جنگوں پہاڑوں کا بارہ کوس فاصلہ ایک روز میں طے کرکے قلعے تک جا پہنچا اور محاصرہ کر لیا ۔ جا بجا سردار مقرر کر دیے ۔ ٹھیک اسی وقت رن دولھا خان بھی آ پہنچا ۔ قلعے کا دوسرا دروازہ بڑے پھاٹک کے بالمقابل دوسری طرف واقع تھا لیکن پہاڑ اور جنگل چاروں طرف پھیلے ہونے کے سبب سات کوس کا فاصلہ دونوں پھاٹکوں کے درمیان تھا ۔ اس دروازے کی نگہبانی پر رن دولھا خان مامور ہوا ۔ اُس نے بھی اپنے سپاہیوں کے ساتھ پوری جانفشانی کی ۔ محاصرہ اس سختی سے ہوا کہ وہ بدبخت زندگی سے عاجز آ گیا ۔ اگرچہ بیہودگی کے سبب ہمیشہ لشکرِ شاہی کے دلاوروں سے معرکہ آرائی کی آرزو کیا کرتا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ ان غازیوں کی قوتِ بازو ، نشانہ بازی اور سخت کوشی کا کیا عالم ہے ۔ غرض بہت گڑگڑا کر عاجزی اور چاپلوسی کے ساتھ پیغام بھیجے کہ مجھے امان دی جائے ۔ کئی خط ارسال کیے جن میں اپنی بے شمار خطاؤں کا اعتراف کرکے یہ استدعا کی تھی کہ مجھے بھی بارگاہِ شاہی میں ملازم کروا کے سرفرازی بخشیے ۔

خان زماں نے اُس نامعقول بیہودے کی التجاؤں کو منظور نہ کیا ۔ کہلا بھیجا کہ تمھیں درگاہِ شاہی سے منسلک ہونے کا کوئی حق باقی نہیں رہا ۔ نجات کی صورت اب یہی ہے کہ عادل خان کے حسبِ خواہش یہ تمام قلعے ہمارے حوالے کر دو اور عادل خان کی ملازمت میں داخل ہو جاؤ ۔ مجبور

ہو کر اُس نے دربارِ عادل شاہی سے اس سلسلہ منقطع کرنے کی کوشش کی۔ عادل خان کا وکیلِ مطلق محمد امین تھا۔ اُس سے لکھا کہ میرے نام عہد نامہ بھجوا دیجیے جس پر خانِ عدالت نشان کا پنجہ ثبت ہو۔ اس کی التماس کے بموجب قاضی محمد سعید جو فریقین کا معتمد تھا، تمام چیزیں لے کر ماہولی میں آیا۔ اُن بدگمانوں نے دوسرے دیوار سے نکل کر جو جنگل اور پہاڑوں سے ملحق تھا، رن دولہا خان سے ملاقات کی اور صلح صفائی کی بنیاد ڈالی۔ وعدہ کیا کہ تمام قلعے خان زمان کے سپرد کر دوں گا اور عادل خان کی سابقہ قرارداد پر عمل کروں گا۔ قلعوں کے گماشتوں کے نام مہری خطوط لکھ دیے کہ اپنے اپنے قلعے شاہی ملازموں کے حوالے کر دو۔ یہ خطوط معتبر آدمیوں کو دیے اور قاضی محمد سعید کے ہمراہ خان زمان کی خدمت میں بھیج دیا۔

خان زمان نے یہ خطوط وصول کرتے ہی مختلف آزمودہ کار سرداروں کو سواروں اور پیادوں کی فوجیں دے دے کر ساہو کے فرستادوں کو ان کے ساتھ کیا اور مختلف قلعوں کی نگہبانی پر مامور کر دیا۔ غرض شاہ بلند جاہ کے اقبال کی برکت اور ملازمان بادشاہی کی جانفشانی کی بدولت اُس دیو کو شیشے میں اُتار لیا۔ اس شیطان سیرت نے دکن کے میدانوں اور جنگلوں میں وہ تلاطم برپا کر رکھا تھا کہ باشندوں کی زندگی دو بھر ہو گئی تھی۔ خان زمان نے بڑی خوبصورتی سے اس شیطان کو زیر کیا بلکہ یوں سمجھیے کہ وحشی درندے کو جال میں پھانس کر بے بس کر دیا۔ جنیر جیسا قلعہ جو دولت آباد سے کچھ کم نہیں، بہ آسانی قبضے میں آ گیا۔ اسی طرح تربنک، ترنگل، واڑی، ہریس، جودھن، جوند، ہرسرا وغیرہ کے قلعے ملازمان شاہی کے تصرف میں آئے۔ اب اور کوئی کام باقی نہ رہا تھا جو خان زمان وہاں قیام کرتا۔ لہذا لشکر کو وہاں سے آگے بڑھا کر نظام الملک کے داماد کو (جسے رن دولہا نے ساہو سے اور خان زمان نے رن دولہا سے لے لیا تھا) ہمرکاب لیے آہستہ آہستہ دولت آباد کی طرف بڑھا۔ رن دولہا اور ساہو بیجا پور کو روانہ ہوئے۔

اوسہ اور اودگیر کی فتح کے بعد خان دوران کی فوج نے جو کارنامے

کیے ان کی تفصیل یہ ہے کہ خان دوراں کو معلوم ہوا تھا کہ قطب الملک کے فیل خانے میں ایک ہاتھی جو بلند بالا اور ہاتھی گج موتی ہے۔ قطب الملک اسے اتنا عزیز رکھتا ہے کہ ہمیشہ حرم سرا میں بندھواتا ہے۔ باہر نہیں نکالتا کہ مبادا شاہجہانی وکیل اسے دیکھ پائیں۔ خان دوراں لشکر لے کر ادھر بڑھا اور بہت سی رد و بدل کے بعد اسے قطب الملک سے ۲ لاکھ روپے میں خرید کر یہ رقم بقایا پیشکش کے حساب میں مجرا کروا دی۔ گج موتی کو لے کر واپس آیا۔ یہاں سے دیو گڑھ کو روانہ ہوا۔ راہ میں کلمھر اور آشٹہ نام کے دو قلعے تھے۔ انھیں حسن تدبیر اور زور شمشیر سے سرکشوں کے ہاتھ سے چھین کر اپنے آدمیوں کے تصرف میں دیا۔ دیو گڑھ کا زمیندار کوکیا اطاعت شاہی سے منکر تھا۔ پہلے کنک سنگھ کو بھیج کر امید اور ڈراوے کے پیغام بھیجے تاکہ وہ بادشاہ سلامت کی اطاعت اور پیشکش بھیجنے کا ادا کرے۔ اس کے پیچھے منزل بہ منزل خود کوچ کرتا ہوا ناگپور کے پاس پہنچا۔ ابھی ایک منزل ادھر تھا کہ کنک سنگھ ناکام واپس آیا اور کہا کہ زمیندار نے صاف جواب دے دیا۔ خان دوراں نے آگے بڑھ کر دیو گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ ایسا مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے کہ آس پاس کے علاقے میں اس کی نظیر نہیں۔ ماہو نے بھی کسی زمانے میں بہی سوچ رکھا تھا کہ جب کبھی اور پناہ نہ ملے گی تو دیو گڑھ میں جا کر بیٹھ جاؤں گا۔ غرض خان دوراں نے محاصرہ کر کے جا بجا مورچے قائم کر دیے اور سرنگوں کو خندق تک پہنچا دیا۔ رومی خان قدیم الخدمت سردار ساتھ تھا جسے قلعہ گیری کے تمام داؤں میں نہایت مہارت تھی۔ خان دوراں کی صوابدید کے مطابق اس نے خندق پر جو آٹھ گز چوڑی اور بارہ گز گہری تھی[1]، لکڑی کا پل بنا دیا جس سے لشکر کے دلاور بہ آسانی فصیل تک پہنچ گئے۔ سب کے سب یکبارگی

۱۔ یہاں اور دوسرے مقامات پر گز سے مراد شاہجہانی گز ہے جو ۴۲ انگل لمبا ہوتا تھا، یعنی تقریباً ۳۰ انچ۔ دیکھیے "ممالک ہندوستان کا بیان"۔ عمل صالح ج ۲، ص ۲۲۷۔

فصیلوں کے چاروں طرف پھیل گئے۔ قلعے کے والوں نے جال فشانی کر کے تھوڑے ہی عرصے میں رومی خان کے زیر اہتمام برجوں تک سرنگ پہنچا دی۔ اُن کے نیچے بارود بچھا دی۔ فصیلوں سے ہٹ گئے تاکہ جوں ہی سردار اشارہ کریں، فتیلے کو آگ دکھا دیں۔

سب سے پہلے رومی خان نے اُس سرنگ کو جو اُس کی دیکھ بھال میں تیار ہوئی تھی، آگ دلوائی۔ فتیلے میں آگ لگتے ہی وہ برج جس [illegible] سے زیادہ بدنصیب ہوئے دار وغیرہ موجود تھے [illegible] نشان تک نہ ملا۔ سب کے سب بارود کے زور سے اپنے مرکز دوزخ میں جا پہنچے۔ پھر دوسری سرنگ [illegible] ہوئی تھی اور راجہ جے سنگھ کے زیر اہتمام [illegible] آگ دی۔ لیکن بارود بچھانے میں کچھ کسر رہ گئی تھی۔ برج اچھی طرح نہ اڑا۔ پھر تیسری سرنگ کو جس پر سپہدار خان کے آدمی متعین تھے اور جس [illegible] سے اس کا انتظام کیا تھا، آگ دی گئی۔ برج اور [illegible] فصیل اڑ گئے۔ اس مرتبہ بھی [illegible] کے سو سے زیادہ آدمی جل بھن کر جہنم رسید ہوئے۔ اب دو راستے کھل جانے سے بدخواہوں کا دل ٹوٹ گیا۔ سپہدار خان اور راجا جے سنگھ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیے اندر گھس گئے۔ جو سامنے آیا اُسے تلوار کے گھاٹ اتار کر عدم کی سیر کرائی۔ قلعہ فتح ہوا۔ دیو جی قلعدار کو سپہدار خان کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا۔

اب کوکیا زمیندار کی آنکھیں کھلیں۔ سوچا کہ اگر سرکشی پر اڑا رہا تو بہت جلد لشکر والوں کے پنجے میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ ناچار عجز و انکسار کے ساتھ امان کا طالب ہوا۔ چونکہ اہل مروت کے نزدیک پناہ مانگنے والوں کو پناہ دینا واجب ہے اور شرعاً بھی یہی حکم ہے لہذا سپہدار خان نے جو مولا علی مرتضیٰ شیر خدا، شاہ لافتیٰ کی نسل سے اور اُن کی مروت و جوانمردی کا وارث ہے، اُسے امان دی اور [illegible] دوالقدر [illegible] کو اُن لوگوں کے شروں سے دور رکھا۔ ۷ محرم مطابق [illegible] جنوری ۱۶۳۷ء بروز دوشنبہ کوکیا زمیندار دیو گڑھ سے گیارہ کوس ادھر خان دوراں بہادر اور دوسرے سرداروں کی خدمت میں آیا۔ ڈیڑھ لاکھ روپے

نقد، ایک سو سر ہاتھی نر و مادہ بطور پیشکش حاضر کیے۔ اور یہ اقرار بھی کیا کہ تین سال کی مدت میں چار لاکھ روپے اور خراج عامرہ میں داخل کر دوں گا اور ہمیشہ فرمان برداری کا شیوہ برقرار رکھوں گا۔ ستر ہزار روپے لشکر کے سرداروں کی صاحب کے بطور نذر کر کے داوگڑھ کو رخصت ہوا۔ خان دوران اس مہم کے سرانجام سے فارغ ہو کر ۰۰ر واپس ہوا اور درگاہ شاہی کا رخ کیا۔

۲۲ آذر مطابق ۱۲ دسمبر ۱۶۳۶ء حضرت کی سواری کا علم اجمیر کے افق سے بلند ہو کر آگرے کی طرف بڑھا۔ ۴ دی مطابق ۲۴ دسمبر ۱۶۳۶ء علامی افضل خاں اور مکرمت خاں دیوان صوبات کو حکم ہوا کہ دفتروں اور کارخانوں کے فالتو عملہ اور رجسٹر وغیرہ لے کر مہم والوں کو ساتھ لیے شاہراہ اعظم سے آگرے پہنچو۔ خود بہ دولت و اقبال کارگاہ باری کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۶ دی مطابق ۵ جنوری ۱۶۳۷ء باری جھیل کے کنارے تازہ تعمیر شاہ نشین میں فروکش ہوئے[۱]۔ یہ عمارتیں بڑی نزاکت و نفاست سے تیار ہوئی تھیں۔ جھیل کے کنارے واقع ہونے سے ان کی دل آویزی و دلکشی اور بھی بڑھ گئی۔ حضرت یہاں کی سیر سے بے حد مسرور ہوئے۔ چونکہ تمام عمارتیں سنگ سرخ سے بنی تھیں، اس لیے آپ نے اس نشیمن کا نام لعل محل رکھ دیا۔ ۲۳ دی ۱۲ جنوری ۱۶۳۷ء کو روپ خواص کی تعمیر کردہ روپ باس کے کنارے پڑاؤ کیا۔ یہاں کی عمارتیں بھی حسب الحکم سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہیں۔ اس جگہ سے کوچ کر کے فتحپور سیکری میں اور فتحپور سے دو کوچ کے بعد دہرہ باغ میں نزول فرمایا جسے نور منزل کہتے ہیں۔ حضرت کی تشریف آوری سے فی الواقع پرنور ہو گیا۔

۱۔ بادشاہ نامۂ عبدالحمید میں اتنی تفصیل اور موجود ہے کہ باری کی جھیل کے کنارے شاہی عمارتیں دو سال کی مدت میں ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے صرف سے تیار ہوئی تھیں۔

۲۶ دی ۱۰۳۷ رمضان ۱۰۳۷ھ مطابق ۴ فروری ۱۶۲۸ء اقبال شاہجہانی اور شوکت آسمانی کو کمال سعادت دامن سے ہونے باغ نور منزل سے آگرہ کے قلعہ معلیٰ کی طرف ... شہنشاہ عالم ، اقبال و جلال کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے ... تمکین و شوکت قدم قدم پر آشکار ہو رہی تھی ... ولی عہد خواص میں تھے - ہاتھی کے دائیں ... آ رہی تھی جنھیں لوٹ لوٹ کر فقیر اور محتاج ... اس کروفر کے ساتھ شاہی سواری آگرہ میں داخل ہوئی - اس ... شہر کی آبرو ہزار درجے بڑھ گئی ... کوہ طور سے ہمسری کرنے لگا - پہلے بارگاہ ... دربار خاص و عام میں تشریف لائے جو زیب و زینت کے سبب رنگ ارم ... ہوا تھا - حضرت کی تشریف آوری کی خوشی کے علاوہ جشن ... شمسی کی دھوم دھام بھی تھی - غرض دو عیدوں کا اجتماع ہو گیا - ... حضرت نے جب طاؤس پر قدم رکھا جس کی کچھ تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے - اورنگ سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد تازہ فتوحات اور ربانی ... کے شکرانے میں حضرت نے پہلا حکم یہ دیا کہ زمین بوسی کا قاعدہ جو سجدۂ تعظیمی کی جگہ مقرر کیا گیا تھا ، بادولت اُسے منسوخ فرماتے ہیں - اگرچہ معتبر ... کی صلاح سے زمین بوسی کا دستور جاری ہوا تھا - لیکن چونکہ اُس میں بھی سجدے کی شباہت پیدا ہو جاتی ہے ... نے اُسے بھی منسوخ کیا - حکم ہوا کہ زمین بوسی کی بجائے مقررہ ... تسلیموں کے بعد ایک تسلیم اور کی جائے - وزیر اعظم کو ہدایت کی کہ صوبے داروں کو فرمان بھیج دے کہ ... ناکہ فرمانوں اور خلعتوں کو وصول کرتے وقت نئے قاعدے پر عمل کریں -

دربار کی ضرورت سے فارغ ہو جانے اور جشن سے فراغت پانے کے بعد حضرت نے حرم سرائے شاہی کو اپنی تشریف آوری سے پر نور فرمایا - اگلے روز دربار خاص و عام میں قدم رنجہ کیا جو زیب و زینت کے سبب باغ و بہار بنا ہوا تھا - تخت طاؤس کو حضرت کے قدموں سے چرخ چہارم

کی شان حاصل ہوئی ۔ شاہزادگانِ والا گہر سے لے کر تمام جانے پہچانے منصب داروں اور خادموں تک کو حضرت نے خلعتیں عطا کر کے سرفرازی بخشی ۔ بعض امرا کے منصب میں اضافہ فرمایا ۔ منجملہ معتمد خان کو پانچ صدی ذات کی ترقی سے چار ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ راجہ بیٹھل داس کو ترقی دے کر چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ خلیل خان قراول بیگی دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ باقی خان اور سرانداز خان کو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ بہمن یار ولد آصف خان کے لیے پانچ سو ذات دو سو سوار کا منصب تجویز ہوا ۔

خانِ والا شان شاہنواز خان کی دختر نیک اختر روزِ ازل سے شاہزادۂ عالی جاہ سلطان اورنگ زیب بہادر کے حرم کی زینت اور شمعِ شبستانِ عصمت بننے کی اہلیت رکھتی تھیں ۔ کچھ عرصہ پہلے اُن کی خواستگاری کی رسوم بھی ادا ہو چکی تھیں ۔ اب تقاضائے وقت کے مطابق ساچق بھیجنے کا موقع آیا ۔ بتاریخ ۷ بہمن مطابق ۲۷ جنوری ۱۶۳۷ء مبارک ساعت، سعد لگن میں حضرت نے میر جملہ، معتمد خان، مکرمت خان اور خلیل اللہ خان کے ہمراہ ساٹھ ہزار روپے کے جواہرات و مرصع آلات، ساٹھ ہزار روپے نقد، چالیس ہزار روپے کے نایاب پارچات شاہانہ طمطراق کے ساتھ شاہنواز خان کے گھر ارسال کیے ۔

جسونت رائے کو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب عطا کر کے آگرہ کے سامنے جمنا پار والے علاقے کی فوجداری پر مامور فرمایا ۔ عبدالعزیز سلطان کے اتالیق عبدالرحمن کا بھائی عبدالکریم بیگ توران سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ حضرت نے اُسے خلعت، خنجر مرصع، شمشیر مینا کار اور ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب عطا کر کے سرفرازی بخشی ۔ بیس ہزار روپے انعام بھی عنایت ہوا ۔ ۹ اسفندار مطابق ۲۷ فروری ۱۶۳۷ء عیدالفطر کا چاند آسمان پر نمودار ہوا جو اپنی نازک انگلی سے دکن کی فتوحات کی طرف اشارہ کر رہا تھا ۔ سرکاری منصب داروں بالخصوص بارگاہِ شاہی کے حاضرین عیش و نشاط اور فرح و انبساط کا تقاضا کر کے

تہنیت عید بجا لائے۔ بادشاہ دین دار اسلام پرور نے حضرت سید المرسلین کی
سنت کے مطابق عید گاہ میں جا کر دوگانہ ادا کیا۔

۱۱ اسفندار ۲ شوال ۱۰۴۶ھ مطابق ۲ فروری ۱۶۳۷ء حضرت کا مزاج مبارک مرض کی ابتدا ہی سے بنا۔ طبیعت ناساز ہوئی اور اضمحلال محسوس فرمایا۔ پائے تخت کے طبیبوں نے مواد کی تحلیل اور مادے کو رفع کرنے کے لیے تجویز کیا کہ سینگی لگوائی جائیں۔ چنانچہ سودمند ثابت ہوئی۔ صحت کاملہ حاصل ہونے سے گویا نظامِ عالم از سر نو بحال ہوا۔ بیماری کے زمانے میں شہزادوں اور امرا نے جو جو نذریں اور منتیں مانی تھیں وہ پوری کیں۔ مستحق لوگوں کو بے حساب صدقے دیے۔ حضرت کی شفایابی کے شکرانے میں مدتوں یہی صورت قائم رہی۔ غریبوں محتاجوں کو ایسی خیرات ملی کہ ان کے دامنِ امید تک بھر گئے۔

سن ۱۰ جلوس

انہی دنوں آفتابِ عالمتاب مختلف برجوں میں گھومتا پھرتا اپنے شرف البروج میں داخل ہونے پر آمادہ ہوا۔ ۲۲ شوال ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۶۳۷ء بروز جمعہ آٹھ گھنٹے ۲۵ منٹ پر جس دن چڑھے آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی۔ دودمان تیموری کے چشم و چراغ حضرت صاحبقرانِ ثانی نے بھی تقریباً دو مہینے دکن میں گزار کر اور چالیس نہایت مستحکم قلعے فتح کر کے دارالخلافہ کو معاودت فرمائی تھی اس لیے جشن نوروزی کی شان ہزار درجہ بڑھ گئی۔ بارگاہ چہل ستون میں حضرت نے تخت طاؤس پر جلوس فرما کر بارگاہ شاہی کو چشم حسینان سے زیادہ آب و تاب بخشی۔ والا گہر شاہزادوں اور امرائے عالیشان نے عرش اعظم کے فرشتوں کے ساتھ عید نوروز کی تہنیت اور فتوحاتِ دکن کی مبارکباد دی۔ حضرت کی شفایابی کے شکرانے میں درگاہ رب العزت میں سر بسجود ہو کر دعا مانگی کہ الٰہی! اس زینتِ تخت و تاج کو عمر خضر اور اقبالِ سکندری عطا فرما۔ ظل سبحانی نے الٰہی پروردگارِ عالم کی بے انتہا عنایتوں اور الطاف کا شکر بجا لا کر اپنی داد و دہش کی آرزو مندوں

کی تمامی دوری ہو گئی۔

سب سے پہلے نواب عفت مآب ملکہ جہانیاں جہاں آرا بیگم صاحب نے بطور پیشکش تخت زرین طرز انور پیش گزارا۔ مینا کاری سے تخت سلطنت کا نمونہ تھا۔ بعض نفیس ہیرے اور یاقوت بھی تھے۔ سب چیزوں کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے تھی۔ پھر تین شاہزادوں یعنی دارا شکوہ، شجاع اور مراد کی پیشکشیں ملاحظہ فرمائیں جو نایاب تحفوں، مرصع آلات اور جواہرات پر مشتمل تھیں۔ اگلے روز علامی افضل خان نے ایک لاکھ روپے کی، میر جملہ نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی اور شائستہ خان نیز دیگر امرا نے اس سے نصف قیمت کی پیشکشیں حاضر کیں جن کی تفصیل طولانی ہے۔

کے دن تاریخ ۳ فروردین مطابق ۲۱ مارچ ۱۶۳۷ء خان دوران بہادر نے دکن سے حاضر ہو کر بارگاہ والا کی زمین بوسی سے سرفرازی پائی۔ دو ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار روپے بطور نذر و تصدق پیش کیے۔ اس بہادر سردار نے دکن کی مہم میں نہایت جان فشانی کی تھی۔ منافقوں اور مخالفوں کا قلع قمع کرنے میں شجاعت و جرأت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا جس کا بیان اپنے موقع پر ہو چکا ہے۔ بادشاہ حق شناس، حقوق گزارنے اُس مخلص سردار کے حال پر طرح طرح کی نوازشیں فرمائیں۔ غنیم کو شکست دینے، قلعے فتح کرنے اور گونڈوانے وغیرہ کے زمینداروں سے اٹھارہ لاکھ روپے کی پیشکش حاصل کرنے میں اس ذیجاہ امیر نے جو کوشش و کاوش کی تھی آپ نے اُس کی تعریف فرمائی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جنت مکانی جہانگیر بادشاہ بلکہ عرش آشیانی اکبر کے زمانے سے لے کر اب تک کسی کارگزار سردار نے ایک حملے میں غنیم سے دو سو ہاتھی نہیں چھینے۔

خان دوران کے بعد اُس کے رفیق خدمت والا میں باریاب ہوئے۔ سب سے پہلے ابراہیم عادل خاں کا پوتا درویش پیش ہوا جو قلعہ اودگیر سے دستیاب ہوا تھا۔ حضرت نے اس کا روزینہ مقرر کر کے قلعہ اکبر آباد میں جگہ دی۔ پھر خان دوران کی فوج کے ذیشان سردار جو حضرت کے

حسب الحکم اس کے لشکر میں تعینات ہوئے تھے ، یعنی راجا جے سنگھ ، مادھو سنگھ ہاڈہ ، مبارز خاں ، راؤ امر سنگھ وغیرہ اپنے اپنے منصب کے مطابق ترتیب کے ساتھ پیش ہوئے ۔ اسی روز حضرت نے وہ دو سو ہاتھی ملاحظہ فرمائے جو کوکیا زمیندار نے پیش کیے تھے ۔ دو لاکھ روپے قیمت کے ٹھہرے ۔ اس کے بعد گج موتی نامی ہاتھی پیش ہوا جسے خان دوراں نے طرح طرح کی ترتیب اور ڈراوے دے دے کر مطلب امنگ سے حاصل کیا تھا ۔ اس پر ایک لاکھ روپے کی نقرئی عماری خان دوراں نے خود رکھوائی تھی ۔ حضرت نے اس خوش خط ، کوہ پیکر ، متناسب الاعضا جانور کو دیکھ کر بےحد پسند فرمایا ۔ اپنی سواری کے لیے مخصوص فرما کر بادشاہ پسند نام رکھا ۔ ایک لاکھ روپے قیمت ٹھہری ۔ اسی مبارک تاریخ میں حضرت نے اپنی بے پایاں عنایات سے خان دوراں کو سرفراز فرمایا جس نے اس مہم میں نہایت جاںسپاری و جاں نثاری کا ثبوت دیا تھا ۔ چونکہ کارگزاری اور جانفشانی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا اسی لیے بادشاہ حق گزار نے بھی اسے ہر طرح سرفرازی بخشی ۔ پہلے اسے خلعتِ خاص مع چار قب زردوزی ، خنجر و شمشیرِ مرصع ، طلائی زین اور لگام والے دو عمدہ اسپ خاصہ ، مخمل زربفت کی جھول اور نقرئی عماری والا ہاتھی نیز ایک ہتھنی عطا فرما کر سربلند کیا ۔ پھر ترقی دے کر اس کا منصب چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمایا ۔ صوبہ مالوہ کا پرگنہ شجاعت پور جو شاہی خالصہ تھا اور ساڑھے چار لاکھ روپے سالانہ مالیے کا تھا ، بطور جاگیر اس دولت خواہ کی تنخواہ میں عطا کیا جو دس کروڑ اسی لاکھ دام یعنی ستائیس لاکھ روپے مالیے کا ہے ۔ خطاب میں نصرت جنگ کا اضافہ ہوا ۔ بندہ پروری کے تقاضے بلکہ طبعی سخاوت کے اقتضا سے کمال مہربانی کے ساتھ ارشاد کیا کہ اگرچہ دکن کی مہم میں تمام ملازموں نے پوری پوری جاں فشانی کی لیکن خان دوراں بہادر نے سب سے زیادہ جاں نثاری کا حق ادا کیا ہے ۔ ماںدولت نے اس کے حال پر جو نوازشیں کی ہیں ، انھیں لطف و احسان نہ سمجھا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ بجا سردار جس نے جانبازی و جاں نثاری میں کسی جگہ کوتاہی نہیں کی ، اپنی شجاعت و

ہمت کے لحاظ سے بڑی عنایات کا مستحق ہے ۔ جو کچھ سرفرازی ہم نے کی ہے وہ بطور مہربانی نہیں بلکہ اس کے حقوں کی ادائیگی کے بطور کی ہے ۔

جب حضرت نے اس کارگزار سردار کے حق میں مذکورہ بالا الفاظ کہے اور اپنی عالی قدری اور بندہ پروری کے تقاضے سے اس پر اتنی عنایتیں کیں جو آدمی کے حوصلے اور ظرف انسانی کی گنجائش سے زیادہ ہیں تو وہ جاں نثار بھی اپنے ولی نعمت کی خوشنودی سے جو خدا کی رضامندی کے برابر ہے ، بے انتہا مسرور ہوا ۔ یہ حالت ہوئی کہ زبان اظہار شکر سے قاصر ہوگئی اور الفاظ سپاس گزاری سے عاجز ۔ تاہم کمال انکسار سے آداب و تسلیمات بجا لا کر بولا کہ یہ ناچیز اس قابل نہیں کہ حضرت اتنی مہربانی فرمائیں ۔ دیرینہ غلام ہوں ۔ جو حقیر سی خدمت انجام دی وہ بھی حضرت کے اقبال کی برکت سے انجام پذیر ہوئی ۔ ذرہ نوازی اور بندہ پروری کی تحریک سے حضرت نے جو عنایتیں ناچیز پر کی ہیں اُن کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں ۔ یارائے گفتار نہیں ۔ الطافِ شاہانہ میری کوتاہی گفتار کی پردہ پوشی کرتے تو کام چلے ۔ اس کے بعد حضرت نے راجا جے سنگھ کو خلعت ، خنجر مرصع اور اسپِ قبچاق عطا کرکے سابقہ منصب میں ہزار سوار کا اضافہ فرمایا یعنی پنج ہزار ذات چار ہزار سوار کا منصب عنایت کیا ۔ اضافے کی تنخواہ میں پرگنہ چاتسو بطور جاگیر عطا کیا جو اس کے وطن کے قریب ہے اور ایک لاکھ روپے سالانہ مالیے کا ہے ۔ پھر مادھو سنگھ کو خلعت و اسپ سے سرفراز کرکے چار سو سوار کی ترقی دی یعنی تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب مقرر کیا ۔ امر سنگھ ولد راجا گج سنگھ کو خلعت اور گھوڑا عنایت کر کے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ اگلے دن آصف خاں کی حویلی میں تشریف لے جا کر اسے رشک گلشن بنا دیا ۔ اس سپہ سالار کی عزت افزائی کے لیے حضرت نے تمام شاہزادوں اور بیگمات سمیت وہیں خاصہ تناول فرمایا ۔ آداب دان سپہ سالار نے تشریف آوری کے شکرانے کے بطور قیمتی پا انداز بچھوایا اور ہزاروں روپے کی بکھیر کی ۔ نایاب تحفوں اور جواہرات کی پیشکش جس کی قیمت پانچ لاکھ روپے تھی نظر انور سے گزاری ۔ سب اشخاص نے پیشکشوں

تھیں جو سامان نذر کیا اُس کی مجموعی قیمت بیس لاکھ روپے تھی ۔

اسی عرصے میں واقعہ نویس حاجی (شاہ قلی خان خطاب) کی عرضداشت سے حضرت کو معلوم ہوا کہ تھوپت ولد سنگرام زمیندار جموں فتنہ انگیزی کا ہنگامہ برپا کرکے ہلاک ہوگیا ۔ یہ شخص بادشاہی ملازم تھا ۔ دامن کوہ کے فوجدار کے ساتھ وابستہ رہتا تھا ۔ خود سری اور خود رائی کے سبب درپردہ اس علاقے کے سرکشوں سے ملا رہتا ۔ جب کبھی فوجداروں کی خدمت میں حاضر ہوتا ، مفسدوں کی ایک جماعت اُس کے ہمراہ ہوتی ۔ جو کام سپرد کیا جاتا اُس میں تساہل کرتا اور حسبِ دلخواہ انجام نہ دیتا ۔ ایک دن شاہ قلی خان نے اُسے بلایا ۔ وہ شوریدہ مغز پانچ سو سپاہی اپنے اور ہزار سپاہی دوسرے جو سواروں ، پیادوں ، بندوقچیوں ، تیر اندازوں اور نیزہ بازوں پر مشتمل تھے ، ہمرکاب لے کر حاضر ہوا ۔ سب کے سب زرہ پوش اور سر سے پاؤں تک مسلح تھے ۔ مطلب یہ تھا کہ ایک حملہ کرکے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائے ۔ جب خان کو خبر ملی کہ وہ اس کر و فر کے ساتھ آ رہا ہے تو سمجھ گیا کہ فتنہ انگیزی پر آمادہ ہے ۔ اکثر سپاہی آس پاس کے قصبوں کا انتظام کرنے کے لیے متعین رکھے تھے ، انھیں بلانے کی گنجائش کہاں تھی ۔ جو تھوڑے بہت آدمی تھے انھیں فوراً جمع کرکے مستعد ہوکر بیٹھا کہ دیکھیے مقدر کیا دکھاتا ہے ۔

تھوپت تو فساد کی نیت سے آیا ہی تھا ، آتے ہی بلاوجہ دست و گریباں ہوگیا ۔ اس کے سپاہیوں نے تلواریں کھینچ کر شاہی شیروں پر حملہ کیا ۔ غازیانِ اسلام نے اپنی کمی اور اُن کافروں کی کثرت سے بے پروا ہوکر تائید ایزدی اور اقبالِ بادشاہی پر بھروسا کیا ۔ فوراً تلواریں سونت کر اُن دشمنانِ دین و دولت پر جا پڑے ۔ تیسرے پہر تک کشت و خون کا ہنگامہ گرم رہا ۔ یہاں تک کہ بالآخر اُن نمک حراموں کا صفایا کر دیا ۔ کفرانِ نعمت کرنے والوں میں سے شاید ہی کوئی ہو جسے اُن غازیوں نے جہنم رسید نہ کیا ہو ۔ غازیوں میں سے میر علی اصغر بخشی جو کانگڑے کا بخشی تھا نیز چند اور سعادت مند درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ۔ یہ فتح مبین اسلام کی تقویت اور کفر کی تباہی کا ذریعہ تھی ۔ جب حضرت نے یہ

خبر سنی تو دینداری اور اسلام پروری کے تقاضے سے شاہ علی خاں کو خلعت ، فیل اور نقارہ عطا کر کے سرفراز فرمایا ۔

اسی دربار میں سے حضرت نے دکھنی کے بھائی باتپائی کو عنایات شاہانہ سے سرفراز فرمایا ۔ یہ شخص توران و ایران کی موسیقی کا زبردست ماہر ہونے کے علاوہ طبع موزوں رکھتا ہے اور ٹھمری ، گیت ، ترانے وغیرہ خوب کہتا ہے ۔ گانے کا نیا انداز نکالا ہے جس میں امیر خسرو کی طرز اور ہندوستان کے لکھے گانے کا امتزاج ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا گانا مقبول خاص و عام ہے ۔ باتپائی نے انہی دنوں حضرت صاحب قران ثانی کی مدح میں قصیدہ تصنیف کر کے سنایا تھا ۔ حضرت نے از راہِ کرم حکم دیا کہ روپوں میں تول دیا جائے ۔ پانچ ہزار روپے چڑھے جو اسے مرحمت کر دیے گئے ۔

دارالخلافہ آگرہ بہت آباد ہے اور آبادی نیز عمارتوں کی کثرت میں دور دور تک اس کی نظیر نہیں لیکن عیدوں اور جشن کے موقعوں پر منصب داروں کی فوجیں آتے اور لوگوں کے ازدحام سے یہ حال ہوتا ہے کہ بہت سے آدمی ہجوم کے سبب زخمی یا فوت ہو جاتے ہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ گلی کوچے تنگ ہیں اور دولت سرائے شاہی کے سامنے جلو خانہ نسبتاً مختصر ہے ۔ علاوہ ازیں جامع مسجد بھی ایسی نہیں جو ایسے بڑے شہر کے لائق اور اس عظیم الشان آبادی کے لیے موزوں ہو ۔ لہٰذا حضرت نے سوچا کہ یہ تنگی اور کمی رفع ہونی چاہیے ۔ اس مبارک اور مقدس ارادے کے مطابق حکم فرمایا کہ شاہی اکبری قلعے کے دروازے کے سامنے بغدادی وضع کا ہشت پہلو میدان نکالیں جس کا قطر ایک سو ستر گز [illegible] ہی ہو ۔ دو بڑے ضلعوں میں سے ہر ایک میں چودہ حجرے اور ان کے سامنے ایک ایک ایوان تعمیر کیا جائے ۔ باقی ضلعوں میں پانچ پانچ حجرے رکھے جائیں ۔ اس طرح حجروں کی کل تعداد ۵۸ ہو ۔[1]

۱ ۔ [illegible] کی تفصیل کسی قدر مختلف ہے یعنی [illegible] ضلعے میں چودہ حجرے اور چھوٹے ضلعوں میں پانچ حجرے [illegible]

بمطابق حکم کے بطور چابک دست معماروں نے مبارک گھڑی میں مذکورہ وسیع کا چوک تیار کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا دریائے جمنا کے ساحل پر کچھ عرصے پہلے جامع مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن سو برس بعد کی بات ہوئی کہ حضرت ممتاز محل کے روضۂ انور کی تعمیر شروع ہونے کے باعث مسجد کی تعمیر ملتوی ہو گئی۔ علاوہ ازیں یہ جگہ شہر کے وسط سے کافی دور بھی، لہذا حضرت نے مناسب سمجھا کہ چوک کے بیچ میں جامع مسجد بھی بنا دی جائے۔ اسی اثنا میں [illegible] مرشد، نیز نواب قدسی صفات بیگم صاحب نے جو ہمیشہ نیک کاموں پر مائل اور صدقۂ جاریہ پر راغب رہیں اور ان کی رضا مندی حاصل ہونے کی خواہش رکھتی ہیں، حضرت سے درخواست کی کہ اس مسجد کی تعمیر مجھے سپرد فرمائی جائے۔ چونکہ خداوند روزگار اس ملکۂ عالم کی [illegible] فرماتے ہیں لہذا مسجد کی تعمیر کا کام ان کے کارپردازوں کے سپرد کر دیا۔ ان دیانت دار اہل کاروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا۔ کچھ زمین خالصۂ شاہی کی تھی باقی اراضی جو مختلف اشخاص کی ملکیت تھی، ان سے بہ رضا و رغبت کئی گنی قیمت دے کر حاصل کر لی۔ بعض نے قیمت کے بجائے مکان طلب کیے، انہیں بہت خوب ستھرے بہتر مکان بنا دیے۔ اس طرح اس کار خیر کی ابتدا دیانت و تقویٰ سے ہوئی۔ بعد ازاں بنیاد رکھی گئی۔ لمبائی ایک سو بیس گز اور چوڑائی سو گز مقرر کی تھی۔ صحن کی وسعت اتنی کر دی۔ [illegible] قبلے کی طرف ہے۔ باقی تین سمتوں میں خاص حجرے تیار ہوئے۔ امید ہے کہ قیامت تک اس کار خیر کا ثواب نواب قدسی صفات کی روح کو پہنچتا رہے گا۔ شہر کے کوچہ و بازار بہت تنگ تھے لیکن [illegible] کرنے اور وسیع کرنے سے ہزارہا بندگان خدا کے گھر برباد ہوتے، بے چاروں کو تکلیف ہوتی، لہذا حضرت نے یہ ارادہ ترک فرمایا۔

۲۹ فروردین، ۱۶ اپریل [illegible]ء کو نوروز [illegible] سلطنت کے علماء و فضلاء نیز شاعران باکمال حاضر تھے۔ ہر موضوع پر گفتگو ہو رہی

تھی ۔ اتفاقاً صیغۂ مال کے کسی اہل کار کا ذکر چل نکلا کہ وہ سرکاری واجبات وصول کرنے میں بے حد سخت گیری سے کام لیتا ہے ۔ حضرت نے فرمایا کہ کارگزاری کے مسلک میں یہ بات نہایت معیوب ہے کہ لوگوں کو سختی سے دبایا جائے ۔ اس طرح سرکاری کاموں میں رخنہ پڑتا ہے اور فتنہ انگیز لوگ، ملک میں فساد پھیلانے لگتے ہیں ۔ اس وقت سید جلال نے جو دودمانِ حیدری کے چشم و چراغ اور مولا علی مرتضیٰ رض کی ولایتِ برحق کے وارث ہیں نیز نہایت خدا رسیدہ عارف ہونے کے علاوہ صاحب علم و فضل بھی ہیں ، یہ عرض کیا جناب علی مرتضیٰ رض کا قول ہے کہ دنیا دو ستونوں پر قائم ہے : ایک حق ، دوسرا باطل ۔ دونوں کے امتزاج سے دنیا کے کام چلتے ہیں ۔ میں نے چاہا تھا کہ دنیا کے تمام کام صرف حق اور حق پرستی کے ذریعے انجام دوں لیکن معاملہ ٹھیک نہ ہوا ۔ اس وقت بادشاہِ حق آگاہ نے جن کی طبیعت بہت نکتہ سنج ہے اور جن کے ناخن ذکاوت سے ہر گرہ کھل جاتی ہے یوں فرمایا کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر جناب علی مرتضیٰ رض کے وقت تک حق کے ساتھ باطل کا وجود بھی شامل رہا ہے لیکن یقیناً اُن حضرت کی مراد ہرگز یہ نہ ہوگی ۔ حاضرینِ انجمن میں سے بعض دانشوروں نے اس مقولے کی لمبی چوڑی تاویلیں کرنی شروع کیں لیکن کسی کی بات دلنشیں اور فیصلہ کن نہ تھی ۔ بالآخر خود ظل سبحانی نے فرمایا کہ جنابِ علی مرتضیٰ کے قول کی ایک تاویل میرے نزدیک مناسب ہے ۔ یعنی حضرت خاتم النبیین کے زمانے میں سب کاموں کی بنیاد صداقت پر تھی ۔ تمام امور حق کے مطابق انجام پاتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سرکارِ رسالت کی ذاتِ با برکت کو قدم قدم پر پروردگار کی حمایت حاصل رہی ۔ اُن کی ذاتِ والا صفات کے سبب ہر شخص سچائی اور حق پرستی و حق اندیشی پر مائل تھا ۔ باطل سے سروکار ہی نہ تھا۔ حضرت کی صفائے فطرت اور پاکیزہ باطنی کے سبب ہر مسلمان کا دل نورانی تھا ۔ صدق و خلوص سے آشنا تھے ۔ باطل سے گریزاں تھے ۔ لہٰذا تمام باتوں کی بنیاد حق پر قائم رہتی تھی۔ اُن کی برکت سے یہ صورت خلفائے راشدین کے زمانے میں

بھی قائم رہی۔ جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد بھی دیر تک روشنی موجود رہتی ہے، بعد ازاں اندھیرا پھیل جاتا ہے، اسی طرح جب حضرتؐ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو جوں جوں وقت گزرتا گیا جہل کا اثر بڑھتا گیا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بعض ظالموں نے حضرت ذوالنورینؓ کو شہید کر دیا۔ حق کی مسند میں خلل آ گیا۔ اسی لیے جنابِ امیرؓ جو چاہتے تھے وہ پورا نہ ہوا اور ان کی تجاویز بروئے کار نہ آ سکیں"۔ بادشاہ سلامت کی اس مدلل توجیہ سے حاضرینِ انجمن کے ذہن پر یہ نکتہ خوبی روشن ہو گیا۔ سب نے متفق اللفظ ہو کر اقرار کیا کہ اس سے بہتر تاویل ممکن نہیں۔

ماہِ اردی بہشت (اپریل، مئی ۱۶۳۷ء) کے واقعات یہ ہیں۔ ظلِ سبحانی کی مرضیِ مبارک ہوئی کہ جس طرح شاہزادہ جوان بخت، والا قدر سلطان اورنگ زیب کی نسبت خیر و خوبی انجام پا چکی ہے، اب ان کی کتخدائی اور خانہ آبادی بھی نشاط و طرب سے انجام پائے۔ اسی لیے وہ شاہزادۂ کامگار حضرت کے حسب الحکم دکن سے روانہ ہو کر آگرے کے نواحی باغ نور منزل میں، جو ہمیشہ بادشاہ سلامت اور شاہزادوں کے فیضِ قدم سے نور کدہ بنا رہتا ہے۔ خیمہ افگن ہوئے۔ اس وقت حضرت نے فرطِ اشتیاق اور جوشِ مسرت میں اس فرزندِ دلبند کو ایک خوش نامہ لکھا جس میں کلام کی یہ رباعی اپنے ہاتھ سے درج کی:

با مژده اگر زود برآئی چه شود
یا تاخته پیش از خبر آئی چه شود
زود آمدنت نظر به شوقم دیر است
از زود اگر زودتر آئی چه شود

حضرت نے اس محبت آمیز تحریر کے پردے میں اس اقبال مند لختِ جگر پر شفقت فرما کر نہایت سربلندی بخشی۔ عقیدت مند ادب شناس شاہزادہ اس عنایت پر غائبانہ تسلیمات اور سجدے بجا لایا۔ صدق دل سے دعا مانگی کہ حضرت کی عمر اور اقبال میں ترقی ہو۔ ظلِ سبحانی نے ان کی عزت افزائی

کے طور شہزادہ ذیجاہ سلطان مراد کو حکم دیا کہ بڑے بھائی کے استقبال کے واسطے جائیں۔ سلطان مراد کے ہمرکاب امرائے عالیشان بھی دیوان کے لیے روانہ ہوئے جن میں یمین الدولہ آصف خان، خان دوران بہادر نصرت جنگ، علامی افضل خان وزیر اعظم، سید خان جہان بارہہ، شائستہ خان، جعفر خان، میر جملہ بخشی، صدر الصدور موسوی خان اور دیگر منصب دار شامل تھے۔ اس شہسوار میدان عزت و اقبال، [illegible] و جلال کے استقبال کے [illegible] یہ سب اشخاص سلطان مراد کے ہمرکاب [illegible] دوپہر اور ایک گھڑی دن چڑھے یہ تمام امرا شاہزادۂ ہوں بخت، [illegible] جاہ و جلال سلطان اورنگ زیب کو ہمراہ لے کر بارگاہ والا میں [illegible] ہوئے۔ شاہزادے نے ہزار اشرفیاں ہزار روپے بطور نذر اور [illegible] نچھاور کے طور پیش کی۔ جب آداب و تسلیم بجا لاچکے تو حضرت [illegible] شاہی شفقت پدری کے جوش سے بیتاب ہو کر اٹھے اور آغوش [illegible] کر اس نور نظر لخت جگر سے بغل گیر ہوئے۔ اُس [illegible] و سلطنت کو دیر تک آغوش شوق میں لیے رہے۔ [illegible] سختی کی تلافی کی۔ اور اُس مستحق عنایت کی بے حد [illegible] خلعت خاص سے سرفراز فرمایا جو انتہائی لطف و مرحمت کی علامت تھی۔

اسی محفل میں خاندان نظام الملک کا [illegible]

[illegible] کہ شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں [illegible]

[illegible]

اردی بہشت (۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء) کے ... سے
اطلاع دی کہ ... کے ... خان زمان کا
انتقال ہوگیا ... حضرت ... و ... کے ... اس
کی موت کا بہت افسوس ... کیا ... اور
... کے ... کشور ... اور حمد صدت
...

... ولایت ... و ... کا ...
ہوا ... کرکے کر اس
چڑھنے کی ... حضرت کے ... آ ... آکر
اس ... فوج میں ... ہو ... کو ...
... آنے ... حضرت ... کرنے کے ... حکم
... کی فوج میں ... سردار ... طرف بڑھے
جو اس علاقے کا صدر مقام ہے ... کے قلعے کا خاصہ
... جو ... مستحکم تھا اور ... اس میں ... تھا ۔ قلعے کو
فتح کرنے کا سارا سامان درست کر کے محصورین کو ... کر دیا ۔ اس کے
باوجود ... مضبوط و مستحکم ... اس پر توپیں بندوقیں
... چڑھی ہوئی تھیں ... سپاہی موجود ہیں کہ ... ٹوٹ کر ایک
... ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے ... ہو گئے ۔
آخر ... و جدال کے بعد حضرت کے قتال اور ہوا خواہوں کی
... قلعے پر قبضہ ہو گیا ۔ بہت سے سپاہی قتل ہوئے ، بہت سے
قید میں آئے ۔ ... شکست کھا کر اپنے اہل و عیال سمیت
... کے ... قلعے میں جا ... ۔

خان ... نے ... وقت کے ... سے قلعہ فتح کرنے کے
... کو ... کرنے کے ... آگے بڑھا ... اور

... کا ... ۔

نہایت کروفر کے ساتھ دوسرے قلعوں کی تسخیر کے لیے بڑھی ۔ اس علاقے میں دس قلعے تھے جو مضبوطی و استحکام میں بھوج پور سے کچھ کم نہ تھے ۔ غازیوں نے لوٹ مار اور جوش دلیری سے سبھوں کو فتح کر کے بے شمار سرکشوں کو ہلاک کیا ۔ بالخصوص قلعہ نربھاک (یعنی نرجوں والا) جو سب سے بعد میں سر ہوا ، وہاں بہت سے دشمن قتل ہوئے ۔ خان فیروز جنگ کے حسب الحکم زبردست خاں اور صوفی بہادر کالا پور کے قلعے کی فتح پر مامور ہوئے ۔ ایک مہینے کی محنت رد و بدل کے بعد وہ بھی مسخر ہوا ۔ یہاں سے سبھوں سردار مل کر دوبارہ بھوجپور کے پرانے قلعے کی طرف چلے جہاں پرتاب سر چھپائے پڑا تھا ۔ ان بہادروں نے نہایت سختی سے محاصرہ کیا ۔ آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیے ۔ محصورین نے بھی اپنی بساط بھر مقابلہ کیا اور ایسی ثابت قدمی سے ڈٹے رہے کہ تصور نہیں ہو سکتا ۔ لشکر شاہی کے بہادروں کے حملے سہتے رہے اور نہایت خیرہ چشمی کے ساتھ جنگ جاری رکھی ۔

بالآخر فوج شاہی کے دلاوروں نے ہلا بول دیا ۔ بڑھتے بڑھتے پھاٹک تک جا پہنچے اور اسے توڑنے لگے تاکہ بدبخت پرتاب کا قصہ پاک کر دیا جائے ، اس موقع پر پرتاب نے بھی ساکھا کیا ۔ ایک بد مست بند جو ہاتھی اُس کے پاس رہ گیا تھا ، اُس پر سوار ہو کر اپنے بہادر رفیقوں کو ہمرکاب لیے پھاٹک پر آیا ۔ کچھ جانباز دلاور اندر گھس آئے تھے ، اُن کے ساتھ تیغ آزمائی کرنے لگا ۔ لیکن دو چار ہی لمحے بعد شکست کھا کر بھاگا ۔ واپس جا کر ایک اور عمارت میں پناہ لی جو قلعے کے اندر ابھی تعمیر ہوئی تھی ۔ ہاتھی ، ہتھنی، نقارہ اور نفیری جو اُس برگشتہ بخت کے جلو میں رہتے تھے ، بہادروں کے ہاتھ لگے ۔ اس کے باوجود جنگ و جدال کا ہنگامہ گرم رہا ۔ زبردست خاں کے دو بیٹے مظفر بیگ اور فریدوں بیگ جو بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے ، اس معرکے میں کام آئے ۔ شہادت کے درجے پر فائز ہو کر اپنے واسطے سعادت دارین اور باپ کے لیے سرخ روئی کا سرمایہ فراہم کر گئے ۔ بہت سے بہادروں نے کاری زخم کھا کر شجاعت کی سند حاصل کی ۔

اب بادشاہی جاں نثاروں نے قلعے کے اندر گھس کر اس عمارت کو گھیر لیا جہاں پرتاپ نے پناہ لی تھی۔ تیر اور گولے برسنے لگے۔ ۵ اردی بہشت، پیر کے دن (۵ مئی ۱۶۳۷ء) کو ایک پہر دن چڑھے سے لے کر اگلی صبح تک کشت و خون کا ہنگامہ گرم رہا۔ اس مار دھاڑ میں اس بدبخت نے جسے دین اور دنیا دونوں جگہ نقصان ہی نقصان ہے، کئی بار پے در پے حملے کر کے یہ کوشش کی کہ کسی طرح بھاگ کر نکل جائے لیکن شاہی دلاوروں نے اس عمارت کا گھیرا ڈالا تھا کہ کوئی راہ نہ ملی۔ ہر بار آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ جاتا اور اس سعی نامشکور کو مد نہ دیتا۔ آخر کار جان سے عاجز ہو کر فیصلہ کیا کہ غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرے یعنی راجپوتوں کے دستور کے مطابق بال بچوں کو قتل کر کے فوج شاہی پر آ پڑے۔ اس فیصلے کے مطابق عورتوں کو قتل کرنے پر مستعد ہوا۔ پھر کچھ سمجھدار ساتھیوں نے سمجھایا تو راہ راست پر آ کر خان فیروز جنگ کے پاس قاصد بھیج کر امان مانگی۔ اسی عرصے میں شاہی دلاوروں کا نرغہ اور حملہ بہت شدید ہو گیا۔ پرتاپ نے کمال اضطراب کے عالم میں بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا۔ کوتاہ اندیشی دیکھئے کہ مردانہ لباس اتار ڈالا۔ منصوبہ یہ تھا کہ لباس عروسی پہن کر اپنی رانی سمیت وہاں سے نکل جائے۔ اتفاقاً اسی طرف کے مورچے پر ایک خواجہ سرا موجود تھا۔ اس بے شرم و بے حمیت کو دیکھ کر رانی سمیت گرفتار کر لیا۔ اندرونی عمارت پر بھی قبضہ ہو گیا۔ سپاہیوں نے پرتاپ کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ پرتاپ اور اس کی رانی کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اس کے بیشتر سپاہی قتل ہو گئے اور وہ علاقہ جو ان سرکشوں کے ہاتھ سے ویران ہو رہا تھا فساد سے پاک ہو گیا۔ مسافروں کو ان کی رہزنی سے نجات ملی۔ جب بارگاہ شاہی میں اس فتح نمایاں کی خبر پہنچی تو حضرت نے بے دین اس خود سر کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے ساز و سامان اور رانی کو آپ نے عبداللہ خان فیروز جنگ کے حوالے کر دیا۔ عالی ظرف سردار کا حوصلہ دیکھئے کہ سپاہیوں نے جو سامان لوٹ لیا تھا وہ سب انہی کے پاس رہنے دیا، کسی سے ایک کوڑی نہ لی۔ رانی کو کلمہ پڑھوا کر

اپنے پوتے کے نکاح میں دے دیا۔

شاہزادۂ نوجوان، جوان بخت، شمعِ دودمانِ صاحبقرانی سلطان اورنگ زیب بہادر کا جشنِ کتخدائی اور دیگر سوانح

کارکنانِ قضا و قدر کا شیوہ یہ ہے کہ شب و روز خاندانِ مغلیہ کی ضرورتوں کا سر انجام کرتے رہتے اور ہر وقت دولت و اقبال کی ترقی میں مصروف رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کارگزاری دکھائیں۔ چنانچہ حضرت ظلِ سبحانی کو کثرتِ اولاد عطا کی ہے جو اُن کی تقویت کا سبب ہے۔ بلکہ اُن کے شاہزادوں کو بھی اولاد کے معاملے میں بہت خوش نصیب رکھا ہے۔ غرض ہر طرح اس خاندانِ والا شان میں وقتاً فوقتاً اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی حضرت کے دو صاحبزادوں کی شادیاں انجام پا چکی ہیں جس سے ہزاروں خوش نصیبوں کی آرزوئیں پوری ہوئیں اور امیدیں بر آئیں۔ ساری دنیا اس درختِ اقبال کے سائے تلے آرام کر رہی ہے۔ اس سے پہلے جن صاحبزادوں کی شادیاں ہوئیں اُن سے سارے عالم نے فیض پایا۔ ایک بار پھر وہی مبارک وقت آ پہنچا یعنی شاہزادۂ جوان بخت، بلند اقبال، بالغ نصیب، سلطان اورنگ زیب بہادر کی کتخدائی کا سامان ہوا جو گلشن دولت و اقبال کے نونہال اور بوستانِ سلطنت کے سروِ آزاد ہیں۔

جب اس شاہزادۂ گرامی کی شادی کا انتظام عالمِ بالا میں ہو چکا تو دنیا میں بھی اس کی تیاریاں شروع ہوئیں بالآخر اس تقریب کی سعید گھڑی مبارک ساعت آ پہنچی۔ ۲۹ اردی بہشت ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۶۳۷ء اتوار کی رات کو[1] خان والا شان شاہنواز خان صفوی کے گھر سے سہدی کا ساز و سامان آیا جو خاندانِ شاہی کی قدر و منزلت

۱۔ اسلامی تقویم میں سورج غروب ہونے کے بعد اگلا دن شروع ہوجاتا ہے جو اگلے روز غروبِ آفتاب تک قائم رہتا ہے۔ اس طرح اتوار کی رات وہ ہے جو آج کل ہفتے اور اتوار کی درمیانی شب کہلاتی ہے۔

کے مطابق اور دودمانِ صفویہ کی شان و شوکت کے شایاں تھا۔ غسل خانے میں حنا بندی کی جشن آراستہ ہوئی۔ بیگم نے دستور کے مطابق حاضرین بزم کی انگلیوں پر حنا لگانے کے بعد شاہزادۂ کامگار کے ہاتھ پر مہندی لگا کر اُسے حسینوں کے ہونٹوں کی مانند سرخ کر دیا۔ سب کے ہاتھوں پر زر تار رومال جو چمک دمک میں شمع کو بلکہ آفتابِ تاباں کو شرمندہ کرتے تھے، لپیٹ دیے۔ پھر زوجہ کے بزرگوں نے بیگمات سے اپنا اپنا ایک وصول لیا۔ نجومیوں نے جلوس نوابی کے لیے شب کا حملا پہر یعنی ۱۸ مئی ۱۶۳۷ع کو طلوعِ آفتاب سے چار گھڑی پہلے کا وقت مقرر کیا۔

حضرت نے گرامی پسر شاہزادے کے لیے سربستہ سر پیچ شہانی پوشاک بھیجی جو خلعتِ فاخرہ، چارقب زر دوزی اور گوہر شاہوار کی دو مالاؤں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ مرصع پرتلے والی شمشیر مرصع، جمدھر مرصع، پھول کٹارہ، دو قبچاق گھوڑے جن میں سے ایک کی زین مرصع اور دوسرے کی طلائی تھی، عربی گھوڑی اور زربفت کی جھول والا ہاتھی اور ایک ہتھنی مزید عنایت فرمائے۔ پھر موتیوں کا سہرا جسے گوہرہائے شاہوار کا بحر بلکہ ثریا کا ہم پایہ کہیے، اُس اقبال مند کے سر پر باندھا۔ خلافت بخت کشور کے اُس وارث کی شاہی ماہ بدن کی طرح چمک اٹھی، بلکہ یہ کہیے کہ آفتابِ عالمتاب برجِ سعد میں داخل ہوا۔ بارات کی روانگی کے وقت حضرت نے شاہزادۂ کامگار کی عزت افزائی کے بطور حکم فرمایا کہ فرہ اعیانِ سلطنت شاہزادہ والا جاہ سلطان مراد تمام ارکانِ دولت اور امرائے عالی شان کو جلو میں لے کر بڑے بھائی کے ہمرکاب رہیں۔ جب شمعِ بدری ان دونوں پر آکسنہ نہ کر سکی تو حضرت اراداتِ سعادت خود کشتی میں سوار ہو کر دولت خانے سے شاہسوار خان کے مکان پر پہنچے۔ جب تھوڑی رات باقی تھی کہ شاہسوار خان صفوی کی حویلی حضرت کے نورِ جمال سے افتاب بیت الشرف بنی۔ خاندانِ والا شان کو قیامت تک کے لیے سرمایۂ فخر و مباہات حاصل ہوا۔ مبارک ساعت میں شاہزادہ کامگار کا نکاح پڑھا گیا۔ حاضرین مجلس کو برکت و مسرت حاصل ہوئی۔

اُس مبارک رات میں جسے لیلۃالقدر کا نمونہ سمجھیے ، ایسا چراغاں ہوا کہ دن کی روشنی منہ چھپانے لگی - جھروکہ درشن سے سامنے کے میدان تک اور وہاں سے شاہنواز خان کی حویلی تک ، نیز آس پاس کی تمام عمارتوں ، باغوں اور دریائے جمنا کے دونوں ساحلوں پر اقلیدسی اصول سے اتنے چراغ روشن کیے گئے تھے کہ سارا آگرہ وادیِ ایمن بن گیا - کوہِ طور کی سی تجلی تھی جس کی چمک زمین سے آسمان تک پہنچ گئی - پھلجھڑیوں اور دوسری آتشبازیوں کے چھوٹنے سے سطح زمین پر ستارے جگمگ کرنے لگے - مہتابی کی روشنی سے چاندنی سی چھٹک گئی - اناروں ، چرخیوں ، گلریزوں وغیرہ کے چھٹنے سے دیکھنے والوں پر بیخودی کا عالم طاری ہوگیا - ایسا منظر تھا کہ آسمان اپنی خمیدہ کمر کو اکڑے ہوئے نظارے کے لیے جھک گیا - کئی روز تک دارالخلافے کے باشندے اس نشاط بخش مشغلے سے محظوظ ہوتے رہے - داد و دہش کی کثرت سے خواص و عوام نے اپنی اپنی مرادیں پائیں - ارباب نشاط نے نغمہ و سرود سے وہ سماں باندھا کہ ہر شخص عیش و عشرت میں محو ہوگیا - دربار کے شاعروں نے مبارکباد کے قصیدے پڑھ پڑھ کر خوب انعام پائے - دل کی تمنا حاصل ہوگئی - ابو طالب کلیم ہمدانی نے اس تقریبِ سعید کی تاریخ ذیل کے قطعے میں کہی :

جہاں گرد سامانِ بزمِ نشاطے
کہ طبانگِ عیشش بہ گردوں رسیدہ

قران کردہ سعدینِ دولت بہ نحوے
کہ ریسان قراں چشم عالم ندیدہ

ملک ربنہ اورنگ زیب آں کہ حقش
سراوارِ تائیدِ جاوید دیدہ

نہالِ برومندِ شاہی کہ دولت
جو اقبال در سایہ اش آرمیدہ

خرد گفت تاریخِ جشنِ زفاف
دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ

۵ - خورداد (۲۵ - مئی ۱۶۳۰ء) کو خانِ سعادت نشان شاہنواز خان صفوی نے بادشاہِ ہفت کشور کی خدمت میں بہت حسین پیشکش گزرانی جو نایاب جواہرات اور خوب صورت گھوڑوں کے نادر نمونوں پر مشتمل تھی ۔ غرض اپنے مقدور کے مطابق عملِ مستحسن کی عبادت کا حق ادا کیا کہ حضرت نے اُس کی حویلی میں قدم رنجہ فرما کر عزت افزائی کی تھی ، بلکہ افتخارِ جاودانی کا سرمایہ عطا فرمایا تھا ۔ پیشکش کی رات کو حیا و شرم کے تقاضے سے خانِ والا شان نے پیشکش حاضر کرنے سے گریز کیا ۔ جب سب رسوم ادا ہوگئیں تو یہ پیشکش سامنے لائی ۔ حضرت نے اپنے عقیدت مند سردار کی دلجوئی اور شاہزادے کی خوشنودی کے لیے اس (شاہنواز خان) کی پیشکش میں سے ایک لاکھ روپے کا سامان قبول فرمایا ۔

۶ خورداد ۲۶ مئی ۱۶۳۰ء کو حضرتِ خلافت پناہی نے شاہزادہ اورنگ زیب کے دولت کدے پر قدم رنجہ فرمایا ۔ اورنگ زیب نے اپنے دولت خانے کی خوب آرائش کی تھی ، حضرت کے قدومِ میمنت سے اُس میں اور اضافہ ہوا ۔ سعادت مند شاہزادے نے پا انداز اور جواہر نثار کرنے کے بعد جواہرات وغیرہ کی پیشکش حاضر کی جو حضرت نے قبول فرمائی ۔ پھر حضرت کے حسب الحکم شاہزادے نے تفصیل ذیل کے مطابق مخصوص ارکانِ دولت کو خلعت وغیرہ عنایت کیں ۔ یمین الدولہ آصف خان کو نفیس پارچات کی دو گٹھڑیاں اور شمشیرِ مرصع ، وزیر اعظم افضل خان ، خان جہان بارہہ اور خان دوراں کو خلعتِ فاخرہ مع چارقب زردوز ، بعض امرا کو خلعت اور فرجی عطا کیں ۔ بعض روشناس منصب داروں کو صرف خلعت عنایت کیے ۔ اسی روز حضرت نے خان زمان مرحوم کی جگہ شائستہ خان ولد آصف خان سپہ سالار کو بالا گھاٹ کی صوبے داری پر سرفراز فرمایا ۔ حکم ہوا کہ شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کے پہنچنے سے پہلے تم دولت آباد پہنچو اور شاہزادے کے نائب کی حیثیت سے وہاں کا انتظام

سبھناو - اسی روز اسلام خان صوبہ دار بنگالہ کی پیشکش وصول ہوئی جو چالیس عدد ہاتھیوں ، ہتھنیوں پر مشتمل تھی - ان میں سے سات کی عماریاں نقرئی تھیں - اس کے علاوہ پچاس عدد ٹانگھن اسپ (گھوڑے) اور بنگال کی دوسری نایاب چیزیں بھی ملاحظہ کیں -

۱۷ خورداد مطابق ۶ جون ۱۶۳۷ء خان دوران بہادر نصرت جنگ کو خلعت ، شمشیر خاصہ اور ہاتھی عطا فرما کر سرفراز کیا - غرض بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مالوے کی حکومت پر مامور ہو کر رخصت ہوا - حکم دیا کہ بندیل کھنڈ کے راستے جاؤ - بندیلوں کی اچھی طرح گوشمالی کرتے ہوئے جانا جنھوں نے اب تک ججھار سنگھ کے ایک کمسن بیٹے پرتھی راج کو اپنا سردار بنا کر شورش بپا کر رکھی ہے - اسی دن شاہزادہ اورنگ زیب نے حضرت کے سامنے ایک مور پیش کیا جو اصلی اور فطری رنگت کے نقش و نگار سے خالی تھا ، سراسر سفید تھا - اہل دربار اس نایاب پرندے کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے - یہ عجیب و غریب پرندہ اسلام آباد کے جنگل سے آیا تھا - وہاں کسی شخص نے اسے دیکھا اور پکڑ کر شاہزادے کی خدمت میں لایا - چونکہ حضرت نے کبھی سفید طاؤس نہیں دیکھا تھا ، اسے دیکھ کر بہت متعجب ہوئے - اسی تاریخ میں یہ اطلاع ملی کہ الہ آباد کا صوبے دار باقر خان نجم ثانی جو بہت من چلا سپاہی تھا ، چند روز بیمار رہ کر ۱۰ خورداد ۳۰ مئی ۱۶۳۷ء کو فوت ہوگیا - حضرت نے سید شجاعت خان بارہہ کو خلعت ، شمشیر ، ہاتھی اور چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار کا منصب عنایت کرکے وہاں کی صوبے داری پر رخصت کیا -

انھی دنوں سہرند (سرہند) کے مولویوں ، قاضیوں کی عرضداشت آئی - لکھا تھا کہ یہاں ایک ہندو دلیپ نے بسبب دولت اور جاہ گمر کے جوش میں ایک مسلمان مرد اور چھ مسلمان عورتوں کو اپنے گھر میں قید کر رکھا ہے - ان کے ہندوانی نام رکھ دئے ہیں اور جبراً ان سے بت پرستی وغیرہ کروانا ہے - ان بد نصیبوں میں ایک عورت زینب ہے جس کا نام گنگا رکھ دیا ہے - اس سے ایک لڑکا بھی ہے - حضرت نے بے توقف

فرمان صادر کیا کہ اس ملعون کو ان تمام مظلوموں سمیت حاضر کیا جائے۔ جب وہ شقی آ گیا اور قاضی شہر کی کچہری میں تمام باتیں ثابت ہو گئیں تو حضرت کے حسب الحکم پہلے اس ملعون کو مسلمان ہونے کی ہدایت کی گئی۔ اس کی طینت میں شرک و کفر کا خمیر تھا، اسلام نہ لایا، اپنے باطل عقیدے پر قائم رہا۔ اب عدالت کے دربردازوں نے جو دن رات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے احکام جاری کرنے میں سرگرم رہتے ہیں، (آں حضرت اور آپ کے آل و اصحاب پر اللہ کی رحمت ہو) بیخ مصداق انہوں نے اس شقی کے ہاتھ، پاؤں، سر، دھڑ کاٹ کر الگ الگ سولی پر چڑھا دیا۔ عذاب آخرت سے پہلے اسی دنیا میں اعمال بد کی سزا دے دی۔

۱۵ صفر۔ ۵ جولائی ۱۶۳۲ء کو اطلاع ملی کہ ایک نمک حرام پٹھان نے جو سید مختار خاں کے ملازموں میں سے تھا، علاقے کے معاملے کا حساب دیتے وقت اپنی جہالت کے سبب اپنے آقا کو بے خبری عالم میں سخت زخمی کر دیا۔ مختار خان نے گھائل ہونے کے باوجود اس ناکار کے جمدھر مارا لیکن کاری نہ لگا؛ دوسروں نے آتے وہیں قتل کر دیا۔ سید مظلوم نے بھی جان بحق تسلیم کی۔

ماہ مرداد کے واقعات یہ ہیں۔ حضرت نے شکار نو باری میں شروع کرنے کا قصد فرمایا۔ اگرچہ گرمیوں میں ہندوستان کا سارا علاقہ لو چلنے سے تپتا رہتا ہے اور جھیلیں، تالاب بالکل خشک ہو جاتے ہیں لیکن برسات آتے ہی یہ ملک جو ہفت اقلیم میں انتخاب بلکہ رحمت پروردگار کے سبب بوستان ہے، موسلا دھار بارشوں کے فیض سے باغ و بہار بن جاتا ہے۔ اس کل زمین کے باغ و راغ، دشت و در، میدان اور کہسار بالخصوص دریاؤں کی ترائیاں سرسبز و شاداب ہو کر رشک ارم بن جاتے ہیں۔ پر طاؤس اور زمرد کا ہمرنگ سبزہ حسینوں کے سبزۂ خط کی بہار دکھاتا ہے۔ ندی نالے، جھیلیں اور پوکھریں آب زلال سے لبریز ہو کر حضرت ظل سبحانی کی طرح اپنے فیض سے سارے عالم کو شاداب رکھتی ہیں۔ چونکہ برسات کی فصل شباب پر تھی، حضرت کا جی چاہا کہ

دارالخلافہ آگرہ کے نواح کی سیر فرمائیں ۔ اس ارادے کے بموجب باقی تمام سیر گاہوں کو چھوڑ کر حضرت نے شکار گاہ باری میں صید افگنی کا قصد کیا کہ آب و ہوا کی لطافت اور سرسبزی و شادابی میں ایران کے مرغزاروں بلکہ خطا اور چین کے سنبل کدوں سے بہتر ہے ۔ اسی لیے وہاں ہر قسم کا شکار بالخصوص ہرن بہ کثرت ملتے ہیں ۔ غرض ۴ مرداد ۲۴ جولائی ۱۶۳۷ع کو اتوار کے دن حضرت کی سواری اس طرف روانہ ہوئی ۔ بادشاہ سلامت سیر و تفریح کرتے ، شکار کھیلتے اور دل خوش کرتے ہوئے راستہ طے فرماتے رہے ۔ سارا جنگل اور دشت و در سبزے کی کثرت سے زنگاری تھے ۔ اس گلگشت میں آپ نے جابجا پرندوں اور جانوروں کا شکار کیا ۔ زمین اُن کے خون سے سرخ ہو گئی ۔ جب حضرت نے جھیل باری کے کنارے شاہی نشیمن میں جو لعل محل کہلاتا ہے ، قدم رنجہ فرمایا تو یہ دولت کدہ حضرت کی تابِ رخسار سے روشن ہو گیا ۔ لعل محل اسم بامسمیٰ بن گیا ۔ حضرت نے چند روز اس سرسبز و شاداب وادی میں قیام فرمایا اس عرصہ میں دو شیر ، بیس نیل گائے اور ساٹھ ہرن شکار ہوئے ۔ پھر روپ باس کی شکار گاہ سے ہوتے ہوئے آگرے کی طرف بڑھے ۔ ۲۲ مرداد (۱۳ اگست ۱۶۳۷ء) کو دارالخلافہ میں واپس آئے ۔

۲۴ مرداد (۱۳ اگست ۱۶۳۷ء) کو صوبہ ٹھٹھہ کے واقعہ نویس کی تحریر سے واضح ہوا کہ وہاں ہولناک طوفان آیا ۔ آندھی اور بارش سے آبادیوں اور بستیوں کھیتوں کو سخت نقصان پہنچا ۔ کیفیت یہ ہے کہ لاہری بندر ٹھٹھہ اور نواحی علاقے میں ۳۶ گھنٹے تک ایسی موسلادھار بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے ۔ ابر رحمت ، زحمت بلکہ عذاب بن گیا ۔ اس کے بعد اس شدت کی آندھی آئی کہ اکثر عمارتیں ڈھے گئیں ۔ بے شمار آدمی اور مویشی دب کر ہلاک ہو گئے ۔ بڑے بڑے تناور درخت جڑ سے اکھڑ کر دور جا پڑے ۔ اس طوفان سے سمندر بھی بپھر گیا ۔ اونچی اونچی لہریں دور تک ساحل پر چڑھتی چلی گئیں ۔ یہ پانی جہاں جہاں پہنچا زمین بے کار ہو گئی ۔ کھیتی کے قابل نہ رہی ۔ بارش اور سمندر کے پانی کے وہ ریلے آئے کہ طوفان نوح کی حقیقت معلوم ہو گئی ۔ مچھلیاں اور دوسرے بحری

جانور خشکی میں آ پڑے ۔ تقریباً ایک ہزار کشتیاں جن میں سے کچھ پر غلہ لدا ہوا تھا ، کچھ خالی تھیں ، ڈوب گئیں ۔ جو بچ کر ساحل تک آئیں وہ آندھی کے طوفانوں سے ساحل کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہوئیں ۔

۲ خرداد ۳۰ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ - ۲۲ اگست ۱۶۳۲ء کو حضرت کی اکتالیسویں قمری سالگرہ کا جشنِ میلاد ان خیر و خوبی سعید ہوا ۔ سلاطین دستور کے مطابق مقررہ رسمیں ادا کی گئیں ۔ منصب داروں کو ترقی اور وظیفہ خواروں کو اضافے ملے ۔ شاہزادۂ والا عہد دارا شکوہ کا منصب جو ۱۰ ہزاری ذات اور آٹھ ہزار سوار تھا ، ترقی دے کر بندرہ ہزاری ذات نو ہزار سوار کیا گیا ۔ سلطان اورنگ زیب کا منصب بڑھا کر بارہ ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار مقرر ہوا ۔ چونکہ اس سے پہلے بڑے شاہزادے کو حضرت نے چھپر عنایت کر کے سرفراز کیا تھا ، اس مرتبہ حضرت کی یہ عنایت دونوں شہزادوں پر بھی ہوئی ۔ یعنی شاہزادہ شجاع اور اورنگ زیب کو حضرت نے وہی اعزاز عطا فرما کر خدا کی مہربانی کے سائے میں جگہ دی ۔ سرانداز خان اور ناہی خان غلامانِ خاصہ کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ اول الذکر کو اللہ ویردی خان کی جگہ بیسواڑے کی فوجداری سپرد کی ۔ دوسرے کو اسلام آباد متھرہ کی فوجداری پر سرفراز فرمایا ۔

انھی دنوں بادشاہ انصاف پرور و نیکو کار کے حسن نیت کی تاثیر سے خدائے پاک کی رحمت کے دروازے کھلے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ موسم برسات خالی گزر جانے کی وجہ سے غلہ بہت گراں ہو گیا تھا ۔ ڈر تھا کہ قحط نہ پڑ جائے ۔ خاص و عام سب پر خوف چھا رہا تھا ۔ پانچ روز پہلے عالموں ، فاضلوں ، عابدوں ، زاہدوں نیز عالی نسب سید جلال جو حضرت علی مرتضیٰ کی نسل پاک سے ہیں اور قاضی محمد اسلم ، ملا محمد اسلام ، مفتی شیخ محب علی سرہندی اور صاحب کرامات شیخ ناظر حضرت کے ایما سے نماز استسقا کے لیے جنگل میں گئے تھے ۔ چونکہ خدا کی عنایت نازل ہونے والی تھی اور اس نیک کردار بادشاہ کی قدر و منزلت خدا کو ثابت کرنی تھی لہٰذا حضرت محمد مصطفیٰ کی اُمت کے عالموں اور فاضلوں کی دعا قبول ہوئی

اور حضرت کی دینداری کا رتبہ ہندوستان کے کافروں تک کو معلوم ہو گیا - کسی قدر بارش ہوئی - یہ برکت کا مہینہ رسول پاک کے میلاد مبارک کا مہینہ ہے چونکہ ظل سبحانی کی ولادت بھی اسی ماہ کی آخری تاریخ کو ہوئی ، لہٰذا پروردگار نے اسی مناسبت سے سارے عالم کو اپنے فیض و کرم سے سیراب کر دیا - چند روز بعد خوب بارش ہوئی - خدا کی اس عنایت کے سبب قحط کا خوف رفع ہوا اور لوگوں کو اچھی فصل کی امید بندھی -

بتاریخ ۹ شہریور (۲۹ اگست) میر جملہ بخشی ہوئے اور فالج کے مرض میں یکایک مبتلا ہو کر فوت ہو گیا - خشک مزاج سید تھا - جس کے مزاج میں سختی تھی - نرمی ، دل دہی اور مدارات سے کام نہیں لیتا تھا - حسن سلوک سے بالکل بے بہرہ تھا - مزاج میں بد کلامی اور غلو تھا - اکابر دین سے عقیدت رکھنے کی بجائے تعصب رکھتا تھا - غرض اس کے طور طریقے بادشاہ کو پسند نہ تھے - اگرچہ حضرت اپنے مرحوم علاموں کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں لیکن اسے یہ سعادت حاصل نہ ہوئی اس کی جگہ معتمد خاں کو میر بخشی مقرر کیا - تربیت خاں کو دو ہزاری ذات بارہ سو سوار کا منصب دے کر بخشی دوم کا عہدہ عطا فرمایا -

۱۳ شہریور (۲ ستمبر) کو حضرت نے جعفر خاں کی عالیشان حویلی میں جو دریائے جمنا کے کنارے تعمیر ہوئی تھی قدم رنجہ فرمایا - ہفتے کی شب کو شام سے ایک پہر رات گزرنے تک حضرت نے بزم ماہتابی کو اپنے نور جمال سے منور کر کے خان موصوف کو سرفرازی بخشی -

شاہزادۂ جواں بخت اورنگ زیب بہادر کا دولت آباد کو روانہ ہونا

والا گوہر شاہزادے کی شادی بڑی دھوم دھام اور برکت کے ساتھ انجام پائی - اس کے بعد انہیں اپنے مرکز حکومت یعنی دولت آباد کو جانا تھا ، لیکن نجومیوں کی کوشش کے باوجود کوئی مبارک گھڑی اس مقصد کے لیے معین نہ ہو سکی - لہٰذا شاہزادۂ جواں بخت پانچ ماہ تک والد ماجد کی حضوری سے مستفیض ہوتے رہے - بالآخر نجومیوں نے جو دن کیا نہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۴۷ھ کو اتوار کے دن ڈھائی گھڑی گزرنے پر روانگی

مبارک ہوگی - چنانچہ حضرت نے کمال عنایت و شفقت سے اس فرزند سعد یعنی شاہزادۂ اقبال مند کو فاتحہ خیر پڑھ کر نہایت رضامندی اور خوشنودی کے ساتھ خدا کے سپرد کرکے رخصت کیا - رخصت کے وقت خلعتِ خاصہ، خنجر و شمشیر خاصہ، طلائی زین والے دو گھوڑے نقرئی اور چاندی کی عماری والا نامور ہاتھی اور دو عدد عراقی اور ترکی گھوڑے عنایت فرمائے اور سرفراز کیا - کہلانی کا علاقہ جو نہایت آباد اور آب و ہوا کے لحاظ سے بہت ہی سازگار ہے اور خاندیس، دکن اور گجرات کے بیچوں بیچ واقع ہے - شاہزادہ کے حسب التماس آئمغا عنایت ہوا تاکہ اس عنایت سے بہرہ مند ہو کر دو سرے آباد جھنڈے کے بعد اپنے لشکر کو آراستہ کر سکے - سو دست من بر بھرجی زمیندار نے قبضہ کر رکھا تھا - حکم ہوا کہ اس کے ہاتھ سے نکال کر اپنے قبضے میں لے لیں اور لشکر کا سارو سامان درست کریں - عبداللہ خان کا بھتیجا ہمت خان ڈھائی ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کے منصب پر ممتاز ہوا - دہلی کی صوبیداری اسے عنایت ہوئی - آگاہ خان ہزاری ذات[1] دو ہزار سوار کے منصب اور ترکرے کے دریا پار والے علاقے کی صوبیداری پر مامور ہوا -

اقبالِ بادشاہی اور خادمانِ سلطنت کی جد و جہد سے ملکِ تبت اور اس کے مستحکم قلعوں کی فتح نیز دیگر حالات

خدا کا شکر ہے کہ تائیدِ ازلی کی بدولت شادمانی و کامرانی کے خزانوں کی کنجیاں حضرتِ ظلِ سبحانی کو ملی ہیں - اس لیے خوش سرانجی

۱ - عملِ صالح طبع کلکتہ اور مجلسِ ترقیٔ ادب لاہور والے نسخے میں آگاہ خان کا یہی منصب لکھا ہے جو صریحاً غلط ہے - جلد سوم کے آخر میں جہاں منصب داروں کی فہرست درج ہے - آگاہ خان کو ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ سوار والے منصب داروں کی صف میں درج کیا ہے - ظاہر ہے کہ دسویں سالِ جلوس میں آگاہ خان کا منصب ہزاری ذات اور ہزار سوار یا کچھ کم ہوگا - دیکھیے جلد سوم صفحہ ۴۴۸ -

کے سبب حضرت نے تمام مہمات کی بنیاد اللہ کے اسی عطیے پر رکھی ہے ۔ جس طرح اس سے پہلے بھی کوچ بہار اور آسام کے راستے ختا اور چین کا علاقہ فتح ہوا تھا ، اس مرتبہ بھی تبت کی فتح میں اقبال خداداد نے اپنا کرشمہ دکھایا ۔ شاہی لشکر قریبی راستے سے تبت کی طرف بڑھا اور اقبالِ شاہجہانی کے سائے میں کامیاب ہوا ۔ اس فتح کی تفصیل یہ ہے کہ جہانگیر بادشاہ ہمیشہ تبت اور تبتِ کلاں (قراسب) کی فتح کا ارادہ رکھتے تھے) اس سلسلے میں کئی مہمات بھی بھیجی گئیں ۔ ایک بار علی رائے تبتی کی زمینداری میں لشکر روانہ فرمایا تھا ۔ کشمیر کا صوبیدار ہاشم خان بھی بڑا بھاری لشکر لے کر ادھر روانہ ہوا تھا ۔ یہ علاقہ دشوار گزار پہاڑوں اور ہولناک گھاٹیوں سے بھرا ہوا ہے ۔ راستے نہایت تنگ ہیں ۔ جاڑوں میں دو ڈھائی مہینے تک برف کی اسی کثرت اور گھاس کی قلت رہتی ہے کہ لشکر کا ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ۔ ان وجوہ سے ہاشم خان وہاں داخل نہ ہوسکا اور ان پہاڑوں میں بہت سے سپاہی کھپانے کے بعد سخت نقصان اٹھا کر واپس آیا ۔ بظاہر انھی وجوہ سے وہ ناکام رہا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تبت کی فتح کا وقت جب تک آیا نہ تھا اسی لیے اس کی فتح میں تاخیر ہوئی ۔

اس سال یہ کام انجام کو پہنچا ۔ کشمیر کا صوبے دار ظفر خان ولد خواجہ ابوالحسن حضرت کے حسب الحکم اس علاقے کی تسخیر پر متوجہ ہوا ۔ ظفر خان کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور حضرت کے اقبالِ بے زوال کے سبب فتح و ظفر نصیب ہوئی ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب ظفر خان اپنی فوج اور کمکی لشکر نیز مقامی زمینداروں کے مہیا کردہ آدمی یعنی دو ہزار سوارِ جرار اور دس ہزار بہادر پیادے ہمرکاب لے کر تبت کی طرف بڑھا ۔ کمراج[1] کے راستے دشوارگزار گھاٹیاں طے کرتا ہوا صدپارہ کی پہاڑی پر پہنچا جو سنگلاخ اور ناہموار ہونے کے سبب سدِ سکندری کو مات

---

۱ ۔ بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۲ پر کمراج کے بجائے کرچہ لکھا ہے ۔

کرلی تھی۔ یہاں کلدبلکی اتنی تاریک اور خطرناک تھی کہ یہاں صرف پیادہ آیا تھا۔ بدبخت ابدال وند علی رائے نے یہاں ایسی تو پیں لاکر اس ناکے پر نشانے باز بندوقچی بٹھا دیے۔ مگر کچھ بس نہ چلا۔ کیونکہ اگر لاکھوں حملہ آور بھی ہوتے تو یہاں اس روکے رکنے والے نہ تھے۔ بندوقچی کافی تھے۔ یہاں شاید ایزدی نے معجزہ دکھایا۔ معمولی سی جھڑپ کے بعد وہ سب بدبخت شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لشکر شاہی کے دلاوروں کو دیکھ کر ایسے مرعوب ہوئے کہ بات میں جان گنوا دی۔

ظفر خاں ان کا تعاقب کرتا ہوا تھا۔ کشمیر سے روانگی کے ایک ماہ بعد سرحدی رگمے گردو میں پہنچا جو دریائے سندھ کے ورلے کنارے پر ہے۔ یہاں کا قلعہ جس میں ظفر خاں نے قیام کیا، دراصل دو قلعے ہیں (دوہرا قلعہ ہے)جسے علی رائے نے پہاڑ کی چوٹی پر تعمیر کیا تھا۔ دریائے سندھ شمال کی طرف اس کے قدم چوم کر گزرتا ہے۔ اس قلعے کو ایک راستہ نیچے کی طرف سے آیا ہے۔ عام راستہ جو دامنِ کوہ سے آتا ہے۔ ایسا تنگ و تاریک ہے کہ چار آدمی اس کا ناکہ گھیر کر لشکروں کو روک سکتے ہیں۔ یہاں ابدال نے بالائی قلعے کربوچہ میں پناہ لی تھی۔ دوسرا قلعہ کھراگ جو اس سے نیچے ہے اسے اپنے ایک معتمد محمد مراد کے سپرد کردیا تھا۔ ایک اور قلعہ جس کا نام شکار[2] ہے دریا کے پار واقع ہے۔ ابدال نے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو وہاں محفوظ کرکے اپنے خورد سال بیٹے اور علی کوکہ کو بہادر سپاہیوں کے ساتھ اس کی نگہبانی پر مامور کیا تھا۔ ظفر خاں نے سن رکھا تھا کہ کربوچہ اور کھراگ نہایت مستحکم قلعے ہیں۔ باقی کا بھی یہی حال ہے۔ محاصرے سے انھیں فتح کرنا ممکن نہیں۔ جگہ کچھ ایسی بے ڈھب ہے کہ دو ماہ سے زیادہ وہاں ٹھہرنا محال ہے۔ رسد اور چارہ پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں۔ حملہ آور کو یہاں پہنچتے پہنچتے دو مہینے لگ جاتے ہیں۔ آٹھ ماہ برف باری ہوتی رہتی ہے۔ دو مہینے باقی رہے سو ان میں محاصرہ کرکے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

۲۔ بادشاہ نامہ میں اس جگہ کا نام شکردر تحریر کیا ہے۔

واپسی کے وقت راستے کچھ اس طرح مسدود ہو جاتے ہیں کہ گزرنا محال ہے۔

یہ تمام باتیں سوچ کر ظفر خاں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو، یہاں کے باشندوں اور سپاہیوں کی دلجوئی کرکے اپنی طرف ملا لے کیونکہ یہ لوگ ابدال کی بد سلوکی سے آزردہ رہتے تھے۔ کامیابی کی راہ یہی ہے۔ ساری کوشش اسی میں صرف کی جائے۔ ایک دستے کو دریائے سندھ کے پار بھیج کر قلعۂ سکار کا محاصرہ کر لیا جائے۔ یہ سوچ کر ابدال کے بھائی آدم خاں اور تبت کے سپاہیوں کو جو مدت سے بادشاہی فوج میں ملازم تھے، کشمیری زمینداروں کے ساتھ جو تبت والوں کے بڑے آشنا تھے، اس بات پر مامور کیا کہ مقامی باشندوں اور سپاہیوں کو لالچ دے کر اپنی طرف ملا لو۔ اگرچہ گرنوچہ اور کھاک کو فتح کرنا ممکن نہ تھا لیکن ظفر خاں نے ان کا محاصرہ کرکے ابدال کو گھیر لیا۔ باشندوں اور سپاہیوں کو بے دریغ دولت خرچ کرکے اپنا بندۂ احسان بنایا۔ کسی کو خلعت دیا، کسی کو گھوڑا۔ تھوڑے ہی عرصے میں دلجوئی کے سبب بہت سے آدمی ظفر خاں سے ملنے کے لیے آئے۔ اب ظفر خاں نے اپنے وکیل میر فخر الدین تفرشی کو ایک بادشاہی منصب دار فرہاد بلوچ اور چار ہزار سوار اور پیادے دے کر قلعۂ سکار کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ میر فخر الدین اپنے ساتھ کشتیوں کے ڈھانچے چھلانے کے لیے لایا تھا۔ دریائے سندھ کے کنارے پہنچتے ہی انھیں جوڑ کر کشتیاں تیار کر لیں۔ سپاہیوں کو اُن میں بٹھا دیا۔

یہاں دریائے سندھ بڑی تندی کے ساتھ بہتا ہے۔ پانی میں جا بجا اونچی اونچی چٹانیں ہیں جن کے سبب کشتی کا سلامت پار لگنا ممکن نہیں۔ سامنے کے گھاٹ پر ابدال کے آدمیوں نے اونچا سا پشتہ باندھ کر بندوقچی تعینات کر دیے تھے۔ مجبوراً فخر الدین نے اس سر زمین کے باخبر آدمیوں سے مشورہ کرکے طے کیا کہ نشیب کے رخ نیچے کی طرف چل کر کشتیوں میں دریا عبور کریں۔ الغرض کشمیری ملاحوں کو ساتھ لے کر چپ چاپ آدھی رات کے وقت دریا پار کیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

پھر اوپر کی طرف بڑھ کر پشتے والوں پر قضائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے جو گھاٹ کی طرف سے بالکل مطمئن ہو کر خواب خرگوش میں محو تھے۔ بہت سے مارے گئے، باقی بھاگ نکلے۔ ہاشمی نسب سید یعنی میر فخر الدین جو وقتی شجاعت کی بدولت راہ کے سامنے میں قلعۂ شکار تک جا پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ بہت اونچے پہاڑ پر واقع ہے۔ ابدال کا پندرہ سالہ بیٹا جو کم سنی کے باوجود کارگزار اور دلاور تھا، فخر الدین کے ساتھیوں کو ناکارہ سمجھ کر نہایت شوخ چشمی کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلا۔ میر مذکور بھی شجاعت کے نشے میں پیدل ان کی طرف بڑھا اور راستہ روکا۔ عین پہاڑ پر ہنگامۂ جنگ گرم ہوا۔ سم کے آدمی کوہستان کو اپنی پناہ سمجھ کر اور بلندی پر ہونے کے سبب شاہی بہادروں پر سخت حملے کرنے لگے۔ ان جانبازوں نے کمال استقلال سے سینہ سپر ہو کر اس کوہستانی سیلاب کو روکا بلکہ بڑی بے خوفی کے ساتھ انھیں مغلوب کرنے پر کمر باندھی سٹ پٹ ہو کر اس طرح حملہ کیا کہ بہت سوں کو مار گرایا۔ شاہی لشکر میں سے صرف فرہاد لوچ زخمی ہوا اور ظفر خاں کے کچھ آدمی کام آئے۔ آخرکار تائید ایزدی کی بدولت تیرہ باطن غنیم پر خوف طاری ہوا۔ تمام سپاہی ہمت ہار کر ایسے بھاگے کہ قلعے میں جا کر دم لیا۔

بادشاہی لشکر نے قلعے کے پھاٹک تک ان کا تعاقب کیا۔ بعد ازاں دمدمے بنانے شروع کیے۔ جلد جلد اپنی جگہ بنا لی کہ محصورین کی گولیوں اور تیروں سے بچ سکیں۔ ابدال کے کم عمر بیٹے پر شاہی دلاوروں کی بہادری سے ایسا رعب چھایا کہ بد حواس ہو گیا۔ اسی اثنا میں ایک اور ایسا لطیفۂ غیبی واقع ہوا کہ اس کی رہی سہی ہمت جواب دے گئی۔ ہوا یہ کہ جب لڑائی کے بعد شاہی فوج نے قلعے والوں کا تعاقب کیا تو علی کوکہ کے داماد اور اس کے کچھ عزیزوں کو قلعے میں داخل ہونے کا موقع نہ ملا۔ جان بچانے کے لیے پہاڑ میں گھس گئے۔ پھر وہاں سے نکل کر ایک غار کے اندر پناہ لی۔ مغرب کے وقت جب تاریکی چاروں طرف پھیل گئی تو ڈرتے کانپتے وہاں سے نکلے۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ بند

تھا اور باہر رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ مجبوراً فیصلہ کیا کہ میر فخرالدین سے امان مانگیں۔ آدھی رات کو قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ جب میر صاحب کی طرف سے اطمینان اور دلجوئی سے بھرا ہوا جواب ملا تو سب اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ معمولی تھا لیکن علی کوکہ کے دشمنوں کو موقع مل گیا۔ فوراً ابدال کے بیٹے سے جا لگائی کہ جس علی کوکہ پر آپ کو اعتماد ہے وہ بادشاہی لشکر سے ملا ہوا ہے۔ داماد کو بھیج کر اپنے واسطے عہد نامہ حاصل کر رہا ہے۔ ساز باز کر کے عنقریب قلعے کا پھاٹک کھول دینے کی فکر میں ہے۔ اگرچہ [illegible] بات تھی لیکن وہ لڑکا یہ سنتے ہی بدحواس ہوگیا۔ کوکہ کے سامنے بڑی بیقراری اور مسکنی کے ساتھ رو کر یوں بولا کہ اگر یہ قلعہ [illegible] حوالے کرنا ہی تھا تو مجھ سے کیوں پردہ رکھا۔ میں [illegible] تھا نہ منع کرتا تھا۔ کوکہ نے بہت سی قسمیں کھائیں [illegible] تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں لیکن لڑکے کے دل [illegible] نکل سکی۔ بالآخر کوکہ کو قسم دے کر یہ وعدہ لے [illegible] اس قلعے [illegible] نکل کر کاشغر تک میرے ساتھ چلو۔ کوکہ نے مجبوراً [illegible] مان لی

ابدال کے بیٹے کو خوب اندازہ تھا کہ اکثر سپاہی [illegible] برگشتہ ہو چکے ہیں اور شاہی سرداروں کی دلدہی کے سبب [illegible] گئے ہیں۔ عنقریب قلعے کی کنجیاں حوالے کر دیں [illegible] شام کی تاریکی پھیلی، وہم و ہراس کے سبب تین چھوٹے بھائیوں [illegible] اور رفیقوں کو قلعے میں چھوڑا، باپ کے خزانے میں سے سونا [illegible] قیمتی چیزیں لے کر کاشغری دروازے سے نکلا اور [illegible] مقصود [illegible] لی۔ صبح کے وقت کہ مرداد کی تین تاریخ (۲۳ جولائی [illegible] میر فخر الدین کو پتہ چلا کہ اقبالِ خداداد کی برکت [illegible] ہوا خواہوں کے قبضے میں آ چکا ہے، سب سپاہیوں [illegible] ہوا۔ ابدال کے بیٹوں اور مستورات کو گرفتار کر کے فوج [illegible] کے تعاقب میں بھیجا۔ وہ تو ہاتھ نہ آیا لیکن [illegible] جو بدحواسی میں اس سے چھوٹ گئے تھے، فوج کے [illegible]

میر فخر الدین نے اُن کی فہرست بنوا کر حوالۂ محاصرہ کے لیے محفوظ کردی ۔ قلعے کا مال و اسباب اچھی طرح ضبط نہ ہو سکا ۔ قلعے کے مقامی باشندوں نے کہہ دیا کہ کچھ سامان تو ابدال کا بیٹا لے کر نکل گیا تھا ، کچھ شاہی لشکر کے آدمیوں نے لوٹ لیا ۔ صحیح حال خدا کو معلوم ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ کچھ سامان تو قلعے والوں نے سمیٹا اور کچھ لشکر کے لٹیروں نے ۔ [illegible] کسی کا بھی معلوم نہ ہو سکا ۔

پھر بھی قلعے کی فتح بہت بڑا کارنامہ تھی جو تائیدِ ایزدی کے سبب حاصل ہوئی ۔ دوستوں کے دل بڑھ گئے دشمن کا حوصلہ پست ہو گیا ۔ محمد سردار نے عنایتِ پروردگار پر بھروسا کرکے قلعۂ گریوچہ و کھاک کی تسخیر پر کمر باندھی ۔ مقامی باشندوں سے عہد و پیمان کرکے ترغیب اور لالچ کے دام میں پھانسا ۔ سن چکا تھا کہ دونوں قلعے کے آدمی غلے کی قلت کے سبب سخت پریشان ہیں ۔ اب یقین ہو کہ فتح قریب ہے ۔ اس کے کچھ آدمیوں کو جنھیں اپنی بخشش سے بندۂ زر خرید بنا لیا تھا ، درمیان میں ڈالا اور اُن کی زبانی پیغام بھیجا ۔ ان لوگوں نے قلعے والوں کو وعدہ وعید سے ایسا موم کیا کہ سب کے سب ابدال سے منحرف ہو کر اس کے خون کے پیاسے بن گئے ۔ لالچی ایسے تھے کہ تھوڑی سی رقم کی خاطر بیٹے کو قتل کر دیں اور جگر بندوں کا سینہ چاک کر ڈالیں ۔ ابدال کا کیا لحاظ کرتے ۔ اُس سنگدل نے بے شمار بت والوں یا اُن کے عزیزوں کو عذاب دے دے کر مارا تھا اور ذرا سے شبہے میں اُن کی اولاد اور عزیزوں کو پکڑ کر کاشغر کے نواح میں بیچ ڈالا تھا ۔ حالت یہ تھی کہ ظفر خاں نے محاصرے میں کچھ نرمی کرکے ابدال سے صلح کی گفت و شنید شروع کی ۔ وہ بیوقوف ایسے ہی بہلاوے سے دم میں آ گیا ۔ ظفر خاں نے دم دلاسے سے ، کہ ایسے موقعوں پر اللہ فریبی ہی سب سے بڑی دانائی ہے ، اُس احمق کو ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ بالکل غافل ہو گیا ۔ صلح اور [illegible] پڑنے کی [illegible] میں قلعداروں کی طرف سے بالخصوص قلعۂ کھاک کی [illegible] سے بےخطری اختیار کر لی ۔ جنگ و پیکار کا خیال چھوڑ کر [illegible]

اُدھر تبت کے باشندے جو ظفر خاں کے ہوا خواہ ہو کر ابدال سے بالکل منحرف ہو چکے تھے ، اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ ۵ ۔ شہر یور ، ۲۵ اگست ۱۶۳۷ء بروز پنجشنبہ کھاک ، کا قلعہ شاہی دلاوروں کے قبضے میں دے دیں ۔ با تدبیر سردار نے اپنے ایک رشتے دار محمد زماں اور اسلام خاں تبتی کی سربراہی میں ایک لشکر قلعے کی طرف بھیجا ۔ اسے دیکھتے ہی کھاک والوں نے بالخصوص ابدال کے وکیل محمد مراد نے پھاٹک کھول کر کنجیاں شاہی آدمیوں کے حوالے کر دیں ۔ ابدال کو یہ پتا لگا تو سمجھ گیا کہ میرے قلعے (کریوجہ) والے بھی منافقت کر کے مجھ سے غداری کریں گے اور مجھے پکڑ کر فوجِ شاہی کے حوالے کر دیں گے ۔ بد حواس و بیقرار ہو گیا ۔ شادماں ساکن بلتی کے وسیلے سے امان طلب کی ، ظفر خاں نے جاں بخشی اور امان کا وعدہ کر کے اسے مطمئن کر دیا ۔ ابدال بہت عاجزی و انکسار کے ساتھ ظفر خاں کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا ۔ اگلے روز ظفر خاں اپنی تمام فوج اور ابدال کو ہمرکاب لیے ہوئے قلعہ کریوجہ میں داخل ہوا ۔ اس کی مضبوطی دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ اتنا مستحکم تھا کہ اگر تائیدِ ایزدی اور بادشاہ سلامت کا اقبالِ بے زوال شریک نہ ہوتے تو اس کی تسخیر کسی صورت ممکن نہ تھی ۔ از سر نو خدائے پاک کی عنایت کا شکر بجا لایا ۔ خطبے میں خدا کی حمد ، رسولِ مقبول ؐ کی نعت آلِ اطہار اور اصحابِ وفا شعار کی منقبت کے بعد بادشاہ سلامت کا نام نامی پڑھا گیا ۔ حضرت کے نام سے قلعے کی جامع مسجد کا رتبہ اور بلند ہوا

حقیقت یہ ہے کہ اب تک تبت کی فتح کا خیال تک کسی بادشاہ کے ذہن میں نہ آیا تھا ۔ اسے پروردگار کی تائید اور اقبالِ شاہی کی نیرنگ نمائی کہیے کہ یہ علاقہ سہولت سے فتح ہو گیا ۔ ظفر خاں نے اپنی عرضداشت میں تمام احوال لکھ کر بارگاہِ والا کو روانہ کر دی اسی اثنا میں میر فخر الدین بھی ابدال کے اہل و عیال اور دو لاکھ روپے قیمت کا سامان ساتھ لیے حاضر ہوا ۔ حسنِ اتفاق سے حبیب چک اور احمد چک کے اہل و عیال بھی ، جنھوں نے اعتقاد خاں کی صوبے داری میں بغاوت کی تھی ، پھر ابدال کے پاس پناہ گزیں ہو گئے تھے اور ان

دونوں ابدال کے اشارے سے کشمیر کی طرف نکل گئے، یہ بھی گرفتار ہوئے۔ حبیب چک وہ شخص ہے جس نے اکبر بادشاہ کے ایک امیر مرزا علی کی صوبے داری کے زمانے میں فتنۂ عظیم برپا کیا تھا۔ جب [illegible] تبت میں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ اب [illegible] سرکشی، چاروں اور [illegible] کو [illegible] لگے آپ۔ [illegible] کے [illegible] رہے [illegible] چلے [illegible]۔ ظفر خان اس علاقے کے بندوبست اور ابدال کے مال و اسباب کی [illegible] سے قاصر رہا۔ تبت کی سرزمین [illegible] معتمد [illegible] ابدال کے بھتیجے محمد مراد کے سپرد کر دیا جس نے اظہار اطاعت کے طور پر [illegible] کی کنجیاں ظفر خان کے حوالے کی تھیں۔ پھر اس علاقے کے [illegible]، سرداروں اور ابدال کو اہل و عیال سمیت ہمرکاب لے کر [illegible] کے راستے کشمیر میں داخل ہوا[1]۔

ظفر خان کی عرضداشت سے حضرت کو اس فتح کا حال معلوم ہوا۔ اگرچہ اس نے بڑی مستعدی سے یہ نازک مرحلہ طے کیا تھا لیکن اتنی کوتاہی ہوئی کہ مفتوحہ علاقے کا معقول بندوبست نہ کر سکا۔ تمام قلعے کسی معتمد شاہی سردار کے بجائے ابدال کے بھتیجے کے سپرد کر دیے۔ بادشاہ باتمکین و ذی وقار کو اس کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ سخت ناخوش ہوئے اور اس پر کوئی نمایاں عنایت نہ فرمائی۔ تاہم اس خیال سے کہ اگر ظفر خان کو بالکل مایوس و محروم رکھا جائے تو دوسرے [illegible] ناامید ہوجائیں گے، حضرت نے اسے ایک خلعت اور مرصع جمدھر بھیج دیا۔ ترقی دے کر تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا۔

فتح تبت کی مفصل بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین اور اس کی گھاٹیوں، وادیوں اور راستوں کی کیفیت بھی رقم کی جائے۔ پہلے راستے کا حال سنیے، پھر باقی چیزوں کا مختصر بیان کروں گا۔ تبت کے چاروں طرف فلک بوس پہاڑ کھڑے ہیں۔ ایک راستہ قرابت،

١۔ ظفر خان کے ہمرکاب تبت کا لاما (مرتاض بزرگ) بھی آیا تھا۔ دیکھیے مآثر الامرا جلد دوم ص ٧٥٨، طبع کلکتہ۔

کاشغر، بدخشاں اور نواحی پہاڑ ہمکال سے ہوتا ہوا یہاں تک آتا ہے۔
کشمیر کی طرف سے دو راستے ہیں، ایک کمراج[1] سے ہو کر جس سے ظفر خاں آیا تھا۔ دوسرا لار کی طرف سے جو ظفر خاں نے واپسی کے وقت اختیار کیا۔ پہلی راہ میں تین چار منزلوں کا پھیر تو ہے لیکن سردی، برف اور یخ کی زیادہ شدت نہیں۔ دشوار گزار ٹیلے اور ہولناک گھاٹیاں ایسی تنگ ہیں کہ دو سوار پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتے۔ بعض جگہ یہ حال ہے کہ سوار کا تو کیا ذکر، پیدل کا بھی گزرنا مشکل ہے۔ لار والا راستہ اگرچہ کسی قدر کم فاصلہ ہے تاہم برف اور یخ سے اٹا رہتا ہے۔ بارش کی یہ کثرت ہے کہ آٹھ ماہ تک طوفانی جھڑی لگی رہتی ہے۔ برف باری ایسی شدید ہوتی ہے کہ ذرا سی دیر میں یخ کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر انسان تو کیا، ہوا کو بھی وہاں سے گزرنا محال ہے۔ بعض گھاٹیاں ایسی سخت ہیں کہ روز ازل سے آج تک یخ پوش ہیں۔ بارہ مہینے برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ درمیان میں نصف کوس اونچا پہاڑ ہے جسے برف و باراں کا مرکز کہیے۔ اس کے دامن سے بڑے بڑے دریا برف کی چادر کو سرکا کر نکلے ہیں۔ کہیں کہیں یخ کے تودوں پر ندیاں جاری ہیں جن سے برف کی سد سکندری میں بڑے وسیع شگاف پڑ گئے ہیں۔ موسم ساز گار ہو اور راستہ کھلا ہو تو پیدل یا سوار مسافر یخ پر سے گزرتے ہیں۔ اس راہ میں کشمیر سے بیس کوس کے فاصلے پر کوس بھر اونچا پہاڑ پڑتا ہے۔ یہاں راستہ اتنا ڈھالو اور تنگ ہے کہ سوار ہو کر گزرنا ممکن ہی نہیں۔

المختصر تبت کا علاقہ اکیس پرگنوں پر مشتمل ہے۔ ۳۷ قلعے ہیں جن کے گرد اونچے اونچے پہاڑ کھڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے آس پاس کا رقبہ مختصر ہے۔ گیہوں اور جو کی فصل ہوتی ہے لیکن اتنی قلیل کہ باشندوں کو کفایت نہیں کرتی۔ اب تک اس سرزمین پر اچھی طرح بادشاہی تصرف نہیں ہو سکا لہٰذا مالیے کے متعلق ٹھیک اندازہ نہیں

۱۔ ماثرالامرا جلد دوم ص ۵۸۷ طبع کلکتہ میں اس راستے کا نام کرج لکھا ہے۔

کر سکتے ۔ کہتے ہیں کہ سالانہ مالیہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہوتا ۔ ایک دریا ہے گویا سونے کے ریزے بہاتا ہے جس کی قیمت سات روپے تولے ہوتی ہے ۔ اس کے ٹھیکے سے زمینداروں کو دو ہزار تولے کی یافت ہو جاتی ہے ۔ میووں میں آلو ، انگور ، آڑو اور خربوزے نہایت میٹھے ہوتے ہیں ۔ سب سے نادر میوہ یہاں کا سرخ سیب ہے جو اندر سے اور سادہ سرخ ہوتا ہے ۔ عجیب بات ہے کہ تمام میوے یعنی توت ، انگور ، آڑو زرد آلو ، خربوزے ، ککڑیاں وغیرہ سب ایک ہی موسم میں پک کر تیار ہوتے ہیں ۔

سن ۱۱ جلوس مبارک

یکم جمادی الثانی ۱۰۴۷ھ منگل کے روز (۲۱ اکتوبر ۱۶۳۷ء) جلوس مبارک کا گیارھواں سال جشن و خوشی شروع ہوا ۔ سارے جہان میں عیش و طرب اور مسرت و شادمانی کی ریل پیل ہو گئی ۔ شاہ ہمت کشور اقبال خداداد کے ساتھ بارگاہِ خاص و عام میں تشریف لا کر تخت طاؤس پر جلوہ گر ہوئے اور سالانہ دستور کے مطابق دونوں ہاتھوں سے زر و گوہر لٹانے شروع کیے ۔ پنجۂ آفتاب کی طرح اتنی زرفشانی کی کہ محتاجوں مسکینوں کے دلی مطالب پورے ہو گئے ۔ اس تاریخ پر الہداد کے دو داماد یعنی محمد زمان اور صاحب داد ، الہداد کا ایک نواسا قادر داد ولد محمد زمان ، الہداد کی بیوی علائی جو رشید خان کی بہن ہے ۔ پسر عبدالقادر ولد الہداد[1] کے بہت سے رفیق جنھیں سعید خان نے اس کے مرنے کے بعد بڑے جتن سے قبضے میں لا کر بارگاہِ والا میں بھیجا تھا ، حاضر ہوئے ۔ بادشاہِ عفو شعار نے ان کی خطائیں معاف کر کے محمد زمان اور صاحب داد کو گھوڑا اور خلعت عطا فرمایا ۔ باقی کو خدمت ملی ۔ سب کو تلنگانے کے صوبے دار رشید خان کے پاس بھیج دیا جو الہداد کا چچا زاد بھائی ہے ۔ ۹ تاریخ کو

---

۱ ۔ مآثرالامرا جلد دوم ص ۵۶ ، طبع کلکتہ پر یہ نام احد داد درج ہے ۔

راجہ انوپ سنگھ کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا جے رام بارگاہِ شاہی میں حاضر ہوکر خلعت اور ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب سے سرفراز ہوا؛ ہاتھی، گھوڑا اور راجا کا خطاب عطا ہوا۔ مرحوم کے باقی چار بیٹوں کو حسب حال مناسب منصب عنایت ہوئے۔

۱۹ تاریخ کو حکیم فتح اللہ شیرازی کا بھائی حکیم صالح ایران سے آکر بارگاہِ شاہی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ دینپناہ کی حضوری میں پہنچ کر فلاحِ دارین حاصل کی۔ خاقانِ مسافر نواز نے خلعت اور تین ہزار روپے انعام دے کر شاہی ملازموں میں چہرہ لکھوا دیا۔ متھرا سے دارالملک پہنچی کہ وہاں کا فوجدار مرشد قلی خان کسی موضع کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے گیا تھا، مفسدوں نے دیوار کے نیچے مورچہ بنا کر ہنگامہ جدال گرم کر رکھا تھا، وہاں مرشد علی خان گولی کھا کر شہید ہوا۔ حضرت نے اس کی جاگیر اور عہدہ اللہ ویردی خان کو دے کر حکم فرمایا کہ مرحوم کا انتقام لو۔ ۲۰ تاریخ کو حکیم حاذق کو منصب سے برطرف کر کے پندرہ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

یکم شعبان ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۶۳۷ء کو حضرت نے امانت خان خطاط کو ہاتھی عنایت کیا۔ نواب مہدِ علیا ممتاز محل بیگم کے روضۂ تاج گنج میں گنبد کے اندر اسی باکمال نے کتابہ لکھا ہے۔ خوش نویسی میں بے نظیر ہے۔ ۹ شعبان ۲۷ دسمبر ۱۶۳۷ء کو حضرت نے شکار گاہ باری کی طرف توجہ فرمائی۔ ۱۲ شعبان ۳۰ دسمبر ۱۶۳۷ء کو باری کی جھیل کے کنارے شاہی نشیمن میں جسے لعل محل کہتے ہیں، حضرت نے قیام فرمایا۔ آپ کے فیض قدم سے یہ کوشک کانِ بدخشاں بن گئی۔ چند روز تک یہاں قیام رہا۔ اس عرصے میں تین شیر، چند ہرن اور نیل گائیں شکار ہوئیں۔

۹ رمضان مطابق ۱۶ فروری ۱۶۳۸ء دارا شکوہ، اکبر... [illegible]

جیراب ملی کہ مالامال ہو گئے ۔ اسی دن خان دوران ٹھٹھہ کی پیشکش نظر انور سے گزری کہ دودامی کے دو ہزار تھان زر مشجر تھے ۔ اگرچہ یہ کپڑا مالوا میں بہت تیار ہوتا ہے لیکن حضرت کے عہد مبارک میں اس کی نزاکت و لطافت انتہا کو پہنچ گئی ہے ۔ [illegible] ماشہ وار کا ایک تھان اسی روپے میں اور سادہ چالیس روپے میں بکتا ہے ۔ [illegible] پارچات میں کوئی کپڑا اس سے بڑھ کر نہیں [illegible] موسموں میں حضرت کا لباس خاصہ اسی سے بنتا ہے ۔ آج حکیم مومنا کا [illegible] ہزار روپے ماہانہ مقرر ہوا ۔ عبدالرحمٰن روہیلے نے ترقی پا کر ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ عبداللطیف [illegible] کو عقیدت خان کا خطاب ملا ۔

کریم داد کا مارا جانا

خانہ خراب بد سرشت کریم داد ، زور میں بہت سے رفیقوں کو ساتھ لے کر حدود لوہانی کی سرحد پر وقت گزار رہا تھا ۔ ان دنوں ہر قبیلے کے پٹھانوں نے سر کشی اور آزادی کے خیال خام باندھ کر اُٹھنے لگے [illegible] اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی ۔ سعید خان نے اس کی تنبیہ کی اور کوہاٹ کے علاقے کو تصرف میں لانے کے لیے افغان قبیلوں کے پندرہ ہزار تیر انداز جمع کر کے راہ حکمت سے [illegible] ، بہادر دل خان ، غیرت خان اور [illegible] اور دوسرے جانباز بہادروں کے ساتھ اندر روانہ کیے ۔ اسی فوج کے دو ہزار سوار بھی اپنے وکیل یعقوب کشمیری کے ہمرکاب اُن کے ساتھ کر دیے ۔ اتفاقاً اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے بعض پہاڑی باشندوں نے کریم داد کور کے بھائی کو اپنے جان و مال کی حفاظت کے خیال سے مار ڈالا ۔ یہ اجل رسیدہ پہلے بلخ گیا تھا ، اور ان دنوں نذر محمد خان کے اشارے سے چوری نغر قبیلے میں آ کر فساد ڈالنا شروع کیا کہ تم شاہجہاں بادشاہ کی اطاعت اختیار کرنے کے بجائے نذر محمد خان کو اپنا فرماں روا سمجھو ۔ اسی اثنا میں پہاڑیوں نے اُسے اور ہزار میراورک زئی کے بھائی کو مار ڈالا ۔ اس واقعہ کے سبب قبیلوں کے قبیلے لشکر شاہی میں آ ملے اور ہر مہم میں جاں نثاری

دکھانے لگے ۔ بادشاہی جانبازوں کی دلاوری سے خائف ہو کر کریم‌داد کو، اُن تین بیلوں کو ساتھ لے کر جو دل سے اس کے ہوا خواہ تھے ، دشوار گزار پہاڑوں میں جا گھسا ۔ وہاں آسمان سے برف اور بارش کی ناگہانی بلائیں اُن پر ٹوٹ پڑیں ۔ نیچے سے شاہی دلاوروں کے پیہم حملوں نے زندگی دوبھر کر دی علے چارے کی وہ قلت ہوئی کہ بھوکے مرنے لگے ۔ یوں بھی بادشاہی بندوقچیوں کے ہاتھ سے ہر روز سیکڑوں مرتے تھے ۔ عرض قبیلے والوں نے زندگی سے تنگ آ کر کریم‌داد کو مع متعلقین گرفتار کر کے بادشاہی سرداروں کے حوالے کر دیا ۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمان بھیجا کہ ملک عدم کو روانہ کر دو ۔ چنانچہ قتل ہوا ۔ دنیا نے اس کے فساد سے نجات پائی ۔

تاریخ ۲۵ رمضان ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۶۳۸ء حضرت کی سواری سوروں (ضلع ایٹہ) کی طرف روانہ ہوئی جہاں تالی اور خشکی کا ہر طرح کا شکار نیز درندوں کا شکار بہ کثرت ملتا ہے ۔ ۲۹ رمضان ۱۴ فروری ۱۶۳۸ء کو وہاں پہنچ کر دریائے گنگا کے کنارے خیمے ہوئے ۔ یہاں بہت سے خونخوار شیر بھی جمع ہو گئے تھے جن سے باشندوں کو نہایت نقصان پہنچ رہا تھا ۔ شاہ شیر شکار نے پہلے انہیں کی طرف توجہ کی ۔ تفنگ خاصہ سے گیارہ شیر ہلاک کیے ۔ تیسرے دن کشتیوں کے پل سے گنگا کو پار کر کے سیر و شکار کرتے ہوئے آگے بڑھے ۔ سبزے کی کثرت سے زمین پر ہرے مخمل کا فرش سا بچھا ہوا تھا ۔ ہر جگہ ایسے جانور شکار ہوئے کہ زمین اُن کے خون سے سرخ ہو گئی ۔ ۴ شوال سے ۱۵ شوال تک (۱۹ فروری تا ۲ مارچ ۱۶۳۸ء) اکیس شیر اور بے شمار چرند پرند شکار ہوئے ۔ یہاں سے حضرت نے دارالخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کی ۔ اس سفر میں جمال خاں قراول نے بہت اچھی خدمت سرانجام دی تھی ، حضرت نے خوش ہو کر چاندی میں تلوا دیا ۔ آٹھ ہزار روپے چڑھے جو اسے مرحمت کر دیے گئے ۔ شائستہ خاں کے سواروں میں سے ایک ہزار دو اسپہ مقرر ہوئے ۔ اس اضافے سے اس کا منصب پنج ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار (ان میں تین ہزار دو اسپہ سہ اسپہ) ٹھہرا ۔ راجا جے سنگھ وطن سے واپس آ کر حاضر خدمت ہوا ۔

۲۰ شوال ۱۰۴۷ھ مطابق ۶ مارچ ۱۶۳۸ء کو شاہزادہ والاجاہ سلطان اورنگ زیب کی عرضداشت سے حضرت کو اطلاع ملی کہ ۹ بن گوہر بحر سلطنت کے گھر میں شاہنواز خان صفوی کی دختر کے بطن سے ۱۰ شوال مطابق ۲۰ فروری ۱۶۳۸ء بروز یکشنبہ ایک صاحب زادی تولد ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس شاہزادی کا نام زیب النساء رکھا۔ ۲۲ شوال مطابق ۱۱ مارچ ۱۶۳۸ء قاضی خان کا بھتیجا رفیع الدین جو کابل میں تعینات تھا، علی مردان خان کی عرضداشت لے کر حاضر ہوا جس سے خبر ملی کہ خان نے شاہ ایران کی ملازمت ترک کر کے درگاہ شاہجہانی میں پناہ لی ہے۔ ۲۶ شوال مطابق ۱۲ مارچ ۱۶۳۸ء کو بادشاہ ملک بارگاہ نے آگرہ میں داخل ہو کر حریم خلافت کو اپنے نور جمال سے روشن فرمایا۔

قندھار اور دوسرے ایرانی قلعوں کا قبضے میں آنا

زمانے کا دستور ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے اور ہر مشکل مقررہ آدمی کے ہاتھ سے حل ہوتی ہے۔ جب تک کسی بات کا وقت نہ آ جائے وہ سر انجام نہیں ہوتا۔ قلعہ قندھار کا قبضے میں آنا اس حقیقت کا ثبوت ہے۔ اکبر بادشاہ کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا کہ مظفر حسین مرزا نے یہ قلعہ شاہی سرداروں کے حوالے کر کے دربار اکبری میں پناہ لی تھی۔ جب شاہ عباس صفوی ایران کے تخت پر بیٹھا تو اسے بڑی آرزو تھی کہ کسی طرح یہ قلعہ پھر ہاتھ آ جائے۔ اس نے مدتوں بعد جہانگیر بادشاہ کے عہد میں اپنے توشہ خانے کے داروغہ رسیل بیگ کو (جو آخر میں سپہ سالاری کے مرتبے کو پہنچا) خان عالم کے ساتھ بطور سفیر بھیج کر التماس کی کہ یہ قلعہ ہمیں عنایت کر دیجیے۔ جہانگیر بادشاہ نے اس بات کا جواب نہ دیا۔ خان جہان لودھی کو جو قوم اور قبیلے کی کثرت نیز ساز و سامان اور تجمل کی افراط کے سبب بادشاہوں کی سی شوکت رکھتا تھا، وہاں کا قلعدار مقرر فرما دیا۔ ان دنوں حکومت کی عنان نور جہان بیگم کے ہاتھ میں تھی؛ وہ انجام کو تو کیا کسی معاملے کے آغاز کو بھی نہ دیکھتی تھی۔

خان جہاں نے بیگم کے وسیلے سے گزارش کی کہ مجھے ملتان کی صوبےداری عنایت فرمائی جائے۔ قندھار کی نگہبانی عبدالعزیز خان نقشبندی کے سپرد کیجیے۔ اگر کسی وقت ایران کا تاجدار اس طرف حملہ کرے گا تو یہ جانثار مقابلے کے لیے پہنچے گا اور جانفشانی کے جوہر دکھائے گا۔

اس اثنا میں محلات کی سیاست نے کئی گل کھلائے۔ شاہزادۂ بلند اقبال (شاہجہاں) دکن والوں کو تنبیہ کے لیے برہان پور میں لشکر لیے پڑے تھے۔ شیر افگن کی صلب سے نور جہاں بیگم کی ایک بیٹی تھی جو شاہزادہ شہریار سے بیاہی تھی۔ اس نسبت سے حضرت کو شہریار سے عداوت تھی۔ چنانچہ شاہزادہ خسرو کو جسے جہانگیر بادشاہ نے اُن دنوں شاہزادے (شاہجہاں) کے سپرد کر رکھا تھا آپ (شاہجہاں) نے مروا دیا۔ پھر بہت بھاری لشکر جمع کرکے والدِ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ نور جہاں بیگم کا زور توڑیں۔ فساد پھیلانے والوں نے جہانگیر بادشاہ کو بھڑکا دیا کہ شاہزادہ اتنا بڑا لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے، سب اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ جنت مکانی نے مہابت خان کو جو پرویز کا طرفدار تھا، تمام لشکر دے کر بڑھایا اور حکم دیا کہ شاہزادے کو ادھر آنے سے روک دو۔ اس کاٹ چھانٹ سے بڑے فتنہ و فساد رہا ہے۔ مکاروں، دغا بازوں کی خوب بن آئی۔

زنبیل بیگ سفیر ابھی جہانگیر کے دربار ہی میں تھا، اس نے بالا بالا شاہ عباس کو لکھ بھیجا کہ یہاں باپ بیٹے میں ٹھنی ہوئی ہے۔ سارے ملک میں ہنگامہ برپا ہے۔ قندھار کو چھینا ہے تو چھین لو۔ اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔ شاہ نے یہ خبر پڑھتے ہی لشکر جرار کو حرکت دے کر قندھار کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں یہی صورت رہی۔ پھر عرصے تک سخت معرکہ ہوتا رہا۔ فریقین نے خوب خوب جنگ کی۔ بالآخر قلعے والوں کی حالت خراب ہو چلی۔ عبدالعزیز خاں نقشبندی نبرد آزمائی اور لڑائی کے فن سے بے بہرہ تھا۔ چونکہ ہمیشہ سے دودمانِ علیہ اور خاندانِ صفویہ میں دوستی اور اخوت کا سلسلہ قائم تھا عبدالعزیز خان قلعے میں اطمینان اور بے فکری سے وقت گزارا کرتا تھا۔ بندوقچیوں، توپچیوں وغیرہ کو بھی

کرنے کا غلے چارے کے ذخیرے جمع رکھنے کی فکر کبھی نہ کی۔ اب جو یہ معرکہ آ پڑا تو حتی المقدور پورا مقابلہ کیا لیکن جب غلہ بالکل ختم ہوگیا اور کمک پہنچنے کی امیدیں منقطع ہوگئیں تو ہمت ہار بیٹھا۔ ۱۰۳۲ھ (۱۶۲۳ء) میں کہ جہانگیر کا سترھواں سال جلوس تھا، ستمبر کے مہینے میں قلعے سے نکل کر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ نے اسے ہندوستان چلے جانے کی اجازت دی۔ قلعے کو گنج علی خاں کے انتظام میں دے دیا جو پہلے کرمان کا صوبے دار تھا۔ [illegible] ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔

چند سال بعد ہندوستان کے تخت سلطنت پر حضرت شاہجہاں نے جلوس کیا۔ اس وقت آپ نے عزم فرمایا کہ شاہ ایران کی اس جرأت اور دست درازی کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ دس برس تک آپ کو یہی فکر رہی کہ جس طرح ممکن ہو قندھار کو مسخر کر لیں لیکن کسی طرح یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ مدتوں خان جہاں لودھی کا فتنہ برپا رہا۔ اس کے قتل کے بعد اس کے حمایتی یعنی نظام الملک والی احمد نگر کی تنبیہ اور جھجھار سنگھ بندیلہ کے استیصال میں وقت صرف ہوتا گیا اور کئی قصے پیش آئے۔ قندھار کا معاملہ ملتوی ہی رہا۔ بالآخر پورا ہوا دل کی مراد کے مطابق تمام معاملات کا حسب دلخواہ سرانجام ہوگیا۔ دکن کے معاملات سے فارغ ہوکر حضور دارالخلافہ آگرہ میں دوبارہ تشریف لے آئے۔ اب آپ نے فتح قندھار پر پوری توجہ فرمائی۔ شاہ ایران کی طرف سے اس وقت قندھار کا قلعہ دار علی مردان خاں تھا، جس نے جو سنا کہ حضرت شاہجہاں کا اقبالمند لشکر فتح و ظفر کی ہوا میں بھرا ہوا اس طرف چلا آ رہا ہے تو اس کے پاؤں اکھڑ گئے، گھبرا کر شاہ صفی کو جو شاہ عباس کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوا تھا لکھا کہ معاملہ نازک ہے کمک بھیجیے۔ شاہ صفی نے سمجھا کہ علی مردان خاں مکاری کر رہا ہے، اس کے قتل کا ارادہ کرلیا بلکہ سارے خاندان کی تباہی کے درپے ہوگیا۔ اس کے بڑے بیٹے محمد علی بیگ کو جو سترہ سال کا تھا طلب کر لیا۔ پھر علی مردان خاں کا قضیہ پاک کرنے کے لیے سیاوش قلر آقاسی کو جو مشہد میں تھا، فرمان بھیجا کہ کمک کے بہانے فوراً قندھار پہنچے۔ برجوں اور فصیلوں کی مرمت کے

مطمئن ہوکر علی مردان خان کو قید کر لے ۔ ممکن ہو تو اسے وہیں قتل کر دے ورنہ حضور میں بھیج دے ۔

علی مردان خان کو بھی ان تمام امور کی اطلاع مل گئی ۔ دوراندیشی بلکہ انتہائی پریشانی و اضطراب کے تقاضے سے فیصلہ کیا کہ بارگاہِ شاہجہانی میں ملازمت کرلو ۔ ملک مودود کے بھائی کامران کے بدست سعید خان صوبہ دار کابل کے پاس اس مضمون کی عرضداشت بھیجی اور لکھا کہ اسے بہ صفحۂ راز حضرت کی خدمت میں روانہ کر دے ۔ ملک مودود کو ملتان کے صوبے دار قلیج خاں کے پاس بھیج کر اپنے ارادے سے مطلع کیا ۔ سیاؤش قلر کو لکھ بھیجا کہ سرِ دست تمہارا یہاں آنا مصلحت کے خلاف ہے ۔ اگر شاہجہانی فوج کے آنے سے پہلے تم یہاں آ جاؤ گے تو آدمیوں کی تعداد بڑھ جانے سے غلے کی قلت ہو جائے گی ۔ باہر ٹھہرو گے تو ممکن ہے شاہجہانی لشکر کسی وقت تم پر آ پڑے ۔ بہتر ہے کہ وہیں ٹھہرے رہو اور جب میں لکھوں آ کر میری مدد کرو ۔ سیاؤش قلر نے علی مردان خان کی ہدایت پر مطلق توجہ نہ کی ، کوچ کرتا ہوا فراہ تک آ پہنچا اور خانِ والا شان کو دوبارہ اپنے آنے کی اطلاع دی ۔ اس مرتبہ علی مردان خاں نے صاف لکھ بھیجا کہ جب تک جان میں جان ہے تمہیں قلعے کے نزدیک نہ پھٹکنے دوں گا ۔ مناسب یہی ہے کہ جھگڑا نہ بڑھاؤ ۔ جب سیاؤش قلر کو خوب اندازہ ہوگیا کہ علی مردان خاں نے شاہِ ایران سے منحرف ہو کر بارگاہِ شاہجہانی میں داخل ہونے کا ارادہ کر رکھا ہے اور ہندوستان کی افواجِ قاہرہ بہت جلد زورِ بازو سے قندھار پر قابض ہونے والی ہیں تو بہت پھرتی سے کشک میں پہنچ کر قیام کیا ۔ بے بنیاد مکاری کی باتوں سے بہت سے قزلباشوں کو علی مردان خاں کی طرف سے توڑ کر لشکر جمع کرنے لگا ۔ اس کے بہکانے سے بے شمار قزلباش سیدھے راستے سے ہٹ گئے بلکہ قندھار والوں تک کو باغی کر دیا ۔

علی مردان خاں نے مصلحت کے تقاضے سے سیاؤش قلر کے طرف داروں کو جو دل سے اس کے ہوا خواہ تھے، قلعے سے دور دراز سرحدوں پر روانہ کر دیا ۔ بعض کو ملکِ عدم میں تعینات کیا ۔ اپنے بھروسے کے عزیز اور

معتبر آدمی ساتھ رکھے ۔ تمام واقعات کی اطلاع عرضداشت کے ذریعے بارگاہِ بادشاہی میں بھیج کر التماس کی کہ سلام سے قلعہ قندھار کو مغلیہ سلطنت میں شامل کر دیا ہے بادشاہی ملازموں کو چاہیے کہ دولت خواہی کے تقاضے سے بہت جلد میری کمک کے لیے بھیجیں ۔ تعاقب شاہی فرمان پہنچنے سے پہلے ہی علی مردان خاں کے اشارت کے مطابق عوض خاں قاقشال غزنین سے چل کر قندھار آ پہنچا ۔ کارگزاری اور اخلاص کے شوق میں ایک ہزار بہادر سوار ساتھ لے کر آیا تھا ۔ اس کے بعد سعید خاں کا بیٹا میرزا شیخ اپنے باپ کے حسبِ ہدایت ایک بہادر فوج ہمراہ لے قلات میں آ پہنچا جو قندھار سے پانچ منزل کے فاصلے پر ہے ۔ عوض خاں کے آنے سے علی مردان خاں کا حوصلہ بڑھ گیا ۔ مسجدوں میں شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ روپوں ، اشرفیوں پر حضرت کا نامِ نامی نقش کروا دیا ۔ حضرت کے سکے کی دو اشرفیاں اپنی عرضداشت کے ساتھ بارگاہِ شاہجہانی میں ارسال کر دیں ۔ عوض خاں کے آ پہنچنے کی خبر لکھی اور تحریر کیا کہ بارگاہِ شاہی کی آستاں بوسی کا آرزو مند ہوں ۔ اپنے نوکر احمد بیگ کو یہ دونوں چیزیں دے کر روانہ کیا ۔ ۲۵ شوال ۱۰۴۷ھ (۱۲ مارچ ۱۶۳۸ء) کو سعید خاں کا بیٹا میرزا شیخ بھی آ پہنچا ۔ علی مردان خاں نے اسے اندر بلا کر بڑی دھوم دھام سے ضیافت کی ۔ قندھار کا قاضی محمد سعید بادشاہِ ایران کی بدخواہی کے سبب سیاوش بلر کو ہر روز خبریں بھیجتا رہا ، اسے برے حال سے قتل کروا کر قلعے کو اولیائے دولت کے سپرد کر دیا ۔

جب حضرت نے علی مردان خاں کی عرضداشت سنی تو قلیج خاں صوبہ دار ملتان کو فرمان بھیجا کہ اپنا تمام لشکر نیز بھکر کے حاکم یوسف محمد خاں اور ہندوستان کے فوجدار جاں نثار خاں کو ہمرکاب لے کر فوراً قندھار پہنچے ۔ پہلے اس کا منصب چار ہزاری ذات اور سوار تھا ، اب پنج ہزاری ذات پنج ہزار سوار مقرر ہوا جس میں دو ہزار سوار ، دو اسپہ ، سہ اسپہ تھے ۔ دوسرا فرمان سعید خاں صوبہ دار کابل کے نام صادر ہوا ، تحریر تھا کہ تمہاری جگہ گوہر تاج سلطنت شاہزادہ شجاع پہنچنے والے ہیں ، معرکہ

دلاوری اور مردانِ شجاعت کے اس شہسوار (سعد خان) کو لازم ہے کہ کابل کا سارا لشکر ہمرکاب لے کر اور خزانے سے پانچ لاکھ روپے نکال کر قندھار کو روانہ ہو جائے۔ اس میں سے ایک لاکھ روپے بطور انعام علی مردان خاں کو بھیجا دے۔ دو لاکھ روپے اپنے لشکر کے خرچ میں اٹھائے، باقی دو لاکھ روپے علی مردان خان کے آدمیوں مثلاً ملک مودود وغیرہ کو ان کے مراتب کے مطابق مدد خرچ کے بطور بخش دے۔ جب قلیج خان قندھار میں آ جائے تو قلعے کے استحکام اور سلے وغیرہ کے ذخیروں کا پورا انتظام کرکے اس کی نگہبانی قلیج خاں کے سپرد کر دینا۔ علی مردان خان کو اس کے ساز و سامان اور ملازموں سمیت کابل تک ہمراہ لانا۔ وہاں سے ان کے بڑے بیٹے میرزا شیخ کو اس کے ہمرکاب کرکے بارگاہ شاہی کی طرف روانہ کرنا۔

اس سلسلے میں یہ بھی احتمال تھا کہ شاہ صفی بذاتِ خود ... حملہ آور ہو، لہٰذا دریائے سطوت و سلطنت کے گوہر شاہوار ... محمد شجاع کو ان کی ذاتی فوج کے علاوہ ایک ہزار ... و ... دے کر اوائل ذی قعدہ ۱۰۴۷ھ (وسط مارچ ۱۶۳۸ء) ... کی طرف روانہ کیا۔ نہایت عزت و توقیر کے ساتھ ... خلعت ... زردوزی، جیغہ، خنجر و شمشیر مرصع مع پھول ... مرصع ... چاندی کی عماری والا ہاتھی اور ہتھنی، طلائی زین ... دو عراقی گھوڑے، سو عدد ترکی گھوڑے اور دس لاکھ روپے ... عطا فرمائے۔ روانگی کے وقت حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ... بذات خود آ پہنچے تو تم سارا لشکر وہاں لے جا کر جنگ کرنا۔ لیکن ... اور سردار کی ماتحتی میں فوج بھیجے تو تم اپنی فوج کو ... دو ... نصرت جنگ کی سرکردگی میں آگے بڑھانا۔ ... ان کے ... دیگر امیروں کو جو شاہزادے کے ہمرکاب ... کے مرتبے کے مطابق خنجر اور ہاتھی ... دوراں بہادر کو خلعت خاصہ، جمدھر ... گھوڑے، نقرئی عماری اور ساز والا ہاتھی ...

کیا اور سپہ سالاری کا دارومدار اس پر ٹھہرا کہ اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے کرے۔ بہادر خاں اور رستم خاں کو حکم بھیجا کہ اپنی جاگیروں سے آکر اس لشکر میں شامل ہو جائیں۔ [illegible] در مجاب [illegible] کی [illegible] کامل پہنچاتا رہے

المختصر سعید خاں [illegible] کے مطابق [illegible] حکمت سنگھ اور تمام اہل لشکر کو ہمراہ لے کر [illegible] ہو۔ قاصد بھیجا تھا جو میرزا شیخ اور عوض خاں کے ہمراہیوں سے [illegible] ہوا کہ سیاؤش بلو خراسان کے بعض [illegible] کو ہمراہ لے [illegible] قندھار سے چھ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہے۔ [illegible] والے [illegible] علی مردان خاں کے مطیع ہیں لیکن در پردہ سیاؤش کی [illegible] کر کے [illegible] آنے کی [illegible] دے رہے ہیں۔ لازم ہے کہ قلات سے [illegible] و دور اندیشی کو ملحوظ رکھیں۔ سعید خاں نے [illegible] تمام [illegible] کے ساتھ منزلیں طے کیں۔ [illegible] ذیقعدہ [illegible] ۱۰۴۸ [illegible] کو قندھار کے نواح میں پہنچا تو علی مردان خاں کی جان میں جان آئی۔ بڑی شادمانی کے ساتھ استقبال کے لیے نکلا۔ شاہجہان نے محمد مراد [illegible] کے ہاتھ فرمان، خلعت خاصہ، جیغۂ مرصع، شمشیر و خنجر مرصع بھیجے تھے، انہیں وصول کر کے تسلیم اور کورنش بجا لایا۔ مدت سے اس سعادت کا آرزو مند تھا جو آج حاصل ہوئی۔ ایک فرمان سعید خاں کے نام بھی بھیجا تھا جس میں یہ ہدایت تھی کہ اگر سیاؤش کوتاہ اندیشی اور شوخ چشمی کے باعث قندھار کے نواحی علاقے میں تاخت و تاراج کرنے پر آمادہ ہو تو تمہیں لازم ہے کہ قلیج خاں کو قندھار میں چھوڑ کر فوج ظفر موج کو ہمرکاب لیے اہل عراق پر ایسا حملہ کرنا کہ سیاؤش کے ہوش درست ہو جائیں۔ بے کھٹکے فراہ تک بڑھے چلے جانا۔ اللہ کے کرم سے کافی فوج، قلعہ اور [illegible] موجود ہے۔ شاہزادہ والا گہر کے [illegible] لاہور [illegible] آ رہے ہیں۔ شاہزادہ کو [illegible] اگر شاہ [illegible] قندھار پر حملہ آور ہو تو سارے لشکر [illegible]

میمنہ میسرہ ترتیب دے کر خود قلب میں قائم ہونا اور جانبازی کے جوہر دکھانا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ سعید خان کے نام جو فرمان تھے، وہ سیاوش کے ہاتھ لگ گیا۔ شاہراہ کے ناکوں پر اس کے آدمی لگے ہوئے تھے، انھوں نے قاصد کو پکڑ کر فرمان چھین لیا۔ سیاوش نے اس کا مضمون پڑھا تو ساری فوج بدحواس ہوگئی۔ سیاوش نے وہ فرمان بجنسہٖ شاہ ایران کو بھیج دیا اور خود جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ ابھی قلیج خان قندھار میں نہیں پہنچا تھا۔ تاخیر کی وجہ سے کام بگڑا جا رہا تھا۔ سعید خان نے اپنے بیٹے میرزا شیخ کو قندھار میں چھوڑا، علی مردان خان کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ شہر پناہ میں مقیم کیا۔ اس کے تین ہزار سپاہی تھے جو بظاہر وفاداری کا دم بھرتے تھے لیکن درپردہ مخالف تھے۔ انھیں علی مردان خان کے بھانجے حسین بیگ کی سرداری میں ہمرکاب لیا۔ اپنے آٹھ ہزار جنگجو سوار اُن کے علاوہ تھے۔ بدمست، تندخو اور کوہ پیکر ہاتھی سامنے رکھے اور اس پورے لشکر کو سیاوش کی فوج پر بڑھا دیا۔

۲۶ ذیقعدہ ۱۰۴۷ھ (۱۱ اپریل ۱۶۳۸ء) کی صبح تھی جو توپخانے نے آگ برسا کر اعلانِ جنگ کیا۔ خان دوراں نے ہراول میں جگت سنگھ، مکم سنگھ، اوگر سنگھ، گوپال سین، رام سنگھ، گج سنگھ، مکرام، ہمت سنگھ، مدنی مل بھدوریہ اور اندر بھان جیسے بہادر راجپوتوں کو رکھا۔ میسرہ پر سید ولی، سید محمد، محمد شوقی، عبدالواحد وغیرہ ساداتِ بارہہ و امروہہ و بخاری مقرر ہوئے۔ میمنہ میں پردل خان، غیرت خان، علاول خان، حیات خان، حسن خان وغیرہ پٹھان کھڑے کیے۔ قلب میں علی مردان خان اپنے بھائیوں بیٹوں کو لے کر قائم ہوا۔ داہنے بازو کی محفوظ فوج میں علی مردان خان کے تین ہزار آدمیوں کو اس کے نوکر علی بیگ اور بھانجے حسین بیگ کی سربراہی میں رکھا۔ عوض بیگ کی فوج بھی اسی محفوظے میں شامل تھی۔ اُدھر سے سیاوش قلر کے ہمرکاب بیرام علی خان حاکم نشاپور، خدا قلی خان حاکم فراہ، دوست علی سلطان حاکم خواف، یوسف سلطان حاکم چمش کرک، صفی قلی قلعدار بست آگے

بڑھے۔ ان کے علاوہ سات ہزار سوار اور بھی جو نہایت ترتیب کے ساتھ صفیں باندھے توپخانے کو سامنے لیے میدان میں آئے

قندھار سے کوس بھر کے فاصلے پر یہ دونوں جنگجو لشکر ایک دوسرے سے الجھ گئے۔ اپنے اپنے آقا کی نمک حلالی میں جان لڑا دی۔ قزلباشوں کے ہراول، میمنہ اور میسرہ نے گھوڑے اڑا کر یکایک حملہ کیا۔ ایرانی لشکر کا میمنہ بادشاہی ہراول کے دائیں طرف سے گزر کر میسرہ سے جوڑ گیا۔ میسرہ نے علی مردان خان والی فوج سے ٹکر کھائی جو بادشاہی میمنہ کی مخصوص فوج تھی۔ ہراول نے ہراول کو دبایا۔ غرض شیر مردوں نے جانفشانی کے جوہر دکھانے شروع کیے۔ جنگ ایسی گھمسان ہوئی کہ طرفین کے دلاور ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ لاش پر لاش گرنے لگی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے جوق جوق آکر ایک دوسرے کو قتل کرنے پر کمر باندھ لی۔ معرکۂ کارزار گرم تھا کہ ایرانی فوج کے دل پر خوف چھانے لگا۔ قزلباش میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹے۔ ایسے بھاگے کہ اپنی لشکر گاہ میں جا کر دم لیا۔ بادشاہی دلاور ان کا تعاقب کرتے ہوئے اس تیزی سے بڑھے کہ انھیں وہاں بھی ٹھہرنے یا ہوش میں آنے کی مہلت نہ دی۔ ایرانیوں کا تمام ساز و سامان جو میدان جنگ میں رہ گیا تھا، ان بہادروں کے ہاتھ آیا۔ اسی بھاگا بھاگ میں بہت سوں کو قتل بھی کیا پھر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے مظفر و منصور اپنے کیمپ میں واپس آئے[1]۔

۲۹ ذیقعدہ (۱۴ اپریل ۱۶۳۸ء) کو قندھار کی تمام مسجدوں میں شاہجہان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خطیبوں نے پروردگار کی حمد و ثنا، نبی کریمؐ کی نعت، ائمۂ معصومین کی منقبت اور خلفائے راشدین کی مدح بیان کرنے کے بعد خاندان مغلیہ کے تمام تاجداروں کا نام بنام ذکر کیا۔ سعید خان کی عرضداشت عبدالرحمٰن ولد عبدالعزیز بیگ کے ہاتھ بارگاہ والا میں پہنچی۔ قندھار کے معرکے میں شاہی دلاوروں نے جو جانبازی دکھائی

۱۔ اس معرکے کی تفاصیل بادشاہ نامہ جلد دوم ص ۴۴-۵۴ اور مآثرالامرا جلد دوم ص ۷۹۸ طبع کلکتہ سے مطابق ہیں۔

بھی اس کا حال سن کر سبھوں کا دل خوش ہوا ۔ بادشاہِ حق شناس نے تمام روشناس امرا کو خلعت اور ترقی منصب سے سرفراز فرمایا ۔ سعید خاں کو خلعت خاصہ ، چارقب ، جمدھر مرصع ، پھول کٹارہ ، شمشیر مرصع ، طلائی زین اور زر دوز لگام والے دو اسپ خاصہ ، نقرئی عماری والا ہاتھی اور ہتھنی عطا کر کے ہزاری ذات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دی ۔ پہلے پنجہزاری ذات پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب تھا ، اس میں یہ اضافہ کر کے بہادر اور ظفر جنگ کا خطاب مرحمت فرمایا ۔ راجہ جگت سنگھ کو خلعت خاصہ ، خنجر مرصع ، ہاتھی گھوڑا اور نقارہ عنایت ہوئے ۔ منصب میں پانچ سو سوار کی ترقی ملی ۔ عوض خاں قاقشال کو خلعت ، خنجر مرصع ، پاددی گھوڑا اور نقارہ عطا کر کے منصب میں ہزاری ذات پانچ سو سوار کا اضافہ فرمایا یعنی ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے رتبے پر فائز کیا ۔ غیرت خاں کو ترقی دے کر ڈھائی ہزاری ذات سولہ سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ گھوڑا بھی دیا ۔ سعید خاں کے بھائی ابوالبقا کو خلعت ، گھوڑا اور پانسو ذات ، دو سو سوار کی ترقی دے کر افتخار خاں کا خطاب عنایت کیا ۔ میرزا شیخ ولد سعید خاں کو خلعت ، خنجر مرصع ، ہاتھی گھوڑا ، پانصدی ذات دو سو سوار کی ترقی دے کر ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سربلند کیا ۔ خانہ زاد خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ علاول ترین کو خلعت اور ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب بخشا ۔ گوپال سنگھ کو خلعت اور ہزاری ذات ، سات سو سوار ، سید ولی کو خلعت ، ہزاری ذات ، سات سو سوار کا منصب اور دلیر خاں کا خطاب دوبارہ ہوا ۔ سید احمد کو خلعت اور ہزاری ذات تین سو سوار ، یوسف بیگ کابلی کو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کا منصب اور ہمت خاں خطاب مرحمت فرمایا ۔ رائے کالی داس کو خلعت اور ہزاری ذات ڈھائی سو سوار کا عہدہ عطا ہوا ۔ مذکورہ بالا مناصب میں اصل و اضافہ دونوں شامل ہیں ۔ دوسرے کارگزاروں کو بھی ترقی عنایت کی ۔ ان کی تفصیل بہت طولانی تھی لہذا قلمزد کی گئی ۔

انھی ایام میں صفدر خاں جو ایران گیا ہوا تھا ، واپسی پر قندھار

میں آیا اور سعید خان سے ملا۔ بتایا کہ شہزادہ صاحب کو قندھار کے نکل جانے کا بے حد ملال ہے۔ انکا کہنا ہے کہ اصفہان اور ہرات چھن جاتے تو غم نہ تھا، قندھار کو کیسے صبر کروں۔ اب میرا قصد ہے کہ ... خان قورچی باشی کی سپہ سالاری میں آراستہ لشکر روانہ کروں ... خود فوج لے کر ... قندھار پہنچے۔ یہ سن کر سعید خان نے قندھار میں قیام کیا۔ شاہزادہ والا گہر نے ... بہادر ... لکھا کہ ... فوج ... کو بوجا ئے سبب اس طرف روانہ کر دیں ... خود کابل میں قیام فرمائیں۔ اگر شاہ ایران فوج کشی کرے تو اس لشکر ... کی طرف بھیجیں تا کہ بادشاہی دلاور ... شجاعت کی ... دکھائیں۔ اگر دوراندیشی کے سبب ایسا نہ کرے اور قلعہ بست اور زمینداور کو فتح کرنے پر کمر باندھے تب بھی یہ بہادر فوج غنیم کے دھرّے اڑا دیں گے۔

کابل اور قندھار کے واقعہ نویسوں کی عرضداشت سے یہ اطلاع پا کر بادشاہ سلامت نے فرمان صادر کیا کہ قلیج خان کے پہنچنے تک سعید خان قندھار میں ٹھہرا رہے۔ علی مردان خان کو کابل روانہ کر دے۔ عوض خان کو ڈیڑھ ہزار سوار دے کر کاشغر ... اور ... خان کو کابل تک علی مردان خان کے ہمرکاب جانے کی ہدایت کرے۔ خود گردونواح کے قلعوں کو فتح کرنے پر کمر باندھے۔ فرمان وصول ہونے اور قلیج خان کے آ پہنچنے کے بعد علی مردان خان نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ (۳ مئی ۱۶۳۸ء) کو قندھار سے بارگاہِ شاہی کا رخ کیا۔ ۱۷ ربیع الاول جمعرات کے دن ... کے پاس پہنچا جہاں شہزادہ شجاع خیمہ زن تھا۔ بہادر خان، لہراسپ خان، مبارز ... ، ... خان، نظر بہادر خوشگی اور ذوالفقار خان حکم والا کے تحت استقبال کے لیے بڑھے۔ بڑی عزت و توقیر کے ساتھ علی مردان خان کی ... کی۔ جب دیوان خانے کے پاس آ پہنچا تو شاہزادے کے ایما سے خان دوران بہادر پذیرائی کے لیے بڑھا۔ مصافحہ اور معانقہ کرکے کورنش و تسلیم کا طریقہ جو بارگاہِ معلیٰ میں رائج ہے، اُسے بتایا اور شاہزادے کی حضوری میں پہنچا کر

سرفراز کیا ۔ شاہزادے کے حسب الحکم خان دوران بہادر اور راجہ جے سنگھ دائیں طرف اور علی مردان خان اپنے رفیقوں کو ساتھ لے بائیں طرف بیٹھے۔ شاہزادے نے خان والا شان کے حال پر بے اندازہ شفقت و نوازش کرنے کے بعد خلعت فاخرہ مع چارقب زردوزی ، جمدھر مرصع ، جھول دار ہاتھی اور چاندی کی عماری والی ہتھنی عنایت کر کے کمال توقیر سے ساتھ بارگاہ شاہی کی طرف روانہ کر دیا ۔ ضرورت وقت کا خیال کر کے بہادر خان ، لہراسپ خان ، ابوالبقا ، نظر بہادر کو پانچ سو سوار برقندار ، پانچ سو تیرانداز اور پانچ سو سقے اور بیلدار دے کر قندھار کو روانہ کیا ۔ خود کابل میں داخل ہوئے ۔

ابھی یہ لوگ قندھار پہنچے نہ تھے کہ سعید خان نے مجلس مشورہ منعقد کی ۔ مصلحت وقت کے مطابق یہ طے ہوا کہ غنیم کو فصل ربیع کا غلہ قلعوں میں لانے اور برجوں فصیلوں کی مرمت کرنے کی مہلت نہ دی جائے ۔ بہتر ہے کہ شاہی لشکر اس سے پہلے ہی بست ، زمینداور اور گرشک کے نواح کو تاخت و تاراج کرکے علاقے کو پامال کر دیں ۔ اس رائے کے پیش نظر راجہ جگت سنگھ ، عوض خان قاقشال ، غیرت خان ، ہمت خان اور میرزا محمد داماد قلیج خان کو قلیج خان کی تھوڑی سی فوج دے کر اس طرف بڑھا دیا ۔ کوشک نخود میں پہنچنے کے بعد ان سرداروں کو پتہ لگا کہ قلعوں والے غلہ اٹھانے کی فکر میں ہیں ۔ لہٰذا طے ہوا کہ نر دل خان ، غیرت خان ، شادمان ، علاول اور خان ترین اپنے ساتھ سعید خان کے سپاہیوں اور احدیوں کو لے کر قلعۂ بست کی طرف بڑھیں ۔ راجہ جگت سنگھ ، یوسف خان ، عوض خان ، جاں نثار خان اور میرزا محمد زمینداور کا رخ کریں اور اپنا کام سرانجام دیں ۔ ۲۶ محرم ۱۰۴۸ھ (۹ جون ۱۶۳۸ء) کو ان لوگوں کو رخصت کرنے کے بعد سعید خان اپنے بیٹوں ، کچھ عزیزوں اور رائے کالی داس بخشی کابل کے ہمراہ قندھار کے نواح میں مقیم ہو گیا ۔

قلیج خان کے ایک ہزار سوار ، دو ہزار پیادے اور راجہ جگت سنگھ کے سپاہی پہلے پہر زمینداور پہنچ کر قلعے کے محاصرے میں مشغول

ہوگئے ۔ محصورین نے بھی دوپہر تک خوب مقابلہ کیا ۔ آخر کار بہادر راجپوتوں نے پھاٹک میں آگ لگا کر قلعے پر قبضہ کر لیا ۔ ۔ ۔ کو ملک عدم کی طرف روانہ کیا ۔ اسی دن ایک اور کامیابی یہ ہوئی کہ قلیج خان کا ایک سردار زاہد بیگ جو ۔ ۔ ۔ واروں کے ساتھ کہمرد کی فتح پر مامور ہوا تھا ، اس شہر کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر بے رسد آب کے قلعے پر حملہ آور ہوا ، اس روز کا پہلا ہونا تھا کہ فضل الٰہی سے محصورین پر حالت آ گئی ۔ یہ قلعہ بنے چلے فتح کر لیا ۔ کتھیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۱۶ صفر (۱ جولائی ۱۶۳۸ء) کو راجا جگت سنگھ اپنی فوج لیے ہوئے رمیداور میں پہنچا اور محاصرہ کر لیا ۔ اگرچہ قلعے والے بہت گھبرائے لیکن بڑے استقلال کے ساتھ پھاٹک بند کرکے جنگ آزمائی کرنے لگے ۔ نگہبانی اور مقابلے کا حق خوب ادا کیا ۔ یہاں ایک خرابی یہ ہوئی کہ جگت سنگھ اور دوسرے سرداروں میں نااتفاقی پھیل گئی جس سے محصورین کے حوصلے بڑھ گئے ۔ قلعے کی فتح کا معاملہ ایسا کھٹائی میں پڑا کہ بات ہی بگڑ گئی ۔ قلیج خان کو خبر لگی تو حسرت مند سردار بھڑک اٹھا ۔ صوبے داری کی لاج رکھنے کے لیے تھوڑے سے آدمی قندھار میں چھوڑے تاکہ نظم و نسق برقرار رہے ، باقی آدمیوں کو ہمرکاب لے کر ۱۸ صفر (۱۲ جولائی ۱۶۳۸ء) کو رمیداور کی طرف روانہ ہوا ۔

ادھر زمینداور کے قلعہ دار روشن سلطان نے قلیج خان کی آمد کا شہرہ سنتے ہی لڑائی کا خیال ترک کیا ۔ اپنے کسی معتمد کو خان والا شان کی خدمت میں بھیج کر امان کا طلب گار ہوا ۔ قلیج خان نے امان نامے پر اپنی اور دوسرے سرداروں کی مہریں لگوا کر اس کے پاس بھیج دیا تاکہ مطمئن ہو جائے ۔ اس کے باوجود چھبیس دن تک محاصرہ جاری رہا ۔ بالآخر ۶ ربیع الاول ۱۰۴۸ء (۲۹ جولائی ۱۶۳۸ء) کو روشن سلطان قلعے سے نکل کر قلیج خان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اگلے روز خان مذکور نے قلعے میں داخل ہوکر پھاٹکوں دروازوں کا انتظام کیا ۔ قلعداری کا سامان اور ذخیرے جمع کرکے اپنے نوکر فولاد بیگ کو رمیداور کی نگہبانی سپرد کی ۔ پھر اطمینان سے بُست کی فتح کا ارادہ کیا ۔ وہاں پہنچ کر گرد و

نواح کا معائنہ کرکے قلعے والوں کے طور طریقے معلوم کیے ۔ پھر چاروں طرف دس مورچے قائم کرکے تمام لشکر کو اُن پر الگ الگ متعین کر دیا۔ ہدایت کر دی کہ شاہی دلاور ہر وقت مورچے، دمدمے اور نقب تیار کرنے میں سرگرم رہیں اور کسی وقت میدان سے نہ ہٹیں ۔ اگرچہ قلعے والے اپنی جان اور آبرو کی حفاظت کے خیال سے توپیں اور بندوقیں داغ رہے تھے لیکن سردار نے حکم دیا کہ کوئی شخص میدان سے نہ ہٹے اور یہیں ڈٹ کر دادِ شجاعت دے۔ بادشاہی بہادروں نے بڑی جانفشانی سے ناجوں برجوں تک نقب لگا کر بارود بچھائی لیکن محصورین نے سراغ لگا کر انھیں خراب کر دیا ۔

مجاہدوں کی کوشش برابر جاری رہی ۔ قلعے والے بھی حفاظت میں سرگرم رہے ۔ قلیج خاں اور یوسف خاں کے مورچوں سے نقبیں بڑھتے بڑھتے فصیل تک پہنچ گئیں ۔ محصورین نے یوسف خاں والی نقب کا پتا چلا کر بارود اٹھالی ، مٹی بھر دی ۔ لیکن قلیج خاں والی نقب کا سراغ نہ لگا سکے یہاں تک کہ اس میں بارود بچھا دی گئی ۔ چونکہ بادشاہی نوکروں کی تدبیریں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہیں اس لیے تاریخ ۔ ربیع الاول ۳۰ جولائی ۱۶۳۸ء بدھ کے دن صبح سویرے قلیج خاں کے حسبِ ہدایت نقب کو فتیلہ دکھا دیا ۔ اُس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور سخت خونریزی جاری تھی کہ نقب اڑی اور اس کے ساتھ شہر پناہ دیوار بھی گر پڑی ۔ اُس وقت فصیل پر سے گولوں گولیوں کی بارش ہو رہی تھی لیکن شاہی جانبازوں نے ذرا پروا نہ کی ، فوراً اندر گھس گئے ۔ دوسری طرف سے بھی بہادر کمندیں ڈال ڈال کر اور سیڑھیوں کی مدد سے فصیل پر چڑھ گئے ، اور تیروں ، گولیوں ، تلواروں سے قیامت برپا کر دی ۔ اس موقع پر قلعے والوں نے مقابلے کا حق ادا کر دیا ۔ تھوڑی دیر تک جان پر کھیلتے رہے ۔ جب دیکھا مقابلہ بیکار ہے تو بھاگ کر اندرونی قلعے میں پناہ لی ۔ اس معرکے میں سیکڑوں مخالف ہلاک ہوئے ۔ شاہی دلاوروں میں سے بھی ایک سو آدمی کام آئے ، تین سو زخمی ہوئے ۔ چار سو عراقی گھوڑے اور بہت سا سامانِ غنیمت ہاتھ لگا ۔

جب بُست کا قلعہ دار سہراب خان بالکل مایوس ہو گیا تو بڑی عاجزی کے ساتھ امان کا طالب ہوا۔ قلیچ خان نے امان نامہ بھیج دیا۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴ ستمبر ۱۶۳۸ء کو سہراب خان اپنے رشتوں سمیت خان والا شان سے آ کر ملا۔ یہ شخص شاہ ایران کا بہت قابل اعتماد اور پرانا ملازم تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے سنگ تراش اور بیلدار بھی آئے۔ قلیچ خان نے اسی ایک دن سہراب خان کو اپنے زور طالع کے ساتھ حسب حکم حضور عالی کی طرف روانہ کر دیا۔ ان قلعوں کے دور دور تک قلیچ خان کی سپہ سالاری اور شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی۔ گرشک سے نو فرسنگ فاصلے پر قلعہ فولاد تھا۔ بُست سے بارہ فرسخ (فرسنگ) آگے فراہ کی جانب قلعہ ناجک تھا۔ دونوں قلعوں کے درمیان چار فرسخ کا فاصلہ ہے۔ صفی قلی خان حاکم فراہ کے آدمی ان پر قابض تھے۔ وہ ان قلعوں کو سپاہی نوکروں کے تصرف میں دے کر اور مال سمیت ۲۰ ربیع الثانی کو بھاگ گئے۔ اللہ کی حمایت اور اقبال شاہجہانی کی برکت سے دشمن ناکام ہوئے۔ ہواخواہوں کو سرخروئی نصیب ہوئی۔ قندھار جیسا قلعہ جو دور دور تک متانت و استحکام کے لحاظ سے ضرب المثل ہے، قبضے میں آیا۔ اس کے ساتھ مذکورہ بالا چھ قلعے بھی جو پہلے مغلیہ سلطنت ہی میں تھے، فتح ہو گئے۔ قلیچ خان نے بُست کے علاقے کا ضروری انتظام کرنے کے بعد گرشک اور بُست کی قلعہ داری اپنے ایک نوکر کے سپرد کی۔ پانچ سو زرہ دار اور تیر انداز سوار اس کے ہمرکاب چھوڑ کر ۸ جمادی الاول (۲۸ ستمبر ۱۶۳۸ء) کو قندھار واپس آ گیا۔

ایران کے تاجر آدمیوں سے وہاں کے شاہی لشکر کی جو کیفیت معلوم ہوئی یہ ہے کہ دس ہزار سوار، سات ہزار سوار قورچی، ایک ہزار سوار غلام، دس ہزار سوار تفنگچی اور دیگر امراء کے دس ہزار سوار مستقل تنخواہ دار ملازم ہیں۔ دس ہزار پیادے ہیں۔ ضرورت کے وقت پانچ ہزار سوار مزید بھرتی کر لیے جاتے ہیں تاکہ کسی معرکے میں کچھ نوکر تلف ہو جائیں تو یہ ان کی جگہ کام کریں۔ ان لوگوں کو 'نوکر ارادت' کہتے ہیں۔ ایران کے وزیر کا خطاب اعتماد الدولہ ہے۔ اس کی تنخواہ ایک لاکھ روپے سالانہ

ہے ۔ دوسرے وزیر 'شاہی پیشکش' کے نام سے آسے دو لاکھ روپے سالانہ دیتے ہیں ۔ سپہ سالار تین لاکھ روپے سالانہ ، قورچی باشی پانچ لاکھ روپے پاتا ہے ۔ خراسان کا بیگلر بیگی سب سے اونچا عہدہ دار ہے ، اُس کی تنخواہ دس لاکھ سالانہ ہے ۔ دوسرے منصب دار اپنے اپنے درجے کے مطابق اس سے کم تنخواہیں پاتے ہیں ۔ مینک باشی تندوقچیوں کو پچاس سے ساٹھ تومان تک ، یوزباشی غلاموں کو پندرہ سے بیس تومان تک لیکن ان میں سے بعض کو چالیس پچاس تومان سالانہ تک تنخواہ ملتی ہے ۔ عام سپاہی کی تنخواہ چار پانچ تومان ہے ۔ قُلر آقاسی اور تفنگچی باشی کا سالیانہ ایک ایک لاکھ ہے ۔ یوزباشی قورچی کو دس سے بیس تومان تک ملتے ہیں ۔ بعض کی تنخواہ چالیس پچاس تومان تک ہے ۔ بالعموم پانچ سے سات تومان تک کے تنخواہ دار ہیں ۔ اس کے مقابلے پر سلطنتِ مغلیہ کے جاہ و جلال کا تصور کیجیے جس کے ہفت ہزاری ہفت ہزار دو اسپہ سہ اسپہ والے منصب داروں کی تنخواہ بارہ کروڑ ٹکے (دام) یعنی بیس لاکھ روپے سالانہ ہے ۔ یہ رقم عراق کے ایک لاکھ تومان کے برابر ہے ۔ یمین الدولہ ارسطو جاہ آصف خاں کی تنخواہ پچاس لاکھ روپے ہے ۔

آسام اور وہاں کے نامعقول باشندوں کا حال

بنگال کے شمال میں دو صوبے واقع ہیں : ایک تو کوچ ہاجو جو دریائے برہم پُتر کے ساحل ساحل آباد ہے ۔ یہ دریا دو کوس چوڑا ہے اور آسام کے درمیان سے گزر کر بنگال کی طرف آیا ہے ۔ کوچ ہاجو سے جہانگیر نگر عرف راج محل تک ایک مہینے کی راہ ہے ۔ دوسرا صوبہ کوچ بہار ہے جو برہم پُتر سے بہت دور واقع ہے ۔ یہاں سے بنگال تک دس منزل فاصلہ ہے ۔ کوچ ہاجو پر پریکھت کی حکومت ہے اور کوچ بہار پر لچھمی نرائن کی ۔ قاسم خاں کی صوبے داری کے زمانے میں ان دونوں کی خوب گوشمالی ہوئی تھی ۔ دونوں موقع کے منتظر رہے ۔ اُس کے مرنے پر بنگال کے صوبے کا والی وارث کوئی نہ رہا ۔ ایسے موقع پر ہمیشہ ابتری اور بدنظمی پھیل جاتی ہے ۔ چنانچہ سرحدوں پر ہرجگہ افراتفری برپا ہوگئی ۔ آسام کا راجہ سُرگدیو

ایک کافر تھا - ہزار ہاتھی اُس کے فیل خانے میں تھے - ایک لاکھ پیادے جو تیز رفتاری میں سواروں سے بھی آگے تھے اُس کے نوکر تھے - جنگی کشتیاں اور توپخانے بے حساب تھے - سپاہی تیر کمان اور بندوق سے مسلح ہو کر لڑتے تھے - اگرچہ میدان میں شاہی لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکتے لیکن کشتیوں کی لڑائی میں مہارت ماہر تھے -

ان لوگوں کی عادت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے سب سر منڈاتے ہیں - داڑھی قینچی سے کترواتے ہیں - خشکی پانی کا جو جانور ہاتھ آئے کھا لیتے ہیں - جب لڑائی کے واسطے اپنے ٹھکانے سے چلتے ہیں تو ہر منزل پر مٹی ، بانس اور گھاس پھوس سے ذرا سی دیر میں قلعہ تیار کر لیتے ہیں - لکڑی کے چوڑے چوڑے تختوں سے مُورچ تیار کرتے ہیں جن کے رخنوں میں سے بندوقیں اور توپیں داغی جا سکتی ہیں - چاروں طرف گہری خندق کھود لی جاتی ہے جس میں کانٹے اور خاردار جھاڑیاں بھر دیتے ہیں تاکہ غنیم نہ گزر سکے - غرض آسام کے راجہ نے کوچ ہاجو کے زمیندار کی مدد سے جو لشکر شاہی کے حملے سے ڈر کر راجہ کے پاس پناہ گزین ہوا تھا ، اپنی بے شمار فوج اور سینکڑوں ہاتھیوں کے ذریعے بادشاہی علاقے میں دست درازی شروع کی - اکثر قصبوں اور دیہات کو تاراج کر دیا -

جب بنگال کی صوبہ داری اسلام خان کو عطا ہوئی تو اس نے وہاں پہنچتے ہی شیخ صالح کمبوہ کو جو بہت ہوش مند اور بہادر سردار تھا ، فساد رفع کرنے کے لیے اُدھر روانہ کیا - چونکہ بارش اور سیلاب کی وجہ سے راستے مسدود تھے اس لیے شیخ صالح تھوڑے سے بہادروں کو ہمرکاب لے کر سب سے آگے کوچ ہاجو میں جا پہنچا - پھر اسلام خان کے کچھ سپاہیوں اور زین العابدین کو ساتھ لے کر آگے بڑھا - ہزاروں کافروں کو قتل کیا - دو قلعوں اور باغ توپوں پر قبضہ کر لیا - چونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی اور آسام سے کمک لگاتار آرہی تھی لہٰذا اسلام خان نے اپنے چھوٹے بھائی میر زین الدین علی کو اللہ یار خان اور محمد زمان تہرانی وغیرہ منصب داروں اور دو ہزار سوار چار ہزار پیدل بندوقچی ہمراہ دے کر

اُدھر روانہ کیا۔ پانچ جنگی نواڑے اور سلاحوں سے بھری ہوئی کشتیاں بھی ہمراہ کیں۔ اتفاقاً ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ان کافروں کی پانچ سو مسلح کشتیاں آپہنچیں۔ اُن بدبختوں نے محمد صالح کمبوہ اور سید زین العابدین کو شہید کر دیا۔ پانچویں کپتان سید عبدالسلام کو ان کے اپنی سمت گرفتار کرکے لے گئے۔ حسن زئی، ... زین الدین علی، اللہ یار خان اور محمد زمان تہرانی وہاں پہنچے۔ آسمانی ... نے رہنمائی کی ... شاہی دلاوروں کو روکنے کے لیے جو قلعہ بنا تھا، اُسے فتح کیا۔ ... علاقے میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ سری گھاٹ ... کرکے بے شمار سر ... کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ مالِ غنیمت میں ... سو کشتیاں اور ... سو توپیں ہاتھ لگیں۔ غرض دوپہر کے عرصے میں بہادر غازیوں کی جانفشانی سے اندرونی قلعے فتح ہو گئے۔ بے شمار ... بڑے جن کی تعداد دس ہزار تھی مارے گئے۔ کچھ ... ہوئے، کچھ ڈوبے، کچھ جان بچا کر ... پہنچے۔ مسلمان ترکوں نے بے شمار آدمی جو اُن کافروں کی قید میں تھے ان کے ... سے رہائی ...۔
جب ہگلی کے واقعہ ... کی تحریر سے شاہجہان کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اسلام خان کے منصب میں جو پانچ ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھا، ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ کیا۔ اللہ یار خان کو تین ہزاری ذات ... ہزار سوار، محمد زمان تہرانی کو دو ہزاری ذات ہزار سوار اور میر زین الدین علی کو ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب عطا کیا۔ سعادت خان خطاب ملا۔

محفل نوروزی کا منعقد ہونا شاہزادوں اور منصب داروں کا ترقی پانا

موسم بہار کے آنے ... آتش گل سے دہکنے لگا۔ غنچے مسکرانے لگے اور بلبل کے چہچہانے سے باغ گونج اٹھا۔ نوروز کے آنے کی خوشخبری سے ساری دنیا عیش و نشاط میں مشغول ہو گئی۔ بارگاہِ شاہی کے خادموں نے دولت خانے کے در و دیوار پر دیبا اور مخمل لپیٹ دیا۔ زمین پر ایسے رنگا رنگ فرش بچھائے کہ موسم بہار نے انہیں دیکھ کر

جشن آرائی کا طریقہ [illegible] اورنگ جہاں [illegible] شاہ جہاں
بادشاہ [illegible] کے اہل زمانہ [illegible] کے آثار ہیں
والا گہر [illegible] ، دیباہ [illegible] اور [illegible] سے
کے [illegible] خلعت اور [illegible] چھوٹے [illegible]
شادمان [illegible] کے امرا [illegible] کی عمدہ [illegible]
کے لیے [illegible] داراشکوہ
کو ترقی دے [illegible]
[illegible] اورنگ زیب [illegible]
سوار کے منصب [illegible] سرفرازی [illegible] کی
ہزاری ذات [illegible] سوار کا منصب عطا [illegible]
کی [illegible] طلائی [illegible]
عریضوں [illegible]

عبداللطیف [illegible] جان [illegible] کی
بیماری کے [illegible] اپنے فرائض انجام [illegible] ، حضرت نے مرزا
حاکم [illegible] کو ہزاری ذات [illegible] سوار [illegible] کر کے
عہدہ بھی اسی کے [illegible]
عالیجاہ [illegible] ذات اور [illegible] کے واسطے [illegible]
دارہ روانہ [illegible] بھی صادر [illegible] سے
لے کر [illegible] اپریل ۱۶۳۸ء تک
کہ روز شرف آفتاب [illegible] شہزادوں اور عالی مقدار امرا کی
پیشکش وصول ہوئی [illegible] دس لاکھ روپے تھی۔ حضرت نے
انہوں [illegible] لاکھ [illegible] سرفراز فرمایا۔

[illegible] دار [illegible] کے [illegible] کو [illegible]
اپنے بارگاہِ سلطانی میں [illegible] آستان بوسی سے مشرف ہو۔
قندھار سے چلے [illegible] ایران نے اسے ایک [illegible] صورت
حضرت شاہجہان کی خدمت میں بھیجا تھا [illegible] میر [illegible] نے
بہشت آباد تک اس کا استقبال کر کے بارگاہِ شاہی میں پہنچایا۔ اس نے

حاضر ہو کر شاہ ایران کا مراسلہ پیش کیا جس میں ایروان کی فتح کا بیان تھا۔ بارہ گھوڑے تیر تین بڑی بندوقیں بھی پیش کیں جو اس معرکے میں رومیوں سے چھینی تھیں۔ حضرت نے اُسے خلعت، قزلباشی کلاہ اور جیغہ مرصع عنایت فرمائے۔ مبارز خاں کو ترقی دے کر چار ہزاری ذات اور سوار کا منصب عطا کیا۔ دور بیگ گرز بردار کے ہاتھ میں علی مردان خاں کو فرمان نوازش، خلعتِ خاصہ، جمدھر مرصع، شمشیر مرصع، پھول کٹارہ اور سپر خاصہ روانہ فرمائے۔ اگلے دن علی مردان خان کے قاصد احمد بیگ اور امری سلطان حاضر ہوئے۔ خاں مذکور کی عرضداشت اور وہ اشرفیاں جو اُس نے قندھار سے روانہ ہونے سے پہلے حضرت کے نام کا سکہ لگوا کر جاری کی تھیں، نظرِ انور سے گزاریں۔ حضرت نے دونوں کو نقرئی ساز والے گھوڑے، خلعتیں اور تین تین ہزار روپے انعام دے کر رخصت کیا۔ ان کے ساتھ ذوالقدر خاں بھی آیا تھا، آپ نے اُس کے ہاتھ علی مردان خاں کے واسطے طلائی زین اور سنہری لگام کے دو گھوڑے، نقرائی ساز والا فیل خاصہ مع ہتھنی، خلعت خاصہ اور نقارہ روانہ کیے۔ ایرانی سفیر یادگار بیگ نے بائیس گھوڑے اور دس اونٹ اپنی طرف سے حضرت کی پیشکش میں دیے۔ اُسے خنجر خاصہ مرحمت ہوا۔ نذر محمد خاں والیِ بلخ کے حاجب ملا عبدالغفور نے بارگاہِ والا میں حاضر ہو کر خان کا مراسلہ پیش کیا۔ خلعت اور پانچ ہزار روپے کی عنایت سے سرفرازی پائی۔ یکم محرم ۱۰۴۸ھ (۱۵ مئی ۱۶۳۸ء) کو میر صمصام الدولہ انجو قندھار کی بخشی گری، واقعہ نویسی، توپخانے کی داروغگی اور تعمیرات وغیرہ کے فرائض پر مامور ہوا۔ ۱۶ مئی ۱۶۳۸ء کو راجا گج سنگھ نے طبعی موت سے انتقال کیا۔ بادشاہ بندہ پرور نے اُس کے چھوٹے بیٹے جسونت سنگھ کو ترقی دے کر چار ہزاری ذات و سوار کا منصب عطا فرمایا۔ یادگار بیگ سفیر ایران کو بیس ہزار روپے انعام سے سرفراز کیا۔ اسی روز نذر محمد خان کے ایلچی ملا عبدالغفور کو بھی بیس ہزار روپے انعام عطا ہوا۔

۲ ربیع الاول ۱۰۴۸ھ (۱۴ جولائی ۱۶۳۸ء) بدھ کے دن پروردگار کے کرم سے شاہزادہ ولی عہد کے دولت خانے میں سلطان پرویز کی دختر کے

بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا ۔ ان کی التماس کے موجب حضرت نے اس نونہال کا نام سپہر شکوہ رکھا ۔ عقیقے کی رسم کے واسطے دو لاکھ روپے عطا فرمائے ۔ ایرانی سفیر یادگار بیگ کو پانچ ہزار روپے قیمت کی مرصع پہنچی اور چالیس ہزار روپے انعام عنایت ہوئے ۔ شاہزادہ سپہرشکوہ چار روز زندہ رہ کر انتقال کر گیا ۔

جشن نلادان قمری

۳ شہریور ، ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ (۲۷ جولائی ۱۶۳۸ء) جمعرات کے دن حضرت کی عمر مبارک کا اڑتالیسواں قمری سال شروع ہوا ۔ خدیو روزگار کے جشن کی ساری بڑی زیب و زینت کے ساتھ ہوئی ۔ حضرت ترازو میں اٹھے ۔ دوسرے پلڑے میں زر و گوہر بھر کر غریبوں محتاجوں کی آرزوئیں بر لانے کا انتظام کیا گیا ۔ یعنی دستور کے مطابق مختلف اجناس اور سونا چاندی تول کر یہ تمام چیزیں غریبوں میں تقسیم کر دی گئیں ۔ شاہزادہ محمد شجاع اور اورنگ زیب بہادر کے منصب میں ہزار سوار کی ترقی ہوئی ۔ بارہ ہزاری ذات ، نو ہزار سوار منصب قرار پایا ۔ ایرانی سفیر یادگار بیگ کو حضرت نے خلعت فاخرہ ، شمشیر مرصع اور دس ہزار روپے عطا فرما کر واپسی کی اجازت دی ۔

فتح بکلانہ کی تفصیل

انہی دنوں بکلانہ فتح ہونے کی اطلاع پہنچی جو نو قلعوں ۳۴ پرگنوں اور ایک ہزار ایک دیہات پر مشتمل ہے ۔ سالانہ مالیہ چار لاکھ روپے ہوتا ہے اس علاقے کا طول سو کوس ، عرض ستر کوس ہے ۔ آب و ہوا کی لطافت ، میوہ دار درختوں کی افراط ، تالابوں اور ندیوں کی کثرت کے سبب اتنی فرحت بخش سرزمین ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی ۔ چودہ سو سال سے یہاں کی سرداری بھرجی زمیندار کے خاندان میں پشت در پشت چلی آتی تھی ۔ نو قلعے ہیں جن کے نام سالہیر ، مولہیر ، مورا ، ہرگڑھ ، سانوہ ، پاتوہ ، ہاتگڑھ ، پیپول اور چوربل ہیں ۔ ان میں سالہیر اور مولہیر نہایت مستحکم ہیں ۔

دونوں کا راستہ نہایت دشوار گزار پہاڑوں میں سے ہے۔ ایک ...
پر واقع ہے دوسرا پشتِ کوہ پر۔ فصیلیں پتھروں کی ...
نی ہیں کہ پوری عمارت پہاڑ میں سے تراشی ہوئی معلوم ہوتی ...
پتھر کے زینے چٹانوں میں اس طرح تراشے گئے ... دوسرے کی
مدد کے بغیر اُن پر چڑھنا ممکن نہیں۔ دونوں میں ایک ایک تالاب اور
چشمہ ہے جن کا پانی سلامت شیریں ہے اس کہ ... احول سے اس خوش ذائقہ
پانی کہیں اور نہیں پایا۔ جسم عاشق کی طرح ہمیشہ پانی سے لبریز رہتے
ہیں۔ مولیہیر سلسلۂ کوہ کے عین وسط میں ہے۔ راہ کا ملنا ممکن نہیں ہے۔
سن ۱۰ جلوس میں حضرت کے حسب الحکم شاہزادہ کامگار اورنگزیب نے
تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادے بندوقدار اپنے نوکر محمد طاہر اور مالوجی
دکھنی کی سرکردگی میں اس ولایت کی فتح کے لیے تعینات فرمائے۔ بہادر
غازیوں نے وہاں پہنچتے ہی مرگِ ناگہاں کی طرح تین طرف سے قلعے پر
ہلہ بول دیا۔ بہت سے نگاہ بانوں کو ملکِ عدم روانہ کیا۔ بھرجی زمیندار
نہایت بدحواس ہو کر مولیہیر میں داخل ہوا اور ہنگامۂ کارزار گرم کیا۔
شاہی دلاوروں نے ذاتی شجاعت اور مستقل مزاجی سے کام لے کر مورچے
بنانے شروع کیے۔ عین پہاڑ کے اوپر فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ دونوں
طرف سے خوب حملے ہوئے۔ آخر مولیہیر والوں نے اورنگ زیبی بہادروں
کی قوت بازو کا اندازہ کر کے اطاعت اختیار کی۔ غلے کی رسد بند ہو جانے
کے سبب اتنے بدحواس ہوئے کہ بھرجی زمیندار نے تاریخ ۱۰ شوال
۱۰۴۸ھ (۲۵ فروری ۱۶۳۸ء) اپنی والدہ کو آٹھوں قلعوں کی چابیاں
دے کر شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں بھیجا۔ یہ التماس کی کہ اگر
سلطان پور جو بگلانہ کے نواح میں ہے۔ بطور وطن مجھے عطا کر دیا جائے
تو میں اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو وہاں چھوڑ کر خود حاضر خدمت
ہو جاؤں۔

دولت و اقبال کے اُس آفتابِ تاباں نے بھرجی کی ماں کو نقد اور
جنس اور سلطان پور کا شہر عطا فرما کر خوشنود کر کے رخصت کیا۔
بھرجی کی تسلی کے واسطے فرمانِ عالی شان بھیجا جس میں دلجوئی اور

سادات کے ساتھ آئے تھے، ... ہزاری ذات، دو ہزار سوار کے منصب پر
سرفراز کرنے کی خوشخبری بھی درج تھی۔ ... کہ اورنگزیب نے
قلعوں کی کنجیاں بھیج دیں اور اس طرح ... مال کا دروازہ ... کے واسطے
کھول ... گھروں کی طرح سے نکل ... فوجی ... طاقت سے
ملاقات کی۔ اورنگ زیب نے محمد طاہر کو ... قلعداری اور اس علاقے
کی حکومت پر مامور فرمایا۔ باقی سب قلعوں کی نگہبانی سات معتمدوں کے
سپرد کی۔ ان قلعوں کا راستہ ایسا پیچدار اور تنگ و تاریک ہے کہ صراط
کا نمونہ ہے۔ جدوجہد اور جاں فشانی سے ان کی فتح ممکن نہ تھی۔ لیکن
اقبال شاہجہانی کی کارپردازی سے آسانی فتح ہو گئے۔ سلطنتِ جاودانی
کے ہواخواہوں کو جیسے منظور تھا، کام اسی طرح انجام ... گیا۔

شاہجہان کی دارالسلطنت لاہور کی طرف روانگی

مشرق اور دکن کے مقصدوں کی تکمیل و تادیب کی وجہ سے حضرت
نے چار سال تک دارالخلافہ آگرہ میں قیام فرمایا تھا، اب حضرت کا جی
چاہا کہ لاہور اور کشمیر میں سیر و شکار سے دل بہلائیں۔ چنانچہ
بتاریخ ۱۶ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ (۲۷ اگست ۱۶۳۸ء) سیف خان کو خلعت
دے کر دارالخلافے کی نگہبانی پر مامور کیا۔ راجا بٹھل داس کو خلعت
مرصع جمدھر اور طلائی زین والا گھوڑا عنایت کر کے اکبر آباد کی قلعداری
پر مامور فرمایا۔ جمنا کے دائیں بائیں کنارے والے علاقوں کی فوجداری
آگاہ خان کو اور آگرے کی کوتوالی شرف الدین حسین کے سپرد کی۔ یہ
انتظام کر کے سواری کا رخ لاہور کی طرف کیا۔ یمین الدولہ آصف خان کو
خلعت خاصہ مرحمت فرما کر دارالخلافے کی طرف واپس کر دیا۔ حکم ہوا
کہ تمہارا بڑھاپا ہے، برسات بعد بادشاہی کارخانے ہمراہ لے کر بادولت
سے آ ملنا۔ میرزا رستم خان، خان عالم اور لشکر خان کو خلعت دے کر
آگرے بھیج دیا۔ عبداللہ خان بہادر کو ٹھٹھہ روانہ کیا۔ خان جہاں کو
اپنی جاگیر پر جانے کی اجازت دی۔ دہلی سے پندرہ کوس دور موضع پالی میں
حضرت شیروں کے شکار پر متوجہ ہوئے۔ تین روز میں چھ شیر اور تین

شہریاں شکار گیں۔ ۴ جمادی الاول (۱۳ ستمبر ۱۶۳۸) کو دہلی میں تشریف فرما ہوئے۔ پہلے مزار نظام الدین اولیا اور ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کی زیارت کی۔ دونوں جگہ سات سات ہزار روپے محتاجوں کو تقسیم کیے۔ ۱۵ تاریخ (۲۴ ستمبر ۱۶۳۸ء) کو شکار گاہ پالم میں داخل ہو کر ایک دن میں نانوں ہرن شاہی بندوق یعنی خاص بان سے شکار فرمائے۔ اب تک کسی بادشاہ نے اس طرح صداقگنی نہیں کی تھی۔ بہت مسرور ہوئے۔ عزت خاں صوبہ دار دہلی اور اللہ ویردی خاں فوجدار متھرا کو اُن کی جائے خدمت پر واپس بھیج کر حضرت آگے بڑھے۔ اس سال بادشاہ دریا دل نے شاہزادگان والا گہر اور امرائے نامدار کو اُنسٹھ لاکھ روپے بطور انعام مرحمت فرمائے۔

سن ۱۲ جلوس ۔ علی مردان خاں کا قندھار سے آنے کے بعد حاضر بارگاہ ہونا

یکم جمادی الثانی ۱۰۴۸ھ (۱۰ اکتوبر ۱۶۳۸ء) کو حضرت کا بارھواں سال جلوس خیرو برکت کے ساتھ شروع ہوا۔ محفل جشن بڑی زیب و زینت سے آراستہ ہوئی۔ چونکہ حضرت کو سفر کا خیال تھا لہٰذا ایک روز سے زیادہ یہ جشن قائم نہ رہا۔ ۱۲ تاریخ کو (۲۱ اکتوبر ۱۶۳۸ء) انبالے کے باغ میں ڈیرے ہوئے۔ یہاں بیگم صاحب کے حسب الحکم ایک نئی عمارت تیار ہوئی تھی، وہیں حضرت نے قیام فرمایا۔ یہاں سے کوچ کر کے سرہند میں ٹھہرے۔ پانچ روز تک باغوں اور عمارتوں نیز جھیل کی سیر فرمائی جس کے وسط میں میر علی اکبر کروڑی سرہند کے اہتمام سے ماہتابی کا چبوترہ تیار کیا گیا تھا۔ پھر اگلی منزل پر مقام کیا۔ علی مردان خاں کا نوکر خاندان قلی خاں اپنے آقا کی عرضداشت لے کر آیا تھا، اُس کے ساتھ وہ بارہ رومی بھی تھے جن کو شاہ ایران نے اروان کی فتح کے بعد قندھار میں خان مذکور کے پاس بھیج دیا تھا۔ حضرت نے خاندان قلی خاں کے ہاتھ علی مردان خاں کو ہاتھی دانت کی سکھپال مع طلائی ساز نیز سمور کی پوشاک خاصہ روانہ کی۔ رومیوں کو خلعت اور چار ہزار روپے نقد عنایت کر کے اُن کے حسب التماس وطن جانے کی اجازت دی۔

تکاؤلی کی خدمت عارف بیگ سے ہٹا کر بہرام ولد صادق خان کے سپرد کی ۔ ٹھلڈا کا پرگنہ جس کی جمع اکتالیس لاکھ ٹنکے (ایک لاکھ ڈھائی ہزار روپے) ہے ، علامی افضل خاں کو مرحمت فرمایا ۔ ۲۰ جمادی الثانی (۱۰ اکتوبر ۱۶۳۸ء) کو صفدر خان ایران سے واپس آیا ، تنہا حاضر خدمت ہوا ۔ ہزار اشرفیاں بطور نذر اور نو عدد عراقی گھوڑے بطور پیشکش گزارنے ۔ تاریخ یکم رجب (۸ نومبر ۱۶۳۸ء) قلیج خان کے نام فرمان گیا کہ غیرت خان ولد یوسف خان ٹکریا کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا جاتا ہے ۔ قلعہ بست اور نواحی علاقے کی نگہبانی اس کے سپرد ہوئی ۔ میرزا محمد جواہر زادہ کو ہزاری ذات پانچ سو سوار اور قلعہ زمینداور کی نگہبانی پر مامور کیا جاتا ہے ۔ دونوں کو مقرر خدمات انجام دینے کے لیے روانہ کر دیا جائے ۔ سعید خان بہادر کو حکم ہوا کہ قندھار کی صوبے داری قلیج خان کے نام ہے ، تم اپنا لشکر ہمرکاب لے کر کابل واپس چلے جاؤ ، جب دارالدولت لاہور پہنچ جائیں تو حاضر بارگاہ ہونا ۔

۱ رجب (۱۷ نومبر ۱۶۳۸ء) کو راجہ ٹوڈرمل کی نوکھر کے کنارے خیمے ہوئے ۔ یہاں وزیر خان صوبہ دار لاہور ، شاہ قلی خان فوجدار کانگڑہ اور بختیار خان فوجدار لکھی جنگل حاضر بارگاہ ہوئے ۔ اپنے اپنے رتبے کے مطابق نذریں پیش کیں ۔ بتاریخ یکم آذر ۱۵ رجب مطابق ۲۲ نومبر ۱۶۳۸ء بادشاہ ہفت کشور ہوشیار خان کے باغ سے اٹھ کر طلائی زین والے صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور لاہور کی طرف بڑھے ۔ سارے راستے روپے اشرفیوں کی بکھیر ہوتی چلی ۔ مبارک گھڑی میں دولت خانہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے ۔ حضرت کے حسب الحکم معتمد خان میر بخشی اور تربیت خان بخشی دوم نے بارگاہ خاص و عام کے دروازے تک جا کر علی مردان خان کا استقبال کیا اور اُسے بارگاہ فلک اشتباہ میں پہنچایا ۔ خان والا شان نے تسلیم و کورنش کے بعد ہزار اشرفیوں کی نذر پیش کی ۔ حضرت نے خلعت خاصہ ، چارقب زردوزی ، جیغہ مرصع ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ ، شمشیر مرصع اور دو قوی ہیکل پری پیکر

گھوڑے مرصع طلائی زین والے مرحمت فرمائے - چار کوہ پیکر ہاتھی بھی عنایت ہوئے جن میں سے ایک کا نام کوہ شکوہ تھا - چاندی کا سازو سامان اُس پر زربفت کی جھول پڑی تھی ، جگمگ کر رہا تھا - خاں کو چھ ہزاری ذات اور سوار کا منصب عطا فرما کر سرفرازی بخشی - اعتمادالدولہ کی حویلی کہ لاہور میں بہ لحاظ نفاست و خوش نمائی کوئی عمارت اُس سے اچھا نہیں کھاتی ، خان مذکور کو عنایت ہوئی ۱ - اس حویلی کو چھوڑ کر ، قندھار سے روانگی کی تاریخ سے آج تک خانِ والا شان کو جو کچھ عنایت ہوا اُس کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے - بعد ازاں جو جو نوازشیں ہوتی رہیں اپنی جگہ درج کی جائیں گی - انتہا یہ ہے کہ خانِ والا شان کے دس معتمد نوکروں کو بھی خلعت اور دس ہزار روپے انعام عطا ہوئے - ان میں سے حسین بیگ اور علی بیگ کو جو اس کے قریبی رشتہ دار تھے ، خلعت کے علاوہ خنجر مرصع بھی عنایت فرمائے -

ایرانی سفیر بادگار بیگ بعض کاموں کی وجہ سے لاہور میں رک گیا تھا ، اس تاریخ پر وہ بھی سلام کے لیے حاضر ہوا - خلعت ، خنجر مرصع اور بیس ہزار روپے انعام سے سرفراز ہو کر دوبارہ ایران واپس جانے کی اجازت ملی - پہلی بار حاضر ہونے کی تاریخ سے آج تک سفیر مذکور کو دو لاکھ روپے نقد اور پچاس ہزار روپے کی چیزیں عطا ہوئیں - اُس کے ہاتھ شاہ صفی کے واسطے پچاس ہزار روپے قیمت کی صراحی اور پیالہ مرصع روانہ فرمایا - چونکہ قندھار میں بہت منظر باغوں ، سبزے اور آب رواں کی کثرت ہے ، علی مردان خاں کی طبیعت ان چیزوں سے خوگر ہوگئی تھی ، لہٰذا حضرت نے اُس کی دلبستگی کے پیش نظر ظفر خاں کو ہٹا کر کشمیر کی صوبےداری اُس کے نام کر دی - کشمیر کی آب ہوا نہایت لطیف ہے - درختوں کی سرسبزی اور آب رواں کی کثرت ہے - بہار کے موسم میں گل و لالہ کی افراط اور سبزۂ شاداب کی فراوانی سے رشک فردوس بن جاتا ہے - غرض ہر طرح قندھار کا نعم البدل ہے - خان مذکور کو خلعت خاصہ مع نادری ، خنجر

---

۱ - یہ تفاصیل مآثرالامرا جلد دوم ص ۷۹۸ طبع کلکتہ میں بھی درج ہیں -

مرصع ، پھول کٹارہ ، ہندوستان کی بعض نادر چیزیں تحفہ کشمیری ہیں اور پانچ لاکھ روپے نقد دے کر سرفرازی بخشی ۔ مزید عنایت سے خاصے کے ہاتھوں کا پورا ہوا میناکار پاندان ، طلائی انگلدان اور ایک خوان عطا فرما کر کہا کہ پان کھایا کرو ۔ یہ ہندوستان جنت نشان کی بڑی نعمت ہے ۔

خان دوران بہادر نصرت جنگ کابل میں شاہزادہ محمد شجاع کے ہمراہ تھا ، لاہور سے فرمان طلب جاری ہوا ۔ اگرچہ نہایت لحیم شحیم آدمی ہے لیکن دھاوا مارتا اس تیزی سے آیا کہ اٹک سے لاہور تک کا راستہ ... دن گھنٹے میں طے کر کے حضرت کو آ سلام کیا ۔ خلعت خاصہ اور جارقب کی عنایت سے سرفرازی پائی ۔ صفدر خان نے ایران کے نایاب پارچے اور پانچ سو عراقی گھوڑے بطور پیشکش نذر کیے ۔ پانچ لاکھ روپے ان کی قیمت متعین ہوئی ۔ صفدر خان نے سفارت کا فریضہ نہایت شائستگی اور سنجیدگی سے انجام دیا تھا ۔ شاہ ایران کو ایک لاکھ روپے کی پیشکش گزرانے کے علاوہ امرائے دربار کو بھی بطور سوغات بہت کچھ نقد اور جنس دیا ۔ سرکاری کی خدمت محسن کے سپرد تھی ، چالیس ہزار روپے اسے تواضع کیے ۔ شاہ ایران اس کی خوش وضعی اور خوش اطواری سے ایسا خوش ہوا کہ ایک بار اس کے مسکن پر بھی آیا ۔ نو ہزار تومان جو دو لاکھ ستر ہزار روپے کے برابر ہیں اسے عطا فرمائے ۔ اسپ عراقی گھوڑے اور دیگر چیزیں جو مختلف اوقات میں دیں اس کے علاوہ ہیں ۔ اس حسن خدمت کے صلے میں حضرت نے اس پر بے حساب عنایتیں کیں ۔ علامی افضل خان ، شائستہ خان ، جعفر خان ، وزیر خان اور صفدر خان اور چند دوسرے امرا کو حضرت نے سرمائی خلعتیں عطا فرمائیں ۔

بتاریخ ۶ [شعبان مطابق ۳ دسمبر ۱۶۳۸ء] سعید خان بہادر ظفر جنگ قندھار کی مہم سے واپس آ کر سٹوں سمت آستان بوسی سے سرفراز ہوا ۔ خلعت زردوزی چارقب ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ اور شمشیر مرصع کی عنایت سے سرفرازی پائی ۔ یوسف خان ترقی پا کر دو ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب اور صوبہ داری ملتان پر مقرر ہوا ۔ اس کی جگہ

خان نثار خاں کو بھکر کے انتظام پر نامزد کیا ڈھائی ہزاری ذات دوہزار سوار کا منصب عطا فرمایا۔ یکہ تاز خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا کرکے سیوستان کی فوجداری پر مامور کیا۔ چھبیس تاریخ کو (۲ جنوری ۱۶۳۹ء) حضرت نے علی مردان خاں کی حویلی میں تشریف لے جا کر اسے مرکز فیض بنا دیا۔ آداب داں سردار نے پااندار اور نچھاور کی رسمیں ادا کرکے ایک لاکھ روپے قیمت کے پارچات اور گھوڑوں کی پیشکش گزرانی۔ حضرت نے انھیں قبول فرماکر لعل بے بہا نامی گھوڑا مینا کار طلائی ساز سمیت عنایت فرمایا۔ وزیر خاں کی پیشکش بھی ملاحظہ فرمائی جو پانچ لاکھ روپے قیمت کے جواہرات، مرصع آلات، نفیس قسم پارچوں، ترکی و عراقی گھوڑوں، اونٹوں اور سانڈنیوں پر مشتمل تھی۔ میر یحییٰ کابلی جو نذر محمد خاں کی طرف سے بدخشاں کے علاقے کا حاکم تھا، ملازمت کی نیت سے بارگاہِ والا میں حاضر ہوا۔ حضرت نے پانچ سو ذات، سو سوار کا منصب عطا کرکے شیخ عبدالکریم کی جگہ اسے کابل کا دیوان مقرر کیا اور چار ہزار روپے انعام دیا۔ عبدالکریم کو بادشاہزادہ داراشکوہ کی سرکار میں دیوانی کا عہدہ ملا۔ علی مردان خاں کے داماد علی بیگ کو خلعت اور چار ہزار روپے عطا فرما کر حکم دیا کہ خان سپاہ کے نائب کی حیثیت سے کشمیر کا انتظام کرو۔ اکبر آباد کے صوبے دار سیف خاں کو فرمان جاری ہوا کہ ہم نے بنگال کا علاقہ شاہزادہ محمد شجاع کو عطا کیا ہے، تم اس اقبال مند کے پہنچنے سے پہلے بہت جلد وہاں پہنچ کر صوبے کا انتظام سنبھالو۔ اس کی جگہ صفدر خاں کو اکبر آباد کی صوبے داری سپرد ہوئی۔ خلعتِ خاصہ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ اور ایک ہاتھی عنایت فرمایا۔ کفایت خاں قندھار کی دیوانی پر فائز ہوا۔ سعید خاں کو خلعتِ خاصہ، جیغہ مرصع، طلائی زین کے دو گھوڑے اور ایک ہاتھی عنایت فرمائے۔ اس کے بیٹوں کو خلعت اور گھوڑا عطا کرکے رخصت کیا کہ اپنی اپنی جگہ پر پہنچو۔

انھی دنوں وزیرِ خوش تدبیر علامی افضل خاں جس نے حضرت کی شاہزادگی کے زمانے سے آج تک دیوانی کے فرائض انجام دیے تھے، (سرگردانی

کا زمانہ اس حساب میں نہیں ہے) عمرِ دراز بلکہ لطفِ زندگی سے خوب محظوظ ہو کر عالمِ بالا کے فرشتوں کو حساب دینے کے لیے بتاریخ ١٢ شعبان (١٩ دسمبر ١٦٣٨ء) ملکِ عدم کو روانہ ہوا۔ بہت سی بیماریاں لاحق ہوگئی تھیں جن میں سب سے بڑی ذیابیطس ضعیفی تھی۔ خوش اخلاق، سلیم الطبعی، نیک نفسی اور حیثِ خواہیِ خلق میں پیش پیش رہتا تھا۔ حضرت نے اسلام خان کے نام فرمان جاری کیا کہ دونوں بیٹے حال ہی میں پہنچے ہیں حاضرِ درگاہ ہونے کے لیے روانہ کر جانا۔ حکم ہوا کہ اسلام خان کے آنے تک دیوانی (محکمۂ مال) کے تمام معاملات کا حساب ہمارے سامنے ہوا کرے۔ چھوٹی باتوں کا انصرام دیانت رائے دفتر دارِ خالصہ کے ذمے ہے۔ دیوانی جعفر خان کی جاگیر کا حساب ختم کر کے اپنی مہر سے جاگیر کی سند جاری کرے۔ ١٠ شعبان، ٢١ دسمبر ١٦٣٨ء کو علامی افضل خان کے بھائی امانت خان اور اس کے دو بیٹوں کو خلعت سے سرفراز فرمایا۔ ایک کا نام فضل اللہ ہے، دوسرا جیسے علامی مرحوم نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا، عنایت اللہ کہلاتا ہے۔

جمعہ ١٨ شعبان مطابق ٢٥ دسمبر ١٦٣٨ء حضرت کی عمر مبارک کے اڑتالیسویں شمسی سال کا جشنِ دولت خانہ لاہور کے شاہ برج میں کمال زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس مبارک تقریب کی تمام رسمیں یعنی خیرات و صدقات بڑے اہتمام سے ادا ہوئیں جن سے خاص و عام کو فیض پہنچا۔ اسی روزِ سعید پر شاہزادۂ والا جاہ دارا شکوہ کو ترقی دے کر بیس ہزاری ذات دس ہزار سوار کا منصب عنایت فرمایا۔ شہزادہ مراد بخش اب تک پانچ سو روپے روزینہ پاتے تھے، انھیں دس ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب اور علم، نقارہ، تومان اور توغ کی عنایت سے سربلند کیا۔ راجہ جسونت سنگھ کو ایک ہزار سوار کا اضافہ دے کر پنجہزاری ذات، پنجہزار سوار دو اسپہ کا رتبہ عطا کیا۔ راجہ رائے سنگھ پانچ سو سوار کا اضافہ پا کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ سعادت خان دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار اور امانت خان ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ امانت خان کے بیٹے عنایت اللہ کو عرضِ مکرر

کی خدمت پر سرانلند فرمایا ۔ عبدالرحمان ولد صادق خان کو ترقی دے کر ہزاری ذات حار سو سوار کا منصب عنایت کیا ۔ عبدالرحمان کی جگہ رشیدای خوشنویس کو کتابخانہ خاصہ کی داروغگی ملی ۔ دیانت رائے کو رائے رایاں کا حطاب عطا ہوا ۔

جھجھار سنگھ بندیلے اور اس کے خاندان کے استیصال کے بعد فتنہ و فساد کی آگ بجھ گئی تھی لیکن ایک چنگاری باقی رہ گئی تھی ۔ چمپت بندیلے نے اُس مردود کے ایک کمسن لڑکے درتھی راج کو ہاتھ میں لے کر فساد برپا کر رکھا تھا ۔ اسلام آباد کی آبادی اُس کے ہاتھ سے تنگ تھی ۔ اس علاقے کا فوجدار باقی خان چمپت کی گوشمالی میں سرگرم تھا لیکن پوری سرکوبی اُس سے ممکن نہ تھی لہٰذا حضرت نے عبداللہ خان فیروز جنگ کو حکم دیا کہ یہ فوجداری اپنے ذمے سمجھو ۔ فساد پیشہ بندیلوں کے قتل ، قید اور قلع قمع میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا ۔ اس طرح کھوج مٹانا کہ اس نا پاک قوم کا نام و نشان باقی نہ رہے ۔ سائستہ خان کو بہار کی صوبےداری عنایت فرمائی ۔ خلعت ، جمدھر اور طلائی ساز والا گھوڑا عطا فرما کر اُدھر روانہ کیا ۔

سائویں سال جلوس میں بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ (۲۰ جون ۱۶۳۸ء) میرزا رستم صفوی کی دختر جو شاہزادہ شجاع کی بیگم تھیں ، جہانِ فانی سے گزر گئی تھیں لہٰذا حضرت نے اُس نورِ چشم کے لیے اعظم خان کی بیٹی کی خواستگاری فرمائی تھی ۔ اعظم خان نے اپنی بیٹی کو اُس کے بھائیوں میر خلیل اور میر اسحٰق نیز اُن کی والدہ کے ہمراہ درگاہِ معلیٰ میں بھیج دیا تھا ۔ ۸ شوال (۱۲ فروری ۱۶۳۹ء) کو حضرت نے معتمد خان ، مکرمت خان اور عمدہ النسا ستی خانم کے ہمراہ بخاص ہزار روپے نقد اور خاص ہزار روپے کے جواہرات ، پارچات اور مرصع آلات بطور ساچق اعظم خان کے گھر روانہ فرمائے ۔ چونکہ شاہزادہ شجاع کے بنگال روانہ ہونے کی تاریخ قریب تھی اور نجومیوں کی مقرر کردہ عقد کی تاریخ میں ابھی ایک مدت تھی لہٰذا حضرت نے حکم فرمایا کہ شاہزادے کی زینتِ حرم کو اُس کی والدہ اور بھائی میر اسحاق کے ہمراہ بنگال بھیج دیا

جائے تاکہ مسرورہ ساعت میں تقریب سعید شاہانہ آپ کے ساتھ وہیں منعقد ہو ۔ ذوالقرنین فرنگی نے حضرت کی مدح میں کچھ اشعار کہے تھے ، اُن کے صلے میں پانچ ہزار روپے کے انعام اور خلعت سے سرفراز ہوا ۔ ۲۹ شوال (۵ مارچ ۱۶۳۹ء) کو شاہزادہ شجاع کو تین ہزار کا اضافہ عطا کرکے پندرہ ہزاری ذات نو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ خلعت خاصہ اور مرصع آلات عنایت کرکے بنگال کو رخصت کیا ۔ شاہزادۂ عالی گہر اورنگ زیب کو بھی پندرہ ہزاری ذات ، نو ہزار سوار کا منصب ، خلعت اور طلائی ساز والے دو گھوڑے عنایت کرکے دولت آباد روانہ فرمایا ۔

شاہی سواری کی کابل کو روانگی

حضرت کی تخت نشینی کے بعد سے سلطنت کے تمام کاروبار اور دین و دنیا کے سارے امور بڑی خوبی سے انجام پا رہے تھے ۔ لیکن کابل کا شہر حضرت کے روئے انور کے پرتو سے محروم رہا تھا ۔ حضرت کا جی چاہا کہ اُس فرحت بخش علاقے کی سیر و تفریح اور آبِ رواں کی سیر سے دل خوش کریں ۔ علاوہ ازیں اہلِ کابل کے جذبۂ دل نے بھی حضرت کو اپنی طرف کھینچا ۔ یہ بھی مسطور تھا کہ کابل پہنچ کر توران کی طرف آنے جانے کی راہوں سے بھی آگاہی حاصل کریں تاکہ جب کبھی موقع میسر آئے ، اپنے آبائی ملک کو فتح کرنے کا سرانجام کریں ۔ غرض ۲۸ شوال ۱۰۴۸ھ (۱۳ فروری ۱۶۳۹ء) اتوار کی رات کو نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں شاہی سواری کابل کی طرف روانہ ہوئی ۔ حضرت نے مکرر سنا تھا کہ شاہ صفی تاجدارِ ایران قندھار پر حملہ آور ہونے کی فکر میں ہے لہذا شاہزادۂ شیر دل داراشکوہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ فوج ظفر موج اور توپیں ہمراہ لے کر ماندولت کے پہنچنے سے پہلے دریائے سندھ عبور کرکے نوشہرہ میں قیام کرو ۔ رخصت کے وقت شاہزادے کو خلعتِ خاصہ ، موتیوں سے مرصع نادری ، جیغۂ مرصع اور لعل و زمرد کی وہ تسبیح عنایت فرمائی جو جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے حضرت کو دکن کی مہم پر پہلی بار بھیجتے وقت عنایت کی تھی ۔ ایک لاکھ روپے اس کا مول تھا ۔ جمدھر مرصع مع پھول

نقارہ ، شمشیر و سپر خاصہ ، دو سو گھوڑے ، ان میں سے ایک کا زین طلائی مینا کار اور ایک کا سار مرصع تھا نیز پانچ ہاتھی اور ہتھنیاں عطا فرمائیں ۔ دس لاکھ روپے عنایت فرما کر کمال شان و شوکت کے ساتھ رخصت کیا ۔ فرط شفقت کے سبب شاہزادے کے دس معتمد نوکروں کو بھی خلعت دیے ۔ شاہی منصب داروں میں سے خان دوران بہادر کو شمشیر مرصع ، خنجر مرصع ، پھول کٹارہ ، طلائی ساز والے دو گھوڑے اور نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت کرکے شاہزادے کے ہمراہ کیا ۔ وفادار خان ، راجہ جگت سنگھ ، سعادت خان بھی ہمرکاب ہوئے ۔ ذوالفقار خان اس لشکر کا بخشی اور عبدالرحمان واقعہ نویس مقرر ہوا ۔ ان سبھوں کو گھوڑے اور خلعت سے سرفراز فرمایا ۔ دوسرے امرا کو صرف خلعت عطا ہوئے راجہ رائے سنگھ کو بھی خلعت دے کر بادشاہزادے کی رکاب میں تعینات کیا ۔

علی مردان خان کو خلعت ، جیغہ ، کمر بند مرصع اور دو ہاتھی عطا فرما کر جن میں سے ایک کا ساز نقرئی تھا ، کشمیر کو رخصت کیا ۔ وزیر خان خلعت اور مرصع جمدھر پاکر لاہور کو واپس ہوا ۔ عبداللہ بیگ اور اسماعیل بیگ پسران علی مردان خان کو ایک ایک ہاتھی عنایت فرمایا ۔ علامی افضل خان کے بھتیجے عنایت اللہ کو خلعت اور عاقل خان خطاب عطا ہوا - ملتفت خان کی جگہ دیوانی بیوتات کا عہدہ ملا ۔ عرض مکرر کی خدمت جو عنایت اللہ کے سپرد تھی ، اسحاق بیگ یزدی کے حوالے ہوئی۔ حقیقت خان خطاب دے کر بیگم صاحب کی سرکار کی دیوانی بھی اُسی کے سپرد کی ۔ منصب داروں کا تصحیحہ اور داغ کی داروغگی عنایت اللہ کے بجائے دیانت خان کے سپرد ہوئی قراول بیگی کی خدمت پر خلیل اللہ خان کی جگہ میرزا رستم صفوی کا پوتا مراد کام مامور ہوا ۔ قور بیگی کا عہدہ جو مراد کام کے پاس تھا ، صف شکن ولد میرزا حسن صفوی کو ملا ۔ محمد رشید خان درانی کے بجائے لاہور کے دیوان بہاری مل کو ملتان کا دیوان مقرر فرمایا ۔ لاہور کی دیوانی رائے سوبھا چند کے نام مقرر ہوئی ۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۰۴۸ھ (۲۰ مارچ ۱۶۳۹ء) کو دریائے چناب کے کنارے

جس کے پانی کی لذت کوثر و تسنیم کو شرماتی ہے ۔ جشن نوروزی منعقد ہوا ۔ عیش و نشاط کے سامان آمادہ ہوئے ۔ جب جشن انجام میں ختم ہوئے تو شرفِ آفتاب کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا ۔ اس سفر میں اس جگہ بہت دلکشا باغ فرحت بخش ہے ۔ حضرت خوش ہوئے ۔ منصب داروں اور وظیفہ خواروں کو حضرت نے خوب سے دو چند فیض یاب فرمایا ۔ اسی منزل میں سرو نوبستان سلطنت شہزادہ داراشکوہ استقبال کے لیے نوشہرہ سے چل کر حاضر ہوئے ۔ خان دوراں ، سعید خان ، راجہ جے سنگھ ، بہادر خان ، وفائی خان ، عنایت خان ، جگت سنگھ بھی حاضر ہوئے ۔ حضرت نے راجہ جے سنگھ کو دو ہزاری کا منصب عنایت کی ۔ اگلے روز خان دوراں اور سعید خان کو نوشہرہ واپس جانے کی اجازت ملی ۔ راجہ جگت سنگھ کو بالائی اور زیریں بنگش اکوہاٹ کی فوجداری پر مامور ہوا ۔ خلعت عطا فرما کر حکم دیا کہ غلہ فراہم کرکے کابل پہنچانا جو ان کے ذمے تھے ۔ حسن ابدال میں دس روز قیام کرنے کے بعد جب کوچ کرکے دریائے اٹک (سندھ) عبور کیا اور نوشہرہ میں پڑاؤ ڈالا ۔ اس منزل میں حکم والا صادر ہوا کہ سب امرا اپنی اپنی فوجوں کو مسلح اور صف بستہ کرکے میدان میں کھڑے ہوں ۔ سب نے تعمیل کی ۔ حضرت نے ہاتھی پر سوار ہوکر سارے لشکر کا جو تعداد میں پچاس ہزار تھا ، تفصیلی معائنہ کیا ۔ اگلے دن نوشہرہ سے کوچ کرکے اقبال و ظفر کو جلو میں لیے ہوئے منزل بہ منزل کابل کی طرف بڑھے ۔ سارا لشکر ہوا کی طرح پہاڑوں سے گزر کر کابل پہنچا تو سپاہ کی کثرت سے ہنگامۂ محشر برپا ہوگیا ۔ دریائے لشکر کا جوش و خروش سن کر بلخ اور بخارا والوں کے دل تھرا گئے ۔ کابل کی فوج اور رعایا حضرت کے خیر مقدم کی خبر سن کر باغ باغ ہوگئی ۔ چھوٹے بڑے جوق در جوق استقبال کے لیے آئے ۔ حضرت نے ان کی سرگرمی دیکھ کر خوشنودی کا اظہار فرمایا ۔

سعید خاں ظفر جنگ کا نواحِ کابل کے قبائلیوں کی تادیب پر مامور ہونا

جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کی بے توجہی کے سبب امور سلطنت میں خلل ظاہر ہوگیا تھا، بالخصوص سرحدوں کا نظم و نسق ایسا بگڑا کہ تمام ملکی و مالی معاملات درہم برہم ہوگئے۔ موقع کو غنیمت سمجھ کر نذر محمد خاں کے ایک افسر یلنگتوش نے نواحِ کابل کے قبائلیوں کو، جو ہمیشہ صوبہ دارِ کابل کی اطاعت کرتے تھے، بہکا کر اپنا ہوا کر کے بالکل منحرف کر دیا۔ اب جو حضرت تشریف فرما ہوئے تو سعید خاں کو حکم دیا کہ قبائلیوں کی خوب تنبیہ کرو تاکہ وہ یلنگتوش کی ہواخواہی و اطاعت سے ہاتھ اٹھائیں۔ اگر یہ لوگ عاقبت اندیشی سے کام لے کر سرکشی سے باز آئیں تو انھیں عنایاتِ شاہی کا امیدوار کرکے انھیں جان و مال کی امان دینا لیکن اگر سرکشی و بغاوت پر اڑے رہیں تو سبھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دو اور اس سرزمین کو برباد کر دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو۔ سعید خاں نے وہاں پہنچتے ہی لشکر کو چاروں طرف پھیلا کر ترکتاز شروع کی اور سارے علاقے کو تاراج کر ڈالا۔ قبائلی علاقے کے بیشتر حصے پر تصرف کرنے کے بعد جو لوٹ کے ۲۷ سرداروں کو گرفتار کرکے حاضرِ درگاہ ہوا۔

یکم صفر ۱۰۴۹ھ (۳ جون ۱۶۳۹ء) بروز جمعہ فردوس مکانی بابر بادشاہ اور رقیہ بیگم کے مزاروں کی زیارت کے واسطے سوار ہوئے۔ طواف سے فارغ ہوکر خیرات اور عطیے کے طور پندرہ ہزار روپے مجاوروں کو عنایت فرمائے۔ ۲۰ صفر ۲۶ جون ۱۶۳۹ء کو شکارِ قمرغہ کھیلنے کے لیے چہاربو تشریف لے گئے۔ یہاں ایک سو ساٹھ رنگ اور چار جوار (پہاڑی بکرے) شکار کیے ہانکا کرنے والوں کو پانچ ہزار روپے عنایت کیے۔

جب امام قلی خاں والیِ توران نے حضرت کے کابل میں آنے کی خبر سنی تو اپنے مدارالمہام نذر بیگ طغائی کو اشارہ کیا کہ خان دوران اور

سعید خاں نے [illegible] بھیجے تھے [illegible]
کے [illegible] میں [illegible] کا [illegible] [illegible]
[illegible] قصد رکھتے ہوں [illegible]
عرض کرنے [illegible]
کہ آپ [illegible] کے لیے [illegible]
دوستی و [illegible] کا حق ادا کر [illegible] نے بھی [illegible] حضور
کے پاس [illegible]
کے [illegible] حضور
اصالت خاں اور مکرمت خاں کی [illegible] خاں کا
مراسلہ، [illegible] گھوڑے، [illegible] اونٹ، [illegible] کی [illegible] پیش
کیں۔ [illegible] ہزار روپے کا مال تھا جو [illegible] قبول فرمایا۔ [illegible] کو
خلعت، طلائی زین والا گھوڑا اور [illegible] ہزار روپے عطا کیے۔ اُس کے بیٹے
محسن اور عبداللہ بھی پانچ پانچ ہزار روپے، خلعت اور [illegible] طلائی ساز
والے گھوڑے پا کر سرفراز ہوئے۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۰۴۹ھ (۱۳ اگست ۱۶۳۹ء) [illegible] کے دن عمر مبارک کے پچاسویں قمری سال کا یعنی انچاسواں جشن ولادت منعقد ہوا۔ حضرت کا جسم جسے جان جہاں کہا جاتا ہے، زر و جواہر میں تولا گیا جو محتاجوں مسکینوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ غریبوں، ناداروں کی امیدیں بر آئیں۔ قلیج خاں صوبہ دار [illegible] جو آستاں بوسی کے لیے آیا تھا، حاضر خدمت ہوکر سر بلند ہوا۔ [illegible] حضور کو خلعت، شمشیر، طلائی ساز، مرصع طلائی پاندان، سیفی، دوالی اور ارگجہ سے بھرا ہوا طلائی پیالہ عنایت ہوئے۔ پچیس ہزار روپے اُسے اور دو ہزار اُس کے رفیقوں کو عطا کیے۔ ملتان کا ناظم یوسف خاں ملکِ عدم کو روانہ ہوگیا تھا، اُس کی جگہ نجابت خاں کو چار ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر ترقی دے کر ملتان کی حکومت پر نامزد کیا۔ قلیج خاں کو خلعت، طلائی ساز والا گھوڑا اور ایک ہاتھی عنایت کرکے قندھار واپس بھیجا۔ دیدار خاں کو کابل کی قلعداری پر مامور فرمایا۔ یادگار حسین خاں کے داماد محمد اسحاق کو رائے

تشریف لے گئے اور کمال شائستگی سے مراسم تعریف ادا کیے۔ آصف خان نے ایک لاکھ روپے کی نذر کی۔ آپ نے خلعت خاصہ، خنجر مرصع، پھول کٹارہ، طلائی زین والے دو عربی گھوڑے، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی اسے عنایت فرمائی۔ ۱۷ رجب (۱۳ نومبر ۱۶۳۹ء) کو حضرت نے علی مرداں خاں کی حویلی میں قدم رنجہ فرمایا۔ وفادار سردار نے پااندار اور نچھاور کی رسوم بجا لانے کے بعد تقریباً ایک لاکھ روپے کے جواہرات اور نایاب تحفوں کی پیشکش حاضر کی۔ راجہ جے سنگھ خلعت پاکر اور وطن جانے کی اجازت لے کر رخصت ہوا۔ شاہزادہ شجاع کی عرض داشت سے، جو انھوں نے اپنے نوکر مسعود کے ہاتھ بھیجی تھی، واضح ہوا کہ ان کے حرم میں ۲ رجب ۱۰۴۹ھ (۲۹ اکتوبر ۱۶۳۹ء) کو ایک بیٹا اور ۵ رجب (یکم نومبر ۱۶۳۹ء) کو ایک دختر پیدا ہوئی۔ حضرت بہت مسرور ہوئے۔ اس نونہال کا نام سلطان زین الدین محمد اور لڑکی کا نام گل رخ بانو بیگم تجویز فرمایا۔ مسعود کو جو یہ خوشخبری لایا تھا، خلعت اور چھ ہزار روپے عطا کیے۔

جمدۃ الملک اسلام خاں نے نقرئی ساز والے پچیس ہاتھی، پچاس ٹٹو اور بنگال کی نفیس چیزیں کہ ان سب کی قیمت دس لاکھ ساٹھ ہزار روپے تھی، بطور پیشکش نظر عالی سے گزاریں۔ شب برات قریب تھی۔ علی مرداں خاں نے ایوان خاص و عام کو ایرانی قاعدے سے آراستہ کرکے دولت خانے کی در و دیوار کی انوکھے طرز سے آرائش کی۔ تختوں کو تراش تراش کر طاق اور جالیاں بنائیں اور ان میں عجیب و غریب طریقے سے چراغاں کیا۔ شمع شبستان اقبال، چراغ دودمان جاہ و جلال نے اس دلفریب محفل میں آ کر دیکھا کہ بالائی طبقہ شمعوں کی تابانی سے چرخ چہارم کو مات کر رہا ہے۔ نیچے کا طبقہ سنہری روپہلی مشعلوں کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ بارگاہ خاص و عام کے صحن اور جھروکہ درشن کی طرف آتشبازیاں ترتیب سے رکھی تھیں، حکم فرمایا کہ چھوڑی جائیں۔ مسکینوں محتاجوں کو دو ہزار روپے عطا فرمائے۔ ملا عبدالحکیم اور ملا فاضل کو چار چار سو

اشرفیاں عنایت کیں ۔ ۲۶ شعبان مطابق (۲۰ ستمبر ۱۶۳۹ء) معتمد خاں نے عالم بقا کی راہ لی ۔

علی مردان خاں کے اہتمام سے شاہ نہر کا نکلنا

علی مردان خاں نے گزارش کی تھی کہ میرا ایک ملازم نہریں نکالنے میں نہایت ماہر ہے اور یہ ذمہ لیتا ہے کہ دریائے راوی کوہستان سے گزر کر جس جگہ میدان میں داخل ہوتا ہے وہاں سے ایک نہر کاٹ کر لاہور کی طرف لائے گا تاکہ دارالسلطنت لاہور کے باغات اس سے سیراب ہوں ۔ چونکہ چمن پیرائے سلطنت کو باغوں کا بہت شوق ہے اور ہر وقت رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال دامن گیر رہتا ہے لہذا ایک لاکھ روپے خانِ موصوف کے حوالے کیے کہ ماہرانِ فن نے خرچ کا یہی تخمینہ تیار کیا تھا ۔ خانِ موصوف نے اپنے آدمیوں کو اس کام پر مامور کر کے ہدایت کی کہ موضع راج پور سے جو نورپور کے پاس واقع ہے ، نہر کی کھدائی شروع کریں اور وہاں سے لاہور تک کہ ساڑھے اڑتالیس کوس کا فاصلہ ہے ، نہر کھودتے چلے آئیں ۔ جب کھدائی کا کام مکمل ہو چکا اور نہر میں پانی چھوڑا گیا تو اندازہ ہوا کہ پانی اچھی طرح نہیں آرہا ۔ حضرت نے پھر ماہروں کو ایک لاکھ روپے مزید دیے کہ پانی وافر مقدار میں آئے ۔ اناڑی کارپردازوں نے بےمہارتی کے سبب نہر کی اصلاح اور مرمت میں پچاس ہزار روپے ڈبو دیے لیکن معاملہ جوں کا توں رہا ۔ اب حضرت کے حسب الحکم جامع الکمالات ملا علاء الملک تونی نے جو عجیب و غریب علوم نیز پانی کی سطح (لیول) جانچنے میں نہایت ماہر ہے ، توجہ کی ۔ علی مردان خاں والی نہر کو چھ کوس تک بدستور قائم رکھا ۔ اس کے بعد ۳۲ کوس تک دوسرے راستے پر نئی نہر کھودی ۔ غرض اس مرتبہ پانی بہ افراط آیا ۔ سن ۱۶ جلوس سے آج تک کہ جلوس کا تیسواں سال ہے ، پانی بے دغدغہ افراط کے ساتھ آرہا ہے ۔

۹ رمضان ۱۰۴۹ھ (۳ جنوری ۱۶۴۰ء) کو مہرِ سپہرِ سلطنت اورنگ زیب بہادر کی عرضداشت پہنچی ۔ تحریر تھا کہ ۴ رمضان مطابق

کاشی داس کی جگہ کابل کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا ۔ قلیج خان کا بھانجا میرزا محمد "خنجر خاں" کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ کفایت خان کی جگہ میر صمصام الدولہ قندھار کا دیوان مقرر ہوا ۔

کابل سے حضرت کی لاہور کو واپسی

نذر محمد خان نے ہوائی کی بدمستی اور نادانی کی جھونک میں کابل کے نواح میں بڑا فتور مچایا تھا ۔ وقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کی بے تمیزی کا جواب دیا جاتا ، لیکن امام علی خان نے اپنے مراسلے میں نئے پرانے رشتوں کا ذکر کرکے معذرت کی تھی اور مراسلت کا سلسلہ شروع کیا تھا لہٰذا خدیو روزگار نے فیصلہ کیا کہ الفت و دوستی کا یہ رشتہ قائم رہے تو بہتر ہے ۔ غرض ۲۵ ربیع الثانی ۱۰۴۹ھ (۲۵ اگست ۱۶۳۹ ع) کو پہر بھر دن چڑھے بنگش کے راستے لاہور کو روانہ ہوئے ۔ چشمۂ خواجہ خضر پر منزل کی ۔ یہاں سعد خاں کو خلعت دے کر کابل واپس جانے کی اجازت دی ۔ شاد خاں کو خلعت ، جیغۂ مرصع ، خنجر ، طلائی ڈاب والی تلوار عطا کرکے حکم دیا کہ نذر محمد خان کے مراسلے کا جواب اور ایک لاکھ روپے کے تحفے لے کر بلخ کو روانہ ہو ۔ وزیر خان نے اپنی صوبے داری کے زمانے میں لاہور کے اکثر باشندوں سے نامناسب سلوک کیا تھا ، اس کی جگہ معتمد خان کو یہ خدمت سپرد کی ۔ اللہ ویردی خان کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ غیرت خان کی جگہ دہلی کی صوبے داری عطا کرکے اُدھر روانہ کیا ۔ ۲ جمادی الاول (۱۸ ستمبر ۱۶۳۹ع) کو کوہاٹ میں شکار قمرغہ کھیلا ۔ یہاں ۹۶ سارخوار ، چکارے اور پہاڑی مینڈھے شکار کیے ۔ ۲۳ ستمبر کو کشتیوں کے پل سے نیلاب (سندھ) کو عبور کیا ۔ سات منزلوں کے بعد دریائے جہلم کے کنارے لشکر شاہی کے خیمے ہوئے ۔

سن ۱۳ جلوس

یکم جمادی الثانی ۱۰۴۹ھ ، ۶ مہر مطابق ۲۹ ستمبر ۱۶۳۹ع جمعرات کے دن تیرھواں سال جلوس شروع ہوا ۔ حضرت کے اثر سخاوت نے برس

کو ساری دنیا کو سیراب اور عیش و عشرت سے کامیاب کیا۔ اس عشرت افروز تاریخ پر میرزا عیسیٰ ترخان حاکمِ سورٹھ کو ایک ہزار سوار کی ترقی دے کر پنج ہزاری ذات و سوار، یک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلندی بخشی۔ تاریخ ۲ جمادی الثانی (۳۰ ستمبر ۱۶۳۹ء) صلابت خان کو خلعتِ خاصہ اور پانچ سو سوار کی ترقی دے کر تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا کیا اور معتمد خان کی جگہ میر بخشی مقرر فرمایا۔ اسد خان کو خلعت اور بخشیِ دوم کا عہدہ ملا۔ ۵ تاریخ کو (۳ اکتوبر ۱۶۳۹ء) بابر بادشاہ کے تیار کردہ تالاب کے کنارے جو موضع کدہ سرکہ بھیرہ میں واقع ہے، شاہی سواری کا ورود ہوا۔ جاں نثار خاں اس علاقے کا فوجدار تھا، تالاب کی مرمت کے لیے اسے ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں۔ جنڈالہ کی منزل میں علی مردان خان کے نوکر مرشد قلی کے ہاتھ اسے خلعتِ خاصہ اور چار گھوڑے روانہ کر کے ہدایت کی کہ جب ہماری سواری لاہور پہنچے تو خان موصوف بارگاہِ والا میں حاضر ہو۔ مرشد قلی قندھار سے چل کر کابل میں حاضرِ خدمت ہوا تھا۔

۲۱ جمادی الثانی ۱۰۴۹ھ (۱۶ اکتوبر ۱۶۳۹ء) کو قلعۂ لاہور کا دولت خانہ حضرت کی تشریف آوری سے زینت پاکر مرکزِ فیض بن گیا۔ علی مردان خان کشمیر سے آکر حاضرِ خدمت ہوا۔ خلعت، نادری، جیغۂ مرصع کی عنایت اور ہزاری ذات و سوار کی ترقی سے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی۔ صوبۂ پنجاب و کشمیر دونوں کی صوبے داری سے ہم چشموں میں ممتاز ہوا۔ ۶ رجب (۲ نومبر ۱۶۳۹ء) کو بنگال سے آکر آستاں بوسی سے مشرف ہوا۔ حضرت نے از سرِ نو عنایات کر کے اُسے کل ہندوستان کی دیوانی عنایت فرمائی۔ خلعت خاصہ، زردوزی چار قب، قلمدانِ مرصع عطا ہوا۔ صوبۂ اودھ جاگیر میں ملا۔ حضرت کے کرم سے مسندِ وزارت پر جگہ پائی۔ حکم ہوا کہ اس کا بھائی سیادت خاں صوبۂ اودھ کے انتظام کے لیے روانہ ہو۔

انھی دنوں ملکہ ممتاز محل مرحومہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ ماتم پرسی اور تسلی کے واسطے حضرت خود آصف خاں کی حویلی میں

تشریف لے گئے اورکمال شائستگی سے مراسم تعزیت ادا کیے۔ آصف خان نے ایک لاکھ روپے کی نذر کی ۔ آپ نے خلعت خاصہ ، خنجر مرصع ، پھول کٹارہ ، طلائی زین والے دو عربی گھوڑے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی اسے عنایت فرمائی - ۱۷ رجب (۱۳ نومبر ۱۶۳۹ء) کو حضرت نے علی مردان خاں کی حویلی میں قدم رنجہ فرمایا - قاعدہ داں سردار نے پاانداز اور نچھاور کی رسوم بجا لانے کے بعد تقریباً ایک لاکھ روپے کے جواہرات اور نایاب تحفوں کی پیشکش حاضر کی - راجہ جے سنگھ خلعت پاکر اور وطن جانے کی اجازت لے کر رخصت ہوا ۔ شاہزادہ شجاع کی عرض داشت سے ، جو انھوں نے اپنے نوکر مسعود کے ہاتھ بھیجی تھی ، واضح ہوا کہ ان کے حرم میں ۲رجب ۱۰۴۹ھ (۲۹ اکتوبر ۱۶۳۹ء) کو ایک بیٹا اور ۵ رجب ، (یکم نومبر ۱۶۳۹ء) کو ایک دختر پیدا ہوئی ۔ حضرت بہت مسرور ہوئے اس نونہال کا نام سلطان زین الدین محمد اور لڑکی کا نام گل رخ بانو بیگم تجویز فرمایا ۔ مسعود کو جو یہ خوشخبری لایا تھا ، خلعت اور چھ ہزار روپے عطا کیے ۔

جمدہ الملک اسلام خاں نے نقرئی ساز والے پچیس ہاتھی ، پچاس ٹٹو اور بنگال کی نفیس چیزیں کہ ان سب کی قیمت تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے تھی، بطور پیشکش نظر عالی سے گزاریں ۔ شب برات قریب تھی۔ علی مردان خاں نے ایوان خاص و عام کو ایرانی قاعدے سے آراستہ کرکے دولت خانے کی در و دیوار کی انوکھے طرز سے آرائش کی ۔ تختوں کو تراش تراش کر طاق اور جالیاں بنائیں اور ان میں عجیب و غریب طریقے سے چراغاں کیا ۔ شمع شبستان اقبال ، چراغ دودمان جاہ و جلال نے اس دلفریب محفل میں آ کر دیکھا کہ بالائی طبقہ شمعوں کی تابانی سے چرخ چہارم کو مات کر رہا ہے - نیچے کا طبقہ سنہری روپہلی مشعلوں کے نور سے جگمگا رہا ہے ۔ بارگاہ خاص و عام کے صحن اور جھروکہ درشن کی طرف آتشبازیاں ترتیب سے رکھی تھیں ، حکم فرمایا کہ چھوڑی جائیں - مسکینوں محتاجوں کو دو ہزار روپے عطا فرمائے ۔ ملا عبدالحکیم اور ملا فاضل کو چار چار سو

افزائیاں عنایت کیں ۔ ۲۹ شعبان مطابق (۲ ، دسمبر ۱۶۳۹ء) محمد خان نے عالم بقا کی راہ لی ۔

علی مردان خان کے اہتمام سے شاہ نہر کا نکلنا

علی مردان خان نے گزارش کی تھی کہ میرا ایک ملازم نہریں نکالنے میں نہایت ماہر ہے اور یہ ذمہ لیتا ہے کہ دریائے راوی کوہستان سے گزر کر جس جگہ میدان میں داخل ہوتا ہے وہاں سے ایک نہر کاٹ کر لاہور کی طرف لائے گا تاکہ دارالسلطنت لاہور کے باغات اس سے سیراب ہوں ۔ چونکہ چمن پیرائے سلطنت کو باغوں کا بہت شوق ہے اور ہر وقت رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال دامن گیر رہتا ہے لہٰذا ایک لاکھ روپے خانِ موصوف کے حوالے کیے کہ ماہرانِ فن نے خرچ کا یہی تخمینہ تیار کیا تھا ۔ خانِ موصوف نے اپنے آدمیوں کو اس کام پر مامور کرکے ہدایت کی کہ موضع راج پور سے جو نورپور کے پاس واقع ہے ، نہر کی کھدائی شروع کریں اور وہاں سے لاہور تک کہ ساڑھے اڑتالیس کوس کا فاصلہ ہے ، نہر کھودتے چلے آئیں ۔ جب کھدائی کا کام مکمل ہو چکا اور نہر میں پانی چھوڑا گیا تو اندازہ ہوا کہ پانی اچھی طرح نہیں آرہا ۔ حضرت نے پھر ماہروں کو ایک لاکھ روپے مزید دیے کہ پانی وافر مقدار میں آئے ۔ اناڑی کارپردازوں نے بےمہارتی کے سبب نہر کی اصلاح اور مرمت میں پچاس ہزار روپے ڈبو دیے لیکن معاملہ جوں کا توں رہا ۔ اب حضرت کے حسب الحکم جامع الکمالات ملاّ علاء الملک تونی نے جو عجیب و غریب علوم نیز پانی کی سطح (لیول) جانچنے میں نہایت ماہر ہے ، توجہ کی ۔ علی مردان خان والی نہر کو چھ کوس تک بدستور قائم رکھا ۔ اس کے بعد ۳۲ کوس تک دوسرے راستے پر نئی نہر کھودی ۔ غرض اس مرتبہ پانی بہ افراط آیا ۔ سن ۱۶ جلوس سے آج تک کہ جلوس کا تیسواں سال ہے ، پانی بے دغدغہ افراط کے ساتھ آرہا ہے ۔

۹ رمضان ۱۰۴۹ھ (۳ جنوری ۱۶۴۰ء) کو مہر سپہر سلطنت اورنگ زیب بہادر کی عرضداشت پہنچی ۔ تحریر تھا کہ ۴ رمضان مطابق

۲۹ دسمبر ۱۶۳۹ء جمعرات کے دن زمیندار راجوری کی دختر کے بطن سے ایک شاہزادہ پیدا ہوا ہے ۔ شاہزادے کے نوکر نظر بیگ نے ہزار اشرفیاں بطور نذر پیش کرکے نام تجویز کرنے کی التماس کی ۔ شاہ عالم پناہ نے اس نونہال بوستان سلطنت کا نام محمد سلطان رکھا ۔ نذر بیگ کو خلعت، گھوڑے اور ہزار روپے کا انعام عطا فرما کر شاہزادے کے لیے خلعت خاصہ اور طلائی زین والا عربی گھوڑا ارسال کیے ۔

اہل سیستان کا بُست کے پاس آ کر شاہی نمک خواروں سے شکست کھانا

بُست کے قلعدار عزت خان نے بے تدبیری کی بدولت قلعۂ خنشی کی نگہداشت عبدل نام سیستانی کے سپرد کردی تھی ۔ حمزہ ولد جلال‌الدین یہاں پہلے حاکم تھا ۔ عبدل کی اس سے خفیہ خط و کتابت رہتی تھی بلکہ وعدہ کر رکھا تھا کہ یہ قلعہ تمہیں دے دوں گا ۔ لشکر شاہی کے دبدبے سے اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ کوئی اقدام کرے ۔ ایک مرتبہ اس کے کسی دوست نے اسے لکھ بھیجا کہ شاہ ایران کے دربار میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ تم نے صوبہ دار قندھار سے ساز باز کر لی ہے ۔ حمزہ بہت گھبرایا ۔ جس وقت قلیچ خان بارگاہ والا میں حاضر ہونے کے واسطے کابل گیا ، حمزہ نے موقع غنیمت سمجھ کر اپنے غلام سیالہ کو کچھ سپاہیوں کے ساتھ قلعہ خنشی کی تسخیر کے لیے بھیج دیا ۔ نمک حرام عبدل نے اسے قلعے میں بلا کر عزت خان کے رفیقوں کو قتل کروا دیا ۔ کچھ عرصہ بعد قلیچ خان قندھار سے واپس آیا تو اپنے نوکر لطیف بیگ کو تھوڑی سی فوج اور کچھ احدی دے کر اُدھر بڑھایا ۔ اس دلاور نے کمال شجاعت کے ساتھ جاتے ہی محاصرہ کر لیا ۔ حمزہ نے یہ خبر سن کر بھاری کمک بھیج دی ۔ اب لطیف بیگ کو مصلحتاً ہٹنا پڑا ۔ دریائے ہیرمند سے پانچ کوس کے فاصلے پر توقف کیا ۔ بھاری ساز و سامان یہاں چھوڑ کر لڑائی کی تیاری کی ۔ لطیف بیگ کے ہٹنے سے سرکشوں کا حوصلہ اور بڑھ گیا ۔ دریائے ہیرمند پار کر کے آمادۂ پیکار ہوئے ۔ لطیف بیگ نے بڑی جاں فشانی سے مقابلہ کر کے پہلے

ہی حملے میں بہت سوں کو قتل کر دیا ۔ پھر کسی کو ٹھہرنے کا حوصلہ نہ رہا ، راہِ فرار اختیار کی ۔ بہادروں نے خوب قتل اور قید کرنے کے بعد آگے بڑھ کر قلعۂ خنشی کو بھی فتح کر لیا ۔ قلیج خاں نے یہ خبر سن کر خنجر خاں کو دو ہزار سوار دے کر بڑھایا کہ سیستان کا علاقہ خوب تاراج کرو ۔ اس نے لطیف بیگ کے ساتھ مل کر وہاں بہت تباہی مچائی ۔ حضرت کے حسب الحکم عبدل قتل کر دیا گیا ۔ مال و متاع ضبط ہو کر سرکار شاہی میں جمع ہوا ۔

۱۵ رمضان (۹ جنوری ۱۶۴۰ء) کو شاہزادۂ والا گہر سلطان مراد علی مردان خاں ، اسلام خاں ، جعفر خاں اور بخشیانِ لشکر کو ہمرکاب لیے شاہزادۂ کامگار سلطان اورنگ زیب بہادر کی پیشوائی کے لیے گئے اور انہیں ساتھ لیے بارگاہِ والا میں حاضر ہوئے ۔ اورنگ زیب نے تسلیم و کورنش کے بعد ایک ہزار اشرفیوں کی نذر دی اور پچاس ہزار روپے کا ایک ہاتھی جس کا طلائی ساز تھا بطور پیشکش حاضر کیا ۔ حضرت نے خلعتِ خاصہ اور تمام عیار نامی عربی گھوڑا عنایت کر کے سرفراز فرمایا ۔ اطلاع آئی کہ راجہ رام داس نروری دنیا سے رخصت ہوا ، آپ نے اس کے پوتے امر سنگھ کو ترقی دے کر ہزاری ذات ، چھ سو سوار کا منصب اور راجا کا خطاب عنایت کیا ۔ دادا کی میراث کے بطور قلعۂ نرور اور آس پاس کے علاقے کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور وہی علاقہ بطور جاگیر ملا ۔ ۲ شوال (۱۶ جنوری ۱۶۴۰ء) کو یمین الدولہ آصف خاں کی عیادت کے لیے گئے ۔ فالج میں مبتلا تھا ۔ دائیں ہاتھ سے کوئی چیز نہ پکڑ سکتا تھا ۔ ۴ شوال ۱۰۴۹ھ مطابق ۸ بہمن ، ۱۸ جنوری ۱۶۴۰ء کو عمر مبارک کے اڑتالیسویں شمسی سال کا جشنِ تلادان شاہانہ تجمل کے ساتھ منعقد ہوا ۔ شاہزادوں اور امرائے نامدار نے تسلیم و کورنش بجا لا کر مبارک باد دی ۔ اس مبارک تاریخ پر شاہزادہ شجاع اور اورنگ زیب بہادر کے منصب میں جو پندرہ ہزاری ذات اور نو ہزار سوار تھا ، چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار پائے ۔ شاہزادہ اورنگ زیب کو دس لاکھ روپے انعام عطا فرمایا ۔ شاہزادہ مراد کو ہزار سوار کی ترقی دے کر دس ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار کا منصب

بخشا ۔ علی مردان خاں کا منصب ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار تھا ، اس میں تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ، خلعت بھی عطا ہوا ۔ چاندی کے ساز والا فیلِ خاصہ اور چاندی کے ساز کی ایک ہتھنی مزید مرحمت فرمائی ۔

بتاریخ ۵ شوال (۱۹ جنوری ۱۶۴۰ء) حضرت نے اورنگ زیب بہادر کی حویلی میں قدم رنجہ فرما کر اُسے رشکِ خلد بنا دیا ۔ اس والا گہر نے مقررہ رسوم بجا لانے کے بعد چھ لاکھ روپے کی پیشکش حاضر کی جو جواہرات ، مرصع آلات اور نقرئی ساز والے پچاس ہاتھیوں ہتھنیوں پر مشتمل تھی ۔ حضرت کے حسب الحکم علی مردان خاں کو خلعتِ خاصہ مع چارقب اور مرصع جمدھر عطا ہوا ۔ وزیر خاں اور جعفر خاں کو خلعت اور فرجی ، صلابت خاں اور اصالت خاں کو خلعت ملے ۔ ۱۶ شوال (۳۰ جنوری ۱۶۴۰ء) کو سمند دولت و ناز پر سوار ہو کر موضع خان پور تشریف لے گئے جہاں جمال خاں قراول نے تقریباً دو ہزار تین سو کالے ہرن اور چکارے ادھر اُدھر سے گھیر کر جالوں میں پھانس رکھے تھے ۔ حضرت نے تین سو کو پکڑوا لیا ، باقی چھڑوا دیے ۔ ہرناتھ کہ رقص و موسیقی میں یکتائے عصر ہے ، ہاتھی ، گھوڑے اور ایک لاکھ دام (ڈھائی ہزار روپے) کی عنایت سے سرفراز ہوا ۔ قزلباش خاں کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب اور احمد نگر کی قلعداری پر سرفراز فرمایا ۔ علی مردان خاں کے نوکر مرشد قلی کو پنجاب کی دیوانی عنایت ہوئی ۔

اکبر نگر (راج محل) میں آگ لگنے سے شاہزادہ شجاع کی حویلی اور تمام کارخانوں کا جل جانا

اطلاع آئی کہ ۶ شوال (۲۰ جنوری ۱۶۴۰ء) کو قضا و قدر کی نیرنگی اور سخت آندھی کے سبب اکبر نگر میں آگ لگ گئی ۔ ذرا سی دیر میں شعلے شاہزادے کی حویلی تک پہنچ گئے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ اس طرح پھیلی کہ آدمیوں کا باہر نکلنا دشوار ہو گیا ۔ مجبوراً شاہزادہ اور محل کے آدمی جھروکہ درشن کی طرف سیڑھیاں لگا کر بہ مشکل اترے ۔

ابھی کچھ آدمی باقی تھے کہ شعلے جھروکے تک آ پہنچے ۔ ان بیچاروں نے چھلانگیں لگائیں ۔ بعض کے سخت چوٹیں آئیں ، بعض بچ گئے ۔ اس کے باوجود شاہزادے کے ۵۰ نوکر آگ میں جل گئے ۔ جواہر خانہ ، کورکراق خانہ ، توشک خانہ اور دوسرے تمام کارخانے جل کر خاک سیاہ ہو گئے ۔ خاقان بندہ نواز نے یہ خبر سن کر اس فرزند کو عنایت آمیز فرمان روانہ کیا ۔ دو لاکھ روپے کے جواہرات و پارچات ، اولاد کے لیے ایک لاکھ روپے کے زیور اور دو لاکھ روپے نقد اس والا گہر کو بھجوا دیے ۔

کشمیر جنت نظیر کی سیر کے لیے روانگی

چونکہ حضرت کشمیر کے سبزہ و گل کی سیر کے نہایت مشتاق تھے لہٰذا فصل بہار کے آغاز میں جب طرح طرح کے پھول شاخوں سے سر نکالتے اور غنچے شاخساروں سے پھوٹ کر باغ کو رشک فردوس بنا دیتے ہیں ، بتاریخ یکم اسفندار ، ۲۵ شوال (۱۸ فروری ۱۶۳۰ء) شاہی سواری لاہور سے پنوج کے راستے کشمیر کی طرف روانہ ہوئی ۔ یمین‌الدولہ آصف خاں استسقا میں مبتلا تھا ، اسے لاہور میں چھوڑا ۔ غیرت خاں کو لاہور کی قلعداری سپرد کی ۔ علی مردان خاں کو خلعت خاصہ اور خنجر عطا فرما کر حکم دیا کہ تم لاہور پہنچ کر اپنے صوبے کا انتظام سنبھالو ۔ مراد کام کی جگہ خلیل‌اللہ خاں کو قراول بیگی کی خدمت سپرد کی ۔ ۸ ذیقعدہ (یکم مارچ ۱۶۳۰ء) کو دریائے چناب کے کنارے شاہزادۂ ارجمند اورنگ زیب بہادر کو خلعت خاصہ ، موتیوں اور لعلوں کا سرپیچ کہ ڈیڑھ لاکھ روپے کا تھا ، پچاس ہزار روپے کی موتیوں کی تسبیح جس میں تین لعل اور چار زمرد پڑے تھے ، عطا فرمائی ۔ جمدھر ، شمشیر ، ترکش خاصہ ، مرصع پٹی ، کچھ مرصع آلات ، ایک ہتھنی ، نقرئی ساز والا ہاتھی ، دو سو گھوڑے جن میں ایک پر طلائی زین تھا ، اس اقبال مند کو عنایت کر کے دولت آباد کی طرف رخصت فرمایا ۔ شاہزادہ مراد بخش کو خلعت خاصہ ، جمدھر ، شمشیر مرصع ، جیغۂ مرصع ، میناکار طلائی زین والے دو گھوڑے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی عطا فرما کر ہدایت کی کہ

بھیرہ پہنچ کر قیام کرنا ، پھر جب فرمان پہنچے تو کابل روانہ ہونا ۔ وزیر خاں کو گھوڑا اور خلعت ، دوسرے امرا کو صرف خلعت عطا کر کے شاہزادہ مراد کے ہمرکاب بھیجا ۔ جسونت سنگھ کو خلعت اور طلائی زین والا گھوڑا عنایت فرما کر وطن واپس جانے کی اجازت دی ۔ اللہ ویردی خاں دہلی سے آ کر حاضر درگاہ ہوا ۔ مکرمت خاں کو حکم فرمایا کہ کابل اور قندھار میں رسد پہنچانے اور دوسرے کاموں کے سرانجام کے واسطے لاہور سے وہاں کو روانہ ہو جائے ۔ بارہ ہزار اشرفیاں اُسے دیں کہ اُس علاقے کے محتاجوں میں تقسیم کر دینا ۔

اس منزل پر یہ حکم صادر ہوا کہ شاہزادہ والا جاہ داراشکوہ شاہی سواری سے ایک منزل پیچھے چلتے آئیں ۔ جعفر خاں اُن کے پیچھے رہے اور باقی تمام لشکر جعفر خاں کے پیچھے آئے ۔ اس ترتیب کے ساتھ منزلیں طے کرتے ، غنچہ و گل کی سیر سے شادکام ہوتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ تھنہ میں پڑاؤ ہوا ۔ یہاں یکم فروردیں ، ۲۶ ذیقعدہ ۱۰۴۹ھ (۱۹ مارچ ۱۶۴۰ء) کو جشن نوروز منعقد ہوا ۔ دریا کے کنارے کمال زیب و زینت سے شاہانہ انجمن آراستہ ہوئی ۔ دلفریب جگہ تھی اور موسمِ بہار نے دلوں میں عیش و طرب کا جوش بھر دیا تھا ۔ رات کو اس زور کا چراغاں ہوا کہ دن کی روشنی ہیچ ہو گئی ۔ پیر پنچال والا راستہ بہت تکلیف دہ ہے ۔ برفباری اور بے ڈھب ٹیلوں کے سبب اتنا دشوار گزار ہے کہ فصلِ خریف کے آخر سے بہار کے آغاز تک سوار کا وہاں سے گزرنا نہایت مشکل ہے ۔ لہٰذا پنوج کا راستہ اختیار کیا جو پیر پنچال کی نسبت برف سے محفوظ ہے ۔ یہاں بہار کے آغاز میں کشمیر کے غنچوں اور پھولوں کی سیر میسر آتی ہے ۔ راستے میں ایک اونچے ٹیلے پر گلِ سرخ کی سیر سے شادکام ہوئے ۔ ان پھولوں کی کیفیت یہ ہے کہ غنچہ بھی گلاب کے برابر ہوتا ہے ۔ ایک ٹہنی پر کئی غنچے مل کر کھلتے ہیں تو شاخ پر گلدستہ سا رکھا ہوا محسوس ہوتا ہے ۔ چونکہ حضرت نے اس سے پہلے یہ پھول نہیں دیکھا تھا لہٰذا نہایت محظوظ ہوئے ۔

۴ ذی الحجہ (۲۷ مارچ ۱۶۴۰ء) کو برف کی گھاٹی سے گزرے۔ راجا جگت سنگھ جو برف میں راستہ نکالنے پر مامور تھا ، گھاٹی کے سرے پر حاضر حضور ہوا۔ جب لشکر اقبال حیدر آباد میں فروکش ہوا تو علی بیگ جو علی مردان خاں کی طرف سے کشمیر کے انتظام پر مامور ہے ، حاضر خدمت ہوا۔ ۷ ذی الحجہ (۳۰ مارچ ۱۶۴۰ء) کو دریائے جہلم کے کنارے بارہمولا میں خیمے ہوئے۔ کشمیر کے پہاڑ یہاں ختم ہو جاتے ہیں ، وادی شروع ہوتی ہے۔ یہاں کشمیر میں تیار شدہ شاہی بجرہ آیا جسے دیکھ کر تماشائی محو حیرت ہو گئے۔ اگلے روز شاہ دریا دل بجرے میں سوار ہو کر چلے۔ ۹ ذی الحجہ (یکم اپریل ۱۶۴۰ء) کو کشمیر کے دولت خانے میں قدم رنجہ فرما کر اسے چرخ چہارم کا ہمسر بنا دیا - بارش اور ہوا کے سبب بادام کے پھول جھڑ چکے تھے ، البتہ شفتالو کے غنچے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ایک روز کشتی میں سوار ہو کر باغ فیض بخش اور فرح بخش کی سیر کو تشریف لے گئے۔ یہاں گل سرخ کلاں دیکھا کہ ڈھیر کا ڈھیر تھا۔ شمار کیا تو ایک پھول میں ساڑھے چار ہزار غنچے اور گل تھے۔ اگلے روز دولت خانے کے پائیں باغ میں سوسن کا بڑا پھول دیکھا۔ اس میں بھی دو سو بارہ کلیاں اور پھول تھے۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ دوسرے علاقوں کے مقابلے میں کشمیر کی سرزمین نشوونما اور بہار انگیزی کے لحاظ سے کیا درجہ رکھتی ہے !

حضرت کو عربی گھوڑے جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ ایک مرتبہ میر ظریف عراق سے کچھ گھوڑے خرید کر لایا تھا۔ وہ حضرت کو پسند نہ آئے۔ میر ظریف نے التماس کی کہ غلام کو عرب اور ترکیہ کی طرف جانے کی اجازت دی جائے تاکہ عمدہ گھوڑے لا کر سابقہ شرمندگی رفع کروں۔ حضرت نے علامی افضل خاں کو (جو ان دنوں زندہ تھا) حکم دیا کہ سلطان ترکیہ کے نام ایک مراسلہ لکھو جس میں دوستی و خیرخواہی کا تذکرہ ہو۔ یہ مراسلہ میر ظریف کو دو تاکہ اگر اسے ضرورت پڑے تو یہ نامہ دکھا کر اپنا کام نکالے۔ چونکہ ہندوستان کے شاہ گردوں پناہ کی طرف سے ترکیہ کے سلطان ذیجاہ (قیصر روم) کو خالی خط بھیجنا آداب شاہی کے

خلاف تھا لہٰذا نامے کے ساتھ ایک بیش قیمت مرصع پیٹی بھی روانہ فرمائی۔
حضرت کے حسب الحکم علامی افضل خاں نے ترکیہ کے وزیر اعظم کو بھی
دو ایک سطریں اپنی طرف سے رقم کیں - سن ۱ جلوس کے آغاز میں میر ظریف
بندرگاہ لاہری سے جہاز میں بیٹھ کر عرب پہنچا - حج اور زیارت مدینہ منورہ
سے فارغ ہو کر مصر میں آیا - وہاں سے قیصر روم کے حسب الحکم کنعان،
شام اور دوسرے علاقوں سے ہوتا ہوا موصل پہنچا - پہلے ترکیہ کے
وزیر اعظم کو علامی افضل خاں کا خط دکھایا، پھر اس کی وساطت سے
سلطان مراد خاں کی خدمت میں باریاب ہوا -

سلطان نے خاقان ہند کا نامہ اس کے ہاتھ سے بڑی تعظیم و تکریم سے
لیا اور ترکی زبان میں پوچھا کہ اس دور دراز سفر کا کیا سبب ہے؟
میر ظریف نے وجہ بیان کرنے کے بعد طلائی صندوقچہ جس میں مرصع پیٹی
تھی، سلطان کو پیش کیا - سلطان ذیجاہ نے خوش دل ہو کر فرمایا کہ اس
وقت جب کہ ہم تسخیر بغداد کے لیے جا رہے ہیں، بادشاہ عظیم الشان
کی طرف سے ایلچی آنا اور پیٹی وصول ہونا فتح کا شگون ہے - اگلے دن
میر مذکور نے ہزار پارچے اپنی طرف سے بطور پیش کش گزارے - سلطان
نے ہندوستان کے اسلحوں کا حال پوچھا - میر ظریف نے سب کی تفصیل
بتانے کے بعد ایک قیمتی بکتر جو ہمراہ لایا تھا، پیش کیا اور کہا اس پر
گولی اور تیر کا اثر نہیں ہوتا - قیصر نے حیران ہو کر اپنا نیزہ طلب کیا
کھا کر جو مارا تو صاف بکتر کے پار ہو گیا - پھر سلطان نے سلطنت مغلیہ
کا کچھ حال پوچھ کر میر کو دس ہزار قرش عنایت کیے جو بیس ہزار روپے
کے برابر ہیں - فرمایا کہ بغداد کی مہم سے واپسی کے بعد تمہیں واپسی کی
اجازت دی جائے گی بلکہ ہم اپنا ایلچی بھی تمہارے ہمراہ بھیجیں گے،
سر دست موصل میں جا کر اپنی ضرورت کا سامان اور یہاں کے تحائف خرید لو -

جب سلطان قوت بازو سے بغداد کا قلعہ فتح کر کے موصل واپس آیا تو
میر ظریف کو رخصت کیا - شہنشاہ ہند کے نامے کا جواب ارسلان آقا کے
ہاتھ بھیجا - صبا رفتار عربی گھوڑا جس کا مرصع زین پیروزے سے جگمگا رہا
تھا نیز ترکی عبا جو موتیوں سے آراستہ تھی بطور تحفہ ارسال کی - میر ظریف

اور ارسلان آقا موصل سے بلخ گئے ۔ وہاں سے بصرہ آ کر سمندر کے راستے ٹھٹھہ میں آ کر اترے ۔ اپنے اور ترکی ایلچی کے آنے کی اطلاع عرضداشت کے ذریعے بارگاہِ والا میں ارسال کی ۔ یہاں سے دونوں کو خلعت اور فرمانِ عنایت جاری ہوئے ۔ حکم ہوا کہ قیصر روم کے ایلچی کو دس ہزار روپے بہلوی سرکار سے مرحمت ہوں اور خواص خاں صوبہ دار ٹھٹھہ اور نجابت خاں صوبہ دار ملتان بھی چھ چھ ہزار روپے بطور ضیافت اُسے دیں ۔ سرکار سیوستان کا حاکم قزاق خاں اور سرکار بھکر کا ناظم شاہ قلی خاں بھی چار چار ہزار روپے برسمِ ضیافت پیش کریں ۔ لاہور پہنچ کر ظریف تنہا کشمیر کی طرف روانہ ہوا ، ۲۹ ذیقعدہ (۲۲ مارچ ۱۶۴۰ء)[1] کو آستان بوسی کی سعادت حاصل کی ۔ حضرت نے ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب عطا کر کے تربیت خاں کی جگہ آختہ بیگی کا عہدہ عنایت کیا ۔ فدائی خاں خطاب ہوا ۔ پہلے یہ خطاب ہدایت اللہ کا تھا پھر اسے جاں نثار خاں کا خطاب دے دیا تھا ۔ محمد حسین سلدوز کو خلعت اور دو ہزار روپے انعام دے کر حکم دیا کہ ارسلان آقا کی میربانی کرو اور اُسے اپنے ساتھ لاہور سے کشمیر لاؤ ۔

فدائی خاں (میر ظریف) کی زبانی بغداد فتح ہونے یعنی سلطان مراد خاں کی فتحیابی کا حال یوں معلوم ہوا کہ سلطان کے ارادے سے آگاہ ہو کر شاہ صفی بھی اصفہان سے لشکر کشی کر کے بغداد پہنچا ۔ دیکھا کہ ترکوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ، توپخانہ بھی زبردست ہے ، مقابلے کی گنجائش نہ پائی ۔ خود طاق بستان میں ٹھہرا ۔ میر فتاح تفنگچی باشی (میر آتش) کو توپخانہ دے کر اور خلف خاں کی سپہ سالاری میں میر ، سلطان اور یوزباشیوں کی فوج کو بڑھا کر بکتاش خاں حاکم بغداد کو کمک بھیجی ۔ یہ لوگ سلطان مراد خاں کے پہنچنے سے پہلے قلعے میں داخل ہو کر غلہ اور اسلحہ جمع کرنے میں مشغول ہوئے ۔ سلطان مراد خاں یہ خبر سن کر ۲ رجب ۱۰۴۸ھ (۹ نومبر ۱۶۳۸ء) کو بھاری توپخانہ

---

۱ ۔ اس تاریخ پر شاہی سواری پنوج کے راستے کشمیر کے کوہستان میں سفر کر رہی تھی ۔

پھر کلب لیے قلعے کے نیچے آ کر خیمہ زن ہوا ۔ قلعداروں کو پیغام بھیجا کہ تباہ کر دوں گا ۔ وہ نہ مانے ۔ گولے گولیاں برسانے لگے ۔ سلطان نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ محاصرے کا دائرہ خوب تنگ کر دیں ۔ محصورین نے بادلیج ، زنبورک اور ضربزن سے اتنی گولیاں اور گولے برسائے کہ رومی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے ۔ اگلے روز سلطان کے حسب الحکم وزیر اعظم سلطان محمد پاشا نے برج قراخانی کی طرف سے دھاوا کیا ۔ بڑی مارا ماری ہوئی جس میں بے شمار ترکوں کے علاوہ خود وزیر اعظم بھی ہلاک ہو گیا ۔ سلطان اس واقعہ سے بگڑ کر تمام امرا اور سالاران لشکر سے برہم ہوا ۔ سخت ملامت کے بعد کہا کہ تم آرام طلبی کر رہے ہو ۔ کل پورے توپخانے سے گولہ باری کر کے دھاوا کرو ۔

اس اثنا میں بہت سے ایرانیوں نے جو حملہ میں ترکوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے ، بکتاش خاں سے یہ کہلا بھیجا کہ غالباً کل قلعہ فتح ہو جائے گا ، جان کی خیر چاہتے ہو تو سلطان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ ۔ بکتاش خاں نے اہل قلعہ کو یہ ماجرا سنا کر چاہا کہ قلعہ حوالے کر دینے پر مائل کرے لیکن کوئی شخص راضی نہ ہوا ۔ بکتاش خاں رات کے وقت نہر والے برج کی طرف سے اتر کر مصطفیٰ پاشا سے ملا جو محمد پاشا کے ہلاک ہو جانے کے بعد وزیر اعظم بنا تھا ۔ اس کے ذریعے سلطان کی خدمت میں باریاب ہوا ۔ اگلے دن ترکوں نے گولے برسا کر قلعے کو مسمار کر دیا ۔ بہادر قزلباش اللہ اکبر کے نعرے مارتے قلعے کے اندر گھس گئے ۔ اگرچہ محصورین جان و مال سے ہاتھ دھو کر حتی المقدور حملے روکتے رہے اور تیر و تفنگ چلائے گئے لیکن تابہ کے اہتمام ترکوں نے ثابت قدمی سے جم کر جو حملہ کیا تو ذرا سی دیر میں ایرانیوں کے ٹکڑے اڑا دیے ۔ بہت سے قید میں آئے ۔ یہ دیکھ کر باقی آدمی جو منتشر ہونے لگے تھے ، امان مانگنے لگے ۔ ینکچریوں نے سلطان مراد خاں کے حسب الحکم قزلباشوں سے اسلحہ لے کر سبھوں کو قتل کر ڈالا ۔ جو زخمی بھاگ کر حضرت ابو حنیفہؒ اور سید عبدالقادر جیلانی علیہما الرحمہ کے روضوں میں پناہ گزیں ہوئے تھے ، چونکہ بے ادبی کے مرتکب ہو چکے تھے لہٰذا ترکوں نے انھیں بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد سلطان مراد خدا کا شکر بجا لاتا لیکن بادۂ غفلت کے نشے میں خیمے کے اندر جس کے گرداگرد لاشیں پڑی ہوئی تھیں ، بیٹھا ہوا شراب پیتا رہا ۔ غرور اور غفلت کے مارے خدا کا شکر ادا کرنے کی توفیق نہ پائی لہٰذا واپسی کے بعد اس کا خمیازہ بھگتا ۔ المختصر بغداد کی فتح کے بعد شاہ صفی کی خدمت میں سفیر بھیجا کہ ارتنگ اور ہمدان ہمارے حوالے کر دو ۔ شاہ نے ایلچی کی تکریم کر کے جواب بھیجا کہ ارتنگ آپ کے حوالے کرتا ہوں ۔ سارو خاں کو بطور سفیر سلطان کی خدمت میں بھیجا ۔ وزیر اعظم مصطفیٰ پاشا کے اصرار سے اچھے بہت سا لشکر دے کر بغداد میں چھوڑا کہ قلعے کی مرمت ، شہر کی آبادی رسد اور اسلحے کا انتظام کر کے قلعدار کو ہر طرح استقلال دے ۔ پھر فرمانِ طلب پہنچنے کے بعد روانۂ درگاہ ہو جائے ۔ بکتاش خاں کو بغداد کے پاس ہی قتل کروا دیا ۔ خلف خاں ، میرفتاح تفنگچی باشی اور اس کے بیٹے آقا صادق کو استنبول پہنچ کر قتل کیا ۔

ترکی کے واقعات تمام کر کے اب قلم دربار کے حالات لکھنے پر راغب ہے ۔ ۱۹ فروردیں ۱۵ ذی‌الحجہ (۷ اپریل ۱۶۳۰ء) کو شرفِ آفتاب کے دن ، امام قلی خاں والی بخارا کا سفیر ازبک خواجہ حاضرِ درگاہ ہوا ۔ صالح دسترخوانچی بھی جسے نذر محمد خاں نے اپنی ولایت کے کچھ تحفے دے کر شاہزادہ دارا شکوہ کی خدمت میں بھیجا تھا ، حاضر ہوا ۔ امام قلی خاں کے ایلچی نے اپنے خان کی طرف سے ساٹھ گھوڑے ، سو اولٹ ، نو عدد باز ، نو قلماق غلام نیز ماوراءالنہر کی دوسری سوغاتیں پیش کیں ۔ صالح دستر خوانچی نے اپنی طرف سے چالیس گھوڑوں اور ۳۵ اونٹوں کی پیشکش حاضر کی ۔ اول‌الذکر کو خلعت اور خنجر مرصع ، آخرالذکر کو خلعت اور دس ہزار روپے نقد عطا ہوئے ۔ اسی تاریخ میں واقعہ نویسوں کی تحریر سے واضح ہوا کہ پرتھی راج ولد جگراج بندیلہ اور چنپت جو بہت سے بندیلوں کو ساتھ رکھ کر اوندچھا اور جھانسی کے درمیان راہزنی کیا کرتے تھے ، بلکہ شاہی پرگنوں پر بھی ہاتھ مار جاتے تھے ، باقی خاں اور عبداللہ خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر برباد ہوئے ۔ چنپت موقع پا کر چنپت ہو گیا

لیکن پرتھوی راج پکڑا گیا ۔ گوالیار کے قلعے میں قید ہوا ۔ بندیلوں کے استیصال کی خدمت عبداللہ خاں کے بجائے بہادر خاں کے سپرد ہوئی ۔ حضرت نے اسے ترقی دے کر چار ہزاری ذات چار سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت کیا ۔

بتاریخ ۱۳ اپریل ۱٦۴۰ء حضرت نے ازبک خواجہ کو طلائی زین والا عراقی گھوڑا اور پچیس ہزار روپے عنایت فرمائے ۔ فطری شفقت اور الفت پدری کے سبب شاہزادہ شجاع کے واسطے طرہ ، سرپیچ مرصع ، موتیوں اور زمرد کی تسبیح کہ ساٹھ ہزار روپے قیمت کی تھی نیز نفیس پارچات بنگال روانہ فرمائے ۔ ظریف نے جس کا خطاب فدائی خاں ہے ، دو عربی گھوڑے جو ایک ترکی سردار سلحدار پاشا نے اُسے تواضع کیے تھے ، نیز ۵۲ گھوڑے جو اس نے ترکی اور عرب سے خریدے تھے ، نظرِانور سے گزارے ۔ اگلے دن حضرت نے لحسا کے حاکم محمد پاشا کے بھیجے ہوئے نو گھوڑے ملاحظہ فرمائے جو اس نے اپنے نوکر عمر چلبی کے ہاتھ میر ظریف کے ہمراہ بھیجے تھے ۔ آپ نے اُسے خلعت اور ایک ہزار روپے عنایت کیے ۔ علی مرداں خاں لاہور سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ حاجی عاشور کی جگہ غازی بیگ شاہزادہ مراد بخش کی دیوانی کے منصب پر فائز ہوا ۔ سلطانِ روم کے سفیر ارسلان آقا کو محمد حسین لاہور سے کشمیر لے کر آیا ۔ حضرت کے حسب‌الحکم فدائی خاں اور عنایت خاں نواحِ شہر سے اس کا استقبال کر کے بارگاہِ والا تک لائے اور سعادتِ کورنش سے بہرہ مند کروایا ۔ اُس نے تسلیم و کورنش بجا لا کر سلطان کا مراسلہ ، منت نام گھوڑا جس کا زین مرصع تھا ، نیز موتیوں سے آراستہ شاہی عبا جو سلطان نے بطور تحفہ بھیجی تھی ، پیش کی ۔ خلعتِ خاصہ ، خنجرِ مرصع اور پندرہ ہزار روپے کے انعام سے سرفراز ہوا ۔

بشکر زمیندار چاندہ کا بیٹا بان جی باپ کے انتقال کے بعد جانشین ہوکر شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چار لاکھ روپے نقد پیش کیے ۔ حضرت نے یہ اطلاع پاکر وہ رقم اُنھی کو مرحمت فرمادی ۔ ۲۸ صفر ۱۰۵۰ھ (۱۹ جون ۱٦۴۰ء) کو بنگال کے واقعہ نویس نے اطلاع دی کہ سیف خاں کا انتقال ہوا ۔ قدر دان بادشاہ نے از راہِ کرم اُس کی

بیوہ ملکہ بانو کے گھر ، جو حضرت ممتاز محل کی حقیقی بہن ہیں ، تشریف لے جا کر بہت کچھ دل جوئی اور تسلی فرمائی - مرحوم کے بیٹوں یعلی ، شافی اور ابوالقاسم کو خلعت دیے - خواص خاں کی جگہ غیرت خاں کو ٹھٹھہ کی صوبے داری پر نامزد فرمایا - ۱۱ ربیع الاول (یکم جولائی ۱۶۴۰ء) کو رانا کا بھتیجا رام سنگھ حاضر درگاہ ہوا - ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب اور خلعت سے سرفرازی پائی - ۲۴ ربیع الاول (۱۴ جولائی ۱۶۴۰ء) کو حضرت فیض بخش یعنی شالامار باغ میں جو وسعت و خوش منظری کے لحاظ سے باغ بہشت کا نمونہ ہے ، تشریف لے گئے - اس کی چوڑی نہر اور آبشار بہت نظر فریب ہیں - رات کے وقت نہروں اور چشموں کے کنارے چراغاں ہوا جس کی سیر سے آپ نہایت محظوظ ہوئے - اسی جگہ ترکی اور ماوراءالنہر کے سفیروں کو باریابی حاصل ہوئی - وہ بھی اس دلکش منظر سے مسرور ہوئے - ۲۹ تاریخ (۱۹ جولائی ۱۶۴۰ء) کو علی مردان خاں کے اہتمام سے جھیل ڈل کے کنارے اور جھیل کے اندر والی عمارتوں میں چراغاں ہوا - شمعوں کی تعداد اتنی تھی اور رنگ ڈھنگ ایسا تھا کہ ستارے جھلملا کر شرمندہ ہو گئے - عمارت کے گرد بہت سی کشتیوں میں شمع اور فانوس روشن تھے - دودمان تیموری کے چشم و چراغ حضرت صاحبقران ثانی تمام امرا اور ایلچیوں کو ہمرکاب لیے بجرے میں بیٹھ کر یہ منظر دیکھنے کے لیے تشریف لائے - ایک پہر رات گزرے دولت خانے کو واپس گئے -

۳ ربیع الثانی ۱۰۵۰ھ (۲۳ جولائی ۱۶۴۰ء) یکم مرداد کو حضرت کی عمر مبارک کے اکاونویں (۵۱ واں) قمری سال کا جشن تلادان منعقد ہوا - مقررہ رسوم بخیر و خوبی ادا ہوئیں - موتیوں جڑی عبا اور منت نام گھوڑا جو مرصع زین سمیت سلطان روم نے حضرت کو بھیجا تھا ، پورے ساز کے ساتھ شاہزادہ داراشکوہ کو عطا فرمایا - خلیل اللہ خاں کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا - بیگم صاحب کا کوکہ محمد زاہد دوآبے کی فوجداری پر نورالدولہ کی جگہ مامور ہوا - ترکی ایلچی ارسلان آقا کو خلعت اور جیغۂ مرصع اور ازبک خواجہ سفیر بخارا کو خلعت اور بیس ہزار روپے عطا فرمائے - الہ آباد کے صوبے دار شجاعت خاں

کو ترقی دے کر چار ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز کیا ۔

شہنشاہ کا گرمائی مستقر 'سنگِ سفید' کی سیر کرنا

حضرت ساتویں سالِ جلوس میں کشمیر کی سیر کے لیے تشریف لائے تھے لیکن سنگِ سفید کی سیر سے محظوظ ہونے کا موقع نہ ملا ۔ اس مرتبہ جب شاہزادہ داراشکوہ وہاں کی سیر سے واپس آئے تو بیان کیا کہ نہایت دلفریب جگہ ہے ۔ نزہت و نظافت میں اگر بہشتِ بریں کا نمونہ کہیے تو روا ہے ۔ یہ سن کر حضرت بھی وہاں کی سیر کے مشتاق ہوئے۔ مرحمت خاں کو حکم ہوا کہ وہاں پھولوں کے کھلنے کے اوقات اور سیر و گلگشت کے زمانے کی تفصیل معلوم کرکے بیان کرے ۔ جب اس نے واپس آ کر حالات بیان کیے اور بتایا کہ وہاں کی سیر کا وقت یہی ہے تو حضرت نے از روئے احتیاط خلیل اللہ خاں قراول بیگی کو بھیجا کہ راستے اور منزلوں کی کیفیت بیان کرے ۔ اس وقت بارس یا آندھی کا نشان تک نہ تھا ۔ آ کر عرض کیا کہ گھاٹیاں بلکہ تمام راستہ نہایت آسان ہے ، ضرور تشریف لے چلیے ۔ یہ روداد سن کر ادھر جانے کا عزم فرمایا ۔ ۱۷ ربیع الثانی (۶ اگست ۱۶۴۰ء) کو شاہی کوکبہ اُدھر روانہ ہوا ۔ غرض تمام راستے سیر و شکار سے جی بہلاتے ہوئے چلے ۔ گھاٹی سے گزرتے وقت بھاری ساز و سامان وہیں چھوڑ کر آگے بڑھے ۔ گھاٹی پار کرنے کے بعد تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ بوندا باندی شروع ہوئی ۔ پھر زور کی بارش پڑنے لگی ۔ پانی اور کیچڑ کا یہ عالم تھا کہ آگے بڑھنا محال ہوگیا ۔ حضرت یہ سیر دیکھ کر شاہزادہ داراشکوہ ، علی مردان خاں اور دوسرے مقرب امیروں کو ہمرکاب لیے دولت خانے والے شامیانے کی طرف واپس چلے ۔ لوٹتے وقت کیچڑ کا یہ حال کہ گھوڑے گھٹنوں تک بلکہ سینے تک ڈوب جاتے تھے ۔ بارش کے سبب درختوں کے ریشے زمین سے اوپر ابھر آئے تھے ۔ وہ بار بار گھوڑوں کے پاؤں میں الجھتے ۔ آدمی اور جانور کے لیے حرکت کرنا دشوار ہوگیا ۔ بارش اور ہوا نے وہ تلاطم برپا کیا کہ بھائی بھائی سے اور باپ

پہلے سے غافل ہو گیا ۔ راستے میں ایک گہرا نالہ تھا ، آتے وقت بالکل خشک پڑا تھا ۔ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ قدِ آدم پانی ہے ۔ اس تیزی سے بہہ رہا ہے کہ ہاتھی کے سوائے کسی اور سواری کا پار اترنا ممکن نہیں ۔ یہ حالت دیکھ کر ہر شخص ہراساں ہوا ۔ حضرت کے حسب الحکم بڑی پھرتی سے نالے پر دو پل باندھے گیے ۔ جب بادشاہ بیگمات سمیت پار اتر گئے تو دوسرے آدمی اترے ۔ غرض چار کوس راستہ چھ پہر میں بہ مشکل طے کرکے ہزار خرابی سے منزل پر واپس آئے ۔

حضرت نے مراد کام کو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی دے کر قراول بیگی کی خدمت سپرد کی ۔ رکابِ والا کے کچھ آدمی پیچھے چھوٹ گئے تھے ، دو روز تک اُن کے آپہنچنے کی خاطر قیام فرمایا ۔ ۲۴ ربیع الثانی (۱۲ اگست ۱۶۴۰ء) کو ہفت چنار سے نصف کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے کیونکہ پہاڑی سیلاب کے سبب دریائے جہلم کا پانی یہاں تک چڑھ آیا تھا ۔ عجب وقت تھا ۔ تین دن تین رات اس زور کی بارش پڑی کہ سینکڑوں آدمی بہہ گئے ۔ کشمیر کے بوڑھوں نے بیان کیا کہ ازل سے آج تک اس انداز کی بارش اور سیلاب کا ذکر کبھی سننے میں نہیں آیا ۔ شام کے وقت وہ دریائے کرم کشتی میں سوار ہوکر دولت خانے کو چلے۔ دریا بدستور چڑھا ہوا تھا ۔ شاہی بجرہ تمام راستے میوہ دار درختوں کی چھاؤں میں گزرتا چلا ۔ پہلے سالِ جلوس میں بھی ڈل اور جہلم کی طغیانی کے سبب سیلاب آ گیا تھا ۔ پانی سوا تین ہاتھ چڑھا تھا ۔ اس مرتبہ سوا چار ہاتھ پانی بڑھا ۔ ڈل اور جہلم کے کنارے چار ہزار مکان بیٹھ گئے ۔ بہت سے دیہات بہہ گئے ۔ فصلِ خریف تباہ ہوگئی ۔ پنجاب کے واقعہ نویسوں نے بھی اطلاع دی کہ اس سیلاب سے سارا علاقہ برباد ہو گیا ہے۔ دریائے جہلم کے پاس والے محالات بالکل تباہ ہوگئے ۔ ۱۹ ربیع الثانی (۸ اگست ۱۶۴۰ء) کو پانی چڑھنا شروع ہوا ، ۱۱ اگست کو سیلاب کا یہ عالم تھا کہ پرگنہ بھیرہ کے چار سو تیس دیہات میں سے چار سو ڈوبے پڑے تھے ۔ خوشاب میں بھی پہاڑی کے پاس والے دو محال بچے باقی سب ڈوب گئے ۔ موضع کرجھاک ، نندن پور ، شمس آباد بلکہ دریائے جہلم سے

پانچ پانچ کوس فاصلے تک دونوں طرف کے دیہات برباد ہوئے۔ سیلاب گیا تھا، طوفانِ نوح کا نمونہ تھا۔ ۱۱ اگست کو کشمیر میں تو سیلاب کا زور ٹوٹ گیا لیکن میدانی مقامات تین روز تک پانی میں ڈوبے رہے۔

بتاریخ یکم جمادی الاول (۱۹ اگست ۱۶۴۰ء) سزاوار خان خلف لشکر خان مشہدی ترقی پاکر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ ازبک خواجہ سفیرِ بخارا کو خلعت، مینا کار طلائی قلاب والی تلوار، خنجرِ مرصع، عراقی ابلق گھوڑا اور دوسری چیزیں عنایت فرماکر بخارا کو رخصت کیا۔ کابل کے پرچہ نویس نے اطلاع دی کہ یلنگتوش کا بیٹا اللہ قلی شاہی ملازمت کے ارادے سے ماوراء النہر سے چل کر کابل پہنچا۔ سعید خان صوبے دار نے مدد خرچ کے بطور خزانے سے پانچ ہزار روپے اسے دیے۔ فرمان صادر ہوا کہ اٹک کے حکام اسے پانچ ہزار روپے مزید بطورِ انعام دیں۔ کابل والی رقم بھی انعام کے صیغے میں درج کر دی جائے۔ انھی دنوں راجہ جگت سنگھ نے گزارش کی کہ اگر کوہِ کانگڑہ کی فوجداری میرے بیٹے راج روپ کی جگہ مجھے عنایت کر دی جائے تو زمینداروں سے چار لاکھ روپے سالانہ کی پیشکش وصول کرکے خزانۂ عامرہ میں جمع کروایا کروں گا۔ لہٰذا [۸ جمادی الاول] ۲۶ اگست ۱۶۴۰ء کو اسے خلعت دے کر مذکورہ بالا خدمت پر مامور فرمایا۔ ٹوڈر مل افضل خانی کو رائے کا خطاب مرحمت فرما کر سرکارِ سہرند کی امینی اور دیوانی پر سرفراز کیا۔ [۲۸ جمادی الاول] ۱۵ ستمبر ۱۶۴۰ء کو جعفر خان کو راجہ رائے سنگھ اور دوسرے منصب داروں کے ساتھ زاید کارخانے دے کر بھنبر کی طرف روانہ کیا۔

سن ۱۴ جلوس کے واقعات

الحمد للہ [یکم جمادی الآخر] ۱۰۵۰ھ (۱۸ ستمبر ۱۶۴۰ء) کو ظلِ سبحانی کا چودھواں سالِ جلوس خیر و برکت کے ساتھ شروع ہوا۔ سارے عالم کو خوشی حاصل ہوئی۔ جشنِ جلوس اس آرائش کے ساتھ منعقد ہوا کہ ہر شخص مسرور ہوگیا۔ اس عشرت انگیز تاریخ میں ملا شاہ جو

زبدۃالعارفین حضرت میاں میر قادری کے خلیفہ ہیں اور کشمیر میں گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہیں ، بادشاہ کے فیض صحبت سے بہرہ مند ہوئے۔ معرفت و توحید کے بہت سے نکتے بیان ہوئے ۔ اس کے بعد واپس چلے گئے۔

۲ مہر ، ۔ جمادی الثانی مطابق ۲۴ ستمبر ۱۶۴۰ء کشمیر کی سیر سے فارغ ہوکر حضرت نے لاہور کا قصد کیا ۔ کشمیر کی بہترین سیر گاہ وہ چشمہ سار ہیں جو سری نگر سے جنوب کی طرف دامن کوہ میں واقع ہیں ، لہٰذا حضرت نے کشتی میں سوار ہوکر آب حیات کے ان چشموں کی سیر کا ارادہ فرمایا ۔ ۲۴ ستمبر کو قصبہ پانپر[1] کے نشیمن میں جو دریائے جہلم کے کنارے ایک بہشت منظر باغ میں واقع ہے ، قیام فرمایا ۔ اگلے دن قصبہ ونتی پور میں جو پام پور سے ساڑھے تین کوس پر ہے منزل ہوئی ۔ پھر موضع پیچ براره میں قیام ہوا ۔ یہ جگہ شاہزادہ دارا شکوہ کی جاگیر میں ہے ۔ ان کے ملازموں نے دریائے جہلم پر دو طرفہ چراغاں کا اہتمام کیا تھا ۔ حضرت نے رات کو کشتی میں سوار ہوکر اس کی سیر فرمائی ۔ اگلے روز اسلام آباد اینچ، میں خیمے ہوئے جو اسلام خاں کی جاگیر میں ہے ۔ یہاں دو دلفریب چشمے ہیں ۔ حکم ہوا کہ یہاں ایک اور ستھری عمارت تیار کی جائے ۔ یہاں سے مچھی بھون میں تشریف لے گئے جسے آصف آباد کہتے ہیں ۔ یہاں نہایت پاکیزہ دو چشمے ہیں جنھیں چشم عالم کہیے تو بجا ہے ۔ پانی کی صفائی اور حلاوت نیز مچھلیوں کی کثرت کے لحاظ سے دنیا میں ان کا جواب نہیں ۔ پاس ہی ایک بہشت منظر باغ ہے ۔ وہاں تفریح فرمائی ؛ نہروں اور چشموں کے کنارے چراغاں کی سیر کی ۔ پھر اچھول کی گلگشت کے لیے کوچ کیا جسے آج کل صاحب آباد کہتے ہیں ۔ دو کوس راستہ طے کرکے وہاں قیام کیا ۔ دنیا میں ایسی فردوس منظر جگہ شاید ہی ہو ، سب سے پیاری چیز یہاں کا وہ چشمہ ہے جو دلفریبی میں یکتا ہے ۔ پانی اتنا روشن اور براق کہ فرات و نیل تو کیا کوثر و تسنیم بھی اس

---

۱ ۔ آج کل پام پور کہتے ہیں ۔ یہ زعفران کی کاشت کے لیے مشہور ہے ۔

سے شرماتے ہیں - چشمۂ حیواں کہیے تو بجا ہے - سچ پوچھیے تو حوضِ کوثر بھی اس سے کسبِ فیض کرتا ہے - شاہی قصر، غسل خانہ، جھروکہ درشن، دربار خاص و عام، خواص پورے وغیرہ کی عمارتیں حسبِ دلخواہ موجود ہیں - دو دن تک یہاں عیش و نشاط کی داد دے کر ۱۷ جمادی الثانی کی رات (۳ اکتوبر ۱۶۴۰ء) کو چراغاں کی سیر کی - چراغوں کی کثرت اور روشنی کی آرائش ایسی تھی کہ پہلے سب چراغاں اس کے سامنے ہیچ ہو گئے -

یہاں سے لکہ بھون تشریف لے گئے جہاں نئی عمارتیں تیار ہو رہی ہیں - لمحے بھر یہاں کے چشموں اور باغ کی سیر کرکے بیگم آباد واپس آ گئے - اگلے دن ویرناک تشریف لے گئے جو دریائے جہلم کا منبع ہے - شاہ آباد کہلاتا ہے - اس کا پانی مٹھاس اور لطافت میں حسینوں کے لبوں کو شرماتا ہے - ہوا ایسی فرحت بخش کہ بادۂ ناب کا سرور رکھتی ہے - اس کل زمین کی تعریف کس طرح لکھوں - خلاقِ عالم نے ایسی سرسبز و شاداب جگہ اور اتنا فردوس منظر باغ اور نہیں پیدا کیا - زبان قلم اس کی تعریف سے قاصر ہے - حضرت چار روز تک یہاں عیش و عشرت میں مشغول رہ کر لاہور کو روانہ ہوئے - چار کوچ کے بعد ہیرا پور پہنچے - وہاں سے چل کر نو دن بعد بھنبر میں خیمہ زن ہوئے - شاد خاں جسے حضرت نے بطور حاجب نذر محمد خاں کے دربار میں بھیجا تھا، واپس آ کر یہاں حاضر خدمت ہوا - توران میں کسی بدبخت نے شاہزادہ خسرو کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تھا - نذر محمد خاں نے دیکھا کہ اس میں شاہزادوں والی کوئی ادا نہیں ہے؛ قید کر دیا - جب شاد خاں واپس آنے لگا تو پابجولاں اس کے حوالے کر دیا - شاد خاں نے حضرت کے سامنے پیش کیا - آپ کے حسب الحکم اسے قید حیات اور بند غم دونوں سے نجات دے دی گئی - شاد خاں کو خلعت اور آختہ بیگی کی خدمت عنایت ہوئی -

شاہزادہ مراد بخش کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ کابل کے قبائلی باشندے پچھلے سال حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے تھے - اب تک وہ اپنا خراج بھیڑوں بکریوں کی صورت میں نذر محمد خان کے آدمیوں کو ادا کرتے

تھی لیکن اس سال بادشاہی عامل خانہ زاد خاں کو ادا کیا ۔ بھنبر میں حضرت نے شکار قمرغہ کھیلنے کے بعد کوچ فرمایا ۔ یکم شعبان (۱۶ نومبر ۱۶۴۰ء) کو شان و شوکت کے ساتھ دارالسلطنت لاہور میں داخل ہو کر دولت خانۂ شاہی میں رونق افزا ہوئے ۔ وزیر خاں کو خلعت خاصہ ، طلائی ساز والا گھوڑا اور ہاتھی عنایت کر کے صفدر خاں کی جگہ آگرہ کی صوبے داری پر تعینات فرمایا ۔ قطب الملک کے ملازم سید حسن نے سونے چاندی کے ساز سے آراستہ تین ہاتھی اپنے آقا کی پیشکش کے بطور نظر عالی سے گزارے ، خلعت سے سرفراز ہوا ۔ ترکی سفیر ارسلان آقا کو خلعت اور پندرہ ہزار روپے عطا فرمائے ۔ ۱۲ شعبان (۲۷ نومبر ۱۶۴۰ء) کو علی مردان خاں کی حویلی میں تشریف فرما ہوئے ۔ اس نے پانداز اور نچھاور کی رسمیں ادا کرنے کے بعد جواہرات اور بیش قیمت پارچات کی پیشکش حاضر کی ۔ ۱۵ شعبان (۳۰ نومبر ۱۶۴۰ء) کو آصف خاں کے گھر جا کر اس کی عزت افزائی فرمائی ۔ قاعدہ داں سردار نے پانداز اور نچھاور کی رسمیں بجا لا کر تین لاکھ روپے کے جواہرات اور پارچات کی پیشکش نذر کی ۔ نظر بہادر خویشگی جو دو سال سے گوشہ نشین تھا ، دوبارہ دو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر ملازمت میں داخل ہوا ۔

شاہزادۂ والا جاہ محمد شجاع کے لیے حضرت نے ایک قطعہ لعل بے بہا ، دو بیش قیمت موتی ، مرصع جمدھر ، مرصع پہنچی ، چند مرصع آلات ، نفیس پوشاکیں ، ایک گھوڑا مینا کار طلائی ساز والا اور ایک طلائی زین کا بھجوایا ۔ ۲۹ شعبان (۱۴ دسمبر ۱۶۴۰ء) کو ترکی سفیر ارسلان آقا کو خلعت ، شمشیر ، طلائی پھولوں والی سپر ، سو سو تولے وزن کے طلائی اور نقرئی دائرے اور بیس ترکی گھوڑے عطا ہوئے ۔ محمد شاہ حاکم لحسا کے نوکر عمر چلبی کو خلعت اور ایک ہزار روپے عنایت کیے ۔ دونوں کو واپسی کی اجازت ملی ۔ عمر چلبی کے ہاتھ دس ہزار روپے محمد پاشا کے واسطے ، پانچ ہزار روپے اس کے بھائی عمر بیک کے لیے ارسال کیے ۔ شاہزادہ مراد بخش نے سردار خاں ، مادھو سنگھ ہاڈہ اور دیگر منصب داروں کے ساتھ حضوری کی سعادت حاصل کی ۔ صف شکن کی جگہ سردار خاں کو

تورییکی کا عہدہ دے کر خلعت عنایت کیا ۔ آقا افضل کی جگہ دیالت خلاف کو دکن ، بکلانہ اور بالا گھاٹ براو کی دیوانی پر سرفراز کر کے گھوڑا اور خلعت عنایت فرمایا ۔ آقا افضل کے بھائی امیر بیگ کی بجائے محمد تقی تفرشی کو خاندیس اور پائیں گھاٹ کی دیوانی پر متعین کیا ۔

ملا سعداللہ کا حاضرِ درگاہ ہو کر شاہی ملازمت میں آنا

جب الطافِ الٰہی کسی شخص کے شامل حال ہو کر اُسے دولت واقبال تک پہنچانا چاہے اور مشیت ایزدی کسی شخص کے عروج پر آمادہ ہو جائے تو ان باتوں کے اسباب اور سامان روزِ ازل سے مہیا ہونے لگتے ہیں ۔ پہلے اس خوش نصیب کو طرح طرح کے کمالات اور فنون سے بہرہ مند کیا جاتا ہے ؛ پھر ہوشمندی ، حسن تدبیر ، عقل و فہم عطا کر کے خاص و عام کی نظر میں معزز بنایا جاتا ہے ۔ اس کے باوجود ہر کام کا وقت مقرر ہے اور جب تک وہ وقت نہ آ جائے ، محض کوشش و کاوش سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔ فضائل مآب شیخ سعداللہ لاہوری کا یہی معاملہ ہوا ۔ وہ ایک مدت تک علم و فضل اور فن انشا کی تحصیل کرتا رہا ۔ ذہین و فطین آدمی تھا لہٰذا مختلف فنون میں کامل اور یکتائے زمانہ ہو گیا ۔ یہ دولت اُس کے نصیب میں لکھ دی گئی تھی اور قسام ازل نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے علم و فضل کی بدولت سلطنتِ مغلیہ میں اونچا مقام حاصل کرے گا ۔ کئی بار کوشش کی کہ علم و دانش کا مظاہرہ کر کے بارگاہِ شاہجہانی کے ملازموں میں شامل ہو جائے لیکن وقت نہ آیا تھا لہٰذا کوشش ناکام رہی ۔ پھر جب ستاروں کی نظر سیدھی ہوئی تو تمام کام درست ہو گئے ۔ دولت و اقبال کی راہیں کھل گئیں ۔ اقبال کی گھڑی نزدیک آ گئی ۔ یعنی رمضان ۱۰۵۰ھ (آخر دسمبر ۱۶۴۰ء) میں سیدِ والا صفات موسوی خاں صدر کل کی سفارش سے بارگاہِ شاہی میں باریاب ہوا ۔ قدر دانی کے سبب اُسی مجلس میں حضرت نے اُس کے جوہر کو پرکھ لیا ۔ فطرت دقیقہ رس کی بدولت سمجھ گئے کہ نہایت ذہین و فہیم ، نکتہ سنج اور عالم و فاضل شخص ہے ۔ اس کے فطری اور اکتسابی فضائل کا شہرہ

ہو گیا ۔ چونکہ شاہِ ہنرپرور ، دانش نواز کو شوق ہے کہ شریعت اسلامی کو رواج دیں اس لیے عالموں ، فاضلوں ، طالبعلموں وغیرہ کی تربیت پر مائل رہتے ہیں لہٰذا سعد اللہ سے ہم کلام ہو کر حیات جاوید عطا فرمائی ۔ خلعت اور گھوڑا عنایت کر کے روزینہ مقرر کر دیا اور ملازموں میں شامل فرمایا ۔ حضرت کے فیض تربیت اور لطف و کرم کی بدولت سال بھر میں ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ خانی کا خطاب پایا ۔ عرض مکرر اور غسلخانے کی داروغگی کی خدمت سپرد ہوئی ۔

پھر تو سعداللہ خاں کے اقبال میں روز بروز اضافہ ہو تا گیا ۔ حضرت نے اُس دانشمند ، علم دوست فاضل کے حال پر عنایت کی نظر رکھی ۔ ستارہ عروج پر آیا رفتہ رفتہ حضرت کی عنایت سے دوسرے سال میں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب اور خان سامانی کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ دربار میں ہمدم و دمساز اور خلوت میں محرمِ راز رہنے لگا ۔ چوتھے سال حضرت کے ابرِ فیض سے اُس کا درختِ اقبال اور سر سبز ہوا ۔ وزارت اعلیٰ کا عہدہ کہ نہایت بلند مرتبہ ہے ، حاصل ہو گیا ۔ ساتویں سال میں ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب پایا ۔ دس کروڑ دام (پچیس لاکھ روپے!) کے انعام اور علامی فہامی کے خطاب سے اس کا عروج آسمان پر پہنچا ۔

۱۸ [رمضان] یکم جنوری ۱۶۴۱ء قزاق خاں حاکم سیوستان یو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ شاد خاں نے خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب سے سربلند ہو کر شاہ قلی خاں کی جگہ حکومتِ بھکر پر سرفرازی پائی ۔ گھوڑا بھی عنایت ہوا ۔ ازبک خاں ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی پا کر دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب اور قلعہ داری اڑیسہ (علاقہ دکن) پر ممتاز ہوا ۔ ۱۶ [شوال] ۲۹ جنوری ۱۶۴۱ء کو صفدر خاں آگرے سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ صوبۂ کابل کے واقعہ نویس نے اطلاع دی کہ نوشہرہ کا تھانے دار دلیر خاں یوسف زئی پٹھانوں کے نرغے میں پھنس کر جن کی تعداد شمار سے باہر تھی ، بیٹے ، بھتیجے اور دو بھائیوں سمیت مارا گیا ۔

جشن تلادان شمسی ۱۶۴۱ء

۱۲ بہمن ، ۱۹ شوال ۱۰۵۰ھ مطابق یکم فروری ۱۶۴۱ء جمعرات کے روز حضرت کی عمر کا پچاسواں شمسی سال شروع ہوا - سارے جہان میں نشاط و مسرت کی لہر دوڑ گئی - جشن کی آرائش سے ہر شخص کا غنچۂ دل کھل گیا - اس تاریخ پر جو تقررات اور تبادلے ہوئے بہ تفصیل ذیل ہیں :
شاہزادہ مراد بخش کو دو ہزار سوار کا اضافہ دے کر دس ہزاری ذات سات ہرار سوار کا منصب عطا فرمایا - علی مردان خان کو خلعت خاصہ مع چارقب زردوزی ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ اور دو ہزار سوار کے اضافے سے دس ہزاری ذات سات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا - سعید خان کی جگہ کابل کی صوبے داری پر تعینات ہوا - صوبۂ کابل کے کمک والوں میں سے مبارز خان کو خلعت ، طلا کار زین والا گھوڑا اور ہاتھی عنایت ہوئے - سردار خان کو خلعت ، نقرئی زین والا گھوڑا اور دونوں بنگشوں کی فوجداری عطا ہوئی - جاں سپار خان اور چندرمن بندیلہ کو خلعت اور گھوڑا ملا - بست اور گرشک کے قلعدار عزت خان کو پانچ سو سوار کے اضافے سے تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کا منصب اور عزیزاللہ خان خطاب ملا - شاہ قلی خان کو خلعت اور طلائی ڈاب والی تلوار عطا ہوئی - ہزاری ذات کی ترقی سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب ، پچاس ہزار روپے انعام اور کشمیر کی صوبے داری سے سرفراز ہوا - ذوالفقار خان کو پانچ سو ذات کے اضافے سے دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب ملا - محمد زاہد کوکہ کو خانی کا خطاب عطا ہوا - حکیم ضیاءالدین کو رحمت خان خطاب ملا -

نذر محمد خان کے دسترخوانچی صالح کو اس مبارک تاریخ پر خلعت اور دس ہزار روپے عنایت ہوئے - صفدر خان کو خلعت اور دو ہزار سوار کی ترقی ملی - پنجہزاری ذات اور سوار کا منصب مقرر ہوا - طویلۂ شاہی سے طلا کار زین والا گھوڑا اور فیلخانہ خاصہ سے ایک ہاتھی عطا فرما کر قلیج خان کی جگہ قندھار کی صوبے داری پر سرفرازی بخشی - والی گولکنڈہ

کا حاجب سید حسن خلعت ، گھوڑے اور چار ہزار روپے انعام سے سرفراز ہو کر گولکنڈے روانہ ہوا ۔ راجا جے سنگھ وطن گیا ہوا تھا ، حاضر درگاہ ہو کر آستان بوسی حاصل کی ۔ جعفر خاں کسی قصور کی پاداش میں معزول ہو کر منصب اور جاگیر سے محروم ہوا۔ حکم فرمایا کہ دربار کی حاضری بند ۔ شاہ قلی خاں کشمیر کا صوبے دار مقرر ہوا تھا ۔ ابھی سفر میں تھا کہ حسن ابدال کے پاس سفر آخرت پیش آیا ۔ اس کی جگہ تربیت خاں کو پانچ سو ذات تین سو سوار کی ترقی سے ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور ہاتھی گھوڑا عطا فرما کر کشمیر کی صوبے داری پر نامزد فرمایا ۔ یکم ذی الحجہ ۱۳ مارچ ۱۶۴۱ء کو وہ ادھر رخصت ہوا ۔ امام قلی خاں والی بخارا کے ملازم نذر بے طغائی کو خلعت ، طلائی مینا کار ڈاب والی تلوار اور خنجر مرصع اور بیس ہزار روپے عطا فرما کر نذیر بیگ کے ہمراہ جو امام قلی خاں کی پیشکش لایا تھا ، رخصت کیا ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کا بھتیجا غیرت خاں ٹھٹھہ کا صوبےدار تھا ، اس نے ملکِ عدم کی راہ لی ۔ اس کی جگہ شاد خاں کو پانچ سو ذات اور سوار کی ترقی دے کر دو ہزاری ذات سترہ سو سوار کا منصب ، نیز گھوڑا ، تلوار اور خلعت عطا کر کے صوبہ دار ٹھٹھہ مقرر فرمایا ۔

جشنِ نو روزی

انھی عشرت افروز دنوں میں بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۰۵۰ھ یکم فروردیں (۲۲ مارچ ۱۶۴۱ء) جب کہ بہار کی بدولت ساری دنیا از سرِ نو جوان ہوئی تھی اور دن رات برابر ہو رہے تھے اور خاندانِ مغلیہ کے اس تاجدار کے فیض سے سارا ملک خوشحال و شادمان تھا ، حضرت نے شاہزادہ والاگہر مراد بخش کو خلعتِ خاصہ ، جیغہ مرصع ، جمدھر ، شمشیر خاصہ ، مینا کار زین والے دو گھوڑے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی عطا فرما کر کابل کو رخصت کیا ۔ راجہ جے سنگھ کو خلعت ، مینا کار جمدھر ، پھول کٹارہ اور طلا کار زین والا گھوڑا عطا فرمایا ۔ جانسپار خاں ، ہری سنگھ راٹھور ، نورالدولہ الھو ، رائے کالی داس ، ناہر سولنکی ، الفر سال ہاڈہ ، خلیل بیگ

چندو بھان کچھواہہ اور چند دیگر منصب داروں کو شاہزادہ مراد کے ہمرکاب رخصت کیا ۔

۷ محرم ۱۰۵۱ھ (۱۸ اپریل ۱۶۴۱ء) کو اطلاع ملی کہ لاہوری پندرگاہ میں ظریف مخاطب بہ فدائی خاں کا پیانۂ زندگی لبریز ہو گیا ۔ حضرت نے حکیم خوشحال کو اس کی جگہ متعین کیا ۔ ظریف سے پہلے جاں نثار خاں کا خطاب فدائی خاں تھا ، یہ خطاب اب پھر اسے عنایت ہوا ۔ راجا جسونت سنگھ اپنے وطن سے واپس آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ صلابت خاں پانچ سو سوار کے اضافے سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر اور مکرمت خاں پانچ سو سوار کے اضافے سے ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے ۔ راؤ امر سنگھ خلعت اور نقرئی زین والا گھوڑا پا کر کابل کو رخصت ہوا ۔ خلیل‌اللہ خاں نے پانچ سو ذات کے اضافے سے ڈھائی ہزاری ذات ، پندرہ سو سوار کے منصب اور قوش بیگی و آختہ بیگی کی خدمتوں پر سرفرازی پائی ۔ اس تاریخ پر شاہزادوں اور امرا کی پیشکشوں میں سے سات لاکھ روپے کی اشیا حضرت نے قبول فرمائیں ۔ راجا جسونت سنگھ کو خلعت اور مرصع دھوپ عطا فرمائی ۔ راج سنگھ کی وفات کے بعد مہیش داس راٹھور کو خلعت اور گھوڑا عنایت کر کے راجا جسونت سنگھ کی مہمات کے سر انجام پر مامور فرمایا ۔ سعید خاں بہادر کابل سے آ کر حاضر درگاہ ہوا ۔ ۱۱ محرم ۱۰۵۱ھ (۲۲ اپریل ۱۶۴۱ء) کو راجا جسونت سنگھ کے منصب پنج ہزاری ذات پنج ہزار سوار میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ مرشد قلی ملتان کا دیوان مقرر ہوا ۔

اعظم خاں کا کولیوں کی گوشمالی کرنا اور زمیندار جام سے پیشکش لینا

اعظم خاں سن ۸ جلوس میں احمد آباد گجرات کا صوبے دار مقرر ہوا تھا ۔ اس علاقے کے کاٹھی اور کولی دشوار گزار گھنے جنگلوں اور مضبوط ٹھکانوں کے بل پر رعایا اور مسافروں کو لوٹا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی شاہی علاقے پر بھی ہاتھ مار جاتے ۔ انھوں نے آس پاس کی غریب رعایا کو اتنا ستایا کہ

زندگی دوبھر کر دی ۔ بیچارے وطن چھوڑنے پر آمادہ ہوئے ۔ اعظم خان نے حضرت کے حسب‌الحکم وہاں پہنچ کر مظلوموں کی داد رسی کے لیے ان ظالم رہزنوں کی اچھی طرح تنبیہ کی ۔ مدت تک اس جنگل میں ٹھہر کر کولیوں کے وطن یعنی پرگنہ بھیل کے دو دیہات میں مضبوط قلعے بنوائے ۔ اپنے اور اپنے بیٹے کے نام پر ان کا نام اعظم پور اور خلیل آباد رکھا ۔ کاٹھی واڑہ میں جہاں ان مفسدوں نے پناہ لے رکھی تھی ، ایک اور قلعہ بنا کر شاہ پور نام رکھا ۔ رہزنوں کو گرفتار کرکے لوگوں کو ان کے ظلم سے نجات دلائی ۔ ان کا مال و اسباب اور مویشی تاراج کرنے کے علاوہ ان کے بال بچوں کو بھی گرفتار کیا ۔ جالور کی طرف کولی والے کی سرحد سے کاٹھی واڑہ تک جہاں جام کا علاقہ شروع ہوتا ہے ، یہ مفسد رہزن جہاں جہاں تھے ، سب کی خوب گوشمالی کی ۔ یہاں سے بڑھ کر جام اور بہارہ کے زمینداروں کے علاقے میں داخل ہوا ۔ ان سے سو عدد کاٹھیاواڑی گھوڑے اور تین لاکھ محمودی بطور پیشکش وصول کیے ۔ حکم دیا کہ محمودی کے بجائے حضرت کے نام کا سکہ ضرب کر کے اسے روپیہ کہا کریں ۔ نیز جب کبھی گجرات کا صوبے دار مفسدوں کی سرکوبی کے لیے فوج کشی کرے تو جام اپنے بیٹے کو کافی سپاہی دے کر صوبیدار کی خدمت میں بھیجا کرے ۔ غرض یہ کارنمایاں انجام دے کر اعظم خان احمد آباد واپس آیا ۔ حضرت کو یہ کارگزاری بہت پسند آئی ۔ شمس‌الدین ولد نظر بہادر خویشگی کی جگہ سید خادم کو ہراولی ذات پانچ سو سوار کا منصب دے کر مسور کی فوج داری پر مامور فرمایا ۔

علی مردان خان کے اہتمام سے ایک لاکھ روپے کے خرچ سے دریائے راوی والی نہر لاہور تک نکلی تھی ؛ یہ نہر جب لاہور کے نواح میں آئی تو خلیل‌اللہ کو حکم ہوا کہ مہندس اور معمار ساتھ لے کر باغ کے واسطے نہر کے کنارے اراضی کا کوئی ایسا قطعہ تلاش کرو جس میں نشیب و فراز خوب ہو تا کہ اس میں آبشاروں ، نہروں اور حوضوں کا انتظام ہو سکے ۔ اس نے ایک قطعہ منتخب کر کے اطلاع دی ۔ یہ جگہ شیخ حسین دھدہ کے مکان کے پاس تھی ۔ حضرت کے حسب‌الحکم ۳ ربیع الاول ۱۰۵۱ھ

۱۲ جون ۱۶۴۱ء کو باغ کی بنیاد رکھی گئی - ۲۴ جمادی الاول ،
۳۱ اگست ۱۶۴۱ء کو گرم اور ٹھنڈے ملکوں کے مختلف پودے یعنی
آم ، زرد آلو ، شاہ آلو ، آلوچہ ، شفتالو ، کوکچہ سلطانی ، بادام ، سیب ،
ناشپاتی ، بہی ، شہتوت ، کولہ ، نارنگی وغیرہ کے درخت لگائے گئے۔ سرو ،
چنار وغیرہ کے علاوہ ہر قسم کے پھولوں کی کیاریاں بھی مرتب ہوئیں -

قندھار سے قلیج خان حاضر بارگاہ ہوا ، نجابت خان کی جگہ صوبے داری
ملتان اُس کے سپرد کی گئی - قزاق خان کی جگہ امیر خان ولد قاسم خان
کو خلعت اور گھوڑا عطا کر کے سیوستان (سبی) کی فوج داری پر مامور
کیا - گوالیار سے سید خان جہاں ، راجا امر سنگھ نروری کو ہمراہ لیے
حاضر حضور ہوا - ۲۷ [ربیع الاول] ۶ جولائی ۱۶۴۱ء کو بادشاہ مہربان نے
جعفر خان کی تقصیر معاف کر کے سابقہ منصب پر سرفرازی بخشی -
۴ ربیع الثانی ۱۰۵۱ھ (۱۳ جولائی ۱۶۴۱ء) کو حضرت کی عمر کا باون واں
سال شروع ہوا - تلادان کی محفل کمال زیب و زینت سے ترتیب دی گئی -
بادشاہ غریب نواز آفتاب کی طرح برج میزان میں آئے - سونا چاندی اور
مختلف چیزیں مقررہ دستور کے مطابق ترازو میں تول کر محتاجوں کو تقسیم
کی گئیں - سید خان جہاں ہزاری ذات ہزار سوار کے اضافے سے چھ ہزاری
ذات چھ ہزار سوار ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلند
ہوا - اسلام خان کو مرصع دھوپ عطا فرمائی - راجا جسونت سنگھ کو
طویلۂ شاہی کا گھوڑا اور راجا رائے سنگھ کو نقارہ عنایت ہوا -
رائے ٹوڈرمل امین سرہندی کو لکھی جنگل کی فوجداری سپرد ہوئی -
سعید خان بہادر خلعت پا کر صوبہ دار پنجاب مقرر ہوا - اُس کے بیٹے
خانہ زاد خان کو کوہ کانگڑہ کے دامن اور جموں کی فوجداری پر
مامور کیا -

راجا جگت سنگھ ولد راجا باسو کی سرکشی اور کیفر کردار کو پہنچنا

قاعدہ ہے کہ اعمالِ بد کا نتیجہ ہمیشہ ادبار و نحوست کی شکل میں
ظاہر ہوتا ہے - بالخصوص اپنے محسن سے عداوت اور ولی نعمت کے ساتھ

بدی کرنے سے عذاب دارین اور وبال ابد کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ کفرانِ نعمت کی سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے یعنی حق ناشناسی کی پاداش میں نعمت اور دولت و اقبال چھن جاتے ہیں ۔ جگت سنگھ کے ساتھ بھی ماجرا پیش آیا ۔ کانگڑہ کی فوجداری ، فوج کی کثرت اور زرخیز جاگیر کے سبب اُس کا غرور اتنا بڑھا کہ سرکشی و تمرد کی حد تک پہنچ گیا ۔ جنگلی علاقے میں رہنے کے باعث خود سری اور غرور کا یہ عالم ہوا کہ بغاوت پر آمادہ ہو کر خیالات باطل باندھنے لگا ۔ دشوار گزار گھنے جنگلوں کے بھروسے پر لشکر جمع کرنا شروع کیا ۔

جب حضرت کو اس بات کی اطلاع ملی تو وقار سلطنت کا پاس کرتے ہوئے بلا توقف فرمان صادر کیا کہ بارگاہ والا میں جو لشکر حاضر ہے ، اُس میں سے تیس ہزار جوان ، تین بہادر سرداروں یعنی سید خان جہاں ، سعید خاں بہادر اور اصالت خان کی ماتحتی میں اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو جائیں ۔ سید خان جہاں کی رکاب میں نظر بہادر خویشگی ، اُس کا بیٹا شمس الدین خویشگی، ذوالفقار خان ، راجا امر سنگھ نروری ، سید لطف علی ، جلال الدین محمود ، راجا مدن سنگھ بھدوریہ ، چند دیگر منصب دار ، احدی ، برقنداز ، اور دارا شکوہ کے ہزار سوار اُن کے بخشی مشکی بیگ کی سرداری میں تعینات ہوئے ۔ سعید خاں بہادر کے ہمرکاب راجا رائے سنگھ سیسودیہ اپنے بیٹوں اور کنبے والوں سمیت ، التفات خاں صفوی ، گوکل داس، رائے سنگھ جھالا ، کرپا رام کور ، ناد علی ، چند اور منصب دار ، احدی اور برقنداز تعینات ہوئے ۔ اصالت خاں کے ماتحت اُس کا بھائی عبدالکافی ، کچھ احدی اور برقنداز نیز یمین الدولہ کے ایک ہزار سوار اس کے نوکر خسرو بیگ کی سربراہی میں تعینات ہوئے ۔ ان سب فوجوں کی کارفرمائی پر شاہزادہ مراد بخش مامور ہوا ۔ حضرت نے حکم فرمایا کہ شاہزادہ والا جاہ اپنے ساتھ راجا جے سنگھ ، راؤ امر سنگھ راٹھور ، جاں سپار خاں ، اکبر قلی سلطان ککھڑ ، ہری سنگھ راٹھور ، چندر من بندیلہ ، دولت خاں ، رائے کاشی داس ، خضر سلطان ککھڑ ، خلیل اللہ بیگ مع سات سو احدی ، بابو خویشگی اور کابل کے دیگر منصب داروں کو لے کر سیالکوٹ کے راستے اُس سرکش کی

طرف روانہ ہوں اور اُسے نیست و نابود کر دیں ۔ روانگی کے وقت حضرت نے سید خان جہاں کو خلعت ، طلائی ساز والے دو گھوڑے ، ہاتھی ، ہتھنی اور ایک لاکھ روپے بطور مدد معاش عطا فرمائے۔ سعید خاں کو بھی ایک لاکھ روپے عنایت ہوئے ۔ دوسرے منصب داروں کو خلعت دے کر رخصت کیا ۔ سید خان جہاں کی واقعہ نویسی سلطان نظر کے سپرد ہوئی ۔ سعید خاں کی فوج میں قاضی نظاما واقعہ نویس مقرر ہوا ۔

۲۱ جمادی الاول (۲۸ اگست ۱۶۴۱ء) کو آگرے کے واقعات سے معلوم ہوا کہ وزیر خاں صوبے دار قولنج میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا ۔ اُس کے بجائے آگرے کی قلعداری اور صوبے داری راجا بیٹھل داس کے سپرد ہوئی ۔ ظفر خاں مدت سے اپنے منصب سے معزول تھا ، اُسے بحال فرما کر سرفراز کیا ۔ انھی دنوں ممتاز محل مرحومہ کی بڑی بہن ملکہ بانو بنت آصف جاہ کا انتقال ہوا ۔ حضرت نے آصف جاہ کے گھر جا کر تعزیت کے مراسم ادا کیے اور عنایات شاہانہ سے نواز کر تسلی و تشفی دی ۔

پندرھواں سال جلوس

۱۷ شہریور ، یکم جمادی الثانی ۱۰۵۱ھ (۲۸ اگست ۱۶۴۱ء) پندرھواں سال جلوس شروع ہوا ۔ جشن جلوس کی زیب و زینت سے اہل عالم کی روح شاد ہو گئی، سامان راحت بہم پہنچا ۔ حضرت نے شاہزادہ شجاع کو خلعت خاصہ اور ایک لاکھ روپے مالیت کے موتی عطا فرمائے۔ مکرمت خاں کو تین ہزاری ذات تین ہزاری سوار کے منصب ، نقارہ اور صوبہداری دہلی سے سرفراز فرمایا ۔ صوبۂ ٹھٹھہ کے ناظم شاد خاں اور محمد زمان تہرانی کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ اسلام آباد سے اور قلیج خاں ملتان سے حاضر ہو کر آستاں بوسی کے شرف سے سربلند ہوئے ۔ اول الذکر نے ایک ہزار اشرفیوں اور دس ہاتھیوں کی پیشکش حاضر کی ۔ آخر الذکر نے ایک ہزار اشرفیاں اور اٹھارہ عربی گھوڑے پیش کیے ۔

بتاریخ ۱۵ رجب (۲۰ اکتوبر ۱۶۴۳ء) عاقل خاں پانچ سو ذات سو سوار کی ترقی پا کر دو ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ مکرمت خاں کی جگہ یعنی خان سامانی کی خدمت اُس کے سپرد ہوئی۔ عاقل خاں کا عہدہ یعنی دیوانی بیوتات رائے رایاں کو ملی۔ سیادت خان داروغۂ داغ مقرر ہوا۔ نورالحسن کو اُس کا امین بنایا۔ نجابت خاں کو خلعت، ہاتھی، گھوڑا دے کر شاہزادہ مراد بخش کے ہمرکاب متعین فرمایا۔ بتاریخ ۱۶ رجب (۲۱ اکتوبر ۱۶۴۳ء) عبداللہ خاں فیروز جنگ کو خلعت، ہاتھی، گھوڑا عطا کر کے، اور قلیج خاں بیر وستم خاں کو جو سنبھل سے حاضر ہوئے تھے، خلعت اور گھوڑا دے کر ہدایت کی کہ شاہزادہ مراد بخش کے ہمرکاب جگت سنگھ کے استیصال کے لیے روانہ ہوں۔ رائے ٹوڈر مل سہرند کی سرکار کا فوجدار اور امین (دیوان) مقرر ہوا تھا، کارگزاری کے سبب اپنے ضلع کے شاہی خالصے خوب آباد کیے۔ حضرت نے خلعت، ہاتھی اور گھوڑا عطا فرما کر سرفرازی بخشی۔

چونکہ حضرت کو عراق اور عربی گھوڑے جمع کرنے کا بے حد شوق ہے، لہٰذا بندرگاہ سورت کے متصدی نے بعض اشخاص کو جو اسپ شناسی کے ماہر تھے، بصرہ اور لحسا وغیرہ مقامات کی طرف بھیجا۔ سوداگروں کو بھی تاکید کی۔ الغرض اس سال بہتر (۷۲) عربی گھوڑے ایک لاکھ روپے کے خرید کر لائے۔ ان میں حاکم بصرہ علی پاشا کے طویلے کا سرخنک گھوڑا بھی تھا جو علی اکبر سوداگر کے آدمیوں نے بارہ ہزار روپے میں خریدا تھا۔ اس کا شجرہ ترکی کے مشہور گھوڑے عنتر سے ملتا ہے۔ حضرت نے پسند فرما کر طویلۂ خاصہ میں داخل کیا۔ سوداگر کو پندرہ ہزار روپے قیمت ادا کی۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ راجا جگت سنگھ کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن اُس نے یہ مہم اچھی طرح انجام نہ دی؛ حضرت نے اس کے انصرام کے لیے فرمان بھیج کر بہادر خاں کو طلب فرمایا۔ بہادر خاں کی جگہ عبداللہ خاں کو اسلام آباد کی سرکار کا انتظام کرنے کے لیے رخصت کیا۔

صوبۂ بہار کے واقعات سے اطلاع ملی کہ پلاموں کا زمیندار دشوار گزار

فلک بوس پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کے بل پر اطاعت شاہی سے منحرف ہو گیا ہے ۔ صوبے دار شائستہ خاں نے فیصلہ کیا کہ جنگلوں کو کاٹ کر اُس کے قلعے کو تسخیر کیا جائے ۔ غرض تھوڑی ہی مدت میں اس مہم کا سرانجام کر کے بہت سے سرکشوں کو گولیوں اور تیروں کی بوچھار سے ہلاک کر ڈالا ؛ جنگلوں کا صفایا کر دیا اور قلعہ پلاموں کو گھیر لیا ۔ پرتاب زمیندار کی آنکھیں اب کھلیں ۔ انکسار اور اطاعت کے سوا چارہ نہ دیکھا ۔ اسی ہزار روپے بطور پیشکش ادا کرکے وعدہ کیا کہ بعد برسات پٹنہ میں حاضر ہو کر شائستہ خاں سے ملے گا اور پھر کبھی سرکشی نہ کرے گا ۔

تیرھویں سال جلوس میں بخارا کے ایلچی ازبک خواجہ کے ساتھ میر برکہ بطور سفیر امام قلی خاں حاکم بخارا کی خدمت میں گیا تھا : کابل تک جانے کے بعد واپس آگیا اور عرض کیا کہ بخارا میں فساد پھیلا ہوا ہے ۔ امام قلی خاں بصارت سے معذور ہو چکا ہے ۔ نذر محمد خاں بڑے بھائی کے حقوق کو نظر انداز کر کے سمرقند و بخارا کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ پہلے پہلے تو ازبکوں نے نذر محمد خاں کی روش سے آزردہ ہو کر چاہا کہ اُسے اپنے علاقے میں عمل دخل نہ کرنے دیں ، پھر جب دیکھا کہ امام قلی خاں کو نذر محمد خاں کے سوا اور کسی کی جانشینی منظور نہیں تو خاموش ہو گئے اور نذر محمد خاں کو اطاعت کا پیغام بھیج دیا ۔ نذر محمد خاں بہت تیزی سے روانہ ہوا ۔ ۴ شعبان ۱۰۵۱ھ (۸ نومبر ۱۶۴۱ء) کو خواجہ عبداللہ احرار کے مرقد منور پر پہنچا ۔ بڑے بیٹے عبدالعزیز کو امام قلی خاں کے پاس بھیجا ۔ پھر شام پڑے خود جا کر ملا ۔ ۶ شعبان (۱۰ نومبر ۱۶۴۱ء) کو اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ عبدالعزیز کو قلیخانی کا خطاب دیا جو ولی عہدی کے اعلان کے مترادف ہے ۔ اس کے بعد امام قلی خاں کے ساتھ اتنی بے مروتی کی کہ ہر معاملے میں اُسے آزردہ ہی کرتا رہا ۔ خان مذکور نے چاہا کہ دربار شاہجہانی میں پہنچ کر وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو جائے ۔ نذر محمد خاں نے یہ بات نہ مانی ۔ عراق کے راستے مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا ۔ اہل حرم میں سے کسی کو اس

کے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی ، حتیٰ کہ آی حانم جو امام قلی خان کی محبوب بیوی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا ، اُسے بھی نہ جانے دیا ۔ بڑے بھائی کا تمام مال و متاع اپنے قبضے میں لے لیا ۔ امام قلی خان انتہائی رنج و ملال کے عالم میں ایران کے راستے حجاز کو روانہ ہوا ۔ ابراہیم خواجہ نقیب ، نذر بیگ طغائی ، رحیم بیگ پرواچی اور خواجہ میرک دیوان وغیرہ ازبک سردار اور غلام کہ تقریباً پانچ سو آدمی تھے ، اس کے ساتھ راہی ہوئے ۔

شاہجہان کا لاہور سے کالوواہن کی شکار گاہ میں جانا

برسات ختم ہونے کے بعد جاڑے کی فصل شروع ہوئی جو ہندوستان میں سیر و شکار کا موسم ہے ۔ حضرت نے بتاریخ ۱۵ شعبان (۱۹ نومبر ۱۶۴۱ء) شاہی علم کو کانوواہن کی شکار گاہ کی جانب حرکت دی ۔ پہلے دن باغ فیض بخش میں اور اگلے روز شمس الدین کی سرائے میں خیمے ہوئے ۔ یہاں اطلاع ملی کہ ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ھ (۲۱ نومبر ۱۶۴۱ء) کو شام کے وقت یمین الدولہ آصف خان نے جو اپنے عہد کا ارسطو اور حضرت کا وزیر باتدبیر تھا ، جہان فانی سے رحلت کی ۔ اس سانحے کو سن کر حضرت پر غم و اندوہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ ہوش و حواس جاتے رہے ۔ اُس کی وفاداری ، خدمت گزاری ، خلوص و الفت کو یاد کر کے کئی بار زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ صد حیف ہم اُس وفادار مخلص کے حقوق ادا نہ کر سکے ۔ جو کچھ عنایات اُس کے حال پر ہوئیں وہ اُن سے ہزار درجہ زیادہ کا مستحق تھا ۔ قدردان بادشاہ جوہر اخلاص و وفا کے جوہری ہیں ۔ اس مرحوم کے اعزاز و اکرام کا ہمیشہ پورا پورا خیال رکھا ۔ نو ہزاری ذات نو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا کیا تھا جس کی تنخواہ سولہ کروڑ بیس لاکھ دام ہے ۔ (چالیس لاکھ پچاس ہزار روپے) ۔ ہر سال پچاس لاکھ روپے کی یافت جاگیر سے تھی ۔ غرض ہر طرح مرحوم کو اتنی سرفرازی بخشی کہ اس کا جاہ و حشم آسمان تک پہنچا ۔ الطاف و عنایات کی ایسی بارش کی کہ کسی بادشاہ نے اپنے کسی خیر خواہ کے ساتھ اتنی مہربانی نہ کی ہوگی ۔

تاہم الفت و قدردانی کے سبب کئی بار فرمایا کہ افسوس ! ہم اس کی خدمتوں کا پورا حق ادا نہ کر سکے ۔ خان والا شان نے اپنی زندگی شادمانی و کامرانی کے ساتھ بسر کی ۔ ہمیشہ یہی آرزو رکھتا تھا کہ ظلّ سبحانی کے سامنے اس دنیا سے اٹھ جاؤں ۔

آصف خاں نے اپنی حویلی کے علاوہ جس کی قیمت بیس لاکھ روپے ہے ، ڈھائی کروڑ روپے کا اثاثہ چھوڑا ۔ یعنی تیس لاکھ روپے کے جواہرات ، تین لاکھ اشرفیاں جو بیالیس لاکھ روپے کے برابر ہیں ، ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے نقد ، طلائی اور نقرئی ظروف بیس لاکھ روپے کے ، باقی سامان ۲۳ لاکھ روپے کا ۔ شاہ بندہ نواز نے مرحوم کے پسماندگان کو تسلی و تشفی دے کر ان کے زخم دل پر لطف و عنایت کا مرہم رکھا اور ہر طرح عنایات شاہانہ سے ان کی دلجوئی فرمائی ۔ اس کے بیٹے اور پانچ بیٹیوں کو پچیس لاکھ روپے عطا کیے ۔ متعلقین میں سے جو کوئی خدمت کے قابل تھا اسے منصب عنایت کیا ۔ جو ماہانہ تنخواہ کے لائق تھا اس کا مشاہرہ مقرر کر دیا ۔ حکم دیا کہ حضرت جہانگیر کے مقبرے سے مغرب کی طرف جلو خانے کے چوک میں مرحوم کو دفن کیا جائے ۔ مقبرہ تیار کرکے سنگ مرمر کا عالیشان گنبد اس پر بنائیں ۔

قلعۂ مؤ اور نورپور کی تسخیر

جب حضرت کے حسب الحکم شاہزادہ مراد بخش کابل سے روانہ ہو کر پیٹھان میں داخل ہوا تو سعید خان ، راجا جے سنگھ اور اصالت خاں کو قلعۂ مؤ کی تسخیر کے لیے اور سید خان جہاں کو قلعۂ نورپور فتح کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ یہ دونوں روانہ ہوئے ۔ بھوان کی گھاٹی کے پاس پہنچے تھے کہ جگت سنگھ کا بیٹا راج روپ بھاری فوج لیے سامنے آیا ۔ نجابت خاں ، خانجہاں کا ہراول تھا ، اس نے اچھی طرح گوشمالی کر کے گھاٹی پر جتنے مورچے تھے وہاں سے راج روپ کے آدمیوں کو بھگا کر بہ سہولت ان پر قبضہ کرلیا ۔ بہت سوں کو قتل کر ڈالا ۔ سید خان جہاں بڑی تیزی سے مجھی بھون کی گھاٹی میں پہنچا ۔ پہاڑی

بدبختوں نے بجھی بھون سے نورپور تک پہاڑوں کے دروں میں مضبوط دیواریں کھڑی کر دی تھیں اور اُن پر تیر انداز اور بندوقچی بٹھا دیے تھے۔ لیکن تائیدِ ایزدی ہر جگہ لشکرِ شاہی کے شریکِ حال رہتی ہے اس لیے یہ تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔ کسی زمیندار نے ایک غیر معروف راستہ بتا دیا جس سے لشکرِ اسلام پہاڑ پر ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں نشیب کی طرف نصف کوس کے فاصلے پر نورپور کا قلعہ نظر آتا تھا۔ سعید خاں کوہِ پارہ کے دامن سے گزر کر اور راجا جے سنگھ و اصالت خاں چکّی ندی کے کنارے پانی کی گزرگاہ میں سے نکل کر مؤ کے قریب آ ملے۔ راجا باسو کے باغ کے پاس جو ہموار زمین پر واقع ہے، خیمے کیے۔ پہاڑی مکاروں نے جا بجا پتھر چونے کی دیواریں اٹھا اٹھا کر راستے مسدود کر دیے تھے۔ اُن پر نشانے باز بندوقچی تعینات کیے ہوئے۔

موقع ایسا آ پڑا تھا کہ ہمت و شجاعت کے سوا اور کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ لہٰذا جانباز بہادروں نے دیواروں پر چڑھ چڑھ کر آگے بڑھنے کا قصد کیا۔ اُن بدبختوں نے گولیوں اور تیروں کی بوچھار شروع کر دی۔ جو لوگ لشکر کے لیے گھاس چارہ اور ایندھن لینے کے لیے جنگل میں گئے تھے، اُنھیں نقصان پہنچایا۔ مجاہدوں نے حمایتِ ایزدی کے سائے میں اقبالِ بادشاہی کو اپنی سپر بنا کر نہایت دلاوری کے ساتھ کسی نہ کسی طرح پیش قدمی جاری رکھی۔ بالآخر رفتہ رفتہ دیوار تک جا پہنچے۔ اسی اثنا میں شاہزادے کا حکم آیا کہ قلیج خاں مؤ کی طرف جائے، رستم خاں سید خانجہاں کی کمک کے لیے بڑھے اور سعید خاں راہر کی راہ لے کہ وہاں سے مؤ پر گولہ باری ممکن ہے۔ نور پور والے لشکر میں سے نجابت خاں، نظر بہادر خویشگی، اکبر علی کھکر (کھوکھر) اور راجا مان گوالیاری خانِ مذکور کے ہمرکاب رہیں۔ اس فوج کی ہراولی نجابت خاں کے سپرد ہوئی۔ سعید خاں اپنی جگہ سے بڑھ کر کوہِ راہر کے نزدیک خیمہ زن ہوا۔ دائیں بازو میں سے اپنے بیٹوں سعد اللہ خاں اور عبداللہ خاں کو اپنی کچھ فوج دے کر اور بائیں بازو میں سے ذوالفقار خاں

کو شاہی برقندازوں کا ایک دستہ دے کر پہاڑ پر بھیجا کہ لشکر کے پڑاؤ کی جگہ مقرر کر آؤ ۔ ان لوگوں نے پہاڑ پر پہنچ کر اندازہ کیا کہ جب تک جنگل صاف نہ کیا جائے ، لشکر کے پڑاؤ کی جگہ نہیں بن سکتی ۔ سعید خاں کو یہ اطلاع بھیج کر خود وہیں ٹھہر گئے ۔

عین اس وقت ان کمینوں کے تقریباً پانچ ہزار آدمی پہاڑ سے اتر کر سعید خاں کی فوج پر آ پڑے ۔ گھنے جنگل کے درختوں کے سبب صف بندی کی نوبت نہ آئی ۔ ایک دوسرے کے ساتھ غٹ پٹ ہوگئے ۔ سعید خاں نے یہ خبر سنتے ہی اپنے بیٹے لطف اللہ کو اور اس کے پیچھے شیخ فرید اور سرانداز خاں کو کمک کے لیے بڑھایا ۔ ابھی لطف اللہ پہاڑ پر نہ پہنچا تھا کہ ان کمینوں نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کیا ۔ لطف اللہ کے دائیں کاندھے پر تلوار کا وار کرکے اور بائیں بازو پر نیزہ مار کر گرا دیا ۔ عبدالرحمٰن ولد عبدالعزیز خاں نقشبندی نے پھرتی سے آگے بڑھ کر ان کافروں کو ہٹایا ۔ پھر ذوالفقار خاں نے آ کر انھیں دبایا ۔ بہت سوں کو قتل اور قید کر کے باقی کو مار بھگایا ۔ سعد اللہ اور عبداللہ کو ساتھ لیے سعید خاں سے آ ملا ۔ اگلے روز سعید خاں ظفر جنگ اپنے سپاہیوں کو ہمرکاب لیے راپر پہنچا ۔ لشکر کی خیمہ گاہ بنانے کے لیے جنگل کٹوا کر صاف جگہ نکلوائی ۔ شبخون کا خوف بھی لگا ہوا تھا لہٰذا چاروں طرف خندق کھدوا کر کانٹے دار جھاڑیاں لگوا دیں ۔

اب پہاڑیوں کو احساس ہوا کہ شاہی لشکر اس راستے بڑھ کر قلعے سے بلند تر جگہ پر قابض ہو کر گولہ باری کرے گا ۔ اس کا تدارک کرنے کے لیے چاروں طرف سے امنڈ آئے ۔ جا بجا فصیلیں اور برج کھڑے کر لیے تاکہ شاہی لشکر آگے نہ بڑھ سکے ۔ ۲۱ شعبان (۲۵ نومبر ۱۶۴۱ء) کو نجابت خاں نیز سعید خاں کے سپاہی راجا باسو کے باغ والے ٹیلے پر جا پہنچے ۔ دوسری طرف سے نظر بہادر ، ذوالفقار خاں ، شیخ فرید ، اکرم قلی ، کچھوکچھر ، سرانداز خاں اور راجا مان صفیں باندھے آ پہنچے ۔ [illegible] نجابت خاں اور راجا مان کے سپاہیوں نے [illegible] پر مٹنے رکھ لیے ۔ دوڑ کر غنیم کے مورچے

کے سامنے تختوں کی دیوار کھڑی کر دی اور اس کی آڑ سے تیر اور گولیاں برسا کر ہنگامۂ پیکار گرم کیا ۔ اس معرکے میں بے شمار کافر ہلاک ہوئے ۔ شاہی سپاہی بھی زخمی ہوئے ۔ دس بیس شہید بھی ہوگئے ۔ ۲۹ شعبان (۲ اور ۳ دسمبر ۱۶۴۱ء کی درمیانی رات) کو راجا مان نے ایک ہزار پیادے قلعۂ چھت پر حملے کے لیے بھیجے ۔ قلعے سے کچھ آدمی مقابلے کے لیے نکلے ۔ ان بہادروں نے انھیں تیروں ، گولیوں کی بوچھار سے گرا دیا ۔ جو بچے وہ جان بچا کر بھاگ گئے ۔ بہادر پیادے تعاقب کرتے کرتے قلعے کے اندر گھس گئے ۔ قلعدار کو قتل کر دیا ۔ تھوڑے سے آدمی وہاں رہے ، باقی پیادے مقتولوں کے سر لے کر لشکر گاہ میں آئے ۔

انھی دنوں قلعۂ نورپور کے ایک برج کو بارود سے اڑانے کی کوشش کی گئی ۔ سید خان جہاں نے محاصرہ کر رکھا تھا ۔ فرنگی نقب زن زلفی اور آقا حسن رومی نے نقب کو برج تک پہنچا دیا تھا ۔ اس سے پہلے چھ نقبیں اور لگائی گئی تھیں لیکن قلعے کے مکاروں نے ان کا سراغ لگا کر بارود نکال لی ۔ یہ نقب برج تک پہنچائی تو سہی لیکن دو تین گز اونچی رہ گئی ۔ اضطراب یہ تھا کہ اہل قلعہ اس کا بھی سراغ لگا کر بارود نہ چرا لیں ۔ غرض عصر کے وقت سرنگ کو آگ دے دی ۔ نقب اونچی ہونے کی وجہ سے برج کا ایک حصہ اڑا ؛ دوسرا حصہ زمین میں اتر گیا ۔ ان ذلیلوں نے برج کے اڑنے سے پہلے اندر کی طرف ایک دیوار اور کھینچ دی تھی ۔ سید لطف علی اور جلال الدین محمود جو خان جہاں کے سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے یہاں آئے تو دیوار سامنے تھی ۔ فوراً بیلداروں کو تاکید کی کہ دیوار ڈھا دو ۔ لشکر کے دوسرے دلاوروں نے پھاٹکوں میں آگ لگانا اور فصیل پر چڑھنا شروع کیا ۔ ہر جگہ معرکے پڑے ۔ دونوں طرف سے آدھی رات تک تیروں ، گولیوں اور بانوں کی بوچھار ہوا کی ۔ بے شمار پہاڑی ہلاک ہوگئے ۔ لشکر اسلام کے بھی کچھ آدمی شہید ہوئے ۔ انھی میں سید لطف علی تھا جس نے بندوق کی گولی کھا کر بہشت کی راہ لی ۔ بہادروں کی جانبازی کے باوجود رات کی سیاہی کے سبب اہل قلعہ کو پناہ مل گئی ۔ بہادروں نے قلعے کی تسخیر ملتوی کر کے اپنے کیمپ کو

مراجعت کی ۔

۲۹ شعبان (۳ دسمبر ۱۶۴۱ء) کو بہادر خاں اسلام آباد سے آ کر شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس نے اپنے تین ہزار سواروں ، تین ہزار پیادوں سے قلعۂ تہاری پر حملہ کر کے پہلے ہی ہلے میں اسے فتح کر لیا ۔ حکم بادشاہی پہنچا کہ اصالت خاں آگے بڑھ کر نور پور کا محاصرہ کرے ۔ سید خاں جہاں اور رستم خاں اپنے رفیقوں کے ہمراہ بہادر خاں کو ساتھ لے کر جسے ہم نے فوج کا ہراول نامزد کیا ہے ، تھل کی گھاٹی سے گزر کر قلعۂ مؤ کی طرف جائیں اور اُسے فتح کرنے میں جان لڑائیں ۔ اگر وہ فتح ہو جائے تو نورپور کی تسخیر آسان ہے ۔ شاہزادے کو چاہیے کہ راؤ امر سنگھ اور میرزا حسین صفوی کو پیٹھان میں چھوڑ کر خود بھی آگے بڑھیں اور اہلِ لشکر کو سخت تاکید کریں کہ قلعہ فتح کرنے اور بدبخت کافروں کی تباہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں ۔ چنانچہ یکم رمضان (۴ دسمبر ۱۶۴۱ء) کو شاہزادہ مراد پیٹھان سے مؤ کی طرف روانہ ہوا ۔ جگت سنگھ نے جو سنا کہ شاہزادہ فوج ظفر موج کو ہمرکاب لیے ادھر بڑھا آتا ہے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ مقابلے کی ہمت نہ پائی ۔ بے اختیار امرائے نامدار کو بیچ میں ڈال کر معافی کا طلبگار ہوا ۔ ان کی سفارش سے جان کی امان پائی ۔ ۵ رمضان (۸ دسمبر ۱۶۴۱ء) کو گناہگاروں کی طرح گردن میں رومال ڈالے شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس عالی گوہر نے اُسے تسلی دی اور بارگاہِ شاہی میں اس کی معافی کے لیے التماس کی ۔ عرضداشت میں اس کے بعض اور مطالبات بھی تھے جو منظور نہ ہوئے ۔ شاہزادے نے اُسے واپس چلے جانے کا حکم دیا ۔

جگت سنگھ مایوس ہو کر قلعۂ مؤ میں چلا گیا جو دشوار گزار جنگلوں اور اونچے پہاڑوں کے وسط میں واقع ہے ۔ فیصلہ کیا کہ یہیں رہوں گا کہ مضبوط و محفوظ جگہ ہے ۔ سید خان جہاں اور بہادر خاں تھل کی گھاٹی کے راستے بڑھے آتے تھے ۔ ہر روز جنگل کاٹ کاٹ کر راستہ نکالتے تھے ۔ پہاڑیوں نے جا بجا دیواریں بنا کر راستہ روکا تھا ، انھوں نے گرا کر میدان کر دیا ۔ جو مقابلے کے لیے نکلا اُسے عدم کی راہ دکھا کر اپنا

راستہ لیا۔ قلعۂ مؤ نزدیک آ گیا تو پٹھان پیادے جو تیز رفتاری میں سواروں کے برابر ہیں، حملہ آور ہوئے۔ جگت سنگھ قلعے کی مضبوطی کے سہارے پانچ دن تک اطمینان سے لڑتا رہا۔ میدانِ جنگ میں آ آ کر خوب دادِ شجاعت دی۔ المختصر بہت سخت معرکہ پڑا۔ بہادر خاں کے جانباز سپاہی لاشوں کے اوپر پاؤں رکھ رکھ کے آگے بڑھتے تھے۔ خان موصوف کے سات سو پٹھان اور اتنے ہی آدمی دوسرے منصب داروں کے زخمی اور قتل ہوئے۔ کافروں کی بھی کثیر تعداد جہنم رسید ہوئی۔

جب مہم میں دیر لگ گئی تو بارگاہِ سلطانی سے فرمان پہنچا کہ جوں ہی خان جہاں اور بہادر خاں قلعے کے پاس پہنچیں دوسرے منصب داروں کی فوجیں بھی ہلے میں شریک ہو جائیں۔ فرمان آنے پر شاہزادے نے بھی مزید تاکید کی کہ دوسری فوجیں بھی شامل ہوں اور جس طرح بنے قلعے تک پہنچیں۔ ۸ رمضان (۱۱ دسمبر ۱۶۴۱ء) کو سید خان جہاں اور بہادر خاں نے قلعے پر یورش کی۔ دوسری طرف سے قلیج خاں، راجہ جے سنگھ اور اللہ ویردی خاں نے بھی جنگل میں گھس کر جہاں جہاں سے موقع ملا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ سید خان جہاں اور بہادر خاں کے متواتر حملوں سے جگت سنگھ کی جان پر بن رہی تھی دوسری طرف کی خبر نہ لے سکا۔ راجہ جے سنگھ، قلیج خاں اور اللہ ویردی خاں کو موقع مل گیا۔ پہاڑ پر پہنچ کر قلعے کے قریب تو آہی چکے تھے، یکایک ہلہ بول کر اندر گھس گئے اور نہایت جاں فشانی کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ سعید خاں نے البتہ کوئی کارِ نمایاں نہ دکھلایا۔ جیسی توقع تھی اتنی کوشش نہ کی۔ جگت سنگھ نے اپنے اہل و عیال کو پہلے ہی تلارا گڑھ بھیج دیا تھا۔ جب دیکھا کہ بے شمار سپاہی زخمی اور قتل ہوگئے تو نہایت بد حواس ہوا۔ کمال بے انتظامی اور بدنظمی کی حالت میں زوال و ادبار کی خاک سر پر ڈالتا ہوا تارا گڑھ پہنچا۔ دو روز بعد اصالت خاں کی عرضداشت سے حضرت کو معلوم ہوا کہ قلعۂ مؤ فتح ہو جانے کی خبر سن کر نورپور والے بھی آدھی رات کو اپنا قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

خاقانِ دہر نے یہ اطلاع پاکر خان جہاں اور راجہ جے سنگھ کے

سواروں میں سے ایک ایک ہزار کو دو اسپہ سہ اسپہ قرار دے کر شان جہاں کو چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا ، اور جے سنگھ کو پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت کیا ۔ بہادر خاں کو ہزاری ذات ، ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ دے کر پانچ ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا کیا ۔ راجہ مان سنگھ کو خلعت ، مرصع جمدھر ، ہاتھی گھوڑا دے کر سرفرازی بخشی ۔ غرض جس جس نے مہم میں جان فشانی کی تھی اُسے لطف و کرم سے نوازا ۔ ۲۳ رمضان (۲۶ دسمبر ۱٦۴۱ء) کو شاہزادے نے چنبا کے زمیندار پرتھی چند کو جسے اللہ ویردی خاں اور میر بزرگ لے کر آئے تھے ، بارگاہ والا میں روانہ کر دیا ۔ مؤ کا انتظام راجہ جے سنگھ کے سپرد کیا ۔ تھاری کی محافظت قلیچ خاں کے سپرد کی ۔ دمتال کی نگہبانی گوکل داس سیسودیہ کو اور پیٹھان کی میرزا حسن صفوی کو سونپی ۔ بعض منصب داروں کو بیلداروں اور تبرداروں کی ایک جماعت دے کر اس کام پر مامور کیا کہ مؤ اور دوسرے علاقوں کے آس پاس کے جنگل کاٹ کر کھلا راستہ نکالیں ۔ فرمانِ شاہی کے مطابق خود واپس ہو کر بتاریخ ۲۹ رمضان (یکم جنوری ۱٦۴۲ء) بہادر خاں اور اصالت خاں کو ہمرکاب لیے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوگئے ۔ حضرت نے بتاریخ یکم شوال (۳ جنوری ۱٦۴۲ء) شاہزادے کو خلعت ، نادری خاصہ ، طلائی زین والے دو گھوڑے اور دو لاکھ روپے انعام دے کر واپس بھیجا کہ جگت سنگھ کو قتل یا قید کرکے مابدولت کے سامنے پیش کرو ۔ اُس کے خاندان کا ایسا قلع قمع کیا جائے کہ پہاڑی علاقے میں ان کا نام و نشان باقی نہ رہے ۔

چنبا کے زمیندار پرتھی چند کے باپ کو بدبخت جگت سنگھ نے قتل کردیا تھا ، امرائے شاہی کی وساطت سے پرتھی چند شاہی ملازمت میں داخل ہوا ۔ حضرت نے مرصع جمدھر اور خلعت عنایت کرکے ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب اور راجہ کے خطاب سے سربلند فرمایا ۔ رخصت کرتے وقت حکم دیا کہ کافی سپاہی فراہم کرکے اپنے علاقے کے پہاڑ پر جس کے نیچے

تارا گڑھ کا قلعہ واقع ہے ، پہنچ کر جگت سنگھ کو اچھی طرح دبائے۔
۵ شوال (۷ جنوری ۱۶۴۲ء) کو شاہزادہ مراد بخش نے بادشاہ سلامت کے حسب الحکم سعد خان جہاں اور دوسرے امرا کو ہمرکاب لیے نور پور میں قیام کیا ۔ سعید خاں کو جموں کی طرف بھیجا ۔ راجہ مان جو جگت سنگھ کا جانی دشمن تھا ، اُسے حکم دیا کہ راجہ پرتھی چند کے ساتھ پیچھے کی طرف سے تارا گڑھ پر حملہ کرے ۔ دوسری طرف بہادر خاں اور اصالت خاں کو تاکید کی کہ بارہ ہزار سواروں سے تارا گڑھ کا محاصرہ کرکے محصورین کی خانہ خرابی کر دو ۔ ان سب دلاوروں نے یورش کرکے اُس مضبوط قلعے کو فتح کرنے پر کمر باندھی ۔ یہ قلعہ گھنے جنگل کے وسط میں جہاں کانٹے دار درخت چھائے ہوئے ہیں ، ایک اونچی پہاڑی پر واقع ہے ۔ ماحول ایسا ہے کہ انسان تو کیا ہوا کا بھی وہاں سے گزرنا مشکل ہے ۔ قلعے کے اندر اسلحہ ، گولہ بارود اور رسد کا کافی ذخیرہ تھا ۔ برجوں پر بھاری توپیں چڑھی ہوئی تھیں ۔ تاہم شاہی دلاوروں نے جنگل کاٹ کاٹ کر مورچے بنائے ، نقبیں نکالیں اور سیڑھیاں تیار کرکے فتح کا انتظام اچھی طرح کیا ۔ اُدھر اُن گمراہوں نے بھی جاں فشانی اور تیر ، گولے گولیاں برسانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ ہر روز کتنے ہی بہادر زخمی ہوتے بلکہ کام آتے ۔ انھی میں آصف جاہی فوج کا سردار خسرو بیگ بھی شہید ہوا جو نہایت دلیر اور شیردل بہادر تھا ۔ گرجستان کا باشندہ تھا ۔ آصف خاں کے انتقال کے بعد بادشاہ سلامت کی نوکری اختیار کر لی تھی ۔

خسرو بیگ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۴ شوال (۱۶ جنوری ۱۶۴۲ء) کو بہادر خاں اور اصالت خاں نے اُسے کچھ فوج دے کر بھیجا تاکہ پہاڑ کی کیفیت کا اندازہ کرکے لشکر کی قیام گاہ اور مورچوں کی جگہ متعین کرے ۔ اوپر جاکر یہ سب اشخاص جنگل میں چاروں طرف پھرنے لگے ۔ بہادر خاں نے کچھ آدمی بھیجے کہ ان سبھوں کو جمع کرکے لشکر گاہ میں واپس لے آئیں ۔ خسرو بیگ نے کہلا بھیجا کہ میں نے یہاں ایک جگہ چھانٹ لی ہے ، یہیں رات بسر کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ بہادر خاں اور اصالت خاں نے کسی کے ہاتھ بڑی تاکید سے کہلایا کہ

واپس آجاؤ - خسرو بیگ مجبوراً اپنے تین سو آدمی ہمرکاب لیے واپس چلا - راستے میں بدبخت پہاڑیوں نے جو موقع کی تاک میں رہتے تھے ، اس مختصر جماعت کو دیکھ کر چاروں طرف سے ہجوم کرکے حملہ کیا - اگرچہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی لیکن اس جوان مرد نے بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا - خوب رد و بدل کرتا رہا یہاں تک کہ بالآخر چودہ زخم کھا کر زمین پر گر پڑا -

المختصر جب جگت سنگھ نے دیکھا کہ شاہی فوجیں بے در بے چلی آرہی ہیں تو بدحواس ہوگیا ؛ یقین ہوا کہ قلعہ ہاتھ سے نکل جائے گا لہٰذا چند آدمیوں کو سفارسی بنا کر امان مانگی - سید خان جہاں کی وساطت سے شاہزادے کی خدمت میں التماس کی کہ بارگاہِ شاہی میں میرے قصوروں کی معافی کے لیے درخواست کیجیے اور فرمان معافی منگوا کر سری ڈھارس بندھائیے - شاہزادے نے عرضداشت میں یہ سب باتیں لکھ بھیجیں - حکمِ والا آیا کہ اگرچہ اس بے ادب کے قصور قابلِ معافی نہیں تاہم گڑگڑا کر امان مانگنے اور اپنی غلطیوں پر نادم ہونے کے خیال سے ماہدولت چشم پوشی کرکے اس کی جان بخشی فرماتے ہیں - شاہزادے کو چاہیے کہ تارا گڑھ اور مؤ کے قلعوں کو مسمار کرکے میدان کر دیں - یہ حکم پاتے ہی خان جہاں نے تارا گڑھ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی - اپنے داماد سید فیروز کو کچھ آدمی دے کر ہدایت کی کہ شیر حاجی اور دوسرے قلعوں کو ڈھا دے - ۱۹ ذی الحجہ (۲۱ مارچ ۱۶۴۲ء) کو جگت سنگھ کو شاہزادے کے سامنے حاضر کیا - قلعۂ نور پور کی پھاٹک والی فصیل کے تین طرف خندقیں تھیں ، یہاں سے وہاں تک جگت سنگھ اور اس کے سرداروں کی حویلیاں ہزار گز کی چڑھائی تک پھیلی ہوئی تھیں - بہت مضبوط ضلع تھا جس سے سو گز آگے جگت سنگھ نے دیوار کھنچوا کر اور برج بنوا کر مزید مستحکم کر دیا تھا - حضرت نے تاکید کی کہ قلعۂ شیر حاجی کی طرح یہاں کی دیوار کو بھی مسمار کر دیں اور ہدایت کر دی جائے کہ پھر کوئی شخص اسے ہاتھ نہ لگائے - شاہزادہ جگت سنگھ کو ہمرکاب لے کر درگاہِ والا میں حاضر ہو -

اب دربار کے واقعات درج کیے جاتے ہیں ۔ مورنگ کے زمیندار نے پانچ ہاتھی بطور پیشکش بھیجے ۔ ایک کا ساز طلائی تھا چار کا نقرئی ۔ سید شجاعت خاں نے دو ہاتھی و کی پیشکش حاضر کی ۔ شاہزادہ شجاع کا نوکر ہاتھی لے کر آیا تھا ، حضرت نے اس کے ہاتھ شاہزادۂ والا گہر کے واسطے موتیوں کی سبیح ، کچھ بیش قیمت لعل اور چار گھوڑے خاصے کے ارسال کیے ۔ آصف خاں کے دیوان مکند داس کو پانچ سو ذات ، سو سوار کا منصب دے کر جسونت رائے کی جگہ دفتر تن کا مہتمم مقرر کیا ۔ خالصہ کا اہتمام بہاڑا مل کے بجائے جسونت رائے کو سپرد کرکے بہاڑا مل کو لاہور کا دیوان مقرر فرمایا ۔ لطف اللہ ولد سعید خاں نے جگت سنگھ کی مہم میں بہت جاں فشانی کی تھی ، ایسے ترقی دے کر ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب عطا کیا ۔ خلعت اور گھوڑا اور طلائی ذاب والی تلوار عطا فرما کر سرفرازی بخشی ۔ یکم شوال (۳ جنوری ۱۶۴۲ء) کو حضرت نے کانو واہن کی شکار گاہ سے مراجعت کرکے بتاریخ ۱۱ شوال (۱۳ جنوری ۱۶۴۲ء) سبھ گھڑی میں دارالسلطنت لاہور کے قصر شاہی کو فیض قدم سے برکت بخشی ۔

جشن تلادان شمسی ۱۰۵۱ھ ، ۱۶۴۲ء

بتاریخ ۲ بہمن ، ۱۹ شوال ۱۰۵۱ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۶۴۲ء کو بادشاہی خادموں نے عمر مبارک کے اکاونویں شمسی سال کا جشن تلادان کمال زیب و زینت کے ساتھ منعقد کیا ۔ بارگاہ خاص و عام کے در و دیوار کو مخمل و دیبا سے آراستہ کیا ۔ حضرت کے سر پر اتنی دولت نچھاور کی گئی کہ محتاجوں مسکینوں نے جھولیاں بھر لیں ۔ اس مبارک تقریب پر شاہزادۂ والا گہر دارا شکوہ کو پانچ ہزار سوار کا اضافہ عطا کرکے بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ شاہزادۂ والا جاہ سلطان شجاع اور اورنگ زیب بہادر کو ہزار سواروں کے اضافے سے پندرہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ چھ ہزار سوار

دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔ شاہزادۂ مراد بخش کو ایک ہزار سوار کی ترقی دے کر دس ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا۔

دوسرے امراء کی ترقی اور تقرر کی تفصیل یہ ہے : مکرمت خاں تین ہزاری ذات اور سوار۔ پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار پائے۔ اللہ قلی کو ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار کا ، مہیش داس کو ہزاری ذات ہزار سوار کا ۔ سید نورالعیان کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا اور حیات خاں کو ہزاری ذات ڈھائی سو سوار کا منصب عطا کیا۔ علی مردان خاں کابل سے آکر حاضر بارگاہ ہوا۔ ۹ ذیقعدہ (۹ فروری ۱۶۴۲ء) کو بہمن یار ولد آصف جاہ ترقی پاکر ہزاری ذات ، دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ میر برکہ کو اردوئے معلیٰ کا قاضی مقرر کیا ۔ سعید خاں بہادر ظفر جنگ نے بارگاہِ والا میں حاضر ہوکر آستاں بوسی کا شرف حاصل کیا ۔ قلیج خاں بھی حاضرِ خدمت ہوا ۔

فصل خریف میں کشمیر میں بڑی شدت کی بے وقت بارشیں ہوئیں ۔ دریا چڑھ جانے سے بہت سے دیہات برباد ہوئے ۔ بے اندازہ غلہ بہہ گیا ۔ بہت سے کشمیری اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں جا بسے ۔ بعض نے ملکِ عدم کی راہ لی ۔ حضرت نے کشمیریوں کی بے نوائی ، پریشانی اور سرگردانی کا حال سن کر ترس کھایا کیونکہ رزاقِ عالم نے دنیا والوں کی روزی کا انتظام اُنھیں سپرد فرمایا ہے ۔ جھروکہ درشن کے نیچے تقریباً تیس ہزار آدمیوں نے آکر فریاد بھی کی کہ ہم تباہ ہوگئے ۔ حضرت نے حکم دیا کہ جب تک یہ لوگ لاہور میں رہیں ، دس مختلف مقامات پر دو دو سو روپے کا کھانا پکاکر انھیں کھلایا جائے ۔ تیس ہزار روپے تربیت خاں کو بھجوائے کہ کشمیر کے ضعیف و درماندہ غریبوں کو تقسیم کر دے اور ہر روز سو سو روپے کا کھانا پکوا کر پانچ مختلف مقامات پر بھوکوں کو کھلائے ۔ تربیت خاں نے یہ خدمت اچھی طرح انجام دے دی ۔ اطلاع آئی کہ مصیبت کے مارے محتاج بے نوا اس کے سلوک سے خوش نہیں ہیں ۔ حضرت نے اس کی جگہ ظفر خاں کو کشمیر کا صوبے دار مقرر کیا جو پہلے بھی کشمیر کا گورنر رہ چکا تھا اور وہاں کے باشندے اس کے

سلوک سے رضا مند تھے ۔ خلعت اور نقرئی زین کا گھوڑا عنایت کیا ۔ چلتے وقت بڑی تاکید سے کہا کہ غریب باشندوں کا پورا خیال رکھنا ۔ بیس ہزار روپے بھی دیے کہ یہ محتاجوں میں تقسیم کر دینا ۔

۱۵ [ذیقعدہ] ۱۵ فروری ۱۶۴۲ء کو علی مردان خان کی حویلی حضرت کے فیضِ قدم سے رشکِ ارم بن گئی ۔ خانِ والا شان نے اس غیر متوقع نعمت کے شکرانے میں ایک لاکھ تیس ہزار روپے کے جواہرات وغیرہ نظرِ انور سے گزارے ۔ صوبۂ اڑیسہ شاہزادہ محمد شجاع کو مرحمت فرما کر حکم دیا کہ محمد زمان طہرانی اُن کے نائب کی حیثیت سے وہاں رہے۔ پہلے اڑیسہ کی صوبے داری شاہنواز خان کے نام تھی ۔ وہ آج کل معزول تھا ۔ فرمان صادر ہوا کہ محمد زمان کے پہنچنے پر تم جونپور کی سرکار کا انتظام کرنے کے لیے پہنچنا جو تمھاری جاگیر میں ہے ۔

جشن نوروزِ عالم افروز

ان دنوں جب کہ سارا زمانہ بادشاہ فیض بخش کے انعام و اکرام سے کامیاب و کامران تھا ، ۱۹ ذی‌الحجہ کی رات یعنی ۲۰ مارچ ۱۶۴۲ء جمعرات کی شام کو ایک گھنٹہ رات گزرنے پر آفتابِ عالمتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ فصل بہار کے فیض سے نباتات میں جان سی آ گئی ۔ باغ و بوستاں شاداب ہو گئے ۔ اگلی صبح شاہزادہ اورنگ زیب بہادر دکن سے اپنے فرزند سلطان محمد کو ہمراہ لیے حاضرِ بارگاہ ہوئے ۔ ہزار اشرفیوں کی نذر دی ۔ حضرت نے انھیں دو لاکھ روپے عنایت فرمائے ۔ خلیل‌اللہ خان ترقی پا کر ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ راؤ ستر سال ہاڈہ ، راجا بہار سنگھ بندیلہ ، سزاوار خان اور زاہد خان جو دکن سے آئے تھے ، کورنش کے لیے حاضر ہوئے۔ علی مردان خان خلعت اور طلائی ساز والے دو گھوڑے پا کر کابل کو رخصت ہوا ۔ قلیج خان کی جگہ سعید خان کو ملتان کی صوبے داری عطا ہوئی ۔ آقا افضل بنگالے اور شاہزادہ شجاع کی سرکار کا دیوان مقرر ہوا ۔ رائے کاشی داس کو آگرے کی دیوانی ملی ۔ ۲۵ ذی‌الحجہ (۲۶ مارچ ۱۶۴۲ء) کو شاہزادہ مراد بخش

سید خان جہان ، راجا جے سنگھ ، رستم خان وغیرہ امراء کو ہمرکاب لیے حاضر خدمت ہوا ۔ ہزار اشرفیوں کی نذر دی ۔ اُس والا جاہ کے وسیلے سے راجا جگت سنگھ بیٹوں سمیت پگڑی گلے میں ڈالے گنہگاروں کے زمرے میں پیش ہوا ، سر جھکائے کھڑا تھا ۔ بادشاہِ جرم بخش خطا پوش نے کمال بے نیازی کے ساتھ اُس کی خطاؤں سے چشم پوشی فرمائی ۔ گناہوں پر خط معافی کھینچ کر ملازمان شاہی کے زمرے میں کھڑا کر دیا ۔ شاہزادے کو خلعت عطا فرما کر دس ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار کے منصب سے ترقی دے کر بارہ ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار کے رتبے پر فائز کیا ۔ دو ہزار سوار دو اسپہ مقرر ہوئے ۔

بتاریخ ۴ محرم ۱۰۵۲ھ (۴ اپریل ۱۶۴۲ء) شاہزادہ اورنگ زیب نے پیشکش حاضر کی جو مختلف جواہرات ، مرصع آلات ، دکن کی نایاب سوغاتوں اور کوہ پیکر ہاتھیوں پر مشتمل تھی ۔ حضرت نے اس میں سے ایک لاکھ بیس ہزار روپے کا سامان قبول فرمایا ۔ دودمانِ سلطنت کے اُس چشم و چراغ کو خلعت خاصہ ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ ، سو گھوڑے جن میں سے دو عربی اور عراقی گھوڑے ، ایک کا زین طلائی ، دوسرے کا طلائی مینا کار تھا ، ہتھنی اور نقرئی ساز والا ہاتھی عطا فرما کر سرفراز کیا ۔ اُن کے صاحب زادے سلطان محمد کو موتیوں کی تسبیح عنایت کر کے باپ بیٹے کو دکن واپس جانے کی اجازت دی ۔ اُس چشم و چراغ سلطنت کی سفارش سے قزلباش‌خان کو نقارہ ، امان بیگ کو علم اور لطف‌اللہ ولد لشکر خان مشہدی کو ترقی دے کر ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ اس نوروز کی تقریب پر شاہزادوں اور امرا کی پیشکشوں میں سے حضرت نے چھ لاکھ روپے کی چیزیں قبول فرمائیں ۔

مرزا عیسیٰ ترخان بندرگاہِ سورت کا حاکم تھا ، اُسے اعظم خان کی جگہ گجرات کا صوبے دار مقرر فرمایا ۔ اگرچہ اعظم خان نے سرکشوں کی تنبیہ بخوبی کی تھی لیکن گجرات کی رعایا کے ساتھ مناسب سلوک نہ کر سکا ۔ مرزا عیسیٰ کے سواروں (پانچ ہزار) میں سے ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ ایک بیٹا عنایت‌اللہ دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب

سے سورٹھ کی سرکار کے نظام و نسق پر سرفراز ہوا ۔ دوسرے بیٹے محمد صالح کو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ سید والا صفات سید جلال جو حسب الحکم گجرات سے حاضر ہوا تھا ، پانچ ہزار روپے کے انعام سے بہرہ‌مند ہوا ۔ ۱۸ محرم (۱۸ اپریل ۱۶۳۲ء) کو جہانگیر خان اور اصالت خان کوہِ کانگڑہ والی مہم سے واپس آ کر باریاب ہوئے ۔ نجابت خان کو کوہستان کا انتظام سپرد ہوا ۔ جگت سنگھ اور اس کے بیٹے راج روپ کو حضرت نے لطف و کرم سے سابقہ منصب پر بحال فرمایا ۔

شاہزادہ داراشکوہ کا شاہ صفی کے مقابلے کے لیے قندھار جانا

قندھار کا علاقہ مدتوں سے سلطنتِ مغلیہ میں شامل ہے ۔ بعض حادثات کے سبب شاہی ملازموں کے ہاتھ سے نکل کر شاہِ ایران کے قبضے میں چلا گیا تھا ۔ جب حضرت کی تخت نشینی کے بعد فتنہ و فساد کی گرد بیٹھ گئی اور ہر طرف امن و امان پھیل گیا تو حضرت کے دل میں اپنے موروثی ملک کو فتح کرنے کا شوق پیدا ہوا ۔ اس اثنا میں خان جہان لودھی اور جھجھار سنگھ بندیلہ کی بغاوت شروع ہو گئی ۔ پھر دکن کے سلاطین کی تنبیہ کے لیے متوجہ ہونا پڑا ۔ غرض یہ معاملہ پھر التوا میں پڑ گیا ۔ جب تمام مہمات بخیر و خوبی سر ہو گئیں تو حضرت نے اطمینان کے ساتھ لشکر فراہم کر کے قندھار کی تسخیر کا قصد فرمایا ۔ علی مردان خان کو آپ کے ارادے کی خبر تھی ۔ اس نے شاہِ ایران سے آزردہ ہونے کے سبب بارگاہِ آسمان جاہ کی ملازمت اختیار کر لی اور قندھار کا قلعہ شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ شاہ صفی کے مزاج میں کمال غیظ و غضب تھا جو آداب سلطنت کے منافی ہے ۔ علی مردان خان کی برگشتگی کے بعد دن رات قندھار لینے کی فکر میں غلطاں پیچاں رہتا تھا ۔

انھی دنوں سلطانِ ترکی مراد خان نے بغداد پر حملہ کر کے اسے شاہِ ایران سے چھین لیا ۔ قلعے والوں اور بہت سے قزلباشوں کو قتل کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا ۔ شاہ صفی نے مجبوراً ارتنگ کا قلعہ دے کر قیصر روم یعنی سلطان مراد خان سے صلح کر لی ۔ جب ادھر سے اطمینان ہو گیا

یہاں شاہ صفی اور اُس کے حالات زندگی کی کچھ تفصیل درج کی جاتی ہے ۔ اُس کا باپ شاہ عباس صفوی غیظ و غضب کے معاملے میں قہرِ الٰہی کا نمونہ تھا۔ بھائیوں ، بھتیجوں ، رشتےداروں کی طرف سے فساد کا اندیشہ تھا ؛ سبھوں کو قتل یا نابینا کروا کر اطمینان حاصل کیا ۔ بیٹوں اور پوتوں کو اپنے آگے ملکِ عدم کی طرف روانہ کر دیا ۔ شاہ صفی کی طرف سے بغاوت و سرکشی کا گمان نہ تھا ، اُسے زندہ رکھا لیکن حکم دیا گیا حرم‌سرا سے باہر قدم نہ رکھے ۔ شاہ عباس کے انتقال پر ہواخواہوں نے شاہ صفی کو تخت نشین کیا ۔ جب اس کے قدم خوب جم گئے تو بندگانِ خدا پر جور و جفا اور سخت سزائیں بلکہ عذاب دینے پر کمر باندھ لی ۔ بچپن سے افیون کھانے کی عادت تھی ، اب شراب نوشی بھی شروع کردی - اتنی زیادہ پینے لگا کہ عقل و خرد نے سلام کیا ۔ مرگی کا مرض مدت سے تھا ، ہر مہینے دورہ پڑتا تھا ، اب اس کی زیادتی سے دماغ ماؤف ہو گیا ۔ بادۂ ناب کی تیزی اور بد آموز مصاحبوں کے بھکانے سے خونریزی پر اتر آیا ۔ عزیزوں قریبوں کو قتل کروا دیا ۔ اہلِ دربار اُس کی بدمستی و خونریزی سے ایسے خائف رہنے لگے کہ دربار میں آتے تو وصیت نامہ لکھ‌کر آتے۔ پھر صحیح سلامت واپس گھر پہنچتے تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ۔ چودہ سال سلطنت کی ۔ اس مدت میں ایروان کا قلعہ فتح کیا تو دوسری طرف بغداد ہاتھ سے نکلوا دیا ۔ لڑائی میں بیس ہزار قزلباشوں کو قتل کروا دیا ۔ بغداد کا اُس کے ہاتھ سے نکل کر سلطان مراد کے قبضے میں جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ خداوندِ عالم اپنے بندوں کو اس واسطے بادشاہوں کے قبضۂ اقتدار میں دیتا ہے کہ وہ اُن کی فلاح و بہبود کا انتظام کریں اور عدل و انصاف سے کمزوروں مسکینوں کی دستگیری کرتے رہیں ۔ فرماں‌رواؤں کا یہ شیوہ نہیں کہ غیظ و غضب میں ڈوبے رہیں یا شرابِ خانہ خراب کے رسیا بن کر بادۂ گلرنگ کی ترنگ میں خونریزی کرتے رہیں ۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت صاحبقرانِ ثانی فرماں روائی و سلطنت کے قوانین کی پابندی فرماتے ہیں اور ہر وقت یہی چاہتے ہیں کہ سپاہ اور رعیت آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کریں ۔ اگرچہ بعض لوگ نادانی و جہالت کے

سبب سرکشی اور طرح طرح کے قصور کرتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت اُن سے انتقام نہیں لیتے - بے اندازہ گناہوں سے چشم پوشی فرماتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جو بجائے خود ایک اقلیم ہے ، کسی کا دل رنجیدہ و آزردہ نہیں ہے -

المختصر شاہ صفی خراسان کی طرف روانہ ہونے سے تیس چالیس دن پہلے باغ کومہ میں مرغابیوں کے شکار کو گیا تھا - شاہ عباس کا بنا کیا ہوا یہ باغ اصفہان سے ایک فرسخ پر ہے - وہاں جا کر شاہ صفی شراب کے خمار میں اس قدر مدہوش پڑا رہا کہ پندرہ روز تک وہیں پڑا رہا ، اصفہان تک واپس نہ آ سکا - مرگی کے مادے نے زور پکڑا - انسان کی زندگی کا خوراک اور نیند پر دارومدار ہے ، ان کا یہ حال ہوا کہ شاہ صفی تین دن تین رات میں صرف ایک انڈے کی زردی کھا سکتا تھا - طبیبوں کی کوشش سے افاقہ ہوا - صحت کے آثار نظر آئے - اصفہان سے کاشان کی طرف گیا - تین چار روز بعد پھر شراب نوشی شروع کر دی - اب جو مرض کا حملہ ہوا تو پہلے کی نسبت بہت زیادہ شدید ہوا - حرم سرا اور خلوت خانے کے درمیان جس جگہ رہتا تھا ، سترہ روز تک وہیں پڑا رہا ، کسی اور جگہ نہ جا سکا - اس عرصے میں حکیم احمد ، مہتر داؤد اور داروغہ مطبخ کے سوائے اور کوئی شخص اُس تک نہ جا سکتا تھا - ۱۲ صفر ۱۰۵۲ھ (۱۲ مئی ۱۶۴۲ء) کی صبح کو جو خبر لی تو معلوم ہوا کہ مر گیا ہے - نہ جانے رات میں کس وقت دم نکلا - ۱۵ صفر (۱۵ مئی ۱۶۴۲ء) کو ارکانِ دولت نے اس کے بڑے بیٹے سلطان محمد میرزا کو تخت نشین کر دیا - اگرچہ کمسن تھا لیکن شاہ عباس کے نام سے موسوم کرکے خطبہ پڑھوایا - ۳ ربیع الاول (یکم جون ۱۶۴۲ء) کو مقررہ ساعت پر آبائی غالیچے پر بٹھا کر جلوس کا اعلان کیا - اس واقعے کے بعد شاہزادہ دارا شکوہ نے گزارش کی کہ اگر حکمِ والا صادر ہو تو فدوی فراہ ، سیستان اور ہرات کی تسخیر کے واسطے جائے - یہاں سے فرمان جاری ہوا کہ شاہ صفی کو اپنے اعمال کی پاداش مل چکی ہے ، اُس کے ملک پر حملہ کرنا مناسب نہیں - فوراً بارگاہِ والا میں واپس آؤ کہ ما بدولت اس سے زیادہ تمھاری جدائی گوارا نہیں کر سکتے -

دربار شاہی کے واقعات یہ ہیں : ۱۸ صفر (۱۸ مئی ۱۶۴۲ء) کو شاہزادے کے منصب یعنی پندرہ ہزاری ذات دس ہزار سوار میں سے مزید ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔ کل سات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار پائے۔ اسفند یار خان ڈیڑھ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ حسام الدین حسین کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب ملا ۔ دولوں دکن کی بخشی گری پر سربلند ہوئے۔ یکم ربیع الاول (۳۰ مئی ۱۶۴۲ء) کو آگرے کے واقعات سے اطلاع ملی کہ میرزا رستم صفوی کا انتقال ہوگیا۔ یہ شخص اکبر بادشاہ کے عہد میں محرم ۱۰۰۲ھ (اکتوبر ۱۵۹۳ء) میں ملازم ہوا ۔ پچاس سال تک سلطنت مغلیہ سے وابستہ رہ کر فوت ہوا ۔ امیر خان بن قاسم خان نمکی خلعت سے سرفراز ہوکر شاد خان کی جگہ ٹھٹھہ کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ عبداللہ خان کی جگہ راجا بہار سنگھ کو چنپت بندیلہ اور اس کے بھائیوں کی گوشمالی پر مقرر فرمایا ۔ تین ہزاری ذات تین ہزار سوار ، ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا ۔ جمعرات کے دن حضرت کی عمر مبارک کا ۵۳ واں قمری سال شروع ہوا ۔ تلادان کا جشن بڑی دھوم دھام سے برپا ہوا ۔ بادشاہ سلامت کے جسم کو جو جانِ جہاں ہے ، سونے چاندی وغیرہ میں تول کر تمام چیزیں غریبوں محتاجوں کو تقسیم کر دی گئیں ۔

شاہزادہ مراد بخش کا شاہنواز خان صفوی کی دختر سے عقد

حضرت کی آرزو تھی کہ شاہزادہ مراد کی شادی شاہنواز خان صفوی کی دختر کے ساتھ بہت جلد صورت پذیر ہو جائے ۔ منگنی کی رسوم پہلے ہی ادا ہو چکی تھیں ۔ اب جو شاہزادۂ والا گہر حسن ابدال سے واپس آ کر حاضر خدمت ہوا تو گویا اس کارِ خیر کا وقت آ پہنچا ۔ حضرت نے اس تقریب سعید کے سرانجام کے واسطے شاہزادے کو پانچ لاکھ روپے عنایت کیے ۔ بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی (۱۲ جولائی ۱۶۴۲ء) نیک گھڑی میں ساچق کے بطور صلابت خانِ میر بخشی اور عاقل خان خانِ سامان کے بدست ایک لاکھ روپے کے جواہرات ، مرصع آلات اور بیش قیمت پارچات نیز چالیس

ہزار روپے نقد شاہنواز خان صفوی کے گھر بھیجے گئے ۔ ۲۰ ربیع الثانی (۱۸ جولائی ۱۶۴۲ء) کو رسم مقررہ کے مطابق دلھن کے گھر سے مہندی کے خوان آئے ۔ اعلیٰ حضرت کے حسب الحکم دولت خانۂ شاہی میں حنا بندی کی محفل آراستہ ہوئی ۔ مقرب امیروں کو اُن کے درجے کے مطابق محفل میں بٹھایا گیا ۔ شاہنواز خان اڑیسہ کی صوبے داری پر مامور تھا ۔ اس کی بیٹی اپنی ماں کے ہمراہ دولت خانۂ شاہی میں آ گئی تھی ، وہیں محفلِ عقد آراستہ ہوئی ۔ سب سے پہلے حضرت نے شاہزادۂ والا جاہ کو خلعتِ خاصہ ، زردوزی چار قب ، جواہرات ، مرصع آلات ، طویلۂ شاہی کا گھوڑا مع طلائی زین ، نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت کرکے سرفراز کیا ۔ یہ سب چیزیں ایک لاکھ روپے کی تھیں ۔ جب عیش و نشاط کا سب سامان فراہم ہو گیا تو بزمِ عشرت اس زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوئی کہ زمین آسمان فرط طرب سے جھوم اٹھے ۔ غرض ۲۲ ربیع الثانی کی شب میں نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں بتاریخ ۱۹ جولائی ۱۶۴۲ء اتوار کی شام کو نو گھڑی رات گزرے نکاح پڑھا گیا ۔ چار لاکھ روپے کا مہر باندھا گیا ۔ مبارکبادی کا گورگہ اور نقارہ اس زور سے بجا کہ آسمان تک گونج اٹھا ۔ خوشی اور طرب کی رسمیں ادا ہونے سے ہر شخص کا غنچۂ دل کھل گیا ۔

حضرت نے قلعہ زمینداور کی محافظت پردل خان کو سپرد کی ۔ سرکار مند سور کی فوجداری پر ذوالفقار خان مامور ہوا ۔

سن ۱۶ جلوس

خدا کا شکر ہے کہ ۵ شہریور ، یکم جمادی الثانی ۱۰۵۲ھ کو جلوسِ مبارک کا سولھواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا (مطابق ۲۷ اگست ۱۶۴۲ء) ۔ گلزارِ عالم پر نئی بہار چھا گئی ۔ اس تاریخ پر شجاعت خان کی جگہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ کو الہ آباد کی صوبے داری پر مامور کیا ۔ شجاعت خان کو عبداللہ کی جگہ ایرج ، بھانڈیر ، پنواری اور اسلام آباد کے دیگر محالات کی فوجداری عنایت کی گئی ۔ شاہزادہ مراد بخش کو خلعتِ خاصہ ، کچھ مرصع آلات ، طلائی ساز والے دو گھوڑے اور چھتر عنایت فرما کر

ملتان کی طرف رخصت کیا کہ ان والاگہر کی جاگیر وہیں ہے ۔ مادھو سنگھ تین ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر اور مہیش داس راٹھور دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب اور جالور کی جاگیرداری پر سرفراز ہوا ۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۵۲ھ (۱۲ ستمبر ۱۶۴۲ء) کو شاہزادۂ والا صفات دارا شکوہ جو شاہ صفی کا فتنہ فرو کرنے کے لیے کابل کی طرف گئے تھے ، لاہور کے نواح میں واپس آئے ۔ جملۃ الملکی اسلام خاں اور چند دیگر امرا اس ذیجاہ شاہزادے کے استقبال کے لیے گئے اور ہمراہ لے کر دربار شاہی میں آئے ۔ ایران کی مہم پر گئے تھے ۔ اقبال کا کرشمہ دیکھیے کہ ادھر آپ نے توجہ فرمائی ، ادھر تمام مطالب پورے ہو گئے یعنی شاہ صفی نے جہانِ فانی سے رختِ سفر باندھا ۔ شاہزادگی کے زمانے میں اعلیٰ حضرت کا خطاب ''بلند اقبال'' تھا ، وہی خطاب حضرت نے انھیں عطا فرما کر سربلند کیا ۔

معلوم ہوا کہ کابل کے سفر میں اللہ ویردی خاں نے ، جس کی زبان اس کے بس میں نہیں ہے ، بعض باتیں ایسی کیں جو نمک حلالی کے منافی تھیں ۔ حضرت نے تنبیہ کی غرض سے اس کا منصب ضبط کر لیا ؛ تاہم مدد معاش کے بطور نواحِ دہلی کا پرگنہ شکر پور اسے مرحمت کیا جس کی سالانہ آمدنی چونتیس لاکھ دام (پچاسی ہزار روپے) ہے ۔ کورنش کی سعادت سے محروم کرکے اسے دہلی بھیج دیا ۔ متھرا اور مہابن اس کی جاگیر تھی وہ اعظم خاں کے نام ہو گئی ۔ جامع الکمالات عالمِ بے نظیر ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو حضرت نے چاندی میں تلوا دیا ۔ چھ ہزار روپے چڑھے جو آپ نے اسے مرحمت فرمائے ۔

بتاریخ ۲۱ جمادی الثانی (۱۶ ستمبر ۱۶۴۲ء) حضرت نے سید خان جہاں کو خلعت دے کر اس کی جاگیر گوالیار کی طرف روانہ کیا ۔ کشمیر کے صوبے دار ظفر خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ حضرت نے خزانۂ شاہی سے جو ڈیڑھ لاکھ روپے وہاں کے بے نوا مفلسوں کی فلاح و بہبود کے لیے عطا فرمائے تھے ، ان سے اہلِ کشمیر کا حال کچھ سنبھلا تو ہے لیکن اگر کسانوں کی امداد کے لیے پچاس ہزار روپے اور مرحمت ہو جائیں تو

وہ کاشتکاری کا سامان مہیا کر لیں اور ملک کی آبادی و شادابی پہلے جیسی ہو جائے ۔ حضرت نے فرمان صادر کیا کہ خزانۂ عامرہ سے کشمیر کے کسانوں کی امداد کے لیے پچاس ہزار روپے اور تقسیم کیے جائیں ۔ جلوس مبارک کے وقت حضرت نے منت مانی تھی کہ حرمین شریفین کے باشندوں کو پانچ لاکھ روپے بھیجیں گے ۔ یہ رقم آپ نے میرزا ابراہیم صفدر خانی کے ہاتھ ارسال فرمائی ۔ چار لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ روپے کا سامان ۔ حکم ہوا کہ یہ سامان وہاں فروخت کر کے تمام رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے محتاجوں ۔ مسکینوں میں تقسیم کر دی جائے ۔

بتاریخ ۴ رجب (۲۸ ستمبر ۱۶۴۲ء) ملا علاءالملک تونی کو حضرت نے دیوانِ تن مقرر فرمایا ۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کا یہ بے نظیر عالم جس کے اوضاع و اطوار کو گزشتہ و آئندہ دانشمندوں کا دستورالعمل قرار دینا چاہیے ، ساتویں سالِ جلوس میں ایران سے آیا تھا ۔ یہاں آصف جاہ کی مصاحبت میں رہا ۔ آصف جاہ کی وفات کے بعد بندگانِ شاہی کے زمرے میں داخل ہوا ۔ یکم رمضان ۱۰۵۲ھ کو پانچ صدی ذات پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ رائے مکند داس آصف جاہی کو دیوانیِ بیوتات کا عہدہ ملا ۔ بتاریخ ۲۱ رجب (۱۵ اکتوبر ۱۶۴۲ء) خان دوران بہادر ، راجا جے سنگھ ، قلیج خان ، رستم خان اور اصالت خان قندھار سے آ کر حاضرِ خدمت ہوئے ۔ حضرت نے اُنھیں اپنی اپنی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی ۔ لعل خان کلاونت کو جس کا لقب 'گن سمندر' ہے ، ہاتھی عطا فرمایا ۔ ۴ شعبان (۲۸ اکتوبر ۱۶۴۲ء) کو میر برکہ جو زبدۃالعارفین میر کلاں کی اولاد سے تھا اور لشکرِ شاہی کا قاضی تھا ، فوت ہوا ۔ حضرت نے اس کی جگہ خواجہ ابوالخیر کو جو قدوۃالاولیا مولانا یعقوب چرخی کی نسل سے ہے ، قاضیِ لشکر مقرر فرمایا ۔ پندرہ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر ہوا ۔

باغِ فیض بخش (شالا مار لاہور) جس کی بنیاد رکھے جانے اور بڑی نہر کے آنے کا حال پہلے تحریر ہوچکا ہے ، ان دونوں خلیل‌اللہ خاں کی نگرانی میں مکمل ہوا ۔ یہ باغ سارے ملک کی زینت ہے ۔ ایک سال ، پانچ ماہ چار روز

کی مدت میں تکمیل کو پہنچا ۔ بتاریخ ۷ شعبان (۳۱ اکتوبر ۱۶۴۲ء) مبارک ساعت میں حضرت اس کی سیر کے لیے تشریف فرما ہوئے ۔ آپ کے فیضِ قدم سے یہ گلشن ، باغ بہشت کا نمونہ بن گیا :

جہاں اس کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

اس کے طوبیٰ جیسے پودے ، جوشِ گل سے دھکتے ہوئے چمن ، ڈہلہاتے پھول بالخصوص وسیع خیاباں اور نہر کی روانی دیکھ کر مزاجِ معلّی نہایت خوش ہوا ۔ تمام امرا نے مبارکباد دی ۔ ترکیہ ، ماوراءالنہر اور ایران کے سیاح جو ہمرکاب تھے ، بولے کہ شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ایسا باغ آج تک نظر سے نہیں گزرا ۔ اس بوستانِ بے بدل کی نظیر روئے زمین پر کہیں نہیں ۔ اس بہشت منظر گلستاں کی وضع یہ ہے کہ تین طبقوں پر مشتمل ہے ۔ بالائی طبقہ فرح بخش کہلاتا ہے ۔ درمیانی طبقہ جو نچلے درجے سے ملا ہوا ہے ، فیض بخش کے نام سے موسوم ہے ۔ بالائی طبقے میں آٹھ عمارتیں ہیں ۔ ایک ایک عمارت ہر ضلعے کے وسط میں اور ایک ایک ہر کونے میں ۔ شمالی طرف کا نشیمن جس میں حضرت آرام فرماتے ہیں ، نہایت خوش وضع اور پاکیزہ عمارت ہے ۔ سفید براق سنگِ مرمر سے بنا ہے ۔ وسط میں چار گز لمبا چار گز[1] چوڑا منبت کار حوض ہے جس کا پانی چشمے کی طرح اچھلتا ہے ۔ اُس کے دو طرف سات گز لمبے ، پانچ گز چوڑے دو حجرے ہیں ۔ اُن کے سامنے زینہ دار ایوان ہیں ۔ پچیس گز لمبے ، ساڑھے آٹھ گز چوڑے ۔ پچھلی طرف چھ گز لمبا ، ڈھائی گز چوڑا شہ نشین ہے ۔

نہر کا پانی جنوب کی طرف سے زمین دوز نالی کے ذریعے باغ میں آ کر اُبلتا ہے ۔ ۲۳ گز چوڑے خیاباں کے وسط سے سات گز چوڑی نہر لہراتی ہوئی آتی اور شمالی ضلع والے نشیمن کی طرف نکل جاتی ہے جو سنگ مرمر

---

۱ ۔ گز وہی شاہجہانی جس کی پیمائش بیالیس انگل (۱۴ گرہ) تھی ۔

کا ۲۵ گز لمبا ، ۱۸ گز چوڑا دوہرا ایوان ہے - چاروں طرف زینے ہیں -
نہر کا پانی پہلے دالان کے طول میں تین چشموں کی صورت میں اور چوڑائی
میں دو چشموں کی شکل میں اُبلتا ہے - یہاں سے زمین دوز نالی کے ذریعے
دوسرے دالان کے وسطی چشمے میں پہنچتا ہے - یہاں آ کر یہ پانی تینوں
دیواروں میں سے گزر کر سات سات گز چوڑے آبشاروں کی صورت میں دوسرے
طبقے کے حوض میں جا گرتا ہے جو سات گز مربع ہے - تینوں آبشاروں کے
نیچے سنگِ مرمر کا نہایت پاکیزہ فرش ہے - یہاں سونے کے کٹوروں میں
گلاب کے پھول پڑے رہتے ہیں جس سے دن کے وقت رنگین چمن کا سا
نقشہ نظر آتا ہے - رات کو کافوری شمعیں روشن ہونے سے پانی میں ستارے
سے جگمگاتے ہیں - مشرقی دیوار کے وسط میں جھروکہ درشن ہے جس کے
سامنے ایوان سے باہر کی طرف دیوان خانہ ہے - دیوان خانے کے
چاروں طرف چار دیواری ہے - عربی دیوار کے وسط میں ملکۂ دوراں
جہاں آرا بیگم صاحب کی نشست گاہ ہے - دونوں عمارتوں کے درمیان میں
۲۳ گز چوڑی سڑک کے بیچوں بیچ سات گز چوڑی نہر جاری ہے -

باغ کے وسط میں جہاں نہر کا پانی دو طرف سے لہراتا آتا ہے ،
۲۳ گز مربع حوض ہے - اس جگہ کی پاکیزگی و لطافت بیان سے باہر ہے -
صاف نرمل پانی شاداب کرنے میں ابرِ نیساں سے بہتر اور مٹھاس میں
دجلہ و فرات سے زیادہ ہے - حوض میں سترہ فوارے ہیں - تینوں نہروں
میں چار گز اونچے نوے فوارے ہیں جن کا پانی اچھل اچھل کر فضا میں
موتی لٹاتا ہے - باغ کے کونوں میں ہشت پہلو برج ہیں جن پر سنگ سرخ
کی ہشت پہلو چوکھنڈیاں بنی ہیں - اس بہشت منظر باغ کا پہلا طبقہ
۳۲۰ گز لمبا ، ۹۶ گز چوڑا ہے - سبزہ و گل کی کثرت سے باغِ خلد کو
شرماتا ہے - مذکورہ بالا سات گز مربع حوض کا پانی بصورتِ آبشار ایک
نہر میں گرتا ہے جو اس طبقے کے شروع میں بارہ گز طول اور آٹھ گز
عرض کی ہے - یہاں چاروں طرف رنگین چینی خانے ہیں جن کے وسط میں
پانی اُبل اُبل کر چاروں طرف بہتا ہے - درمیان میں سنگِ مرمر کا ایک
تخت اور ایک کرسی ہے - آبشاروں کا پانی ۸۲ گز لمبے ، ۲۰ گز چوڑے

حوض میں گرتا ہے جو اس طبقے کے بیچوں بیچ واقع ہے - اس میں ۱۵۲ فوارے ہیں - حوض کے وسط میں گیارہ گز لمبا ، آٹھ گز چوڑا چبوترہ ہے - اس کے مغربی اور مشرقی پہلوؤں میں دو ایوان سنگ سرخ کے بنے ہیں - شمالی اور جنوبی جانب بھی سنگ مرمر کے ایوان ہیں - نہر کا پانی ان ایوانوں میں سے زمین دوز نالیوں کے ذریعے گزرکر تین آبشاروں کی صورت میں گرتا ہے - چادر چھوٹنے سے پانی کی صفائی و شفافی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آئینۂ چینی اور حلبی مینا کی براق اس کے سامنے ہیچ ہے -

آب رواں کی یہ چادر یہاں سے بہتی بہاتی طبقۂ سوم میں جو مربع ہے ، آتی ہے اور بصورت آبشار آٹھ گز کی بلندی سے حوض میں گرتی ہے - یہاں بھی باغ فرح بخش کی مانند آبشار کے نیچے چینی خانے ہیں - باغ کے مشرقی حصے میں نہایت پرتکلف ، آراستہ و پیراستہ حمام ہے جس میں پرچین کاری کا کام بڑی نزاکت کا ہے - فرح بخش اور فیض بخش میں خیابانوں کی لمبائی چوڑائی ، نہروں اور حوضوں کا انداز ایک جیسا ہے - اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ فیض بخش کی نہر میں جو جنوب سے شمال کی طرف رواں ہے ، فواروں کی تین قطاریں ہیں جو تعداد میں ۱۰۳ ہیں - پانچ گز کی اونچائی پر ان کا پانی اچھل کر اپنی بہار دکھاتا ہے - اس باغ کے شمالی ضلع کے وسط میں بھی جنوب رویہ سنگ مرمر کا زینہ دار ایوان ہے جس کے نقش و نگار دیکھ کر سیاحوں کو حیرت ہوتی ہے - اس کا طول ۲۵ گز ہے جس میں تین چشمے ہیں - عرض ساڑھے آٹھ گز - اس میں بھی ایک چشمہ ہے - نہر کا پانی اس کے بیچوں بیچ سے گزر کر باغ میوہ میں نکلتا ہے جو طول و عرض میں فیض بخش اور فرح بخش کے برابر ہے - اس طبقے میں خواص پورہ اور دوسری عمارتیں اتنی ہیں کہ جب ظل سبحانی حرم سرا کی بیگمات کے ساتھ یہاں تشریف فرما ہوتے ہیں تو خیموں کی ضرورت نہیں پڑتی - المختصر یہ وسیع باغ جس کا بیان تحریر و تقریر کی دستگاہ سے باہر ہے ، چھ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا - اتنا خوش منظر، پاکیزہ اور وسیع گلشن روئے زمین پر کہیں نہیں - بعض خصوصیات میں روضۂ رضواں بھی اس کے سامنے ہیچ ہے -

اعلیٰ حضرت کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ تمام محتاجوں اور نیازمندوں کا ملاحظہ بے غل و غش فرما کر اُن کی ضرورت اور استحقاق کے مطابق وظیفے اور راتبے مقرر کرتے رہیں ۔ چنانچہ ان اشخاص کو نقد رقم ، غلے اور روزینے عطا کیے جاتے ہیں ۔ تلادان ، خیرات اور زکات کے صیغوں سے مفلس اور محتاج جھولیاں بھر بھر کر غنی بن جاتے ہیں ۔ ان کاموں کا سرانجام صدرِ کل موسوی خان کے سپرد تھا ۔ وہ اس خدمت کو حضرت کی مرضی کے مطابق انجام نہیں دیتا تھا ۔ لہٰذا بتاریخ ۸ شعبان ۱۰۵۲ھ (یکم نومبر ۱۶۴۲ء) خلاصۂ ساداتِ آلِ عبا، سید عالی نسب ، سید جلال کو جس کی پارسائی ، صفائیِ باطن اور معرفت و بصیرت کا نور پیشانی پر جلوہ گر ہے ، کل ہندوستان کی صدارت کا عہدہ بخشا ، اُس والا صفات کو خلعتِ خاصہ ، طلائی ساز کا گھوڑا ، تیس ہزار روپے نقد عطا کر کے چار ہزاری ذات ، سات سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ زبدۃالعارفین شاہ عالم کی جانشینی اُس کے بڑے بیٹے سید جعفر کے سپرد کی کہ فضل و شرافت کے زیور سے آراستہ ہے ۔

شاہی سواری کی لاہور سے آگرے کو روانگی

جب شاہجہان کو کابل ، قندھار اور پنجاب کی مہمات سے فراغت ہوئی تو بتاریخ ۸ شعبان ۱۰۵۲ھ (۱۱ نومبر ۱۶۴۲ء) نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں ہاتھی پر سوار ہو کر دارالسلطنت لاہور سے اکبرآباد کو روانہ ہوئے ۔ پہلے دن باغِ فرح بخش و فیض بخش (شالا مار لاہور) میں پڑاؤ ہوا ۔ بتاریخ ۲۱ شعبان (۱۳ نومبر ۱۶۴۲ء) سعید خان کو خلعتِ خاصہ عطا فرما کر پنجاب کی صوبے داری پر سرفراز کیا ۔ سید جلال کو ہاتھی عنایت فرمایا ۔ ۲ رمضان (۲۴ نومبر ۱۶۴۲ء) کو شالامار باغ سے روانہ ہو کر کانو واہن کی طرف منزلیں طے کرتے ہوئے بڑھے ۔ شاہزادۂ بلند اقبال کو حکم ہوا کہ قلیج خان اور اصالت خان کو ہمرکاب لے کر راجا جگت سنگھ کی عمارتوں کا ملاحظہ کرو اور کانو واہن میں حاضر ہو ۔ خان دوران بہادر اور راجا جے سنگھ کو اپنی اپنی جاگیروں پر جانے کی اجازت ملی ۔

انھی دنوں قلیج خاں کی جاگیر میں بھیرہ خوشاب کا علاقہ مقرر ہوا تھا ، اُسے وہاں جانے کا پروانہ ملا ۔ نجابت خاں کو کوہستان کی طرف واپس جانے کا حکم دیا ۔ غضنفر ولد اللہ ویردی خاں کی جگہ میر خاں کو میرتوزک مقرر فرمایا کہ پہلے بھی یہ خدمت اُسی کے سپرد تھی ۔ غضنفر کو لشکرِ شاہی کا داروغہ اور کوتوال مقرر کیا ۔ ۲۰ رمضان (۱۲ دسمبر ۱۶۴۲ء) کو سرہند کے نشیمن میں تشریف فرما ہوئے ۔ یہاں کی فوجداری ، دیوانی اور امینی رائے ٹوڈرمل کے سپرد تھی ، حسنِ خدمت کے صلے میں اُسے ترقی دے کر ہزاری ذات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت کیا ۔ ۲۳ رمضان (۱۵ دسمبر ۱۶۴۲ء) کو سرہند سے کوچ ہوا ۔ انبالے میں مکرمت خاں صوبہ دار دہلی حاضر ہوا ۔ پانچ سو سواروں کے اضافے سے تین ہزاری ذات تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ ۲۷ رمضان (۱۹ دسمبر ۱۶۴۲ء) کو بوریہ کے نواح سے پروگرام کے خلاف کشتی میں سوار ہو کر شکار کھیلتے ہوئے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے ۔

بتاریخ ۱۴ [شوال] ۵ جنوری ۱۶۴۳ء دارالحکومت دہلی کے نواح میں خیمے ہوئے ۔ یہاں آپ کے حسب‌الحکم جمنا کے کنارے قلعہ اور دیگر عمارتیں تیار ہو رہی تھیں ۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھیں ۔ حضرت نے اُن کا معائنہ کرکے مکرمت خاں اور میر تعمیر کو بعض نئے تصرفات کی ہدایت فرمائی جو آپ کی طبعِ رسا میں ابھی آئے تھے ۔ یہاں اطلاع ملی کہ سید شجاعت علی بارہہ نے پرگنہ ایرج میں انتقال کیا ۔ ۱۵ [شوال] کو فاتحہ خوانی کے لیے حضرت ہمایوں بادشاہ کے مقبرے پر تشریف لے گئے ۔ مجاوروں اور محتاجوں کو پانچ ہزار روپے عطا فرمائے ۔ اگلے دن یہاں سے کوچ کرکے بتاریخ ۲۴ شوال (۱۵ جنوری ۱۶۴۳ء) سعادت و اقبال کو جلو میں لیے دارالخلافہ اکبر آباد میں داخل ہوئے ۔ شادمانی و کامرانی کے ساتھ سریر سلطنت پر جلوہ گر ہوئے ۔ آپ کے حسب الحکم علی مردان خاں صوبہ دارِ کابل پشاور سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ شاہِ بلند اقبال (دارا شکوہ) کو دیپ سندر ہاتھی عطا فرمایا جس کا ساز طلائی تھا ۔ ہتھنی

بھی مرحمت کی ۔ دونوں کی قیمت پچاس پچاس ہزار روپے تھی ۔ علی مردان خاں کو خلعتِ خاصہ مع چارقب زردوزی ، جیغہ اور مرصع تلوار عنایت کر کے امیرالامرا کے عظیم‌الشان خطاب سے سربلند فرمایا ۔ کروڑ دام انعام میں دیے ۔ ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا جس کی تنخواہ گیارہ کروڑ دام (ساڑھے ستائیس لاکھ روپے) قرار پائی ۔

جشنِ تلادان شمسی ۱۶۴۳ء

۳ بہمن یکم ذی قعدہ ۱۰۵۲ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۶۴۳ء جمعرات کے دن عمر مبارک کے ۵۲ ویں سال کا جشنِ تلادان معمول کے مطابق نہایت خیر و خوبی کے ساتھ منعقد ہوا ۔ امرا کے منصب میں ترقیاں ہوئیں ۔ راجا بیٹھل داس کو ہزاری ذات کے اضافے سے پنجہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ حیات خاں کو ترقی دے کر ہزاری ذات ساڑھے تین سو سوار کا منصب بخشا ۔ قاضی محمد اسلم کو چاندی میں تلوا دیا ۔ ساڑھے چھ ہزار روپے چڑھے جو انہیں مرحمت کیے گئے ۔ بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ (۳۱ جنوری ۱۶۴۳ء) علی مردان خاں کی حویلی میں تشریف لے گئے ۔ دراصل یہ سیف خاں کا مسکن تھا جو عاریتاً امیرالامرا کو دیا گیا ۔ خانِ موصوف اس اعزاز سے نہایت سربلند ہوا ۔ اعتقاد خاں کی حویلی جو آگرے کی بہترین عمارت ہے ، بطور انعام خانِ موصوف کو عنایت ہوئی ۔ علی مردان خاں کی پیشکش میں سے ایک لاکھ روپے کی چیزیں حضرت نے قبول فرمائیں ۔ اگلے روز اسے خلعتِ خاصہ ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ ، طویلۂ خاصہ کے دو گھوڑے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی عنایت کر کے صوبہ کابل کو واپس جانے کی اجازت دی ۔ ۱۷ ذیقعدہ (۷ فروری ۱۶۴۳ء) کو ممتاز محل مرحومہ کے روضے (تاج محل) میں جو انھی دنوں مکمل ہوا تھا ، اس ذیجاہ ملکہ کے عرس کی محفل منعقد ہوئی ۔ عالم فاضل اور پارسا بزرگ شامل ہوئے ۔ بادشاہ سلامت نے بہ نفسِ نفیس اس مجلس میں شرکت

فرما کر مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کر کے اُن کی روح پاک کو خوشنود فرمایا -

روضۂ تاج محل

انھی دنوں یہ پاکیزہ روضہ مکمل ہو کر حضرت کی نظرِ انور سے گزرا - اس کی عمارتوں کی تفصیل یہ ہے کہ سن ۵ جلوس (۱۶۳۱ء) میں دریائے جمنا کے کنارے جنوب کی طرف اس عالی شان فلک بوس مقبرے کی بنیاد رکھی گئی تھی - معماروں نے خوب گہری سنگین بنیادیں بھرنے کے بعد اس بے نظیر ، وسیع اور پاکیزہ روضے کی کرسی رکھی - پہلے ۳۷۴ گز لمبا ۱۴۰ گز چوڑا چبوترہ سولہ گز کی بلندی تک اٹھایا - عمارت کا روکار (اگیت) سنگِ سرخ سے تراش کر اُسے منبت کاری اور پرچین کاری سے خوب آراستہ کیا - فرش میں سنگ سرخ کی گرہ بندی کی - پہلے چبوترے کے وسط میں ایک سو بیس گز مربع چبوترے کی کرسی سات گز کی بلندی تک اٹھائی - اسی پر گز بھر کی کرسی دے کر بغدادی وضع کا وہ ہشت پہلو مقبرہ تعمیر کیا جو بلندی میں آسمان کو اور رونق میں فردوس بریں کو شرماتا ہے - روضے کا گنبد کہ عمارت کے وسط میں ہے ، اندر سے باہر تک سنگ مرمر سے بنایا ہوا ہے - نیچے کی جانب بائیس گز قطر ہے - گنبد کی چوٹی مخروطی ہے - زیریں کنارے سے چوٹی تک بتیس گز بلند ہے جس میں سنگ مرمر کی سلیں قالب کاری کے طریقے سے باہم پیوند کی گئی ہیں - چوٹی پر امرودی وضع کا ایک اور چھوٹا گنبد ہے جس کی خوش وضعی دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے - گنبد کی پیٹی کا دور ایک سو دس گز ہے - انتہائی بلندی پر خالص سونے کا گیارہ گز اونچا کلس قائم ہے جس کی سنہری رنگت آفتاب کی طرح جھمکتی ہے - سطح زمین سے لے کر کلس کی چوٹی تک ۱۰۷ گز کی بلندی ہے -

اس ہشت پہلو روضے کے آٹھوں ضلعوں میں ساڑھے پانچ پانچ گز لمبے تین تین گز چوڑے دو منزلہ نشیمن ہیں - چاروں پہلوؤں میں چھ چھ گز مربع دوہرے احاطے ہیں - ان میں چار نشیمن ہیں ، ساڑھے چار چار گز لمبے

تین تین گز چوڑے ۔ احاطوں کے سامنے سولہ گز لمبے نو گز چوڑے پچیس گز اونچے پیش طاق ہیں ۔ چاروں کونوں میں تین منزلہ ہشت پہلو کمرے ہیں ۔ ہر ایک کا قطر دس گز ہے ۔ دونوں منزلوں میں آٹھ نشیمن ہیں ۔ تیسری منزل میں ہشت پہلو ایوان ہیں جن کی چھتیں گنبد نما ہیں ۔ ان مثمن ایوانوں کے تین بیرونی پہلوؤں میں سات گز لمبے چار گز چوڑے دس گز اونچے پیش طاق ہیں ۔ بڑے گنبد کے نیچے عین وسط میں اس بہشتی خاتون کی قبر ہے ۔ قبر کے اوپر سنگِ مرمر کا چبوترہ ہے جس پر قبر کا تعویذ بنایا ہے ۔ اس کے گرداگرد ہشت پہلو جالی دار محجر ہے جس میں پرچین کاری کا نازک کام سراسر بنا ہوا ہے ۔ محجر کا دروازہ سنگِ یشم کا ہے جس میں ترکی (رومی) انداز کے آہنی قلابے لگے ہیں ۔ اوپر سنہرا رنگ چڑھا دیا ہے ۔ یہ دس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے ۔ روضے کے اندر میناکار طلائی قندیلیں اور کوکبے آویزاں ہیں ۔ چاروں محرابوں میں حلبی آئینے جڑے ہیں ۔ ایک محراب میں آنے جانے کا راستہ ہے ۔ روضے کے چاروں کونوں پر سنگِ مرمر کی کرسی دے کر ، جو زمین سے بیس گز بلند ہے ۔ سات گز قطر کے باون گز اونچے ، سنگِ مرمر کے چار مینار ہیں ۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ مینار نہیں بلکہ کسی روشن ضمیر صاف دل بزرگ کی دعا ہے جو زمین کے سینے سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہی ہے ۔ سارے مقبرے میں اندر باہر سنگِ مرمر پر لعل و یاقوت ، عقیق و زمرد کی اتنی نازک پچی کاری کی گئی ہے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے ۔ بالخصوص مرقد منور کے چبوترے پر پچی کاری اتنی نفیس ہے کہ اس کے سامنے ارژنگِ مانی اور نگارخانۂ چین و فرنگ بے نمود و بے رنگ نظر آتے ہیں ۔

اندرونی اور بیرونی کتبے نہایت موزوں ہیں ۔ باریک طبع فرہاد فن کاری گروں نے سنگِ مرمر میں سنگِ موسٰی کی پچی کاری کر کے کلام اللہ کی آیتیں اس لطافت کے ساتھ بٹھائی ہیں کہ حسینوں کا خطِ رخسار اس کے سامنے ہیچ ہے ۔ روضے سے مغرب کی طرف سنگِ سرخ کی سہ دری مسجد ہے ۔ طول ستر گز ہے اور عرض تیس گز ۔ تین گنبد ہیں جن میں

اندر کی جانب سنگ سرخ لگا ہے اور باہر کی طرف سنگ مرمر۔ ازارے میں اندر باہر سنگ مرمر کی زمین میں سنگ زرد اور سنگ موسلی کی لہر دار پچی کاری ہے۔ مسجد کے فرش میں سنگ سرخ کی سلیں لگی ہیں جن میں زرد پتھر اور سنگ موسلی کی پچی کاری سے محرابیں بنائی گئی ہیں۔ اس کے سامنے ستر گز لمبا بیس گز چوڑا چبوترہ اور چودہ گز لمبا دس گز چوڑا حوض ہے۔ مسجد کا صحن نیک بختوں کی پیشانی کی طرح نورانی ہے۔ فضا ایسی دلکشا کہ دیکھنے والوں کے دل شگفتہ ہو جاتے ہیں۔

روضے سے مشرق کی طرف مہمان خانے کی عمارت ہے جو اکثر خصوصیات میں مسجد سے مشابہ ہے۔ البتہ صحن کی سلوں اور دیواروں میں جانماز جیسی محرابیں نہیں بنائی گئی ہیں۔ چاروں کونوں میں سنگ سرخ کی کرسی دے کر تین منزلہ ہشت پہلو برج بنائے ہیں جن کی چھت گنبد دار ہے۔ ان کی چوٹی پر اندر کی طرف وہی سنگ سرخ ہے لیکن باہر کی جانب سنگ مرمر لگا ہے۔ ہر برج کے پہلو میں بارہ گز لمبے چھ گز چوڑے دالان ہیں جن کے دائیں بائیں ایک ایک حجرہ ہے۔ سنگ سرخ کی کرسی کے سرے پر ایک بہشت منظر باغ ہے۔ تین سو اڑسٹھ گز مربع اس میں طرح طرح کے میوہ دار درخت اور پھلوں کے پودے ہیں۔ باغ کی فضا ایسی پاکیزہ اور دلفریب ہے کہ روئے زمین پر نظیر نظر نہیں آتی۔ ہر چمن روضۂ رضواں کا جواب ہے۔ سرسبز و شاداب درخت ایسے خوش قامت و موزوں ہیں کہ طوبیٰ جھک کر سلام کرتا ہے۔ باغ کے وسط میں چالیس گز چوڑے چار خیابان ہیں جن کے درمیان سے چھ گز چوڑی نہر گزری ہے۔ دریائے جمنا کا پانی اس میں آتا ہے اور فواروں میں سے اچھل اچھل کر موتی برساتا ہے۔ باغ کے بیچوں بیچ اٹھالیس گز مربع چبوترہ ہے، اس کے چاروں طرف نہر کا پانی لہراتا پھرتا ہے۔ چبوترے کے وسط میں سولہ گز مربع حوض ہے جس کے پانی کی صفائی کوثر کو بے آب و تاب کیے دیتی ہے۔ چاروں طرف فوارے ہیں جن میں پانی کے اچھلنے سے ہیرے موتی برستے نظر آتے ہیں۔

المختصر اس بہشت منظر باغ کی خصوصیات کا تصور مشکل ہے۔

سنگ سرخ کی روشوں میں بڑی نہر کہکشاں کی طرح گرری ہے ۔ سنگ مرمر کا خوش وضع بلوریں حوض اس آب و تاب کا ہے کہ اس کی خوبیوں کا عشر عشیر بھی بیان نہیں ہو سکتا ۔ باغ کے مشرق اور مغربی ضلعوں میں گیارہ گز لمبے سات گز چوڑے دالان ہیں جن کے پہلوؤں میں دو دو حجرے ہیں ۔ اُن کے عقب میں نو گز طول اور پانچ گز عرض کا طنبی خانہ ہے ۔ دالان کے سامنے ۴۶ گز لمبا دس گز چوڑا چبوترہ ہے ۔ باغ کے جنوبی ضلعے میں شمال رویہ دوہرے تہرے دالان ہیں ۔ اس کے مشرق اور مغربی کونوں میں دو عالی شان برج ہیں جن کے نشیمن نہایت دلفریب ہیں ۔

روضۂ تاج محل کا صدر دروازہ نہایت عالی شان ، خوش وضع اور بلند ہے جس کی آرائش اور نقش و نگار کی دلکشی دروازۂ خلد کی یاد دلاتی ہے ۔ اندر باہر سات چوکھنڈیاں ہیں جن کے گنبد سنگ مرمر کے ہیں ۔ چاروں کونوں میں نہایت پرتکلف خوشنما مینار ہیں ۔ دروازے کی چار دیواری سنگ سرخ کی ہے ۔ دروازے کے سامنے اسی گز لمبا چونتیس گز چوڑا چبوترہ اور ایک جلوخانہ ہے جس کا طول ۲۰۴ گز ، عرض ۱۵۰ گز ہے ۔ جلو خانے کے چاروں ضلعوں میں ۱۲۸ حجرے ہیں ۔ جلو خانے کے مشرق اور مغربی پہلو میں باغ کی فصیل سے ملے ہوئے دو خواص پورے ہیں ۔ ہر ایک کی لمبائی ۷۶ گز اور چوڑائی ۶۴ گز ہے اور بتیس حجروں پر مشتمل ہے ۔ حجروں کے آگے دالان ہیں ۔ جلو خانے کے سامنے چوک ہے جس میں سنگ سرخ کے دالان ہیں - حجرے البتہ اینٹ چونے سے تعمیر ہوئے ہیں ۔ اس کے مشرق اور مغربی ضلعے نوے نوے گز کے اور شمالی و جنوبی پہلو تیس تیس گز کے ہیں - چوک کے چاروں جانب ایک ایک خوشنما سرائے ہے جو ایک سو ساٹھ گز مربع ہے ۔ ہر ایک میں ۱۳۶ دالان دار حجرے ہیں ۔ آگے بڑھ کر ڈیڑھ سو گز لمبا سو گز چوڑا ایک اور چوک ہے جس میں چار بازار اور اس سے ملی ہوئی دو سرائیں ہیں ۔ یہاں ملکوں ملکوں کے نایاب تحفے ، نفیس پارچات اور بیش قیمت اشیا کی خرید و فروخت ہوتی ہے ۔ تاجروں نے اپنے طور پر جو مکانات اور سرائیں بنا لی ہیں وہ الگ ہیں ۔ غرض ایک قصبے کی سی آبادی ہے جسے ممتاز آباد کہتے ہیں ۔

اس روضے کی تعمیر کا اہتمام مکرمت خاں اور میر عبدالکریم کے سپرد تھا ۔ بارہ سال کی مدت میں پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا ۔ اس کے مصارف کے لیے آگرہ کے نواح والے تیس دیہات وقف ہیں جن کا سالانہ مالیہ ایک لاکھ روپے ہیں ۔ مکانوں اور سراؤں کے کرائے سے بھی دو لاکھ روپے آتے ہیں ۔ حضرت کا حکم ہے کہ اگر اتفاقاً مرمت کی حاجت پیش آجائے تو انھی رقوم میں سے صرف کریں ، ورنہ یہ تین لاکھ روپے کی تقریباً تمام رقم وظیفہ خواروں ، محتاجوں اور مسکینوں کی دستگیری میں خرچ ہوتی ہے ۔ مجاوروں اور چلہ نشینوں کے کھانے پینے کا خرچ بھی اسی سے نکلتا ہے ۔ جو کچھ بچ جائے اُسے بادشاہِ وقت اپنی صوابدید سے خرچ کرے کہ وہی اس روضۂ مطہرہ کا متولی ہے ۔

بتاریخ ۸ ذی‌الحجہ (۲۷ فروری ۱۶۴۳ء) شیخ عبدالصمد عودی حاضرِ بارگاہ ہوا جسے شریف مکہ نے سفارت پر روانہ کیا تھا ۔ شریف کی بھیجی ہوئی خانہ کعبہ کی کنجی جسے ہفت اقلیم کی فتح کا شگون سمجھنا چاہیے ، پیش کی ۔ حضرت نے اُسے خلعت اور چار ہزار روپے عطا فرما کر سرفرازی بخشی ۔ غضنفر ولد اللہ ویردی خاں کی جگہ مرشد قلی خاں کوتوالی اور توپخانے کی داروغگی پر سربلند ہوا ۔ ۱۱ ذی الحجہ (۲ مارچ ۱۶۴۳ء) کو شائستہ خاں کی بجائے اعتقاد خاں صوبہ دار بہار مقرر ہوا ۔ اعتقاد خاں جونپور کا فوجدار تھا ، وہ عہدہ شاہنواز خاں کو ملا ۔ عبداللہ خاں سے روز بروز ناشکراپن اور حق نا شناسی سرزد ہو رہی تھی ۔ حضرت نے منصب اور جاگیر سے بر طرف کر کے ایک لاکھ روپے سالانہ کا وظیفہ دے کر گھر میں بٹھا دیا کہ دعا کیا کرے ۔ عبداللہ خاں کی جگہ الہ آباد کی صوبے داری شائستہ خاں کو مرحمت فرمائی ۔ شیر خاں ترین کچھ عرصے تک منصب سے محروم رہا ، ان دنوں اپنے سابقہ منصب دو ہزاری ذات دوہزار سوار پر بحال ہوا ۔

جشنِ نوروز ۱۰۵۲ھ

۳۰ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۶۴۳ء آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ زمین و آسمان پر نور کی چادر پھیل گئی ۔ بادشاہ

سلامت نے تخت سلطنت پر جلوس کر کے اہل عالم پر فیض و کرم کے دروازے کھولے - ۳ محرم ۱۰۵۳ھ کو (۲۴ مارچ ۱۶۴۳ء) آپ شاہزادۂ بلند اقبال کی حویلی میں جو الھیں دنوں دریائے جمن کے کنارے تیار ہوئی ہے ، تشریف فرما ہوئے - شاہزادے کی پیش کردہ چیزوں میں سے آپ نے ایک لاکھ روپے کا سامان قبول فرمایا - شائستہ خاں کی پیشکش میں سے سات ہاتھی اور ہتھنیاں نیز کچھ نادر تحفے ، اعظم خاں کی پیشکش میں سے دو لاکھ روپے کی اشیا اور اسلام خاں کے پیش کردہ نفائس میں سے ایک لاکھ روپے کی چیزیں درجۂ قبول کو پہنچیں - امرا اور شاہزادوں کی پیشکشوں میں سے جو چیزیں اس تقریب پر آپ نے قبول فرمائیں اُن کی مجموعی قیمت نو لاکھ روپے ہے - عادل خاں والیِ بیجاپور نے میر رجب ایلچی کے بدست جواہرات ، مرصع آلات اور نو عدد ہاتھی جو بھجوائے وہ علاوہ ہیں - صلابت خاں میر بخشی ہزاری ذات کے اضافے سے چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا - مراد کام کو ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی ملی - حکیم حاذق کے سالیانے میں دس ہزار روپے کا اضافہ کر کے تیس ہزار مقرر کیا - شیخ عبدالصمد عمودی سفیر مکہ کو پانوں سے بھرا ہوا پاندان ، ارگجے سے بھرا ہوا طلائی پیالہ مع سر پوش عطا فرمایا - ۱۹ محرم (۹ اپریل ۱۶۴۳ء) کو اعظم خاں اور خلیل‌اللہ خاں خلعت سے سرفراز ہوئے - اعظم خاں کو متھرا کی طرف اور خلیل‌اللہ خاں کو کوہِ کمایوں اور ہردوار کی طرف رخصت کیا تاکہ وہاں سے ہاتھی اور ہتھنیاں پکڑ کر لائیں - ۲۴ محرم (۱۴ اپریل ۱۶۴۳ء) کو حضرت نے میرزا سلطان ولد میرزا حیدر صفوی کو دس ہزار روپے انعام فرمائے تا کہ اسلام خاں کی بیٹی سے اس کی جو نسبت ٹھہری تھی اُس کا سامان کرے - ذوالفقار خاں کی جگہ جان سپار خاں کو خلعت دے کر مندسور کی فوجداری پر مامور کیا - یکم ربیع‌الاول (۸ مئی ۱۶۴۳ء) کو معزالملک کو خلعت اور ہتھنی عنایت کر کے احمد آباد گجرات کی دیوانی پر رخصت فرمایا -

جشنِ تلادان قمری ۱۰۵۳ھ

بتاریخ ۱۲ ربیع‌الثانی ۱۰۵۳ھ ۸ تیر (۳۰ جون ۱۶۴۳ء) پیر کے دن حضرت کی عمر کے ۵۴ ویں سال کا جشنِ تلادان منعقد ہوا۔ مقررہ دستور کے مطابق تمام رسوم بخیر و خوبی انجام پائیں۔ اس تاریخ پر آپ نے ۴۳ ہاتھیو۔ اور چھ ہتھنیوں کو ملاحظہ فرمایا جو شاہزادہ شجاع نے اپنے نوکر اجمیری کے بدست روانہ کیے تھے۔ سب پر نقرئی ساز تھا؛ نفیس پارچات بھی تھے۔ سب چیزوں کی مجموعی قیمت تین لاکھ بیس ہزار روپے ٹھہری۔ اسی دن ۲۹ ہاتھی ہتھنیاں جو خلیل‌اللہ خاں پکڑ کر لایا تھا نیز معتقد خاں کے پیش کردہ پانچ ہاتھی بھی نظرِ اشرف سے گزرے۔ سب کی قیمت تین لاکھ آٹھ ہزار روپے آنکی گئی۔ راجا جسونت سنگھ کو خلعتِ خاصہ عطا فرما کر وطن جانے کی اجازت دی۔ اسلام خاں کا بھائی سیادت خاں ترقی پا کر ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ عادل خاں کے ایلچی میر رجب نے خلعت، نقرئی زین کا گھوڑا اور سات ہزار روپے نقد پا کر بیجاپور واپس جانے کی اجازت لی۔ حضرت نے مظفر حسین داروغۂ عدالت کے ہاتھ عادل خاں کو فیلِ خاصہ مع نقرئی ساز، ایک ہتھنی، بیش قیمت مرصع پاندان روانہ کیا اور شاہزادہ اورنگ زیب کے واسطے بیس گھوڑے بھجوائے۔ داروغگیِ عدالت کی خدمت ناد علی سیدانی کے سپرد ہوئی۔ نظر بہادر خویشگی نے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار، سعداللہ خاں نے ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار اور حقیقت خاں نے ڈیڑھ ہزاری ذات ڈھائی سو سوار کے منصب پر ترقی پائی۔ حاجی محمد یار ازبک کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب ملا۔

سلطان پرویز کی دختر کے بطن سے شاہزادہ ممتاز شکوہ کی ولادت

۳۰ جمادی‌الاولیٰ ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۶۴۳ء اتوار کی شب میں سات گھنٹے ۷ منٹ گزرنے پر شاہزادہ بلند اقبال دارا شکوہ کے گھر میں سلطان پرویز کی دختر نیک اختر (نادرہ بیگم) کے بطن سے ایک شاہزادہ

پیدا ہوا ۔ ظلِ سبحانی نے باغ اقبال کے اس نونہال کا نام ممتاز شکوہ تجویز فرمایا ۔ دس لاکھ روپے جشن کی تیاری کے لیے مرحمت فرمائے ۔

دن رات کی گھڑیوں کے تعین کا نیا آئین

دانشمندوں کو واضح ہو کہ ہندی منجم دن رات کو ساٹھ گھڑیوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ طلوعِ آفتاب سے دن کا اور غروبِ آفتاب سے رات کا آغاز قرار دیتے ہیں ۔ ربیع و خریف کے اعتدال (۲۰ مارچ اور ۲۲ ستمبر) پر دن رات کی گھڑیاں برابر یعنی تیس تیس سمجھی جاتی ہیں ۔ پھر جب دن یا رات گھٹنے بڑھنے لگتے ہیں تو ان کی گھڑیاں بھی کم زیادہ ہونے لگتی ہیں ۔ چنانچہ دارالسلطنت لاہور میں سب سے بڑا دن ۳۵ گھڑی کا اور سب سے چھوٹی رات ۲۵ گھڑی کی ہوتی ہے ۔ اسی ضابطہ کے مطابق دن رات کی گھڑیاں مقرر کی جاتی ہیں ۔ مسلمان نجومیوں نے نماز صبح اور نماز مغرب کا وقت متعین کرنے کے لیے دن کا آغاز طلوعِ آفتاب سے ڈیڑھ گھڑی پہلے اور رات کا آغاز غروبِ آفتاب سے نصف گھڑی بعد مقرر کیا ۔ ان کے اعلان کے واسطے دونوں وقت گجر بجا کرتا ۔ مذکورہ بالا دو گھڑی کی مدت رات میں سے کم کر کے دن میں شامل کر دی گئی ۔ ایک گھڑی کی مقدار کا تعین یوں کیا گیا کہ لاہور کے عرض بلد پر سب سے لمبا دن ۳۵ گھڑی کا اور سب سے چھوٹی رات ۲۵ گھڑی کی مقرر ہوئی ۔ ظاہر ہے کہ اس طرح دن رات کی گھڑیاں مدت اور تعداد میں ایک دوسرے سے کم و بیش ہوتی ہیں ۔ اس سال آفتابِ برج سلطنت حضرت شاہجہان نے جو ہر معاملے میں عدالت و انصاف کا قاعدہ ملحوظ رکھتے ہیں، یہ سوچا کہ گھڑیوں کی مقدار میں فرق نہیں ہونا چاہیے ۔ الہام ربانی کے بموجب آپ نے ایک اور قاعدہ مرتب کیا جس سے گھڑیوں کی مقدار کا فرق رفع ہو گیا اور نماز فجر اور نماز مغرب کا وقت بھی سنت کے مطابق مقرر ہوا ۔ یعنی حکم فرمایا کہ صبح اور شام کا گجر تو اپنے مقررہ وقت پر بدستور بجتا رہے لیکن گھڑی کی مقدار اور پیمانے میں کمی بیشی نہ ہونے پائے ۔ اس مقصد کے لیے یہ طے ہوا کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کی ڈیڑھ گھڑی

اور غروب آفتاب کے بعد کی نصف گھڑی کو ہندی نجومیوں کی طرح رات میں شمار کرنے کی بجائے دن کی گھڑیوں میں محسوب کیا جائے۔ اس قاعدے سے آگرے میں سب سے لمبا دن ۳۶ گھڑی کا ، دہلی میں ساڑھے چھتیس گھڑی کا ، لاہور میں ۳۷ گھڑی کا کابل میں ساڑھے سینتیس گھڑی کا ، کشمیر میں ۳۸ گھڑی کا اور دولت آباد میں ۳۵ گھڑی کا مقرر ہوا۔

سن ۱۷ جلوس اور سلطان ممتاز شکوہ کا جشن ولادت

یکم جمادی‌الثانی ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۴۳ء بروز دوشنبہ جلوس مبارک کا سترھواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا۔ سارے عالم میں فرحت و نشاط کا ہنگامہ برپا ہونے سے ہر شخص کا دل شاد ہو گیا۔ شاہزادہ شجاع کا نوکر اجمیری جو اُن کی پیشکش لے کر آیا تھا ، خلعت اور دو ہزار روپے انعام پا کر بنگال کو رخصت ہوا۔ آپ نے اُس کے ہاتھ شاہزادہ شجاع کے واسطے خلعت خاصہ اور ایک لاکھ روپے کے جواہر و مرصع آلات روانہ کیے۔ بنگال کے خزانے سے دو لاکھ روپے مزید مرحمت فرمائے۔ اسی تاریخ ہر گوالیار سے سید خان جہان اپنے بیٹوں سمیت حاضر خدمت ہوا۔ ہزار اشرفیوں کی نذر دی۔ حضرت نے اُسے خلعت خاصہ دے کر اور اُس کے بیٹوں سید شیر زمان اور سید منصور کو ہاتھی عنایت کر کے سرفراز فرمایا۔

بتاریخ ۲۵ جمادی‌الثانی (۱۰ ستمبر ۱۶۴۳ء) بادشاہ سلامت شاہزادہ دارا شکوہ کی حویلی میں لونہال باغ سلطنت سلطان ممتاز شکوہ کو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اُس مبارک نومولود کی رونمائی میں موتیوں اور لعلوں کی تسبیح دی۔ ذی شعور شاہزادے نے پانداز اور نچھاور کی رسمیں بجا لانے کے بعد پیشکش حاضر کی جو مختلف جواہرات اور ملکوں ملکوں کے نفیس تحفوں پر مشتمل تھی۔ حضرت نے [اسی تاریخ میں] سید خان جہان ، عبداللہ خان ، اسلام خان اور اعظم خان کو خلعت فاخرہ مع عملی زردوزی چار قب اور مرصع جمدھر عطا فرمائے۔ صدرالصدور سید جلال ، موسوی

خاں ، جعفرخاں اور راجا بیٹھل داس کو خلعت اور فرجی عنایت کیں ۔ چالیس اشخاص کو صرف خلعت عطا ہوئے ۔ دولت خانے میں اندر باہر نیز دریائے جمنا کے کنارے خوب چراغاں ہوا تھا ۔ حضرت اس کی سیر کر کے قصر شاہی میں واپس آئے ۔ راؤ ستر سال اور ملا علاءالملک کو ہتھنی عنایت کی ۔ عبدالصمد عمودی کو خلعت ، مینا کار طلائی ساز کی تلوار اور ڈھال نیز چار ہزار روپے نقد عطا کر کے مکہ معظمہ کو روانہ فرمایا ۔ حاضر ہونے کی تاریخ سے آج تک اسے بادشاہ سلامت نے بیس ہزار روپے اور طلائی و نقرئی ظروف وغیرہ عنایت کیے ۔ تقریباً اتنی ہی رقم اور چیزیں اسے شاہزادوں اور امرا نے عطا کیں ۔ ۱۰ رجب (۲۴ ستمبر ۱۶۴۳ء) کو غضنفر ولد اللہ ویردی خاں فیل خانے کی داروغگی پر سرفراز ہوا ۔ رائے رایاں ایک مدت سے یہ التماس کر رہا تھا کہ مجھے بنارس میں گوشہ نشین ہونے کی اجازت عطا فرمائیے ، آج اسے یہ اجازت ملی ۔ ۱۱ رجب (۲۴ ستمبر ۱۶۴۳ء) کی رات کو دریائے جمنا کے ساحل پر اس زور کا چراغاں ہوا کہ دن کی روشنی ماند پڑ گئی ۔ ۱۶ رجب (۳۰ ستمبر ۱۶۴۳ء) کو شاہزادہ اورنگ زیب کا ملازم محمد باقر دکن سے ان کی عرضداشت لے کر حاضر ہوا جس میں یہ خوشخبری درج تھی کہ فدوی کے گھر بتاریخ ۳۰ رجب (۱۴ اکتوبر ۱۶۴۳ء) زمیندار راجور کی دختر کے بطن سے ایک شاہزادہ اور یکم شعبان (۱۴ - ۱۵ اکتوبر ۱۶۴۳ء کی درمیانی شب) جمعرات کی شب میں شاہنواز خاں صفوی کی دختر کے بطن سے ایک شاہزادی تولد ہوئی ہے ۔ حضرت نے شاہزادے کا نام سلطان معظم اور شاہزادی کا زینت النسا تجویز کیا ۔ محمد باقر کو جو یہ مژدہ لایا تھا خلعت اور ہزار روپے عطا کر کے واپسی کی اجازت دی ۔

حضرت کا اکبرآباد سے اجمیر کو سفر

بادشاہ معرفت اندیش ، حقائق آگاہ خدا پرستی کے سبب ہمیشہ اہل حقیقت کی ہم صحبتی اور واصلان حق کے مزاروں کی زیارت پر مائل رہتے ہیں ۔ اسی میلان کے سبب آباء و اجداد کے دستور کے مطابق زبدۃ الاولیا ،

عارف باصفا حضرت معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لیے اجمیر کا سفر اختیار کیا - ۱۷ شعبان (۳۱ اکتوبر ۱۶۴۳ء) اتوار کو دو گھڑی رات گزرنے پر دولتخانے سے روانہ ہو کر دہرہ باغ یعنی نور منزل میں قیام فرمایا - سید خان جہاں کو قلعہ آگرہ کی نگہبانی سپرد کر کے خلعت عطا فرمایا - صلابت خاں کو علم سے سرفرازی بخشی - لہراسپ خاں کو قوربیگی اور دارا شکوہ کے ملازم میر صالح کو قراول بیگی کی خدمت پر مقرر کیا - دہرہ باغ سے کئی کوچ کے بعد جوگی کے تالاب پر خیمے ہوئے تو راجا جے سنگھ اپنے بیٹوں سمیت حاضر بارگاہ ہوا - اپنے وطن سے واپس آ رہا تھا - نو عدد گھوڑے اور ایک ہاتھی بطور پیشکش نظر عالی سے گزارا - یہیں رانا جگت سنگھ کا جانشین بیٹا رانا راج کنور جو اپنے باپ کے عہد حکومت میں ایک ہزار سواروں سمیت حضرت کی شاہزادگی کے ایام میں دکن میں ہمرکاب رہا کرتا تھا ، آستاں بوسی کے لیے حاضر ہوا - پیشکش کے بطور ایک ہاتھی گزرانا - حضرت نے خلعت ، مرصع سر پیچ ، جمدھر اور طلائی ساز کا عراقی گھوڑا عنایت فرمایا -

بتاریخ ۸ رمضان (۲۰ نومبر ۱۶۴۳ء) اجمیر میں حضرت خواجہ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر زیارت اور فاتحہ خوانی سے مشرف ہوئے - آستانے کے مجاوروں اور فقیروں کو دس ہزار روپے تقسیم کر کے انا ساگر کے کنارے والے نشیمن میں تشریف لائے - شام کے وقت پھر خواجہ علیہ‌الرحمۃ کے آستانے پر حاضر ہو کر حکم دیا کہ جہانگیر بادشاہ کی رکھی ہوئی بڑی دیگ جس میں ۱۲۵ من شاہجہانی چاول پکتے ہیں ، اس میں ما بدولت کی شکار کی ہوئی نیل گایوں کا گوشت اور مصالحے ڈال کر پلاؤ پکائیں اور فقیروں کو تقسیم کر دیں - راجا جسونت سنگھ نے بھی وطن سے آ کر آستان بوسی کی - راجا جے سنگھ نے آج اپنی فوج معائنے کے لیے حاضر کی - پانچ ہزار سوار شمار میں آئے - ۱۵ رمضان (۲۷ نومبر ۱۶۴۳ء) کو آگرے کی طرف واپس ہوئے - اجمیر سے تین کوس چل کر منزل کی - راجا جے سنگھ اور جسونت سنگھ نے خلعت خاصہ سے سرفرازی پائی - رانا کا بیٹا راج کنور خلعت ، تلوار ، ڈھال ، مینا کار طلائی ساز اور ہاتھی گھوڑے سے سرفراز

ہوا - اس کے دو راجپوت سردار خلعت اور گھوڑے سے اور آٹھ آدمی خلعت سے ممتاز ہوکر وطن کو واپس ہوئے - رانا کے واسطے حضرت نے راج کنور کے بدست موتیوں کی مالا ، میناکار طلائی ساز کی ڈھال ، تلوار اور طلائی ساز کے دو عربی اور عراقی گھوڑے مرحمت کیے - راجا جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ اور کیرت سنگھ خلعت اور گھوڑا پا کر باپ کے ساتھ رخصت ہوئے - ۱۸ رمضان (۳۰ نومبر ۱۶۴۳ء) کو سعداللہ خان خلعت خاصہ اور پانچ صدی ذات دو سو سوار کی ترقی سے دو ہزار ذات پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - عاقل خان کی جگہ خان سامانی کی خدمت سپرد ہوئی - باقی خان جو عرض مکرر کی خدمت پر مامور تھا داروغۂ غسلخانہ مقرر ہوا - عرض مکرر کی خدمت میرک شیخ کو تفویض ہوئی - شاہی سواری جب راجا بیٹھل داس کی جاگیر مالپور میں داخل ہوئی تو اس نے ایک ہاتھی اور ہتھنی بطور پیشکش نذر کی - ۳۰ رمضان (۱۲ دسمبر ۱۶۴۳ء) کو راجا کشن سنگھ بھدوریہ نے وفات پائی - کنیز کے پیٹ سے اس کا ایک لڑکا تھا لیکن ہندوؤں میں باندی کی اولاد کو غلام سمجھتے ہیں ، اس کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - راجا کیسے تسلیم کرسکتے ہیں ، لہٰذا حضرت نے کشن سنگھ کے چچا کے پوتے اودے سنگھ کو خلعت اور ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عطا کر کے راجا کا خطاب عنایت کیا -

یکم شوال ، عیدالفطر (۱۳ دسمبر ۱۶۴۳ء) کے دن عبداللہ خان جسے منصب سے معزول کر کے حضرت نے ایک لاکھ روپے کا سالیانہ مقرر کر دیا تھا ، دوبارہ چھ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - کابل کے واقعہ نویس نے اطلاع دی کہ میر یحییٰ دیوان کابل اور ملک مودود میں جنگ ہو گئی - اس ہنگامہ میں ملک مودود مارا گیا - حضرت نے اس جرم کی پاداش میں میر یحییٰ کو برخاست کر کے میر صمصام الدولہ کو دیوان کابل مقرر فرمایا -

۱۵ شوال (۲۷ دسمبر ۱۶۴۳ء) کو دہرہ باغ معروف بہ نور منزل میں حضرت تشریف فرما ہوئے - اکثر امرائے دربار بالخصوص سید خان جہان

بارہہ ، اسلام خاں ، سید جلال‌الدین صدرالصدور اور موسوی خاں معمول کے مطابق استقبال کے لیے گئے اور باریابی سے مشرف ہوئے ۔ اگلے دن نیک گھڑی میں حضرت دولتخانے میں تشریف لائے ۔ احمد خاں والیِ کاشغر کے اتالیق محمد دوست کا بیٹا اللہ دوست کاشغری آستاں بوسی کر کے شاہی ملازمت میں داخل ہوا ۔ دربارِ عام کا انتظام ایک میر توزک کے سپرد رہتا تھا لیکن حاضرین کے زبردست ہجوم کے سبب ایک آدمی اس کا اہتمام کرنے سے قاصر رہتا ۔ بادشاہِ عالم نے ۲۹ شوال (۳۱ دسمبر ۱۶۴۳ء) کو حکم دیا کہ ایک کی بجائے چار میر توزک مقرر کیے جائیں ۔ ان میں سب سے اونچا منصبدار سامنے والے امرا کی باریابی کا اہتمام کرے ۔ دو اشخاص دائیں اور بائیں والے حاضرین کا انتظام رکھیں ۔ چوتھا آدمی ان عقبی لوگوں کا انتظام سنبھالے جو شاہی علم کے ساتھ رہتے ہیں ۔

جشنِ تلادان شمسی ۱۰۵۳ھ

بتاریخ [۹] ذیقعدہ ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۶۴۴ء حضرت کی عمرِ گرامی کا ۵۳ واں شمسی سال شروع ہوا ۔ تلادان کا جشن کمال زیب و زینت اور انتہائی آرائش کے ساتھ منعقد ہوا ۔ صدقے خیرات کی رسمیں جو اس مسرت انگیز دن کا معمول ہیں ادا ہوئیں ۔ بخشش و انعام کا دروازہ کھلا ۔ دودمانِ صاحبقرانی کے ولی عہد کو پانچ ہزار سوار کی ترقی دے کر بیس ہزاری ذات بیس ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ ترقیاں پا کر صدرالصدور سید جلال چار ہزاری ذات اور سوار ، زاہد خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار اور سجان سنگھ سیسودیہ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سربلند ہوئے ۔ مظفر حسین ولد میر ابوالمعالی جو بیجا پور گیا تھا ، عادل خاں کے ملازم سید حسن کے ساتھ بارگاہِ والا میں حاضر ہوا ۔ عادل خاں کا بھیجا ہوا ہاتھی اور ہتھنی بطور پیشکش حاضر کیے ۔ سید حسن نے والی بیجاپور کی عرضداشت چند تحفوں کے ساتھ پیش کی ۔ حضرت نے آسے خلعت ، نقرئی زین والا گھوڑا ، ایک ٹھیپا سو تولے سونے کا ، ایک چاندی کا عنایت کیا ۔ اسفرائن کا حاکم

صفی قلی منصور جیسے ایران کے فرماں روا نے سلطان کا رتبہ بخشا تھا ، بارگاہ شاہجہانی کی خدمت کے ارادے سے حاضر خدمت ہوا ۔ حضرت نے ہزاری ذات ، پانچ سو سوار کا منصب اور پندرہ ہزار روپے عنایت کر کے کامیاب فرمایا ۔

شاہی سواری کی بجانب سوکر روانگی

ان دنوں دارالخلافت آگرہ میں طاعون کی وبا ایسی پھیلی کہ ہزاروں آدمی مر گئے ۔ دولت خواہوں نے گزارش کی کہ بادشاہ سلامت کی ذات سے دنیا کا نظم و نسق وابستہ ہے ، حضرت کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ۔ چنانچہ ۸ ذی الحجہ (۱۷ فروری ۱۶۴۴ء) کو آپ سوکر کی طرف روانہ ہوئے جس کے جنگل میں شیر اور دوسرے جانور بہ کثرت ملتے ہیں ۔ فتح پور سیکری میں پہنچ کر دس تاریخ (۱۹ فروری ۱۶۴۴ء) کو جامع مسجد میں ، جو ایک پہاڑی پر واقع ہے ، نماز عید کے لیے تشریف لے گئے ۔ سنگ سرخ سے بنی ہوئی یہ عمارت رفعت اور وسعت میں آسمان سے ہمسری کرتی ہے ۔ دوگانہ پڑھنے والے اس کثرت سے داخل ہوئے کہ دروازے میں ایک دوسرے پر گرنے لگے ۔ ایک شخص کا جمدھر میان سے نکل آیا تھا ، دوسرا جو اس پر گرا تو زخمی ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا ۔ بہت سے آدمی پاؤں میں رولدے گئے اور بستر پر پڑ گئے ۔

بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ (۲۰ فروری ۱۶۴۴ء) روپ باس میں پہنچے ۔ تین دن تک ہرن وغیرہ کے شکار سے محظوظ ہوئے ۔ اگلے دن شاہزادہ شجاع کے ملازم میر بزرگ نے ان کا بنگال سے بھیجا ہوا ہاتھی صورت سندر پیش کیا ۔ حضرت نے اُسے خلعت اور گھوڑا دے کر رخصت فرمایا ۔ اُس کے بدست شاہزادے کے لیے موتیوں اور زمرد کی تسبیح اور طلائی زین والے پانچ گھوڑے ارسال کیے ۔ ۲۱ فروری کو بدخشاں سے ایک دانشمند مقصود بیگ علی اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ حاضر بارگاہ ہوا ۔ حضرت نے اُسے خلعت ، طلائی ڈاب والا خنجر ، پانچ ہزار روپے اور اُس کے

حسب حال منصب عنایت فرمایا - ۲۴ فروری کو سوکر میں خیمے ہوئے۔ یہاں تین روز تک شکار کھیلا - بارہ شیر اور شیرنیاں نیز بہت سے جنگلی جانور شکار کیے - ۲۴ فروری کو شاہزادہ دارا شکوہ کی طبیعت ناساز ہوئی - رفتہ رفتہ تپ محرق میں مبتلا ہوگئے - گردن میں تکلیف ہونے اور بخار کی شدت کے سبب لوگوں کو یہ گمان گزرا کہ شاہزادہ طاعون میں مبتلا ہے - حضرت کی طبیعت پر حزن و ملال چھا گیا - صدقے سے بلائیں رد ہوتی ہیں چنانچہ خیرات و صدقات دیے گئے - پائے تخت کے طبیبوں نے بھی دوا دوش کی - بالآخر حضرت کی توجہ سے نیز سینگیاں لگوانے اور زہر مہرہ گھس کر پینے سے دو ہفتے بعد شاہزادے کو صحت ہوئی - اس دو ہفتے کے عرصے میں حضرت آٹھ مرتبہ بیمار پرسی کے لیے اُن کے مسکن پر گئے -

۲۰ ذی الحجہ (۲۹ فروری ۱۶۴۴ء) کو سوکر سے کوچ کرکے روپ باس میں پڑاؤ کیا - یہاں قطب الملک کا ملازم محمد ناصر گولکنڈے سے آ کر حاضر خدمت ہوا - چھ ہاتھی تین ہتھنیاں پیش کیں - ان میں سے ایک کا ساز طلائی، باقی کا نقرئی تھا - بندرگاہ سورت سے جم قلی حاضر بارگاہ ہوا - عربی اور عراقی گھوڑے، جواہرات اور دوسرے تحفے جو حضرت کے واسطے خرید کر لایا تھا، پیش کیے - آپ نے ایک گھوڑا پسند کیا - تمام عیار نام رکھا - ۶ مارچ ۱۶۴۴ء کو قلعۂ آگرہ میں داخل ہوئے - معلوم ہوا کہ طاعون کا اثر ہنوز شہر میں باقی ہے، لہٰذا آپ سمو گڑھ تشریف لے گئے جو آگرے سے تین کوس دور واقع ہے - چند روز وہیں قیام فرمایا - اطلاع ملی کہ صفدر خاں قندھار کی مہمات اور رعایا کے احوال کی طرف پوری توجہ نہیں کرتا - ۴ محرم ۱۰۵۴ھ (۱۰ مارچ ۱۶۴۴ء) کو قندھار کی صوبے داری سعید خاں کو تفویض فرمائی - پنجاب کی صوبے داری جو سعید خاں کے نام تھی، قلیج خاں کے سپرد کی - راجا جگت سنگھ کو سعید خاں سے کچھ آزردگی تھی، لہٰذا اُسے کابل میں تعینات کر دیا - قلات کی قلعہ‌داری جس پر جگت سنگھ مامور تھا، سعید خاں کے بڑے بیٹے خانہ زاد خاں کو مرحمت ہوئی -

علاقۂ پلاموں کی تسخیر

پلاموں کا زمیندار پرتاب اپنے علاقے کے آہنی جنگل، گنجان درختوں اور کثرت اشجار کے بھروسے بہار کے صوبے دار کی پوری اطاعت کرنے سے منحرف رہتا تھا ۔ اس وجہ سے اعتقاد خاں صوبے دار کو یہ فکر رہتی تھی کہ اس کی تنبیہ و تادیب کرے ۔ انھی دنوں پرتاب کے چچا دریا رائے اور تیج رائے آ کر اعتقاد خاں سے ملے ۔ خانِ موصوف نے ان کی دلجوئی جو کی تو انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم پرتاب کو قید کر کے آپ کے سامنے لے آئیں گے ۔ واپس جاتے ہی کچھ آدمیوں کی مدد سے جو پرتاب سے ناخوش تھے ، بہ سہولت اُسے گرفتار کر لیا ۔ اب تیج رائے نے اپنی سرداری کا اعلان کرکے آزادی بلکہ بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ۔ اعتقاد خاں نے زبردست خاں کو فوجِ کثیر دے کر پلاموں کی طرف بڑھایا ۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی پلاموں کے بڑے تھانے دیو گڑھ پر قبضہ کر لیا ۔ لوگوں کو حکم دیا کہ درخت کاٹ کاٹ کر صاف کر دو ۔ تیج رائے نے قلعداری اور لڑائی کا سامان درست کرکے چھ سو سوار اور سات ہزار پیادے روانہ کیے کہ زبردست خاں کی فوج پر شبخون مارو ۔ خاں کو جوں ہی یہ اطلاع ملی ، برق و باد کی طرح اُن کی طرف بڑھا ۔ راستے میں اُن بدبختوں سے مڈ بھیڑ ہوئی ۔ کچھ کو قتل کیا ، کچھ کو زخمی ، کچھ قید میں آئے ۔

اعتقاد خاں نے یہ خبر سن کر عبداللہ نجم ثانی کو اپنے کچھ آدمی دے اور زبردست خاں کی کمک کے لیے بھیجا ۔ تقدیر کی کار سازی سے جو روزِ ازل سے لشکر شاہی کے ساتھ ساتھ رہتی ہے ، عجیب اتفاق پیش آیا ۔ تیج رائے اپنے ہوا خواہوں کو ہمراہ لیے شکار کے ارادے سے باہر نکلا ۔ (۱۵ نومبر ۱۶۴۳ء) صورت سین وغیرہ کچھ آدمی جو قلعے میں تھے متفق ہو گئے ۔ پرتاب کو قید سے نکال کر قلعے کو اس کے قبضے میں دے دیا ۔ تیج رائے کے کچھ رفیق بھاگ گئے ، کچھ بھرتی کے ساتھ قلعے میں آ گھسے ۔ تیج رائے حیران و سرگرداں کسی طرف کو نکل گیا ۔ زبردست خاں یہ اطلاع پا کر دشوار گزار پہاڑیوں اور جنگلوں سے گزرتا ہوا بڑھا ۔ جو

مفسد باغی جہاں ملا تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔ پرتاب نے سابقہ غلطیوں کی تلافی کے واسطے خان موصوف کو لکھا کہ میں اطاعت اختیار کرکے بندگان شاہی میں داخل ہونا چاہتا ہوں ۔ اگر مجھے عہد و پیمان سے مطمئن کردو اور نقصان رسانی کا خیال چھوڑدو تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتقاد خان صوبے دار کے پاس جانا چاہتا ہوں ۔ زبردست خان نے اس کی التجا کے مطابق اُسے قول و قرار سے مطمئن کر کے دلجوئی کی اور اعتقاد خان کا مہری عہدنامہ اُس کے پاس بھیج دیا ۔ ۱۷ رمضان (۲۹ نومبر ۱۶۴۳ء) کو پرتاب زبردست خان سے ملا اور اُس کے ہمرکاب پٹنہ روانہ ہوا ۔ اعتقاد خان کے سامنے حاضر ہوکر ایک ہاتھی نذر دیا اور یہ وعدہ کیا کہ ہر سال پیشکش کے بطور ایک لاکھ روپے خزانے میں داخل کیا کروں گا ۔ اعتقاد خان نے تمام حالات حضرت کو لکھ بھیجے اور پرتاب کے گناہ معاف کر دینے کے واسطے سفارش کی ۔ خاقان جرم پوش نے اُسے بادشاہی ملازموں میں داخل فرما کر ہزاری ذات و سوار کا منصب بخشا ۔ پلاموں کے علاقے کا مالیہ ایک کروڑ دام (ڈھائی لاکھ روپے) قرار دے کر اُس کی جاگیر میں دے دیا ۔ ایران سے ایک شاعر جس کا تخلص اُمی تھا ، حاضر حضور ہوا ۔ ایک قصیدہ جو شاہزادہ دارا شکوہ کی مدح میں لکھا تھا ، حضرت کے سامنے پیش کیا ۔ آپ نے خلعت اور ایک ہزار روپے عطا فرمائے ۔ بیچارہ علم اور لیاقت سے بے بہرہ ہونے کے باوصف شعر کہتا ہے لہٰذا اس تخلص سے مشہور ہے ۔

جشن نوروز ۱۰۵۴ھ (۱۶۴۴ء)

اتوار ۱۰ محرم ۱۰۵۴ھ (۱۹ مارچ ۱۶۴۴ء) کو آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ خورشید برج سلطنت کشتی میں سوار ہو کر سموگڑھ سے آگرے کے دولتخانے میں تشریف فرما ہوئے اور جشن نوروز کی زینت بڑھائی ۔ فیض عام کے تقاضے سے ہر شخص کی مرادیں پوری کیں ۔ اس تاریخ پر رستم خاں سنبھل سے ، مکرمت خان دہلی سے اور مرتضیٰ خان لکھنؤ سے آکر آستان بوس ہوئے ۔ ۲۲ محرم (۳۱ مارچ) کو شاہزادہ

دارا شکوہ کا جشنِ تلادان دولتخانے میں حسبِ معمول منعقد ہوا۔ حضرت کے سامنے اُنھیں مختلف چیزوں میں تولا گیا۔ آپ نے مرصع بیش اُلھیں عنایت فرمائی۔ ۲۵ محرم (۳ اپریل) کو اسلام خاں کی پیشکش نظرِ عالی سے گزری جو جواہرات، مرصع آلات وغیرہ پر مشتمل تھی۔ آپ نے ایک لاکھ روپے کی چیزیں قبول فرمائیں۔ حاجی عاشور کشمیر کا دیوان مقرر ہوا۔

شاہزادی جہاں آرا بیگم کے جسم مبارک کا جلنا

ان دنوں جب کہ صاحبقرانِ ثانی کے عہدِ حکومت کی برکت سے ساری دنیا شادمان و کامران تھی اور ہر روز عید اور نوروز کی طرح عیش و عشرت میں گزر رہا تھا، یکایک ایک غمناک حادثہ پیش آیا۔ یعنی قرۃالعینِ سلطنت، زینت دولت و حکومت، معصومۂ دوراں جہاں آرا بیگم صاحب کا جسم مبارک جل گیا۔ اس واقعہ سے حضرت سخت پریشان ہو گئے۔ عیش و آرام تلخ ہو گیا اور دل پر حزن و ملال چھا گیا۔ اس حادثے کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۷ محرم کی رات (۴ اپریل ۱۶۴۴ء) کو جب شاہزادی اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت سے اٹھیں تو آپ کا دامن شمع سے جو وہاں روشن تھی، جا لگا۔ چونکہ اُس چشم و چراغِ دولت کی پوشاک عطر اور پھلیل میں ڈوبی ہوئی تھی، کپڑوں میں فوراً آگ لگ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری پوشاک بھڑک اٹھی۔ اُس وقت چار خواصیں جو وہاں حاضر تھیں، بے تحاشا آگ بجھانے کے لیے دوڑیں۔ اُن کی پوشاکیں بھی عطر اور تیل کے سبب چکنی تھیں لہٰذا اُن کے کپڑوں میں بھی آگ لگ گئی۔ پروانوں کی طرح جلنے لگیں اور بیہوش و بے بس ہو کر رہ گئیں۔ اتنے میں کہ دوسرے نوکروں کو خبر ہو، شاہزادی کے تمام کپڑے جل گئے اور اُن کا جسمِ اقدس شعلوں کی لپیٹ میں یوں آیا گویا چاند برج آتش میں داخل ہو گیا۔ زمین و آسمان کے دل سے دھواں اٹھا بلکہ خود شعلے بھی اس سانحے کو دیکھ کر کانپنے لگے۔ المختصر اُس معصومہ کی پشت، دونوں پہلو اور دونوں ہاتھ ایسے جلے کہ سارے عالم کا دل کباب ہو گیا۔

جہاں آرا بیگم اپنی صفاتِ حمیدہ ، اوصافِ پسندیدہ ، سخاوت اور فیضِ رسانی کے سبب حضرت کو بہت عزیز ہیں ۔ احسان اور نکو کاری کے سبب اُن کی ذات باعثِ برکت ہے ۔ غرض شفقت پدری کے علاوہ اور بھی کئی وجوہ سے حضرت انھیں بے حد عزیز رکھتے ہیں ۔ اب جو یہ سانحہ پیش آیا تو طبع اقدس اتنی ملول و متوحش ہوئی کہ تصور نہیں ہو سکتا ، اکثر ایسا ہوتا کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ۔ اتنے بے تاب ہوتے کہ صبر و شکیبائی کا امکان باقی نہ رہتا ۔ لیکن چونکہ حضرت کوہ وقار ہیں اس لیے اتنے عظیم سانحے میں بھی تحمل و استقلال کا دامن تھامے رکھا ۔ سب سے پہلے روحانی معالجہ کے بطور درویشوں ، عابدوں ، زاہدوں اور اللہ والوں سے التجا کی کہ دعائے خیر کریں ۔ محتاجوں ، مسکینوں اور فقیروں کو صدقے خیرات سے نوازا ۔ پہلے دن ساٹھ ہزار روپے غریبوں ، بے نواؤں میں تقسیم کیے ۔ پھر تین روز تک پانچ ہزار اشرفیاں پانچ ہزار روپے یومیہ تقسیم ہوئے ۔ ۲۲ صفر کو جو شاہزادی کا یومِ ولادت ہے ، اتنی ہی رقم محتاجوں کو عطا کی ۔ یکم ربیع الاول (۸ مئی ۱۶۴۴ء) کو حکم دیا کہ اُس پاک دامن کی صحت یابی تک ہر روز ایک ہزار روپے محتاجوں کو تقسیم ہوتے رہیں ۔ بڑے بڑے مجرم جو مدتوں سے زندان کی کوٹھریوں میں پڑے تھے اور اُن کی رہائی کا امکان نہ تھا ، رہا کر دیے گئے ۔ بہت سے کارکن بھی جن کے ذمے مجموعی طور پر سات لاکھ روپے کی رقم تھی ، قید سے آزاد ہوئے ۔ رقم معاف ہوئی ۔

پائے تخت کے طبیبوں اور جراحوں نے جو دور دور سے آ کر جمع ہوئے تھے ، علاج شروع کیا ۔ حضرت اپنے ہاتھ سے اس نور چشم کو دوائیں کھلاتے اور مرہم پٹی کا اہتمام رکھتے ۔ شاہزادی کو ایسی تکلیف تھی کہ شافی مطلق اور حکیم حقیقی نیز بادشاہ سلامت کی توجہ اور فقیروں درویشوں کی دعا کے سوا کسی اور طرح افاقہ ممکن نہ تھا ۔ تکلیف کی شدت کا یوں اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ چار خواصیں جو اس حادثہ میں جلی تھیں ، اگرچہ انھیں نسبتاً کم ضرر پہنچا تھا لیکن اُن میں سے

ایک تو سات روز بعد اور دوسری بیس دن بعد وفات پا گئی۔ پروردگار کا بڑا کرم ہوا کہ اس شاہزادی کو تمام خوفناک امراض و عوارض سے محفوظ کر کے شفا عطا کی جس سے بادشاہ سلامت کا اضطراب کم ہوا۔ آپ کی طبع مقدس، جو امن و امانِ عالم کی کفیل ہے، مطمئن ہوئی۔ شاہزادی چار ماہ تک بستر پر پڑی رہیں۔ بادشاہ حق پرست کی توجہ نیز حکیم داؤد کے علاج سے افاقہ ہوا۔ حکیم موصوف شاہ عباس کبیر کا مصاحب تھا۔ شاہ صفی کی بدسلوکی سے ناخوش ہو کر انھی دنوں ایران سے آ کر بارگاہِ والا میں ملازم ہوا تھا۔ عرض شاہزادی شفایاب ہوئیں۔ حکیم داؤد جب دربار میں پہلے دن حاضر ہوا تھا تو حضرت نے خلعت، بیس ہزار روپے اور ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب عطا فرمایا تھا۔ اس چار ماہ کی مدت میں شاہزادی کو مستقل بخار رہا، آنکھ اور پاؤں کے پنجوں پر ورم رہا، اسہال کی شکایت تھی جس سے حضرت کی طبیعت سخت متوحش ہوئی۔ لیکن حکیم داؤد نے حکیم مسیح الزماں سے مل کر، جو فرمان شاہی کے بموجب لاہور سے حاضر ہوا تھا، ایسا عمدہ علاج کیا کہ بادشاہِ جمجاہ نے تحسین و آفریں کی۔ چار ماہ بعد اور شکایتیں تو کم ہو گئیں لیکن جراحوں کی کارگزای کے باوجود زخم نہ بھرے۔ غلامانِ خاصہ میں سے ایک شخص عارف نامی کے مرہم سے زخم بھی بھر گئے۔ شاہِ دریا دل نے عارف کو چاندی میں تلوا دیا۔ سات ہزار روپے چڑھے جو حضرت نے اُسے دلوا کر خلعت، ہاتھی اور گھوڑا مزید عطا فرمائے۔

خان دوراں بہادر کی کوشش سے قلعہ کنور کی فتح

کنور کا زمیندار سنگرام جیتے جی اطاعت و ارادت کے راستے پر چلتا رہا۔ جب وہ مر گیا تو اُس کا غلام مارو جو پہلے ہی سے قلعہ کنور کا محافظ تھا، سرکشی پر اتر آیا۔ سنگرام کے کم عمر بیٹے بھوپت کو اپنے ہاتھ (قید) میں لے کر چند مفسدوں کے سہارے بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ صوبۂ مالوہ کے بعض پرگنوں کے باشندے بھی اُس کی حمایت کے سبب خود سر ہو گئے اور مالیہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ خان دوراں

بہادر محرم کے آخر (اوائل اپریل ۱۶۴۴ء) میں اپنی اقامت گاہ قلعہ رائے سین سے فوج لے کر بہت تیزی سے کنور کی طرف بڑھا۔ کچھ لوگوں کو جنگلات کاٹنے پر مامور کیا۔ جابجا تھانے بٹھا کر بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۶ صفر (۲۵ اپریل ۱۶۴۴ء) کو کنور کی پہاڑی پر جا پہنچا۔ مارو نے گھاٹی کی حفاظت کے لیے آٹھ سو بندوقچی اور سات ہزار پیادے گونڈ قوم کے تعینات کر رکھے تھے۔ خان دوراں نے معمولی جھڑپ کے بعد انھیں بھگا دیا۔ برسات گزارنے کے لیے کنور کے پاس لشکر گاہ بنائی۔ آس پاس کے پرگنوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ اب مارو گونڈ کو اندازہ ہوا کہ مقابلہ ممکن نہیں۔ سنگرام کے بیٹے بھوپت کو قید سے نکال کر اپنے معتمد آدمیوں کے ہمراہ خان دوراں کے پاس بھیجا لیکن قلعہ حوالے کرنے کے بجائے حیلوں بہانوں میں وقت گزارتا رہا۔

خان دوراں نے لکھیرہ پہاڑ کو جو قلعہ کنور کا سرکوب ہے، جنگ کرکے غنیم سے چھین لیا۔ مورچے بنا کر وہیں ٹھہر گیا اور کنور کو تسخیر کرنے کی تدبیر میں مشغول ہوا۔ یہ قلعہ ایسی جگہ واقع ہے جہاں اوپر نیچے پہاڑ کے دو طبقے ہیں۔ فصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ مضبوطی کا یہ عالم کہ سدِ سکندری اس کے سامنے ہیچ۔ برجوں پر توپیں بندوقیں سراسر چڑھی ہوئیں۔ غرض زورِ بازو سے اسے فتح کرنا ممکن نہ تھا۔ خان دوراں نے عرضداشت میں گزارش کی کہ مجھے دو بڑی توپیں اور کچھ کمک بھیجی جائے۔ فرمان صادر ہوا کہ رشید خاں، راجا بہار سنگھ بندیلہ، پرتھی راج راٹھور اور جاں سپار خان برہان پور، رام پور اور مند سور سے خان دوراں کی مدد کے لیے جائیں اور جاں فشانی دکھائیں۔ ۱۹ ذی الحجہ (۶ فروری ۱۶۴۵ء) اتوار[1] کی صبح کو جانباز دلیروں اور مجاہدوں نے محاصرہ کر کے اور آگ برسا کر قلعے والوں کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ پہاڑ کے دونوں طبقوں کی درمیانی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ دونوں بڑی توپوں نے

۱۔ تقویم کے بموجب ۱۹ ذی الحجہ کو اتوار نہیں بلکہ جمعرات کا دن پڑتا ہے۔

بجلی کے کڑکوں کی آواز سے گولے آگلنے شروع کیے تو بدبخت محصورین مقابلے سے عاجز آ گئے ۔ بدحواسی طاری ہوئی ۔ مارو گونڈ نے از حد مایوس ہو کر امان طلب کی ۔ محرم ۱۰۵۵ھ کے آخر (آخر مارچ ۱۶۴۵ء) میں خان دوراں کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ خان موصوف نے اگلے روز قلعے میں داخل ہو کر برجوں فصیلوں کا بغور معائنہ کیا اور قلعے کی محافظت اپنے بھائی محمد صلاح کے حوالے کی ۔ پانچ سو سوار اور سات سو بندوقچی وہاں چھوڑ کر اُجین واپس آ گیا ۔

۱۸ صفر (۲۶ اپریل ۱۶۴۴ء) کو موسوی خان صدرالصدور نے وفات پائی ۔ صوبوں کے واقعات عرض کرنے کی خدمت جو اُس کے سپرد تھی ، عاقل خاں کو تفویض ہوئی ۔ ۲۳ صفر (یکم مئی ۱۶۴۴ء) کو اطلاع ملی کہ راجا سورج سنگھ کے حقیقی بھائی کشن سنگھ کا انتقال ہوا ۔ لاولد فوت ہوا تھا لہٰذا قدرداں بادشاہ نے اُس کے بھتیجے روپ سنگھ کو خلعت ، گھوڑا اور منصب عطا کر کے کشن گڑھ کا علاقہ جو اُس کے چچا کا وطن تھا ، جاگیر میں مرحمت کر دیا ۔ ۵ ربیع الاول (۱۲ مئی ۱۶۴۴ء) کو حضرت کے حسب الحکم سلیمان شکوہ ، اسلام خاں ، عبداللہ خاں ، اصالت خاں اور صلابت خاں شاہزادہ اورنگ زیب کے استقبال کے لیے گئے جو جہاں آرا بیگم صاحب کے جلنے کا واقعہ سن کر بادشاہ سلامت کے حسب فرمان بڑی تیزی کے ساتھ برہان پور سے آگرے آئے تھے ۔ میر نعمت اللہ ولد میر ظہیرالدین علی کی نسبت میرزا مراد کام نبیرۂ مرزا رستم صفوی کی دختر سے طے پائی تھی ، شادی کا سرانجام کرنے کے لیے نعمت اللہ کو ایک ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ بیجاپور کے ایلچی سید حسین کو خلعت ، گھوڑا ، ہتھنی اور سات ہزار روپے عطا کرکے رخصت کیا ۔ اُس کے ہاتھ عادل خاں کے لیے طرۂ مرصع اور خلعت خاصہ روانہ فرمایا ۔ بتاریخ ۲۶ ربیع الاول (۲ جون ۱۶۴۴ء) گوہر تاجِ شہریاری شاہزادہ مراد بخش ، جہاں آرا بیگم صاحب کی عیادت کے لیے ملتان سے آئے ۔ آگرے کے قریب پہنچے تو اسلام خاں ، عبداللہ خاں ، لشکر کے بخشی یعنی اصالت خاں و صلابت خاں استقبال کے لیے گئے اور انہیں بارگاہِ والا میں لائے ۔

شائستہ خان نے الہ آباد سے اور زبردست خاں نے پٹنے سے آ کر شرفِ حضوری حاصل کیا ۔ مؤخرالذکر نے پلاموں کے زمیندار پرتاب کی پیش کردہ دو ہزار اشرفیاں اور ایک ہاتھی نیز کچھ جواہرات و مرصع آلات نظرِ عالی سے گزارے ۔

جشنِ تلادان قمری ۱۰۵۴ھ

بتاریخ ۱۷ خورداد ۳۰ ربیع‌الاول ۱۰۵۴ھ مطابق ۷ جون ۱۶۴۴ء جمعرات کے دن ظلِ سبحانی کی عمر کا ۵۵ واں قمری سال شروع ہوا ۔ جشنِ تلادان تمام لوازم اور کمال زیب و زینت سے منعقد کیا گیا ۔ اتنی داد و دہش ہوئی کہ شرح و بیان سے زیادہ اور قلم کے احاطے سے باہر ہے ۔ اس مبارک تاریخ پر شاہزادہ مراد بخش کو ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر بارہ ہزاری ذات نو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ زاہد خان کو دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ قطب الملک کے ملازم محمد ناصر کو خلعت ، گھوڑا اور آٹھ ہزار روپے عنایت کرکے گولکنڈہ کی طرف رخصت کیا ۔ اُس کے ہاتھ قطب الملک کے واسطے خلعتِ خاصہ اور مرصع طرہ روانہ فرمایا ۔

فقیروں درویشوں کے فیضِ صحبت سے شاہزادۂ عالمیان اورنگ زیب بہادر نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیوی شان و شوکت ترک کرکے گوشۂ عزلت میں عبادت کریں ۔ شفقتِ روحانی کے سبب بادشاہ سلامت کو یہ بات پسند تو نہ آئی تاہم کچھ عرصے کے لیے اُس شہسوارِ میدانِ معرفت کو منصب سے برطرف کرکے دکن کی صوبے داری خان دوراں کے سپرد کر دی ۔ ترقی دے کر ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنج ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ ایک کروڑ دام (ڈھائی لاکھ روپے) بھی عطا کیے ۔ حکم فرمایا کہ مالوے سے دکن پہنچ کر پرتھی راج راٹھور کو دولت آباد کی قلعداری پر اور شیو رام کور کو قلعۂ آسیر کی نگہبانی پر متعین کرو ۔

۶ ربیع‌الثانی (۱۲ جون ۱۶۴۴ء) کو نواب جہاں آرا بیگم کے تلادان کی تاریخ آئی ۔ حضرت نے اس گوہر بحر سلطنت کو سونے میں تلوا کر (یہ خصوصیت الٰہی کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے) سارا سونا فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کروا دیا ۔ اب اُن کے زخم بالکل بھر گئے تھے لہٰذا حضرت کے حکم سے شادی و مبارک باد کے نقارے اور گورکے کھڑکنے لگے ۔ صدقے کے بہطور مسکینوں محتاجوں کو بڑی رقم خیرات کی گئی ۔ میرزا عیسٰی ترخان کو ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر پنج ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا فرمایا ۔ خلعت اور طلائی زین کا گھوڑا عنایت کر کے الہ آباد کو روانہ کیا ۔

بتاریخ ۲۶ ربیع‌الثانی (۲ جولائی ۱۶۴۴ء) شاہزادہ مراد بخش کو خلعت، کچھ مرصع آلات اور طلائی ساز والے دو گھوڑے عنایت کرکے ملتان کو رخصت کیا ۔ سردار خاں کو مالوے کی صوبے داری پر سرفراز کرکے خلعت ، جمدھر مرصع اور چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ جنیر کی قلعہ داری پر سپہدار خاں مامور تھا ، اس کا انتقال ہوگیا ، لہٰذا اس خدمت پر لشکر خاں کو سربلند کیا ۔ شاہزادہ بلند اقبال کی سفارش سے اللہ ویردی خاں کی خطا معاف فرما کر اُسے سابقہ منصب پر بحال کیا ۔ بُستَ کا قلعدار عزیزاللہ خاں احلِ طبعی سے فوت ہوگیا ۔ پردل خاں کو اس کی جگہ قلعدار مقرر فرمایا ۔ پردل خاں کی خدمت یعنی قلعداریِ زمینداور خانہ زاد خاں کے سپرد ہوئی ۔ جہاں آرا بیگم صاحب کی بیاری کے سبب حضرت کی طبیعت مکدر رہی تھی لہٰذا ۲۵ تاریخ کو (یکم جولائی ۱۶۴۴ء) ظل سبحانی شاہزادی کو ہمرکاب لے کر شاہزادۂ بلند اقبال کی حویلی میں تشریف لے گئے جو دریائے جمنا کے کنارے نہایت زیب و زینت سے تیار ہوئی تھی ۔ کچھ عرصہ وہیں قیام رہا ۔ ۲۹ ربیع‌الثانی (۵ جولائی ۱۶۴۴ء) کو صوبہ بہار میں پرگنۂ بھوج پور ذوالفقار خاں کی جاگیر میں مرحمت کرکے اُسے ادھر روانہ فرمایا ۔

امر سنگھ راٹھور کے ہاتھ سے صلابت خان میر بخشی کا مارا جانا ، امر سنگھ کا قتل ہونا

بتاریخ ۳۰ جمادی الاول (۳ اگست ۱۶۴۴ء) بدھ کی شام کو جب رات کی سیاہی نے ظلمت کا شامیانہ محفلِ عالم پر پھیلا دیا تھا ، ظل سبحانی تختِ سلطنت پر جلوہ گر تھے[۱] ۔ تختِ طاؤس کا رتبہ عرشِ اعظم کی برابری کررہا تھا ۔ زمین و آسمان حضرت کے نورِ جمال سے روشن تھے۔ بارگاہِ شاہی میں شمعوں کی روشنی انجمِ تاباں کے نور کو شرما رہی تھی ۔ اُمرائے نامدار ماہِ اوجِ سلطنت و سعادت کے گرد ہالے کی طرح حلقہ کیے ہوئے تھے ۔ ایسے مبارک وقت میں قضا و قدر کی نیرنگی نے عجب گل کھلایا بلکہ فتنہ اٹھایا ۔ یعنی صلابت خان میر بخشی نے راؤ امر سنگھ راٹھور کو جو کچھ عرصہ بیمار رہنے کے سبب حاضری سے محروم رہا تھا ، بارگاہِ شاہی میں پیش کرکے تختِ سلطنت کی بائیں طرف اُس کے درجے کے موافق مقررہ جگہ پر کھڑا کیا ۔ اُس بد فطرت بد عقل نے ، جو آغاز و انجام سے بے خبر تھا ، اجل رسیدوں کی طرح موت کو دعوت دی ۔ انتہائی خیرہ چشمی و بد عقلی کے سبب یکایک اپنی جگہ سے جھپٹا اور صلابت خان تک پہنچا جو زینے سے اُتر کر چہار شاخہ شمعدان کے پاس کھڑا ہوا کسی تحریر کو پڑھ رہا تھا ۔ اس بدبخت نے زہرآلود جمدھر اس تندی کے ساتھ صلابت خان کے سینے میں مارا کہ قبضے تک اُتر گیا ۔ وار اس زور کا تھا کہ خان موصوف کے دل میں جمدھر پیوست ہوگیا اور وہ نیک سیرت سردار فی الفور جہانِ فانی سے کوچ کرکے بہشتِ بریں میں جا پہنچا ۔ غرض اس کافر ملعون نے حضرت کے سامنے ایسی ناہنجار حرکت کی اور اپنی نحوست سے ایسے شاندار جوان کو جو حضرت کے فیضِ تربیت سے متعدد عمدہ خدمات انجام دے چکا تھا ، ایک لمحے میں نیست و نابود کر دیا ۔ حضرت کے اشارے

---

۱ ۔ مآثر الامرا جلد دوم طبع کلکتہ ص ۳۲۷ پر یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ شاہزادہ داراشکوہ کے محل میں ہوا جہاں بادشاہ سلامت اس وقت قیام پذیر تھے ۔

سے خلیل اللہ خاں اور ارجن کور اس کی طرف لپکے۔ پہلے خلیل اللہ خاں نے اُس پر تلوار چلائی ۔ اُس مردود نے اس رد و بدل میں دو مرتبہ ارجن کور پر جمدھر کا وار کیا ۔ اس بہادر نے دونوں مرتبہ وار کو ڈھال پر کاٹھ کر تلوار کے دو ہاتھ مارے اور اُس ملعون کا کام تمام کر دیا ۔ معاً چند گرز برداروں نے دائیں بائیں سے بڑھ کر اُس کا بدن پرزے پرزے کر ڈالا ۔

حضرت نے میر خاں میرِ توزک اور تلوک چند ناظرِ غسلخانہ کو حکم دیا کہ امر سنگھ کی لاش اس کے آدمیوں کے حوالے کردیں تاکہ وہ گھر لے جا کر اس کا کِریا کرم کریں ۔ یہ دونوں اس کی لاش اٹھا کر باہر نکلے تو امر سنگھ کے گیارہ عزیزوں نے یہ ماجرا سنا ۔ سنتے ہی بے تامل مرنے مارنے پر مستعد ہوگئے ۔ میر خاں اور تلوک چند دروازے میں بے خبر کھڑے تھے، اُن بدبختوں نے آتے ہی پے در پے وار کرکے دونوں کو ڈھیر کر دیا ۔ پھر پہرے داروں سے الجھ گئے ۔ اُن بہادروں نے زبانِ تیغ سے جواب دیا ۔ کچھ بدبخت مارے گئے ، کچھ رات کے اندھیرے میں جان بچا کر نکل گئے ۔گرز برداروں میں سے چھ آدمی مارے گئے ۔ چھ زخمی ہوئے ۔ بہرحال سب تحسین و آفریں کے مستحق ٹھہرے ۔ امر سنگھ کے کچھ نوکر اپنے اپنے گھروں میں تھے ، سبھوں نے باہم یہ صلاح کی کہ ارجن کور کے گھر پر حملہ کرو جو امر سنگھ کے احاطے سے متصل ہے اور اپنے آقا کے انتقام میں اُسے قتل کر دو ۔ بلو راٹھور جو پہلے ارجن کور کا معتبر نوکر تھا ، نیز بہار سنگھ جو ارجن کور کے باپ کا ملازم تھا ، دونوں اب بادشاہی ملازمت میں داخل ہو کر منصب دار ہو چکے تھے ۔ یہ بھی جان سے ہاتھ دھو کر اُن بدبختوں کے ساتھ شریک ہوگئے ۔

حضرت کو جوں ہی ان واقعات کی اطلاع ملی سید خان جہاں ، رشید خاں اور چند کارگزار سرداروں کو حکم دیا کہ ان مردودوں کے گھروں پر جا کر انھیں کیفرِ کردار تک پہنچاؤ ۔ یہ دلاور فی‌الفور اُن بدبختوں کے مکانات پر پہنچ کر تیغ زنی کرنے لگے۔ بالآخر ان برگشتہ بختوں کو، جن کے سر پر ادبار منڈلا رہا تھا اور قضا کھیل رہی تھی ، تہِ تیغ کر کے

واپس آ گئے ۔ اس ہنگامے میں سید عبدالرسول اپنے پانچ عزیزوں اور بھائیوں سمیت شہید ہوا ۔ بادشاہِ قدرداں نے بے گناہ مقتولوں کے پسماندگان پر نوازش فرمائی ۔ صلابت خاں کے چار سالہ لڑکے کو پانچ صدی ذات ، سو سوار کا منصب دیا ۔ میر خان میر توزک کا بیٹا نہایت کم عمر تھا ، اسے بھی مناسب منصب عطا کیا ۔ صلابت خاں کی جوانمرگی اور حسنِ خدمت کا خیال کرکے حضرت نے بہت افسوس کیا ۔ حکم فرمایا کہ تفتیش کی جائے کہ راؤ امر سنگھ راٹھور نے یہ حرکت کس لیے کی ۔ بجز اس کے کچھ نہ معلوم ہوا کہ منشیات کا عادی تھا اور مزاج میں سوداویت بڑھ گئی تھی ۔ عوام کی زبانوں پر یہ بات ہے کہ امر سنگھ کی جاگیر ناگور اور راؤکرن کے وطن بیکانیر کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں ۔ ایک مرتبہ جب امر سنگھ بارگاہِ والا میں حاضر تھا اور راؤکرن دکن میں تعینات تھا ، کسی بات پر دونوں کے نوکروں میں جھگڑا ہوگیا ۔ زبان سے گزر کر زبان تیغ تک نوبت پہنچی۔ اس ہنگامے میں امر سنگھ کے بعض کارگزار نوکر مارے گئے۔ اسے سخت ملال ہوا ۔ اپنے باقی ماندہ نوکروں کو لکھا کہ آدمی جمع کر کے راؤکرن کے نوکروں پر حملہ کرو اور بدلہ لو ۔ راؤکرن نے سب حال لکھ کر درخواست کی کہ حق و باطل کی تحقیق کے لیے یعنی سرحدوں کے تعین کے واسطے امین مقرر کیا جائے ۔ صلابت خاں نے یہ معاملہ ظلِ سبحانی سے عرض کرکے ایک ایماندار امین اس مقصد کے لیے متعین کر دیا ۔ عجب نہیں کہ امر سنگھ نے صلابت خاں کو رائے کرن کا حامیتی سمجھ کر یہ بیہودہ حرکت کی ہو ۔

سن ۱۸ جلوس

خدا کا شکر ہے کہ سترھواں سال جلوس جس میں بعض ناگوار امور پیش آئے ، ختم ہوا اور اٹھارواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ پروردگار اس بادشاہ کے بابرکت عہد کو چشم بد سے محفوظ رکھے ۔ یکم جمادی الثانی ۱۰۵۴ھ (۵ اگست ۱۶۴۴ء) بروز جمعہ اٹھارویں سالِ جلوس نے شروع ہو کر اہلِ عالم پر مسرت و شادمانی کے دروازے کھولے ۔ صلابت خاں

مرحوم کی جگہ اصالت خان خلعت پا کر میر بخشی مقرر ہوا ۔ خلیل اللہ خان نے پانچ صدی کے اضافے سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب اور بخشیِ دوم کے عہدے پر سرفرازی پائی جو اصالت خان کا عہدہ تھا ۔ گوپال سنگھ ولد راجا من روپ کو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ خلیل اللہ خان کی جگہ مراد کام نبیرۂ مرزا رستم صفوی کو قوش بیگی کا عہدہ ملا ۔ ارجن ولد راجا بیٹھل داس ترقی پا کر ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر سربلند ہوا ۔

۱۴ جمادی الثانی (۱۸ اگست ۱۶۴۴ء) کو ظلِ سبحانی شاہزادہ داراشکوہ کی حویلی سے قلعۂ معلیٰ میں تشریف لائے ۔ بہمن یار ولد آصف خان ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ عبداللہ خان کے بھتیجے ابوالبقا کو افتخار خان خطاب ملا اور میر خان مرحوم کی جگہ میر توزک مقرر کیا گیا ۔ عصائے مرصع عطا ہوا ۔ ۲۳ تاریخ (۲۷ اگست ۱۶۴۴ء) کو احمد خان نیازی نے ڈھائی ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سربلندی پائی ۔ اسے اور مہر شمس فوجدار پٹن کو نقارے عطا فرمائے ۔ ۲۹ اگست کو صوبۂ ملتان کے واقعات سے معلوم ہوا کہ مبارز خان روہیلہ فوجدار دیپال پور چھت گر پڑنے سے ہلاک ہو گیا ۔ انھی دنوں نذر محمد خان کا منشی حسن بیگ رفیع بلخ سے حاضرِ بارگاہ ہوا ۔ خلعت اور تین ہزار روپے پا کر ملازمانِ شاہی کی فہرست میں شامل ہوا ۔ اللہ ویردی خان کو برار کی صوبے داری ملی ۔ ایلچ پور کے مضافات میں جاگیر عطا ہوئی ۔ پانچ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔ گوردھن راٹھور جو راجا گج سنگھ کا کارگذار آدمی ہے ، آسیر کی قلعداری پر مامور ہوا ۔

سلطان سپہر شکوہ کی ولادت

خالقِ عالم کے لطف و کرم سے شاہزادہ داراشکوہ کے حرم میں سلطان پرویز کی صاحبزادی کے بطن سے بتاریخ ۱۱ شعبان ۱۰۵۴ھ (۱۳ اکتوبر ۱۶۴۴ء) ایک شاہزادہ پیدا ہوا ۔ اس نونہالِ سلطنت کی ولادت سے حرم سرا

مرکز نور بن گئی ۔ شادمانی کے نقارے بجے اور زمین و آسمان کو زینت حاصل ہوئی ۔ شاہزادۂ بلند اقبال نے حسب دستور ہزار اشرفیوں کی ندر پیش کرکے حضرت سے التماس کی کہ نام تجویز فرمائیے ۔ آپ نے سپہر شکوہ نام رکھا اور شاہزادۂ والا جاہ کو جشن ولادت منعقد کرنے کے لیے دو لاکھ روپے عنایت کیے ۔

بعض ملکی امور کے سرانجام کے واسطے خان دوران بہادر کو فرمان طلب بھیجا گیا تھا ۔ ۱۶ شعبان (۱۸ اکتوبر ۱۶۴۴ء) کو راجہ جے سنگھ کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے وطن سے دکن پہنچو اور جب تک خان دوران بہادر واپس نہ آئے، وہاں کا انتظام سنبھالو ۔ ۲۰ تاریخ (۲۲ اکتوبر ۱۶۴۴ء) کو دولت خان ولد الفت خان جسے ناگور کا علاقہ جاگیر میں عطا ہوا تھا اُدھر روانہ ہوا ۔ چھ ہاتھی جو شائستہ خان نے الہ آباد سے بھیجے تھے، حضرت نے ملاحظہ فرمائے ۔ بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۶۴۴ء میرزا ابراہیم صفدر خانی جو حرمین شریفین کے مستحق لوگوں میں ایک لاکھ روپے تقسیم کرکے واپس آیا تھا، بارگاہ والا میں حاضر ہوا ۔ جب امام قلی خان بخارا سے حج و زیارت کے لیے روانہ ہوا تھا تو اس کے بھائی نذر محمد خان نے اُس کے ساتھ بے مروتی کی تھی ۔ سامان سفر پر قبضہ کرکے بے سروسامانی کے ساتھ اُسے چلتا کر دیا تھا ۔ یہ تمام واقعات حضرت نے سنے اور از راہ مروت میرزا ابراہیم کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب حجاز میں پہنچو تو امام قلی خان کو ایک لاکھ روپے دے دینا ۔ ابراہیم کے پہنچنے سے پہلے ہی امام قلی خان نے مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ ابراہیم نے اس رقم میں سے ۳۴ سرخ وزن کا ایک امرودی موتی بہ قیمت تیس ہزار روپے علی پاشا حاکم لحسا سے خرید لیا جو خوش نصیبی کی بدولت حرمین شریفین کا مجاور بن گیا ہے ۔ چند گھوڑے بھی خریدے ۔ یہ سب چیزیں حضرت کو پسند آئیں ۔

مذکورہ بالا مروارید سرپیچ خاصہ کی موتیوں کی لڑی میں شامل ہوا جسے حضرت جشن کے دنوں میں زیب سر فرماتے ہیں ۔ یہ بے مثل و بے نظیر سرپیچ، جسے دیکھ کر اہل عالم کی عقل حیران رہ جاتی اور دل

بے تاب ہو جاتا ہے ، پانچ لعلوں اور پچیس موتیوں سے مرصع ہے - یہ سب جواہرات اتنے خوش رنگ ، شفاف اور بے عیب ہیں کہ ابر نیساں اور آفتاب عالمتاب نے ان کی نظیر نہیں پیدا کی - درمیانی لعل کو جو آب و تاب میں مہر تاباں سے سوا ہے ، انمول کہنا چاہیے - البتہ جوہریوں کا اندازہ ہے کہ بارہ ٹانک وزن کا یہ لعل شب چراغ دو لاکھ روپے کا ہے - مُبصّر جوہریوں کے نزدیک کامل عیار لعل وہ ہے جس میں چار صفتیں ہوں - ایک تو یہ کہ اس کی سرخی ہلکی نہ ہو بلکہ سیاہی مائل ہو جیسے میر رنگ کہتے ہیں - شفتالو جیسی سرخی والا لعل کمرنگ کہلاتا ہے - دوسرے یہ کہ شفاف اور بے رگ ہو - تیسرے خوش تراش ہو - چوتھے بڑا ہو - یہ لعل بے بہا جس کی رنگینی و درخشانی آفتاب تاباں پر آنکھ مارتی ہے ، چاروں صفات رکھتا ہے - سرپیچ کے لعل اور موتی عدن کے موتیوں میں منتخب اور عقیق یمنی بلکہ یاقوت رمانی کا دل خون کرتے ہیں - ان کی آبداری و شادابی کو دیکھ کر بحر عمان کے موتی اشک ندامت بہاتے ہیں اور بوقت نظارہ آنکھیں خیرہ رہ جاتی ہیں - قلم ان کی آبداری کی تعریف خواہ کتنی ہی لکھے اُسے نقش برآب سے زیادہ حیثیت حاصل نہ ہوگی - موتیوں کا ہر دانہ وزن میں چار ماشے ہے - سرپیچ کی قیمت کا تخمینہ بیس لاکھ روپے ہے - جواہر خانے میں ایک بیش بہا تسبیح بھی ہے جس میں پانچ لعل اور تیس موتی ہیں - آٹھ لاکھ روپے کی ہے - شاہی جواہر خانے کی کیفیت کیا لکھی جائے - شاہزادوں اور بیگمات کو دو کروڑ روپے کے جواہرات دیے جا چکے ہیں - جواہرات خاصہ جو حضرت کی پوشاک کی زینت یا جواہر خانے میں جمع ہیں پانچ کروڑ روپے کے ہیں - دو کروڑ روپے کے جواہرات بالعموم زیب تن فرمانے رہتے ہیں - تین کروڑ روپے کے نگینے تحویل داروں کی تحویل میں ہیں -

جہاں آرا بیگم صاحب کا جشن صحت

ہزار ہزار شکر کہ شافی مطلق کے فضل و کرم اور حکیم علی الاطلاق کی عنایت سے زبدۂ معصومات ، ملکۂ حور صفات جہاں آرا بیگم صاحب کو ،

جن کی ذاتِ بابرکت اہلِ عالم کے لیے باعثِ فیض ہے ، شفائے کامل نصیب ہوئی ۔ جو لوگ مژدۂ صحت سننے کے لیے منتظر تھے ، وہ ظلِ سبحانی کے جود و کرم سے بہرہ مند ہوئے ۔ دنیا والوں پر عیش و عشرت کے دروازے کھل گئے ۔ فراغِ خاطر اور فرطِ مسرت کے سبب روئے زمین پر شادمانی و کامرانی کا رنگ چھا گیا ۔ خیرخواہوں کی مراد کے مطابق دولت خانۂ شاہی میں خوش دلی کی بساط بچھ گئی ۔ بادۂ عشرت کے نشے سے ہر شخص پر سرور طاری ہوگیا ۔ مختصر یہ کہ قصرِ شاہی میں ایسی بہشت منظر محفل منعقد ہوئی کہ دیکھنے والے حیران ہوگئے ۔ در و دیوار پر رنگارنگ پارچات جو لپیٹے گئے تو صحنِ گلشن کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا ۔ اس مسرت افزا تاریخ پر ظلِ سبحانی نے اس مرصع تخت پر جلوس فرمایا جس کے سامنے ایران کے قدیم بادشاہوں کے تخت کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ جہاں آرا بیگم صاحب کی شفایابی کے شکرانے میں حضرت نے داد و دہش کا دروازہ کھول دیا ۔ آپ کی عنایاتِ خاص اور لطفِ عام سے خواص و عوام نے دلی مرادیں پائیں ۔ شاہزادوں اور عالی مرتبت امرا نے مراسمِ تہنیت بجا لا کر دعا و ثنا کے فرائض انجام دیے ۔ پارساؤں، پرہیزگاروں، محتاجوں اور مسکینوں نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں زندگی اور اقبال کی ترقی کے لیے دعائیں مانگیں ۔ شادیانے کی نوبت اس زور سے کھڑکی کہ چھوٹے بڑے سب کے دل شاد ہوگئے ۔ سازندوں نے ساز ملائے اور اربابِ نشاط نے ایسے گانے گائے کہ آسمان بھی وجد میں آ گیا ۔

نشاط و طرب کا ز بس جوش تھا
جہاں فرطِ مستی سے مدہوش تھا

سئے عیش سے مست عالم ہوا
خوشی چھا گئی ، ہرطرف عم ہوا

۵ شوال (۵ دسمبر ۱۶۴۴ء) کو وہ حور شمائل شاہزادی اپنی کوشک سے جو دولت خانے کے مُتصل ہے ، آٹھ ماہ آٹھ روز بعد اٹھ کر والدِ بزرگوار کی کورنش کے لیے حاضر ہوئیں ۔ بادشاہِ دیں پناہ نے خدا کا شکر

ادا کرنے کے بعد لعل ، یاقوت ، زمرد ، موتی ، روپے اور اشرفیاں اس عفت سرشت خاتون کے سر پر نچھاور کیے ۔ مزید آٹھ دن تک جشن قائم رہا اور حضرت اسی طریقے سے دولت بکھیرتے رہے ۔ ستر ہزار روپے نچھاور میں صرف ہوئے ۔ چونکہ ان حور سرشت سے جو چہلوٹی کی بیٹی ہیں ، حضرت کو کمال الفت ہے لہٰذا پہلے دن پانچ لاکھ روپے قیمت کے ۱۲۹ ناسفتہ موتی دست بند بنوانے کے لیے اس گوہر تاج سلطنت کو عطا فرمائے ۔ دوسرے دن ایک عدد سربند جس میں گوہر شاہوار کے آویزے میں ایک بڑا ہیرا جڑا ہوا تھا اور ایک لاکھ روپے قیمت کا تھا ، عنایت فرمایا ۔ باقی دنوں میں چار لاکھ روپے کے مرصع آلات مرحمت ہوئے ۔ بندرگاہ سورت جس کا سالانہ حاصل پانچ لاکھ روپے ہے ، انعام کے طور شاہزادی کو مرحمت فرمایا ۔ آٹھ روز کی مدت میں شاہزادوں ، بیگمات ، امرا اور خدمت گاروں کو نقد انعام ، مختلف اشیا اور ہاتھی گھوڑے جو عنایت کیے ان کی مجموعی قیمت دس لاکھ روپے ہے ۔ یکم ربیع الاول (۸ مئی ۱۶۴۴ء) سے آج تک فقیروں محتاجوں کو جو کچھ خیرات ہوا اس کا شمار دو لاکھ روپے ہے ۔ غرض ہر شخص نے دلی مرادیں پائیں ۔

بارگاہ خاص و عام میں سب سے پہلے بڑے شاہزادے داراشکوہ کو خلعت خاصہ ، زردوزی نادری ، دو لاکھ روپے کا سرپیچ جس میں دو بیش قیمت موتی اور ایک لعل جڑے ہوئے تھے ، نیز دو لاکھ روپے نقد مرحمت کرکے سرفراز فرمایا ۔ پھر جہاں آرا بیگم صاحب کی التماس کے بموجب کمال شفقت و قدردانی سے شاہزادۂ والا جاہ اورنگ زیب بہادر کو، جو حضرت کی ناخوشی کے سبب کچھ مدت گوشۂ عزلت میں رہے ، خلعت خاصہ مع زردوزی نادری عطا فرمایا ۔ دو بیش قیمت دانۂ مروارید اور ایک لعل کا سرپیچ عنایت کیا ۔ پندرہ ہزاری ذات دس ہزار سوار ، چھ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر بدستور سابق سرفرازی بخشی ۔ شاہزادہ شجاع صوبہ دار بنگال اور شاہزادہ مراد صوبہ دار ملتان کو خلعت خاصہ ، زردوزی نادری اور ہیرے یاقوت کے مرصع سرپیچ روانہ کیے ۔

دارا شکوہ کے فرزند ارجمند سلیمان شکوہ کو مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ اور خلعت ، اور اورنگ زیب بہادر کے بڑے بیٹے محمد سلطان کو خلعت اور سرپیچ مرصع عطا فرمایا ۔ سید خان جہاں بارہہ ، اسلام خان ، صدرالصدور سید جلال ، اعظم خان اور جعفر خان کو خلعت اور طلائی ساز والا گھوڑا مرحمت کیا ۔ راجا بٹھل داس کو خلعت، طلا کار زین کا گھوڑا اور پنج ہزاری ذات ساڑھے تین ہزار سوار کا منصب ملا ۔ سعداللہ خان نے خلعت اور ڈھائی ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب سے سربلندی حاصل کی ۔

فیروز خان خواجہ سرانے خلعت ، علم اور تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب سے سربلندی پائی ۔ زاہد خان کوکہ خلعت ، مرصع جمدھر، ہاتھی ، علم اور دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب سے کامیاب ہوا ۔ لہراسپ خان کو خلعت اور دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب ملا ۔ مراد کام صفوی نے خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب پایا ۔ حکیم داؤد کو خلعت ، طلائی زین کا گھوڑا ، ہاتھی ، پانچ سو تولے سونے کا ٹھیپا اور اسی وزن کا نقرئی ٹھیپا عنایت ہوئے ۔ دو ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب ملا ۔ یکہ تاز خان کو خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا ، کرم‌اللہ ولد علی مردان خان کو خلعت اور ہزاری ذات ہزار سوار کا ، روپ سنگھ راٹھور کو خلعت اور ہزاری ذات سات سو سوار کا ، سجان سنگھ سیسودیہ کو خلعت اور ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ قاضی محمد اسلم خلعت اور ہزاری ذات پچاس سوار کے اور فراش خان خلعت اور ہزاری ذات ڈیڑھ سو سوار کے منصب سے ممتاز ہوئے ۔ حکیم مومنا کو تیس ہزار روپے سالیانہ ملتا تھا ، اس تقریب پر خلعت اور ہزاری ذات پچاس سوار کے منصب نیز پانچ ہزار روپے انعام سے کامیاب ہوا ۔ حکیم مسیح‌الزمان کا سالیانہ پچاس ہزار روپے تھا ، اس میں دس ہزار روپے کا اضافہ کیا گیا ۔ دس ہزار روپے بطور انعام مرحمت ہوئے ۔ حکیم حاذق چالیس ہزار روپے کا سالیانہ پاتا تھا ، اس میں دس ہزار روپے کا اضافہ ہوا ۔ دوسرے ملازمین

کو بھی ایک ہزار خلعت تقسیم ہوئے۔ حاجی محمد جان قدسی اور دیگر شعرا کو نیز سازندوں ، گویوں وغیرہ کو بیش بہا انعامات اور طرح طرح کی عنایات سے نوازا گیا۔ احسان و کرم اور زیب و زینت کا ہنگامہ اس شان سے برپا ہوا کہ جشن جلوس مبارک کے بعد ایسی بزم عیش و طرب دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ شان و شکوہ ، انعام و اکرام اور داد و دہش کی تفصیل تقریر و تحریر کے دائرے سے باہر ہے لہٰذا اس دعا پر ختم کلام کرتا ہوں کہ شاہِ عالم پناہ جن کی ذات سے دنیا کا چین آرام وابستہ ہے، ہمیشہ خوش و خرم رہیں اور یہ دودمانِ عالی شان تا قیامت برقرار رہے !

یہاں کچھ حالات ماوراءالنہر کے بھی رقم کیے جاتے ہیں۔ نذر محمد خان والیِ بلخ نے کھمرود اور اس کا نواحی علاقہ جو یلنگتوش کی جاگیر تھا ، بلا وجہ اس کے نام سے کاٹ کر اپنے بیٹے سبحان قلی کے نام کر دیا۔ سبحان قلی کے اتالیق تردی علی قطغا کو اس جاگیر کا انتظام سپرد کیا۔ اس کوتاہ اندیش نے بدعقلی کے سبب یہ سوچا کہ اگلے ہاتھوں قندھار اور کابل کے پرگنوں پر ، جو کھمرود سے متصل ہیں ، ہاتھ صاف کرو۔ المختصر پہلے تو زمینداور کے بلوچ قبیلوں کو لوٹا ، واپسی میں سنگ بارہ کے قبائلیوں کو، جو دریائے ہیرمند کے کنارے مقیم تھے ، تاراج کیا۔ پھر بامیان سے بیس کوس کے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ موقع ملے تو بامیان کے دیہات کو غارت کرے۔ علی مردان خان صوبے دار کو ان باتوں کی اطلاع ملی ، اس نے خلیل بیگ تھانہ‌دارِ غوربند اور اسحٰق بیگ بخشی صوبۂ کابل کو منصب داروں اور احدیوں کی جماعت کے ساتھ نیز اپنے غلام فرہاد کو کچھ سپاہی دے کر بتاریخ ۲۱ شعبان (۲۳ اکتوبر ۱۶۴۴ء) تردی علی کی طرف بڑھایا۔ یہ لوگ تیزی سے منزلیں طے کر کے ۲۶ شعبان (۲۸ اکتوبر ۱۶۴۴ء) کی صبح کو ازبکوں کی لشکرگاہ پر جا پڑے۔ تردی علی نے خفیف سی کوشش کے بعد راہِ فرار اختیار کی۔ بے اختیار و بیتاب ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے عزیزوں اور رفیقوں کے ساتھ لوک دم بھاگا۔ اس کے ۱۶۰ ساتھی قتل ہوئے۔ ایس آر، جن میں سے کچھ اس کے رشتے دار بھی تھے ، قید میں آئے۔ بیوی بھی گرفتار ہوئی۔

سارا سامان فوج شاہی نے ضبط کیا ۔ بے شمار گھوڑے ، اونٹ ، بھیڑ بکریاں شاہی شیروں نے مال غنیمت کے بطور سمیٹ لیں ۔ آگرے میں جشن کا ہنگامہ برپا تھا کہ اس فتح کی خوشخبری وصول ہوئی ۔

بتاریخ ۱۷ شوال ۱۰۵۴ھ (۱۷ دسمبر ۱۶۴۴ء) عبداللہ خاں فیروز جنگ نے ستر سال سے زیادہ عمر پا کر عالم جاودانی کی راہ لی ۔ جہاں آرا بیگم صاحب کی تکلیف کے سبب جہاں پناہ نے اس طولانی مدت میں سیر و شکار سے جی نہ بہلایا تھا بلکہ قلعے سے باہر ہی نہ نکلے تھے ، اب جو اس حور شمائل خاتون نے شفا پائی تو حضرت کی طبیعت مطمئن ہوئی ۔ چنانچہ بتاریخ ۲۰ شوال (۲۰ دسمبر ۱۶۴۴ء) شکار گاہ باری کی طرف روانہ ہوئے ۔ دولت و اقبال کو جلو میں لیے پانچ روز بعد وہاں پہنچے ۔ تین دن میں پچاس نیل گائیں اور بہت سے ہرن شکار کرکے آگرے واپس آئے ۔ ۱۲ ذیقعدہ (۱۰ جنوری ۱۶۴۵ء) کو رائے سنگھ ولد راؤ امر سنگھ وطن سے واپس آ کر حاضر بارگاہ ہوا ۔ ظل سبحانی کی بارگاہ میں باپ کے جرم کا بیٹے سے مواخذہ نہیں کیا جاتا ، حضرت نے رحم و عنایت کے تقاضے سے جو مراحم پروردگار کی طرح عام ہے ، اُس کے باپ کی تقصیر سے چشم پوشی فرمائی ۔ ہزاری ذات ، سات سو سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ ۱۴ ذیقعدہ (۱۲ جنوری ۱۶۴۵ء) کو طلائی زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت نے شاہزادۂ بلند اقبال کی بوستان سرا کی راہ لی اور وہاں تشریف فرما ہو کر اُسے چرخ چہارم کا ہمپایہ کر دیا ۔ شاہزادہ سپہرشکوہ کی رونمائی میں بیش قیمت موتیوں کی تسبیح عطا فرمائی جس میں پانچ قیمتی لعل شامل تھے ۔ شاہزادے کی پیشکش میں سے حضرت نے ایک لاکھ روپے کی چیزیں قبول فرمائیں ۔ آپ کے ایما سے شاہزادے (دارا شکوہ) نے اسلام خاں کو خلعت و چارقب عنایت کیا ۔ صدرالصدور سید جلال ، جعفر خاں اور راجا بیٹھل داس کو خلعت اور فرجی عنایت ہوئیں ۔ چالیس امیروں کو صرف خلعت ملے ۔ باقی کو ارگجہ اور پان سے سرفراز کیا ۔ ۲۲ ذیقعدہ (۲۰ جنوری ۱۶۴۵ء) کو حضرت کے حسب الحکم علی مردان خاں امیرالامرا کابل سے حاضر بارگاہ ہوا ۔ تردی علی قطغا کے انیس رشتہ دار اور

رفیق جو قید ہوئے تھے ، انھیں نظرِ عالی سے گزارا ۔ آپ نے انھیں سید خان جہاں کے سپرد کیا کہ گوالیار کے قلعے میں رکھے جائیں ۔

جشنِ تلادان شمسی ۱۰۵۴ھ (۱۶۴۵ء)

۴ بہمن ۲۴ ذیقعدہ ۱۰۵۴ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۶۴۵ء پیر کے دن حضرت کی عمرِ گرامی کے ۵۴ویں شمسی سال کا جشنِ تلادان منعقد ہوا ۔ ہنگامۂ عیش و مسرت سے جہانِ کہنہ نے نئی رونق پائی ۔ داد و دہش اور فیض و بخشش کا بازار ایسا گرم ہوا کہ ہر شخص نے دلی مرادیں پائیں ۔ اس جشن کا اہتمام جناب بیگم صاحب کے سپرد تھا جنھوں نے نہایت تکلف و آرائش سے اس کا سر انجام کیا ۔ ایک لاکھ روپے کے جواہرات و مرصع آلات نذر کیے اور امرائے نامدار کو خلعت سے سرفرازی بخشی ۔ سعداللہ خان نے پانچ صدی ذات کے اضافے سے تین ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر ، زبردست خاں نے دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ، بہرام خاں نبیرۂ خان اعظم کوکلتاش نے ہزاری ذات نو سو سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ ضحاک اور بامیان کا تھانے دار خلیل بیگ ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، اور شافی ولد سیف خاں ہزاری ذات ، ساڑھے تین سو سوار ، کے منصب پر سربلند ہوئے ۔ شاہی لشکر کے مفتی سید احمد سعید کو سفرِ حج کی اجازت دے کر چار ہزار روپے عطا فرمائے ۔ جہاں آرا بیگم صاحب کی صحت یابی کے واسطے حضرت نے پانچ لاکھ روپے کی منت مانی تھی ، اُن میں سے پچاس ہزار روپے کا سامان شریف مکہ کے لیے ، اتنی ہی رقم وہاں کے محتاجوں کے لیے اور مزید پچاس ہزار روپے مدینہ منورہ کے درویشوں اور فقرا کے واسطے سید موصوف کے ہاتھ ارسال کیے ۔ بیگم صاحب کی شفایابی پر اُن کی حسب فرمائش ایک مرصع قندیل تیار کی گئی تھی کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ منور پر روشن ہوا کرے گی ، وہ بھی ہمراہ کی ۔

کوکبۂ شاہی کی لاہور و کشمیر کو روانگی

سن ۱۸ جلوس ۲۶ ذیقعدہ ۱۰۵۴ھ (۲۴ جنوری ۱۶۴۵ء) بلدہ کے دن مبارک ساعت میں حضرت کی سواری لاہور کی جانب روانہ ہوئی - پہلا پڑاؤ نور باری کی منزل میں ہوا - باقی خاں کو جو معتمد نوکر ہے ، قلعۂ آگرہ کی حراست پر مامور کیا - یہاں سے بوستاں سرا میں اور وہاں سے فتح پور سیکری میں خیمہ زن ہوئے - ایک پڑاؤ کر کے روپ باس میں منزل کی - صوبۂ اکبر آباد کی حکومت شیخ فرید ولد قطب الدین خان کے سپرد ہوئی تھی ، سید خان جہاں کو حکم ہوا کہ شیخ فرید کے پہنچنے تک تم یہ خدمت سنبھالو ، جب وہ آ جائے تو اُس کے حوالے کرکے بارگاہِ والا میں حاضر ہو جانا - صوبۂ آگرہ کی دیوانی رائے کاشی داس کو اور فوجداری آگاہ خاں کو تفویض ہوئی - رشید خاں کو خلعت اور گھوڑا دے کر دکن روانہ کیا - حضرت کے سفر کا پروگرام یہ تھا کہ جہاں آرا بیگم صاحب کی صحت یابی کی خوشی میں پہلے زبدۃالواصلین حضرت خواجہ معین‌الدین چشتی کے مزارِ منور پر حاضری دیں گے بعد ازاں پنجاب کو روانہ ہوں گے - لیکن آغازِ سفر ہی میں یہ صورت ہوئی کہ جھٹکوں کے سبب بیگم صاحب کے زخموں کے انگور پھٹ گئے - بادشاہِ حقیقت شناس نے سوچا کہ ہوا کی حرارت کے سبب کہیں مادہ جوش میں نہ آ جائے اور عارضہ دوبارہ لاحق نہ ہو جائے ، اس خیال سے اجمیر شریف کی زیارت کو ملتوی کر کے روپ باس سے لاہور کا رخ کیا - متھرا پہنچ کر فیصلہ کیا کہ یہاں سے کشتی میں سفر کریں گے - سہارن پور تک کا سفر یوں ہی طے کیا -

اس اثنا میں محمد علی فوحدارِ حصار نے ہامون نام ایک بے نوا بے سر و پا فقیر کو پیش کر کے عرض کیا کہ یہ شخص دوا دارو بالخصوص مرہم تیار کرنے میں کامل ہے - طالع کی کارسازی دیکھیے کہ اس کے دیے ہوئے مرہم سے بیگم صاحب کے زخم بہت جلد مندمل ہو گئے یعنی تین روز کے عرصے میں تمام زخم بھر آئے - آٹھ روز بعد کہ دہلی میں

قیام تھا ، اس ہفت مآب کو شفائے کامل حاصل ہوئی ۔ حضرت کو نہایت شادمانی میسر آئی ۔ بے نوا فقیر کو جو ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج تھا ، بلوا کر چاندی میں تلوا دیا ۔ خلعت ، ہاتھی اور گھوڑا مرحمت کرنے کے علاوہ مرصع آلات عطا فرمائے ۔ غرض اتنا کچھ دیا کہ باقی عمر کے لیے غنی کر دیا ۔ اس سے پہلے مشہور عالم ہندو و مسلمان اور فرنگی جراحوں نے جو اپنے تئیں استادِ کامل سمجھتے تھے ، طرح طرح کے مرہم تیار کرکے دیے تھے لیکن کوئی مفید نہ ہوا ۔ لیکن دو اشخاص یعنی عارف اور ہامون فقیر کے مرہموں سے فائدہ ہوا ۔ طالع کی یاوری سے دولتِ جاوید حاصل کی ۔

۲۳ [ذی الحجہ] ۲۰ فروری ۱۶۴۵ء کو خاقانِ آفاق نے قلعۂ شاہجہان آباد کے نزدیک جو ابھی دنوں تعمیر ہونا شروع ہوا تھا ، قیام کیا ۔ عمارتوں کے معائنے کے لیے تشریف لے گئے ۔ معماروں وغیرہ کو پانچ ہزار روپے انعام میں دیے ۔ مہندسوں کے تیار کردہ نقشوں میں اپنی طبعِ رسا کے زور سے نہایت عمدہ تصرفات کرکے مکرمت خاں صوبے دار کو ہدائتیں دیں ۔ ۲۵ تاریخ (۲۲ فروری ۱۶۴۵ء) کو اسلام خان کو حکم دیا کہ تم لشکر شاہی کو لے کر بڑھو ۔ خود بدولت چند معتمد امرا کو ہمرکاب لیے شکار گاہ پالم کو روانہ ہوئے ۔ ۲۹ ذی الحجہ (۲۶ فروری ۱۶۴۵ء) کو یہاں سے گوہر تاج سلطنت شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو *خلعتِ خاصہ ، نادری ، میناکار طلائی زین اور ساز والے دو گھوڑے ، نقرئی ساز کا ہاتھی اور ہتھنی عنایت کر کے اور اُن کے بیٹوں محمد سلطان اور محمد معظم کو دو ہاتھی دے کر گجرات کی صوبے داری پر رخصت فرمایا ۔ امیرالامرا علی مردان خان کی پیشکش میں سے ایک لاکھ روپے کی چیزیں قبول ہوئیں ۔ حضرت نے خلعتِ خاصہ مع نادری ، مرصع تلوار اور طلائی ساز کے دو گھوڑے دے کر کابل کو رخصت کیا ۔ دکن کے تعیناتیوں میں سے عبدالرحمان ولد رکن الدین روہیلہ کو ڈیڑھ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ پالم کی شکار گاہ میں چار روز قیام کر کے آپ نے تفنگِ خاصہ یعنی خاص بانِ سے ۵۲ نیل گائیں ، بہت سے ہرن اور تین شیر شکار کیے ۔

پھر بڑی سڑک کے راستے لشکرِ شاہی سے جا ملے - علی مردان خاں کا داماد حسین بیگ خلعت ، مرصع عصا اور ترقی پا کر میرتوزک مقرر ہوا - نقیب خاں کا بھتیجا جاں سپار خاں فوجدارِ مند سور انھی دنوں فوت ہوا - آپ نے جانباز خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر اس کی جگہ مامور کیا - ۱۸ [محرم] ۱۰۵۵ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۵ء) کو حضرت سرہند کے نشیمن میں جلوہ فرما ہوئے - شاہزادی جہاں آرا بیگم صاحب نے دوسری بار غسلِ صحت فرمایا تھا اس لیے تین روز یہاں ٹھہر کر ایک ہزار اشرفیاں اور پانچ ہزار روپے سرہند کے محتاجوں کو تقسیم کیے -

جشن نو روز

بتاریخ ۲۱ محرم ۱۰۵۵ھ (۱۹ مارچ ۱۶۴۵ء) پیر کے دن آفتاب کی تحویل برجِ حمل میں ہوئی - فصلِ بہار نے روئے زمین پر فرحت و انبساط کا دروازہ کھولا - جشنِ نوروزی جو سیم و زر اور لعل و گوہر سے زیب و زینت کا مرکز بنا ہوا تھا ، حضرت کی تشریف آوری سے اور آراستہ ہو گیا - تختِ طاؤس کا رتبہ آسمان سے زیادہ ٹھہرا - صفدر خاں قندھار سے آیا تھا لیکن بیماری کی شدت کے باعث حاضر ہونے سے معذور رہا - حضرت نے اس کی پیشکش ملاحظہ فرمائی جو ایرانی پارچات اور ۴۳ عراقی گھوڑوں پر مشتمل تھی - سرہند میں تین روز قیام کے بعد ۲۰ مارچ کو آگے روانہ ہوئے - یکم صفر (۲۹ مارچ ۱۶۴۵ء) کو سرائے امانت خاں میں مقام تھا کہ قلیج خاں صوبہ دارِ لاہور حاضرِ خدمت ہوا - چونکہ حضرت کو موضع پنوج کے پھولوں اور کشمیر کے سبزہ زاروں کی سیر کا بہت اشتیاق تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ دارالسلطنت لاہور میں داخل نہ ہوں گے - چنانچہ اگلے روز باغِ فیض بخش و فرح بخش (شالامار) میں مقام فرمایا جو آپ کے فیضِ قدوم سے رشکِ بہشت بن گیا - اگلے روز قلعہ لاہور میں دولت خانے اور اُن عمارتوں کے معائنے کے لیے تشریف لائے جو دریائے راوی کے کنارے تمام و کمال سنگِ مرمر سے بن رہی تھیں - بعض تصرفات جو طبعِ اقدس میں آئے ، مہتممِ تعمیرات کو سمجھا کر باغ میں واپس

آ گئے ۔ چونکہ پنجاب کی صوبے داری پر قلیج خاں مامور تھا لہٰذا کوہِ کانگڑہ کے دامن کی فوجداری اُس کے بھانجے خنجر خاں کے سپرد کی ۔ مہیش داس راٹھور قلعہ لاہور کی نگہداشت پر مقرر ہوا ۔ قاسم خاں میر بحر کا پوتا محمد قاسم ترقی پاکر ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب اور داروغگیِ توپ خانہ پر سرفراز ہوا ۔ شاہی لشکر کی کوتوالی بھی میر آتش کی تحویل میں ہوتی ہے لہٰذا یہ عہدہ بھی اُسی کو ملا ۔

بتاریخ ۶ صفر (۳ اپریل ۱۶۴۵ء) دولت و اقبال کو جلو میں لیے حضرت شالامار باغ سے کشمیر کو روانہ ہوئے ۔ ۱۰ صفر مطابق ۱۹ فروردین (۷ اپریل ۱۶۴۵ء) کو ایمن آباد میں خیمے تھے ۔ خان دوراں بہادر دکن سے آکر حاضرِ خدمت ہوا ۔ یہاں از راہِ لطف و کرم حکم فرمایا کہ سال بھر تک جمعے کی پیشکش حکیم داؤد کو ملا کرے ۔ علی مردان خاں جب آگرے سے رخصت ہوا تھا تو آپ نے ہدایت کی تھی کہ کابل پہنچتے ہی بدخشاں کے جتنے علاقے پر تصرف کرسکو کر لینا ۔ اگر یہ کام انجام نہ پا سکے تو اس مہم کا سامان تیار رکھنا ۔ جب مابدولت کابل میں تشریف لائیں گے تو کسی شاہزادے کو بھاری لشکر دے کر بلخ و بدخشاں کی تسخیر پر مامور کیا جائے گا ۔ اس قرارداد کے بموجب سید اصالت خاں میر بخشی کو خلعت ، مینا کار طلائی ڈاب والی تلوار اور سنہرے ساز کا گھوڑا عنایت کر کے منصبداروں ، احدیوں اور برقندازوں کی فوج دے کر کابل کو رخصت کیا ۔ ہدایت کی کہ کابل اور بدخشاں کے سرحدی قبیلوں اور چغتائیوں میں سے کارگزار جری آدمی بھرتی کرنا اور امیرالامرا کے مشورے سے ہر ایک کے واسطے منصب تجویز کر دینا ۔ باقی آدمیوں کو احدیوں کی فہرست میں رکھنا ۔ امیرالامرا (علی مردان خاں) کی صوابدید کے مطابق کوئی آسان سا راستہ اختیار کرنا ۔ بہت سے سنگتراش اور بیلدار آگے آگے بھیجنا تاکہ تنگ راستوں کو کشادہ کریں اور پل باندھتے جائیں ۔ امیرالامرا کے نام فرمان صادر ہوا کہ اگر اس سال موقع پاکر بدخشاں پر لشکرکشی کرو تو مابدولت کو اطلاع دینا تاکہ صوبہ پنجاب کی فوجیں اور بہادر خاں اپنی جاگیر سے روانہ ہو کر کمک

کے لیے پہنچیں -

بتاریخ ۱۱ صفر (۸ اپریل ۱۶۴۵ء) حسین بیگ کو حکم ہوا کہ موضع پنوج کا راستہ اور حیدر آباد کی گھاٹی کا برف صاف کرو - صف شکن خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار ، فراش خاں کو ہزاری ذات ، دو سو سوار ، قزلباش خاں قلعدار احمد نگر کو ہزاری ذات ہزار سوار، پانچ سو دو اسپہ سہ اسپہ ، مغل خاں کو ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار ، ازبک خاں کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار ، پانچ سو دو اسپہ سہ اسپہ ، پرتھی راج راٹھور قلعدار دولت آباد کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار ، دیانت خاں دیوانِ دکن کو دو ہزاری ذات سات سو سوار، امان بیگ قلعدار قندھار (دکن) کو ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار ، حسام الدین بخشی دکن کو خاں کے خطاب اور ڈیڑھ ہزاری ذات ، تین سو سوار کے منصب پر ترقی دی - خان دوراں بہادر نے کبھی کشمیر جنت نظیر کی سیر نہیں کی تھی ، اُس کی التماس کے بموجب حکم ہوا کہ ہمرکاب رہ کر یہاں کے سبزہ زاروں، چشموں ، پھولوں ، پھلوں سے دل خوش کرو اور پھر دکن کو واپس ہو جاؤ -

لاہور کے واقعہ نویسوں کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ قندھار میں جو بیماری صفدر خاں کو لاحق ہوئی تھی اُس سے خان موصوف نے وفات پائی - ۲۱ صفر (۱۸ اپریل ۱۶۴۵ء) کو تھنہ سے چل کر سہرن کوٹ میں خیمے ہوئے - سرخ پھول جو پنوج کی گھاٹی کا مخصوص تحفہ ہے ، اثنائے راہ میں پوری جلوہ گری کرتا نظر آیا - طبعِ اقدس بہت مسرور ہوئی - اگلے دن قصبۂ پنوج میں خیمہ زن ہوئے - ۲۲ اپریل کو حیدر آباد کی گھاٹی سے گزرے جس کی ڈھلان میں نصف کوس تک برف ہی برف تھا - اگرچہ برف کو کاٹ کر راستہ نکالا تھا لیکن بڑی کیچڑ تھی - سڑک کے کنارے برف کو کوٹ کر زینے دار راستہ بنایا گیا تھا جس سے حضرت تختِ رواں پر سوار ہو کر گزرے - اہلِ لشکر میں سے اکثر نے یہ راستہ پیدل طے کیا - ۲۸ صفر (۲۵ اپریل) کو بارہ مولہ میں پڑاؤ ہوا - اس تاریخ پر کشمیر کا صوبے دار ظفر خاں تمام ماتحتوں سمیت شاہی نواڑہ لے کر حاضر

ہوا ۔ اگلے روز بادشاہ جمجاہ حرم سرا کی بیگمات کو ساتھ لے کر نوالڑے میں بیٹھے ۔ شام کے وقت قاضی محمد قاسم بخشی کشمیر کی حویلی تک پہنچے ۔ رات کو کشتیوں ہی میں آرام فرمایا ۔

۹ اردی بہشت ، یکم ربیع الاول مطابق ۲۷ اپریل ۱۶۴۵ء حضرت سلامت سری نگر کے دولتخانے میں تشریف فرما ہوئے ۔ پھولوں کا موسم ختم ہو رہا تھا ۔ لالۂ نافرمان اور سوسن کی بہار قریب الختم تھی ۔ ۳۰ اپریل کو ظل سبحانی ارغوان کے پھولوں کی بہار دیکھنے کے لیے آصف جاہ مرحوم کی حویلی میں تشریف لے گئے جو ان دنوں خان دوران کی اقامت کے لیے نامزد ہوئی تھی ۔ ارغوان کی سیر سے بہت محظوظ ہوئے ۔ خان دوران نے بطور پیشکش ایک بیش قیمت لعل اور دو مروارید نذر کیے جن کی قیمت ایک لاکھ روپے ہو گی ۔ ابوطالب کلیم کشمیر میں رہ کر حضرت کے عہد حکومت کے حالات نظم کرتا ہے ۔ ایک قصیدہ جو حضرت کی تشریف آوری کی تہنیت میں کہا تھا ، پڑھا ۔ خلعت اور دو سو اشرفیاں انعام میں ملیں ۔ چونکہ کشمیر کی رعایا اور دیگر تمام اشخاص ظفر خان کی عملداری سے خوش تھے ، بادشاہ حق شناس نے ایک لاکھ روپے کا مطالبہ جو اس کے ذمے تھا ، معاف فرمایا ۔ ۱۲ ربیع الاول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تاریخ ولادت ہے ، اس تاریخ کی شب میں (۷ مئی ۱۶۴۵ء) حسب دستور کمال زیب و زینت کے ساتھ محفل میلاد منعقد ہوئی ۔ متقی ، پارسا ، حافظ اور عالم نیز مستحق اشخاص کو بار عام ملا ۔ آپ نے بارہ ہزار روپے انہیں تقسیم فرمائے ۔ ۲۲ ربیع الاول (۱۸ مئی ۱۶۴۵ء) کو کشتی میں سوار ہوکر صفا پور میں رونق افروز ہوئے ۔ رات کے وقت صفا پور کی سڑک اور جھیل کے کنارے اس زور کا چراغاں ہوا کہ ستاروں کی آب و تاب نظر سے گر گئی ۔ حضرت بہت محظوظ ہوئے ۔ اگلے دن سڑک کے راستے سری نگر واپس پہنچے ۔

بتاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۰۵۵ھ (۴ جون ۱۶۴۵ء) حضرت کی عمر کے پچپن سال پورے ہو کر ۵۶ ویں قمری سال کے آغاز کا جشن تلادان منعقد ہوا ۔ حسب دستور زیب و زینت کے سبب دولتخانے کا فرش اور

در و بام مخمل و زربفت سے یوں آراستہ کیے گئے کہ فردوس بریں سے بڑھ گئے ۔ ملا شاہ بدخشی نے جو غواص دریائے معرفت میاں میر کے مرید ہیں ، یہ رباعی سنا کر بہت تحسین و آفریں پائی :

اے افضلِ بندہ فضل فضلِ تو بود
فضلت خوش‌باد فضل فضلِ تو بود
چیزے کہ برابری تواند کردن
در پلۂ میزانِ تو عدلِ تو بود

اس مبارک تاریخ پر شاہزادہ مراد کے منصب کے سواروں میں سے دو ہزار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ اس طرح اُن کا منصب بارہ ہزاری [ذات نو ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ٹھہرا ۔ صدرالصدور سید جلال کو ایک ہزاری ذات کی ترقی سے پانچ ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا ۔ سعداللہ خاں پانچ صدی ذات دو سو سوار کے اضافے سے ساڑھے تین ہزار ذات ، آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ خلیل اللہ خاں نے پانچ سو سواروں کے اضافے سے تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کے منصب پر سربلندی پائی ۔ جلال کاکڑ کو دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، کاکڑ خاں کو دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ، عاقل خاں کو دو ہزاری ذات ، سات سو سوار ، مبارک رو کو ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب ملا ۔ یہی اعزاز عبدالکافی کو بھی عطا ہوا ۔ جامع الکمالات ملا علاءالملک تونی ہزاری ذات ، سو سوار کے منصب پر چڑھے ۔ مذکورہ بالا مناصب ترقی دینے کے بعد مقرر ہوئے ۔ حکیم فتح اللہ جو پچاس روپے یومیہ کا وظیفہ دار تھا ، نو صدی ذات پچاس سوار کے منصب سے ممتاز ہوا ۔

عادل خاں والیِ بیجاپور کا سفیر ابوالحسن بارگاہِ والا میں حاضر ہوا ۔ اپنے آقا کی عرضداشت اور پیشکش جو مرصع آلات ، نو عدد عربی گھوڑوں (ایک مرصع زین کا) ، ہتھنی ، طلائی ساز والے ہاتھی اور طرۂ مرصع پر مشتمل تھی ، پیش کی ۔ اپنی طرف سے بھی ایک ہاتھی اور دو گھوڑے نذر کیے ۔ حضرت نے خلعت اور پندرہ ہزار روپے عطا فرمائے ۔

اسی تاریخ پر قطب الملک کے حاجب سید حسن نے حاضر ہو کر اپنے آقا کی عرضداشت اور جواہرات و مرصع آلات کی پیشکش نظر انور سے گزاری۔ خلعت اور چار ہزار روپے انعام سے سرفراز ہوا۔ خان دوران بہادر نے نقرئی ساز کے دو ہاتھی نیز ایک ہتھنی جو قطب الملک نے سید حسن کے ہاتھ اس کے لیے بھیجے تھے، دکن اور مالوے کے چار ہزار نفیس پارچات شامل کر کے اپنی طرف سے حضرت کو پیش کیے۔ آپ نے خلعت، جمدھر خاصہ مع پھول کٹارہ اور طلائی زین و ساز والے دو گھوڑے اُسے مرحمت فرمائے۔ مغل خاں ولد زین خاں کو خلعت اور نقارہ عطا کر کے دکن کو رخصت کیا۔ زاہد خاں کو خلعت اور قوش بیگی کی خدمت خدمت ملی۔

کابل سے امیرالامرا علی مردان خاں نے عرضداشت میں التماس کی تھی کہ بدخشاں کی تسخیر کے لیے کمک روانہ کی جائے۔ حضرت نے بتاریخ ۲۹ (ربیع الثانی) ۲۴ جون ۱۶۴۵ء جگت سنگھ کو خلعت، میناکار طلائی ڈاب والی تلوار اور نقرئی زین کا گھوڑا عنایت کر کے کابل روانہ کیا۔ فرمان صادر ہوا کہ بہادر خاں اپنی جاگیر پر سے کابل پہنچے۔ قلیچ خاں، نجابت خاں، راجا رائے سنگھ، راجا بہار سنگھ، مادھو سنگھ، عبدالرحیم خانخاناں کا پوتا میرزا خاں، نظر بہادر خویشگی اور اس کے بیٹے، سر انداز خاں، شمس الدین ولد مختار حاں، چند اور منصب دار، ہزار سوار برق انداز اور دو ہزار پیادہ بندوقچی لاہور سے کابل پہنچ کر امیر الامرا کی صوابدید کے مطابق مہم کا سرانجام کریں۔ حکم عدولی نہ کریں۔ نقد تنخواہ پانے والے ملازمین کے واسطے راجا رائے سنگھ بیس لاکھ روپے لے کر جائے۔ یکم جمادی الاول (۲۵ جون ۱۶۴۵ء) کو صوبۂ الہ آباد، قلعۂ رہتاس اور چنارگڑھ حضرت نے شاہزادۂ بلند اقبال کو عطا فرمائے۔ بیس ہزاری ذات دس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دی۔ اُن کے ملازم باقی بیگ کو ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب دے کر صوبۂ الہ آباد وغیرہ کے انتظام پر مامور کیا۔ شائستہ خاں کو سردار خاں کی جگہ مالوے کا صوبے دار مقرر فرمایا۔ سردار خاں کو دھاموتی اور

چورا گڑھ کی جاگیر عطا ہوئی ۔
متھرا اور سہاون وغیرہ کا انتظام اعظم خاں کے سپرد تھا؛ وہی علاقہ اس کی جاگیر بھی تھا لیکن ضعیفی کے سبب وہ مناسب انتظام نہ کر سکا ۔ غرض متھرا کی فوجداری بھی مکرمت خاں کو تفویض ہوئی ۔ چار ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ منصب مقرر ہوا ۔ اعظم خاں کو حکم ملا کہ بیٹوں سمیت بارگاہِ والا میں حاضر ہو ۔ میرزا نوذر صفوی کو جو مرزا مظفر کا پوتا ہے ، چھ سو سوار کے اضافے سے دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ اسی روز لاہور کے واقعات سے معلوم ہوا کہ ایک کشمیری برہمن لڑکے نے جسے سردارِ عقیدت شعار خان دوراں بہادر نصرت جنگ نے مشرف بہ اسلام کرکے اپنے خدمتگاروں میں داخل کر لیا تھا ، اُس مخلص بہادر سردار کو جمدھر مار کر ہلاک کر دیا ۔ خانِ مذکور نے لاہور سے کوچ کر کے دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ کیا تھا ۔ رات کے پچھلے پہر جب خانِ موصوف محوِ خواب تھا ، اُس لڑکے نے پیٹ پر جمدھر کا وار کر کے مار ڈالا ۔ خود بھی مارا گیا ۔ دن بھر خان دوراں کے ہوش و حواس درست رہے ۔ لاہور ، آگرہ اور مالوہ میں جو کچھ نقد و جنس تھا ، اُس کو بیویوں اور بیٹوں کے نام کر کے اپنے ہاتھ سے وصیت نامہ لکھا ۔ تحریر کیا کہ سرکار کے اس قدیم نمک‌خوار نے درگاہِ والا کی نوکری کے طفیل جو کچھ کمایا ، اُس کا کچھ حصہ وصیت نامے کی رو سے اولاد کے نام کر دیا ہے ۔ باقی خالصہ شاہی میں ضبط کیا جائے ۔ چونکہ اُس کا وقت آلگا تھا لہٰذا ۹ جمادی‌الاول کی شب (۲۹ - ۳۰ جون کی درمیانی رات) کو ڈیڑھ پہر رات گزرے جاں بحق تسلیم کی ۔ یہ حوصلہ مند ، کارگزار سردار ہر مہم میں دوسروں سے آگے رہتا تھا ، زورِ بازو اور ضرب شمشیر سے حضرت کی عنایات کا مستحق ٹھہرا ، دولت و اقبال حاصل کیا اور محض لیاقت کی بدولت ہفت ہزاری ذات و سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر پہنچا ۔ سالانہ تنخواہ بارہ کروڑ دام یعنی تیس لاکھ روپے تھی ۔ ہر معرکے میں نمک حلالی ، جفا کشی اور جاں فشانی کا حق ادا کرتا رہا ۔ کتنی ہی لڑائیوں میں

غنیم کو شکست دے کر کارنامے دکھائے۔ ان تمام امور کے پیش نظر حضرت کو اس جاں نثار کی موت کا بڑا قلق ہوا۔ کئی مرتبہ فرمایا کہ کاش یہ مخلص جرار دلاور کسی بڑے معرکے یعنی ایران یا توران کی لڑائی میں شہید ہوتا تاکہ اس کا نام مدتوں زمانے کو یاد رہتا۔ ہمیں بھی اتنا ملال نہ ہوتا۔ بہرحال بادشاہِ حق شناس نے مرحوم کی اولاد پر لطف و کرم فرمایا۔ خان دوراں نے جتنی وصیت کی تھی اس سے زیادہ انھیں دیا۔ باقی ساٹھ لاکھ روپے سرکارِ خاصہ میں جمع ہوئے۔ اس کے دو بڑے بیٹوں یعنی سید محمد اور سید محمود کو ہزاری ذات و سوار کا اور چھوٹے بیٹے عبدالنبی کو جو بارہ سال کا تھا، پانچ سو ذات دو سو سوار کا منصب عنایت کیا۔ بے حد شفقت اور دلجوئی فرمائی۔ خان دوراں مرحوم کو جس وقت حضرت نے طلب فرمایا تھا، راجا جے سنگھ کو دکن کے انتظام پر مامور کر دیا تھا، اب اس کے نام فرمان اور خلعت ارسال ہوا۔

۲۰ جمادی الاول (۱۴ جولائی ۱۶۴۵ء) کو حضرت شاہ آباد عرف ویرناگ کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں کے کوثر و سلسبیل جیسے چشموں کے نظارے سے محظوظ ہو کر، جن کی تعریف و توصیف ممکن نہیں، بتاریخ ۲۹ جمادی الاول (۲۳ جولائی) سری نگر میں واپس آئے۔

سن ۱۹ جلوس

خدائے پاک کا شکر ہے کہ جلوس مبارک کا اٹھارواں سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ ۳ مرداد، یکم جمادی‌الثانی ۱۰۵۵ھ (۲۵ جولائی ۱۶۴۵ء) کو انیسواں سال شروع ہوا۔ صاحبقرانِ ثانی نے سری نگر کے نشیمن میں جلوس فرمایا۔ بتاریخ ۳ جمادی‌الثانی (۲۷ جولائی) اسلام خان کو خلعتِ خاصہ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ اور مرصع تلوار عطا کر کے دکن کے چاروں صوبوں کی صوبے داری پر سرفراز کیا۔ ہزاری ذات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے اضافے سے چھ ہزاری ذات و سوار، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا۔ طلائی زین والے دو گھوڑے، نقرئی ساز کا ہاتھی اور ایک ہتھنی مزید عنایت کرکے دکن کو رخصت فرمایا۔ اسلام خان

کے بھائی سیادت خاں کو دو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا ، داماد یعنی میرزا سلطان نبیرہ میرزا مظفر صفوی کو ہزاری ذات چار صد سوار کا ، بڑے بیٹے محمد اشرف کو ہزاری ذات دو سو سوار کے منصبوں پر ترقی دے کر دکن میں تعینات کیا ۔ اسلام خاں کے باقی بیٹوں میر شریف ، میر صفی وغیرہ کو بھی ترقی دی ۔ سعداللہ خاں علوم متداولہ کے معاملے میں تمام اہل دربار پر فوقیت رکھتا ہے ، اُسے خلعتِ خاصہ ، خالصۂ شریفہ کی دیوان گری اور فرمانوں کے مسودے تحریر کرنے پر سرفرازی بخشی ۔ پانچ صدی ذات دو سو سوار کی ترقی سے چار ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ جو خدمت اسلام خاں کے سپرد تھی وہ اُسے تفویض فرما کر قلمدانِ مرصع عنایت کیا ۔ سعداللہ خاں کا عہدہ یعنی خان سامانی کی خدمت عاقل خاں شوقی کو تفویض ہوئی ۔ عاقل خاں صوبوں کے واقعات عرض کرنے پر مامور تھا ، یہ خدمت اب علاءالملک تونی کو سپرد کی گئی ۔ علی مردان خاں کے داماد حسین بیگ اور سید مظفر ولد سید شجاعت خاں کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ میرزا حسین صفوی ولد میرزا رستم کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب اور فتحپور بیانہ کی جاگیر عنایت کی ۔ بہمن یار ولد آصف جاہ نے دو ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔

بتاریخ ۹ جمادی‌الثانی (۲ اگست ۱۶۴۵ء) حضرت سری نگر سے گرمائی مستقر یعنی کودی مرگ کو روانہ ہوئے ۔ ۴ اگست کو اس پاکیزہ مقام پر پہنچ کر تمام خصوصیات کا ملاحظہ فرمایا ۔ اگرچہ یہاں ابھی پھولوں کی بہار بھری نہیں تھی تاہم چالیس قسم کے پھول شمار میں آئے ۔ بیان فرمایا کہ شاہزادگی کے زمانے میں ہم نے جو بہار دیکھی وہ اس سے کہیں زیادہ تھی ۔ اگلے دن سری نگر واپس چلے آئے ۔ ۲۰ جمادی‌الثانی کی شب (۱۲ اگست) میں چراغاں کی سیر سے محظوظ ہوئے جو ڈل کے کنارے باغوں اور جھیل کے اندر کی عمارتوں پر دوسری مرتبہ کیا گیا تھا ۔ [۱۶ رجب] ۷ ستمبر ۱۶۴۵ء کو دوبارہ تسنیم و کوثر جیسے چشموں کی سیر کے لیے روانہ ہوئے ۔ ۱۱ ستمبر کو صاحب آباد میں قیام فرمایا ۔ یہاں کی دلکشا

عمارتیں بہشت بریں کے قصروں کی طرح نہایت پاکیزہ ہیں - بڑی نہر باغ کے شروع سے آخر تک عمر دراز کی طرح پھیل کر بہتی ہے - اس میں جابجا آبشار ہیں جن کی چوڑی چادریں لطف دکھاتی ہیں - نہر کے کنارے اور وسط میں دلفریب فوارے پڑے رہتے ہیں - رات کو چراغاں ہوا ، وہ بھی اس شان کا کہ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند تھی - حضرت ان تمام مناظر کی سیر سے نہایت شادمان ہوئے - چونکہ حضرت ظل سبحانی کی عادت ہے کہ اپنے ملازموں کی ترقی اور سرفرازی میں سرگرم رہتے ہیں لہٰذا اگلے روز سعداللہ خاں کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کی ترقی دے کر پنجہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور کل ہندوستان کی وزارت عطا فرمائی - خلعتِ خاصہ اور مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ عنایت کیا - یادگار بیگ ولد زبردست خاں کو ترقی دے کر ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب بخشا اور احدی و منصب دار گرز برداروں کی داروغگی کا عہدہ عنایت کیا -

صاحب آباد سے اعلیٰ حضرت سری نگر کو واپس ہوئے - ۲۳ [رجب] ۱۴ ستمبر ۱۶۴۵ء کو سری نگر کے نشیمنِ شاہی میں قیام کیا - زاہد خاں کسی سخت بیماری میں مبتلا تھا ، حکیم داؤد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ فصد کھلوا لیجیے ، ہرگز نہ مانا - غرض ۱۵ ستمبر کو فوت ہو گیا - جہاں آرا بیگم صاحب کا کوکہ تھا لہٰذا ان کے پاسِ خاطر سے حضرت اس مرحوم کے گھر تشریف لے گئے - اس کے پسماندوں اور والدہ حوری خانم کو جو بیگم صاحب کی دایہ ہیں ، تسلی و تشفی دے کر سوگ اٹھوایا - دس سالہ بیٹے فیض اللہ کو ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب عطا کیا - تین چھوٹے بیٹوں کو بھی مناسب منصب دیے - ۳ شعبان (۲۴ ستمبر ۱۶۴۵ء) کو شاہزادہ والا گہر محمد شجاع کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ ان کے دولتخانے میں اوگرسین راجۂ کشتوار کی دختر کے بطن سے فرزندِ ارجمند پیدا ہوا ہے - طبع مبارک نہایت مسرور ہوئی - خاقانِ زمانہ نے اس نونہالِ بوستانِ سلطنت کا نام سلطان بلند اختر تجویز فرمایا - اپنے مراسلے میں مبارک باد کے دو کلمے دستِ مبارک سے تحریر کیے -

نذرمحمد خاں اور بلخ و بخارا کے حالات

جب نذر محمد خاں نے اپنے بڑے بھائی امام قلی خاں کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا تو اطمینان کے ساتھ توران پر حکومت شروع کی۔ اپنے بیٹے عبدالعزیز خاں کو ساتھ لے کر بخارا میں قیام کیا۔ موسم بہار ۱۰۵۲ھ (مارچ ۱۶۴۲ء) کے آغاز میں باپ بیٹے اپنے امرا کو ہمرکاب لیے بخارا سے قرشی پہنچے۔ آخر بہار (مئی ۱۶۴۲ء) تک وہاں شکار میں مشغول رہے۔ اس اثنا میں اسفندیار خاں والیِ خوارزم نے جو نذر محمد خاں کا دوست اور اپنے بھائی ابوالغازی کا مخالف تھا، وفات پائی۔ اس کے بیٹوں نے وصیت کے بموجب خوارزم میں نذرمحمد خاں کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ چھ ماہ بعد اس سے آ کر ملے اور خواہش کی کہ ہمارے ملک میں کوئی حاکم مقرر کر دیجیے۔ نذرمحمد خاں نے طاہر نکاول کو چند امرا کے ساتھ اورکنج میں تعینات کر کے اس علاقے کو اپنے تصرف میں لیا۔ ابوالغازی کو بے دخل رکھا۔ چونکہ امام قلی خاں نے اپنے عہد حکومت میں ازبکوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا تھا اور ماوراءالنہر کا مالیہ اور بندوبست انھی کے ہاتھ میں رکھا تھا، اس لیے وہ لوگ نہایت خوش تھے۔ امام قلی نے نام کی حکومت پر اکتفا کی تھی۔ جب نذر محمد خاں کے قدم جم گئے اور استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا تو ہر معاملے میں دخل دینا شروع کیا۔ ازبک سرداروں سے کہا کہ امام قلی کے زمانے کے مالیے کا حساب سمجھاؤ۔ وہ سب آزردہ و برگشتہ ہو کر دور ارکار منصوبے باندھنے لگے۔ فیصلہ کیا کہ نذر محمد خاں اور عبدالعزیز خاں کو اس علاقے سے نکال دو۔

نذر محمد خاں کو ازبکوں کے ارادے کی خبر لگ گئی۔ اُن کا فساد مٹانے کے لیے انھیں مختلف مقامات پر تعینات کر دیا۔ سمرقند اور نواحی علاقے کو عبدالعزیز خاں کے حوالے کر کے بیگ اوعلی کنکس کو اس کا اتالیق اور خسرو بیگ کو دیوان بیگی مقرر کیا۔ تاشکند کو مع مضافات اپنے تیسرے بیٹے بہرام کے سپرد کیا۔ باقی یوز کو اس کا اتالیق نامزد کیا۔ امام قلی خاں کا اتالیق نظربی تھا جسے ازبک قوم میں بہت احترام حاصل تھا۔ نذر محمد خاں کی رائے میں ساری مصیبت اُسی کی پیدا کی ہوئی تھی۔

اُسے بلخ کی حکومت سپرد کی ۔ انھی دنوں اندجان کے کچھ باشندوں نے لشکر قرغر کے مظالم کی فریاد کر کے درخواست کی کہ ہم پر کوئی حاکم مقرر کیا جائے ۔ اس علاقے سے کسی قسم کی آمدنی تو تھی نہیں ، نذرمحمد خاں نے حکم دیا کہ جسے چاہو اپنا حاکم مقرر کر لو ۔ عبدالرحمٰن دیوان بیگی کو لشکر دے کر فوج قرغر کو بھگانے کے لیے روانہ کیا ۔ ہدایت کی کہ تاشکند پہنچ کر (جو ترکستان کی سرحد پر ہے) جہانگیر قزاق سے ملنا اور عبدالعزیز خاں کے واسطے اس کی بیٹی کی خواستگاری کرنا ۔ پھر اس سے کمک لے کر قرغر جماعت کی سرکوبی کے لیے بڑھنا ۔ عبدالرحمٰن نے جہانگیر قزاق سے ملنے اور اس کی دختر کی خواستگاری کے بعد فوج قرغر پر حملہ کیا ۔ اس کے سردار تنلق محمد کو حیلے اور فریب سے پکڑ کر قتل کروا دیا ۔ نذر محمد خاں میووں کی فصل کے شروع میں بلخ پہنچا ۔ گرمیاں اور موسم خزاں کے کچھ دن وہیں گزارے ۔ بلخ سے واپسی میں بدخشاں کے دارالحکومت قندز کو مجھلے بیٹے خسرو کے حوالے کیا ۔ کھمرود اور اس کے مضافات جو مدت سے یلنگتوش کی جاگیر تھے ، بے خطا بے قصور اس سے نکال کر چوتھے بیٹے سبحان قلی کے نام کر دیے ۔ تردی علی قطغان کو اس کا اتالیق مقرر کر کے خود بخارا چلا گیا ۔

نذر محمد خاں نے جاڑے کا موسم بخارا میں بسر کیا ۔ رمضان میں عبدالعزیز کو اپنے پاس بلایا ۔ عید بعد واپسی کی اجازت دی ۔ پانچویں بیٹے تنلق محمد کو بخارا میں چھوڑ کر ۱۰۵۳ھ کے آغاز یعنی اپریل ۱۶۴۳ء میں شکار کھیلنے کے لیے دوبارہ قرشی کو روانہ ہوا ۔ تین ماہ تک شکار کھیلا ۔ انھی دنوں جہانگیر قزاق نے لکھا کہ قلماق لشکر نے میرے علاقے پر حملہ کر کے (ترکستان میں) تاخت و تاراج شروع کر دی ہے بلکہ ایک جماعت تاشکند کی طرف بھی گئی ہے ۔ نذر محمد خاں نے یہ خبر سن کر یلنگتوش کو بخارا سے بلوایا اور فوج دے کر قلماقوں سے لڑنے کے لیے روانہ کیا ۔ یلنگتوش کے پہنچنے سے پہلے عبدالعزیز خاں سمرقند سے چل کر قلماقوں کے سر پر آ پہنچا تھا ۔ غنیم کے سرداروں نے دیکھا کہ عبدالعزیز کی فوج بہت تھوڑی ہے سوچا کہ جب وہ تاشکند میں داخل ہو جائے

تو گرفتار کر لیں ۔ تھوڑے سے قلماق آگے بھیج دیے تھے ۔ تقدیر کا کھیل دیکھیے کہ یہ لوگ یلنگتوش کے ہاتھ لگ گئے ۔ اس نے سبھوں کو قتل کر دیا ۔ اسی اثنا میں عبدالرحمان بھی قرغز کی مہم سے فارغ ہو کر یلنگتوش سے آ ملا ۔ اب قلماقوں نے اندازہ کیا کہ ان متحدہ فوجوں کا مقابلہ ممکن نہیں ، سبھوں نے راہِ فرار اختیار کی ۔

متحدہ فوجیں تاشکند سے واپس آ گئیں تو نذر محمد خان قرشی سے بلخ چلا آیا ۔ گرمیاں یہاں گزاریں ۔ اکتوبر ۱۶۴۳ء میں بخارا واپس پہنچا ۔ بلخ کو جانے سے پہلے یہ سن چکا تھا کہ بہرام اور اس کے اتالیق باقی یوز میں باہم سازگاری نہیں ہے ۔ بہرام کو اپنے پاس بلا کر چاہا کہ امام قلی خان کی بیٹی جس کی نسبت خانِ موصوف نے اپنے عہدِ حکومت میں بہرام سے کر دی تھی بہرام سے بیاہ دے ۔ نذر محمد خان کو ازبکوں میں عبدالرحمان دیوان بیگی پر پورا اعتماد تھا ۔ وہ بھی یہ خدمت بڑے استقلال سے انجام دے رہا تھا ۔ ازبکوں نے رشک و حسد کے مارے نذر محمد خان کو طعنہ دیا کہ آپ کی حکومت سے عبدالرحمان کے سوائے اور کسی کو کچھ فیض نہیں ۔ نذر محمد خان نے اکثر ازبکوں کی جاگیریں ضبط کر کے نقد تنخواہیں باندھ دیں ۔ بہت سی مدد معاش وظیفے وغیرہ یہ کہہ کر بند کر دیے کہ جعلی ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا آفتابِ اقبال گہنا چکا تھا ۔ ادبار کی آمد آمد تھی ۔ پروردگار عالم کی مشیت یہ ہو چکی تھی کہ فرمان‌روائی کی عنان کسی اور کے ہاتھ میں آئے ۔ غرض توران کے وہ سردار جن پر چھوٹے بڑے سب جان چھڑکتے تھے ، بعض باتوں پر اس سے بگڑ گئے ۔ نذر محمد خان نے مختلف مقامات کی چراگاہیں اپنے گھوڑوں کے لیے مخصوص کر رکھی تھیں ، کسی اور کو ان میں مویشی یا گھوڑے چرانے کی اجازت نہ تھی ، اس وجہ سے بھی تمام سردار برگشتہ ہو گئے ۔

نذر محمد خان کے زوال کی ایک وجہ اور بھی تھی ۔ عبدالعزیز خان نے معزز امرا اور سن رسیدہ سرداروں کی زبانی یہ التماس کی تھی کہ جس طرح امام قلی خان نے بخارا کو اپنا دارالسلطنت بنا کر بلخ کا علاقہ آپ کو عطا کر دیا تھا ، آپ بھی بخارا کو دارالحکومت بنا کر بلخ میرے سپرد

فرما دیں۔ اس نے یہ بات نہ مانی۔ چالیس سال بلخ میں گزارے تھے۔ وہاں کی آب و ہوا طبیعت کو سازگار تھی۔ ساری عمر کا مال و متاع بھی وہیں تھا۔ غرض نذر محمد خاں کا جی نہ چاہا کہ بلخ سے کہیں اور جائے اور سارا ساز و سامان اٹھانے پھرے۔ عبدالعزیز کی التماس منظور نہ کی۔ وہ سخت رنجیدہ ہوا۔ پرانے پرانے سردار جنھوں نے سالہا سال سے اطاعت میں بال برابر کوتاہی نہیں کی تھی اور نذر محمد خاں سے لطف و کرم کی امید رکھتے تھے، برگشتہ ہو گئے۔ اس نے مروت و احسان کا شیوہ ایسا ترک کیا کہ سبھوں کے حقوق پر پانی پھیر دیا۔ اگر کوئی بھی خواہ خیرخواہی کے تقاضے سے تخلیے میں سمجھاتا کہ فلاں شخص آپ سے دشمنی پر آمادہ ہے تو اس کا راز برملا بیان کرکے اس بیچارے کو سب کے سامنے شرمسار و بے اعتبار کر دیتا۔ اگر کسی شخص کے متعلق یہ خیال گزرتا کہ وہ دشمنی اور دغا پر مستعد ہے تو تنک ظرفی کے سبب نشیب و فراز سوچے بغیر اس کا اعلان کر دیتا۔ حالانکہ یہ بات آدابِ حکومت کے خلاف ہے کہ بلا تحقیق کوئی رائے قائم کر لی جائے۔

مختصر یہ کہ رفتہ رفتہ تمام تورانی نذر محمد خاں سے بیزار ہو گئے۔ عبدالعزیز خاں بلخ نہ ملنے کی وجہ سے پہلے ہی رنجیدہ تھا۔ سبھوں نے فیصلہ کیا کہ اسے بادشاہ بنا لیں۔ سب نے اس کی اطاعت اختیار کرکے سختی کے ساتھ نذر محمد خاں کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ باقی‌یوز اتالیق تاشکند میں تھا، اسے بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ خان نے عبدالرحمان دیوان بیگی کو باقی‌یوز کے پاس بھیجا کہ محبت و مدارا سے اسے رام کرے۔ باقی‌یوز یہ رنگا رنگ واقعات سن کر قلعۂ تاشکند میں جا بیٹھا۔ عبدالرحمان نے نامہ و پیغام کے ذریعے اسے یہ ترغیب دی کہ اپنے تمام متعلقین کو ہمرکاب لے کر خان کی خدمت میں چلے جاؤ۔ تاشکند کا انتظام میں سنبھالے رہوں گا۔ وہ سادہ لوح وہاں سے نکل کر بلخ کو روانہ ہوا۔ راستے میں جو قلعہ آتا، قلعدار اسے دور ہی سے عبدالرحمان کی تحریر دکھا دیتے کہ تمہارے اندر آنے کی ممانعت ہے۔ اب اس کی آنکھ کھلی۔ واضح ہوا کہ عبدالرحمان کا نامہ و پیغام محض فریب تھا۔ بالآخر قلعۂ

خجند میں داخل ہو گیا ۔ یہاں اُس نے امام قلی خاں کے پوتے سنجر کو بادشاہ بنا کر نذر محمد خاں سے بغاوت کا اعلان کر دیا ۔ نذر محمد نے عبدالعزیز کو لکھا کہ بیگ اوغلی اور اپنی تمام فوج کو ہمرکاب لے کر سمرقند سے خجند پہنچو اور باقی یوز کی تنبیہ اور گوشمالی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو ۔ عبدالعزیز نے بیگ اوغلی کو آگے آگے روانہ کیا ۔ اُس کے پیچھے خود چلا ۔ اس عرصے میں یلنگتوش اور سیونج بی[1] بھی بلخ و بخارا کے بہادروں سمیت جو کمک پر مقرر ہوئے تھے ، اُس سے آملے ۔ عبدالعزیز نے یلنگتوش اور دوسرے امرا کے مشورے سے عبدالرحمان دیوان بیگی کو تاشکند سے طلب کیا ۔ مطلب یہ تھا کہ اُسے تاشکند سے نکال لیں اور سرگشتہ و پریشان رکھیں ۔ سمجھتے تھے کہ وہ ندر محمد خاں کا ہواخواہ ہے اور ہمارے مطالب و مقاصد میں سنگِ راہ بنا ہوا ہے ۔

عبدالرحمان تاشکند سے آیا تو عبدالعزیز نے از راہِ فریب کہا کہ میرے اور فوج کے خرچ کے لیے بخارا جا کر والد صاحب سے خزانہ لے کر آؤ ۔ مطلب وہی تھا جو ابھی لکھا جا چکا ہے ۔ عبدالرحمان بڑی پھرتی سے بخارا پہنچا ۔ چھ لاکھ خانی (سکہ) عبدالعزیز خاں کے لیے اور سات لاکھ خانی اہل لشکر کے لیے لے کر بہت جلد واپس آ گیا ۔ عبدالعزیز خاں نے یلنگتوش کو آگے بڑھایا کہ خجند پہنچ کر باقی یوز کو پندو نصیحت سے راہِ راست پر لے آئے ۔ اُس نے خجند کے قریب پہنچ کر باقی یوز کو پیغام بھیجا ۔ درپردہ دونوں میں لاگ ڈانٹ تھی ۔ چنانچہ باقی یوز نے جواب دیا کہ مجھے بھی بڑی آرزو تھی کہ آپ جیسا معقول معتبر آدمی بیچ میں پڑ کر صفائی کروا دے ۔ اب یہ آرزو پوری ہوئی ۔ مناسب یہ ہے کہ آپ لشکر گاہ سے چل کر دریائے خجند کی گھاٹی تک آئیں ۔ ادھر سے یہ خادم آپ کے استقبال کے لیے بڑھے ۔ یلنگتوش نے جواب دیا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں ۔ لمبا فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچا ہوں ۔ بہتر ہے

---

۱ - سیونج بی کا دوسرا لفظ یعنی بی یا بے وہی ہے جس کا عام تلفظ بیگ کیا جاتا ہے ، بمعنی سردار ۔

کہ تم جو فرزند کی جگہ ہو ، یہیں آ کر مجھ سے ملاقات کر لو ۔ بالآخر یلنگتوش نے بیگ اوغلی کو ہمرکاب لیا اور دریا کی گھاٹی تک (جو صوبہ شاہرخیہ کی سرحد ہے) پہنچ کر انتظار کرنے لگا ۔ جانتا تھا کہ کفش قلماق نذر محمد خاں کا ہوا خواہ ہے ، اُسے پیغام دے کر آگے بڑھایا ۔ مدعا یہ تھا کہ کسی طرح اس کا قصہ پاک ہو ۔ وہی ہوا یعنی جیسے ہی وہ پہنچا ، باقی یوز نے تلوار کے دو ہاتھ رسید کر کے اُسے زمین پر گرا دیا ۔ پھر اپنی فوج لیے یلنگتوش اور بیگ اوغلی پر حملہ آور ہوا ۔

اب ان لوگوں نے دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہوا ۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر باقی‌یوز پر حملہ کیا ۔ جنگ زرگری تو تھی ہی نمائشی لڑائی لڑ کر اسے گھاٹی سے نکال دیا ۔ باقی یوز قلعے میں واپس پہنچا تو کفش قلماق بڑی مشکل سے جان بچا کر یلنگتوش کے پاس آیا ۔ یہ خبریں سن کر عبدالعزیز خاں اکلے لشکر سے آ ملا اور قلعۂ خجند کو گھیر لیا ۔ چاروں طرف سے مورچے بنا کر مہم کا سرانجام کرنے پر تل گیا ۔ اس موقع پر لشکر کے سرداروں نے رخنہ ڈالا ۔ کہنے لگے کہ مصلحت یہ ہے کہ محاصرہ ترک کر کے آپ دریا کے کنارے قیام فرمائیں تا کہ ہم باقی یوز کو آپ کی خدمت میں حاضر کر سکیں ۔ وہ مجبور ہو کر اُن کی تجویز کے مطابق پیچھے ہٹ آیا ۔ اس وقت تمام تورانی لشکر بغاوت پر متفق ہو گیا ۔ سامنے سے باقی یوز نے اور عقب سے اُس کے ذاتی لشکر نے عبدالعزیز خاں کو نرغے میں لے لیا ۔ مومن بے اور قراق بے کی زبانی اُسے پیغام بھیجا کہ ''ہم سب نذر محمد خاں کے اور آپ کے غلام ہیں لیکن بلخ والوں کے تحکم اور غلبے سے عاجز آ چکے ہیں ۔ تاب ضبط باقی نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ بلخ کا تمام لشکر عبدالرحمان بے کے ہمرکاب نذر محمد خاں کے پاس چلا جائے ۔ خان موصوف بدستور سابق بلخ میں حکمرانی کریں ۔ توران کی فرماں روائی ہمارے سپرد ہو ۔ باقی یوز کو خدمت والا میں حاضر کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی خطا معاف فرما کر جاں بخشی کریں ورنہ جنگ و پیکار کی نوبت آئے گی ۔''

عبدالعزیز اُن کی اس غداری پر بہت بگڑا ۔ بولا کہ میرے باپ کے

پرانے نمک حلال سرداروں نے مختلف معرکوں میں جانبازی و جاں نثاری کا حق ادا کیا ہے ۔ اب جو ہمیں توران کی حکومت بلا شرکت غیر ملی ہے تو ان سرداروں کو محروم رکھنا حق فراموشی اور بے مروتی ہو گی ۔ غرض راضی نہ ہوا ۔ لیکن خود بلخ والوں نے جو ان تمام مذاکرات سے واقف ہو چکے تھے کہا کہ ''یہ تنگ دل حاسد تورانی ہمیں آپ کی خدمت سے جدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں ۔ اگر آپ نے مخالفت کی تو یہ لوگ فتنہ و فساد برپا کریں گے بلکہ اکثر معاملات کو بگاڑ دیں گے ۔ بہتر یہی ہے کہ ہمیں جلد از جلد رخصت کر دیجیے ۔'' عبدالعزیز نے مصلحت وقت کے تقاضے سے یہ بات مان لی - ازبکوں نے گزارش کی کہ اب ہم مخالفت سے ہاتھ اٹھا کر آپ کے حامی ہو گئے ۔ دو تین روز تک باقی یوز کو خدمت والا میں حاضر کرتے ہیں ۔ اس کے بعد یلنکتوش اپنی چھاؤنی سے باہر آیا ۔ اُدھر سے باقی یوز بھی نکلا ۔ دونوں گھوڑے پر سوار تھے ۔ کچھ فاصلے سے بات چیت کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر واپس آ گئے ۔ عبدالعزیز نے یلنکتوش سے پوچھا کہ باقی یوز کیوں حاضر نہیں ہوا ؟ جواب دیا کہ آج موقع نہ ملا ، کل کورنش کے لیے آئے گا ۔ شام کے وقت لشکر بخارا کا ایک دستہ چھاؤنی سے نکل کر گھاٹی میں آ ٹھہرا ۔ عبدالعزیز خاں نے پوچھا کہ اس حرکت کا کیا سبب ہے ؟ جواب ملا کہ ظریف بیگ دیوان تاشکند آپ کی کمک کے لیے آ کر شاہرخیہ میں خیمہ زن ہوا ہے ۔ سیوچ بے ، ازبک خواجہ اور دوسرے امرا نے جو سڑک کی نگہداشت پر مامور ہیں ، یلنکتوش کا ایک مراسلہ پکڑا ہے جو ظریف بیگ کے نام ہے ۔ مضمون یہ کہ ''اگر تم بڑھ کر دریائے خجند کے کنارے ہم سے آملو تو مل کر کچھ چارہ سازی کریں ۔'' ہم اس فساد کو روکنے کے لیے یہاں آئے ہیں ۔

یلنکتوش بخارا والوں کے ارادے کو بھانپ گیا ۔ عبدالعزیز خاں سے کہا کہ ان لوگوں نے آج صبح جو عہد و پیمان کیا ہے ، اس سے پھرنا چاہتے ہیں ۔ بہرحال تحمل کا محل ہے ۔ اس کے باوجود اگر یہ لوگ لڑائی پر آمادہ ہوں تو ہم بھی منہ نہ پھیریں گے ۔ محمد علی عرفانی نے رات

کے وقت باہر نکل کر اہلِ بلخ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا بلکہ یہ بھی دلنشیں کیا کہ کل صبح یہ تورانی غدار جنگ کریں گے ۔ اس وقت تمھیں موقع نہ ملے گا ۔ بہتر یہی ہے کہ ابھی جان بچا کر نکل جاؤ ۔ یہ سن کر بلخ والے راتوں رات کیمپ سے نکل کر اہلِ بخارا میں پناہ گزیں ہو گئے ۔ عبدالعزیز خاں کے ساتھ عبدالرحمان ، پلنگتوش اور چار پانچ سو غلاموں کے سوا کوئی نہ رہا ۔ صبح ہوتے ہی بخاریوں نے عبدالعزیز کی لشکر گاہ کو لوٹنا شروع کیا ۔ وہ اپنے سرداروں اور غلاموں کو ہمرکاب لیے ایک طرف کھڑا ہو گیا ۔ ازبکوں نے تیر برسائے ۔ ایک تیر اس کی پشت پر بھی آ کر لگا ۔ زرہ کی وجہ سے کارگر نہ ہو سکا ۔ اب اس کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ امام قلی خاں کے آقا باشی نظر ایشک اور فرہاد بیگ کی التماس کے بموجب آقسو کو روانہ ہوا ۔ اس اثنا میں امام قلی خاں کے بعض دلاور آدمی عبدالرحمان کے ساتھ لڑنے لگے کہ ہمارے اور نذر محمد خاں کے درمیان جھگڑے کا اصلی سبب تم ہو ۔ جب تک تمھیں صاف کر کے اس فتنہ و فساد کو نہ دبا دیں ، ہماری تسلی نہ ہو گی ۔

اس موقع پر عبدالعزیز خاں نے عبدالرحمان کو چمٹا لیا اور فسادیوں سے کہا کہ اگر یہی نیت ہے تو پہلے مجھے مار دو پھر اس پر ہاتھ صاف کرنا ۔ خسرو بیگ اور فرہاد بیگ نے سوچا کہ اگر عبدالرحمان پر ہاتھ ڈالا تو نذر محمد خاں بلخ میں ہمارے والدوں کو کتے کی موت مار دے گا ۔ غرض عبدالرحمان کو بچا لیا ۔ ازبکوں نے کہا کہ تمھارے پاس بیسیوں اشخاص یرغمال کے بطور ہیں ، عبدالرحمان ہمارا یرغمال سہی ۔ اتنے میں بیگ اوغلی نے آ کر انھیں دھمکایا اور عبدالرحمان کے قتل سے باز رکھا ۔ عبدالعزیز خاں عبدالرحمان کو ساتھ لیے آقسو پہنچا جو خجند سے سمرقند کی جانب ایک منزل دور واقع ہے ۔ چونکہ قبائلیوں کی لوٹ مار سے عبدالعزیز خاں اور اس کے رفیقوں کے پاس گھوڑے اور تمچی کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا [illegible] امام قلی خاں کے دیوان بیگی محمد حکیم ولد نذر طغائی نے پانچ [illegible] مع زین اور دو اونٹ دو خچر جن پر سامانِ سفر اور خیمے [illegible] ہوئے تھے ، پیش کیے ۔ اس وقت سرداروں نے عبدالعزیز خاں [illegible]

امام قلی خان کے اکثر جاں نثار عبدالرحمان کے جانی دشمن ہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ اُسے فرہاد بیگ کے ہمراہ پہلے ہی سمرقند بھیج دو ۔ اگر لشکر میں رہا تو ممکن ہے کہ کوئی اُسے قتل کر دے ۔

اگلے دن عبدالعزیز خان نے عبدالرحمان کو فرہاد بیگ کے ساتھ سمرقند روانہ کیا ۔ امام قلی خان کے جاں نثاروں نے معمر بزرگوں کے ساتھ مل کر بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۰۵۵ھ (۲۷ اپریل ۱۶۴۵ء) جمعہ کے دن ماوراء النہر میں عبدالعزیز خان کی بادشاہت کا خطبہ پڑھوا دیا ۔ نماز جمعہ کے بعد باقی یوز اپنے بیٹوں سمیت کورنش کے لیے آیا ۔ خجند اور الیہ اور دوسرے پرگنے جن کا سالانہ مالیہ پانچ لاکھ خانی (سکہ) تھا ، اس کی جاگیر مقرر ہوئے ۔ وہ خجند کو واپس ہوا ۔ ۱۰ ربیع الاول (۶ مئی ۱۶۴۵ء) کو عبدالعزیز خان سمرقند میں داخل ہوا ۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ صوفی سلطان ولد ترسون سلطان برادر جانی خان کے قتل کا واقعہ پیش آیا ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نذر محمد خان نے صوفی سلطان کو فرمان بھیجا تھا کہ طالقان سے اورگنج پہنچو اور نذر بے کے ساتھ پوری جان فشانی سے اورگنج کی محافظت کرو ۔ چونکہ نذر بے وہاں پہنچنے سے پہلوتہی کر رہا تھا ، خان نے پے درپے اُسے ڈانٹ ڈپٹ کے پیغام بھیجے ۔ رفتہ رفتہ نذر بے کے دل میں نفرت اور نفاق پیدا ہوگیا ۔ فیصلہ کیا کہ جیسے ہی صوفی سلطان پہنچے ، اپنے ہوا خواہوں کی فوج اور لشکر بخارا کی مدد سے عبدالعزیز خان کو ہٹا کر صوفی سلطان کو تخت نشین کر دو کہ وہ بھی شاہی خاندان کا فرد ہے ۔ لیکن ادھر تو صوفی سلطان کے آنے میں دیر لگ گئی ، اُدھر اتنا لشکر فراہم نہ ہو سکا کہ جس کی مدد سے اتنا بڑا کام انجام پا جاتا ۔ نذر محمد خان نے بدمزاج ، تندخو سزاول تعینات کر دیے کہ صوفی سلطان کو طالقان سے اورگنج کی طرف روانہ کر دیں ۔ ناچار اُدھر روانہ ہوا ۔ جب بلخ کے نزدیک پہنچا ، خان نے نذر شواہت کو فرمان بھیجا کہ جوں ہی صوفی سلطان بلخ کے پاس پہنچے ، اسے پکڑ کر قید کر دو ۔

اتفاقاً صوفی سلطان کو یہ خبر مل گئی ۔ ساز و سامان پیچھے چھوڑ

کو اکیلا سمرقند پہنچا ۔ عبدالعزیز خان کے منافق امرا نے اس کا آنا غنیمت سمجھا اور چاہا کہ اُسے سمرقند کا حاکم بنا دیں ۔ کسی ہوا خواہ نے عبدالعزیز خان کو اطلاع دے دی کہ صورتِ حال یہ ہے ۔ صبح سویرے عبدالعزیز خان کے اشارے سے قلماق غلاموں نے صوفی سلطان کو حجرے میں لا کر قتل کر دیا ۔ اگلے دن غازی بیگ نے باقی یوز کے بیٹے کو پیش کیا جو اپنے تئیں سنجر سلطان ولد سکندر سلطان ولد امام قلی خان ظاہر کرتا تھا ۔ عبدالعزیز خان نے اُسے بھی قتل کروا دیا اور اطمینان کی سانس لی ۔ نذر محمد خان ان دنوں قرشی میں تھا ۔ قبائلیوں نے جو ایک مرتبہ پہلے بھی قرشی کے گلے لوٹ چکے تھے، دوبارہ لوٹ مار کا قصد کیا ۔ خان نے اوراز بیگ اور تردی علی قطغان کو ان کے مقابلے پر بھیجا ۔ دونوں گروہ بے محابا تلواریں کھینچ کر لڑنے لگے ۔ بالآخر قبائلی شکست کھا کر منتشر ہو گئے ۔ نذر محمد خان موقع کو غنیمت سمجھ کر بلخ کی طرف چلا ۔ دو تین روز میں وہاں پہنچا ۔ معلوم ہوا کہ بخارا میں پندرہ لاکھ کا جو نقد و جنس چھوڑا تھا اُسے وہاں کے سپاہیوں اور قبائلیوں نے لوٹ لیا ۔ عبدالعزیز کے تصرف میں بہت تھوڑا حصہ آیا ۔ نذر بے نے اند خود کے پاس خجند کے واقعات اور عبدالعزیز کی بادشاہت کا حال سنا ۔ یہ سب کچھ اُسی کا ساختہ پرداختہ تھا ۔ سن کر بخارا سے سمرقند آیا ۔ عبدالعزیز خان اتالیقی کی خدمت کسی کے سپرد کرنا چاہتا تھا ، یلنگتوش سے کہا تو اس نے جواب دیا کہ اب میرا دل نوکری سے ہٹ گیا ہے ۔ جنگ و پیکار کے ہنگاموں سے جی اچاٹ ہے ۔ بیگ اوعلی نے بھی پہلو تہی کی ۔ اب نذر بے کے آنے سے یہ مشکل حل ہوئی ۔ اُسے اتالیق مقرر کیا اور سیونج بے کو دیوان بیگی ۔

بہرام اُن دنوں حصار میں تھا لیکن دولت بے سے اُس کی مخالفت تھی ۔ سرداروں کے ساتھ جوڑ توڑ کر کے ان کی اعانت سے دولت بے کو نکال باہر کیا ۔ وہ حصار سے سمرقند پہنچا ۔ عبدالعزیز خان نے یہ خبریں سن کر محمد بیگ قبچاق کو حکم دیا کہ نہایت تیزی سے دہ نو میں پہنچ کر (حصار کے نواح میں ہے) اُس پر قبضہ کر لے ۔ محمد بیگ نے وہاں پہنچ کر کوشش تو کی لیکن حصار کے اُمرا نے اُسے ہٹا دیا ۔ مجبوراً وہاں سے اپنی

جاگیر شہر صفا میں چلا گیا ۔ نذر محمد خاں نے یہ خبر سنی تو اپنے بیٹے سبحان قلی اور خسرو اوراز بے کو ، جسے یلنگتوش کے بعد اپنا اتالیق مقرر کیا تھا ، نیز تردی علی قطغان کو بہرام کی کمک پر روانہ کیا ۔ ان لوگوں نے پہلے محمد بیگ سے لڑ کر اسے شکست دی ۔ وہ زخمی ہو کر بھاگا اور سمرقند میں آیا ۔ سبحان قلی ، اوراز بے اور تردی علی ترمذ میں مقیم ہو گئے ۔ وہاں سے نذر محمد خاں کے داماد خواجہ عبدالخالق کو دہ نو کے انتظام کے لیے بھیجا ۔ عبدالعزیز خاں نے فرہاد بیگ کو چارجو کی حکومت پر مامور کرکے سمرقند سے روانہ کیا ۔ نذر محمد خاں کی طرف سے اسد بیگ اندجانی چارجو کا حاکم تھا ، قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا ۔ فرہاد بیگ نے محاصرہ کر لیا ۔ نذر محمد خاں کو حال معلوم ہوا تو عبدالرحمان دیوان بیگی کو اسد بیگ کی مدد کے واسطے بڑھایا ۔ عبدالرحمان ابھی بلخ سے ایک ہی منزل گیا تھا جو نذر محمد خاں کو اطلاع ملی کہ شاہجہاں کی فوجوں نے قلعۂ کہمرد پر قبضہ کر لیا ۔ نذر محمد خاں نے عبدالرحمان کو واپس بلاکر قلعۂ کہمرد کی فتح پر مامور کیا ۔ کمک نہ ملنے کے سبب اسد بیگ عاجز آ گیا اور قلعۂ چارجو کو فرہاد بیگ کے حوالے کر کے بلخ میں چلا آیا ۔

محمد بیگ نے سمرقند پہنچ کر تمام واقعات عبدالعزیز خاں سے بیان کیے ۔ اس نے حصار کی تسخیر کے لیے بیگ اوغلی کو روانہ کیا ۔ بیگ اوغلی بہرام کو قلعے سے نکال کر رفیقوں سمیت ناچاراں سمرقند میں لے آیا ۔ قلعہ محمد یار کے سپرد کیا ۔ اس اثنا میں عبدالرحمان دیوان بیگی کو اطلاع ملی کہ شاہجہانی لشکر اصالت خاں کی سرداری میں خنجان تک آ پہنچا ہے ۔ بدخشاں پر حملہ کرنے کی نیت ہے ۔ یہ سن کر وہ غوری کی طرف بڑھا لیکن بیماری کے سبب یہاں فوت ہو گیا ۔ انھی دنوں نذر محمد خاں کو معلوم ہوا کہ راجا جگت سنگھ اندراب اور سراب کی حدود میں پہنچ کر چوبی قلعہ تیار کر رہا ہے ۔ اس نے کفش قلماق کو کچھ فوج دے کر اُدھر روانہ کیا لیکن وہ ناکام واپس آ گیا ۔ قضا و قدر کے حکم سے توران کی حکومت کا نظم و نسق بالکل برباد ہو چکا تھا ۔ ملکی اور مالی معاملات بگڑ رہے تھے ۔ سرحدوں کا حال ابتر تھا ۔ بیدین الامان قہائلیوں کے گروہ جنت الامان

کی سپہ سالاری میں ، جو پہلے نذر محمد خاں کا نوکر تھا ، اگست ۱۶۴۵ء میں دریائے آمو کو عبور کر آئے ۔ کوتہ اندیش ، حاسد ازبکوں نے انھیں بڑھاوا دیا تو انھوں نے نذر محمد خاں کے علاقوں پر ہاتھ صاف کیا ۔ تاخت و تاراج کر کے قصبہ اندخود میں جہاں نذر محمد خاں کی طرف سے قاسم ولد خسرو سلطان اپنے اتالیق محمد قلی کے ساتھ حکومت کرتا تھا ، الہانوں نے بہت تباہی مچائی ۔

جنت الہان نے اکتوبر ۱۶۴۵ء میں دس ہزار سوار لے کر آقچہ اور اس کے مضافات پر جو بلخ اور شبرغان کے وسط میں واقع ہیں ، پھر حملہ کرنا چاہا ۔ نذر محمد خاں نے اس کا مقصد معلوم کر کے تردی علی قطغان کو بلخ کا تمام لشکر دے کر اس کے مقابلے پر بھیجا ۔ جنت الہان یہ خبر سنتے ہی اپنے مرکز پر واپس آیا ۔ الہان سوار دریائے جیحوں کو عبور کرنا چاہتے تھے ، یکایک نذر محمد خاں کے ایما سے خاں قباد میر آخور نے ترمذ سے بڑی پھرتی کے ساتھ وہاں پہنچ کر اُن بے دینوں پر حملہ کیا ۔ بہت سے قتل ہوئے ۔ باقی فرار کر گئے ۔ ان کلمہ گو کافروں کی ایک اور جماعت نے بلخ و بدخشاں کے مضافات میں خوب لوٹ مار کی ۔ عابد ، زاہد اور سادات تک کے مال اور آبرو پر ہاتھ صاف کیا ۔ پھر حصار پر اور جوزجانان پر جو بلخ سے مغرب کو ایک دن کا راستہ ہے ، مسلط ہو گئے ۔ وہاں ایک خدا رسیدہ درویش سید ابراہیم دنیا کے ہنگاموں سے الگ ، عبادت میں مصروف رہتا تھا ۔ وہاں کے باشندے اُسے سرکار رسالت مآب کی اولاد سمجھ کر اس کا نہایت احترام کرتے تھے ۔ اس نے آس پاس کے مکتبوں سے چار سو معصوم بچوں کو جمع کیا ، سب کی گردنوں میں قرآن شریف ڈلوائے اور ان سفاک ظالموں کے پاس لے گیا کہ شاید وہ شقی کلام اللہ کی حرمت کریں اور اُن معصوموں کی التجا کے بموجب بےشنلوں کی اپنا رسانی اور بے آبروئی کرنے سے باز رہیں ۔ خدا اور رسولؐ کی شرم کر کے اپنے ناشائستہ افعال سے باز آ جائیں ۔ لیکن یہ دوزخی جن کے دلوں میں شقاوت بھری ہوئی تھی ، نہ مانے ۔ بے دینی و گمراہی کے تقاضے سے اس نیک ذات سید اور معصوم بچوں کو ایک مسجد میں جمع کیا اور اس کے چاروں طرف ایندھن کا انبار لگا

کر سبھوں کو پھونک ڈالا ۔ عذابِ جہنم اور بربادی کا سامان مہیا کر لیا ۔

بالآخر خدائے جبار و قہار کا غیظ و غضب ان پر نازل ہوا ۔ ظلم و ستم اور شقاوت کی پاداش انھیں یوں ملی کہ پہلے تو قحط کا شکار ہوئے ۔ پھر ایسی طاعون پھیلی کہ ستھراؤ کر گئی ۔ اس کے بعد زبردست شاہی فوجیں پے در پے اُن پر تعینات ہوئیں جنھوں نے ان ظالموں کے ٹکڑے اڑا دیے ۔ حصار میں بھی ان بے ایمان المانوں نے بڑے مظالم کیے تھے۔ قرآن جلائے، سادات کو قتل کیا اور معصوم بچوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے کچل دیا ۔

حصار کے حاکم محمد یار نے عبدالعزیز خاں کو لکھا کہ عنقریب نذر محمد خاں کا لشکر بلخ سے آ کر حملہ آور ہونے والا ہے ، کمک بھیجیے تاکہ مجھے اطمینان ہو ۔ اُس نے فوج دے کر شفیع دربان کو بطورِ یلغار روانہ کیا ۔ ادھر سے نذر محمد خاں نے شفیع دربان کے مقابلے پر اپنے بیٹے سبحان قلی کو تردی علی کے ساتھ بھیجا جسے عبدالرحمان کے بعد اپنا دیوان بیگی مقرر کیا تھا ۔ سبحان قلی نے دریائے آمو عبور کر کے حصار کے پاس معرکہ آرائی شروع کی ۔ شفیع دربان خائف ہو کر قلعۂ بالیسون میں بیٹھ رہا ۔ لشکر بلخ نے بالیسون کا محاصرہ کر لیا ۔ جب شفیع کو اندازہ ہو گیا کہ مقابلہ ممکن نہیں تو سبحان قلی اور تردی علی کو پیغام بھیجا کہ اگر جان بخشی ہو تو قلعہ آپ کے حوالے کر کے عبدالعزیز خاں کے پاس چلا جاؤں ۔ غرض امان حاصل کرکے عبدالعزیز خاں کے پاس پہنچا ۔ سیونج بے دیوان بیگی نے اسے ہمراہ لے کر لشکرِ بخارا کے ساتھ بالیسون پر حملہ کیا ۔ نذر محمد خاں کو بھی اطلاع ملی ۔ امان قبچان ، چورہ اقاسی اور طاہر بکاول کو جو سفارت ایران سے واپس آیا تھا نیز نظر یساول اور دوسرے امرا کو سبحان قلی کی مدد کے لیے بلخ سے روانہ کیا ۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آ کر اتریں ۔ ازبک قاعدے کے مطابق خندقیں کھود کر انھی کی مٹی سے فصیلیں کھینچ لیں ۔

ادھر سے عبدالعزیز خاں نے اپنے اتالیق نظر بے بروتی کو پہلے لشکر کی کمک کے لیے بھیجا ۔ نذر محمد خاں نے بھی بہرام اور اورازبے کو اپنی فوج کی کمک پر بڑھایا ۔ باپ بیٹے دونوں کی فوجیں صف بستہ ہو کر

معرکہ آرائی میں مشغول ہوئیں ۔ دن بھر لڑائی ترازو رہی ۔ شام کے وقت دونوں فوجیں اپنی اپنی لشکر گاہ میں واپس آئیں ۔ اگلے دن بلخ والوں کو اطلاع ملی کہ نذر بے نے عبدالعزیز خان کو لکھا ہے کہ خود تشریف لائیے ۔ اورازبے نے بلخ کے پرانے سرداروں سے مشورہ کیا کہ ہمیں بھی نذر محمد خان کو بلانا چاہیے ۔ کسی معتمد آدمی کو بلخ بھیجو اور خان کو اطلاع دو ؛ دیر کرنے کا موقع نہیں ۔ باپ بیٹے میں سے جو بھی پہلے پہنچا ، فتح اسی کی ہے ۔ سبھوں نے فیصلہ کر کے طاہر بکاول کو خان کی خدمت میں بھیجا ۔ اس نے پیغام پہنچایا ۔ نذر محمد خان نے کہا کہ حیرت ہے تجھ جیسا معاملہ فہم خیرخواہ آدمی مجھے بلخ سے باہر جانے کی صلاح دیتا ہے ۔ اس وقت بخارا کے تمام ازبکوں میں باہم اتفاق ہے ، اگر یہ لوگ المانی قبائل کو ملا کر عبدالعزیز خان کے ہمرکاب بلخ پر حملہ کر دیں تو شہر ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ غرض خان نے بالیسون جانا مناسب نہ سمجھا ۔ عبدالعزیز خان اپنی فوج لیے وہاں جا پہنچا ۔ اورازبے جنگ کیے بغیر بہرام ، سبحان قلی اور محمد یار (نذر محمد خان کا بھانجا) کو ساتھ لے کر بلخ واپس آ گیا ۔ نذر محمد خان سخت برہم ہوا کہ اس بزدل نے لشکر بے کے بیٹوں کو بھی واپس کر دیا اور خود بھی بھاگ آیا ۔ اتنی توفیق نہ ہوئی کہ میدان میں ڈٹ کر معرکہ آرائی کرتا ۔ اورازبے نے ایک مرتبہ برات حافظ کو مار ڈالا تھا ، اب نذر محمد خان نے اس کے بیٹوں کو اکسا دیا کہ باپ کے خون کا بدلا لو ۔ غرض جس وقت اورازبے خان کے دربار سے اٹھ کر چار بیٹوں سمیت گھر جا رہا تھا ، ان لوگوں نے اورازبے کو قتل کر دیا ۔ نہ خود اُسے ہمت ہوئی نہ بیٹوں کو حوصلہ ہوا کہ حملہ آوروں پر تلوار کا ایک ہاتھ ہی مار دیں ۔

المختصر مصلحتِ وقت کے تقاضے سے نذر محمد خان کے حسبِ ایما چند امرا بلخ سے عبدالعزیز خان کے پاس پہنچے اور طے گیا کہ بلخ و بدخشان کا علاقہ خان کے پاس رہنے دو ، باقی تمھیں مبارک ۔ اس فیصلے کے بعد نذر محمد خان کے دل سے جنگ و پیکار کا دغدغہ نکل گیا ۔ تن بہ تقدیر

ہو کر بیٹھ رہا ۔ اس کے باوجود ازبکوں کی منافقت کا دھڑکا برابر لگا رہا ۔ یقین تھا کہ جب موقع ملے گا یہ لوگ جان و مال بلکہ عزت آبرو برباد کرنے سے نہ چوکیں گے ۔ سیر و شکار سے ہاتھ اٹھا کر بلخ کے قلعے میں خانہ نشین ہو گیا ۔ بالآخر زمانۂ غدار کی نیرنگی اسے ایران لے گئی ۔

کھمرد اور خنجان پر حملے کا بیان

اصالت خاں نے کابل پہنچ کر علی مردان خاں کے زیر ہدایت توران کی فتح کے لیے فوج اور سامان کا انتظام شروع کیا ۔ ۳۰ ربیع‌الاول (۲۶ مئی ۱۶۴۵ء) کو غورنند کے تھانے دار خلیل بیگ نے امیرالامرا کو اطلاع دی کہ آج کل تردی علی قطغان اور کھمرد کے سپاہی بہرام کی کمک اور محمد بیگ سے لڑنے کے لیے گئے ہوئے ہیں جو عبدالعزیز خاں کی طرف سے حصار شادماں کی فتح کے واسطے آیا ہے ۔ کھمرد کا قلعہ خالی ہے ۔ اگر مجھے کچھ فوج دے دیں تو بہ آسانی کھمرد پر قبضہ کر سکتا ہوں ۔ رسد اور چارے کی قلت کے سبب امیرالامرا نے زیادہ لشکر بھیجنا مناسب نہ سمجھا ۔ منصب داروں کے ایک ہزار سوار ، اسحاق بیگ بخشی کابل کے ایک ہزار احدی اور اپنے ایک ہزار سپاہی اپنے غلام فرہاد کے ہمرکاب ادھر روانہ کر دیے ۔ ان لوگوں اور خلیل بیگ کے کھمرد پہنچتے ہی قلعے کے تھوڑے سے آدمی جو وہاں تھے بھاگ نکلے ۔ لڑائی یا محنت کے بغیر قلعہ ہاتھ آ گیا ۔

خلیل بیگ اور اس کے رفیق جنگ آزمودہ نہ تھے ، نہ انھیں ملک توران کے حالات کا اندازہ تھا ۔ قلعۂ کھمرد پر قبضہ تو کر لیا لیکن نگہداشت کا انتظام نہ کیا ۔ مبارز خاں کے پوتے سرمست ، دولت اور اس کے چند عزیزوں کو پچاس بندوقچی دے کر وہاں چھوڑ دیا ۔ خود ضحاک چلا آیا ۔ علی مردان خاں کو اطلاع ملی ، خود جانا چاہا لیکن سوچا کہ ابھی کمک نہیں آئی ۔ غرض اس معاملے کو ملتوی کر کے اصالت خاں کو فوج سمیت غور بند کی طرف بھیج دیا ۔ (۱۸ جمادی الاول) ۱۰ جولائی ۱۶۴۵ء کو اصالت خاں کابل سے نکل کر موضع ماہرو اور [illegible]

درمیان خیمہ زن ہوا ۔ سوچا کہ ازبکوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہونے تک یہیں ٹھہرنا بہتر ہے ۔ ۲۶ تاریخ (۲۰ جولائی ۱۶۴۵ء) کو امیر الامرا بھی سارا لشکر ہمرکاب لیے اصالت خاں سے آ ملا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کمک کے انتظار میں بدخشاں کی فتح کا یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے ۔ غرض کوچ کرتے ہوئے غور بند سے چار منزل نکل گئے۔ یہاں پہلی خبر یہ ملی کہ سرمست کے سو احدی اور ساٹھ سوار ذخیرہ وغیرہ جمع کر کے قلعے میں پہنچانے کے واسطے نکلے ہوئے تھے ۔ بامیان سے تین کوس آگے یہ غافل جماعت رات کو اطمینان کے ساتھ سو گئی ۔ پچھلے پہر چار سو ازبک سوار اِن پر آ پڑے ۔ کچھ کو زخمی کیا کچھ کو مارا ۔ تھوڑے سے قید ہو گئے ۔ دوسری خبر یہ سنی کہ عبدالرحمان دیوان بیگی اور تردی علی نے آ کر کہمرد کا محاصرہ کیا تھا ۔ سرمست اور اُس کے سپاہیوں نے کسی سختی یا مجبوری کے بغیر عبدالرحمان سے امان مانگ کر قلعہ اُس کے حوالے کر دیا ۔ لا مذہب بےدین ازبکوں کو اپنے قول کا کیا پاس ہوتا ؛ امان دینے کے باوجود اُن بیوقوفوں کو لوٹ لیا بلکہ اکثر کو زخمی اور قتل بھی کیا ۔ سرمست ہزار مصیبتیں سہ کر ضحاک پہنچا ۔

اس واقعے کے بعد خلیل بیگ نے اصالت خاں سے جا کر کہا کہ اس کوہستان میں جو برف سے اٹا پڑا ہے اور رسد اور چارے کی قلت ہے ، ہماری لشکر کا آنا مصلحت کے خلاف ہے ۔ اس کے علاوہ نذر محمد خاں کا تمام لشکر کہمرد کے پاس آ کر کوہستان میں جا بجا چھاؤنی ڈالے پڑا ہے ۔ پنجشیر کے تھانے دار دولت بیگ نے بھی آ کر گزارش کی کہ غلے چارے کے بغیر اتنے بڑے لشکر کا بڑھے چلے آنا مناسب نہیں ۔ کوہستان کی گھاٹیاں دشوارگزار ہیں ۔ بعض جگہ فقط چھ سات گز چوڑی ہیں ۔ بارش اور برف کا موسم سر پر آ پہنچا ہے ۔ بھیانک خونی جاڑا بھی سامنے ہے ۔ راستے میں گیارہ ندیاں پڑتی ہیں جن میں جابجا بڑی بڑی چٹانیں ہیں ۔ پانی اس زور سے بہتا ہے کہ پل باندھے بغیر انھیں عبور کرنا نا ممکن ہے ۔ یہ صورت دیکھ کر اکثر سرداروں نے علی مردان خاں سے کہا کہ اگر کابل سے نکلے ہیں تو قابل کہمرد کو فتح کرنے کے لیے بدخشاں کی طرف چل [illegible]

معاملہ سہل تھا۔ اب اونٹ گھوڑے بے دم ہو چکے ہیں۔ جاڑا سر پر آنے والا ہے۔ غلے چارے کی قلت۔ اس حال میں دشوار گزار سنگلاخ گھاٹیوں سے نکلنا محال ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ جن سپاہیوں کے گھوڑے تازہ دم ہیں، وہ تھوڑا سا غلہ اُن پر لاد کر ہلکے پھلکے تنہا بدخشاں کے علاقے میں گھس جائیں اور سختی سے لوٹ مار کریں کہ اس سر زمین میں آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اس طرح کوہستان کے دروں اور راستوں کا حال بھی معلوم ہو جائے گا اور غنیم کے ملک کی کیفیت بھی واضح ہو رہے گی۔

امیرالامرا علی مردان خاں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بادشاہی فوج نیز اپنے اور بہادر خاں کے سپاہیوں میں سے ایک ہزار جرار جانباز سوار چھانٹ کر جو ابھی لشکر میں داخل ہوئے تھے، اصالت خاں کی ماتحتی میں اس مہم پر تعینات کر دیے۔ اگلے دن اصالت خان آلہ روز کی رہبری سنبھالے ہندو کوہ سے گزر کر برف و باد کی طرح اندراب کے پاس جا پہنچا۔ باشندوں کے مویشی، مال و اسباب، ساز و سامان کو ایسا لوٹا کہ جھاڑو سی پھیر دی۔ علی دانشمندی، پیلانچی، کورمکی کے آدمیوں، اسمٰعیل اتالی اور مودودی کے خواجہ زادوں نیز اندراب کے میر ہزارہ جات قاسم بیگ کو ہمراہ لے کر پلٹا۔ گھاٹیاں اور دریا ایسی تیزی سے عبور کر کے لشکر شاہی سے آ ملا۔ یہ تمام واقعات ظلِ سبحانی نے سنے تو سخت نا خوش ہوئے۔ امیرالامرا علی مردان خاں کے نام عتاب آمیز فرمان صادر کیا۔ مضمون یہ تھا کہ "تمھیں کابل کا تمام لشکر لے کر بدخشاں فتح کرنے کے لیے جانا چاہیے تھا۔ وہ موقع تم نے کھو دیا۔ فرمان پہنچتے ہی سنگتراش بیلدار اور بڑھئی وغیرہ آگے بڑھاؤ تا کہ راستہ بنائیں۔ بہادر خاں کو اپنے ہمرکاب رکھو۔ اصالت خاں اور نجابت خاں کو پارکا والا میں بھیج دو۔ راجا رائے سنگھ اٹک میں، رستم خاں رہتاس میں اور قلیچ خاں بھیرہ میں ٹھہرے رہیں۔ جب بادولت کابل آئیں تو حاضر خدمت ہوں"۔

راجا جگت سنگھ کا اندراب جا کر چوبی قلعہ بنانا

ایک مرتبہ فرط تہور کے سبب راجا جگت سنگھ نے گزارش کی تھی کہ اگر حضور فرمائیں تو طول کی گھاٹی سے گزر کر ولایت بدخشاں میں داخل ہو جاؤں ۔ خوست اور اندراب پر قبضہ کر کے تمام پرگنوں اور قبائلی علاقے پر تصرف کر لوں گا ۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس منصب سے زیادہ جتنے سوار اور پیادے ہیں اُن کی تنخواہ شاہی خزانے سے ملتی رہے ۔ ظل سبحانی نے ڈیڑھ ہزار سواروں دو ہزار پیادوں کی تنخواہ خزانہ کابل سے مقرر کر کے اُسے فرمان بھیجا کہ لشکر کا ساز و سامان درست کر کے اُدھر کوچ کرے ۔ جب جگت سنگھ نے طول کی گھاٹی طے کر کے خوست پر حملے کا ارادہ کیا تو وہاں کے ارباب و اشراف استقبال کے لیے آئے اور بولے کہ ہم ہمیشہ مطیع اور فرمان بردار رہیں گے ۔ سابقہ تقصیریں معاف کی جائیں ۔ ہر طرح کی خدمت اور تواضع کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر آپ اس علاقے میں قلعہ بنا کر قیام فرمائیں تو ہم سب آپ کی ملازمت میں حاضر ہو کر جان نثاری کریں گے اور ہر طرح فرماں برداری کا ثبوت دیں گے ۔ چونکہ راجا کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگ اطاعت و بندگی اختیار کر لیں اور نظم و نسق درست ہو جائے لہٰذا اُن سبھوں کو عنایات شاہی کا امیدوار کر کے دلجوئی کی ۔ پھر اُن کے مشورے سے اندراب اور سہراب کے درمیان مضبوط چوبی قلعہ تیار کیا کیونکہ وہاں لکڑی افراط سے تھی ۔ سنگین برج بنا کر قلعہ مکمل کیا ۔ برجوں اور چوبی فصیلوں پر توپیں چڑھا دیں ۔ دو کنویں کھدوائے ۔ پاس ہی ایک درہ تھا جہاں سے غنیم آ سکتا تھا ، اس کے دہانے میں دائیں بائیں مضبوط لٹھے اور تھم کاٹ کاٹ کر صرف اتنا راستہ باقی چھوڑا کہ یہ بمشکل ایک سوار گزر سکے ۔ اس پر تنومند بہادر بندوقچی اور تیر انداز بٹھا دیے کہ حفاظت کرتے رہیں ۔

نذر محمد خان نے راجا کے مقابلے پر کفش قلماق کو ازبک تیر اندازوں کی فوج دے کر بھیجا ۔ اس نے فوج کے تین حصے کر کے لڑائی شروع کی ۔

راجا نے بھی دلاوری کے ساتھ شاہی لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرکے عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایک بازو خود سنبھالا، دوسرے پر اپنے بیٹے بہار سنگھ کو متعین کیا۔ تیسرے حصے کے بندوقچیوں کو قبائلی پیادوں کی طرف بھیجا جو پہاڑ پر چڑھ آئے تھے۔ غرض ہر طرف لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ ازبک سواروں کو ہندوستانی دلاوروں نے گرد برد کر دیا۔ قبائلیوں کو راجا کے پہاڑی بندوقچیوں نے بھگا دیا۔ یہ دیکھ کر ازبک فوج بندوقوں کے پلتے سے ہٹ گئی۔ فاصلے پر جا کر لشکرِ شاہی کے سامنے جمع ہو گئی کہ جب موقع ملے گھوڑے اڑا کر آ پڑے۔ راجا نے اپنے جانبازوں کو ساتھ لے کر حملہ کیا اور اس زور شور سے کہ میدانِ جنگ میدانِ قیامت بن گیا۔ جب بہت سے ازبک تلوار کے گھاٹ اتر گئے تو باقی آدمی ناامید ہو کر ہٹے اور اپنے مسکن پر پہنچے۔

راجا جگت سنگھ نے یہ تمام کارگزاری امیرالامرا کو لکھ بھیجی اور کمک مانگی۔ امیرالامرا نے اس کے بیٹے راج روپ کے ہاتھ گولہ بارود اور اپنے ماتحتوں نیز کمکی سرداروں کی فوج میں سے چار ہزار سوار ذوالقدر خاں، علی بیگ، اسحاق بیگ اور اپنے غلام فریدوں کے ہمراہ بھیج دیے۔ برفباری کے سبب جگت سنگھ نے وہاں زیادہ ٹھہرنا بیکار سمجھا۔ چار سو اعتباری راجپوت اور پانچ سو بندوقچی قلعے میں چھوڑ کر پرندہ کی گھاٹی سے پنجشیر کی طرف ۲۵ رمضان (۱۴ نومبر ۱۶۴۵ء) کو واپس ہوا۔ سفر کے دوران میں ایسی برفباری ہوئی کہ بہت سے آدمی اور گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ لشکر درے میں سے نہ گزر سکا۔ راجا نے مجبوراً وہ رات بڑی مصیبت سے وہیں بسر کی۔ صبح دم پیچھے ہٹ کر ایک جگہ پڑاؤ کیا جہاں ایندھن بکثرت تھا۔ اس وقت امیرالامرا کے ماتحتوں میں سب سے پہلے فریدوں آ کر راجا سے ملا۔ لوگوں کا حوصلہ بندھا۔ ازبک بھی موقع کی تلاش میں ساتھ ساتھ لگے آئے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ راستہ بند ہے، بڑی بیباکی کے ساتھ چاروں طرف سے گھر کر آئے۔ راجا نے بے تامل اپنے فولاد پوش سورماؤں کو ہمرکاب لے کر حملہ کیا۔ طرفین کے بہادروں نے خوب دادِ شجاعت دی۔ راجا کی فوج میں سپاہی

سردار سب برابر ہو کر لڑنے لگے یہاں تک کہ بدبخت ازبک شکست کھا کر بھاگ گئے ۔ لشکرِ شاہی میں فتح کا نقارہ بجا ۔ راجا دو روز تک قلعے کے باہر ٹھہرا ، تیسرے دن طول کی گھاٹی سے روانہ ہو کر وادی میں پڑاؤ کیا ۔ چوتھے روز کوہِ برف سے گزر کر پنجشیر کے مضافات میں پہنچا ۔

شاہی سواری کی کشمیر سے لاہور کو روانگی

بتاریخ ۴ شعبان (۲۵ ستمبر ۱۶۴۵ء) دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے ظلِ سبحانی صاحبقرانِ ثانی شاہ آباد کے راستے کشمیر سے واپس چلے ۔ مقررہ مقامات پر جن کی کیفیت پہلے لکھی جا چکی ہے ، منزلیں کرتے ہوئے جب ہیرا پور میں ٹھہرے تو رات کو بارش پڑنے لگی ۔ صبح کو روانگی کے بعد زور کی بارش ہوئی جو سرائے سوختہ (خیر سرا) تک برابر جاری رہی ۔ پھر برفباری شروع ہو گئی ۔ پیرپنجال کی گھاٹی تک پہنچتے پہنچتے کچھ کمی ہوئی لیکن سردی کی شدت کے باعث گھاٹی پار کرنے تک لوگوں نے بہت تکلیف اٹھائی ۔ برف کہیں بالشت بھر کہیں ڈیڑھ بالشت گہری تھی ۔ یہاں حضرت نے ظفر خاں کو خلعت اور نقرئی زین کا گھوڑا عنایت کر کے اور کشتوار کے راجا اوگرسین کو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی دے کر واپسی کی اجازت عطا کی ۔

بھنبر میں خیمے ہوئے تو شاہزادۂ بلند اقبال جو پہلے ہی کشمیر سے یہاں بھیج دیے گئے تھے ، نیز اعظم خاں جو متھرا سے حاضر ہوا تھا ، استقبال کے لیے آئے ۔ دیندار خاں کا انتقال ہو چکا تھا ، حضرت نے اس کے بھائی سید اسداللہ کو ہزاری ذات سات سو سوار کا منصب اور قلعداری کابل عنایت کر کے ادھر رخصت فرمایا ۔ ۸ شعبان (۲۹ ستمبر ۱۶۴۵ء) کو بھنبر سے کوچ ہوا ۔ شکار کھیلتے ہوئے حافظ آباد کے راستے چلے ۔ ۱۵ رمضان (۴ نومبر ۱۶۴۵ء) کو لاہور کے دولتخانے میں آ اترے ۔ اس تاریخ پر شاہزادۂ عالی گہر مراد بخش نے ملتان سے حاضر ہو کر دو ہزار اشرفیوں کی نذر دی ۔ سید خان جہاں بارہہ نے بھی آستاں بوسی کے بعد ہزار اشرفیوں کی نذر حاضر کی ۔ کابل سے اصالت خاں اور نجابت خاں وغیرہ

بھی حاضر بارگاہ ہوئے ۔ سعداللہ خاں نے پانچ ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔ علم اور نقارہ عطا ہوا ۔ اصالت خاں نے ترقی پا کر چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ راجا جسونت سنگھ بھی وطن سے آ کر حاضر ہوا ۔ میرزا نوذر کو ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب اور توش بیگی کی خدمت پر سربلندی ملی ۔ لہراسپ خاں ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اصالت خاں کے بھائی عبدالکافی کو نوازش خاں خطاب ملا ۔ علی مردان خاں کے نوکر مرشد قلی کو خنجر خاں کی جگہ کوہِ کانگڑہ کے دامن کی فوجداری عطا ہوئی ۔ خلعت اور گھوڑا ملا ۔ اصالت خاں کی پیشکش والے سو عراقی گھوڑے اور بست کے قلعدار پردل خاں کی پیشکش کے سالم گھوڑے نظر عالی سے گزرے ۔ پنجاب میں غلے کا نرخ چڑھ جانے سے غریبوں کی گزر مشکل ہو گئی تھی ، حضرت نے سید والا نسب سید جلال صدرالصدور کو دس ہزار روپے مرحمت فرمائے کہ مستحق محتاجوں میں تقسیم کر دے ۔

۸ شوال (۲۷ نومبر ۱۶۳۵ء) کو شاہزادہ مراد بخش کی پیشکش کے چالیس عراقی گھوڑے اور چار سو بلوچی اونٹ نظرِ عالی سے گزرے ۔ شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ نے دہلی کے لال قلعے کے نزدیک دریائے جمنا کے کنارے اپنے محل کی تعمیر شروع کروائی تھی ، اس کے اخراجات کے لیے حضرت نے دو لاکھ روپے مرحمت فرمائے ۔ عادل خاں کے ایلچی ابوالحسن کو پندرہ ہزار روپے عطا کیے ۔ حیات ترین کو ہزاری ہزار سوار ، رائے سنگھ جھالا کو ہزاری چھ سو سوار ۔ سرہند کے متصدی رائے ٹوڈر مل کو ڈیڑھ ہزاری ذات بارہ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دی ۔ راجا مان سنگھ کا پوتا کشن سنگھ ڈیڑھ ہزاری ذات ڈھائی سو سوار ، ذوالقدر خاں دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، راجا جے رام بڈ گوجر ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار اور روپ سنگھ راٹھور ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی یاب ہوئے ۔ ۲۲ شوال (۱۱ دسمبر ۱۶۳۵ء) کو سید خان جہاں جو فالج میں مبتلا ہوا تھا ، فوت ہوگیا ۔ پرانے جاں نثاروں میں

نہایت ممتاز تھا لہٰذا اس کے مرنے کا حضرت کو بے حد قلق ہوا۔ اس کے حقوق کا خیال کرکے دو بیٹوں یعنی شیر زمان اور سید منور کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب دیے۔ بھتیجے سید فیروز کو ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار کے منصب پرسر بلند فرمایا۔ اس کے ملازموں میں سے تیس آدمی شاہی ملازمت میں داخل کیے گیے۔ ان میں سے بہار لوحانی کو پانچ سو ذات تین سو سوار کا منصب عطا ہوا۔ سید سالار کو خالصۂ گوالیار کے پرگنوں کا فوجدار مقرر کیا جو خان جہان مرحوم کی جاگیر میں تھے۔ البتہ خان جہان کا ایک بد نصیب بیٹا ، جو عمر میں سب سے بڑا ہے ، باپ کے انتقال کے بعد ادبار کی تحریک یا جنون کے اثر سے اردوئے معلّٰی سے بھاگ گیا۔ حضرت کے حسب الحکم گرز برداروں کے داروغہ یادگار بیگ ولد زبردست خاں نے تعاقب کرکے سہرلد کے قریب گرفتار کر لیا اور حضور میں پیش کیا۔ کچھ عرصہ زلدانِ پاداش میں قید رہا۔ پھر ماں کی سفارش پر چار ماہ بعد قید خانے سے چھوٹا۔ محمد زمان طہرانی کی جگہ معتقد خاں الٰہ‌آباد کا صوبے دار مقرر ہوا۔ خلعت ملا۔ قاضی طاہر آصف خانی کو احدیوں کی بخشی گری سونپی گئی۔ اسی تاریخ میں نور جہاں بیگم کا بھی انتقال ہوا جو اعتمادالدولہ کی بیٹی اور آصف خاں کی بہن تھیں۔ پہلے شیر افگن ترکمان کے عقد میں تھیں، اس کے مارے جانے کے بعد جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کی زوجیت میں آئیں۔ رفتہ رفتہ ان کے مزاج میں ایسا دخل پایا کہ انھوں نے ہندوستان کی حکومت کا ہر معاملہ ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ کسی بات کا محاسبہ نہ کرتے اور خواہ مخواہ ان کی مرضی پر عمل فرماتے۔ انتہا یہ کہ سکے پر بھی ان کا نام نقش ہونے لگا۔ جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد بادشاہِ حقائق آگاہ نے اُن کا سالیانہ دو لاکھ روپے مقرر کر دیا۔ المختصر اس مقبرے میں جو مقبرۂ آصف خاں کے پہلو میں اپنے حین حیات تیار کروایا تھا ، دفن ہوئیں۔

بتاریخ ۲ ذیقعدہ (۲۰ دسمبر ۱۶۴۵ء) شاہزادہ شجاع کی عرضداشت وصول ہوئی جس میں یہ خوشخبری درج تھی کہ ان کے کاشانے میں اعظم خاں کی دختر کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ہزار مہریں بطور

نذر بھیج کر نام تجویز فرمانے کی التجا کی تھی ۔ حضرت کمال مسرور ہوئے ۔ اس نو نہال بوستانِ خلافت کا نام سلطان زین العابدین تجویز فرمایا ۔ مبارکباد کا فرمان اپنے ہاتھ سے لکھ کر ارسال کیا ۔

بتاریخ ۴ ذی‌الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۳ بہمن ۲۱، جنوری ۱۶۴۶ء بروز دو شنبہ عمرِ گرامی کے ۵۵ ویں شمسی سال کے آغاز کا جشن تلادان معمول کے مطابق کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ اس مبارک تاریخ میں صدقے اور خیرات کی کثرت سے محتاجوں ، غریبوں کی آرزوئیں پوری ہو گئیں ۔ تمام رسوم بخوبی انجام پائیں ۔ پشاور سے علی مردان خان اور بلخ سے نذر محمد خان کا ایلچی نذر شوایت آستان بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے ۔ امیرالامرا نے ہزار اشرفیوں کی نذر دی ۔ خلعتِ خاصہ اور نیمہ آستین کی عنایت سے سرفراز ہوا ۔ ایلچی نے نذر محمد خان کا مراسلہ ، نو عدد لعل ، ۳۳ گھوڑے ، اکیس اونٹ اور دیگر اشیا جن کی مجموعی قیمت تیس ہزار روپے تھی ، پیش کیے ۔ حضرت نے اسے خلعت ، مرصع بکدہ اور بیس ہزار روپے عطا فرمائے ۔ روپے اشرفیوں کی صورت میں نثار کی رقم بھی عنایت کی جو چار ہزار روپے کے بقدر تھی ۔

اس مسرت انگیز جشن کے موقع پر سعد اللہ خان ہزاری ذات کی ترقی سے چھ ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوا ۔ نقرئی ساز کا ہاتھی بھی ملا ۔ صدرالصدور سید جلال ہزاری ذات کے اضافے سے چھ ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ راجا بیٹھل داس پانچ سو سوار کے اضافے سے پنجہزاری ذات چار ہزار سوار اور راجا بہار سنگھ تین ہزاری ذات تین ہزار سوار ایک ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ممتاز ہوئے ۔ لظر بہادر خویشگی تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، میرزا لوذر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار ، مہیش داس راٹھور ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار ، عاقل خان میر سامان ڈھائی ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، حیات خان دو ہزاری ذات چھ سو سوار ، انرودھ ولد راجہ بیٹھل داس ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار ، گردھر داس گور ہزاری ذات سات سو سوار کے منصب پر ترقی یاب ہوئے ۔ خوشحال بیگ کاشغری کو ہزاری ذات چار سو سوار اور شفیع اللہ

برلاس میر توزک و رحمت خاں کو ہزاری ذات ، دو سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ نذر محمد خاں کے ایلچی نذر شوایت نے اپنی طرف سے سات گھوڑے ، اٹھارہ اونٹ پیش کیے ، حضرت نے اسے خنجر اور اس کے ساتھیوں کو نو ہزار روپے عطا فرما کر سر بلند کیا ۔

محمد حسن ولد میر فتاح اصفہانی پرگنہ پنوج صوبہ کشمیر کی تیولداری پر سرفراز تھا ۔ حکومت صوبہ میں اس کے باپ اور بھائی کا لقب فتاح رہا ۔ اس نے کاشال کے سرکشوں کی گو شمالی اور تنبیہ و تادیب کا حق خوب ادا کیا ، حضرت نے اسے میر فتاح کا موروثی لقب اور کاشال کی جاگیر عطا فرمائی ۔ ۲۱ [ذی‌الحجہ] ۲۱ جنوری ۱۶۳۶ء کو ظل سبحانی امیرالامرا کی حویلی میں تشریف فرما ہوئے ۔ اس عزت افزائی کے شکرانے میں خان موصوف نے نثار ، پا انداز اور پیشکش میں جو کچھ حاضر کیا اس میں سے حضرت نے ایک لاکھ روپے کی چیزیں قبول فرمائیں ۔ اطلاع آئی کہ درۂ طول سے گزرتے وقت راجا جگت سنگھ کو برفباری کی آفت سے جو بیماری لاحق ہوئی تھی اس میں اس کا انتقال ہوا ۔ حضرت نے مرحوم کے بڑے بیٹے راج روپ کو خلعت ارسال کیا - ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ وطن میں اس کے باپ کے نام جو جاگیر تھی وہ اسے دے کر راجا کا خطاب عنایت فرمایا ۔ اندراب و سراب کے درمیان چوبی قلعے کی محافظت کے لیے راجا جگت سنگھ کو ڈیڑھ ہزار سوار دو ہزار پیادوں کی کمک عطا ہوئی تھی ، اسی مقصد کے لیے راجا راج روپ کو بھی پانچ سو سوار ہزار پیادے کی کمک عنایت کی گئی ۔ تنخواہ خزانۂ کابل سے مقرر ہوئی ۔

بلخ و بدخشاں کی فتح کا قصد اور لشکر شاہی کا تعین

جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے بعد (اکتوبر ۱۶۲۷ء) صاحبقران ثانی شاہجہان کو دارالخلافت آگرہ پہنچنے میں کچھ مدت لگ گئی ۔ تخت سلطنت خالی پڑا رہا ۔ ایسے موقعوں پر ملک کے انتظام میں خلل واقع ہونا قدرتی بات ہے ۔ چنانچہ اکثر امور سلطنت ابتر ہو گئے ۔ ظفر خاں اپنے باپ کے نائب کی حیثیت سے صوبۂ کابل کا انتظام کرتا تھا ، لیکن درۂ خیبر میں

پٹھانوں کے ہاتھوں اسے سخت نقصان اٹھانا پڑا ۔ بدلا لینا تو کیا ، کابل پہنچنے کا بھی موقع نہ ملا ۔ نذر محمد خان نے میدان خالی پا کر شہر کابل اور مضافات پر فوج کشی کی اور اس علاقے میں بہت ابتری پھیلائی ۔ جب معلوم ہوا کہ حضرت نے تخت سلطنت پر جلوس فرما کر اس کی تنبیہ کے لیے مہابت خاں خان خاناں کو مامور کیا ہے تو ناکام و نامراد ہو کر بھاگا ۔ غوری کے راستے بلخ کو روانہ ہوا ، دہشت کا یہ عالم تھا کہ اٹھارہ روز کا راستہ تین دن میں طے کر لیا ۔ حضرت کو نذر محمد خان کی یہ بے تمیزی سخت ناگوار گزری ۔ ہمیشہ یہ فکر رہی کہ اس کی گوشمالی کی جائے ۔ چونکہ ہر کام کا وقت مقرر ہے لہٰذا یہ معاملہ مدتوں ملتوی ہی رہا ۔ خان جہان لودھی اور جھجھار سنگھ بندیلہ کی بغاوت نیز دکن کے سلطانوں کی شورش کے سبب تاخیر ہوتی رہی ۔ حضرت کا زیادہ وقت دکن کی مہمات میں صرف ہو گیا ، بلخ و بدخشاں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی ۔

توفیق ایزدی کی بدولت دکن کی مہمات کامیاب ہوئیں ۔ خان جہان اور بندیلہ کیفر کردار کو پہنچے ۔ نظام الملک نے خان جہان کی پشت پناہی کی تھی ، اس کی شامت میں اپنی پیڑھیوں پرانی سلطنت کھو بیٹھا اور حضرت کے ایما سے قتل ہوا ۔ جب دکن کے معاملات حسب دلخواہ فیصل ہو گئے تو حضرت کی خاطر جمع ہوئی ۔ اب آپ نے قصد فرمایا کہ المان قبیلوں کی سرکوبی کریں جنھوں نے توران میں ظلم و ستم کر کے قیامت ڈھائی تھی ۔ ان ظالموں نے جو بظاہر کلمہ گو تھے، مسلمانوں کا خون بہانے اور بے آبروئی کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ نذر محمد خان نے کابل کی رعایا کو جس طرح تباہ کیا تھا اس کا انتقام بھی واجب تھا ۔ غرض ناموس سلطنت اور دبدبۂ حکومت کو قائم رکھنے کی خاطر خدیو روزگار ، صاحبقران ثانی نے ازرہ قہرمانی فرمان صادر کیا کہ شاہزادۂ والاگہر مراد بخش پچاس ہزار سوار جرار ، دس ہزار پیادے بندوقچی ، بان انداز اور توپچی ہمرکاب لے کر ولایت بدخشاں کی تسخیر اور ناہنجار المانوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے بہت جلد وہاں پہنچیں ۔

لشکر ظفر اثر کو سات فوجوں میں تقسیم کیا گیا ۔ ہراول اور قلب

بارہ بارہ ہزار سواروں اور دو دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھے ۔ میمنہ اور میسرہ میں چھ چھ ہزار سوار دو دو ہزار پیادے رکھے گئے ۔ میمنہ اور میسرہ کی محفوظ فوجیں بھی چھ چھ ہزار سواروں اور ایک ایک ہزار پیادوں پر مشتمل تھیں ۔ پچھلی فوج (عقب) میں دو ہزار سوار تھے ۔ قلب میں شہسوار معرکہ کارزار شاہزادہ والا تبار مراد بخش ، علی مردان خان ، نجابت خان ، میرزا خان بن شاہنواز خان بن عبدالرحیم خانخانان ، محتشم خان ، شاد خان، ذوالقدر خان ، شیخ اللہ دیا ولد کشور خان بن قطب الدین کوکہ ، ملتفت خان ولد اعظم خان وغیرہ چار سو ذیجاہ منصب دار اور ایک ہزار احدی کمال شوکت و سطوت سے مرتب ہوئے ۔ طے پایا کہ لڑائی میں امیرالامرا دائیں طرف اور نجابت خان بائیں جانب صف آرا ہو کر داد شجاعت دیں ۔ فوج ہراول کی سرداری بہادر خان کے نام طے ہوئی ۔ اس گروہ میں راجا بیٹھل داس ، راؤ ستر سال ، مادھو سنگھ ، لطفر بہادر خویشگی ، مہیش داس راٹھور ، سید عالم بارہہ ، شیو رام گوڑ ، کشن سنگھ راٹھور کا پوتا روپ سنگھ ، حیات ترین ، جمال خان لوحانی ، محکم سنگھ ، گوپال سنگھ سیسودیہ ، علاول ترین ، گردھر گور ، راجا امر سنگھ نروری ، سید شہاب ، رائے سنگھ جھالا ، ارجن گور ، سید نور العیان ، سید محمد وغیرہ چار سو ستر امیر اور منصب دار تھے جن کی شجاعت اور ثابت قدمی کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے۔ ہزار برق انداز بھی ہمرکاب تھے ۔

* میمنہ کی سرداری پر قلیچ خان جیسا دلاور تھا ۔ اس میں بھی چار سو ساٹھ منصبدار اور امرا شامل تھے مثلاً شاہ بیگ خان ، راجا دیبی سنگھ بندیلہ ، اہتمام خان ، خنجر خان ، ترکتاز خان ، مقصود بیگ علی دانشمندی ۔ سات سو سوار احدی اور بندوقچی بھی شریک تھے۔ میسرہ کا انتظام رستم خان ، دولت خان ، مراد قلی گکھڑ اور احدیوں کے بخشی نورالحسن کے سپرد تھا ۔ اس میں ڈھائی سو امیر اور منصبدار اپنا کروفر دکھا رہے تھے ۔ دو ہزار احدیوں اور بندوقچیوں کی پلٹن ان کے ساتھ تھی ۔ میمنہ کی محفوظ فوج میں اصالت خان، راجہ رائے سنگھ سیسودیہ ، راجا راج روپ ، راجا جے رام بڈ گوجر ، سید اسداللہ ، شادمان پکھلی وال ، جگرام ، راجا بہروز

وغیرہ ۹۷۳ منصبدار اور امیر سلحشوری کی داد دے رہے تھے ۔ سات سو سوار برق الدازوں احدیوں کا ہرا ان کے علاوہ تھا ۔ میسرہ کی محفوظ فوج کی سالاری پر خلیل اللہ خاں تھا ۔ ۲۰۵ دلاور امرا اور منصبدار اس کے ہمرکاب تھے مثلاً راجا بہار سنگھ بندیلہ ، زین خاں کوکہ کا پوتا سعادت خاں ، چندر من ، صف شکن خاں صفوی ، خلیل بیگ ، خوشحال بیگ ، جبار قلی گکھڑ ، غضنفر ولد اللہ ویردی خاں، خواجہ عنایت اللہ خاں ولد صفدر خاں وغیرہ ۔ سات سو احدی اور بندوقچی سواروں کا دستہ ان کے ہمراہ تھا ۔ عقبی فوج میں میرزا نوذر صفوی ، لہراسپ خاں ولد مہابت خاں ، سید محمد ولد خان دوراں ، صفی قلی ترکمان ، گرشاسپ ولد مہابت خاں جیسے جانباز منصبدار شوکت و شجاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے ۔

المختصر یہ بے پایاں لشکر جس کی ہر فوجِ ظفر موج سمندر کی لہروں کی طرح تلاطم برپا کر رہی تھی ، اوائل ذی الحجہ (آخر جنوری ۱۶۴۶ء) میں لاہور سے چل کر حفظ و حمایتِ ایزدی کے سائے میں ، اقبالِ بادشاہی کے پرچم اڑاتا کابل کی طرف بڑھا ۔ چلتے وقت حضرت نے شاہزادۂ نامدار کو خلعتِ خاصہ ، طلادوز نادری ، سر پر باندھنے کے لیے ایک لعلِ شب چراغ اور دوبیش قیمت موتی ، ہیرے کا مرصع طرہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مرصع تلوار ، نقرئی ساز کا ہاتھی ، ایک ہتھنی ، سو راس گھوڑے جن میں سے ایک کا زین مرصع دوسرے کا مینا کار طلائی تھا ، اس چشم و چراغ سلطنت کو عنایت فرما کر سرفراز کیا ۔ بارہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر ہزار سوار کا اضافہ کیا ۔ ان میں دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار دیے ۔ سات لاکھ روپے بطورِ مساعدت (مدد خرچ) عطا فرمائے ۔ ان کے بعد علی مردان خاں کو خلعتِ خاصہ ، الماس کا جیغہ ، خنجر مرصع ، پھول کٹارہ ، شمشیرِ مرصع ، طلائی ساز کے دو گھوڑے ، نقرئی ساز کا ہاتھی اور ایک ہتھنی عنایت فرمائے۔ اس کے بیٹے محمد اسمٰعیل کو خلعت، جیغہ، مرصع اور ہاتھی عطا ہوا ۔ رفیقوں میں سے نو آدمیوں کو خلعت دیے ۔ قلیج خاں ، نجابت خاں ، رستم خاں ، اصالت خاں ، راجا بیٹھل داس اور راؤ ستر سال کو خلعتِ خاصہ ، مرصع جمدھر اور گھوڑا عنایت کیے ۔

نظر بہادر خویشگی کو خلعت ، گھوڑا اور نقارہ دے کر بلند آوازہ فرمایا ۔ دوسرے سرداروں اور امرا پر بھی نوازشیں فرمائیں ، خلعت ، خنجر ، ہاتھی ، گھوڑے ، نقد انعام اتنے دیے کہ یہاں ان کی تفصیل ممکن نہیں ۔ مزید حکم فرمایا کہ لشکر کا کچھ حصہ شاہزادے کے ہمرکاب پشاور کے راستے بڑھے ۔ دوسرا حصہ بالائی بنگش کے راستے اور تیسرا زیریں بنگش کی راہ سے روانہ ہو کر کابل میں شاہزادے سے جا ملے ۔

قلیج خاں ، خلیل اللہ خاں اور میرزا نودر کو ہدایت فرمائی کہ تم اپنی اپنی فوجیں لے کر آبدرہ کے راستے کھمرد پہنچ کر پہلے اُسے پھر قلعۂ غوری کو فتح کرو ؛ بعد ازاں شاہزادے سے جا ملنا ۔ شاہزادہ باقی چاروں فوجوں کی سپہ سالاری کرتا ہوا درۂ طول کے راستے بڑھ کر قندھار اور مضافات کی تسخیر کے بعد بلخ پر پیش قدمی کرے ۔ لشکرِ شاہی کی دیوانی کفایت خاں کے اور بخشی گری ملتفت خاں کے سپرد ہوئی ۔ داروغگیِ داغ اور تصحیحہ کی خدمت پر شمس الدین ولد مختار خاں کا تقرر ہوا ۔ بہادر خاں پشاور میں تھا ، اس کے لیے خلعتِ خاصہ ، جمدھر مرصع ، پھول کٹارہ ، طلائی ساز والا اسپِ خاصہ اور نقرئی ساز کا ہاتھی اصالت خاں کے ہاتھ روانہ کیا ۔ دو ہزار عمدہ گھوڑے لشکر کے ساتھ گیے کہ کچھ تو ضرورت‌مند احدیوں اور بندوقچیوں کو اور باقی آن امرا اور منصب داروں کو دے دیے جائیں جنھیں یہ درکار ہوں ۔

* یکم محرم ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۶۴۶ء یادگار بیگ میر توزک ولد زبردست خاں ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب اور جاں نثار خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ حضرت کو اطلاع ملی تھی کہ قحط اور گرانی کے مارے پنجاب کے بعض مفلس کسان اور صحرا نشین (جانگلی) اولاد کو بیچ رہے ہیں ، حکم صادر ہوا کہ شاہی خزانے سے ان کی قیمت دے دے کر اولاد کو والدین کے سپرد کیا جائے ۔ ہر روز دس جگہ لنگر خانے کھول کر دو سو روپے کا کھانا محتاجوں میں تقسیم کریں ۔ تارا گڑھ کے قلعے کی فصیلیں برباد ہو جانے کے بعد دوبارہ راجا جگت سنگھ کو دے دیا گیا تھا ؛ دامنِ کوہ کانگڑہ کے فوجدار مرشد قلی نے حضرت کے حسب

الحکم اُسے راجا راج روپ ولد جگت سنگھ کے قبضے سے نکال کر بادشاہی نوکروں کے سپرد کر دیا ۔ حضرت کی طرف سے بہادر کنبوہ وہاں کا قلعدار مقرر ہوا ۔

جشنِ نو روز ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ء)

افضالِ الٰہی سے ۳ صفر المظفر (۲۱ مارچ ۱۶۴۶ء) کو دو گھڑی رات گزرے آفتاب کی تحویل برج حوت سے برجِ حمل میں ہوئی ۔ سارا عالم بہار کے فیض سے شاداب و خرم ہوگیا ۔ اگلی صبح کو ظلِ سبحانی دربار میں رونق افزا ہوئے ۔ دونوں ہاتھوں سے موتی لٹاتے اور عمان و عدن کو شرم سے پانی پانی کرتے تشریف لائے ۔ نذر محمد خاں کے ایلچی نذر شوایت کو خلعت ، بیس ہزار روپے ، سو تولے وزن کا طلائی ٹھپیا ، اتنے ہی وزن کے دو نقرئی ٹھپیے عطا فرمائے ۔ عادل خاں کا ایلچی میرابوالحسن خلعت ، نقرئی زین والے گھوڑے اور ایک ہاتھی کی عنایت سے سرفراز ہو کر بیجاپور کو رخصت ہوا ۔ عادل خاں کی سربلندی کے لیے ابوالحسن کے بدست خلعت خاصہ ، جمدھر مرصع ، پھول کٹارہ ، مرصع بند والی سپر ، احمد آبادی اور کشمیری پارچات کے سو تھان روانہ فرمائے ۔ خلیل اللہ خاں کو بلخ و بدخشاں جانے والے لشکر میں شامل کرتے وقت آپ نے اُسے خلعت ، مرصع جمدھر اور طلائی زین والے گھوڑے سے سرفراز کیا تھا ، اُس کا عہدہ یعنی بخشی گریِ دوم عاقل خاں کو عطا فرمایا ۔ خلعت اور ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عنایت کیا ۔ ملا عطاء الملک کی جگہ صوبوں کے واقعات سنانے کی خدمت بھی سپرد کی ۔ عاقل خاں کا عہدہ یعنی خان سامانی جو سلطنت کا اہم عہدہ اور وزارت کا ہمرتبہ ہے ، ملا علاء الملک کو تفویض ہوا ۔ ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب ملا ۔ ۱۷ صفر (۴ اپریل ۱۶۴۶ء) کو مبارک ساعت میں شاہی سواری کا پیش خیمہ کابل کو روانہ ہوا ۔ علی مردان خاں کا داماد حسین بیگ خلعت اور ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر سربلند ہو کر آختہ بیگی مقرر ہوا ۔ جاں نثار خاں کی جگہ سید بہادر کو خلعت دے کر میر توزک مقرر

کیا ۔ محمد قاسم ولد ہاشم خان نبیرۂ قاسم خان میر بحر جو میر آتش اور کوتوال کے عہدے پر سرفراز تھا ، بلخ والے لشکر میں نامزد ہو گیا تھا ، اس کی جگہ مظفر حسین شاہی توپخانے کا داروغہ اور اردوئے معلی کا کوتوال مقرر ہوا ۔

حضرت کی تخت نشینی (۱۶۲۷ء) کے بعد مختلف ملکوں کے تاجدار دانائی و تدبر کے تقاضے سے سلطنت مغلیہ کے ساتھ دوستانہ روابط قائم کر چکے تھے ۔ شاہ عباس فرماں روائے ایران نے بھی بھری بیگ کے بدست مراسلہ بھیجا تھا جس میں تخت نشینی کی تہنیت اور دوستی و رفاقت کے مضامین درج تھے ۔ شاہ عباس کے انتقال کے بعد شاہ صفی تخت نشین ہوا تو اس کی بیہودگی و غلط اندیشی کے باعث یہ سلسلہ مسدود ہو گیا ۔ شاہ صفی کے انتقال کے بعد (۱۲ مئی ۱۶۴۲ء) شاہ عباس ثانی تخت نشین ہوا ۔ حضرت نے کمال بے نیازی کے باوجود مناسب سمجھا کہ پرانی دوستی کا سلسلہ جو ان دونوں عالیشان خاندانوں میں مدت سے قائم ہے ، برقرار ہی رہے ۔ چنانچہ ۱۸ صفر (۵ اپریل ۱۶۴۶ء) کو جان نثار خان کو خلعت ، جمدھر مرصع ، دو راس عربی گھوڑے طلائی ساز والے اور ایک ہاتھی عنایت کرکے شاہ عباس ثانی کے نام مراسلہ دے کر ایران روانہ کیا جس میں شاہ صفی مرحوم کی تعزیت اور شاہ موصوف کی تہنیت جلوس کا مضمون درج تھا ۔ یہ مراسلہ سعد اللہ خان کا انشا کردہ تھا ۔ حکم فرمایا کہ شاہی دیوان جان نثار خان اور اس کے رفیقوں کی دو سال کی تنخواہ پیشگی ادا کر دے ۔ مختلف کارخانوں کے مہتمم ایک لاکھ روپے کے مرصع آلات ، ڈھائی لاکھ روپے کی دوسری سوغاتیں اور مختلف صوبوں میں تیار کردہ پارچات کے پانچ ہزار تھان بطور تحفہ ایران لے جانے کے لیے اس کے حوالے کریں ۔

فتح بلخ و بدخشاں کے لیے شاہی سواری کی لاہور سے کابل کو روانگی

۱۶ فروردین ، ۱۸ صفر ۱۰۵۶ھ مطابق ۵ اپریل ۱۶۴۶ بروز پنجشنبہ

ساڑھے گیارہ گھڑی دن چڑھے لشکرِ شاہی کا علم فتح و ظفر اور داد و دہش کی ہوا میں لہراتا ہوا لاہور سے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہِ دیندار توفیق ایزدی کے سائے میں صاحبقرانی شان و شکوہ کے ساتھ سمندِ اقبال پر سوار ہو کر نکلے۔ حضرت کی سواری سے اسپِ خاصہ کا رتبہ تختِ طاؤس سے بڑھ گیا۔ دو قدم چلا ہوگا کہ اُس کے نعلوں کے نقش ہلال کو شرمانے لگے۔ کیلوں کے نشان سے ستاروں اور سیاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔ تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ برق و باد ہزاروں کوس پیچھے رہ گئے۔ بڑے بڑے ذیجاہ منصب دار حضرت کے جلو میں پیدل چل رہے تھے۔ شاہِ قاعدہ داں کمال فرحت و انبساط کے عالم میں گھوڑے پر سوار تھے۔ خدام ہاتھیوں کے اوپر بیٹھے آپ کے حسب الحکم روپوں اشرفیوں کی بکھیر کر کے اہلِ عالم کو فیض پہنچا رہے تھے۔ اس شان کے ساتھ کوکبۂ شاہی دریائے راوی کے پار پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ اس منزل میں آپ نے جعفر خاں کو خلعت خاصہ دے کر پنجاب کی صوبے داری پر سرفراز فرمایا۔ اُس کے بھائی بہرام کو واقعہ نویسی اور بخشی گری کی خدمت سپرد کی۔ جعفر خاں کے بیٹے نامدار کو پانچ سو ذات سو سوار کا منصب عطا کیا۔ اعظم خاں نے اپنے بیٹے کو پانچ سو سوار دے کر ہمرکاب کیا تھا، حضرت نے اعظم خاں کو ضعیفی کے پیشِ نظر ہمرکاب چلنے سے معاف رکھا۔ حکم ہوا کہ مابدولت کی واپسی تک کشمیر میں قیام کرو۔

۲۰ صفر (۷ اپریل) کو جہانگیر آباد میں خیمے ہوئے۔ کنور رام سنگھ ولد راجا جے سنگھ پانچ سو سوار ہمراہ لیے وطن سے آ کر حاضر بارگاہ ہوا۔ ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سربلندی پائی۔ انھیں دنوں تکان کے سبب شاہزادہ بلند اقبال کی بیگم (نادرہ بیگم) کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی۔ تکلیف روز بروز بڑھ رہی تھی۔ شاہزادۂ بلند اقبال کو حکم ہوا کہ جہانگیر آباد میں قیام رکھو۔ علاج کے لیے حکیم مومنا کو اُن کے پاس چھوڑا۔ اگلے روز حضرت یہاں سے روانہ ہوئے۔ ۳ ربیع الاول (۱۹ اپریل ۱۶۴۶ء) کو دریائے چناب سے اور نو تاریخ (۲۵ اپریل) کو دریائے جہلم سے پار ہوئے۔ دونوں جگہ کشتیوں کے پل بندھے ہوئے تھے۔

بتاریخ ۲۳ ربیع‌الاول ، ۹ مئی ۱۶۴۶ء حسن ابدال کے دولتخانے میں رونق افروز ہوئے ۔ یہاں تالاب کے کنارے دلفریب ، دل آویز شاہی عمارتیں تیار ہوئی ہیں جنھیں حضرت نے پسند فرمایا ۔ یہاں دو پڑاؤ کر کے آگے بڑھے ۔ یکم ربیع‌الثانی (۱۷ مئی) کو دریائے سندھ عبور کر کے ۲۱ مئی کو قلعۂ پشاور کے نشیمن میں رونق افزا ہوئے جو امیرالامرا علی مردان خاں کے اہتمام سے تیار ہوا ہے ۔ یہاں کی عمارتوں کا انداز ایرانی ہے ۔ حضرت کو پسند نہ آئیں ۔ ۲۲ مئی کو ظفر خاں کے باغ میں جو پشاور کے باہر ہے ، خیمہ زن ہوئے ، راستے میں پشاور کا چھتا ہوا بازار دیکھا ۔ امیرالامرا نے یہ چھت دار بازار پختہ بنوایا ہے ۔ درمیان میں دو چوک ہیں جن پر چھت نہیں ۔ بغدادی وضع کا ہشت پہلو بازار ہے جسے آپ نے بہت پسند کیا ۔ اس کا نقشہ مکرمت خاں صوبہ دار دہلی کو روانہ کر کے حکم دیا کہ لال قلعے کے اندر اسی وضع کا چھت دار بازار جلوخانے اور لاہوری دروازے کے درمیان تیار کرواؤ ۔

۸ ربیع‌الثانی ۱۰۵۶ھ (۲۳ مئی ۱۶۴۶ء) جمعرات کے دن حضرت کی عمر کے ۵۷ویں قمری سال کا جشنِ تلادان نہایت زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ اس مسرت بخش تقریب پر سعداللہ خاں ایک ہزار سواروں کے اضافے سے چھ ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر اور راجا جسونت سنگھ پنجہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے ۔ مؤخرالذکر کے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ معلوم ہوا کہ شاعرِ پاک نفس حاجی محمد جان قدسی نے لاہور میں وفات پائی ۔ سر انداز خاں قلماق قلعدار لاہور نے بھی وفات پائی ۔ اس کی جگہ شفیع‌اللہ میر توزک کو پنجہزاری ذات چار سو سوار کا منصب دے کر قلعدار مقرر کر کے رخصت فرمایا ۔ ۲۲ ربیع‌الثانی (۷ جون ۱۶۴۶ء) کو قلعہ کابل کے دولتخانے میں رونق افزا ہو کر اسے بہشتِ بریں کا ہمسر بنایا ۔ ابھی یہاں کی عمارتیں مکمل نہ ہوئی تھیں لہٰذا غازی بیگ کو تعمیر کا مہتمم مقرر کر کے ۱۳ جون کو علی مردان خاں کی حویلی میں اٹھ آئے جہاں عالی شان نشیمن ہیں ۔ فیصلہ کیا کہ عمارات شاہی مکمل ہونے تک یہیں قیام

رکھیں گے ۔

بتاریخ یکم جمادی‌الاول (۱۵ جون ۱۶۴۹ء) حضرت فردوس مکانی بابر بادشاہ اور رقیہ سلطان بیگم کے مقبرے کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے ۔ دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی احتراماً گھوڑے سے اترے اور زیارت و فاتحہ خوانی کے بعد وہاں کے محتاجوں فقیروں کو دس ہزار روپے تقسیم فرمائے ۔ سعید خاں کے بیٹے لطف‌اللہ کو خلعت اور اسپ دے کر قندھار کو رخصت کیا تاکہ سعید خاں اُسے بطورِ نائب وہاں چھوڑ کر خود حاضرِ بارگاہ ہو ۔ حضرت کو معلوم ہوا تھا کہ شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نے صوبہ گجرات کے نظم و نسق اور سرکشوں کی تنبیہ کے لیے بہت سی فوج بھرتی کی ہے ، خرچ آمدنی سے زیادہ ہو گیا ہے لہٰذا آپ نے اُن کے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمایا ۔ ۱۱ جمادی الاول (۲۵ جون ۱۶۴۶ء) کو صدرالصدور سید جلال ترقی پا کر چھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس اثنا میں دولتخانۂ کابل کے نشیمن مکمل ہو چکے تھے ، نقش و نگار کی بدولت رشکِ افلاک ہو گئے تھے ، اس لیے آپ امیرالامرا کی حویلی سے اٹھ کر دولتخانے میں رونق افزا ہوئے ۔

شاہزادہ مراد کا بلخ و بدخشاں کی تسخیر کے لیے روانہ ہونا

بارگاہِ خلافت سے رخصت ہونے کے بعد شاہزادہ مراد نے بیس روز گکھڑوں کے علاقے میں قیام کیا تاکہ لشکر کو آرام ملے ۔ حسن ابدال میں پانچ روز اور پشاور میں بیس دن پڑاؤ کرنے کے بعد ۹ ربیع‌الثانی (۲۵ مئی ۱۶۴۶ء) کو کابل میں پہنچے ۔ جب بہادر خاں ، قلیچ خاں ، رستم خاں اور خلیل‌اللہ خاں وغیرہ جو بنگش کے راستے آ رہے تھے ، کابل میں آ ملے تو شاہزادے نے انھیں ہمرکاب لیے وہاں سے کوچ کیا ۔ موضع پائے منار پر پہلی منزل ہوئی ۔ لشکر کی ترتیب کے وقت بادشاہ سلامت نے حکم دیا تھا کہ منصب داروں کو نقد روپے دیے جائیں اور سوار ، احدیوں، برق اندازوں، تیراندازوں، پیادہ بندوقچیوں اور دوسرے شاگردپیشہ

کو تین ماہ کی پیشگی تنخواہ دی جائے نیز جاگیرداروں کو جن کے سپاہی اور گھوڑے ضابطے کے موافق ہوں ، جاگیر کے سالیے کا چوتھائی خزانۂ شاہی سے عطا کیا جائے کہ وہ بھی تین ماہ کی تنخواہ کے برابر ہوتا ہے ۔ بعض اشخاص کو یہ سہ ماہی لاہور میں نہیں ملی تھی اس لیے وہ بد دل تھے ۔ یہ ہوائیاں بھی اڑائی جا رہی تھیں کہ بلخ کا راستہ بے حد دشوار گزار ہے ، برف سے پٹا پڑا ہے لہٰذا اکثر اشخاص آگے بڑھنے سے ہچکچا رہے تھے ۔ بادشاہ حقیقت شناس نے سعداللہ خاں کو کابل روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ جن لوگوں کو پیشگی سہ ماہی نہ ملی ہو انھیں کابل کے خزانے سے یہ رقم ادا کردو ۔ باقی تمام امور کا بھی ایسا بندوبست کرو کہ کسی شخص کو مہم پر جانے میں پس و پیش نہ رہے ۔ علامی سعداللہ خاں باغِ صفا سے چل کر دو روز بعد کابل پہنچا ۔ پانچ دن میں تمام کاموں کا بندوبست کر کے لشکر کو روانہ کر دیا ۔

شاہزادے نے ۱۸ ربیع‌الثانی (۳ جون ۱۶۴۶ء) کو بہادر خاں اور راجا بیٹھل داس کو ہراول کی فوج کے ساتھ بڑھایا ۔ اصالت خاں کو حکم دیا کہ اپنی فوج سے درہ طول کا راستہ صاف کروائے ۔ خود ۶ جون کو پایۂ منار سے روانہ ہو کر دو کوچ کر کے قرا باغ میں اور وہاں سے ایک منزل طے کر کے چاریکار میں پہنچا ۔ فوج میمنہ کے سردار قلیج خاں کو ، میسرے کی محفوظ فوج کے سالار خلیل‌اللہ خاں کو اور میرزا نوذر صفوی سالارِ عقب کو آبدرہ کے راستے کھمرد اور غوری کی طرف بڑھایا ۔ یہ سب سردار ان مہمات کے العمرام پر یکدل اور متحد ہوکر (کہ تمام بڑے کاموں کا سرانجام اتفاق و اتحاد پر مبنی ہے) جانفشانی کے ساتھ مہم کی تکمیل پر آمادہ ہو گئے ۔ بدخشاں کی تسخیر پر عزم و ہمت کے ساتھ کمربستہ ہوئے اور کوچ کرتے ہوئے ادھر بڑھے ۔ شاہزادہ مراد درۂ طول میں پہنچا تو دیکھا کہ برف کی کثرت سے راستہ اٹا ہوا ہے ۔ فوراً ہزاروں مزدوروں کو جنھیں امیرالامرا کے ملازموں نے کابل کے قبائلی علاقے سے جمع کیا تھا نیز شاہی بیلداروں کو حکم دیا کہ سڑک کا برف صاف کرو تاکہ اونٹ آسانی سے گزر سکیں ۔ سڑک کے دونوں طرف برف کو اس طرح کوٹ کو

کہ گھوڑے اور پیادے آرام سے نکل سکیں ۔ ہندوستان کے آدمی برف کا نام سن کر تھراتے ہیں، کاٹنے اور کوٹنے کا کام کیسے کرتے ۔ غرض بیلداروں سے یہ کام حسبِ دلخواہ انجام نہ پا سکا ۔

اگلے دن بہادر خاں ، راجا بیٹھل داس اور اصالت خاں نے اپنے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ راستہ تیار کرو ۔ ان لوگوں نے بالخصوص بہادر خاں کے پٹھانوں نے بڑی جاں فشانی سے کوس بھر تک جہاں برف بہت زیادہ تھا ، دو گز چوڑا کوچہ نکالا ۔ اگلے دن دائیں بائیں برف کو کوٹ کر راستہ اور چوڑا کیا ۔ شام کے وقت اصالت خاں اپنی فوج کو لیے درے سے گزرا ۔ اگلے دن بہادر خاں اور راجا بیٹھل داس ہراول کے دلاوروں سمیت نکلے ۔ سب کے بعد شاہزادہ مراد نے درہ عبور کیا ۔ یکم تیر (۲۲ جون ۱۶۴۶ء) کو یہ لشکر سراب کے میدان میں خیمہ زن ہوا جو بدخشاں کے علاقے میں ہے ۔

شاہزادے کی آمد آمد کا غلغلہ سن کر ناہنجار ازبکوں اور بدبخت الامانوں نے جو بدخشاں کے زیریں اور بالائی حصوں کے دیہات کو لوٹ کر نذر محمد خاں کے بیٹے خسرو سلطان کو عاجز کر چکے تھے ، فی الفور راہِ فرار اختیار کی ۔ لشکر شاہی کے دلاوروں نے تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر بدخشاں کے مضافات میں چھاؤنی قائم کی ۔ دلجوئی اور اچھے سلوک سے مقامی باشندوں کی پریشانی رفع کر کے انھیں اپنا ہواخواہ بنایا ۔ چھوٹے بڑے ایسے مطمئن ہوئے کہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ سلامت کے عمر و اقبال کی ترقی کی دعا مانگنے لگے ۔ اس اثنا میں خسرو سلطان کو خبر ملی کہ شاہ محمد قطغان اور قل محمد دریائے آمو عبور کر چکے ہیں ۔ قندز پر حملے کی نیت ہے ۔ یہ سن کر اپنے بیٹے بدیع سلطان کو اور قندز کے دو ہزار خانداںوں کو ہمرکاب لیے ، جن میں سے اکثر لٹے پٹے آدمی تھے ، اصالت خاں سے ملا جو سارے لشکر سے آگے آیا تھا ۔ بتایا کہ بادشاہ سلامت کی ملازمت کرنا چاہتا ہوں ۔ اپنے معتبر نوکر صدیق بیگ کے ہاتھ بارگاہِ خلافت میں عرضداشت بھیجی کہ آستاں بوسی کی اجازت عطا کی جائے ۔ حضرت نے

کمال شفقت کے ساتھ دلجوئی و عنایت سے بھرا ہوا عاطفت نامہ اس کے نام بھیجا ۔

اصالت خان نے خسرو سلطان کو شاہی عنایات کا امیدوار کر کے دولت بیگ قاقشال کے ہمراہ بارگاہِ شاہجہانی کی طرف روانہ کیا ۔ حکم والا کے بموجب قندز کے باشندوں اور دوسرے اشخاص کو اپنے پاس روک کے رکھا ۔ جب خسرو سلطان الدراب کے نزدیک پہنچا تو امیرالامرا نے حسب الحکم استقبال کر کے بحالت سواری ملاقات کی اور شاہزادے کی خدمت میں لایا ۔ خیمے میں داخل ہوا تو شاہزادے نے حکم شاہی کے مطابق فرش کے آخر تک بڑھ کر معانقہ کیا اور ساتھ لا کر مسند کے نزدیک بٹھایا ۔ ہر طرح قدردانی و مہربانی کر کے مرصع جمدھر ، پارچات کی نو گٹھریاں ، نو گھوڑے ، نقرئی عماری والا ہاتھی اور ہتھنی اور لشکر کے خزانے سے پچاس ہزار روپے تواضع کیے ۔ مہمان داری اور ضیافت کا خوب سرانجام کیا ۔ پھر شاہزادے نے اسے قباد پسر اسد خان کابلی کے ہمراہ بارگاہِ شاہی کو روانہ ہونے کی اجازت دی ۔

جب خسرو سلطان ہندو کوہ سے گزر کر عروج و اقبال کی وادیاں طے کرتا کابل کے نزدیک پہنچا تو حضرت نے مرحمت ولد صادق خان کو حکم دیا کہ تیزی سے چل کر فرمانِ عالی شان آج ہی اسے پہنچا دو ۔ طلائی زین والے چار عربی اور عراقی گھوڑے ، ہندوستان کے نفیس پارچات کی بیس گٹھریاں اس کے ہاتھ بھیجیں ۔ عورتیں گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھیں ۔ ان کے لیے ایک نالکی اور چار ڈولے جن کی چوبیں چاندی کی تھیں اور مخمل کے پردے ان پر پڑے تھے ، ارسال کیے ۔ دو بڑی بارگاہیں مع سامان بھیجیں اور ہدایت کی کہ اسے آداب و کورنش کے تمام قاعدے تعلیم کر دے اور ہمراہ لیے ہوئے درگاہِ شاہی تک پہنچائے ۔ ۲۵ ربیع الثانی (۱۰ جون) کو خسرو سلطان نواح کابل میں داخل ہوا ۔ حضرت کے حسب الحکم سید والا نسب سید جلال صدرالصدور اور مدارالمہام سعداللہ خان سڑک کے سرے تک استقبال کے لیے آئے اور اس ذیجاہ شاہزادے کو ساتھ لیے درگاہِ سلاطین پناہ میں حاضر ہوئے ۔ اس وقت

حضرت خواب گاہ میں رونق افزا تھے ۔ خسرو سلطان نے تسلیم و کورنش کے بعد ہزار روپے ہزار اشرفیوں کی نذر دی اور کہا کہ قدم چومنے کا آرزو مند ہوں ۔ آپ نے اجازت دی ۔ پھر کمال شفقت کے ساتھ اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر بیٹھنے کی اجازت دی ۔ طرح طرح سے شفقت و دلجوئی کرتے رہے ۔ خلعت خاصہ مع زردوزی چارقب ، مرصع جمدھر ، مرصع خنجر مع پھول کٹارہ ، مرصع تلوار ، مرصع گرفت والی سپر عنایت کر کے چھ ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرافرازی بخشی ۔ نقرئی ساز کا ہاتھی ، نقرئی عماری والی ہتھنی اور پچاس ہزار روپے مرحمت کر کے خان دوراں بہادر نصرت جنگ مرحوم کے محل میں قیام کرنے کا حکم دیا جو فرش فروش ، جھاڑ فانوس وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا ۔ نذر محمد خان کے چھ بیٹوں میں سے خسرو سلطان دوسرا بیٹا ہے ۔ ۲۹ سال عمر ، کشیدہ قامت ، ضعیف الجثہ ، گندمی رنگ جوان ہے ۔ انیم کا رسیا ، داڑھی میں چار چھ بال ہوں گے ۔

قلعۂ کہمرد اور غوری کی فتح

حکم والا کے مطابق شاہزادہ مراد نے قلیچ خاں ، خلیل اللہ خاں اور میرزا نوذر صفوی کو میمنہ ، محفوظہ اور عقب کی فوجیں دے کر چاریکار سے برام آبدرہ آگے بڑھایا کہ کہمرد اور غوری کو فتح کرو ۔ راستہ تنگ تھا لہٰذا خلیل اللہ خاں میرزا نوذر کے ساتھ ایک منزل آگے وہ کر کوچ کرتا ہوا توتم درہ ، سوختہ چنار ، سرخ گنبد سے گزر کر غوربند پہنچے ۔ وہاں سے دوآبہ ، پھر دو کوچ کر کے درۂ شبر سے گزرے جو بہت دشوار گزار ہے ۔ درے سے جو راستہ ضحاک کو نکلا ہے اس میں دو گھاٹیاں بہت سخت ہیں ۔ ایک کا نام ہللی اور دوسری کا عراق ہے ۔ مؤخرالذکر میں تندرو دریا بہتا ہے ۔ دوسرا راستہ جو درے سے بائیں طرف ہو کر نکلا ہے ، ذرا طولانی ہے ۔ اس میں بھی درہ پڑتا ہے لیکن گھاٹی نہیں آتی ۔ اونٹ بہ آسانی گزر جاتا ہے ۔ ضحاک تک دو منزلیں ہیں ۔ خلیل اللہ خاں نے اردو کو درے کے راستے روانہ کیا ۔ خود تھوڑی سی فوج لے کر گھاٹی کے راستے ضحاک پہنچا ۔ جب اردو یہاں آ ملا تو

خان موصوف نے ضحاک سے باسیاں اور وہاں سے آق رباط پہنچ کر [۹ جمادی الاول] مطابق ۲۲ جون ۱۶۴۶ء درہ گنبد کو عبور کیا جو ولایت کابل اور کہمرد کی سرحد ہے۔ یہاں بلخ کے کچھ سوداگر ملے جن سے معلوم ہوا کہ ازبکوں کو شاہی لشکر کے آنے کی خبر نہیں ہے۔ خانِ موصوف نے خلیل بیگ کو احدی، بندوقچی اور بہت سے کارگزار سپاہی دے کر حکم دیا کہ راتوں رات درہ دندان شکن سے گزر کر کہمرد پر حملہ کرو اور ممکن ہو تو قلعے پر قبضہ کر لو۔

ان بہادروں نے قضائے ناگہانی کی طرح کہمرد پہنچ کر چاروں طرف سے قلعے کو گھیر لیا۔ ۳ تیر ۱۰ جمادی الاول (۲۴ جون) اتوار کے دن ازبک قلعے سے نکلے اور درے کا راستہ روکنے کے بہانے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ قلعے کے نگہبان خوجم شکور کے تھوڑے سے بندوقچی گولیاں چلانے لگے لیکن معمولی مقابلے کے بعد گھبرا کر امان مانگی اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ قلعے کو تسلیم کر دیا۔ ۲۶ جون ۱۶۴۶ء کو خلیل اللہ خاں نے آ کر خلیل بیگ کو قلعدار مقرر کیا۔ اسی اثنا میں قلیج خاں بھی آ پہنچا۔ دو روز بعد دونوں سردار غوری کی طرف بڑھے۔ دریائے سرخاب کے کنارے جہاں سے غوری بارہ کوس آگے ہے خلیل اللہ خاں نے غضنفر ولد اللہ ویردی خاں کو احدیوں اور برقندازوں کی ایک جماعت دے کر اور مراد قلی کھوکھر وغیرہ کو ساتھ کر کے بطور ہراول آگے بھیجا۔ قلیج خاں نے بھی بڑی تیزی سے راجا دیبی سنگھ، اہتمام خاں اور خنجر خاں کو غوری کی طرف بڑھایا۔

۴ جولائی ۱۶۴۶ء بدھ کے دن غضنفر وغیرہ قلعے کے نزدیک پہنچے تو تہاد میر آخور باشی نے سمجھا کہ شاید کچھ قبائلی آ دھمکے ہیں، قلعے سے تین سو سوار لے کر باہر نکلا۔ شاہی بہادروں نے تھوڑی سی چپقلش کے بعد انھیں بھگا کر قلعے میں گھسیڑ دیا۔ پھر بڑی دلاوری کے ساتھ گھوڑوں سے اتر کر قلعہ فتح کرنے پر مستعد ہوئے۔ ذرا سی دیر میں خندق پار کر لی۔ اندر والوں نے پوری جاں فشانی سے مقابلہ کیا اور سخت خونریز جھڑپ ہوئی۔ تہاد کے ساتھ فقط پانچ سو آدمی تھے۔ کمک

کی امید کہیں سے تھی نہیں ۔ جب دیکھا کہ شاہی فوج چاروں طرف سے چھائی جارہی ہے تو فصیلوں سے ہٹ کر اندرونی حصار میں پناہ گزیں ہوا ۔ ناموس پرست شاہی بہادروں نے قلعے کا پھاٹک توڑ دیا ، اندر گھس کر ہر طرف پھیل گئے ۔ یہاں تک کہ قباد نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور غضنفر کی وساطت سے خلیل‌اللہ خاں سے ملا ۔ غوری کے تمام اشراف و اکابر کہ اکثر چغتائی تھے ، اطاعت اختیار کر کے اقبالِ شاہجہانی کی ترقی کی دعا دینے لگے ۔ قلیچ خاں اور خلیل‌اللہ خاں نے قباد کو چار بیٹوں اور تمام متعلقین سمیت ابراہیم حسین ترکمان کے ہمراہ بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دیا ۔ قلعے اور مضافات کا انتظام کر کے اہتمام خاں کو قلعہ دار مقرر کیا اور تمام حالات درگاہِ والا میں لکھ بھیجے ۔ قلعہ غوری کی تمام ضروریات کا بندوبست کرنے کے بعد ۱۹ جولائی ۱۶۴۶ء کو ایبک کے راستے روانہ ہو کر شاہزادہ مراد کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔

شاہزادے کے حالات یہ ہیں کہ ۷ جمادی‌الاول (۲۱ جون ۱۶۴۶ء) کو افواجِ قاہرہ کے ہمراہ درہ طول کو عبور کر کے اگلے دن سراب کے میدان میں خیمہ زن ہوا ۔ خسرو سے ملنے کے لیے ایک روز یہاں قیام کیا ۔ ۲۴ جون کو کوچ کر کے تین روز میں موضع تاجکان ، دہ میرزایان اور دہ خواجہ اولیا سے گزر کر نارین میں پہنچا ۔ اصالت خاں کو حکم دیا کہ آگے آگے چل کر قندز میں داخل ہو ۔ خود نارین سے نیلبر پہنچ کر اگلے دن دہ خواجہ لقمان میں منزل کی ۔ یکم جولائی کو شورابہ پہنچے جو قندز سے نو کوس ہے ۔ ایک روز بعد قندز کے نواح میں خیمے گیے ۔ لشکرِ شاہی کے دبدبے سے خائف ہو کر سارے الانان ، راہزن اور مفسد فرار ہو کر دریائے قندز کے پار اتر گئے ۔ ۳ جولائی کو شاہزادۂ ذیجاہ نے شہر قندز میں داخل ہو کر رعایا کی دلجوئی و تسلی کی ۔ دن رات لوٹ مار کا نشانہ بننے کے سبب بیچاروں کی روح فنا ہو رہی تھی ۔ شاہزادے کے تسلی دینے سے جان میں جان آئی ۔ پہاڑوں کے دروں اور غاروں سے باہر نکلے ۔ الانوں کی لوٹ مار اور قتل عام کے سبب سارا علاقہ ویران ہو رہا تھا ۔ یتیموں ، بیواؤں ، محتاجوں ، مسکینوں کا یہ حال تھا کہ تہی دستی اور بھوک کے

مارے درختوں کے پتے کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے تھے۔ شاہزادے کے آنے کو خدا کی رحمت سمجھے۔ ظل سبحانی کے حسب الحکم شاہزادے اور امیرالامرا نے پچیس ہزار روپے جو ماوراءالنہر کی ایک لاکھ خانی (سکہ) کے برابر ہیں، دیانت دار آدمیوں کے سپرد کیے تا کہ محتاجوں میں حسبِ استحقاق تقسیم کر دیں۔ راج روپ اور اسداللہ کو برق اندازوں کی ایک جماعت دے کر قندز کی حفاظت پر مامور کیا۔ دو لاکھ روپے دیے کہ حسبِ ضرورت خرچ کرتے رہیں۔

بتاریخ ۲۱ جمادی الاول (۵ جولائی ۱۶۴۶ء) شاہزادہ مراد نے بلخ کا ارادہ کیا۔ ظلِ سبحانی کا مراسلہ نذر محمد خان کے نام اور ایک فرمان شاہزادے کے نام پہنچا۔ فرمان میں لکھا تھا کہ نذر محمد خاں کی خودسری بالخصوص ہمارے ارشاد کے باوجود حاجی وقاص کے بیٹوں کو نہ بھیجنا وغیرہ ایسے امور ہیں کہ وہ مروت و مہربانی کا مستحق نہیں، تاہم رشتے داری اور سابقہ تعلقات کا لحاظ کرنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔ ہماری درگاہ میں آ کر دنیا بھر کے گناہگاروں کے قصور معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے بادشاہوں کی غلطیوں سے چشم پوشی کیوں نہ کریں۔ اگر اس کا نصیب یاوری کرے اور وہ بختِ سازگار کی رہنمائی سے نیاز مندی کا اظہار کر کے ہمارا دامن تھامے تو بلخ کا علاقہ اس کے واسطے چھوڑ دینا۔ بدخشاں کی نگہداشت کے لیے ایک نامور سردار کو فوجِ کثیر دے کر مامور کر دینا۔ نیز نذر محمد خاں کی سلطنت کو جس طریقے سے استحکام حاصل ہوسکے وہ عمل میں لانا۔ اگر وہ سمرقند و بخارا فتح کرنا اور المانوں ازبکوں کو زیرِ فرمان لانا چاہے تو کافی فوج جمع کر کے توقع سے زیادہ اُسے امداد پہنچانا۔"

شاہزادے اور علی مردان خاں نے قندز سے کوچ کر کے بلخ سے تین منزل ورے خلم میں پڑاؤ کیا۔ اعلیٰ حضرت کا مراسلہ اسحاق بیگ بخشیِ کابل کے ہاتھ نذر محمد خاں کو بھیج کر بعض زبانی پیغام بھی دیے۔ خان نے مراسلۂ گرامی لے کر بظاہر اظہارِ مسرت کیا اور بولا کہ ماوراء النہر کا ملک بھی صاحبقرانِ ثانی ہی کا ہے۔ لیکن درپردہ سخت برہم

ہو کر کہا کہ جب شاہزادہ مراد تشریف لے آئیں گے تو بلخ کو ان کے حوالے کر کے کابل چلا جاؤں گا۔ پھر صاحبقرانِ ثانی کی ملاقات سے فیض یابہ ہو کر حج کے لیے روانہ ہوں گا اسحاق بیگ نے اندازہ کیا کہ نذر محمد خاں کا حال خراب ہے۔ ازبک سردار گستاخیاں کر رہے ہیں۔ کیا عجب کہ نذر محمد خاں کو مار ڈالیں۔ یہ سوچ کر شاہزادے کو لکھا کہ دھاوا کر کے بہت جلد تشریف لائیے۔ اسی اثنا میں نذر محمد خاں کا نوکر چوچک بیگ اس کا مراسلہ لے کر شاہزادے کی خدمت میں آیا۔ وہ ذیجاہ آستانِ امام کے پاس پہنچ کر قیام کرنا چاہتا تھا کہ چوچک بیگ نے مراسلہ پیش کیا۔ لکھا تھا کہ "میرا ملک و مال سب حضرت شاہجہاں کی ملکیت ہے۔ اگر مجھے سفرِ حج کی تیاری کے لیے کچھ مہلت دے دیں تو میں اطمینان کے ساتھ بلخ آپ کے حوالے کر دوں۔"

شاہزادے اور امیرالامرا نے خاں کی تحریر کو محض فریب سمجھا۔ آستانِ امام میں پڑاؤ کرنے کا ارادہ ترک کر کے پندرہ کوس اور طے کیے۔ اگلے دن موضع پلاس پوش میں اترے جو بلخ سے دو کوس ورے ہے۔ اسحاق بیگ بلخ سے آ کر حاضر خدمت ہوا اور جو کچھ دیکھا یا سنا تھا، بیان کیا۔ نماز مغرب کے بعد نذر محمد خاں کے بیٹے بہرام اور سبحان قلی، بلخ کے اکابر مثلاً شیخ الاسلام عبدالولی، خواجہ عبدالوہاب رئیس، خواجہ محمد یوسف دہ بیدی، قاضی احمد ولد میر مومن، بالتون پروانچی اور یادگار اویرات لشکرِ شاہی میں داخل ہوئے۔ بیان کیا کہ شاہزادے کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ لیکن لطف یہ کہ کسی سردار کو اطلاع دیے بغیر یکایک چلے آئے۔ پہلے خواجہ عبدالولی اور خواجہ عبدالوہاب کو اصالت خاں کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ آپ کا اس طرح آنا مناسب نہ تھا۔ بہتر ہوتا کہ پہلے اطلاع کر دیتے تا کہ کچھ منصب دار آپ کی پذیرائی کے لیے جاتے اور پسندیدہ طریقے سے آپ کو شاہزادے کی خدمت میں پہنچا دیتے۔

راستے میں جتنا چارہ مل سکتا تھا وہ شاہزادے کے لشکر کے چوپاؤں کے لیے کافی نہ ہوتا تھا۔ لشکر بھی ایسا کہ جس کی تعداد ستاروں

سے زیادہ تھی - راستے میں لمبی لمبی منزلیں جو طے کیں تو اونٹ اور گھوڑے بے شمار تلف ہوئے - بارگاہ اور خیمے پہنچنے میں تاخیر ہوئی - غرض ان وجوہ سے کچھ دیر لگ گئی - جب بار بردار جانور خیمہ و خرگاہ لیے ہوئے آئے تو بارگاہ قائم کی گئی - اصالت خاں کو حکم ہوا کہ بلخ والوں کو لاؤ - علی مردان خان نے دیوان خانے کے دروازے تک جا کر ان کا استقبال کیا اور ہمراہ لایا - شاہزادے نے ان کا بہت احترام کیا - مسند کے پاس سوزنی پر بٹھایا - کمال مہربانی و قدردانی کے ساتھ کہا کہ خانِ والا شان (نذر محمد خان) سے گزارش کر دیجیے کہ درگاہِ شاہجہانی کا لشکر آ پہنچا ہے - سرکش اربکوں الہیوں وغیرہ کی تنبیہ و تادیب کےلیے جو امداد درکار ہوگی پیش کی جائے گی - آپ کا مقصد و مدعا پورا ہونے تک سارا لشکر کمربستہ رہے گا اور امداد و اعانت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو گی - خان کے دونوں بیٹوں کو خلعت ، خنجر مرصع اور طلائی زین والے گھوڑے عطا کیے - ہمراہیوں کو خلعت دیے اور رخصت کیا -

بتاریخ ۲۱ تیر ۱۵ جمادی الاول مطابق ۹ جولائی ۱۶۴۶ء جمعرات کے دن شاہزادہ امیرالامرا اور دوسرے سرداروں منصب داروں کو جلو میں لیے ، آئینِ شاہانہ کے ساتھ بلخ کو روانہ ہوئے - دولت و اقبال ہمرکاب چلے - بلخ کے باشندوں نے ایسا زبردست لشکر دیکھنا تو کیا ، سنا بھی نہ تھا - ہزاروں سپاہیوں اور سواروں کا صف بستہ ہو کر چلنا ، جھنڈوں اور نقاروں کی شان ، بے شمار برق اندازوں ، بندوقچیوں ، نیزہ بازوں کا شانہ بہ شانہ بڑھنا نہایت پر شکوہ منظر تھا - کوہ پیکر بلند قامت ہاتھی کہ صفوں کو الٹ دیں ، ان پر زردوز مخمل کی جھولیں پڑی جھل جھل کرتی تھیں - کسی کا نقرئی ساز ، کسی کا طلائی - گلے میں گھنٹے پڑے - قرنا کی نفیر ، نقارے کی گونج اور عربی و عراقی گھوڑوں کے ہنہنانے سے شورِ محشر برپا تھا - مرصع زین لگام سے آراستہ پری پیکر گھوڑے اپنی چھل بل جدا دکھا رہے تھے - فوج کی شاندار وردیاں ، پھر اس کا قاعدے کے ساتھ صف بستہ ہو کر بڑھنا ایسا پر شکوہ سماں تھا کہ رعب و جلال برس رہا تھا - کوکبہ شاہی کا دبدبہ دیکھ کر اہلِ بلخ دم بخود رہ گئے -

شاہزادہ مراد نے آئینِ سفر کے مطابق فوجِ ظفر موج کو میدانِ پیش طاق میں ٹھہرایا جو حصار و بلخ کے دروازۂ شترخوار کے سامنے ہے۔ رستم خاں، قاسم خاں میر آتش اور توپخانے کے عملے کو حکم دیا کہ قلعے میں داخل ہو کر پھاٹکوں کا انتظام سنبھالو اور نقارہ بجوا دو۔ اسحاق بیگ کی زبانی نذر محمد خاں کو پیغام بھیجا کہ "اس نیاز مند کو آپ سے ملنے کا کمال اشتیاق ہے - جس وقت بلخ سے آنا چاہیں اطلاع دیں تاکہ آپ کا استقبال کر کے شرفِ ملاقات حاصل کروں۔ یہاں آپ کے آرام کے لیے جو راحت کدہ مرتب کیا گیا ہے، اس میں آرام فرمائیے۔ اگلے روز آپ کو اپنے مسکن پر لے جا کر ضیافت کا سرانجام کروں گا۔ جی چاہے تو پہلے روز ہی بے تکلفانہ میرے گھر قدم رنجہ فرمائیے اور اگلے دن مجھے اپنے ساتھ لے جا کر مہمان رکھیے۔" جس وقت اسحاق بیگ نے یہ پیغام پہنچایا۔ نذر محمد خاں نہایت طیش میں آ گیا۔ مجلس میں کھانا چنا گیا تھا، غم و غصہ کے سبب خود کچھ نہ کھایا، حاضرین کو کھلاتا رہا۔ بعض داناؤں نے اس کے اندازِ کلام سے اندازہ کیا کہ سن رسیدہ ہونے کے سبب یہ توقع کرتا تھا کہ شاہزادہ بے تکلف آ کر اس کا مہمان ہوتا۔

نذر محمد خاں کی دولت و اقبال کا زمانہ ختم ہونے کو تھا۔ چراغِ سلطنت ٹمٹما رہا تھا۔ سبھوں پر یہ ظاہر کیا کہ میں باغ مراد میں جا کر شاہزادے کی ضیافت کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔ اس بہانے پیش خیمہ وہاں بھجوا دیا۔ کمر میں قیمتی لعلوں کی مرصع پیٹی باندھی۔ زرہ پہن کر پوشاک پہنی۔ اشرفیاں، لعل و گہر اور سونا جتنا اٹھا سکا ساتھ لیا۔ دو بیٹوں سبحان قلی اور قتلق نیز چند ازبکوں اور غلاموں کو ہمرکاب لے کر ۲۸ جمادی الاول (۱۲ جولائی ۱۶۴۶ء) کو بوقتِ ظہر قلعے سے نکل گیا۔ چونکہ بلخ کی فصیل نہایت وسیع ہے، ساڑھے پانچ کوس کا پھیر ہے، شاہی ملازم اس کے دروازوں کی پوری نگہبانی کرنے سے قاصر رہے۔ نذر محمد خاں کی سواری بھی معمولی شان کی تھی۔ غرض جب نکلا تو دولت خواہوں میں سے کسی کو علم نہ ہو سکا۔ نماز عصر کے وقت

سب سے پہلے مقصود علی پیشیں کو یہ حقیقت معلوم ہوئی ۔ امیرالامرا سے اظہار کیا ۔ اس نے شاہزادے کو اطلاع دی ۔ بلخ کے مضافات کا پورا پورا انتظام اب تک نہیں ہو سکا تھا ۔ شہر کے اندر باہر ہر جگہ بدمغز شورش پسند ازبک بھرے ہوئے تھے ۔ شاہزادے نے خود نذر محمد خاں کے پیچھے جانا مناسب نہ سمجھا ۔ بہادر خاں اور اصالت خاں کو کچھ فوج دے کر تعاقب کے لیے بھیجا ۔

دونوں سردار اسی وقت یعنی نذر محمد خاں کے نکلنے کے تین گھنٹے بعد تعاقب کے لیے بڑی تیزی سے بڑھے ۔ گرمی سخت تھی لہٰذا یہ قاعدہ رکھا کہ ہر روز سہ پہر کے وقت سوار ہو کر تین چار گھنٹے تک گھوڑے مارے چلے جاتے ۔ تیسرے دن اس کے غلامانِ خاصہ میں سے ایک گرفتار ہوا ۔ اس نے بتایا کہ لشکرِ شاہی کے آنے کی خبر سنتے ہی بہت سے ازبک بھاگ کر آلچین اور قطغان وغیرہ قبیلوں میں بہ مقام شبرغان چلے گئے تھے ۔ نذر محمد خاں بھی انھی میں جا ملا ہے اور آمادۂ جنگ ہے ۔ اس مقصد کے لیے فوجِ میمنہ و چیچکتو کو بھی طلب کیا ہے ۔ بہادر خاں اور اصالت خاں مصلحت کے مطابق تین گھنٹے دن رہے سوار ہوئے ۔ اگلے دن ڈھائی پہر تک بڑی تکلیفیں سہتے ہوئے بڑھے چلے گئے ۔ سارا علاقہ ایسا ریگستان تھا کہ پانی کی بوند میسر نہ آئی ۔ غرض شبرغان سے چھ کوس ورے موضع غوطی میں پڑاؤ کیا ۔ جاسوسوں کا انتظار اور لڑائی کا سامان کرتے رہے ۔ دس ہزار سواروں میں سے صرف چار ہزار سوار یہاں تک پہنچے تھے ۔ صبح کے وقت انھیں آراستہ کیا ۔ سادات بارہہ کو ہراول میں ، پٹھانوں کو میمنے پر اور راجپوتوں کو میسرے میں مقرر کر کے روانہ ہوئے ۔ ازبکوں الانوں کو مقابلے کی تاب کہاں تھی ۔ جانتے تھے کہ پہلے ہی حملے میں ہمارے اہل و عیال اسیر ہو جائیں گے ، مال و اسباب لٹ جائے گا ۔ غرض ہمت ہار کر شبرغان سے اندخود کی طرف کھسک گئے ۔

نذر محمد خاں نے سن رکھا تھا کہ شاہی لشکر کے اونٹ گھوڑے تھک کر نیم جان ہو چکے ہیں ۔ تھوڑی سی فوج میرے پیچھے آئی ہے ۔ بہت

سے ازبک اس کی رکاب میں اب بھی باقی رہ گئے تھے ۔ نادانی و کم عقلی کے سبب یہ سمجھا کہ انھیں ہمرکاب لے کر مغل فوج سے جو صرف چار ہزار ہے جنگ کروں گا اور فتح پاؤں گا ۔ غرض ازبکوں کو تین فوجوں میں تقسیم کر کے شبرغان سے چار کوس آگے آ کر سامنے ہوا ۔ سبحان قلی اور قتلق محمد کو حکم دیا کہ بہادر خاں کی فوج کے دائیں اور بائیں بازو پر حملہ کرو ۔ خود بہادر خاں کے مقابل ہوا ۔ پست ہمتی کے باوجود فتح و ظفر کے منصوبے باندھنے لگا ۔ اول اول فریقین نے بندوقوں کی گولیوں سے ایک دوسرے کو پیغام مرگ سنایا ۔ بعد ازاں دست بدستی جنگ کی نوبت آئی ۔ شیر دل بہادروں نے تلواریں سونت سونت کر وہ خونریزی کی کہ غنیم کی صفیں درہم برہم ہوگئیں ۔ پھر ان نمک حلالوں نے گھوڑوں کو اڑا کر یکایک دھاوا کیا ۔ وہ مارا مار ہوئی کہ گھوڑے پر گھوڑا اور آدمی پر آدمی گر کر کشتوں کے ڈھیر لگ گئے ۔ تائید ایزدی کی برکت سے لشکر شاہی نے مخالفوں کے ٹکڑے اڑا دیے ۔ پے در پے حملے کر کے اُن بدبختوں کی بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔

نذر محمد خاں نے دیکھا کہ بازی بگڑ گئی ، بے اختیار میدان سے فرار ہو کر اندخود کی راہ لی ۔ ندامت و پریشانی ہمرکاب ہوئیں ۔ ازبکوں کی ایک جماعت سبحان قلی کو ساتھ لے کر چارجو اور بخارا کی طرف بھاگی ۔ بہادر خاں اور اصالت خاں نے کامیاب و کامراں ہو کر شبرغان تک بھاگتوں کا تعاقب کیا لیکن نذر محمد خان کا سراغ نہ ملا ۔ خبر آنے کے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے ۔ ازبکوں اور المانوں نے وہ تمام مال و اسباب جو رعایا سے چھین چھین کر سمیٹا تھا ، وہیں پھینکا ۔ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر بھاگ گئے ۔ بادشاہِ گیتی پناہ کی نیت کی برکت سمجھیے کہ بلخ و بدخشاں کے عوام ، کیا مرد ، کیا عورتیں ، جو مدت سے اُن ظالموں کے ظلم و جور کا نشانہ بنے ہوئے تھے ، قیدِ ستم سے چھوٹ چھوٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں میں آباد ہو گئے ۔ ازبکوں المانوں کا تمام مال و متاع لٹ گیا ۔ اگر بہادر خاں فتح پر قناعت کر لینے کے بجائے نذر محمد خاں کے تعاقب میں بڑھا چلا جاتا تو یقیناً خان اور اس کی اولاد کو گرفتار

کر لیتا ۔ دو تین روز بعد الدخود کا ارباب خواجہ کمال اور طاہر بکاول آ کر بہادر خاں سے ملے۔ ان کی زبانی یہی بات ثابت ہوئی ۔

نذر محمد خاں کے مال و دولت کی تفصیل بھی سنیے ۔ جس وقت بلخ سے بھاگا تو شاہزادہ مراد اور امیرالامرا اس کے تعاقب میں لشکر بھیجنے کا انتظام کرتے رہے ۔ اتنی مہلت نہ ملی کہ سامان اور خزانے کو ضبط (درج) کرتے ۔ رستم خاں اور محمد قاسم میر آتش اس کام پر مامور تھے ۔ انھوں نے سوچا کہ دن چھپ رہا ہے ۔ رات کے وقت معائنہ اور اندراج بخوبی نہ ہو سکے گا ، جواب دہی کی نوبت آئے گی لہٰذا اس وقت یہ کام ملتوی رکھا ۔ ازبکوں اور اہل شہر نے موقع پا کر کچھ سامان لوٹا ۔ مرصع آلات ، نقرئی برتن ، ڈھائی ہزار گھوڑے ، گھوڑیاں ، تین سو اونٹ اور سالڈنیاں ، کل بارہ لاکھ روپے قیمت کا سامان تھا جو خلیل اللہ خاں نے ملتفت خاں ، شیخ موسیٰ گیلانی ، قاضی نظاما اور محمد مقیم کو ہمراہ لے کر ضبط کیا ۔ نذر محمد خاں کا قاعدہ تھا کہ اپنے مال و متاع کی فہرست خود بنا کر صندوقوں میں رکھتا رہتا تھا ، کنجیاں اپنے پاس رکھتا ۔ غرض صحیح اندازہ نہ ہو سکا کہ کتنا الدوختہ تھا ۔ تاہم تحویلداروں اور منشیوں کے بیان سےاتنا معلوم ہوا کہ تخمیناً ستر لاکھ روپے کا نقد و جنس رکھتا تھا جو اس کے بزرگوں کی دولت سے کہیں زیادہ تھا ۔ جب قرشی سے فرار ہوا تھا تو اس وقت بخارا میں تقریباً پندرہ لاکھ روپے کا نقد و جنس ضائع ہوا ۔ کچھ عبدالعزیز خاں نے اور زیادہ حصہ ازبکوں اور المانوں نے لوٹ کر ہتھیا لیا ۔ ۴۳ لاکھ روپے پریشانی و اضطراب کے زمانے میں تلف ہوئے ۔ کچھ تو فوج کی تنخواہ میں دیے گئے ، کچھ ازبکوں ، المانوں اور قلماقوں نے لشکر شاہی کے آنے سے پہلے دس پندرہ دن کے عرصے میں اس کے سامنے ہی لوٹ لیے ۔ باقی بارہ لاکھ روپے کا نقد و جنس اب شاہزادے کے آدمیوں نے ضبط کیا ۔

بلخ و بدخشاں اور نواحی پرگنوں کا مجموعی مالیہ نیز ماوراءالنہر اور ترکستان کا خراج جو امام قلی خاں حاکم بخارا اور نذر محمد خاں کو وصول ہوتا تھا نیز غلے ، خراج اور زکٰوۃ کی شکل میں جو کچھ آتا تھا

ایک کروڑ بیس لاکھ خانی (تقریباً تیس لاکھ روپے سالانہ) تھا ۔ اس میں سے چونسٹھ لاکھ خانی (۱۶ لاکھ روپے) امام قلی خان کے حصے میں آتے تھے ۔ چھپن لاکھ خانی یعنی چودہ لاکھ روپے نذر محمد خان کو ملتے ۔ باپ کی سلطنت تقسیم کرتے وقت امام قلی خان کو ملک اور مالیے کے لحاظ سے زیادہ حصہ ملا تھا لیکن بے پروائی و غفلت کے سبب اس نے بہت کچھ ضائع کر دیا ۔ نذر محمد خان نے زراعت کی ترقی اور عمارتیں تعمیر کرنے کی طرف توجہ کی لہٰذا عروج پاتا رہا ۔ ازبکوں کی لوٹ مار کے سبب ملک کی حالت اتنی خراب ہوئی کہ جب لشکر شاہی کا عمل دخل ہوا تو پہلے سال کا مالیہ نصف وصول ہوا ۔ اگلے سال گھٹ کر چوتھائی رہ گیا ۔ اگر مال و دولت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو دونوں بھائیوں کی سلطنتوں کا مالیہ خان دوراں بہادر نصرت جنگ مرحوم کی جاگیر کے برابر ہے ۔ دولتِ مغلیہ کے بعض امرا کی جاگیر اس سے بھی زیادہ ہے ۔ چنانچہ آصف خان مرحوم سپہ سالار کی جاگیر کا سالانہ مالیہ پچاس لاکھ روپے تھا جو امام قلی یا نذر محمد کے مالیے سے تین گنا بلکہ زیادہ ہے ۔ ہندوستان کی وسیع اقلیم کا کل مالیہ آٹھ ارب ٹکے یا بیس کروڑ روپے ہے ۔ ماوراءالنہر اور بلخ و بخارا کا خراج اس کا پاسنگ بھی نہیں ۔ امید ہے کہ خاندان مغلیہ کا جاہ و جلال روز بروز بڑھتا جائے گا اور اقبالِ شاہجہانی تا ابد روز افزوں ہوتا رہے گا ۔

سن ۲۰ جلوس ، بلخ و بدخشاں کی فتح کا حال

خدا کا شکر ہے کہ یکم جادی الثانی ۱۰۵۶ھ (۱۵ جولائی ۱۶۴۶ء) کو بیسواں سال جو برکت و سعادت کا سرچشمہ ہے بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ اہلِ عالم کو خوشی کی نوید ملی ۔ عالم بالا سے فتوحات اور فیض کا نزول ہوا ۔ صاحبقرانِ ثانی کے اقبال کی بدولت دشمنوں کو شکست ہوئی ۔ بلخ و بدخشاں کے قلعے بہ سہولت ہواخواہوں کے قبضے میں آ گئے ۔ شاہزادہ مراد ، امیرالامرا ، بہادر خاں اور اصالت خاں کی عرضداشتوں سے ۸ جادی الثانی (۲۲ جولائی) کو اطلاع ملی کہ بتاریخ ۱۲ جولائی بلخ پر شاہی فوج کا قبضہ ہوا اور نذر محمد خان فرار ہو کر کسی طرف چلا گیا ۔

شاہزادے نے بہرام اور عبدالرحمان پسران نذر محمد خان نیز رستم ولد خسرو سلطان کو جو اطلاع نہ ملنے کے سبب نذر محمد خاں کے اہل و عیال کے ساتھ قلعے ہی میں رہ گئے تھے ، لہراسپ خاں کے سپرد کر دیا ۔ خان کی بیگمات ، بیٹیوں اور کنیزوں کی محافظت کے لیے معتبر آدمی مقرر کر دیے ۔ ۱۷ جولائی کو شاہی جھنڈا فتح و ظفر کی ہوا میں لہراتا ہوا بلخ پر سایہ فگن ہوا ۔ ملک کے اشراف و اکابر مثلاً طیب خواجہ ، سنگی خواجہ ، محمد صادق دہ بیدی ، خواجہ عبدالغفار اور خواجہ عبدالولی جمع ہوئے ۔ نذر محمد خاں نے اپنے محل کے سامنے جو جامع مسجد بنوائی تھی اُس میں ان تمام اکابر کے روبرو خطیب نے حمد و نعت کے بعد بادشاہ دین پرور کے نام کا خطبہ پڑھا ۔ اسی وقت چند سکے جن پر حضرت کا نام نامی نقش ہوا تھا ، شاہزادے کی نظر انور سے گزارے گئے ۔

خدا شناس حق پرست بادشاہ سلامت ہر وقت خدا کے قہر و غضب سے ڈرتے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں ۔ دوسرے سلاطین کی طرح دولت و حکومت پر مغرور نہیں ۔ بارگاہِ الٰہی میں سرِ نیاز جھکائے رکھتے ہیں ۔ فتحِ بلخ کی خوشخبری سنتے ہی پروردگارِ عالم کا شکر ادا کیا ۔ حکم فرمایا کہ شگون کے بطور فتح کے شادیانے بجائے جائیں ۔ ارکانِ سلطنت نے فتح کی مبارکباد دی ۔ نوبت بجانے والوں نے شاہی گورگہ (نقارہ) اس زور سے کھڑکایا کہ آسمان گونج اٹھا ۔ ارباب نشاط نے وقت اور مقام کی رعایت سے ایسے دلفریب گانے گائے کہ پیرِ فلک بھی جھومنے لگا ۔ اللہ کی عنایت سے دونوں جہان کی فلاح و بہبود میسر آئی ۔ محفل نشاط منعقد ہونے سے چھوٹے بڑے کے دل کی گرہ کھل گئی ۔ حضرت کے حکم کے مطابق اس فتح کا جشن آٹھ روز تک برپا رہا ۔ لشکرِ شاہی کے کارگزار سرداروں ، بالخصوص بہادر خاں اور اصالت خاں کو نیز اُن کے ماتحتوں کو جنھوں نے نذر محمد خاں کے تعاقب میں سرگرمی دکھائی تھی ، خلعتِ فاخرہ اور منصب کی ترقی ملی ۔ آٹھ روز تک عیش و نشاط کا ہنگامہ اس شان سے قائم رہا کہ ہر شخص کی امیدیں پوری ہو گئیں ۔ شاعروں نے فصیح و بلیغ قصیدے لکھ کر تہنیت کے مضامین ادا کیے اور تاریخیں کہیں ۔ تحسین

و آفریں سے سرفراز ہوئے۔ نصیرائے شیرازی نے مندرجہ ذیل قطعے میں تعمیہ و تخرجہ کے قاعدے سے تاریخ کہی اور حضرت کی عنایتوں سے کامیاب ہوا:

شکر للہ کز عنایاتِ خداوندِ جہاں
کرد فتحِ ملکِ توراں سرورِ مالک رقاب

بادشاہِ غازیِ عادل شہنشاہِ جہاں
آنکہ کرد او را جہاں از جملہ شاہاں انتخاب

گشت در تسخیرِ عالم ثانیِ صاحبقراں
ایزد او را کرد در کشور ستانی کامیاب

در دلش عزم جہانگیری شبے گر بگزرد
گیرد اقبالش جہاں را صبح پیش از آفتاب

سالِ این تاریخ جست از عقلِ دانشور نصیر
گفت با طبعش ز راہِ تعمیہ کای نکتہ یاب

والیِ توراں برآر از ملکِ توراں وانگہے
ثانیِ صاحبقراں بنشاں بجایش کن حساب[1]

اب اُن عنایات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس مسرت بخش تاریخ پر بہادر خاں وغیرہ امرائے نامدار اور اُن کے ماتحتوں پر ہوئیں۔ حضرت نے شاہزادہ مراد اور امیرالامرا کو خلعت خاصہ مع طلا دوز نادری عطا فرمائیں۔ محمد بدیع کو جو اپنے باپ خسرو سلطان کے وسیلے سے حاضرِ درگاہ ہوا تھا، خلعتِ خاصہ، جیغۂ مرصع، مرصع خنجر، طلا کار زین کا گھوڑا عنایت ہوئے۔ مدارالمہام سعد اللہ خاں ہزار سوار کی ترقی پاکر چھ

۱ یعنی ملک توران (بہ حسابِ ابجد ۶۵۷) میں سے والیِ توران (ابجدی عدد ۶۰۴) کو نکال دو (باقی رہے ۴۳) اور اس کی جگہ ثانیِ صاحب قران (ابجدی قیمت = ۱۰۱۳) کو بٹھا دو۔ پھر حساب کرو یعنی ۴۳ + ۱۰۱۳ = ۱۰۵۶ ہجری۔

ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا - فضائل علمی و عملی کا جامع ملا علاء الملک تونی میر سامان علم نجوم میں پوری مہارت اور اس کے دقائق پر کامل عبور رکھتا ہے - تسخیر بلخ و بدخشاں سے کچھ عرصہ پہلے اپنے علم کے بموجب اس فتح کی پیش گوئی کر چکا تھا - پانچ سو ذات کی ترقی سے دو ہزاری ذات ، دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - بہادر خاں کو خلعت اور دو لاکھ روپے انعام عطا ہوا - منصب بڑھ کر پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوا - اصالت خاں نے خلعت خاصہ اور چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر ترقی پائی - مہیش داس راٹھور کو خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات بارہ سو سوار کا منصب ملا - روپ سنگھ راٹھور ، رام سنگھ راٹھور ، راؤ روپ سنگھ چندراوت اور حیات ترین میں سے ہر ایک کو خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عطا ہوا - علاول ترین نے خلعت اور ہزاری ذات چھ سو سوار کا درجہ پایا - عجب سنگھ ، چتر بھوج ، چندر بھان ، سنگرام ، لیک نام ، سید چاون ، بلو چوہان وغیرہ بہت سے عہدہ دار جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں ، ترقی پاکر سربلند ہوئے - قباد میر آخور جو غوری کی فتح کے بعد ابراہیم حسین ترکمان کے ہمراہ دو بیٹوں سمیت بارگاہ شاہی میں حاضر ہوا تھا ، خلعت اور خنجر مرصع پاکر ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - گھوڑا اور بیس ہزار روپے انعام ملے - سعید خاں بہادر ظفر جنگ حکم شاہی کے بموجب قندھار سے حاضر خدمت ہوا - ہزار مہر کی نذر دی - اٹھارہ گھوڑے بطور پیشکش حاضر کیے - راجا راج روپ کو حضرت نے خلعت ، جمدھر مرصع ، موتیوں کے بالے اور دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا - منصور حاجی نے ترمذ کا قلعہ سعادت خاں کے سپرد کر دیا تھا - نذر محمد خاں کے زمانے میں بلخ کی صدارت اس کو تفویض تھی - حکم ہوا کہ اسی خدمت پر سرفراز کیا جائے - دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب مقرر ہوا - اس کے بیٹے محمد حسین کو پانچ سو ذات دو سو سوار کے منصب کا حکم ہوا -

نادانی کے باعث شاہزادہ مراد کا درگاہ شاہی میں واپسی کے لیے التجا کرنا اور اُس کا نتیجہ

ارباب نظر جانتے ہیں کہ جس ذیجاہ کی پیشانی سے جاہ و جلال سلطنت برستا ہو اُسے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے ۔ جن لوگوں کو خدائے کریم نے حکومت و دولت سے سرفراز کیا ہو اُنھیں ان کے رتبے کے موافق کارگزاری ، معاملہ فہمی اور تدبر کا جوہر بھی عطا ہوتا ہے ۔ لیکن جن اشخاص کو یہ رتبہ نہیں ملتا وہ آداب جہاں گیری و جہانبانی سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور نادانی و بے شعوری اُن کے چہرے سے آشکار ہوتی ہے ۔ اس تمہید سے مراد یہ ہے کہ شاہزادہ مراد کا حال بیان کیا جائے جو خدا کے فضل و کرم سے اپنے موروثی ملک کو فتح کرنے میں تو کامیاب ہوئے لیکن اپنے ناقص خیالات کے سبب اقبال خداداد کو ٹھکرانے اور نیکنامی کو بدنامی میں بدلنے پر مائل ہوگئے ۔ بلخ و بدخشاں وہ ملک ہیں کہ اب تک ہندوستان کے کسی ذیجاہ بادشاہ کو انھیں فتح کرنا تو کیا ، کبھی فتح کا خیال بھی نہیں آیا تھا ۔ افسوس کہ شاہزادے نے ناقص العقلی کے ہاتھوں اپنے کارنامے پر پانی پھیر دیا ۔ بلخ میں داخل ہونے کے بعد پہلی غلطی یہ کی کہ بعض بدخواہ ملازموں کے کہنے سے عرضداشت میں لکھا کہ حاضر بارگاہ ہونا چاہتا ہوں ۔ کسی معتمد امیر کو یہاں کے نظم و نسق پر تعینات فرماکر فدوی کو واپس بلایا جائے تاکہ میں یہ ملک اس کے حوالے کرکے خدمت والا میں حاضر ہو جاؤں ۔

حضرت کو ان کی یہ درخواست سخت ناگوار گزری ۔ اس کے جواب میں اپنے دست خاص سے فرمان لکھا ۔ مضمون یہ کہ : ''عنایت پروردگار سے تمھیں بلخ کی فتح میسر آئی ہے جو توران کی تسخیر کا ذریعہ ہے ۔ چغتائی قبیلے اور سردار مدت سے یہ آرزو کر رہے تھے کہ حضرت بابر کی اولاد اس ملک پر دوبارہ تصرف کرے ۔ اب ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور وہ تمھاری قدم بوسی کے لیے آ رہے ہیں ۔ علاوہ ازیں بلخ و بدخشاں کے علاقے پر ابھی پوری طرح تسلط بھی نہیں ہوا ۔ المان اور ازبک شورش برپا

کرنے کی فکر میں ہیں۔ ایسے وقت میں اس فرزند کی یہ گزارش نہایت بے محل اور بے حد نامناسب ہے۔ ماہدولت نے کئی بار کہا ہے کہ توران فتح ہونے کے بعد وہ ملک تمھیں عطا کر دیا جائے گا۔ جتنا خزانہ اور لشکر تمھیں درکار ہو وہ فراہم کیا جائے گا۔ معاملات کے نشیب و فراز سے آنکھیں بند کر لینا اور نادانی کے سبب یہ درخواست کرنا سخت نازیبا ہے۔ اگر ماہدولت کے قہر و عتاب کا نشانہ بننا چاہتے ہو تو تمھاری مرضی ورنہ دوبارہ اس قسم کی التماس نہ کرنا۔ بنی ہوئی بات نہ بگاڑو۔ استقلال کے ساتھ بلخ میں قیام رکھو اور انتظام کے لیے اپنے سردار جا بجا تعینات کر دو۔ امیرالامرا کے مشورے سے وہاں کا نظم و نسق کرو۔ فتنہ انگیزوں کی شورشیں دباؤ۔ رعایا کے ساتھ احسان و کرم کا سلوک کرتے رہو''۔

ہرچند حضرت نے شاہزادے کو اتنی باتیں سمجھائی تھیں لیکن عقل و فہم سے بے بہرہ ہونے کے سبب کچھ نہ سمجھا۔ نشۂ غفلت کی جھونک میں دوبارہ عرضداشت لکھ بھیجی کہ ''یہ فدوی حاضرِ خدمت ہو کر ایک مرتبہ تمام معاملات زبانی عرض کرنے کا آرزومند ہے۔ بلخ میں رہنا کسی طرح منظور نہیں''۔ مزید بے تمیزی یہ کی کہ بہادر خاں اور اصالت خاں کو جو نذر محمد خاں کو شکست دینے کے بعد شبرغان سے اندخود کی طرف گئے ہوئے تھے، واپس بلا لیا۔ انتظامِ ملک کی خاطر ان لوگوں کا ایک دو ماہ وہاں رہنا ضروری تھا۔ قلعوں کا استحکام بھی درپیش تھا۔ خلیل اللہ خاں لشکرِ شاہی کی کمک پر گیا ہوا تھا، اسے بھی واپس بلا لیا اور چاہا کہ سارا علاقہ اس کے سپرد کرکے کابل کی راہ لے۔ بعض بیوقوف امیروں اور منصبداروں نے بھی ناعاقبت اندیش شہزادے کو شہ دی۔ مقامی باشندوں کی شکل دیکھنے اور بلخ کی آب و ہوا سے سب کا دل سرد ہو چکا تھا۔ وطن کی یاد نے اور ستایا۔ سب نے واپسی پر کمر باندھ لی۔

یہ صورت دیکھ کر رعایا پریشان ہوئی۔ آس پاس کے قبیلے جو بلخ میں آ گئے تھے، بد دل ہوئے۔ فوج میں بھی بے اطمینانی پھیلی۔ بعض

سے تمیزوں نے رعایا کا مال لوٹنا شروع کیا۔ سارا انتظام درہم برہم کر ڈالا۔ حضرت نے سوچا کہ اس وقت کسی ایسے سردار کا بلخ بھیجنا ضروری ہے جس کے رعب و داب کے سبب چھوٹے بڑے تمام امرا اطاعت کے دائرے میں رہیں اور ہرگز حکم عدولی کی جرأت نہ کرسکیں۔ غرض مدارالمہام سعد اللہ خاں کو جو عقل و دانش میں یکتائے دہر تھا، اس خدمت پر نامزد کیا۔ ہدایت فرمائی کہ اگر شاہزادہ اپنی ہٹ پر قائم ہو اور یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس سے ملے بغیر بہادر خاں کو بلخ کے انتظام پر مامور کر دینا کہ مفسدوں اور سرکشوں کی تنبیہ و تادیب میں ماہر اور تہور و شجاعت پر کامل ہے۔ اس کی فوج بھی کافی ہے۔ فوج، خزانے اور مالیے کا انتظام اصالت خاں کے سپرد کرنا کہ حسن سلوک اور خوش تدبیری کا جوہر رکھتا ہے۔ بلخ کے ہر صوبے اور سرکار کا نظم و نسق ایک ایک سردار کے حوالے کرنا جو کافی فوج رکھ کر مقامی قضیوں قضیوں کا فیصلہ کر سکے۔ نجابت خاں ولد شاہرخ مرزا کے آباء و اجداد کارگزاری کے صلے میں حکومت بدخشاں پر مامور رہ چکے ہیں۔ اگر خوش نصیبی اور دانشمندی کی تحریک سے اسے وہاں کی صوبے داری منظور ہو تو یہ خدمت اس کے سپرد کر دینا۔ ہاں نالایقی اور پست فطرتی سے مجبور ہوکر اپنے آبائی ورثے سے منہ موڑے تو وہاں کی صوبے داری پر قلیج خاں کو آراستہ فوج کے ساتھ مامور کرنا۔ کافی فوج دے کر رستم خاں کو اندخود اور مضافات کا انتظام حوالے کرنا۔ سارے علاقے کا مالیہ معین کرکے جہاں تخفیف مناسب سمجھو مالیہ کم کردینا۔ لشکر کی آمدورفت یا سپاہیوں کی بے اعتدالی سے کسانوں اور فالیز والوں کو جو نقصان پہنچا ہو اس کی تلافی کے لیے خزانۂ شاہی سے نقد رقم ادا کی جائے۔ جاگیرداروں کو ان کی فوج کے حساب سے امدادی رقوم دی جائیں۔ منصب داروں کو تین ماہ کی پیشگی تنخواہ دینا ضروری ہے۔ جو لوگ تنخواہ کے بجائے جاگیر لینے کے خواہش مند ہوں انھیں مفتوحہ علاقے میں جاگیریں دے دینا۔ قلعۂ بلخ کی مرمت کے لیے تنخواہ دار اور روزینہ لینے والے بیلدار، راج مزدور وغیرہ لگا کر تاکید کے ساتھ یہ کام کروانا

جائے ۔ نذر محمد خاں کی اولاد اور دیگر تمام متعلقین کو راجا بیٹھل داس، خلیل اللہ خاں ، لہراسپ خاں اور مہیش داس راٹھور کے ہمراہ بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دینا ۔ بلخ کے عالموں ، اشراف و اکابر اور خان کے غلاموں اور خواجہ سراؤں میں سے جو شخص رجوع کرے اور یہ چاہے کہ طاہر بکاول کی طرح نہایت خلوص و ارادت سے ہماری ملازمت میں آئے ، اسے دربارِ شاہی کی طرف روانہ کر دو ۔ نذر محمد خاں کے سامان اور گھوڑوں میں سے جو کچھ ہماری سرکار کے لائق ہو ارسال کرو ۔ بدخشاں میں لعل کی کان کا انتظام کسی ایماندار امین کے حوالے کرنا ۔ سرکاری ملازموں میں سے جو شخص واپس آنے پر مصر ہو اور تعمیلِ حکم میں عذر کرے اس کا منصب اور جاگیر ضبط کر لینا ۔ بلخ میں لین دین کے لیے خانی (سکہ) کا رواج ہے ۔ شاہجہانی روپیہ رائج کرنے سے ان لوگوں کو تکلیف ہوگی ، مناسب یہ ہے کہ خانی جتنی ہاتھ آئیں سب کو پگھلا کر اسی دھات کی جس میں تانبے کا میل ہے ، چونیاں تیار کرکے رائج کر دی جائیں جن پر ہمارے نامِ نامی کا نقش ہو ۔ ان کا نام خانی کے بجائے شاہی رکھو ۔ امیرالامرا کو حکم ہوا کہ جب علامی سعداللہ خاں بلخ پہنچ جائے تو تم قندز کی طرف روانہ ہو جاؤ اور الہانوں کی اچھی طرح تنبیہ کرو جو دریائے جیحون عبور کرکے بدخشاں کے علاقے میں فتنہ و فساد برپا کر رہے ہیں ۔ جب بدخشاں کا صوبے دار وہاں پہنچ جائے تو تم کابل واپس آ جانا“ ۔

المختصر حضرت نے ۲۶ جمادی‌الثانی (۹ اگست ۱۶۴۶ء) بدھ جمعرات کی درمیانی شب میں یہ تمام امور سعد اللہ خاں کو سمجھا کر اور کچھ فوج دے کر بلخ کی طرف روانہ کیا ۔ خلعت ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، طلائی اور مطلا زین والے دو گھوڑے عطا فرمائے ۔ ہدایت کی کہ خنجان کا راستہ اختیار کرنا ۔ اگرچہ دشوار گزار ہے لیکن دوسرے راستوں کی نسبت مختصر ہے ۔ سید فیروز کو حکم پہنچا کہ فوجِ شاہی کی تنخواہ اور دیگر ضروریات کے واسطے خزانے سے پچیس لاکھ روپے بلخ میں پہنچا کر واپس آ جانا ۔ سعد اللہ خاں براہِ خنجان [illegible] بلخ [illegible]

(۲۰ اگست) اتوار کی رات تھی ۔ شاہزادے سے مل کر وہ تمام حکمت آمیز باتیں جو حضرت نے فرمائی تھیں ، اس کے گوش گزار کیں ۔ اس نے نافہمی و کج رائی کے سبب ایک بات بھی نہ مانی ۔ نافرمانی پر تل گیا ۔ سعد اللہ خاں نے تمام منصب داروں کو ہدایت کردی کہ شاہزادے کے دربار میں نہ جائیں ۔ بلخ کی صوبے داری بہادر خاں اور اصالت خاں کے حوالے کر دی ۔ نجابت خاں بدخشاں کی صوبے داری سبھالنے پر آمادہ نہ ہوا ، یہ خدمت قلیچ خاں کے سپرد کی ۔ احدیوں کے بخشی نورالحسن کو دو ہزار احدیوں سمیت ، نیز نظر بہادر وغیرہ امرا کو جن کی کل فوج کی تعداد پانچ ہزار سوار تھی ، قلیچ خاں کے ہمرکاب کرکے بدخشاں روانہ کیا ۔ محمد قاسم میر آتش کو دو ہزار برقنداز سواروں کے ساتھ نیز راجا بہار سنگھ ، بیٹی سنگھ اور راجا چندرمن بندیلہ کو جن کی فوج کا شمار پانچ ہزار سوار تھا رستم خاں کی ماتحتی میں مقرر کرکے اندخود کی طرف بڑھایا ۔ شاہ بیگ خاں کو غوری کا ، شاد خاں کو میمنہ کا ، حیات خاں ترین کو خان آباد کا ، خنجر خاں کو روستاق کا ، جبار قلی گکھڑ کو شبرغان کا اور خوشحال بیگ کاشغری کو سان چاریک کا انتظام سپرد کیا ۔ شادماں پکھلی وال آقچہ کی ، عبدالعزیز خاں ولد صفدر خاں خلم کی ، بہار نوحانی درۂ گز کی ، محمد شاہ قدیمی بابا شاہو کی ، شیخ فتح اللہ مومن آباد کی اور افلاطون ایبک کی محافظت پر مامور ہوئے ۔ رباط زیرکان کا بندوبست ہمت خاں کے بیٹوں کو ، آستانۂ علویہ کا نظام میواتی کو ، نارین کا شاہ محمد گرزدار کو ، خنجان کا میرک بیگ کو ، دوشاخ کا عبدالغفور کو ، فتح آباد کا فرخ حسین کو ، کلنہ اور کرکان کا اوگرسین کچھواہہ کو ، قرشک کا محمد زمان کو ، اندراب کا قاسم بیگ کو اور کولاب کا بندوبست جلال الدین محمود کو سپرد کیا گیا ۔ غرض بائیس روز کی مدت میں تمام انتظامات درست کرکے بارگاہِ شاہی کی طرف واپس روانہ ہوا ۔ کولاب کے سرداروں یعنی میر قریش ، میر عبداللہ ، میر حسین اور میر کلاں نے اپنے علاقے میں حضرت شاہجہاں کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ المانوں کو مار مار کر نکال دیا ۔ جلال الدین محمود دروازی کے ہمراہ سعد اللہ خاں کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ پانچ چھ ہزار معتبر سکھیا مقدم ان کے ساتھ تھے۔ علامی نے سبھوں کو عنایاتِ شاہی کا امیدوار کرکے وطن واپس جانے کی اجازت دی۔

رستم خاں الدخود کی طرف جا رہا تھا کہ نذر محمد خان کے قوش بیگی خسرو بیگ ترکمان کا قاصد آیا اور بیان کیا کہ قبائلی الانوں نے اندخود کے نواح میں پہنچ کر لوگوں کا مال و اسباب اور مویشی لوٹ لیے ہیں۔ اب ان کا یہ ارادہ ہے کہ میرے علاقے پر حملہ کرکے اسے بھی تباہ کر دیں۔ امیدوار ہوں کہ کمک روانہ فرماکر مجھے ان کافروں کے ہاتھ سے بچائیں۔ اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ ظالم الانوں نے اپنے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو ایک قریبی احاطے میں بند کر رکھا ہے۔ خود پشتے پر آ کر لڑائی کے لیے مستعد کھڑے ہیں۔ ان سفاکوں نے رستم خاں کی فوج کو دیکھتے ہی آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر یکایک حملہ کیا۔ بہادر سردار مطلق ہراساں نہ ہوا، ثابت قدمی کے ساتھ پہاڑ کی طرح ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اقبالِ بادشاہی اور تائیدِ الٰہی کی برکت سے ذرا سی دیر میں تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ان گمراہوں کا ستھراؤ کر دیا۔ باقی بھاگ نکلے۔ رستم خاں نے مالِ غنیمت کا جائزہ لیا تو بے اندازہ سامان تھا۔ گھوڑوں، اونٹوں، بھیڑ بکریوں کی گنتی نہ تھی۔ لٹے کھسٹے باشندوں نے اپنا اپنا مال پہچانا۔ نیک دل سردار نے انھیں دے دیا۔ اس معرکے میں خسرو بیگ نے رستم کی سی بہادری دکھائی۔ بختِ بیدار کی برکت سے شاہی ملازموں میں داخل ہوا۔ ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب ملا۔ اپنے رفیقوں، ہمراہیوں کے ساتھ الدخود کو واپس چلا گیا۔

اب بارگاہِ شاہی کے واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔ شاہزادہ دارا شکوہ اپنی حرم محترم (نادرہ بیگم) کی بیماری کے سبب جہانگیر آباد (ہرن مینار) میں ٹھہر گئے تھے۔ وہ چالیس روز کا سفر سولہ دن میں طے کرکے نواحِ کابل میں آ پہنچے۔ سعید خاں بہادر ظفر جنگ اور سید جلالی صدر الصدور استقبال کے لیے گئے اور حاضرِ خدمت ہوئے۔ [۲۹ رجب] ۱۰ ستمبر ۱۶۳۶ء کو شاہزادہ مراد کے گھر بیٹا پیدا ہوا، محمد یار نام رکھا گیا۔

میر عبدالعزیز کو نذر محمد خان کے نام مراسلہ دے کر ایران کی طرف بھیجنا

شاہِ دانشمند نیک طینت کو خدا نے جو اخلاقِ حمیدہ عطا کیا ہے اس کا ایک شمہ بھی بیان کرنا ممکن نہیں تاہم ان دنوں حضرت نے بد نصیب نذر محمد خان پر جو عنایات کیں ان کا بیان لازم ہے ۔ خانِ مذکور نے حضرت کے آغازِ سلطنت میں نہایت بے شعوری و بے لحاظی سے بعض نامناسب حرکتیں کی تھیں ۔ اب یہ نادانی کی کہ قبلۂ مراد سے منہ موڑ کر بد بختی کے تقاضے سے پناہ لینے کے لیے ایران کا رخ کیا ۔ جہاں پناہ نے جبلی شفقت و رحمدلی کے تقاضے سے اس کی تمام لغزشوں سے چشم پوشی فرمائی اور چاہا کہ اسے اپنے مشفقانہ خیالات سے آگاہ کریں ۔ غرض شاہزادہ داراشکوہ کے نوکر عزیز کو جو پہلے بھی ان کی طرف سے نذر محمد خان کے نام نامہ و پیغام لے کر جا چکا تھا ، اس خدمت کے لیے نامزد فرمایا ۔ خلعت اور چار ہزار روپے انعام دے کر ایک مراسلہ جو سعد اللہ خان کا انشا کردہ تھا اور یہاں نقل کیا جاتا ہے[1] ، اس کے ہاتھ روانہ کیا ۔ شاہزادہ دارا شکوہ کی طرف سے بھی ایک خط تھا ۔ میر عبدالعزیز ۸ رجب (۲۰ اگست ۱۶۴۶ء) کو یہ فرمان لے کر تیزی سے راستہ طے کرتا ہوا فراہ پہنچا اور جان نثار خان کو فرمانِ مذکور دکھایا ۔ معلوم ہوا کہ نذر محمد خان صفاہان کی طرف روانہ ہو چکا ہے ۔ عبدالعزیز تون اور طبس کے راستے اصفہان کی طرف بڑھا ۔ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ شوریدہ مغزی کے سبب نذر محمد خان یہاں قیام کیے بغیر میمنہ واپس جا چکا ہے ۔ عبدالعزیز نے چاہا کہ اس کے پیچھے جائے اور جہاں ملے اسے مراسلہ دے دے ۔ ایران کے فرماں روا شاہ عباس ثانی نے اسے کہلوایا کہ آشفتہ مزاجی اور شوریدہ مغزی کے سبب نذر محمد خان کا دماغ خراب

---

۱ ۔ کتاب ہٰذا میں مراسلہ درج نہیں ہوا ، البتہ بادشاہ نامۂ عبدالحمید خان میں اس کی نقل موجود ہے ۔ (وقائع سالِ نوزدہم ۔ جلد دوم)

ہو چکا ہے ، اس سے مل کر تمھیں خفت حاصل ہوگی ، بہتر یہ ہے کہ عید اضحیٰ کے دن جاں نثار خاں کے ہمراہ ہمارے دربار میں حاضر ہو اور تمام حالات بارگاہِ شاہجہانی میں لکھ بھیجو ۔ عبدالعزیز نے اس ہدایت پر عمل کیا اور مفصل حالات لکھ بھیجے ۔ جواب آیا کہ "اگر بد نصیب نذر محمد خاں کی قسمت اچھی ہوتی تو ما بدولت کے فرمان سے محروم نہ رہتا ۔ اب اس کے پیچھے جانا بے سود ہے ۔ ہمارا مراسلہ لے کر واپس چلے آؤ" ۔

۱۵ رجب (۲۷ اگست ۱۶۴۶ء) ۔ سعید خاں خلعت اور طلائی ساز کے گھوڑے سے سرفراز ہو کر حکومتِ ملتان پر رخصت ہوا ۔ اس کی جگہ قندھار کی صوبے داری خواص خاں کو عطا ہوئی ۔ خلعت ، جمدھر مرصع اور ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی سے چار ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب پاکر قندھار کو روانہ ہوا ۔ خواص خاں کی جگہ حیات خاں کو داروغہ جلو مقرر فرمایا ۔ دو ہزاری ذات ہزار سوار منصب ٹھہرا ۔ راجا راج روپ کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار ، شادماں کو ہزاری ذات نو سو سوار اور جبار قلی کو ہزاری آٹھ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ غضنفر ولد اللہ ویردی خاں اور محسن ولد حاجی منصور بلخ سے حاضرِ بارگاہ ہوئے ۔ مؤخر الذکر کو خلعت ، طلائی پیٹی مع خنجر ، نقرئی زین کا گھوڑا اور تلوار عنایت ہوئی ۔ ترمذ کے قلعدار سعادت خاں کو نقارہ اور ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ پندرہ لاکھ روپے اور ستر ہزار اشرفیاں جن کا مجموعہ پچیس لاکھ روپے ہوا ، عاقل خاں کے ہمراہ بلخ کو بھیجے گئے ۔ حکم ہوا کہ یہ رقم غوری کے قلعدار شاہ بیگ کو پہنچا کر واپس آؤ ۔ بہادر خاں کو فرمان گیا کہ اپنے آدمی بھیج کر یہ رقم غوری سے منگوالو ۔ پچیس لاکھ روپے پہلے ، پچیس لاکھ یہ ، کل پچاس لاکھ روپے لشکر کی تنخواہ اور دیگر ضروریات میں خرچ کرو ۔

۲۲ رجب (۳ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو شاہزادہ مراد آق سرا میں پہنچا ۔ حکم معلیٰ صادر ہوا کہ تمھیں منصب اور جاگیر سے محروم کر دیا گیا ہے ۔ دربار کی حاضری بند ۔ شہر میں داخل نہ ہونا ۔ جب ما بدولت

لاہور کو روانہ ہو جائیں تو پشاور پہنچ کر قیام کرو - ۲۵ رجب (۹ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو آپ نے شیر مرد خواجہ کے ہاتھ طلائی زین والے تین گھوڑے بہادر خان ، اصالت خاں اور رستم خاں کے لیے روانہ کیے - ۸ ستمبر کو خلیل اللہ خاں ، راجا بیٹھل داس اور لہراسپ خاں حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ نذر محمد خاں کے اہل و عیال یعنی بیویاں ، بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ دین محمد خاں کے نواسے اور پائندہ سلطان کے پوتے محمد یار کی دو بیویاں بھی ہمراہ تھیں جن میں سے ایک امام قلی خاں کے عقد میں رہ چکی تھی اور بعد ازاں محمد یار کے عقد میں آئی - یہ سب میدان ماہرو میں ٹھہرے - اگلے دن سید جلال صدرالصدور نے خیابان (سڑک) تک جاکر بہرام ، عبدالرحمان اور رستم ولد خسرو کا استقبال کیا اور ہمراہ لے کر حاضر بارگاہ ہوا - شاہ فلک سریر نے بہرام کو خلعت خاصہ ، چارقب زردوزی ، جیغۂ مرصع ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ عطا کرکے پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر سربلند فرمایا - طلائی ساز والے دو گھوڑے ، پارچات کی دو گٹھریاں اور پچیس ہزار روپے مزید مرحمت ہوئے۔ عبدالرحمان کو خلعت ، جیغۂ مرصع ، طلائی ساز کا گھوڑا ، پارچات کی پانچ گٹھریاں[1] عطا ہوئیں - رستم ولد خسرو کو خلعت اور گھوڑا عنایت ہوئے - نذر محمد خاں کے خسر بالتون پروانچی[2] اور داماد عبدالخالق کو خلعت عطا ہوا - از رہِ شفقت عبدالرحمان کو شاہزادہ دارا شکوہ کے سپرد کرکے سو روپے روزینہ مقرر فرمایا -

نذر محمد خاں کی مستورات جو کابل پہنچیں ، ان کی تفصیل یہ ہے :
تین بیویاں جن میں سے ایک اورازبے کی بیٹی ، دوسری بالتون پروانچی کی دختر ، تیسری خسرو کی والدہ - تین بیٹیاں ، ایک کی عمر سولہ سال ،

---

۱ - ہر گٹھری میں نو تھان ہوتے تھے کہ نو کا عدد ترکوں کے نزدیک مبارک و متبرک ہے ۔

۲ - پروانچی بہ معنی پیش رو لشکر - وہی عہدہ جسے انگریزی میں چانسلر کہتے ہیں -

دوسری کی چار سال ، تیسری سال بھر کی ۔ صاحبِ اولاد کنیزوں میں سے ایک تو قاضی تولک کی خانہ زاد تھی جسے نذر محمد خاں کی بہن نے خرید لیا تھا ، اس سے عبدالعزیز خاں پیدا ہوا ۔ نذر محمد خاں نے اس کے حسن و جمال پر شیدا ہوکر اپنی بہن سے اسے مانگ لیا تھا ۔ بیس سال ہوئے کہ فوت ہو گئی ۔ خسرو سلطان کی والدہ ادنٰی خاندان کی عورت ہے ۔ بہرام اور عبدالرحمان کی مائیں بھی اونچے گھرانوں کی نہ تھیں ۔ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے ۔ سبحان قلی کی والدہ بھی ایسی ہی ہے ۔ نذر محمد خاں کی پریشانی کے وقت بلخ سے بھاگ کر عبدالعزیز خاں کے پاس (بخارا) چلی گئی ۔ تین بیٹیاں قلماق کنیزوں کے شکم سے ہیں ۔ قتلق کی والدہ بھی قلماقنی ہے ۔ یہ سب کابل میں وارد ہوئیں ۔ (عبدالعزیز خاں کی بیوی خواجہ عبدالرحیم جوئباری کی بیٹی اور باقی محمد خاں کی بھانجی ہے ۔ اس کے بطن سے ولی محمد خاں اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جنھیں نذر محمد خاں نے بخارا جانے سے روک کر بلخ میں اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا ۔ لشکرِ شاہی کے بلخ میں پہنچنے سے تین روز پہلے انھیں عبدالعزیزخاں کے پاس بخارا بھیج دیا ۔)

نوابِ حورا صفات ، بیگم صاحب نے نذر محمد خاں کی مستورات کو اپنے سامنے طلب کرکے ہر ایک کے ساتھ طرح طرح کی نوازشیں کیں ۔ حسبِ حال زیور اور پارچات عطا کرکے فرمایا کہ انقلابِ دہر کے ہاتھوں اس قسم کے واقعات پیش آ جاتے ہیں ۔ گرم و سردِ زمانہ سے کسی کو چارہ نہیں ۔ تم اطمینان سے یہاں قیام کرو ۔ انشاء اللہ بہت جلد نذر محمد خاں کے پاس پہنچا دی جاؤ گی ۔ جب تک یہاں ہو ، عزت و آرام سے رہوگی ۔ وجہِ شکایت نہ پیدا ہوگی ۔ خاقانِ دہر نے نذر محمد خاں کی دونوں بیٹیوں کو اولاد کی طرح اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ اگر ان میں سے کوئی خاندانِ شاہی میں بیاہے جانے کے لائق ہو تو اسے کسی شاہزادے سے منسوب فرما دیں ۔ انھیں ہر طرح عنایتوں سے سرفراز کرکے اور جواہر، مرصع آلات ، مختلف ملکوں کے نفیس پارچات اور نقد انعام دے کر رخصت کیا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ رہو ۔

یکم شعبان (۱۲ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو وادیِ کابل کی گلگشت کے لیے سوار ہوئے جو سراپائے معشوق کی مانند آراستہ و پیراستہ ہے۔ ہر قطعہ ابروئے دلدار کی طرح دلفریبی میں طاق ہے۔ میوہ دار درختوں اور آبشاروں کی وہ کثرت کہ باغِ بہشت کو بھول جائیے۔ باغوں کی شادابی اور آبِ رواں کی صفائی کشمیر کا نام مٹاتی ہے۔ سیر و شکار سے محظوظ ہوکر کابل واپس آئے۔ ناظم بنگال شاہزادہ شجاع اور شاہزادہ اورنگ زیب صوبہ دار گجرات کے نام فرمان گئے کہ واپس آکر حاضرِ خدمت ہوں۔ بنگال کی صوبےداری اعتقاد خاں ناظمِ بہار کے سپرد ہوئی۔ احمد آباد گجرات کی حکومت شائستہ خاں حاکمِ مالوہ کو مرحمت کی گئی۔ جونپور کا فوجدار شاہنواز خاں پنج ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر ترقی پا کر صوبہ دارِ مالوہ مقرر ہوا۔ اس کی جگہ میرزا حسن صفوی فوجداریِ جونپور پر مامور کیا گیا۔ میرزا حسن کے بیٹے صف شکن کو دو ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ترقی دے کر اس کے ہاتھ میرزا حسن کے لیے نقارہ روانہ کیا۔ اسی تاریخ میں سعد اللہ خاں بلخ سے روانہ ہوکر خنجان کے راستے چار روز میں کابل واپس آیا اور حاضرِ خدمت ہوا۔ چونکہ تمام خدمات کا سرانجام حضرت کے حکم کے مطابق کیا تھا، ہزار سوار کے اضافے سے چھ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی، خلعت ملا۔

کابل میں حضرت کے قیام کے واسطے کوئی مناسب عمارت نہ تھی۔ شاہزادگی کے زمانے میں اپنے واسطے باغِ اورتہ تیار کروایا تھا۔ اس کے پاس باغِ مہتاب ہے۔ دونوں کو اپنے محل اور دیوان خانے کے بطور اختیار فرمایا اور ان میں عالیشان عمارتیں ترتیب دیں۔ کابل کے مختلف باغوں میں جو عمارتیں اور نشیمن بنوانے کا حکم دیا تھا وہ پانچ لاکھ روپے کے خرچ سے انیسویں سالِ جلوس میں مکمل ہوکر قیام کے قابل ہو گئیں۔ ڈھائی لاکھ روپے دولت خانۂ شاہی پر صرف ہوئے۔ ڈھائی لاکھ روپے باغِ شہر آرا، جہاں آرا، چہار باغ، دوسرے باغات اور بابر بادشاہ کے روضے پر خرچ ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے حسب الحکم کابل کی شہر پناہ پختہ بنی تھی، البتہ قلعے کا دولت خانہ پختہ نہ تھا۔ اب حضرت کے حکم سے

اسے بھی اینٹ چونے وغیرہ سے پختہ بنایا گیا ۔ پانی کی قلت تھی ، حکم ہوا کہ جنوب کی طرف جو باؤلی ہے اس کے گرد دیوار کھینچ کر قلعے میں شامل کرلیا جائے ۔

شاہی سواری کی کابل سے لاہور کو واپسی

ان دنوں عالمِ بالا کی تائید و حمایت کے سبب تمام کام ہواخواہانِ شاہ کے حسبِ مدعا انجام پا گئے ۔ بلخ و بدخشاں بہ سہولت فتح ہوئے ۔ بادشاہِ مظفر و منصور نے دوسری مہمات کے سرانجام کی خاطر دارالخلافت کا قصد کیا ۔ پہلی منزل سے ذوالقدر خاں کو خلعت اور دو ہزاری ذات و سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دے کر قلعہ کابل کی حراست اور بنگشات کے انتظام پر مامور کرکے کابل کو رخصت کیا ۔ اکرام خاں روزینہ دار تھا ۔ اسے پہلے منصب یعنی دو ہزاری ذات و سوار پر بحال کرکے فتحپور روانہ کیا ۔ مرحمت خاں ترقی پاکر ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ سعداللہ خاں نے بلخ میں اس کی ترقی تجویز کی تھی چنانچہ فرمانِ سربلندی صادر فرمایا ۔

ستارے کی گردش سے نذر محمد خاں نحوست و ادبار کی پستی میں یوں گرا کہ اس کی آبائی سلطنت بالخصوص ولایت بلخ جہاں اب تک کسی غیر کا قدم نہ پہنچا تھا ، لشکرِ شاہی کے ہجوم سے پامال ہو گئی ۔ پیڑھیوں کا جمع کردہ مال و اسباب ملازمانِ شاہی کے تصرف میں آ گیا ۔ بے دین المانوں کو جو اپنے کمینہ پن اور بیوقوفی کے سبب ابدی گمراہی و تباہی میں گرفتار ہیں ، سخت سزا ملی ۔ غرض حضرت کو ہر طرف سے پوری طرح اطمینان حاصل ہوگیا ۔ چونکہ پروردگار کا حکم ہے کہ ہماری عطا کردہ نعمتوں کا بیان کرتے رہو لہٰذا حضرت نے پروردگار عالم کی عنایتوں اور تائیدِ ایزدی کا شکر ادا کرنے کے لیے شاہِ ایران کو ان تمام حالات سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا ۔ وزیرِ خوش تدبیر علامی سعداللہ خاں نے آپ کے حسب الحکم والیِ ایران کو یہ

مراسلہ[1] تحریر کیا اور اظہارِ دوستی و الفت کے ضمن میں سب باتیں لکھیں۔ ارسلان بیگ بلوچ کو ایک عدد شمشیر مرصع اور یہ نامہ حوالے کیا۔ فتحِ بلخ کے بعد نذر محمد خاں کے سامان میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو بادشاہوں کو بھیجنے کے لائق ہو۔ ایک خنجر مرصع البتہ تھا جو کبھی حضرت نے اسے ارسال کیا تھا۔ شمشیر کے ساتھ اسے بھی شامل کیا۔ ارسلان بیگ کو خلعت، جمدھر، طلائی ساز والی تلوار اور ترق مرحمت کرکے ۹ شعبان (۲۰ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو ایران بھیج دیا۔

۲۲ ستمبر کو بگرامی سے کوچ ہوا۔ ۲۸ ستمبر کو چہار باغ میں خیمہ زن ہوئے جو سیدھے راستے ۳۴ کوس فاصلے پر ہے۔ موضع نیملہ میں جو بہت خوش منظر جگہ ہے ایک باغ اور نشیمن کی تیاری کا حکم دیا۔ فرمایا کہ باغ کے وسط سے چارگز چوڑی نہر گزاری جائے۔ بتاریخ ۹ اکتوبر پشاور میں رونق افزا ہوئے۔ یکم رمضان مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۶۴۶ء دریائے سندھ کو عبور کیا۔ دو منزلیں طے کرکے باغِ حسن ابدال میں جسے اس علاقے کا چشم و چراغ کہیے، قیام فرمایا۔ ۱۸ رمضان (۲۸ اکتوبر) کو کشتیوں کے پل سے دریائے جہلم اور ۲ نومبر کو دریائے چناب عبور کیا۔ ۸ شوال مطابق ۱۷ نومبر ۱۶۴۶ء نیک ساعت میں دارالسلطنت لاہور کو فیضِ قدم سے رشکِ فردوس بنایا۔

واقعاتِ آگرہ سے معلوم ہوا کہ ۴ شعبان (۱۵ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو نواب سلطان النسا بیگم استسقا کے مرض میں مبتلا رہ کر راہیِ خلد ہوئیں۔ مرحومہ حضرتِ جہانگیر کی بڑی بیٹی تھیں، راجا مان سنگھ کی بہن کے بطن سے۔ سلطان خسرو ان کا حقیقی بھائی تھا۔ اکبر بادشاہ کے مقبرے میں گنبد کے پاس والے دالان میں جو داخل ہوتے وقت دائیں ہاتھ پڑتا ہے، حسبِ وصیت دفن ہوئیں۔ مسند آرائے حریم عصمت شکرالنسا بیگم کی استدعا کے مطابق بائیں ہاتھ والا دالان ان کے مدفن

۱۔ کتاب ہٰذا میں مراسلے کی عبارت درج نہیں ہے، البتہ بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد دوم ص ۵۹۶ طبع ایشیاٹک سوسائٹی میں عبارت موجود ہے۔

کے لیے مقرر ہوا ۔ میرزا نوذر بلخ سے نذر محمد خاں کے شکاری جانور لے کر حاضر ہوا ۔ ان میں پانچ عدد طویغون باز بھی تھے ۔ تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ رستم خاں کی تجویز کے مطابق محمد ہاشم کو اندخود میں ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب عطا ہوا ۔ سید بہادر ولد لطف علی اور جلال برادرِ بہادر خاں کے بدست بیس لاکھ روپے کابل بھجوائے ، حکم ہوا کہ قلعدار کے سپرد کر کے واپس آؤ ۔ اعظم خاں کو جو کشمیر سے آ کر راستے میں حاضرِ خدمت ہوا تھا ، خلعت ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ اور بہار کی صوبے داری عطا فرما کر رخصت کیا ۔ شاہزادہ شجاع کی جاگیر سے آٹھ کروڑ دام (بیس لاکھ روپے) کی رقم خالصۂ شاہی میں واجب تھی ۔ آگرہ کے دیوان رائے کاشی داس کو بنگال کی دیوانی پر مامور فرمایا ۔ اس کی جگہ شیخ عبدالکریم دیوانِ اکبر آباد مقرر ہوا ۔

علی اکبر ولد حاجی کمال اصفہانی جو بہت عمدہ سوداگر ہے ، حضرت کے حسب الحکم بڑی جستجو اور علی پاشا حاکمِ بصرہ کی اعانت سے چند عربی گھوڑے فراہم کرکے لایا ۔ ان میں سے ایک کمیت جو عنتر کی نسل سے ہے ، زینتِ طویلۂ شاہی ہوا ۔ لعل بے بہا نام رکھا گیا ۔ فرمایا کہ تخت نشینی سے اب تک ایسا گھوڑا طویلے میں نہیں آیا ۔ البتہ شاہزادگی کے زمانے میں عنبر حبشی نے فتح لشکر نامی گھوڑا راجا بکرماجیت کی نذر کیا تھا ، اس نے ہمیں پیشکش کیا ۔ وہ خوشنمائی اور جثے میں اس سے بھی بہتر تھا ۔ لعل بے بہا کی قیمت پندرہ ہزار روپے اور باقی چھ گھوڑوں کی پچیس ہزار روپے علی اکبر کو مرحمت ہوئی ۔ گھوڑوں اور جواہرات کا اچھا مبصر ہے لہٰذا حضرت نے خلعت اور پانچ سو ذات ، سو سوار کا منصب دے کر سورت بندر کے انتظام پر مامور فرمایا ۔ خسرو سلطان کو پچاس ہزار ، بہرام کو پچیس ہزار اور عبدالرحمان کو دس ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ حکم ہوا کہ دونوں بھائی بارگاہ میں بائیں جانب کھڑے ہوا کریں ۔ سعد اللہ خاں کو چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار اور نوازش خاں کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔

بلخ سے طاہر شیخ ، خواجہ عبدالوہاب رئیس بلخ ، فولاد خواجہ ، خواجہ طاہر ، خواجہ بقا اور خواجہ نوراللہ حاضر بارگاہ ہوئے ۔ طاہر شیخ کو خلعت ، خنجر مرصع اور دس ہزار روپے ، خواجہ عبدالوہاب کو خلعت اور چار سو اشرفیاں ، باقی اشخاص کو خلعت اور تین سو اشرفیاں مرحمت ہوئیں ۔ مکرمت خاں ترقی پا کر چار ہزاری چار ہزار سوار ، تین ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز ہوا ، گردھر گور کو ہزاری آٹھ سو سوار کا منصب اور قلعہ داری آگرہ ملی ۔ آگاہ خاں فوجدار اکبر آباد نے ہزاری ہزار سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔ ملا سلطان محمد دیوان نذر محمد خاں ، عبداللطیف اور عبدالرؤف مستوفی اور ملا عاشور دیوان بیوتات بھی بلخ سے آ کر آستاں بوس ہوئے ۔ عبدالرحمان کو نقرئی ساز والی ہتھنی عطا فرمائی ۔ خواجہ عبدالوہاب کو نو سو ذات دو سو سوار کا منصب دیا ۔ نذر محمد خاں کے داماد عبدالخالق کو خلعت ، خنجر مرصع اور نو سو ذات ڈیڑھ سو سوار کے منصب سے سرفراز کیا ۔ طاہر شیخ کو خلعت ، مینا کار طلائی ساز والی تلوار اور آٹھ صدی ذات چار سو سوار کا منصب عطا ہوا ۔ چوچک بیگ کو آٹھ سو ذات دو سو سوار ، حسن سعید کو پانچ سو ذات ڈیڑھ سو سوار اور خواجہ نوراللہ پانچ سو ذات پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوئے ۔ اکبرآباد کے خزانے سے ایک کروڑ روپے طلب فرمائے تھے ۔ پرتھی راج راٹھور یہ رقم لے کر حاضر بارگاہ ہوا ۔ طیب خواجہ ولد خواجہ حسین جوئباری بلخ سے آ رہا تھا ، حکم معلیٰ کے بموجب خواجہ محمد اسلم اور خواجہ ابوالخیر میر عدل نے استقبال کر کے حاضر خدمت کیا ۔ طیب خواجہ نے اٹھارہ گھوڑے اور پندرہ اونٹ پیشکش میں دیے ۔ خلعت اور ہزار اشرفیاں عنایت ہوئیں ۔

پنجاب کا صوبہ شاہزادہ داراشکوہ کی جاگیر میں دیا گیا تھا ، دامن کوہ کی سرکار کے دو کروڑ دام (پانچ لاکھ روپے) انھیں عطا فرمائے ۔ بتاریخ ۶ [رمضان] ۱۶ اکتوبر ۱۶۴۶ء شاہزادہ مراد کو جو نافرمانی کی پاداش میں بارہ ہزاری ذات دس ہزار سوار چھ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب اور جاگیر سے محروم کر کے پشاور میں ٹھہرا دیے گئے تھے ،

دوبارہ بارہ ہزاری ذات ، نو ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ حیات خاں نرین کو شمشیر خاں کا اور محمد قاسم میر آتش بلخ کو معتمد خاں کا خطاب عطا کیا ۔ نواب عصمت مآب شکرالنسا بیگم جو حان والا شان کی پھوپھی ہیں ، بلخ و بدخشان کی فتح کی مبارکباد دینے کے لیے آگرے سے آئیں ، لاہور کے قریب پہنچیں تو ۱۹ رمضان (۲۹ اکتوبر) کو شاہزادۂ ولی عہد نے استقبال کر کے کمال احترام کے ساتھ حریم شاہی میں اتارا ۔ نہایت عزت و اکرام کا اظہار کرکے لاکھ روپے نذر کیے اور ہر طرح توجہ سے پیش آئے ۔ اس خاتون عصمت پناہ نے چالیس ہزار روپے قیمت کا لعل بہ طور تحفہ نذر دیا ۔ ۶ نومبر کو اطلاع ملی کہ مقرب خاں کیرانوی جو جراحی میں ماہر تھا ، نوے سال کی عمر میں فوت ہوا ۔ علامی سعداللہ خاں کی بلخ سے واپسی کے بعد وہاں جو واقعات رونما ہوئے اُن کا بیان یہ ہے ۔

صوبۂ بلخ کے واقعات

بہادر خاں کو یہ خبر لگ چکی تھی کہ بے دین و ایمان الٰان جن کا شغل قتل و غارت اور لوٹ مار ہے ، ولایت بلخ کو تاراج کرنے اور رعایا کو گرفتار کر لینے کے لیے ہر طرف سے حملے کرنے لگے ہیں ۔ یہ معلوم تھا کہ اُن بد طینتوں کا وتیرہ یہی ہے کہ لڑائی میں مکر و فریب سے* کام لیتے ہیں ۔ بزدلی کے سبب میدان میں نہیں لڑتے بلکہ چھپکے سے ٹوٹ پڑتے اور جو کچھ ہاتھ لگے ، لے بھاگتے ہیں ۔ لالچی اور سفاک اتنے کہ ایک مریل گدھے کی خاطر دس بھائیوں کا خون کرنے سے نہ چوکیں ۔ غنیم طاقتور ہو تو فوراً بھاگ نکلتے ہیں ۔ قلاش ایسے کہ دس سرداز ایک پھٹے خیمے میں رہ کر اور جو پھانک کر بسر کر لیتے ہیں ۔ یہ ذلیل خوراک کھا کر چالیس پچاس کوس فاصلہ طے کر لینا ان کا معمول ہے ۔ گھوڑے گھانس پھونس کھا لیتے ہیں ۔ نہ سوار تھکتا ہے نہ رہوار ۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بلخ و بخارا سے خراسان اور یزد تک لوٹ مار کر کے مال غنیمت سمیٹا ، قزلباشوں نے اصیل گھوڑوں پر چڑھ کر اُن کا تعاقب

کیا لیکن گرد بھی نہ پائی ۔ اودبلاؤ کی طرح دریائے جیحوں کو دن میں دس بار عبور کر لینا اُن کے لیے کھیل ہے ۔ دریا سے گزرتے وقت لکڑی کے زین ایک جگہ باندھ لیتے اور اگلے گھوڑے کی دم پچھلے گھوڑے کے دہانے سے باندھ کر ایک آدمی کئی کئی رہواروں کو نکال لے جاتا ہے ۔ ساحلی نرکل کے گٹھے باندھ باندھ کر اُن پر دریا کو پار کرتے ہیں ۔ غرض نہایت ان گھڑ قوم ہے ۔

بہادر خاں نے کہ فی الواقع بہادر سردار ہے ، بیدین الہانوں کے حملے کی خبریں سن کر اُن مردودوں کی تنبیہ و تادیب کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ بلخ سے نکل کر باد و باراں کی طرح اُن کا تعاقب کرتا ہوا بڑھا ۔ جہاں کہیں وہ پلید ملے ، تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔ سڑکوں اور گھاٹیوں کے ناکوں سے جہاں بھی سر نکالا ، تیغ بے دریغ سے جہنم رسید کیا ۔ غرض سب کا قصہ پاک کر کے فتح و ظفر کو ہمرکاب لیے بلخ میں واپس آیا ۔ راجا راج روپ نے بدخشاں کے ازبکوں اور الہانوں کے سر کاٹ کر سرکشی کا سودا نکال دیا ۔ اندخود میں جو مفسد فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے انھیں رستم خاں نے ٹھنڈا کیا ۔ پہلے ہی حملے میں ہزاروں کو قتل کر کے باقی کو راہ فرار دکھائی ۔ اپنی سرحد تک اُن کا تعاقب کرنے کے بعد واپس ہوا ۔ سبحان قلی نے منافقوں مکاروں کے شیوے کے مطابق بلخ کے پانچ چھ ہزار ازبک اور کچھ الہان فراہم کر کے ۶ ذیقعدہ (۱۴ دسمبر ۱۶۴۶ء) کی رات کو پچھلے پہر ترمذ پر شبخون مارا ۔ سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ کر سب قلعے میں گھس آئے ۔ میرزا کوہاٹی قلعدار اپنے پانچ سو پٹھانوں کو لے کر سامنے ہوا ۔ سخت لڑائی ہوئی ۔ اس بہادر نے انتہائی جاں فشانی کا ثبوت دے کر نیزے کے زخم سے شہادت پائی ۔ سعادت خاں نے اطلاع ملتے ہی مہتابیاں روشن کروا دیں اور اپنے رفیقوں کو لے کر بڑھا ۔ حملہ آور سرداروں کو تیروں سے پرو کر تمام دغابازوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔ صبح تک یہ مارا مار ہوتی رہی ۔ بیشتر مارے گئے ، باقی فرار ہو کر ادھر اُدھر نکل گئے ۔ محمد ایشک آقا باشی ، شاہ کوچک سرائے ، دین محمد یساول ، اللہ ویردی ولد حاجی محمد اتالیق ،

اوراز بے کا بھتیجا سبحان قلی جو نامور سردار تھے ، نیست و نابود ہو گئے ۔

بلخ کے واقعات کو ملتوی کر کے اب بارگاہ شاہی کے حالات لکھے جاتے ہیں ۔ شہسوار میدان دلاوری ، فارس عرصۂ شجاعت ، چشم و چراغ دولت ، شاہزادۂ گرامی سلطان اورنگ زیب بہادر کو فرمان طلب گیا تھا ۔ کارگزاری اور رضاجوئی کے تقاضے سے بہت جلد احمد آباد سے لاہور پہنچے ۔ ۲۳ ذی الحجہ کی رات کو (۲۹ جنوری ۱۶۴۷ء) سعداللہ خان نے استقبال کر کے بارگاہ شاہی میں پہنچایا ۔ اُن کے فرزند محمد سلطان اور محمد معظم بھی حاضر بارگاہ ہوئے ۔

۱۲ بہمن ۲۴ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۶۴۷ء حضرت کی عمر کا ۵۶ واں سال شروع ہوا ۔ سالانہ دستور کے مطابق آپ کے وزن کے برابر سونا اور دیگر چیزیں تل تل کر فقیروں محتاجوں کو تقسیم ہوئیں ۔ شاہزادۂ کامگار اورنگ زیب نے لعل ، یاقوت اور موتیوں کی پیشکش حاضر کی ۔ بادشاہ سلامت نے خلعت دے کر ولایت بلخ و بدخشاں انہیں عطا فرمائی ۔ منصب کے سواروں میں سے مزید ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ سید جلال صدر الصدور کو چھ ہزاری ذات دو ہزار سوار ، راجا جسونت سنگھ کو پنجہزاری ذات پانچ ہرار سوار دو اسپہ سہ اسپہ اور سعادت خان قلعدار ترمذ کو ، جس نے شجاعانہ کار گزاریاں دکھائی تھیں ، تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ طیب خواجہ کو چار ہزاری ذات چار سو سوار کا اور لہراسپ خان و راجا راج روپ کو نقارے کا اعزاز ملا ۔ پچاس لاکھ روپے جو بلخ کی مہم کے واسطے شاہزادہ اورنگ زیب کو عطا ہوئے تھے ، پرتھی راج راٹھور کے حوالے ہوئے کہ لے کر آگے چلے ۔ علی مردان خان کے حسب التماس اُس کے معتمد غلام سہتر یوسف کو شاہی ملازمت میں داخل کر کے پانچ سو ذات ، سو سوار کا منصب مقرر فرمایا ۔

۲ فروری ۱۶۴۷ء کو معلوم ہوا کہ عمدۃ النسا ستی خانم نے جو طالب آملی کی بہن تھی ، وفات پائی ۔ بہت افسوس فرمایا ۔ علاء الملک تونی

میر سامان کو حکم ہوا کہ خزانۂ عامرہ سے دس ہزار روپے اس کی تجہیز و تکفین کے لیے ادا کر کے ملازمان شاہی کے ہمراہ اُسے اس کے مدفن تک پہنچا کر واپس آئے۔ اس سے پہلے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ دو سو روپے یومیہ کا کھانا پکا کر فقیروں کو تقسیم کیا جائے۔ اب کمال شفقت و مہربانی کے سبب یکم محرم ۱۰۵۷ھ (۶ فروری ۱۶۴۷ء) کو ارشاد ہوا کہ پندرہ معتبر ملازموں کو دو دو ہزار روپے دیے جائیں تا کہ وہ اُنھیں محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کر دیں۔ ۱۵ محرم (۲۰ فروری ۱۶۴۷ء) کو شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو خلعت خاصہ مع نادری، سونیوں کی دو تسبیحیں جن میں لعل و زمرد جڑے تھے، شمشیر خاصہ، زریں زین کے دو راس عربی گھوڑے، ہتھنی اور نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت ہوئے۔ پانچ لاکھ روپے مزید عطا کر کے صدق دل سے فتح و فیروزی کی دعائیں دے کر اُس نور چشم دولت و اقبال کو رخصت فرمایا۔ ہدایت کی کہ نوروز کا زمانہ پشاور میں گزار کر شروع بہار میں جب دروں کی برف صاف ہو جائے اور موسم خوشگوار ہو، صحرا سرسبز اور راستے قابل گزر ہو جائیں تو بلخ کو روانہ ہوں۔ امیرالامرا اور راجپوت منصب داروں مثلاً راؤ ستر سال، راجا امر سنگھ، راجا روپ سنگھ، راجا رائے سنگھ نروری اور نظر بہادر خویشگی وغیرہ کو ہمرکاب لیں۔ دوسرے سردار جو بے شعوری و بے توفیقی کے سبب بلخ و بدخشاں سے ہٹ کر پشاور میں آ پڑے اور حکم والا کے بموجب دریائے اٹک سے ورے نہیں آ سکتے، وہ بھی شاہزادے کے ہمرکاب جائیں۔ شاہزادہ محمد سلطان اور محمد اعظم کو موتیوں کی تسبیحیں دے کر اُن کے والد گرامی قدر کے ہمراہ رخصت کیا۔ خلیل اللہ خاں کو خلعت اور مطلا زین والا گھوڑا عنایت فرمایا۔ خواجہ عنایت اللہ، غضنفر، آی محمد، راوت دیال داس جھالا، مرشد قلی بخشی لشکر اور آقا علی دیوان لشکر کو گھوڑے عطا کر کے شاہزادے کے ہمرکاب روانہ کیا۔

حضرت کا کابل روانہ ہونا اور جشنِ نوروز

۱۴ صفر ۱۰۵۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۶۴۷ء بدھ جمعرات کی درمیانی

شب میں پندرہ گھڑی چار پل رات گزرے آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ سالانہ دستور کے مطابق نوروز کا جشن کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ دولت خانے کے درودیوار رنگین فرش فروش اور ملکوں ملکوں کی نادر و نایاب چیزوں سے آراستہ ہوکر رشک چمن بن گئے ۔ اس مبارک موقع پر شاہزادہ محمد شجاع ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی سے پندرہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوئے ۔ سعداللہ خاں نے ایک لاکھ روپے کے جواہرات و مرصع آلات کی پیشکش حاضر کی ۔ حضرت نے نقرئی ساز کا ہاتھی مرحمت فرمایا ۔ اسی تاریخ میں حضرت کا پیش خیمہ کابل کو روانہ ہوا ۔ بہادر خاں اور دوسرے منصبداروں کی عرضداشتوں سے معلوم ہوا کہ عبدالعزیز خاں نے تورانی سپاہیوں کا لشکر فراہم کیا ہے ، بلخ پر حملے کی نیت ہے ۔ حضرت نے فرمان صادر کیا کہ شاہی لشکر کو ایک جگہ جمع کرلیں ۔ بتاریخ ۱۸ صفر (۲۵ مارچ ۱۶۴۷ء) سبہ گھڑی میں یعنی دوپہر چار گھڑی دن گزرے ، حضرت کی سواری کا علم دارالسلطنت لاہور سے کابل کی طرف بڑھا ۔ صدر الصدور سید جلال کو بیماری کی وجہ سے اور علاء الملک تونی میر سامان کو بعض امور حکومت کے سرانجام کے واسطے لاہور میں ٹھہرنے کی اجازت دی ۔ بہرام ولد صادق خاں کو لاہور کی بخشی گری اور وقائع نویسی کی خدمت سپرد فرمائی ۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو بھی لاہور میں رہنے کا حکم ہوا ۔ سعداللہ خاں کو میناکار شمشیر اور طلائی زین والا گھوڑا مرحمت کیا ۔ محمد داؤد کو تقرب خاں خطاب ملا ۔ شاہی سواری منزلیں طے کرتی بتاریخ ۱۰ ربیع الاول (۱۵ اپریل ۱۶۴۷ء) دریائے نیلاب (سندھ) سے گزری ۔ یہاں سعید خاں ظفر جنگ کو خلعت خاصہ ، طلادوز نادری ، طلائی ساز والی تلوار ، مطلا اور طلائی زین کے دو گھوڑے اور نقرئی ساز کا ہاتھی عنایت کرکے حکم دیا کہ تیزی سے شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ہمرکاب بلخ کو روانہ ہو ۔ تین لاکھ روپے بطور مدد خرچ عطا کیے ۔ شفیع اللہ میر توزک کو حکم ملا کہ نہایت تیزی سے غوربند پہنچے اور بلخ کے تعیناتیوں میں سے جو شخص شاہزادے کی خدمت میں نہ پہنچا ہو

اسے تاکید کرکے وہاں پہنچا دے - ۵ مئی کو مبارک ساعت میں شہر کابل کو فیض قدم سے رشکِ بہشت فرمایا -

قلیج خاں اور راجا راج روپ کی الانوں سے جنگ

بدطینت بدمغز ازبکوں اور آشفتہ سر الانوں کے دل میں ہمیشہ سرکشی و نافرمانی کے خیالات آتے رہتے ہیں - زوال و ادبار کی نحوست سے بغاوت پر کمربستہ ہو کر ان بدبختوں کا لشکر بتاریخ ۱۹ ربیع الاول (۲۴ اپریل ۱۶۴۷ء) طالقان میں پہنچا اور نواحِ شہر میں خیمہ زن ہوا - قلیج خاں اور دوسرے منصب دار مثلاً راجا راج روپ اور احدیوں کا بخشی نورالحسن چاہتے تھے کہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہنے کے بجائے کھلے میدان میں مقابلہ کریں لیکن احتیاط کا دامن یک قلم چھوڑ دینا مصلحت کے خلاف اور عقل کے منافی تھا - صورت یہ تھی کہ طالقان کی شہرپناہ جو کچی اینٹوں اور گارے سے بنی ہوئی تھی ، زمانۂ دراز گزرنے کے بعد جابجا شکستہ ہو رہی تھی - شاہی فوج کم تھی اور غنیم کی تعداد بہت زیادہ - اندیشہ تھا کہ اگر ساری فوج قلعے سے نکل کر ان بدبختوں پر حملہ کرے تو ممکن ہے کہ غنیم کی ایک جماعت کسی اور راستے سے قلعے میں آ گھسے اور قبضہ کر لے - غرض فیصلہ ہوا کہ کچھ عرصے تک قلعے میں رہ کر مقابلہ کرتے رہیں - پھر یکبارگی سب کے سب باہر نکل کر ان پر حملہ آور ہوں اور ایک ہی یلغار میں تباہ کردیں -

یہ فیصلہ کرکے قلیج خاں نے قلعے کے دروازوں پر کارآزمودہ سپاہی تعینات کر دیے - مغربی فصیل جہاں راجا راج روپ نورالحسن بخشی کے ساتھ آ کر ٹھہرا تھا ، اس کے سپرد کی - مشرقی دیوار کی حفاظت پر ابوالبقا ولد قاضی خاں ، مقصود بیگ علی دالشمندی ، اپنے بھتیجے طغرل ارسلان اور دیگر ماتحتوں کو مامور کیا - باقی فصیلوں پر شاہی آدمی تعینات کیے - مورچے مقرر کرکے سخت تاکید سے کہا کہ ہر شخص اپنے مورچے سے خبردار رہے ، ادھر اُدھر نہ ہو - کچھ دیر بعد ترکبای قطغان ، شاہ مراد کلچی اور دوسرے الانی سرداروں کے ہمرکاب بارہ ہزار سوار

مشرق مورچوں پر یکایک جھپٹے - ابوالبقا ، مقصود بیگ اور طغرل ارسلان نے سب کو تیروں اور گولیوں کی باڑھ مار کر گرا دیا - شہر میں گھسنے کے بجائے ملک عدم کی سیر نصیب ہوئی - بعض کو تلوار کے گھاٹ اتارا جو دشمن کو فنا کرنے میں دعائے سیفی کا کام کرتی ہے - راجا راج روپ کے سپاہی قلعے کے باہر صف بستہ تھے ، ان کے پاس نورالحسن بخشی کے احدی پرا جمائے کھڑے تھے - سامنے وسیع میدان تھا - بدمغز غنیم کی بھاری جمعیت یلغار کرتی ہوئی ان پر آ پڑی - ایک اور فوج احداد سہمند اور محمد مراد داروغہ توپخانہ سے مقابل ہوئی جو قلعے کے باہر راج روپ اور نورالحسن کے دائیں ہاتھ کھڑے تھے -

اس اثنا میں الانوں کی ایک جماعت جو اپنے لشکر کے گھوڑے لیے چراگاہ سے واپس آ رہی تھی ، مکر و فریب کے بطور شاہی لشکر کو دیکھ کر بھاگی - بادشاہی سپاہی ان کے پیچھے لگے - جس وقت احداد سہمند برق بلا کی طرح غنیم پر حملہ کرکے مارا مار میں محو تھا ، بے شمار الانی چاروں طرف سے گھیر کر اس پر آ پڑے - احداد سخت مشکل میں پھنس گیا - راجا راج روپ اور نورالحسن نے یہ حال دیکھا تو گرزداروں کو ہمرکاب لے کر بے اختیار الانوں پر حملہ آور ہوئے - ہرچند قلیج خاں نے کہلا کہلا کر بھیجا کہ شہرپناہ سے دور ہو جانا مصلحت سے بعید ہے - غنیم نے فوج کثیر لے کر اتنا سخت محاصرہ کیا ہے کہ کمک بھیجنا ممکن نہیں - بہتر یہ ہے کہ الانوں سے لڑتے ہوئے قدم قدم پیچھے ہٹ کر اپنے مورچوں پر چلے آؤ - لیکن وہ بہادر ایسے جان توڑ کر لڑ رہے تھے کہ معاملے کو نہ سمجھے ، بدستور لڑتے رہے - کچھ دیر بعد غنیم کی بے شمار فوج پہاڑ پر سے اتر کر کوہستانی سیلاب کی طرح ان دلاوروں سے بھڑ گئی - یہ ناموس پرست جانباز بے دریغ ان سے مقابل ہوئے - دل میں آتش غیظ شعلہ‌زن تھی اور ساتھ پر مردانہ شکن - دشمن کے ساتھ چھری کٹاری ہو گئے - ایک طرف سے احداد اور محمد مراد کی فوج ، دوسری طرف سے راج روپ اور نورالحسن کے بہادر غنیم کے سپاہیوں کے ساتھ غٹ پٹ ہو گئے -

اس وقت بڑا خونریز معرکہ پڑا - تلوار پر تلوار برسنے لگی - شاہی توپخانے

کی گولہ باری سے بے شمار انسان ہلاک ہو ہو کر بجھ بجھ گئے ۔ لیکن ان کمبختوں نے بھی ایسا سا کھا کیا کہ کمال بے خوفی و دلیری سے توپ و تفنگ کے منہ پر چڑھتے گئے اور جاں نثاری کی داد دیتے رہے ۔ دونوں طرف سے تیروں اور گولیوں کی بوچھار اس شدت سے ہوئی کہ رستم و اسفندیار کے کارنامے دلوں سے محو ہو گئے ۔ دوست دشمن سب گڈ مڈ ہو کر جان لینے اور دینے پر تلے ہوئے تھے ۔ اس ہنگامے میں محمد مراد داروغہ توپخانہ ، محمد زمان مشرف توپخانہ اور چند دوسرے منصب داروں نے شربت شہادت پیا ۔ رفتہ رفتہ یہ حال ہوا کہ کسی اجل رسیدہ کو آگے بڑھنے کی تاب نہ رہی ۔ قضارا اس وقت بارش شروع ہو گئی ۔ رفتہ رفتہ موسلادھار پانی پڑنے لگا ۔ پہاڑ کی بلندی سے کوہستانی سیلاب جھاگ اڑاتا ، سناٹے کے ساتھ آیا ۔ ہوا کا جھکڑ ایسا چلا کہ ہوش اڑ گئے ۔ غرض شاہی لشکر چاروں طرف سے گرداب بلا میں پھنس گیا ۔ بندوقوں اور توپوں کے فتیلے بھیگ کر بیکار ہو گئے ۔ یہ حالت دیکھ کر غنیم کا حوصلہ بڑھ گیا ۔ راجا کے ہراول کے بیشتر سپاہی جرأت و جانبازی کے کارنامے دکھانے کے بعد کام آئے ۔ راج روپ کے بدن پر تیروں کے تین زخم آئے ، گھوڑے سے گر گیا ، بہ مشکل کسی ماتحت کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس مخمصے سے نکلا ۔ بہت سے رفیق وہیں کھیت رہے ۔ کتنے ہی یکہ تاز سورماؤں نے جان کو نثار کر دیا ۔ باقی ماندہ مجبور و معذور ہو کر بے اختیار میدان سے پلٹے اور لڑتے ہوئے شہرپناہ کی طرف ہٹے ۔ راستہ تنگ تھا ، وہ بھی کیچڑ کے سبب بلائے جان ۔ اوپر سے غنیم کے تیروں کی بوچھار ۔ سیکڑوں سورما ساولت مٹی میں مل گئے ۔

اس وقت راجا کے کوتوال نے بگڑی ہوئی بازی کو سنبھالا ۔ برق انداز اور تیرانداز پیادوں کو لے کر باغ کی دیواروں کے عقب سے غنیم پر حملہ آور ہو کر تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ان بھوکے بھیڑیوں کو مار بھگایا ۔ راجا اپنے تھوڑے سے رفیقوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو کر قلیج خاں سے آ ملا ۔ ازبک بھی تھک کر چور ہو گئے تھے ؛ شہر سے دو کوس ہٹ کر اتر رہے ۔ اس کے بعد یہ وتیرہ رہا کہ صبح سے شام تک

قلعے کے گرد چکر کاٹتے ۔ شاہی سپاہیوں کی مستعدی کے سبب اتنا موقع نہ ملا کہ شہر میں داخل ہو سکیں ۔ ناامیدی و محرومی کے ساتھ (جو ازل سے دشمنوں کے نصیب میں ہے) واپس چلے جاتے ۔ بالآخر جس نہر سے شہر میں پانی آتا تھا اس کا بند توڑ کر پانی آنے کا سلسلہ ختم کردیا ۔ طالقان کی نواحی بستیوں کو تاخت و تاراج کرنے لگے ۔ اس کے ساتھ ساتھ شہر پناہ کا چکر بھی لگا جاتے ۔ بادشاہی بہادر تیروں اور گولیوں سے نیز بارودی ڈبے پھینک پھینک کر بہت سوں کو جہنم رسید کرتے ۔ بالآخر ۲۲ جمادی الاول (۴ جون ۱۶۴۷ء) کو ناامید ہوکر واپس چلے گئے ۔ پناہ بخدا اگر دو چار روز اور نہ جاتے تو پانی کی نایابی کے سبب قلعے والے خود بخود ہلاک ہو جاتے ۔ راجا راج روپ اور نورالحسن نے قلیج خاں کو سمجھایا کہ طالقان محفوظ جگہ نہیں ہے ۔ یہاں سے اٹھ کر قندز یا فرخار میں جہاں مناسب معلوم ہو ، قیام کیجیے ۔ قلیج خاں نے حسن قلی آغر کو طالقان میں چھوڑا ، خود اشکمش کے قلعے کی مرمت کروا کر وہاں مقیم ہوا ۔ راج روپ اور نورالحسن نے قندز میں قیام کیا ۔

اب المانوں اور ازبکوں نے غوری کے نواح میں تاخت و تاراج شروع کی ۔ اتنے میں بادشاہی سواری کی آمد آمد کا غلغلہ اور شاہ بیگ خاں کے قلعے سے باہر آنے کا شہرہ سنا ۔ ان وحشیوں نے اپنے مویشی اور اسباب کو جابجا چھوڑ دیا ۔ دو تین ہزار سوار جو پہاڑ کی اوٹ میں گھات لگائے موقع کے منتظر بیٹھے تھے ، انھیں ساتھ لے کر قلعے پر چڑھ آئے ۔ سخت خونریز معرکہ پڑا جس میں خنجر بیگ ، نظام بیگ ، میر فرخ اور دیگر منصب داروں کے سپاہیوں نیز بہت سے احدیوں نے کمال دلاوری سے جنگ کی ۔ بہت سے بدطینت وحشیوں کو قتل کرکے خود بھی مارے گئے ۔ غنیم کے تین چار ہزار آدمی دوسری طرف سے بڑھ کر قلعے پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے ۔ شاہ بیگ خاں لڑتا ہوا پیچھے ہٹا اور قلعے کی حفاظت میں مشغول ہوا ۔ مقامی باشندوں نے جو اپنے اہل و عیال اور مال مویشی کو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھوڑ کر تنہا لڑنے کے لیے مستعد تھے ، امداد و اعانت کا حق ادا کردیا ۔ سخت حملے کرکے بے شمار بدبختوں

کو ہلاک کیا ۔ قلعۂ غوری کے قدر اندازوں نے گولیوں تیروں کی بوچھاڑ کرکے ہزاروں کو ملک عدم کی طرف روانہ کیا اور باقی کو راہ فرار دکھائی ۔ قاضی خواجہ کلاں ، قاضی تیمور اور چند دیگر منافق بظاہر اولیائے دولت کے رفیق بنتے تھے لیکن درپردہ ازبکوں المانوں سے ملے ہوئے تھے ۔ تھوڑی سی تنبیہ جو ہوئی تو دل کی بات زبان پر آ گئی ۔ شاہ بیگ کے ایما سے سبھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا ۔

اندخود کے واقعات

غنیم اثیم کی ایک فوج نے اندخود کی طرف فساد برپا کر رکھا تھا ۔ چراگاہ کے کچھ محافظوں کو قتل اور قید کرکے اپنے مسکن کی طرف واپس چلے گئے ۔ رستم خاں نے کچھ منصب داروں اور احدیوں کو تاکید کی کہ ان کمینوں کا تعاقب کرو اور اپنا مال اور قیدی ان سے چھین لاؤ ۔ اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کی ایک اور فوج نمودار ہوئی ۔ سب مل کر مذکورہ بالا منصب داروں سے لڑنے لگے ۔ اکثر مارے گئے ۔ باقی نے جان بچا کر نکل جانے کو غنیمت سمجھا ۔ کچھ بادشاہی ملازم بھی کام آئے ۔

نواح بلخ کے حالات یہ ہیں : بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۶۴۷ء بہادر خاں کو جاسوسوں اور شمشیر خاں تھانیدار خان آباد کے خط سے یہ معلوم ہوا کہ عبدالعزیز خاں کے ایما پر خوشی لب چاک پانچ ہزار الانی سواروں کو ساتھ لیے وادی کلیف سے بڑھ آیا ہے ۔ قصد یہ ہے کہ درۂ گز اور شادیان کی طرف جاکر لشکر شاہی کی چراگاہ دوآب پر ہاتھ مارے ۔ رعایا کو لوٹ لے اور لشکر شاہی کا اسباب ، اونٹ گھوڑے تاراج کرکے لے جائے ۔ رستم خاں نے لڑائی کی تیاری کرکے چاہا کہ خود اس طرف جائے ۔ لیکن اس مرتبہ اصالت خاں نے ان سرکشوں کی تنبیہ کا بیڑا اٹھایا ۔ راجا بہار سنگھ ، معتمد خاں اور دوسرے سرداروں کو ہمرکاب لے کر ادھر بڑھا ۔ راستے بھر کسی اور بات کی طرف توجہ کیے بغیر یلغار کرتا ہوا ان مفسدوں کے سر پر جا پہنچا ۔ بڑی دلاوری سے لڑا اور ذرا سی دیر میں ان بزدلوں کو شکست دے کر تمام سامان اور مویشی چھین لیے ۔ یہ رعایا کا مال تھا

مالکوں کو پہنچا دیا ۔ دن بھر زرہ پہنے ہوئے دوڑ دھوپ کی تھی ، مغرب کے وقت وضو کے لیے یکایک پوشاک جو اتاری تو ہوا لگ گئی ۔ بخار چڑھ آیا ۔ بہادر خاں کے حسب الحکم واپس ہوا ۔ ۲۲ ربیع‌الاول (۲۷ اپریل ۱۶۴۷ء) کو مشیت الٰہی کے بموجب جہانِ فانی سے عالمِ باقی کی راہ لی ۔

اس واقعے سے دو ہفتے پہلے یعنی ۱۲ اپریل کو عبدالعزیز خاں کے اشارے سے خنجر اور جنت الاِن نے پندرہ ہزار سوار ہمرکاب لے کر تھانۂ خان آباد پر حملہ کیا ۔ ایک ہزار سواروں کو لے کر سامنے آیا ۔ باقی سواروں کو جابجا گھات میں بٹھا دیا ۔ شمشیر خاں اور مراد قلی گکھڑ غنیم کی تھوڑی سی نفری دیکھ کر قلعے سے نکلے ۔ اُن مکاروں نے ہٹنا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں سرداروں کو اپنی فوج تک لگا لے آئے ۔ یہاں پہنچتے ہی سبھوں نے کمین گاہ سے نکل کر یکایک حملہ کیا ۔ اگرچہ شاہی بہادر غنیم کا دسواں حصہ بھی نہ تھے لیکن ان دلاوروں نے بے تامل مرنے مارنے پر کمر باندھی ۔ صدر جہاں بخاری کا بیٹا سید سادات ، شمشیر خاں کا بھائی بہلول اور کچھ دوسرے نمک حلال کام آئے ۔ جانباز سردار شمشیر خاں اور مراد قلی نے ثابت قدمی سے مقابلہ کرکے بہت سے مخالفوں کو زخمی اور قتل کیا ۔ دن چھپے تک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جمے رہے ۔ مردانگی کا نام روشن کر دیا ۔ جب اندھیرا چھا گیا تو واپس آئے ۔ قلعے کے دروازوں کا انتظام کر کے جا بجا نشانہ باز بندوقچی بٹھا دیے کہ جب ضرورت ہو گولے گولیوں سے غنیم کی تواضع کریں ۔ دو دن دو رات تک لڑائی کا ہنگامہ یوں ہی گرم رہا ۔ ۱۴ اپریل کو بہادر خاں کو خبر ملی ۔ جیسا کہ بیان ہوا اُس نے فی الفور اصالت خاں کو درہ سے بلایا ۔ بتاریخ ۱۵ اپریل جب اصالت خاں آ پہنچا تو بلخ کی محافظت اس کے سپرد کر کے غنیم کے مقابلے کو چلا ۔ بزدل غنیم نے بہادر خاں کے آنے کی خبر سن کر تیسرے دن محاصرہ اٹھا لیا ۔ وہاں سے کافور ہوئے ۔

بہادر خاں نے خان آباد پہنچ کر غنیم کی خبر حاصل کرنے کے لیے ایک روز قیام کیا ۔ جاسوسوں نے اطلاع دی کہ غنیم چشمۂ علی مغل کی طرف نکل گیا ہے ۔ ارادہ یہ ہے کہ خوشی لب چاک اور حق نظر مینک

کو جو درۂ کز میں اصالت خاں سے شکست کھا کر بھاگے ہیں ، انہیں ساتھ ملا لیں ۔ پھر سب جمع ہو کر درۂ کز کے علاقے کو تاراج کریں ۔ بہادر خاں نے گولے ، بارود ، بان وغیرہ سامان قلعداری کا انتظام کرنے کے بعد درۂ کز کی راہ لی ۔ پل امام بکری کے پاس پہنچا تھا جو بلخ سے خبر ملی کہ اصالت خاں نے مذکورہ بالا مہم کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر وفات پائی ۔ بہادر خاں نے رام سنگھ راٹھور اور عجب سنگھ کچھواہہ کو بھیجا کہ بلخ پہنچ کر محکم سنگھ سیسودیہ اور پہلوان درویش سرخ کی امداد سے جو پیشتر قلعۂ بلخ کے محافظ رہ چکے ہیں ، قلعداری کا پورا پورا انتظام کرو ۔ شہر پناہ کی حفاظت پر شیخ فرید ولد قطب الدین کوکہ کو مامور کیا ۔

انھی دنوں فتنہانگیز الالون کی ایک جماعت نے تھالہ دار کلتہ پر حملہ کیا ۔ اوگرسین کچھواہہ تھانیدار کلتہ و کرگان نے بلخ خبر بھیجی ۔ منصبداروں اور بندوقچیوں کی فوج لےکر قلعے سے نکل آیا اور ان گمراہوں کو مار بھگایا ۔ اسی اثنا میں راجا راج روپ اور روپ سنگھ راٹھور بلخ سے آ گئے ۔ دریائے جیحوں تک غنیم کا تعاقب کرکے بلخ واپس چلے گئے ۔

الالون کی ایک اور جماعت نے کلیف سے نیچے نیلگراں کے گھاٹ سے دریائے جیحوں کو عبور کیا ۔ شبرغان سے ہوتے ہوئے شبرم اور سرپل کی طرف بڑھے ۔ بہادر خاں نے خبر ملتے ہی راجا دیبی سنگھ ، راجا جے رام ، راجا روپ سنگھ راٹھور اور معتمد خاں میر آتش کو ان کمینوں کی تنبیہ پر مامور کیا ۔ شام کے وقت یہ لوگ آقچہ میں پہنچے ۔ اس وقت تک الالان لٹیرے شبرم اور سرپل کے نواحی علاقے کو تاراج کر کے اور بے شمار اونٹ گھوڑے ، گائے بیل بھیڑ اور بکریاں لوٹ کر دریائے جیحوں کی طرف جا چکے تھے ۔ سرداروں کو یہ حال معلوم ہوا تو آدھی رات کے سناٹے میں ان ملعولوں کے پیچھے چلے ۔ رات بھر اور اگلے دن دو بجے تک گھوڑے مارے چلے گئے یہاں تک کہ ان لعینوں کو جا پکڑا ۔ بہت سوں کو قتل کیا ۔ باقی فرار ہو گئے ۔ شاہی دلاوروں نے شام تک ان کا تعاقب کیا ۔ رات پڑے وہیں ٹھہر گئے ۔ تین گھنٹے رات گزری تھی کہ

چھ ہزار الامان سوار جیحون پار کر کے ان بہادروں پر آپڑے ۔ زور کا معرکہ ہوا ۔ بہت سے بے دین مارے گئے ، باقی بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے ۔ بادشاہی دلاوروں میں سے بھی بعض جان نثار کام آئے ۔ الامانوں کے کٹے ہوئے سروں کا ڈھیر لگ گیا ۔ ان میں کچھ ازبکوں کے سر بھی تھے جو بادشاہی ملازمت میں داخل ہونے کے باوجود محض مسلمانوں کا مال لوٹنے کے لیے الامانوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے ۔ کیفر کردار کو پہنچے ۔ الامانوں کا سردار نظر سینک اپنی قوم میں شجاعت و تہور کی بدولت مشہور تھا ، اس کا سر بھی شناخت ہوا ۔ بندگان شاہی مظفر و منصور واپس آئے ۔

الامانوں کی ایک اور ٹولی کلیف کے گھاٹ سے دریائے جیحون کو عبور کر کے موضع اختہ چی ، قروقچی اور بلخ سے پانچ کوس دور دوسرے مقامات پر حملہ آور ہوئی ۔ شاہی لشکر کے کچھ اونٹ گھوڑے چراگاہ میں سے لوٹے ۔ رعایا کے بے شمار مویشی تاراج کیے ۔ عثمان آباد کا تھانے دار شمشیر خاں ان وحشیوں کے دریا پار کر لینے کی خبر سن چکا تھا ۔ لڑائی کی تیاری کر لی تھی ۔ یہ ماجرا سن کر اپنے سپاہیوں کو ہمرکاب لیے بڑھا اور چھ گھنٹے کی یلغار کے بعد ان بدبختوں کو جا لیا ۔ لشکر اور رعیت کے مویشی ان سے چھین لایا ۔ انھی دنوں الامانوں کی تین اور جماعتیں آستانۂ علویہ ، آقچہ اور فتح آباد پر حملہ آور ہوئیں ۔ آستانۂ علویہ پر جس فوج نے حملہ کیا تھا اسے نظام سیواقی تھانہ دار اور اسحاق بیگ بخشی کابل نے جو فرمان شاہی کے بموجب بلخ سے واپس آتے ہوئے وہاں وارد ہوا تھا ، نیز چند منصب داروں نے جو اتفاقاً ادھر آ نکلے تھے ، اچھی طرح سزا دی ۔ آقچہ پر حملہ کرنے والی فوج کا مقابلہ شادمان پکھلی وال نے کر کے خوب گوشمالی کی ۔ فتح آباد پر حملہ کرنے والی جماعت فرخ حسین خراسانی کے پنجے میں پھنسی ۔ بہت سے گولیوں کا نشانہ بنے ، باقی ذلیل ہو کر بھاگ گئے ۔

اسی اثنا میں ایک سانحہ بھی پیش آیا ۔ برگشتہ بخت الامانوں نے شبرغان کے منافق قاضی کو پیغام بھیجا کہ ازبکوں نے شبرغان کی نہر کا

بند جو کچھ عرصہ پہلے توڑ دیا تھا ، اس کی مرمت ضروری ہے کیونکہ آبادی کی فلاح و بہبود اور زراعت کا دارومدار اسی پر ہے ۔ یہ کام ہمارے بس کا نہیں ۔ جب تک بادشاہی ملازم قلعے سے نکل کر توجہ نہ کریں ، اس کا سرانجام نہ ہو سکے گا ۔ یہ سن کر جبار قلی اپنے سپاہیوں سمیت بند کی طرف چلا ۔ راستے میں دغاباز المان گھات میں چھپے بیٹھے تھے ، انہیں دیکھتے ہی لڑائی کے لیے نکلے ۔ جبار قلی نے سوچا کہ اگر ان سے لڑنے لگوں تو ممکن ہے کہ ان کی کوئی دوسری جماعت قلعے میں گھس کر قبضہ کر لے ۔ غرض قدم قدم قلعے کی طرف ہٹا ۔ بہت سے سپاہی مارے گئے ۔ اگلے دن المانوں نے قلعے کا محاصرہ کرلیا ۔ اقبال بادشاہی کی کارسازی سے یہ اتفاق ہوا کہ راجا دیبی سنگھ اور ترکتاز خاں جو یوں ہی اندخود سے بلخ کی طرف جا رہے تھے ، شبرغان میں محصورین کی اعانت کے لیے آ پہنچے ۔ جبار قلی کے بھائی محسن قلی نے قلعے سے نکل کر المانوں کی خوب گوشمالی کر کے بھگا دیا ۔

بلخ کے واقعات

اصالت خاں کے انتقال کے بعد ظالم المانوں نے ہر طرف فتنہ و فساد کا ہنگامہ گرم کردیا ۔ عبدالعزیز خاں نے اس گمراہ قوم کو خوب بھڑکایا ۔ المانوں اور ازبکوں کو اشارہ کیا کہ بلخ کے چاروں طرف فساد پھیلا دو ۔ بہادر خاں نے بلخ میں ٹھہرنا خلاف مصلحت سمجھا ۔ پل امام میں اقامت اختیار کرکے جاسوسوں کو ادھر اُدھر بھیجا ۔ ان سے پتہ چلا کہ المان دریائے جیحوں پار کر آئے ہیں ۔ عبدالعزیز خاں قرشی سے آ رہا ہے ۔ بیگ اوغلی کو بہت سا لشکر دے کر پہلے بھیج دیا ہے ۔ بہادر خاں آستانۂ امام سے واپس ہو کر بلخ میں آیا ۔ لڑائی کی تیاری کی ۔ بلخ سے ایک کوس آگے بڑھ کر کلیف کے گھاٹ پر پڑاؤ کیا ۔ فیصلہ کرلیا کہ اگر بیگ اوغلی ادھر سے گزرا تو اس زور کا معرکہ پڑے گا کہ لوگ رستم کے کارنامے بھول جائیں گے ۔ اُس نالائق کو ایسا نیست و نابود کروں گا کہ تاریخ میں مدتوں یادگار رہے ۔

نذر محمد خاں کا ایران جا کر شاہ عباس سے ملنا اور مایوس ہو کر ماوراء النہر واپس آنا

جنگ شبرغان میں شکست کھانے کے بعد نذر محمد خاں کے ساتھ تنگ چشم ازبکوں نے مخالفت اور دست درازی اختیار کی ۔ یہ دیکھ کر نذر محمد خاں اپنے پوتے قاسم ، ایک بیٹے قتلق اور تقریباً تین سو ازبک سواروں کو ہمرکاب لے کر وہاں سے نکلا ۔ قاسم کا اتالیق محمد قلی ، باقی دیوان بکی کے دو بھائی محمد بیگ ایشک آقا باشی اور یادگار نیز عاشور قلی ، حاجی شقاول ، محمد امین بیگ کوکلتاش ولد صالح کوکلتاش ، دین محمد خاں ، عبداللہ بیگ ، قتلق اویتاق ترکمان اور قربان علی میر آخور باشی اس مختصر جماعت کے سردار تھے ۔ خان موصوف اندخود سے بہ راہ چول سات دن میں مرو پہنچا ۔ سات روز وہاں ٹھہر کر پندرہ دن میں مشہد مقدس پہنچا ۔ یہاں واپسی کے ارادے سے پندرہ دن اور ٹھہرا ۔ ناظم مشہد مرتضیٰ قلی خاں نے نذر محمد خاں کی واپسی کا ارادہ معلوم کرکے دروازے پر چار سو خراسانی بندوقچی تعینات کر دیے ۔ خان نے مرتضیٰ قلی کی اس حرکت سے آزردہ ہو کر شاہ عباس کی طلبی کے بغیر مشہد سے اصفہان کا رخ کیا ۔ سطام میں پہنچا تو محمد علی بیگ جو حاجب شاہ کی حیثیت سے ایک مرتبہ بارگاہ شاہجہانی میں بھی آیا ہے ، شاہ کی طرف سے ایک مراسلہ اور کچھ نقد و جنس لیے خان کی مہمان داری کے لیے آیا ؛ خان سے ملا اور اسے کاشان سے چالیس دن میں اصفہان پہنچا دیا ۔ راستے بھر ضیافت و مہمان نوازی کے تمام قاعدے شائستگی کے ساتھ ادا کیے ۔

چونکہ بادشاہوں اور سرداروں کا احترام کرنا بزرگی و شرافت کی دلیل ہے ، شاہ عباس نے خان کا بہت اعزاز و اکرام کیا ۔ اصفہان میں داخلے کے وقت شہر سے ساڑھے تین میل تک رنگین پارچات ، قطنی ، درآئی ، نیلک ، مخمل اور زربفت کا پاانداز بچھوا دیا ۔ امرائے دربار اور ارکان سلطنت سب کو حکم دیا کہ آئین قزلباشی کے مطابق پیدل جا کر

خان کا استقبال کریں۔ خلیفہ سلطان اعتمادالدولہ کے سوائے کسی کو اجازت نہ تھی کہ گھوڑے پر سوار ہو کر جائے۔ سب کے بعد شاہ عباس پذیرائی کے لیے پہنچا اور کمال احترام و تعظیم سے پیش آیا۔ دونوں فرماں رواؤں نے گھوڑوں پر ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مہماں داری کے تمام آداب بخوبی ادا کیے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ دروازۂ طوغچی کے باہر باغ نقش خانہ میں لے جا کر مسند پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ ماحضر تناول کر کے دونوں میدان صفاہان تک گئے۔ وہاں سے شاہ اپنے محل میں چلا گیا۔ خان کو وزیر سابق ساروتقی کے محل میں بھجوا دیا جو اُس کے قیام کے لیے تجویز کیا گیا تھا۔

اگلی صبح کو شاہ ملنے کے لیے آیا۔ خان نے چند قدم بڑھ کر پیشوائی کی۔ دونوں مسند پر باہم بیٹھے۔ شاہ نے بہت کچھ دلجوئی کی۔ پھر واپس ہوا۔ اگلے دن نذر محمد خان طلب کیے بغیر ہی شاہ کے محل میں جا پہنچا اور کھانا کھا کر واپس آیا۔ تیسرے روز شاہ نے بڑے لوازمہ سے ضیافت کر کے پوچھا کہ یہاں قدم رنجہ کرنے کا سبب بیان فرمائیے۔ خان نے مفصل بتایا کہ ازبکوں نے بیوفائی و نافرمانی کی، بیٹے نے سرکشی دکھائی اور ماوراء النہر کے چھوٹے بڑے سب منافق ہو گئے۔ اتنا کہہ کر کمک کے لیے التماس کی۔ شاہ نے نہایت احترام و تعظیم کے ساتھ یہ درخواست منظور کی اور کہا کہ بطور دوست ہر طرح کی کمک اور امداد آپ کو دی جائے گی۔ خلیفہ سلطان یوں بول اٹھا کہ جب رعایا اور بیٹے ہی آپ کی بادشاہت تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں تو ہماری کمک سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ خان نے جواب دیا کہ آپ دوستی و مروت کا حق ادا کر کے مجھے کچھ لشکر دیجیے۔ باقی کام میں خود سنبھال لوں گا۔ اس روز اتنی گفتگو کے بعد محفل برخاست ہوئی۔

اصفہان میں داخلے کے چھٹے دن شام کو میدان صفاہان میں چراغاں ہوا۔ شاہ نے خان کو بلایا۔ وہ بہت بد مزاجی اور بے دلی کے ساتھ کچھ دیر تک سیر کر کے چلا آیا۔ پھر مشہور کیا کہ میں بیمار ہوں۔ شاہ کے محل میں آنا جانا موقوف کر دیا۔ ایک روز شاہ عباس اس کی

تسکین اور دلجوئی کے لیے خود آیا ۔ بد مغز خان نے اتنا بھی نہ کیا کہ استقبال کے لیے اٹھتا ۔ البتہ پوتے کو استقبال کے لیے چند قدم بھیجا ۔ ملاقات کے بعد تواضع کا بھی مطلق سامان نہ کیا ۔ شاہ عباس اس بے تمیزی سے آزردہ ہوا ۔ اپنے مقربوں سے کہا کہ یہ احمق نادانی کی وجہ سے میرے ساتھ یوں پیش آتا ہے گویا میں اس کے دروازے پر بھیک مانگنے آیا ہوں ۔ ان حرکتوں کے علاوہ اور بھی کئی نامناسب ادائیں خان نے دکھائیں جن کے باعث شاہ کا دل پھٹ گیا ۔ خان نے آمد کے بارھویں روز محمد علی بیگ کو بلا کر کہا کہ میں ایران میں ضیافتیں کھانے یا چراغاں کی سیر کے لیے نہیں آیا تھا ۔ انقلاب روزگار کے سبب یہ نوبت آ گئی ۔ ناہنجار بیٹے نے غداری کی اور نابکار نمک حرام ازبکوں نے تباہ کر دیا تو میں نے شاہ کے آستانے پر آ کر پناہ لی ۔ اخلاقِ کریمانہ سے اس بات کا امیدوار تھا کہ شاہ کی مہربانی و امداد سے نمک حرام ازبکوں کو سزا دے کر دل کا غبار نکالوں اور جی ٹھنڈا کروں ۔ شاہ جمجاہ مروت و مہربانی سے پہلوتہی کرتے نظر آتے ہیں ۔ تمام امیدیں ٹوٹ گئی ہیں ۔ اب شاہ سے صرف اتنی التجا ہے کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دیں ۔ سخت بیمار ہوں ، بچنے کی آس نہیں ، چاہتا ہوں کہ یہ مٹھی بھر ہڈیاں آبائی مقبرے میں دفن ہوں ۔

شاہ عباس نے جواب میں یہ کہلایا کہ آپ کی تعظیم و احترام میں ہم نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ۔ آپ کی تشریف آوری کو باعث عزت سمجھا ہے ۔ اتنے اضطراب کی کیا وجہ ہے ؟ ہماری خواہش یہ ہے کہ چند روز ٹھہر کر اور عمارتوں باغوں کی سیر کر کے جی بہلائیے ۔ جب طبیعت شگفتہ ہو جائے تو مہمات کا سرانجام کیجیے ۔ خان نے جواب دیا کہ مجھے اب یہاں زیادہ ٹھہرنے کی تاب نہیں ہے ۔ کامیابی ہو یا ناکامی ، ماوراءالنہر واپس جاؤں گا ۔ خلیفہ سلطان نے شاہ کی طرف سے دلجوئی و مہربانی کی بہت باتیں کہیں جب دیکھا کہ خان واپس جانے پر تلا ہوا ہے تو کہا کہ آپ کو پورا اختیار ہے خواہ توقف فرمائیں یا سفر اختیار کریں ۔ لیکن مناسب تھا کہ شاہ سے اجازت لے کر واپس جاتے ۔ خان نے جواب دیا کہ میں کسی کی اجازت کا

محتاج نہیں ، کل روانہ ہو جاؤں گا ۔ اگلے دن یعنی آنے کے پندرھویں روز اصفہان سے نکل کر باغ قوش خانہ میں اُترا ۔ دوسرے روز شاہ نے خلیفہ سلطان اور قورچی باشی کو بھیجا ، اگلے دن خود آیا اور بہت کچھ دلجوئی کر کے کہا کہ اب آپ نے عزم سفر کر ہی لیا ہے تو بہتر ۔ لشکر وغیرہ جو کچھ درکار ہے ، آپ کے ہمرکاب بھیجا جاتا ہے ۔ غرض فاتحۂ خیر پڑھ کر واپس چلا گیا ۔ مزید نقد و جنس بھیجا ۔ سارو خان تالش کو خراسانی اور عراق فوج دے کر ہمراہ کیا لیکن ہدایت کر دی کہ ہرات سے آگے نہ بڑھنا ۔

نذر محمد خان نے چوتھے روز اپنے بیٹے قتلق کو شاہی لشکر کے ساتھ سیدھے راستے سے روانہ کیا ، خود اپنے پوتے قاسم خان کو ہمراہ لیے فرح آباد ، استر آباد اور بسطام سے گزرتا ہوا مشہد مقدس کی طرف چلا ۔ جب اُس پاک شہر میں پہنچا تو کھلا کہ یہ کمک محض برائے نام ہے ۔ سارو خان سے جو کچھ دن پہلے مشہد میں آ چکا تھا کہا کہ: ''ہمیں مرو کے راستے جانا ہے ۔ اس لشکر کو ادھر سے لے جانا ممکن نہیں ۔ تم ہرات میں قیام کرو ۔ جب ہم طلب کریں آ جانا''۔ چونکہ آتے وقت حاکم مرو سے بگڑ چکا تھا لہٰذا وہاں قیام کرنے کے بجائے بند خان کے پاس پڑاؤ ڈالا ۔ یہ تمام واقعات حضرت شاہجہان کے گوش گزار ہوئے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اول سے آخر تک جو کچھ نقد و جنس شاہ ایران نے خان کو نواضع کیا ہے اس کی قیمت بارہ ہزار تومان یعنی چار لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ۔ بے اختیار زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ اگر نذر محمد خان کا مقدر سیدھا ہوتا اور وہ اس بارگاہ خلائق پناہ میں چلا آتا تو اس سے سو گنا زیادہ سلوک ہم اس کے ساتھ کرتے ۔ افسوس کہ بد مذہب شاہ ایران کے پاس پناہ لی جس کے آبا و اجداد نے ایک لڑائی میں اس کے باپ کو قتل کیا تھا ۔ ذلت بھی اٹھائی اور چنگیز خان کی نسل پر چار لاکھ روپے کے سلوک کا ایسا دھبا لگوایا جو قیامت تک نہ مٹے گا ۔

اس منزل میں کفش قلماق آ کر نذر محمد خان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اُسے ہمرکاب لے کر وہاں سے کوچ کیا ۔ قورماچ میں منزل کی ۔

یہاں قلماق اور دوسرے قبائل فراہم ہو گئے ۔ اُن کی مدد سے خان نے قلعۂ میمنہ کا محاصرہ کیا ۔ شاد خاں قلعدار نے برجوں فصیلوں کا انتظام کر کے بڑی دلاوری سے مقابلہ کیا ۔ تین ماہ محاصرہ رہا ۔ اس عرصے میں شاد خاں کے آدمی اور بندیلہ سپاہی دو مرتبہ قلعے سے نکل کر ازبکوں کے مورچے پر حملہ آور ہوئے ۔ پہلے معرکے میں فریقین نے مردانگی و دلاوری کی خوب داد دی ۔ بڑی مارامار ہوئی ۔ دوسری مرتبہ باقی دیوان بیگی کے بھائی یادگار بیگ کے مورچے پر بڑا معرکہ ہوا ۔ شاد خاں کے بھانجے باقی بیگ نے تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ یادگار بیگ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا ۔ لیکن ازبکوں نے باقی بیگ کو بھی وہیں فنا کر دیا ۔ بہت سے ازبک قتل ہوئے ۔ جو زخمی ہو گئے تھے وہ اپنے لشکر گاہ میں واپس گئے ۔ غنیم نے چار سرنگیں فصیل تک پہنچا دی تھیں ۔ شاد خاں نے تین کا سراغ لگا کر انھیں بے کار کر دیا ، چوتھی نقب محفوظ رہی ۔ غنیم نے ۸ ربیع الاول (۱۳ اپریل ۱۶۴۷ء) کو اُسے آگ دکھائی ۔ پچیس گز فصیل صاف اڑ گئی اور ازبکوں نے چاروں طرف سے سمٹ کر اس شگاف پر یلغار کی ۔ تاہم قلعے کے سپاہیوں نے بھی جان فشانی کے ساتھ تیروں گولیوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ کسی ازبک کو ایک قدم آگے آنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ بیلداروں ، راجوں مزدوروں نے گارا اینٹ پتھر جو ہاتھ لگا ، شگاف میں بھر کر چھ گھنٹے میں پھر دیوار کھڑی کر دی ۔ اتفاقاً اگلے ہی دن یہ دیوار جو سرسری بنی تھی ، گر پڑی ۔

ازبکوں کو جو موقع کی تلاش میں تھے ، یہ اتفاق غنیمت معلوم ہوا ۔ قتاق اور نذر محمد خاں والے مورچوں کے تمام آدمی گھوڑوں سے اتر کر یلغار کرتے ہوئے بڑھے ۔ قلعے میں گھس آنے کے لیے ایسے بیتاب تھے کہ جان کی بازی لگا دی ۔ برجوں اور فصیلوں کی آڑ سے شاہی تیر اندازوں اور بندوقچیوں نے تیروں گولیوں کی وہ بوچھاڑ کی کہ بے شمار ازبک فصیل کے نیچے ہلاک ہوئے ۔ بہت سے زخمی ہو کر خندق میں گھس گئے اور زخموں کے سبب لڑنے کے قابل نہ رہے ۔ کتنے ہی بھاگ کر جان بچا لے گئے ۔ نذر محمد خاں نے دیکھا کہ میرے بے شمار آدمی ضائع

ہوچکے ہیں ۔ قلعے والے مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں ۔ بہت فکر مند ہوا ۔ یہ بھی اطلاع مل چکی تھی کہ نہنگ دریائے شجاعت ، شیر بیشۂ شہامت ، آبروئے مردانگی و دلاوری ، جوہر شمشیر سروری ، شاہزادہ اورنگ زیب بہادر فوج ظفر موج ہمرکاب لیے بلخ میں آ چکا ہے ۔ غرض حیران و ششدر ہو کر یہ تمام برخود غلط اشخاص بیل چراغ کی طرف روانہ ہوئے جو گرجستان سے تیس کوس ہے ۔

یہاں نذر محمد خاں نے نا تجربہ کار ازبکوں کے مشورے کے مطابق اپنے بیٹے قتلق کو پانچ ہزار سوار دے کر شبخون مارنے کے لیے بلخ روانہ کیا ۔ ہدایت کی کہ جس وقت بہادر خاں بلخ سے باہر گیا ہوا ہو ، مقامی باشندوں اور ہوا خواہوں کی مدد سے چوری سے شہر میں گھس کر قلعے پر قبضہ کر لو تو کیا کہنا ۔ قتلق کے جانے کے بعد سعید قلماق نے نذر محمد خاں سے کہا کہ آپ نے بخارا کے ازبکوں کو شاہزادے کے ساتھ کردیا ہے ، اگر وہ تقرب حاصل کرنے کے لیے اُسے بھگا کر عبدالعزیز خاں کے پاس لے جائیں تو آپ کیا کریں گے ۔ خان کے دل کو اُس کی بات لگی ۔ شاہزادے کو لکھ بھیجا کہ جہاں تک پہنچ چکے ہو وہیں توقف کرو ۔ ازبک سپاہیوں نے قتلق سے کہا کہ دولت و اقبال نے خان سے منہ موڑ لیا ہے ، بہتر یہ ہے کہ تم بھی عبدالعزیز خاں کے پاس پہنچ کر سلطنت میں شریک ہو جاؤ ۔ اس نالائق نے اُن فتنہ پردازوں کے بہکانے سے اپنے قبلہ گاہ سے غداری کی ۔ باپ کے معتبر نوکروں کو واپسی کی اجازت دی ۔ پل خطیب کے پاس دو ہزار سوار الامان جنہیں بیگ اوغلی نے محمد بیگ قبچاق کی سرکردگی میں بطور قراول بھیجا تھا ، قتلق سے ملے ۔ کہنے لگے کہ عبدالعزیز خاں نے سبحان قلی خاں کو چالیس ہزار سوار دے کر بھیجا ہے تاکہ درۂ کز کی گھاٹی میں شاہجہانی لشکر پر سر راہ حملہ کریں اور اُسے تباہ کر دیں ۔ سبحان قلی تو نہ جانے کب پہنچے گا ، اگر اس موقع پر تم کارگزاری دکھاؤ تو بڑی ناموری ہو ۔ غرض اُسے اپنے ساتھ درۂ کز کی طرف لے گئے ۔

شاہزادہ اورنگ زیب کا ازبکوں سے معرکہ آرا ہونا

زیب تخت خلافت، چشم و چراغ سلطنت، والا گہر، بلند اختر، شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کہ اقبال اُن کا قدیمی غلام ہے، کوچ کرتے ہوئے بتاریخ ۲۳ اپریل ۱۶۴۷ء کابل میں رونق افروز ہوئے۔ ہوشمندی کے ساتھ مہم کی تیاری میں مشغول ہوئے۔ تائید الٰہی اور اقبال شاہی کی برکت سے بلخ کو چلے۔ موضع ہولی قرا کو لشکر گاہ قرار دیا۔ اکثر آدمیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ فساد پیشہ الہٰنوں کی فوج غازیان دین سے معرکہ آرا ہونے کے لیے درۂ کز کی گھاٹی میں اتر چکی ہے۔ خلیل بیگ اس خبر کی تحقیق کے لیے جا چکا تھا، شاہزادے نے اس کے پیچھے قبچاق خاں اور طاہر خاں کو جو اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہیں، عطاءاللہ بخشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ خود آمادۂ پیکار ہو کر انتظار کرنے لگا۔ اتفاقاً خلیل بیگ درے سے گزر کر آگے نکل گیا۔ ازبک فوج کو نہ دیکھ سکا۔ انہوں نے درے کے دھانے سے نکل کر اُسے گھیر لیا۔ اس دلاور نے کمال بے خوفی کے ساتھ مقابلہ کیا اور گولیوں اور تیروں کی بوچھاڑ سے بہت سوں کو ہلاک کر دیا۔ بعض کو دست بدست لڑ کر تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اتنے میں شاہی لشکر کا ہراول نمودار ہوا۔ وہ باطل پرست گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگ نکلے۔

اگلے روز سپہ سالار یعنی شاہزادۂ کامگار نے جن کی رکاب میں فتح و ظفر ازل سے رہتے ہیں، لشکر گاہ سے کوچ کیا۔ ازبکوں اور الہٰنوں نے دروں اور گھاٹیوں سے نکل نکل کر گستاخی کا مظاہرہ کیا۔ شاہزادے نے امیرالامرا کو حکم دیا کہ دریائے اولنگ اور دریائے درۂ ملکان کے سنگم پر درۂ کز کو عبور کر کے اُن بے دین بے ایمان لوگوں پر حملہ کرے اور متفرق کردے۔ بہادر جری سردار بے تامل سنگم سے گزر کر اُن بدنہادوں پر جا پڑا۔ کارگزاری اور دلاوری کے جوش میں پشتوں اور ٹیلوں سے کوہستانی سیلاب کی طرح اُن کے سر پر ایسا آیا کہ انہیں جنگل پہاڑ میں کسی جگہ دم نہ لینے دیا۔ تمام سپاہی اُن بدطینتوں پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے ہی حملے

میں سینکڑوں کو ملکِ عدم کی طرف روانہ کیا - جن بدبختوں کے گھوڑے بے دم ہو کر رک گئے تھے وہ بھی تلوار کے گھاٹ اترے - بڑی خونریزی ہوئی - شاہی فوج کے دستے یکے بعد دیگرے پہنچتے رہے ، حملے کر کر کے غنیم کے ٹکڑے اڑا دیے - نو گھنٹے تک وہ مارامار ہوئی کہ مقتول سواروں اور گھوڑوں کے ڈھیر جابجا لگ گئے - اب امیرالامرا نے حکم دیا کہ نعرۂ تکبیر بلند کرکے آخری یلغار ایسی کرو کہ غنیم کا نشان باقی نہ رہے - دلاوروں نے جاں فشانی بلکہ جاں ستانی کا حق اس طرح ادا کیا کہ ہزاروں ازبکوں کو تیغ بے دریغ کا لقمہ بنا دیا - عجب معرکہ تھا - قرنا اور نقاروں کے غلغلے سے آسمان گونج اٹھا - مست ہاتھیوں کے جوش و خروش سے زمین کپکپانے لگی - شاہی دلاوروں کے نعروں سے قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہو گیا - وہ بے دین بد سرشت بوکھلا کر میدان سے بھاگے - بہادروں کے حملوں نے سیلاب کا سا کام کیا - غنیم کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر صاف کردیا - شاہزادۂ کامگار خدا کا شکر ادا کر کے دشمن کے زخمیوں اور قیدیوں کو ساتھ لیے لشکر گاہ میں واپس آیا - بلخ کے علاقے میں داخل ہوتے ہی یہ فتح خوش نصیبی کا شگون بن گئی - شاہزادے نے امیرالامرا اور دوسرے سرداروں کو شاباش دی اور عنایات و مرحمت سے سرفراز فرمایا - قیدیوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ دس ہزار سواروں کی فوج کا سردار بدمغز قتلق محمد تھا جو شکست کھا کر ناکام و نامراد بھاگا اور بیگ اوغلی سے جا ملا -

۲۹ ربیع‌الثانی (۳ جون ۱۶۴۷ء) کو بہادر خان نے بلخ سے گزر کر پل نذر محمد خان کے مقام پر شاہزادے کو سلام کیا - بتایا کہ جنگ میں شکست کھا کر فرار ہونے کے بعد نابکار ازبک اور المان آقچہ کے پاس جمع ہوئے - شاہزادہ ان بدبختوں کی تنبیہ و تادیب پر دل گیا تھا ، سب کام چھوڑ کر آگے بڑھا اور ۴ جون کو بلخ سے ایک کوس آگے قیام کیا - اگلے روز اندر باہر سے قلعۂ بلخ کا معائنہ کر کے پورا پورا بندوبست کیا - شہر کے باشندوں اور سرداروں اشرافوں کو حسبِ حیثیت انعام سے سرفراز کیا - بعض اشخاص مثلاً خواجہ عبدالولی کو نیز خواجہ عبدالغفار ولد

صالح خواجہ کو جو خواجہ ہاشم دہ بیدی کا بھائی اور عبدالعزیز خاں کا پیر ہے ، منافقت کے شبہے میں نظربند کر کے لشکر گاہ میں اپنے ساتھ لے آئے ۔ مادھو سنگھ اور شمشیر خاں کو دیگر منصب داروں کے ساتھ قلعہٗ بلخ کی محافظت پر چھوڑا ۔ لشکرِ اقبال کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے تین روز مزید قیام فرمایا ۔ ۵ جمادی الاول (۸ جون ۱۶۴۷ء) کو رائے صائب ، اندیشہٗ درست اور عزم کامل کے ساتھ بلخ سے کوچ کیا ۔ فوجِ ظفر موج کی ہراولی پر بہادر خاں کو مامور کر کے امیرالامرا اور دیگر امرائے تہور شعار کو میمنہ کی سرداری پر نامزد کیا ۔ سعید خاں ظفر جنگ دوسرے جانباز منصب داروں کے ساتھ میسرہ کا سرگروہ مقرر ہوا ۔ شاہزادۂ والا گہر قلب میں قائم ہوئے ۔

غرض یہ لشکر پوری ترتیب اور ترک کے ساتھ روانہ ہوا ۔ راستے کے ندیوں نالوں پر پل باندھ کر پار اترتے ہوئے دو روز بعد علی آباد کے نواح میں پہنچے ۔ ۲۳ خورداد ، ۹ جمادی الاول (۱۲ جون ۱۶۴۷ء) جمعرات کے دن وہاں سے کوچ کر کے فتح آباد سے ایک کوس ورے موضع تیمور آباد میں فروکش ہوئے ۔

یہاں ازبکوں کی فوج نے شاہی اردو (کیمپ) کے چاروں طرف ہجوم کیا ۔ دلاور سرداروں نے اپنے اپنے سامنے کے حملہ آوروں کو للکارا ۔ کشت و خون کا کاروبار شروع ہوا ۔ بہادر خاں اپنے تمام جانبازوں کو ہمراہ لے کر بڑی تیزی سے یلغار کرتا ہوا آیا اور اپنے مقابل والی فوج پر جھک گیا ۔ یہ جماعت حسبِ معمول پہلے ہی حملے میں شکست کھانے کے بعد پراگندہ ہو کر بڑی فوج سے جا ملی ۔ بہادر خاں نے سختی سے تعاقب کیا اور آگے پیچھے بہت سوں کو ملک عدم کی راہ بتائی ۔ اس اثنا میں شاہی کیمپ کے پاس والے باغوں سے ازبکوں کی ایک اور فوج دلاورانِ شاہی سے الجھنے کے لیے میدان میں آ گئی اور سامنے صف بستہ ہوئی ۔ ان وحشیوں نے امیرالامرا کی تازہ آئی ہوئی فوج کو بہت حقیر سمجھا ۔ سوچا کہ انھیں مار لینا تو کوئی بات ہی نہیں ۔ لیکن امیرالامرا کمال دلیری کے ساتھ ان کی کثرت سے بالکل بے خوف ہو کر آگے بڑھا ۔ جب باغیوں کے قریب پہنچا تو غنیم

کا لشکر بڑی بے اعتنائی اور کامل اطمینان کے ساتھ امیرالامرا کی فوج کے چاروں طرف پھیل گیا ۔ بڑا نازک موقع تھا لیکن بادشاہی بہادروں نے امیرالامرا کے حسب الحکم تائید ایزدی پر بھروسا کر کے خوب حملے کیے ۔ دوست دشمن سب غٹ پٹ ہو گئے ۔ ایسا معرکہ پڑا کہ فریقین کے زخمیوں اور کشتوں کے ڈھیر لگ گئے ۔ اس کے باوجود دونوں گروہوں کے جانباز زخمیوں اور مردوں پر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے ۔ لاش پر لاش گرتی رہی یہاں تک کہ بالآخر غنیم کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگی ۔

شاہی دلاوروں نے اُن بھگوڑوں کا تعاقب کیا ۔ یلغار کرتے ہوئے بڑھے اور جسے جہاں پایا ، تلوار سے ٹکڑے کر دیا ۔ راستے میں بہت سے نالے اور تالاب پڑتے تھے ۔ اُن میں بہت سے بھگوڑے پھنس گئے ۔ غازیوں نے وہیں پہنچ کر ان کے سر اُڑا دیے ۔ بہت سے ازبک بھیڑ بکریوں کی طرح منہ اٹھائے بھاگے جاتے تھے ۔ شاہی بندوقچی تالابوں کے کنارے گھات میں لگے بیٹھے تھے ، جب یہ وحشی ادھر سے گزرے تو انھوں نے گولیوں کی باڑھ سے ان کا ستھراؤ کردیا ۔ بے شمار آدمی اور گھوڑے یہاں کھیت رہے ۔ الغرض بیگ اوغلی کی لشکر گاہ تک مارتے کاٹتے چلے گئے ۔ تتلق محمد کا خیمہ اور اونٹ گھوڑے لوٹ کر اپنے کیمپ میں واپس آئے ۔

سعید خاں بہادر ظفر جنگ میسرہ کا سردار تھا ۔ بیمار اور کمزور ہونے کے سبب صادق بیگ بخشی اور سالار فوج جہان خان افغان کو پانچ سو سوار دے کر بھیجا کہ اس نالے کے کنارے جو لشکرگاہ کے پاس بہتا ہے ، ثابت قدمی کے ساتھ جم کر غنیم کا راستہ روکیں اور کسی کو وہاں سے نہ گزرنے دیں ۔ تاکید کی کہ خوب چوکس رہنا اور اپنی جگہ سے نہ ہلنا ۔ جب یہ لوگ سعید خاں کے حسب ہدایت یہاں آ کر کھڑے ہوئے تو مکار ازبکوں کی ایک جماعت نالے کے پاس آ کر شوخی کرنے لگی ۔ سمجھے کہ یہ حصہ شاہی بہادروں سے خالی ہے ۔ تیراندازی شروع کی ۔ ان بہادروں نے سعید خاں کی ہدایت کو فراموش کر کے شجاعت کے جوش میں نالے کو پار کیا اور لڑنے لگے ۔ لڑتے لڑتے جب کچھ آگے بڑھ گئے تو مکار ازبکوں کی ساری فوج جو کمین گاہ میں چھپی ہوئی تھی نکل آئی اور ان

دلیروں کو نرغے میں لے لیا ۔ اگرچہ ان دلاوروں نے رستم و سہراب کا سا کارنامہ دکھایا اور مردانگی کے دامن پر فرار کا دھبا نہ لگنے دیا ، لیکن افسوس یہ دلاوری بے موقع تھی ۔ سب کے سب وہیں کھیت رہے ۔ ناداقی و بے تدبیری کے سبب خود بھی مارے گئے اور سردار کا منصوبہ بھی بگاڑ دیا ۔ سعید خاں ظفر جنگ نے اپنے بیٹوں خانہ زاد خاں اور لطف‌اللہ خاں کو اُن کی کمک کے لیے دوڑایا ۔ یہ ہدایت بھی کی کہ بہت زیادہ آگے نہ نکل جانا ۔ دور ہی سے تیروں گولیوں کی بوچھاڑ کر کے غنیم کو ہٹا کر لشکر میں آملنا ۔

سعید خاں ظفر جنگ کے دونوں بہادر بیٹے شیروں کی طرح جھپٹے اور اُن روباہ بازوں پر حملہ کر کے دل کا غبار نکالنے لگے ۔ وہ تلواریں ماریں کہ غنیم کی صفیں درہم برہم ہونے لگیں ۔ اس وقت ایک اور صورت پیش آئی ۔ بہادر خاں نے باغ میں پڑے ہوئے ازبک لشکر پر حملہ کر کے اسے ایسا رگیدا تھا کہ کسی ازبک کو سامنے آنے کا یارا باقی نہ رہا ۔ سب کے سب جان بچا کر باغ کی دیوار کے پیچھے بیٹھ رہے ۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ خانہ زاد خاں اور لطف‌اللہ خاں نالے کی طرف والے ازبکوں سے الجھنے کے لیے بڑھ رہے ہیں تو سب کے سب دیوار کی آڑ سے نکل نکل کر اس طرف کو دوڑے ۔ قضا و قدر کو ٹالنا اور مشیت الٰہی کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ۔ غالباً تقدیر الٰہی یہی تھی کہ بادشاہی لشکر کے ان دلاوروں کو نقصان پہنچے ۔ چنانچہ لڑائی کی بازی بگڑنے لگی ۔ سعید خاں بیماری اور ناطاقتی کے سبب نیمجاں ہو رہا تھا ، لیکن یہ حالت دیکھ کر ضبط نہ کر سکا ۔ بے اختیار بیٹوں کی کمک کے لیے دھاوا مار کر بڑھا ۔ معرکہ ایسا سخت کہ موت کا بازار گرم تھا لیکن یہ بہادر جان سے ہاتھ دھو کر اس گرداب بلا میں کود پڑا اور غنیم کو تباہ کرنا شروع کیا ۔ حالت یہ تھی کہ : (ترجمۂ اشعار)

” نقاروں کی گرج سے آسمان گونج اٹھا اور زمین کپکپانے لگی ۔
نیزوں کی کثرت سے زمین پر نیستاں کا شبہ ہوتا تھا ۔ گویوں نے
پہاڑ میں غار ڈال دیے ۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں“ ۔

دونوں طرف کے جانباز لڑتے لڑتے ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ لڑائی ترازو ہو رہی ! فوجیں اس طرح غٹ پٹ ہو گئیں کہ دوست دشمن کی تمیز ممکن نہ رہی۔ یکایک سعید خاں کے گھوڑے کا پاؤں گڑھے میں پھنس گیا۔ جھٹکا جو لگا تو بہادر سردار زمین پر گر پڑا۔ دشمنوں کا نرغہ تھا لیکن دلاور سپہ سالار تلوار کھینچ کر شیر کی طرح جھپٹا اور کئی حریفوں کو گرا دیا۔ طرفین کے سوار اور پیادے شطرنج کے مہروں کی طرح گڈمڈ ہو چکے تھے اور ہر شخص دشمن کی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔ مرنے مارنے کے سوا اور کچھ خیال نہ تھا۔ خانہ زاد خاں اور لطف اللہ خاں جو مرنے کو سرمایۂ شہادت و سعادت سمجھتے تھے، بڑھ کر آئے اور دشمنوں کو کاٹ کاٹ کر دل کی بھڑاس نکالنے لگے۔ حالت یہ تھی کہ زخموں کے سبب سارا بدن لہو لہان ہو رہا تھا۔ زرہ اور خود خون میں لت پت تھے۔ باپ کے سامنے تو آ پہنچے لیکن مسلسل مارا مار کی وجہ سے بیدم ہو چکے تھے۔ آتے ہی گر پڑے اور گلشن فردوس کو سدھارے۔ سعید خاں بھی زخموں سے چور تھا۔ بدن پر نیزہ و شمشیر کے نو زخم تھے جنھیں مردانگی و دلاوری کے نو تمغے کہنا مناسب ہے۔

شاہزادۂ شجاعت شعار کو جو شیر نر کی طرح تنہا حملہ کرتے ہیں ان واقعات کی خبر ملی۔ فوراً اس معرکے میں شریک ہونے کے لیے بڑھے۔ رکاب مبارک میں دو کوہ پیکر مست ہاتھی بھی تھے جن کی ہیبت ناک صورت دیکھ کر پتا پانی ہوتا۔ پھنکاروں سے صور اسرافیل کا سا ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا۔ جھوم کر جس طرف کو جھکتے صفیں پامال کر دیتے۔ ہمراہی میں وہ جانباز سخت کوش دلاور تھے جو شیروں کا منہ پھیر دیتے۔ جب شاہزادۂ تہور شعار اس دبدبے سے جھپٹا تو ذرا سی دیر میں غنیم کی صفوں کو تہ و بالا کر کے قلب تک جا پہنچا۔ دونوں جنگی ہاتھیوں نے دیکھتے ہی دیکھتے صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ بہت سے ہلاک ہوئے، باقی نے راہ فرار اختیار کی۔ شاہی جوانوں نے سعید خاں کو اس مخمصے سے نکال کر از سر نو دشمن پر حملہ کیا۔ بعض نمک حلال زخمی بھی ہوئے، لیکن وہ اسے سرخروئی سمجھے اور تیغ انتقام کھینچ کر حریفوں

پر پل پڑے ۔ ازبکوں نے جب یہ دلاوری دیکھی تو ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ زندگی کی امید چھوڑ بیٹھے ۔ بندوقوں کی آگ اور تیغ آبدار کے پانی کو موت کا سامان سمجھے ۔ بھاگے اور کہاں ذلت و رسوائی سے جان بچا لے گئے ۔

ازبکوں کی ایک فوج شاہی توپخانے کے سامنے صف بستہ مستعد کھڑی تھی ، جس وقت شاہزادۂ نامدار سعید خاں کی کمک کے لیے بڑھا ، ازبکوں کی ایک اور جماعت اس فوج سے آ ملی اور ان سبھوں نے توپخانے والوں پر حملہ کیا ۔ توپچیوں اور بندوقچیوں نے گولے گولیوں کی باڑھیں مار کر سینکڑوں کو جہنم کی راہ دکھائی ۔ دوسری طرف سے بہادر خاں دشمنوں کو شکست دے کر ادھر آ نکلا اور باقی ماندہ بدبختوں پر حملہ کر کے فرار ہونے پر مجبور کیا ۔ افواج شاہی کا یہ حال تھا کہ صبح سے دوپہر تک سفر میں اور دوپہر سے شام تک گھمسان کی لڑائی میں مصروف رہی تھیں ۔ نہ گھوڑوں میں طاقت باقی رہی نہ سواروں میں ۔ جو جہاں تھا وہیں تھک کر رہ گیا ۔ شاہزادہ سبھوں کو ہمرکاب لیے لشکر گاہ میں واپس آیا ۔ نماز مغرب کے بعد امیرالامرا علی مردان خاں نے بھی مظفر و منصور واپس آ کر مورچوں کی دیکھ بھال کی ۔

اگلی صبح جب آفتاب نیزۂ شعاعی لے کر نکلا تو نیر برج سلطنت شاہزادہ اورنگ زیب بھی جو میدان جنگ کو بازی گاہ سمجھتے ہیں ، معرکہ‌آرائی پر مستعد ہوئے ۔ نقارہ بجوا کر فوج کو بڑھنے کا اشارہ کیا ۔ جن ازبکوں کے گھوڑے تازہ دم تھے وہ کبھی تو میدان میں آ کر تیراندازی کرنے لگتے اور کبھی بہادران شاہی کے حملے سے ڈر کر بے ترتیبی سے پیچھے ہٹ جاتے ۔ بادشاہی سوار بے تامل گھوڑے دوڑا کر بڑھتے اور جو سامنے آ جاتا اسے قتل کر ڈالتے ۔ غرض مقابلے اور تعاقب میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ آخر میں برگشتہ بخت ازبکوں کی فوجیں چاروں طرف سے گھر کر آئیں ۔ اب کے یہ طریقہ اختیار کیا کہ لشکر شاہی کے جس حصے پر حملہ کرتے اس کے سامنے آنے کے علاوہ ایک ایک فوج سے اس کے دائیں بائیں پہلو کو بھی گھیر لیتے ۔ اس کے

بعد بیشتر ازبک سمٹ سمٹا کر بہ ہیئت مجموعی ہراول کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں بہادر خاں جیسا دلیر سردار توپخانے والوں اور دوسرے دلاوروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ بڑھ بڑھ کر ایسے حملے کیے کہ بد سرشت غنیم سیکڑوں سپاہیوں کو تلف کروانے کے بعد ہٹا اور اپنی چھاؤنی میں واپس چلا گیا۔ اسی اثنا میں بیگ اوغلی اپنا لشکر لیے نمودار ہوا۔ واپس جانے والے ازبکوں کو ہمرکاب لیا اور ایک فوج کو دوبارہ شاہی ہراول کے سامنے کر کے خود پوری صف بندی کے ساتھ سارا لشکر لیے علی مردان خاں پر آیا۔

خان موصوف نے تائید ایزدی اور اقبال شاہجہانی پر بھروسا کر کے صرف اپنی فوج سے اس کا سامنا روکا۔ نہایت سخت حملے کرنے کے بعد یکایک توپوں اور بندوقوں کے منہ کھول دیے۔ گستاخ، تنومند اور جفاکش ازبک جو شامت اعمال کے ہاتھوں تلوار کے منہ پر آ چڑھے تھے، گولے گولیوں سے بھن کر رہ گئے۔ ان کا زور ٹوٹتے ہی ان بہادروں نے پھر حملہ کیا۔ اگرچہ لڑائی ترازو ہو رہی تھی لیکن یکایک غنیم کی صفوں میں انتشار پیدا ہوا۔ افواج قاہرہ کے رعب سے ایسے بدحواس ہوئے کہ استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھ اٹھا کر بے اختیار بھاگے۔ جب دیکھا کہ یہ حملہ بھی بیکار گیا تو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر دور سے تیر اندازی کرنے لگے۔ شاہی لشکر برابر بڑھتا رہا۔ چھاؤنی کی حفاظت کا انتظام ضرور رکھا۔ بڑھتے بڑھتے بالآخر آقچہ کے مضافات میں موضع پشائی تک آ پہنچے جو بیگ اوغلی کی لشکر گاہ تھا۔ ان کمبختوں پر لشکر شاہی کا رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ اپنی چھاؤنی میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ چھاؤنی کا تمام سامان اور اونٹ گھوڑے غازیوں کے ہاتھ لگے۔ ایک ہزار اشخاص جو ظالم ازبکوں نے آس پاس کے دیہات سے پکڑ کر قید کر لیے تھے، آزاد ہوئے۔ شاہزادے نے سارے لشکر کو وہیں قیام کرنے کا حکم دیا۔

اگلے روز اطلاع ملی کہ قتلق محمد اور بیگ اوغلی اپنے ازبکوں کو ہمراہ لیے علی آباد کی طرف گئے ہیں۔ سبحان قلی، جسے عبدالعزیز خاں نے

قتلغ خاں خطاب دے کر خان خرد کا لقب دے رکھا ہے ، بھاری فوج ہمراہ لیے آستانۂ علویہ سے گزر کر اسی طرف آ رہا ہے ۔ ارادہ یہ ہے کہ بلخ پہنچ کر فتنہ انگیزی کرے ۔ یہ سن کر شاہزادے نے پشانی سے کوچ کر کے بلخ کی راہ لی ۔ جب علی آباد سے گزرنے لگے تو وہاں کے باغات سے کئی فوجیں پے درپے نکلیں ۔ ایک فوج نے شاہی ہراول سے ٹکر لی ۔ دوسرے دستوں نے میمنہ اور باقی حصوں پر حملہ کیا ۔ غنیم کے سردار اپنی اپنی فوجوں کو لیے قلب لشکر پر آ پڑے ۔ متعدد گروہ آگے پیچھے دائیں بائیں پھیل گئے ۔ غرض سارے لشکر کو نرغے میں لے لیا ۔ شاہزادے نے سوچا کہ یکایک حملہ کرنے سے بالعموم صفیں بے ترتیب ہو جاتی ہیں ۔ احتیاطاً تامل کیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کارزار میں آئے ۔ ثابت قدمی کے ساتھ جم کر کھڑے ہوئے ۔ حکم دیا کہ ہاتھیوں پر جو گجنالیں اور بھاری بندوقیں ترتیب دی گئی ہیں انہیں یکے بعد دیگرے داغا جائے اور جہاں غنیم کا پلہ بھاری ہو اس کا زور توڑ دو ۔ سرداروں نے اس تدبیر پر عمل کیا ۔ جس طرف ازبکوں کا زور ہوتا ، گولے گولیوں کی بارش سے ان کا ستھراؤ کر دیتے ۔ غرض ہزاروں بدبخت خاک میں مل گئے ۔ سپاہیوں نے وہ تلواریں ماریں کہ آب تیغ غنیم کے گلے گلے آ گیا ۔

اس وقت بادشاہی لشکر کے بعض سرداروں نے جوش شجاعت سے بیخود ہو کر سر رشتۂ احتیاط کو بھی ، جو سپہ سالاری کا اصول ہے ، چھوڑ دیا ۔ ازبکوں کی ایک بھاری فوج جو ان پر جھکی تو انہوں نے وہ رستمانہ حملہ کیا کہ دشمن کی صفوں میں کھلبلی پڑ گئی ۔ اُن فتنہ انگیزوں کی ایسی گوشمالی ہوئی کہ کتنے ہی زخمی ہو کر تڑپنے لگے اور کتنے ہی قتل ہو گئے ۔ صبح سے شام تک نیزہ و شمشیر کے چلنے سے موت کا بازار گرم رہا ۔ رات کا اندھیرا چھانے لگا تو فریقین اپنی اپنی لشکرگاہ میں واپس آئے ۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۵ - ۱۶ جون ۱۶۴۷ء کی درمیانی شب تھی ۔ عبدالعزیز خاں کے اشارے سے بلنگتوش وغیرہ ازبک سردار جو اپنی اپنی فوج لے کر لشکر میں شامل ہو گئے تھے ، رات کی تاریکی میں

بادشاہی فوج کے چاروں طرف پھیل گئے ۔ خیرہ چشمی اور شوخی شروع کی ۔ شاہزادے نے تھوڑے سے بہادروں کو جو بھڑکتی آگ میں کودنے سے بھی نہ جھجکتے تھے ، کیمپ کی حفاظت پر مامور کیا ۔ باقی لشکر کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار مستعد کھڑے رہو ۔ ازبک جس طرف سے آئیں انھیں اس طرح دبوچ لو کہ بچ کر نہ جا سکیں ۔ شاہزادہ خود بھی اسی طرح کمان ہاتھ میں لیے گھوڑے پر سوار کھڑا رہا ۔ تمام سردار پوری وفاداری کے ساتھ شاہزادے کے گرد صف بستہ کھڑے تھے ۔ صبح تک کسی کی پلک نہ جھپکی ۔ اسی رات میں شاہزادے کو خبر لگی کہ محمد طاہر فتح آباد سے اور شادماں پکھلی وال آقچہ سے حسب الحکم آ رہے تھے ، راستے میں دونوں باہم مل گئے ۔ شیخ آباد میں پہنچے تو ازبکوں نے انھیں گھیر لیا ۔ چاہتے تھے کہ انھیں مغلوب کر لیں لیکن دونوں بہادروں نے سو خراسانی بندوقچیوں کی مدد سے اُن کی صفوں کو تہس نہس کر دیا ۔ بہت سوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا ۔ تین دن تک یوں ہی مقابلہ ہوتا رہا ۔ کمک کا انتظار کرتے کرتے اب دونوں سردار تباہی کے قریب آ لگے ہیں ۔ شاہزادے نے یہ سنتے ہی بہادروں کا ایک گروہ ان کی مدد کے لیے بھیجا ۔ ان دلاوروں نے بجلی کی طرح کوند کر ازبکوں کو ہٹایا اور محمد طاہر و شادماں کو صحیح سالم شاہزادے کی خدمت میں لے آئے ۔

اگلے دن شاہزادے نے فیض آباد کی طرف کوچ کیا ۔ اس سفر میں اول سے آخر تک ازبکوں نے جو چیونٹیوں کی طرح ہر طرف جنگل میں پھیلے ہوئے تھے ، دائیں بائیں سے اردو (بھیر) پر حملہ جاری رکھا ۔ لیکن بہادر غازیوں کے پہلے ہی حملے میں اکھڑ کر ایسے بھاگے تھے کہ کہیں ٹھہر نہ سکے ۔ اس اثنا میں آندھی چلنے سے ہوا تیرہ و تار ہو گئی ۔ ازبکوں کو موقع مل گیا ۔ بھیر میں گھس آئے ۔ کچھ آدمیوں کو زخمی اور کچھ کو قتل کر کے تھوڑے سے لدے لدائے اونٹ ہانک کر لے گئے ۔ علی مردان خاں یہ خبر سنتے ہی دھاوا مار کر ان کے سر پر جا پہنچا ۔ بھیر والوں کے بدلے میں بہت سے ازبکوں کو قتل کر کے اپنے

اونٹ چھڑا لایا ۔ ایک لمحے بعد کسی قدر بارش ہو جانے سے گرد و غبار دب گیا ۔ شاہزادے نے بہادر خان اور دوسرے سرداروں کو حکم دیا کہ صف بستہ ہو کر اپنے اپنے سامنے والے غنیم پر حملہ کریں ۔ یہاں جم کر لڑائی ہوئی ۔ طرفین کے دلاوروں نے تیروں تلواروں سے ایک دوسرے کو خوب تباہ کیا ۔ ایسا سخت معرکہ پڑا کہ کسی شخص کو جان بچنے کی امید نہ تھی ۔ بہادر شاہزادہ ہر جگہ کمک لے کر پہنچتا اور ہمت بندھاتا ۔ اس ترکیب سے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھا ، دوبارہ ثابت قدمی کے ساتھ لڑنے لگے ۔ اقبال بادشاہی نے جسم میں نئی روح پھونک دی ۔ اب جو حملہ کیا تو غنیم کا آسن آکھڑ گیا ۔ ازبک بھاگنے لگے ۔ ان دلاوروں نے شکست دینے پر قناعت نہ کی بلکہ بد بخت ازبکوں کا تعاقب شروع کیا ۔ غرض تائید ایزدی کی بدولت مظفر و منصور آگے بڑھے ۔ ازبکوں نے بار بار حملے کرنے کے بعد جب خوب سمجھ لیا کہ اس حرکت سے قتل ہو جانے یا زخمی ہونے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں تو خاموش ہو گئے ۔ شام تک سر نہ اٹھایا ۔

۲۶ خورداد ، ۱۰ جمادی‌الاول مطابق ۱۷ جون ۱۶۴۷ء صبح کے وقت شاہزادے نے لشکر کو ترتیب دیا ۔ ہراول ، میمنہ ، میسرہ اور قلب میں جنگ آزمودہ دلیر غنیم کے مقابلے کے لیے صف بستہ ہوئے ۔ قرنا کے پھنکنے سے جنگل گونج اٹھا ۔ بیرقوں ، پرچموں اور جھنڈوں کے پھریرے پھڑپھڑانے لگے ۔ لشکر کے جوانوں کا یہ حال تھا گویا شیر و پلنگ ہیں جو حملے کے لیے مچلے جاتے ہیں ۔ تعداد پوچھو تو ستاروں کی طرح ان گنت ۔ شمار کی گنجائش نہ تھی ۔ کوہ و دشت میں ہر طرف سوار اور پیادے بھرے پڑے تھے ۔ زرہ کی کھڑکھڑاہٹ ، گھوڑوں کا ہنہنانا ، بدمست ہاتھیوں کے گھنٹوں کی جھنکار ، دلاوروں کے نعرے ، ایسا ہنگامہ تھا کہ لوگ شور قیامت کو بھول گئے ۔ ادھر ازبکوں کی بے شمار فوج پرا باندھے ہوئے :

ہوئے دونوں لشکر صف آرا بہم نمایاں ہوئی راہِ ملکِ عدم

وہ لشکر نہ تھے بلکہ تھے کوہسار — جو جنگاہ میں ہو گئے استوار
ہو کس طرح لیزوں کی کثرت بیاں — بیاباں پہ تھا نیستاں کا گماں

غرض فریقین کے سوار اور پیادے شطرنج کے مہروں کی طرح آمنے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے۔ صاف نظر آتا تھا کہ تیروں اور تلواروں سے ایک دوسرے کو فنا کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ پہلے بادشاہی لشکر سے ایک فوج بجلی کی طرح تڑپ کر آگے بڑھی۔ اس کی صفیں مست ہاتھیوں کی طرح ہرا بالدھے جھپٹیں۔ بدبخت اجل رسیدہ غنیم کی صفوں پر یہ دلاور اس طرح جا پڑے کہ دم لینے کی مہلت نہ دی۔ جاتے ہی انھیں زبانِ خنجر سے موت کا پیغام سنا دیا۔ اگرچہ ان دغابازوں نے بھی جانبازی سے مقابلہ کیا اور دو دستی تلواریں ماریں لیکن کچھ کام نہ چلا۔ زخموں سے چور ہو گئے۔ بادشاہی دلاور بھی چاہتے تھے کہ اس معرکے میں حریف کا قصہ پاک کر دیں لیکن وحشی ازبک کچھ منہ کا نوالا تو نہ تھے۔ لڑائی ترازو تھی کہ اتنے میں شاہزادۂ کامگار فتح و ظفر کو جلو میں لیے ہوئے غنیم پر حملہ آور ہوئے۔ رکاب میں ایسے ایسے دلاور تھے جن کے ہاتھ ہمیشہ دشمن کے خون میں ڈوبے رہتے تھے اور لڑائی ان کے نزدیک سیر و شکار کی طرح ایک مشغلہ تھی۔ اس وقت نہایت خونریز معرکہ پڑا۔ فریقین کے بہادروں نے کمال بے خوفی کے ساتھ تلواروں کو سینے پر لیا۔ دست بدستی جنگ میں الجھ گئے۔ سخت زخمی ہو جانے کے باوجود ایک دوسرے کو فنا کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ دونوں لشکروں میں شورِ محشر برپا تھا۔ لیزوں کی کثرت سے میدان پر نیستاں کا دھوکا ہوتا تھا۔ خون کے نالے بہنے لگے اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

اس وقت بادشاہی بہادروں نے نہنگ کی طرح غنیم کے دریائے لشکر میں گھس کر کشت و خون کا ہنگامہ گرم کردیا۔ بالآخر تائیدِ ایزدی کے باعث ان جاں نثاروں نے محسوس کیا کہ فتح کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ قہرِ الٰہی نے ناپاک ازبکوں کو خاک دھول کی طرح میدانِ جنگ سے اڑادیا۔ شاہجہانی دلاوروں نے ان انسان نما حیوانوں کو نیزہ و شمشیر

کے واروں سے نیست و نابود کر ڈالا ۔ ازبک ان کے حملے کی تاب نہ لا کر یوں بھاگے جیسے لاحول سے شیطان ۔ بہادروں نے فتح و فیروزی کے صدقے میں بھاگنے والوں پر رحم کیا ۔ تعاقب کرنے کے بجائے میدان سے لشکر گاہ میں چلے آئے ۔ اپنے زخمیوں کو جنھوں نے نیزہ و تیغ کے وار کھا کر سرخروئی حاصل کی تھی ، جنگاہ سے اٹھایا ۔ جو شربتِ شہادت پی کر حیاتِ جاوید حاصل کر چکے تھے انھیں دفن کیا ۔

بتاریخ ۱۹ جون ۱۶۴۷ء اورنگ زیب نے یہاں سے کوچ کیا ۔ دو تین کوس بڑھے ہوں گے کہ گمراہ ازبک باغوں سے نکل کر تیراندازی کرنے لگے ۔ غنیم کا ایک تجربہ کار سردار یادگار بیگ اپنے سپاہیوں کو لے کر امیرالامرا کی فوج پر حملہ آور ہوا ۔ بڑی بہادری سے بڑھتا ہوا علی مردان خاں تک آ پہنچا اور چاہا کہ اس ذیجاہ سردار سے دست بدستی جنگ کرے ۔ علی مردان خاں نے جو جنگ آزمودہ دلاور تھا ، نیزہ سنبھالا لیکن وار کرنے کی نوبت نہ آئی تھی جو اس کے غلاموں نے یادگار بیگ کو زخمی کرکے قید کر لیا ۔ اس کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے ۔ اگلے دن یادگار بیگ نے بھی ملکِ عدم کی طرف فرار کیا ۔ ۲۱ جون ۱۶۴۷ء کو اورنگ زیب نواحِ بلخ میں خیمہ زن ہوا ۔ المان اور ازبک نابکار سائے کی طرح ساتھ لگے آ رہے تھے ۔ کبھی دور سے اپنی منحوس شکل دکھاتے ، کبھی لشکرگاہ کے گرد چکر لگا جاتے ۔ اس سے آگے بڑھنے کی مجال انھیں نہ تھی ۔ دو ماہ سے متواتر حملے کر کرکے ناکام ہو چکے تھے ۔ تمام تدبیریں اور کوششیں مکڑی کے جالے کی طرح ضائع ہوئی تھیں ۔ غرض عاجز ہو کر لڑائی سے ہاتھ اٹھایا ۔ صلح کے بطور اپنے دو تین ہزار گھوڑے شاہی دلاوروں کے ہاتھ بیچ دیے ۔ شاہزادے کا قصد تھا کہ لشکر کی بھیڑ اور بھاری ساز و سامان کو بلخ میں چھوڑ کر معرکہ آرائی کے لیے آگے بڑھیں اور فوج کو صحیح ترتیب کے ساتھ لے چلیں ۔ حکم دیا کہ مکار دغاباز ازبکوں کو بھیڑ میں نہ آنے دیں ۔

اس اثنا میں خبر ملی کہ بتاریخ ۳ جولائی ۱۶۴۷ء عبدالعزیز خاں نے افواج کے گھاٹ سے دریائے جیحوں کو عبور کیا ۔ اس کے سپاہی

ادھر اُدھر سے عبور کرتے ہوئے کچھ پار لگے ، کچھ ڈوب گئے - غرض لشکر پراگندہ ہو گیا - عاقلوں داناؤں کو معلوم ہے کہ فتح و ظفر کا دارومدار لشکر کی کثرت پر نہیں بلکہ صرف عنایت الٰہی پر ہے - شاہزادہ اورنگ زیب کی فتحیابی اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے جنھوں نے تھوڑی سی فوج سے ازبکوں الانوں کے بھاری لشکر کو شکست دی - اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہزادۂ جواں بخت ، خوش تدبیر جو تن تنہا ہفت کشور کی مہمات سر کر سکتے ہیں ، حضرت سے رخصت ہو کر بلخ کی مہم پر روانہ ہوئے تو شاہزادہ مراد والے لشکر کی تعداد پچاس ہزار تھی - یہی فوج بلخ و بدخشاں کی تسخیر کے لیے اورنگ زیب کے ماتحت مقرر ہوئی - لیکن اس میں سے کچھ حصہ بادشاہ سلامت کے حسب طلب واپس چلا آیا - بعض نامی سردار مثلاً قلیج خاں اور رستم خاں مختلف قلعوں اور علاقوں کی محافظت پر مامور ہو گئے - بعض سردار مثلاً راجا جے سنگھ (جس کی دو ہزار فوج تھی) جو لشکر میں تعینات ہوئے تھے، حاضر ہونے میں تاخیر کرتے رہے - اللہ ویردی خاں اور نجابت خاں جیسے امیر بھی تھے جنھیں کابل تک آنے کی بھی توفیق نہ ہوئی ، بلخ تک تو کیا آتے - اس حساب سے ظاہر ہے کہ پچھلے سال جو لشکر شاہزادہ مراد کے ہمرکاب تعینات ہوا تھا ، اس کی تعداد گھٹ کر نصف سے بھی کم رہ گئی تھی -

شاہی لشکر کے مقابلے میں ازبک وحشیوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی جو عبدالعزیز خاں اور سبحان قلی کے ہمرکاب جنگ پر مستعد ہو کر آئے - بوڑھے بوڑھے ازبک کہتے تھے کہ کسی لڑائی میں ماوراءالنہر کا اتنا لشکر جمع نہیں ہوا - شاہزادہ جواں ہمت کو شاہی لشکر کے کم ہونے کا مطلق خیال نہ ہوا - اگرچہ یہ علاقہ دشمن کا تھا - راستوں سے آگاہ نہ تھے ، لیکن خدا کی نصرت پر بھروسا کر کے شہر بلخ میں آنے کے بجائے سیدھے غنیم کے علاقے میں داخل ہو گئے - منزلیں طے کرتے ہوئے اور صفوں کو ترتیب دیتے ہوئے بڑی دلجمعی سے جنگ پر مستعد ہوئے - زرہ اور مِغفر کو پس پشت ڈالا - جہاں کہیں غنیم کا

نشان ملا ، بے دریغ اس کا سامنا روک کر معرکہ آرائی شروع کر دی ۔ برق و باد کی طرح ان دغابازوں پر جا پڑے ۔ بارہا لڑائی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پروانہ وار کود گئے اور میدان جنگ میں وہ کارنامے دکھائے کہ بہادری و مردانگی نے آفریں کہی ۔ رستم و اسفندیار کے معرکوں کو بھلا دیا ۔

بادشاہ سلامت کو واقعہ نویسوں کی تحریر سے تمام معاملات کی اطلاعیں ملتی رہیں ۔ ایک مرتبہ بے اختیار بول اٹھے کہ : ''عاقبت اندیشی اور احتیاط پر جہاں بانی اور سرداری کا دارومدار ہے ۔ بعض سرداروں نے ناتجربہ کاری کے سبب بے تامل پیش قدمیاں کیں جن کا یہ نتیجہ نکلا کہ مہم بگڑ گئی اور مابدولت کو تشویش ہوئی ۔ پہلی خرابی تو یہی تھی کہ شاہزادہ مراد نے ازبکوں الانوں کا استیصال کرنے اور ملک کا بندوبست جمانے سے پہلے ہی واپسی کے لیے عرضداشتیں بھیجنا شروع کر دیا ۔ اگر اس ناتجربہ کار شاہزادے کو اقبال و عروج سے کچھ لگاؤ ہوتا تو واپسی کا ارادہ ہرگز نہ کرتا ۔ ہندوستان کے ناز پروردہ آرام طلب مصاحبوں کا کہنا ماننے کے بجائے پہاڑ کی طرح ثابت قدمی کے ساتھ بلخ میں ٹھہرتا ۔ چغتائی سردار تو مدتوں سے آرزو کر رہے تھے کہ بابر کی اولاد وہاں حکمرانی کرے ۔ ہزاروں آدمی جوق در جوق آآ کر سلام کرنے کے آرزو مند ہوئے ۔ اگر یہ کم عقل نادان صاحبزادہ ان کی دلجوئی کرتا اور واپسی کی رٹ نہ لگاتا تو یہ سب سردار دل و جان سے ہمارے ہواخواہ ہو جاتے ۔ ذرا سی سخت کوشی نہ دکھائی اور مہم کو بگاڑ دیا ۔ جو لوگ جاں نثاری کو موجود تھے سب واپس چلے گئے ۔ ازبکوں نے شاہی فوج کی بیدلی دیکھ کر ہر طرف فتنہ و فساد کا ہنگامہ گرم کر دیا ۔ شاہزادے کی آرام طلبی اور سہل انکاری کو کمزوری کی علامت سمجھ کر پہاڑیوں اور گھاٹیوں سے نکل نکل کر تاخت و تاراج کرنے لگے ۔ دوسری غلطی یہ ہوئی کہ بہادر خاں اور اصالت خاں نے نذر محمد خاں کو شکست دینے کے بعد اس کے تعاقب سے پہلوتہی کی ۔ ناعاقبت اندیش شاہزادے کے حسب خواہش ، شبرغان سے واپس آ گئے ۔ نہ وہاں اپنے تھانے بٹھائے ،

نہ مقامی باشندوں سے دلجوئی سے پیش آئے، ورنہ وہ سب بارگاہِ والا کی ملازمت کے آرزو مند تھے ۔ تیسری لغزش یہ ہوئی کہ شاہزادہ اورنگ زیب براہِ راست ازبکوں المانوں کی تنبیہ اور عبدالعزیز خاں سے جنگ کرنے کے لیے بڑھ گئے ۔ مناسب یہ تھا کہ کچھ عرصے تک بلخ کے نواح میں قیام کرتے ۔ بھاری سامان کو وہاں چھوڑ کر مہم کا سامان درست کر لیتے تو بلخ میں واپس آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ۔ عبدالعزیز خاں پر بھی دباؤ پڑتا اور کسی کو کھل کر سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی ۔ اگر وہ بالفرض مقابلہ بھی کرتا تو شاہی دلاوروں کی جانبازی سے ایسی شکست کھاتا کہ سر اٹھانے کی ہمت نہ رہتی ، بلکہ قتل ہوتا یا تعاقب کے وقت دریائے جیحوں میں ڈوب جاتا ۔ مناسب تو یہ تھا کہ اگر تاخت و تاراج کے ارادے سے بلخ و بدخشاں میں داخل ہوئے تھے تو کچھ عرصہ وہاں قیام کرتے ۔ المان اور ازبک جو تنخواہ دار ملازم نہیں ہیں کچھ عرصے بعد خود بخود متفرق ہو جاتے ۔ عبدالعزیز خاں کے پاس جو تنخواہ دار فوج باقی رہتی ، اس کو یہ حوصلہ نہ ہوتا کہ ہمارے دریائے لشکر کے مقابلے پر آئے“ ۔

بہرحال خدا کا شکر ہے کہ عنایتِ پروردگار کی بدولت ہندوستان جیسا وسیع ملک حضرت صاحبقرانِ ثانی کے زیر نگین ہے ۔ کتنے ہی بادشاہوں کو حضرت نے مغلوب کر کے یا تو تباہ کر دیا یا باج و خراج ادا کرنے پر مجبور کیا ۔ ہندوستان جیسی وسیع مملکت سراسر حضرت کی قلمرو میں ہے جس کے مقابلے میں ایران و توران کے ممالک کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ لشکر بے شمار ہے ۔ خزانے معمور ہیں ۔ غرض وہ تمام نعمتیں جو دوسرے بادشاہوں کو خواب میں بھی میسر نہیں آ سکتیں حضرت کو حاصل ہیں ، وہ بھی اس کثرت سے کہ محاسبِ خیال اُن کا تصور کرنے سے عاجز ہے ۔ سب کا بیان تو کیا ہو سکتا ہے ، البتہ مختلف صوبوں کی حیثیت ، خزانوں اور مرصع آلات کی کیفیت اور تنخواہ دار لشکر کا مختصر حال یہاں لکھا جاتا ہے ۔

مملکتِ ہندوستان کا بیان

اس سلسلہ چار ملک کی لمبائی لاہری بندرگاہ (موجودہ کراچی) سے سلہٹ تک دو ہزار کوس شاہجہانی ہے۔ ہر کوس پانچ ہزار گز کا اور گز چالیس انگل کا۔ مقامی باشندوں کے پیمانے سے یہ فاصلہ چار ہزار کوس ہے۔ چوڑائی قلعۂ بست (صوبہ قندھار) سے قلعۂ اڑیسہ دکن تک ڈیڑھ ہزار کوس ہے۔ اس وسیع رقبے کو ملکی انتظام اور اطلاعات کی سہولت کے لیے بائیس صوبوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر صوبہ ایک کارگزار سردار کے زیر انتظام ہے جو تن تنہا ہفت اقلیم کا نظم و نسق کرتا ہے۔ اس کی ماتحتی میں دیوان، بخشی اور بھاری لشکر رہتے ہیں۔ ہر صوبے میں کئی سرکاریں، سرکار میں کئی شہر، شہر میں کئی پرگنے ہوتے ہیں۔ بعض پرگنوں کا سالانہ مالیہ دس لاکھ روپے ہے جو ملک بدخشاں کے خراج کے برابر ہے۔ ہر پرگنہ متعدد دیہات پر مشتمل ہے جن میں سے بعض ایسے ہیں کہ بیس ہزار روپے مالیہ کے ہیں۔ تمام ملک کے پرگنوں کی تعداد چار ہزار تین سو چالیس ہے۔ دیہات کا شمار خدا جانے۔ ساری مملکت کا مالیہ آٹھ ارب اسی کروڑ دام ہے (بائیس کروڑ روپے)۔ یعنی صوبۂ دہلی کا مالیہ ڈھائی کروڑ روپے، صوبۂ آگرہ کا سوا دو کروڑ روپے، لاہور کا سوا دو کروڑ روپے، اجمیر کا ڈیڑھ کروڑ، دولت آباد کا ایک کروڑ ساڑھے سینتیس لاکھ، برار کا ایک کروڑ پچیس لاکھ، احمد آباد کا ایک کروڑ ساڑھے بتیس لاکھ، بنگال کا سوا کروڑ، الہ آباد، بہار، مالوہ اور خاندیس کا ایک ایک کروڑ، تلنگانہ اور اودھ کا پچھتر لاکھ، ملتان کا ستر لاکھ، اڑیسہ کا پچاس لاکھ، کابل اور کشمیر ہر ایک کا ساڑھے سینتیس لاکھ، ٹھٹھہ کا بیس لاکھ، بلخ اور قندھار ہر ایک کا ساڑھے سترہ لاکھ، بدخشاں کا دس لاکھ اور بکلانہ کا پانچ لاکھ روپے۔ ان صوبوں میں تین کروڑ روپے سالانہ کا شاہی خالصہ[۱] ہے، باقی جاگیرداروں کی تنخواہ کے حساب میں جاتا ہے۔

---

۱ - خالصے کی رقم چار کروڑ روپے تک پہنچ گئی تھی۔ شاہنواز خاں نے مآثرالامرا جلد دوم ص ۸۱۵ طبع کلکتہ پر یہی لکھا ہے۔

خزانے کی تفصیل

اکبر بادشاہ نے اکیاون سالہ عہد حکومت میں خزانے میں بڑی رقم فراہم کی تھی جس کا اکثر حصہ حضرت جہانگیر نے اپنے بائیس سالہ عہد سلطنت میں خرچ کر دیا۔ اتنا خزانہ کسی اور فرماں روا کے زمانے میں کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔ حضرت شاہجہاں کے زمانے میں اس کا شمار کہیں سے کہیں پہنچا۔ لشکر کا خرچ بے اندازہ ہے۔ مہمات پر کروڑوں روپے اٹھ گئے، شاہزادوں اور امرا کو انعام میں اتنی رقمیں عطا ہوئیں کہ کسی زمانے میں اس کی تہائی چوتھائی رقم بھی عنایت نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ ابتدائے جلوس سے آخر سلطنت تک نو کروڑ ساٹھ لاکھ روپے نقد و جنس کی صورت میں انعام فرمائے۔ مختلف شہروں کے شاہی نشیمنوں، مسجدوں، باغوں اور قلعوں کی تعمیر پر ڈھائی کروڑ خرچ ہوئے۔ یعنی ایک کروڑ دو لاکھ روپے آگرہ کی عمارات پر جس میں اندرون قلعہ کی سنگ مرمر والی مسجد کا چھ لاکھ روپے کا خرچ اور روضۂ تاج محل کی لاگت کے پچاس لاکھ روپے شامل ہیں۔ باقی چھیالیس لاکھ شاہی محل، باغات اور دوسری عمارتوں پر صرف ہوئے۔ دہلی کے لال قلعے پر پچاس لاکھ، جامع مسجد پر دس لاکھ، لاہور کے دولت خانے اور باغات پر پچاس لاکھ روپے اٹھے۔ شہر کابل اور قلعے کی عمارتوں پر بارہ لاکھ روپے لاگت آئی۔ کشمیر کی عمارتوں اور باغوں پر آٹھ لاکھ خرچ ہوئے۔ قندھار اور مضافات کے قلعوں کا خرچ آٹھ لاکھ۔ اجمیر اور احمدآباد کی عمارتیں بارہ لاکھ روپے میں تیار ہوئیں۔۱

لشکر ظفر پیکر کی تفصیل

پرگنوں میں فوجداروں اور کروڑیوں کے ساتھ انتظام کے لیے جو فوج رہتی ہے اسے چھوڑ کر ضابطۂ داغ چہارم کے مطابق شاہی لشکر دو لاکھ سواروں پر مشتمل ہے۔ ان میں آٹھ ہزار سوار منصب دار اور سات ہزار برق انداز اور احدی شامل ہیں۔ باقی ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار

۱ مآثرالامرا جلد دوم ص ۸۱۶ طبع کلکتہ پر یہی تفصیل درج ہے۔

شاہزادوں ، امرائے سلطنت اور دیگر منصب داروں کی فوج میں تعینات ہیں ۔ پیادہ بندوقچی ، گولنداز اور بان انداز چالیس ہزار ہیں ۔ ان میں سے دس ہزار حضرت کی رکاب میں رہتے ہیں اور تیس ہزار پیادے مختلف صوبوں اور قلعوں میں تعینات ہیں ۔

بادشاہزادہ دارا شکوہ کی تنخواہ ایک کروڑ روپے ہے جس میں اُن کا بارہ مہینے کا درماہہ ساٹھ لاکھ روپے ہے ۔ شاہزادہ شجاع اور شاہزادہ اورنگ زیب کی تنخواہیں ساٹھ ساٹھ لاکھ روپے ہیں جن میں اُن کا بارہ مہینے کا درماہہ تیس لاکھ روپے ہوتا ہے ۔ شاہزادہ مراد کو تیس لاکھ روپے کی جاگیر سے پورے تیس لاکھ روپے کا درماہہ ملتا ہے ۔ سعداللہ خاں اور علی مردان خاں کی تنخواہیں بھی تیس تیس لاکھ روپے ہیں ۔

شاہزادہ اورنگ زیب کی معرکہ آرائی اور جنگ ازبک کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا ، اب دوبارہ لکھا جاتا ہے ۔ جب بہادر خاں کی عرضداشت سے اصالت خاں کے انتقال کی خبر ملی تو بادشاہ قدردان نے جو خلوص و وفا کے جوہر شناس ہیں ، اُس کی وفات پر بڑا افسوس کیا ۔ فرمایا کہ بہت مخلص وفادار نوکر تھا ۔ ابھی عمر عزیز کی چالیس منزلیں بھی طے نہ کی تھیں ۔ بخت ساز گار کی تحریک سے ہمیشہ قابل تعریف کارنامے انجام دیے ۔ اگر موت مہلت دیتی تو خدمات شائستہ کا سرانجام کرکے بہت ترقی پاتا ۔ بندہ نوازی کے تقاضے سے اس کے بڑے بیٹے سلطان حسین کو ہزاری ذات پانچ سو سوار اور دو اور بیٹوں کو مناسب منصب پر سرفراز فرمایا ۔ خلیل‌اللہ خاں نے ضحاک میں اصالت خاں کے مرنے کی خبر سنی تو الفت و محبت کے سبب اُس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا ۔ گھر کے اندر گوشۂ عزلت میں بیٹھ رہا ۔ شاہزادہ اورنگ زیب تعزیت کے لیے گئے ۔ بہت سی ہوش افزا نصیحتیں کیں اور سمجھایا کہ موقع نازک ہے ، اس مہم کا انتظام تمہارے سوا کسی اور سے نہیں ہو سکتا ۔ فرائض منصبی کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا عقیدت و ہواخواہی سے بعید ہے ۔ بہت کچھ کہا لیکن وہ کسی صورت نہ مانا ۔ مجبوراً اس کا منصب اور جاگیر منسوخ کر دیے ۔

جشن تلادان قمری اور دیگر حالات

۸ ربیع الثانی ۱۰۵۷ھ ۲۳ اردی بہشت مطابق ۱۳ مئی ۱۶۴۷ء قلعہ کابل میں عمر مبارک کے ۵۸ ویں قمری سال کا جشن تلادان حسب معمول پوری زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ اس مبارک تقریب کی تمام رسوم بخیر و خوبی انجام پائیں ۔ کابل کے مفلسوں محتاجوں نے روپے اور اشرفیاں پا کر دلی آرزوئیں پوری کیں ۔ سعداللہ خاں نے ہفت ہزاری ذات و سوار ، دولت خاں صوبہ دار قندھار نے پانچ ہزاری ذات و سوار ، پر دل خاں قلعہ دار بست نے تین ہزاری ذات و سوار ، عاقل خاں بخشی دوم نے تین ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ترقی پائی ، علم بھی مرحمت ہوا ، تقرب خاں تین ہزاری ذات تین سو سوار ، حیات خاں دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ سید فیروز کو علم ملا ۔ نوازش خاں ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار ، ارجن گوڑ ہزاری ذات سات سو سوار ، اسلام خاں صوبہ دار دکن ہزاری ذات و سوار کی ترقی سے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ معتمد خاں میر آتش کو ڈیڑھ ہزار ذات ہزار سوار اور قبچاق خاں کو دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ ذوالقدر خاں تھانہ دار غزنی کو تین ہزاری ذات دو ہزار سوار ، پانچ سو دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دی گئی ۔ پندرہ لاکھ روپے اس کے بدست بلخ کو روانہ ہوئے ۔

شاہزادہ شجاع کو فرمان گیا تھا کہ بنگال سے روانہ ہو کر حاضر خدمت ہو ؛ ۲۹ مئی ۱۶۴۷ء کو کابل کے نواح میں پہنچے تو سعداللہ خاں استقبال کے لیے گیا ۔ سعداللہ خاں کی التماس سے شاہزادہ مراد کو حاضر بارگاہ ہونے کی اجازت حاصل ہوئی تھی ؛ پشاور سے خان موصوف کے ہمراہ کابل آیا تھا ۔ وہ بھی بارگاہ والا میں حاضری سے مشرف ہوئے ۔ دونوں شاہزادوں نے ایک ایک ہزار اشرفیاں بطور نذر پیش کیں ؛ حضرت نے شاہزادہ شجاع کو خلعت ، نادری ، موتیوں کی مالا ، لعلوں سے مرصع سرپیچ ، ہیروں کا مرصع جیغہ اور چند مرصع آلات عطا فرمائے جن کی مجموعی مالیت

ایک لاکھ روپے تھی ۔ اسی تاریخ میں راجا جے سنگھ جو دکن سے آیا تھا ، نیز جعفر خان جو ایک کروڑ بیس لاکھ روپے کا خزانہ لے کر لاہور سے شاہزادہ شجاع کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ، آستاں بوسی سے سرفراز ہوئے خلیل اللہ خان کی جگہ جعفر خان میر بخشی مقرر ہوا ۔ پنج ہزاری ذات چار ہزار سوار کا منصب ملا ۔

بتاریخ یکم جمادی الاول (۴ جون ۱۶۴۷ء) لاہور کے واقعات سے خبر ملی کہ جامعِ فضائل ، سید عالی نسب ، سید جلال جلیل الصدور متعدد امراض میں مبتلا رہ کر ۲۳ ربیع الثانی (۲۹ مئی ۱۶۴۷ء) کو جہانِ فانی سے بہشتِ بریں کو سدھارا ۔ قدردان بادشاہ نے پاکیزہ نسب سید کے انتقال پر کمال افسوس کیا ۔ بارگاہِ الٰہی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا مانگی ۔ مرحوم کے تین بیٹے ہیں ۔ بڑا لڑکا سید جعفر کہ مولا علی مرتضٰی کی نسل کا فخر ہے ، اپنے آبا و اجداد کا سجادہ نشین ہے ۔ دوسرا فرزند خلاصۂ سادات کرام مظہر لطفِ ازلی ، سید علی ہے جس کے پرنور چہرے سے شرافت و جلال ٹپکتا ہے ۔ حضرت نے اُسے دو چند ترقی دے کر ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر سر بلند فرمایا ۔ تیسرا لڑکا سید موسٰی ہے ۔ دائم المرض ہے لہٰذا آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کر کے حکم فرمایا کہ احمد آباد میں بیٹھ کر دعائے دولت کرتے رہو ۔ سید ہدایت اللہ ولد سید احمد قادری قندھار کی دیوانی پر ممتاز تھا ؛ ہزاری ذات ، سو سوار کا منصب عطا کر کے حکم بھیجا کہ حاضرِ درگاہ ہو ۔ راجا جے سنگھ دو ہزار سوار لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا ، خلعت خاصہ اور مرصع جمدھر عطا کر کے دو ہزار سوار کی ترقی دی ۔ یعنی پنج ہزاری ذات ، پنج ہزار سوار، دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز کیا ۔ دو لاکھ روپے مدد خرچ دے کر ہدایت کی کہ بلخ پہنچو ۔

شیخ ناظر پرانا نمک خوار اور مرد عبادت گزار تھا ، فرض اور سنت کا سخت پابند ۔ حضرت کی شاہزادگی کے زمانے سے سفر ، حضر ، خلوت ، جلوت ، دربار میں حاضر رہتا اور کسبِ سعادت کرتا ۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حضرت کی خوابگاہ کے دروازے پر موجود رہتا تھا ۔

۶ - ۴ جون کی درمیانی شب میں جہانِ فانی سے رخصت ہوا۔ نماز مغرب کے بعد سے ہچکیاں جو لگیں تو دو گھنٹے رات رہے تک (ساڑھے تین بجے صبح) جاری رہیں یہاں تک کہ مر گیا۔ حضرت کے حسب الحکم قاضی اسلم وغیرہ عالم فاضل اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ کوہِ عقابین کے دامن میں بطور امانت لاش کو دفن کر دیا۔ کچھ مدت بعد مرحوم کی وصیت کے مطابق آگرہ لے جا کر اس کی مسجد کے پہلو والے مقبرے میں جو اس نے خود تیار کروایا تھا، دفن کیا۔

☆ ☆ ☆

۱۷۴

عملِ صالح

المعروف بہ

شاہجہان نامہ

جلد سوم

مصنفہ

محمد صالح کنبوہ

ترجمہ

ڈاکٹر ناظر حسن زیدی

مرکزی اردو بورڈ ، (گلبرگ) لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سن ۲۱ جلوس

یکم جمادی الثانی ۱۰۵۷ھ (۴ جولائی ۱۶۴۷ء) ہفتے کے دن اکیسواں سال جلوس شروع ہوا ۔ دنیا کو مسرت و شادمانی کا پیغام ملا ۔ مقررہ دستور کے مطابق حضرت نے شاہزادوں اور امرائے عالی شان کو اُن کے مرتبے کے مطابق گلاب سے بھرے ہوئے مرصع طلائی جام عنایت فرمائے ۔ مراد کام صفوی منصب کی ترقی پا کر قوربیگی مقرر ہوا ۔ طاہر خاں ولد محمد اشرف پسر اسلام خاں کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ اطلاع ملی کہ ازبکوں کی فوج جو بلخ کے معرکے میں سکست کھا کر فرار ہوئی تھی ، اس فکر میں ہے کہ بدخشاں پہنچ کر تاخت و تاراج کرے ۔ یہ سن کر حضرت نے بتاریخ ۵ جمادی الثانی (۸ جولائی ۱۶۴۷ء) شاہزادہ مراد کو خلعت ، نادری اور طویلۂ خاصہ کے دو گھوڑے ، جن میں سے ایک کا زین میناکار دوسرے کا طلائی تھا ، عطا فرما کر بدخشاں کی طرف رخصت کیا ۔ لہراسپ خاں کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ شمس الدین ولد مختار خاں ، سید عالم ، روح اللہ ولد یوسف محمد خاں تاشقندی ، نذیر بیگ سلدوز ، سید محمد[1] اور قباد خاں میں سے ہر ایک کو گھوڑا عنایت کر کے آس والا گہر کے ہمرکاب روانہ کیا ۔ عبداللہ ولد سعید خاں بہادر ظفر جنگ جو اپنے باپ کی طرف سے بھکر کا ناظم تھا ، ترقی پا کر ہزاری ، ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

۱۵ جمادی الثانی (۱۸ جولائی ۱۶۴۷ء) کو بادشاہ جمجاہ خیاباں کی سیر کرنے اور وہاں گھوڑے پھیرنے کے لیے سوار ہوئے ۔ اسی روز

۱۔ نسخۂ حیدر آباد میں سید محمد کے بجائے سید امجد درج ہے ۔

شاہزادہ محمد شجاع کے محل میں تشریف لے گئے ۔ اُس والا جاہ نے بھاری پیشکش حاضر کی جس میں سے تین لاکھ بیس ہزار روپے کے جواہرات ، مرصع آلات ، ہاتھی ، پارچات اور بنگال کے نفیس تحفے آپ نے قبول فرمائے ۔ فرزند دلبند کو ایک قطعہ لعل کا سرپیچ ، دو موتی اور کچھ مرصع آلات عطا کیے جن کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی ۔ میناکار زین کا عربی گھوڑا ، ظفر ، بھی مرحمت کیا ۔ شاہزادے کے دونوں نورچشموں یعنی سلطان زین الدین محمد اور سلطان بلند اختر کو موتیوں کی ایک ایک تسبیح اور ایک ایک مرصع طرہ عنایت فرمایا ۔ اسلام خاں کے بھائی سیادت خاں کو دو ہزاری ذات ، سات سو سوار ، افتخار خاں کو دو ہزاری ذات پانچ سو سوار اور صوفی بہادر کو ہزاری ہزار سوار کے منصب پر سربلندی بخشی ۔

بتاریخ ۲۱ جمادی الثانی (۲۴ جولائی ۱۶۴۷ء) شاہزادۂ عالی جاہ اورنگ زیب بہادر کو خلعت خاصہ مع نادری اور طلائی زین والے چار گھوڑے ، علی مردان خاں کو طلائی زین والے دو گھوڑے ، بہادر خاں اور رستم خاں کو خلعت خاصہ اور طلائی زین والا گھوڑا اور شاد خاں کو خلعت اور طلائی زین والا گھوڑا ارسال فرمایا ۔ کابل کی قلعداری شیو رام گوڑ کے بجائے شاد خاں کو سپرد کر کے حکم دیا کہ جب تک ملتفت خاں میمنہ سے آ کر یہ عہدہ سنبھالے ، تم اس کی نگہبانی کرتے رہو ۔ ۲۳ (۲۶ جولائی ۱۶۴۷ء) کو سید جلال مرحوم صدرالصدور کا عہدہ سید ہدایت اللہ قادری کو عطا فرمایا جس کا باپ سید احمد قادری جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اسی خدمت پر سرفراز تھا ۔ منصب میں پانچ سو ذات دو سو سوار کا اضافہ کیا ۔ حضرت کی خاص پرستار اکبرآبادی محل بیمار تھیں ؛ تقرب خاں کے علاج سے فائدہ ہوا لہٰذا خانِ موصوف کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب عطا فرمایا ۔

نذر محمد خاں کا بارگاہِ خلافت میں پناہ لینا اور حضرت کی طرف سے بلخ و بدخشاں کا علاقہ دوبارہ اُسے مرحمت ہونا

چونکہ زمین سے آسمان تک ہر چیز حضرت ظل سبحانی کے سایۂ عدل

و احسان میں راحت کے ساتھ آباد ہے لہٰذا حضرت بھی پروردگار عالم کے دستور کے مطابق خاص و عام ہر شخص کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتے ہیں ۔ آپ کا ابر جود و کرم سخاوت و احسان کے لیے ذرا سا بہانہ ڈھونڈتا ہے ۔ ارادہ یہ تھا کہ ماوراءالنہر کے علاقے کو مفسدوں کے فتنہ و فساد سے پاک کر کے نظم و نسق درست کر دیں اور پھر کمال عنایت و قدردانی کے بموجب یہ علاقہ دوبارہ نذر محمد خاں کو عنایت فرما دیں ۔ چنانچہ اس عرصے میں نذر محمد خاں کو جو مراسلے آپ نے بھیجے اُن سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے ۔ نذر محمد خاں کا ستارہ کچھ ایسا گردش میں آیا تھا کہ بارگاہ سلاطین پناہ سے منحرف ہوا ۔ کچھ تو نصیب کی کمی ، کچھ منشیات کا اثر ، غرض حضرت کے دامنِ دولت میں آنے کے بجائے احمق مشیروں کی صلاح کے مطابق ایران کا سفر اختیار کیا ۔ وہ ملک مہمان نوازی کا مرکز ، مروت کا مسکن ، لیکن قسمت کی گردش وہاں بھی ساتھ رہی ۔ ناکام و نامراد آیا ۔ مجبوراً بلخ واپس آ کر یہ فیصلہ کیا کہ اُس ولایت کے کسی قلعے میں بیٹھ کر ساز و سامان درست کرے اور لشکر جمع کر کے اپنی حالت سنبھالے ۔ غرض کفش قلماق وغیرہ کی امداد سے قلعۂ میمنہ کا محاصرہ کر لیا ۔ قلعے کے اندر شاہی دلاوروں نے وہ مار کھلائی کہ نذر محمد خاں اپنے سپاہیوں کو قتل اور زخمی کروا کر بے نیلِ مرام واپس جانے پر مجبور ہوا ۔ پیل چراغ میں قیام کیا ۔ سمجھا کہ یہاں مجھے حوادث روزگار سے کچھ پناہ ملے گی ۔ اُدھر اُس کے بیٹے یعنی عبدالعزیز خاں وغیرہ ماوراءالنہر کے ازبکوں کا ٹڈی دل لیے شاہزادۂ جواں بخت اورنگ زیب سے مصروف پیکار تھے ۔ نذر محمد خاں کو انتظار تھا کہ فتح و شکست کی کچھ خبر آئے ۔

اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ تھوڑی سی فوج بڑے لشکر پر غالب آتی ہے ؛ بلخ کی جنگ میں بھی یہی ہوا ۔ شاہزادۂ والا گہر نے تائید ایزدی کی برکت سے عبدالعزیز خاں کو شکست دی ۔ غنیم نے بے انتہا جانبازی دکھائی لیکن بالآخر شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی ۔ جب نذر محمد خاں

کو اس طرف سے بھی مایوسی ہو گئی تو اپنے افعال سے بہت شرمندہ ہوا ۔ عقل کی صلاح سے جو نازک وقتوں میں انسان کی سب سے بڑی رفیق ہے ، کمال ندامت کے ساتھ شاہزادے کو ایک مُراسلہ لکھا جس میں بڑے رقت آمیز انداز سے بادشاہِ ہفت اقلیم کی اطاعت کا اظہار کر کے یہ تحریر کیا کہ آپ سے ملنے کا آرزومند ہوں ۔ شاہزادۂ والا گہر نے اپنی عرضداشت میں تمام حالات لکھ کر یہ مُراسلہ حضرت کی خدمت میں ارسال کر دیا ۔ یہ بھی لکھا کہ نذر محمد خاں کے حال پر رحم فرمایا جائے ۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں عفو اور درگزر کا فطری مادہ ہے ، لہٰذا خانِ مذکور کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے اُس کی تمام التماسیں منظور فرمائیں ۔ فرمان صادر ہوا کہ اگر نذر محمد خاں شاہزادۂ کامگار سے ملاقات کرنے آئے تو بلخ و بدخشاں کا علاقہ اُسے دے دیں اور لشکر شاہی کو مختلف علاقوں سے طلب کر کے درگاہِ والا میں واپس آ جائیں ۔

شاہزادگانِ والا تبار اور امرائے نامدار خود بھی ہندوستان واپس آنے پر تلے بیٹھے تھے ۔ کیفیت یہ کہ امرا میں باہم لاگ ڈانٹ بھی ۔ غلے چارے کی نایابی کا یہ عالم کہ مزید ٹھہرنا ناممکن تھا ۔ بدبخت ازبکوں کا یہ حال تھا کہ بار بار شکست کھانے کے باوجود دن رات حملے کرتے رہتے ۔ شاہی لشکر اُن کا تعاقب کرتا ہوا نکل جاتا ۔ اس تاخت و تاراج میں سارا علاقہ برباد ہو گیا ۔ ہر طرف سناٹا ، چاروں جانب ہو کا عالم ، عمارتیں ویران ، مکان خالی ، مکین آوارہ ۔ ہر جگہ الو بولتا تھا ۔ شاہزادوں اور منصب داروں کے دل میں ہندوستان جنت نشان کے عیش و آرام کی یاد چٹکیاں لے رہی تھی ۔ کہاں بلخ کی سنگلاخ گھاٹیاں ، کہاں دہلی اور آگرہ کے محل ۔ غرض سبھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ بلخ کا علاقہ نذر محمد خاں کے حوالے کر کے وطن واپس چلیں ۔

موکب شاہی کی کابل سے لاہور اور آگرے کو واپسی

جب کابل کے باغوں اور سبزہ زاروں کی سیر سے حضرت کا دل بھر

گیا اور بلخ کے معاملات بھی حسبِ دلخواہ طے ہو گئے تو فوراً آگرے کو واپسی کا قصد فرمایا ۔ ۳۰ رجب (۲۱ اگست ۱۶۴۷ء) کو کابل کے دولت خانے سے کوچ کرکے بت خاک سے آگے منزل کی ۔ شاہزادہ شجاع کو خلعت اور نادری عطا فرما کر حکم دیا کہ جب شاہزادہ اورنگ زیب کابل کی حدود میں داخل ہو جائیں تو تم درگاہِ والا کی طرف روانہ ہو جانا ۔ ۱۰ شعبان مطابق ۱۰ ستمبر ۱۶۴۷ء باغِ نیملہ میں رونق افروز ہوئے ۔ اس باغ کی بنیاد پچھلے سال رکھی گئی تھی ۔ تین عمارتوں پر مشتمل ہے ۔ اس سال مکمل ہو کر باغِ فرح افزا کے نام سے موسوم ہوا ۔ بتاریخ ۱۴ شعبان (۱۴ ستمبر ۱۶۴۷ء) باغِ صفا میں جو حضرت بابر بادشاہ کا تیار کردہ ہے ، تشریف فرما ہوئے ۔ اس کی نہر کے کنارے شبِ برات کا چراغاں اس دھوم دھام سے ہوا کہ ماہ کامل کی چاندنی مانند ہو کر رہ گئی ۔ باغِ صفا اور باغِ وفا دونوں کے انار جو ان دنوں پختہ تھے ، نہایت میٹھے ہوتے ہیں ۔ سعید خاں بلخ سے آ کر حاضرِ خدمت ہوا ۔ آپ نے اُسے الطاف و عنایاتِ شاہانہ سے نواز کر تسلی دی اور صوبۂ بہار کی صوبےداری پر سرفراز فرمایا ۔ اُس کے بیٹوں خانہ زاد خاں اور لطف‌اللہ کے ذمے حساب کا ایک لاکھ روپیہ نکلتا تھا ، آپ نے وہ بھی معاف کیا ۔ چلتے وقت خلعتِ خاصہ اور طلائی ساز کے دو گھوڑے عنایت فرما کر سرفرازی بخشی ۔ خلیل اللہ خاں کو بدستور چار ہزاری منصب پر بحال کرکے شاہ بیگ خاں کی جگہ سیوات کا فوجدار مقرر کیا اور وہی علاقہ جاگیر میں مقرر کر دیا ۔ حکم ہوا کہ حاضر خدمت ہونے کے بعد لاہور سے اپنی خدمت پر روانہ ہو جائے ۔ اگلے دن ارسلان بیگ اور میر عزیز حاضر ہوئے ۔ اول الذکر بلخ کا فتح نامہ لے کر والیٔ ایران کی خدمت میں ، اور آخرالذکر عنایت نامۂ شاہی پہنچانے کے لیے نذر محمد خاں کے پاس گیا تھا ۔ رائے ٹوڈرمل سرہند کا فوجدار ، امین اور دیوان ہے ۔ دیپال پور ، جالندھر اور سلطان پور کی سرکاریں شاہی خالصہ ہیں ۔ پچاس لاکھ روپے سالانہ ان کا مالیہ ہے ۔ ٹوڈرمل نے اُن کا انتظام حسبِ دلخواہ کیا لہٰذا حضرت نے اسے غائبانہ راجا کا خطاب عطا کرکے دو ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ترقی دی ۔

بتاریخ ۲۶ شعبان (۲۶ ستمبر ۱۶۴۷ء) پشاور کے نواح میں شاہی کوکبہ خیمہ زن ہوا - ۳ رمضان (۲ اکتوبر ۱۶۴۷ء) کو کشتیوں کے پل سے دریائے سندھ کو عبور کرکے اٹک کے قلعے میں رونق افروز ہوئے - اس تاریخ پر شاہزادۂ اقبالمند داراشکوہ اپنے فرزند یعنی سلطان سلیمان شکوہ کو ہمراہ لیے استقبال کے بطور لاہور سے آ کر حاضر خدمت ہوئے - حضرت نے انھیں ایک قطعہ الماس کہ وزن میں سو رتی اور ایک لاکھ روپے قیمت کا تھا ، عنایت فرمایا - عنتر گھوڑے کی نسل کا ایک رہوار جو پندرہ ہزار روپے میں خریدا گیا تھا ، طلائی زین سمیت مزید عطا ہوا - امام قلی خاں کے اتالیق شکور بے کا پوتا عبداللہ بیگ نصیب کی یاوری سے عبدالعزیز خاں کی ملازمت چھوڑ کر بارگاہِ والا میں حاضر ہوا - شاہزادہ اورنگ زیب کی سفارش سے کورنش کا شرف حاصل کیا - حضرت نے اُسے ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب دے کر مرصع خنجر ، نقرئی زین والا گھوڑا اور پندرہ ہزار روپے عطا فرمائے -

بتاریخ ۲۰ رمضان (۱۹ اکتوبر ۱۶۴۷ء) دریائے جہلم کو کشتیوں کے پل سے عبور کرکے تنہا شکارِ قمرغہ (گھیرا) کے لیے تشریف لے گئے - چار چکارے ، چار پہاڑی بکرے اور پچیس کوہی مینڈھے شکار ہوئے - ان میں سے چودہ عدد حضرت نے تفنگِ خاصہ سے اور نو عدد شاہزادے نے اپنی بندوق سے مارے - باقی زندہ پکڑ لیے گئے - لہراسپ خاں ترقی پا کر تین ہزاری ذات و سوار اور فراست خاں ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - مؤخرالذکر کو فیروز خاں کی جگہ ، جو رہتاس میں فوت ہو گیا تھا ، نظارت کی خدمت پر سرفراز فرمایا - سید احمد سعید ڈیڑھ لاکھ روپے کا سامان لے کر ملکِ عرب کی طرف گیا تھا جو وہاں تین لاکھ روپے کو فروخت ہوا - اس نے آپ کے حسب الحکم شاہی خیرات و صدقات کے بطور یہ سب رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مستحق اشخاص میں تقسیم کر دی جو ہمیشہ بادشاہ غریب نواز کے خوان فیض و کرم سے بہرہ مند رہتے ہیں - واپس آ کر بارگاہِ عالم پناہ میں حاضر ہوا -

۲۶ رمضان (۲۵ اکتوبر ۱۶۴۷ء) کو دریائے چناب عبور کرکے

۲۹ اکتوبر کو حافظ آباد کے نشیمن میں اور ۳ شوال (یکم نومبر ۱۶۴۷ء) کو جہانگیر آباد کے محل میں رونق افروز ہوئے ۔ ملا علاءالملک میر سامان اور خسرو سلطان جو بعض امور کے سرانجام کے لیے لاہور میں ٹھہر گئے تھے ، نیز ظفر خاں اور مسیح الزمان جو کشمیر سے آئے تھے ، اس منزل میں سلام کے لیے حاضر ہوئے ۔ عادل خان کا سفیر سید حسن اور قطب الملک کا حاجب میر فصیح بھی کورنش کے شرف سے سرفراز ہوئے ۔ دونوں نے پانچ پانچ ہاتھی جن میں سے ایک کا ساز طلائی اور چار کا نقرئی تھا نیز کچھ مرصع آلات پیش کیے جو عادل خان اور قطب الملک نے بطور پیشکش ارسال کیے تھے ۔ سید حسن کو خلعت ، دو سو تولے سونے اور دو سو تولے چاندی کے ٹھپے (حلقے) عطا ہوئے ۔ میر فصیح کو خلعت عنایت ہوا ۔ خسرو سلطان کو نقرئی ساز والا ہاتھی دیا ۔ ملا علاء الملک نے دو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔ ۵ شوال مطابق ۳ نومبر ۱۶۴۷ء دولت و اقبال کو جلو میں لیے دارالسلطنت لاہور کے دولت خانے میں داخل ہوئے جو پاکیزگی و لطافت اور آب و ہوا کی خوبی میں بے نظیر ہے ۔ دو ہفتے قیام کرکے ۱۷ نومبر کو آگرے کی طرف روانہ ہوئے ۔ پہلا پڑاؤ شالامار باغ میں ہوا جو آپ کے فیضِ قدم سے رشکِ فردوس بن گیا ۔ سید حسن نے بیجاپور کے اور میر فصیح نے گولکنڈے کے نادر و نایاب تحفے بطورِ پیشکش حاضر کیے ۔ اول‌الذکر کو نو ہزار روپے اور دوسرے کو آٹھ ہزار روپے انعام کے بطور عطا ہوئے ۔ قباد ولد اسد خان کابلی کو خلعت اور قوش بیگی کی خدمت نیز خان کا خطاب عنایت فرمایا ۔ حکیم فتح اللہ کو ہزاری ذات سو سوار کا منصب ملا ۔

۲۲ نومبر کو مقررہ شکارگاہ کانوواہن میں شکار سے لطف اندوز ہو کر آگرے کی طرف بڑھے اور یکم ذیقعدہ ۱۰۵۷ھ (۲۸ نومبر ۱۶۴۷ء) کو دارالخلافت آگرے میں وارد ہوئے ۔ ۳۰ نومبر کو دکن کے واقعات سے معلوم ہوا کہ اسلام خان نے جو ذاتی قابلیت ، مزاج دانی اور خوش نصیبی کے سبب ہفت ہزاری ذات و سوار کے منصب اور وزارت و صوبہ داریِ دکن کی خدمت پر سرفراز تھا ، مشیت ایزدی کے بموجب جہان فانی سے انتقال کیا ۔ اس خبر

سے حضرت کو کمال قلق ہوا ۔ قدردان آقا نے اس کے پسماندگان کے ساتھ عنایتیں کیں ۔ اُس کے بھائی سعادت خاں کو ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر بدستور دولت آباد کی قلعداری پر سرفراز رکھا ۔ مرحوم کے بڑے بیٹے محمد اشرف کو ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار ، دوسرے بیٹے محمد صفی کو ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار ، تیسرے لڑکے محمد شریف کو پانچ سو ذات دو سو سوار اور چوتھے بیٹے غیاث الدین کو پانچ سو ذات سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ عبدالرحیم ، عبدالرحمان دو فرزند کم عمر تھے ، اُنھیں بھی مناسب منصب دیا ۔ مرحوم کا جتنا اندوختہ اور ساز و سامان تھا وہ وارثوں کو عنایت فرمایا ۔ شاہنواز خان صوبہ دار مالوہ کے نام حکم روانہ کیا کہ نئے صوبے دار کے تقرر تک تم دکن کا انتظام سنبھالے رکھو ۔

بلخ و بدخشاں کے باقی حالات یعنی دونوں ملک نذر محمد خاں کو عنایت کرنا

ایران سے واپسی کے بعد نذر محمد خاں نے بیلچراغ کو اپنا مستقر بنا لیا تھا ۔ یہاں اُس نے بہت سی تدبیریں کیں لیکن کوئی پیش نہ گئی ۔ بالآخر بارگاہ شاہجہانی میں جو تمام دنیا کا قبلۂ امید ہے ، التجا کی ۔ اپنے تمام حالات بالخصوص ایران میں سرگشتہ و حیران ہونے کی سرگزشت مراسلے میں لکھ کر شاہزادہ اورنگ زیب کی وساطت سے بھیجی ۔ التجا کی کہ بلخ کا علاقہ دوبارہ عطا کیا جائے اور میری تسلی کے لیے طاہر خاں کو میرے پاس بھیجا جائے ۔ شاہزادے نے بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر (۲۲ جولائی ۱۶۴۷ء) طاہر خاں کو اپنے بخشی عطاء اللہ کے ہمراہ بھیج دیا ۔ ہدایت کی کہ نذر محمد خاں کا دلی مدعا دریافت کر کے اُسے تسلی دیں اور عرضداشت میں سب حال تحریر کریں ۔ یہ سردار وہاں پہنچے تو نذر محمد خاں نے فرمان پڑھ کر کہا کہ اگر میمنہ کا قلعہ مجھے دے دیا جائے تو اپنا ساز و سامان اور اہل و عیال وہاں چھوڑ کر بلخ کو روانہ ہو جاؤں گا ۔ شاہزادے نے اطلاع پا کر جواب بھیجا کہ شاہِ ہفت کشور کی

عنایات کے سامنے قلعۂ میمنہ کی کیا حقیقت ہے - حب بلخ و بدخشاں جیسے ملک ہی آپ کو دینے پر تیار ہیں تو میمنہ بھی عطا فرما دیں گے لیکن بلخ پہنچنے سے پہلے یہ التماس بے محل ہے -

نذر محمد خاں اس جواب سے آزردہ ہوا - تامل اور تذبذب کے عالم میں بیان کیا کہ اگر حضرت مجھے بلخ دینے پر آمادہ ہوتے تو میمنہ پر تصرف کرنے کی اجازت دے دیتے - اگرچہ طاہر خاں نے عقل و دانش کی باتیں کہہ کر اسے مطمئن کرنا چاہا لیکن اُس وحشت زدہ نے وہم کے مارے کوئی بات نہ مانی - معاہدے کی پختگی کے لیے اپنے ایک معتمد آدمی محمد قلی کاماد کو عطاء اللہ کے ہمراہ شاہزادے کے پاس بھیجا - اورنگ زیب نے اُس کے حسب خواہش عہد نامہ لکھ کر دلجوئی کے بطور ایک مراسلے کے ساتھ اُس کے پاس روانہ کیا - نذر محمد خاں کے دل پر خوف و ہراس طاری تھا - بیلچراغ سے کوچ کر کے آہستہ آہستہ سفر کر رہا تھا - ہر منزل پر بے ضرورت چند روز قیام کیے بغیر آگے نہ بڑھتا - شاہزادۂ والا جاہ نے ۱۶ [رجب] ۱۷ اگست ۱۶۴۷ء کو بہادر خاں کے نام حکم بھیجا کہ بلخ کا لشکر ہمراہ لے کر بطور استقبال شبرغان میں پہنچو - اگر نذر محمد خاں ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کا پختہ اردہ رکھتا ہو تو اپنے ساتھ لے کر آؤ اور ہر طرح اُس کے اعزاز و احترام کا خیال رکھو - اگر یہ صورت نہ ہو تو بدستور سابق اُس کے ساتھ جنگ کرو اور پوری دلیری کے ساتھ لڑ کر ایسی شکست دو کہ اسے دوبارہ اپنی حد سے بڑھنے کا حوصلہ باقی نہ رہے -

بہادر خاں بلخ سے لشکر لے کر نکلا تو نذر محمد خاں اور اُس کے قلماق سردار جو ہمدم و دمساز تھے ، شش و پنج میں پڑ گئے - سبھوں نے صاف جواب دیا کہ لشکر شاہی سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں - نذر محمد خاں بہت گھبرایا - کفش قلماق کو ، جو قلماق فوج کا سردار تھا ، روانہ کیا کہ بہادر خاں سے مل کر کچھ ایسا حیلہ حوالہ کرو کہ وہ واپس چلا جائے - اس کے بعد وہ مکتوب پیش کرو جو شاہزادہ سے ملاقات کے لیے ہم نے لکھا ہے - کفش قلماق نے بہادر خاں کو شبرغان میں بلوا کر بیان کیا کہ قلعہ میمنہ نہ ملنے کی وجہ سے نذر محمد خاں آپ لوگوں سے مطمئن نہیں ہیں - اگر سردست شبرغانہ

کو خالی کر کے خان موصوف کے حوالے کر دو تو وہ گھوڑوں کو وہاں چھوڑ کر اور ساز و سامان رکھ کر شاہزادے سے ملنے کے لیے روانہ ہو جائیں ۔ اگر قدردانی و مہربانی سے قطع نظر کر کے خان کی یہ التماس قبول نہ کی گئی تو یقیناً وہ واپس ہو کر جہاں مناسب سمجھیں گے چلے جائیں گے ۔ بہادر خاں نے نذر محمد خاں کو مطمئن کرنے کی غرض سے نیز مصلحت وقت کے تقاضے سے شبرغان کا قلعہ خالی کر کے کفش قلماق کے سپرد کر دیا ۔ خود وہاں سے کوچ کر کے پل خطیب کے نواح میں خیمہ زن ہوا ۔

کفش قلماق قلعۂ شبرغان کا انتظام کر کے شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا ۔ وہاں پہنچ کر نذر محمد خاں کا مراسلہ پیش کیا جس میں تحریر تھا کہ میں ۲ رمضان کو پہنچوں گا ۔ شاہزادے نے کفش قلماق کو خلعت اور ساٹھ ہزار شاہی (سکۂ توران) عطا فرما کر رخصت کیا ۔ استقبال کے لیے بلخ سے نکل کر آگے بڑھے اور فیض آباد میں چھاؤنی چھائی ۔ اتنے میں نذر محمد خاں کا مراسلہ آیا کہ اگرچہ میں نے پل خطیب کے پاس آپ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب خیال آیا ہے کہ اس سے آپ کو زحمت ہوگی ۔ مناسب یہ ہے کہ آپ واپس بلخ تشریف لے جائیں اور شہر کے نواح میں جہاں چاہیں مجھے اپنی ملاقات سے مسرور کریں ۔" غرض طے پایا کہ ۴ رمضان (۳ اکتوبر ۱۶۴۷ء) کو ملاقات ہوگی ۔ عین وقت پر معلوم ہوا کہ کسی بیماری کے سبب نذر محمد خاں خود آنے سے معذور ہے ۔ اپنے پوتے قاسم سلطان کو کفش قلماق اور دوسرے سرداروں کے ہمراہ بھیج دیا اور اپنی کوتاہی کی معذرت کی ۔ شاہزادے نے اپنے فرزند سلطان محمد کو بہادر خاں کے ہمراہ روانہ کیا کہ کوس بھر آگے جا کر ان کا استقبال کرو اور ہماری خدمت میں لاؤ ۔ جب یہ لوگ آئے تو شاہزادے نے ازرہِ محبت قاسم سلطان کو گلے سے لگایا اور مسند کے پاس بٹھا لیا ۔

ملاقات کے بعد قاسم سلطان وغیرہ رخصت ہوئے ۔ شاہزادے نے امیرالامرا ، بہادر خاں اور راجا جے سنگھ وغیرہ کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ "یہ ملک ویران ہو چکا ہے ۔ غلہ بے حد گراں ہے اور جاڑا سر پر آ پہنچا ہے ۔ زیادہ ٹھہرنا ممکن نہیں ۔ غلے کی نایابی کا یہ حال ہے کہ

دس روپے من فروخت ہو رہا ہے ۔ گھاس چارہ بالکل نہیں ملتا ۔ سامان کے بغیر موسم سرما گزارنا محال نظر آتا ہے ۔ فرمان شاہی یہ ہے کہ نذر محمد خان کے آنے کے بعد بلخ و بدخشان کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا جائے ۔ وہ بیماری کا بہانہ کر کے خود نہیں آیا ، اپنے پوتے کو بھیج دیا ، تم سبھوں کی کیا صلاح ہے ؟" سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ : "اگر بادشاہ سلامت کے فرمان کا انتظار کیا جائے تو برف گرنے لگے گی اور راستے بند ہو جائیں گے ۔ ہندو کوہ کے درے سے گزرنا ناممکن ہو جائے گا ۔ اس وقت نہ یہاں ٹھہرنے کی گنجائش رہے گی نہ واپسی کا راستہ ملے گا ۔" غرض شاہزادے نے بلخ کے نواحی قلعوں کے حاکموں کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ چاروں طرف ازبک اور الہان غارتگر پھیلے ہوئے تھے ۔ جہاں کہیں مغلوں کی مختصر جماعت دیکھتے اس پر ٹوٹ پڑتے ۔ لہٰذا شاہزادۂ والا گہر نے راجا جے سنگھ کو ترمذ کی طرف روانہ کیا کہ سعادت خان کو ہمراہ لے آؤ ۔ بہادر خان کو رستم خان کی کمک کے لیے بھیجنا چاہتے تھے کہ رستم خان کی عرض داشت پہنچی ۔ لکھا تھا کہ فدوی اپنا لشکر لے کر میمنہ کی طرف جا رہا ہے تا کہ شاد خان کو ہمراہ لے کر شان چاریک کے راستے کابل پہنچے ۔ ۱۵ رمضان (۱۴ اکتوبر ۱۶۴۷ء) کو شاہزادہ نے فیض آباد سے روانہ ہو کر نواحی جنگل میں خیمے کیے ۔ اعلان کیا کہ یہ ملک نذر محمد خان کو بحال کیا جاتا ہے ۔ بلخ کا قلعہ قاسم سلطان اور کفش قلماق کے حوالے کر کے وقت رخصت قاسم سلطان کو خنجر مرصع ، طلائی ساز کا گھوڑا اور پچاس ہزار روپے عنایت کیے ۔ پچاس ہزار من غلہ جو اس وقت کے نرخ کے مطابق پانچ لاکھ روپے کا تھا نیز دوسرے قلعوں کی تمام رسد اس کے حوالے کی کہ یہ نذر محمد خان کو عطا کی جاتی ہے ۔ اگر نذر محمد خان خود آتا تو حکم معلٰی کے مطابق بادشاہ زادۂ والا گہر اسے چار لاکھ روپے شاہی خزانے سے اور ایک لاکھ روپے اپنی طرف سے عطا فرماتے جس سے وہ اپنی بادشاہت کا ساز و سامان درست کر لیتا ۔

اس منزل میں راجا جے سنگھ سعادت خان کو ہمرکاب لیے حاضر ہوا ۔ مہم کے آغاز سے اس وقت تک شاہی لشکر کی تنخواہ میں دو کروڑ

روپے اور مہم کی ضروریات پر دو کروڑ روپے خرچ ہو چکے تھے - لڑائیوں میں جتنے آدمی ہلاک ہوئے اُن کا شمار کون کرے ؟ صرف سات دن سات رات والی جنگ میں چھ ہزار ازبک سوار اور پانچ ہزار بادشاہی سوار کام آئے - ۱۴ رمضان کو شاہزادے نے بڑی توزک اور اہتمام سے فوج کو واپسی کے لیے ترتیب دیا - میمنہ پر امیرالامرا کو اور میسرہ پر راجا جے سنگھ کو تعینات کیا - عقب کی فوج بہادر خان کی سرداری میں دی - توپخانے پر محمد خان کو مقرر فرمایا - پرتھی راج راٹھور ہراول قرار پایا - اس انتظام کے ساتھ لشکر شاہی نے کابل کی طرف باگیں اٹھائیں - ۱۶ رمضان (۱۵ اکتوبر ۱۶۴۷ء) کو درہ عرشک عبور کرکے مقام کیا - راستہ نہایت تنگ تھا اس لیے بہادر خان تین روز تک درے کے ناکے پر ٹھہرا رہا - بھیر کا عملہ گھاس چارہ لانے کے لیے جنگلوں میں چلا گیا تھا ، اس کی محافظت کرتا رہا اور آگے بڑھاتا رہا - ۱۷ اکتوبر کو شمشیر خان ، خوشحال بیگ اور دوسرے کاشغری سرداروں کی باری تھی کہ گھاس لائیں - اس روز تقریباً پانچ ہزار ازبک اور الامان غارتگر اس جماعت پر آ پڑے - اُن گستاخوں کی آدھی فوج نے شمشیر خان کو نرغے میں لے لیا ، آدھی فوج پشتوں پر آ کھڑی ہوئی - بادشاہی دلاوروں نے اُن وحشیوں کی ذرا پروا نہ کی - بے محابا سامنے آ کر معرکۂ جنگ گرم کیا - بہادر خان کو جوں ہی یہ اطلاع ملی ، کمک کے لیے جھپٹا - اُس کے جھنڈے کا پھریرا دیکھتے ہی وہ پست ہمت آندھی کے خس و خاشاک کی طرح غائب ہو گئے اور بڑی فوج سے جا ملے - اسی میں بہت سے مارے بھی گئے - کچھ بادشاہی ملازم بھی زخمی ہوئے ، باقی صحیح سلامت منزل پر آ پہنچے -

۲۴ اکتوبر ۱۶۴۷ء کو بہ مقام غوری خیمے برپا ہوئے - راستے میں ازبک فوج دو طرف سے نمودار ہوئی - آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی - امیرالامرا نے فوراً میسرے کے بہادروں اور تیراندازوں کو ہمرکاب لے کر ان بزدلوں پر حملہ کیا اور سامنے سے ہٹا دیا - ازبک فوج کا دوسرا حصہ جو کھلے میدان میں آنے کی جرأت نہ رکھتا تھا ، اُس پر معتمد خان میر آتش نے اپنے برقندازوں کو بڑھایا تھوڑی سی رد و بدل کے بعد انہ

میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا اور کچھ بدبختوں کو گرفتار کیا ، باقی بھاگ نکلے ۔ حکم شاہی یہ تھا کہ غوری اور کہمرد کو ممالک محروسہ سمجھا جائے اور وہاں کے قلعدار کو بحال رکھیں ۔ نورالحسن غوری یہاں کا قلعدار تھا ، لیکن اسے یہاں ٹھہرنے کی توفیق نہ ہوئی ۔ شاہزادے نے دو روز یہاں قیام رکھا ۔ خزانے کے دس لاکھ روپے اور اسلحہ خانہ جو موجود تھا سب کو ہمراہ لے کر قلعے کی محافظت پر نورالحسن قلعدار اور ذوالقدر خاں کو مامور کیا ۔

۲۸ اکتوبر ۱۶۴۷ء کو براہ خواجہ زید روانہ ہوئے ۔ دریائے سرخاب کے کنارے قیام کرنے کا فیصلہ تھا ۔ چونکہ راستہ تنگ تھا اور ازبکوں کے چھاپے کا اندیشہ بھی تھا لہٰذا امیرالامرا علی مردان خاں کو مامور کیا گیا کہ مختلف ناکوں پر جا بجا اپنی فوج تعینات رکھے تا کہ پیچھے آنے والے سپاہی بہ حفاظت گزر سکیں ۔ امیرالامرا میں اور بہادر خاں میں جو عقبی فوج کا نگران تھا ، دو کوس سے زیادہ فاصلہ آ پڑا ۔ ازبکوں اور قبائلیوں کو موقع مل گیا ۔ ان کی کثیر تعداد خزانے پر آ پڑی ۔ ذوالقدرخاں اور نورالحسن اُن لٹیروں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ رات کی سیاہی پھیل گئی ۔ امیرالامرا کے آدمی بھی مدد کے لیے آ پہنچے اور اُن بدبختوں کی اچھی طرح گوشمالی کر کے ہٹا دیا ۔ یکم شوال ، ۳۰ اکتوبر ۱۶۴۷ء عیدالفطر کے دن پھر کوچ ہوا ۔ اُس روز بڑی دشوار گزار گھاٹیوں اور تنگ دروں سے گزرنا تھا ۔ راستہ پہاڑ کی چوٹی پر سے ہو کر گزرتا تھا لیکن ایسا تنگ اور ڈھلوان کہ پل صراط یاد آ رہا تھا ۔ تجویز ہوئی کہ تمام لشکر کے گزرنے تک بہادر خاں اور راجا جے سنگھ سرخاب کے کنارے ٹھہرے رہیں ۔

۳۱ اکتوبر اور یکم نومبر ۱۶۴۷ء کو نہایت تنگ دروں سے گزرتے ہوئے کوہ چار چشمہ کی چوٹی پر سے اُترے ۔ کچھ تو پل صراط کا سا وہ خطرناک راستہ ، کچھ لوگوں کا اضطراب اور پریشانی ، بہت سے آدمی اور بے شمار چوپائے چوٹیوں پر سے لڑھک لڑھک کر ملک عدم میں پہنچے ۔ ۲ نومبر کو ہندو کوہ کے درے تک پہنچے ۔ فیصلہ ہوا کہ پہلے

شاہزادۂ نامدار درے سے گزریں ، اُن کے پیچھے امیرالامرا چلیں ، اس کے عقب میں شاہزادے کے تمام کارخانے ، توپ خانۂ شاہی ، قور خانہ اور خزانہ روانہ ہوں ۔ راجا جے سنگھ بطور چنداول اُس کے پیچھے چلے ۔ پھر جب بہیر بھی گزر چکے تو بہادر خاں گزرے ۔ اس درے سے گزرتے وقت اگرچہ ہوا بند تھی لیکن برف باری کے سبب یخ کی سلیں جم گئی تھیں ۔ اہل لشکر نے بڑی مصیبت کے ساتھ درہ عبور کیا ۔ ۴ نومبر کو غوربند میں اور اگلے دن چاریکار پہنچ کر ۶ نومبر کو کابل میں داخل ہوئے ۔ امیرالامرا پیچھے پیچھے آ رہا تھا ، جب درے پر قیام کیا تو آدھی رات کے وقت برف باری شروع ہو گئی جس سے اس کے آدمیوں نے بہت تکلیف اٹھائی ۔ راجا جے سنگھ چارچشمہ سے گزرا ہی تھا کہ برف باری شروع ہو گئی ۔ اگلے دن سارے راستے یہی آفت سہتے رہے ۔ غرض درے سے عبور کرنے تک تین دن تین رات برف برستی رہی ۔ خزانہ ذوالقدر خاں کے سپرد تھا ، اُسے خیال آیا کہ برف باری کے سبب راستہ بند ہوگیا تو مشکل پڑ جائے گی ۔ غرض چل پڑا ۔ درے میں پہنچا تو برف باری کی وہ شدت ہوئی کہ خزانے کے اونٹ آدھے سے زیادہ جابجا ایسے گرے کہ اُٹھنے کے قابل نہ رہے ۔ ذوالقدر خاں نے بڑا انتظام کیا لیکن درے سے نہ گزر سکا ۔ تمام رفیق ، کیا سوار کیا پیادے ، سردی کے مارے ٹھٹھر کر کوئی کہیں رہا کوئی کہیں ۔ تاہم ذوالقدر خاں تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لیے خزانے کی حفاظت میں مشغول رہا ۔ اگلے روز جن اونٹوں میں کسی قدر طاقت پائی اُن پر کچھ خزانہ لدوا کر اپنے تھوڑے سے سواروں کے ہمراہ آگے آگے غوربند کی طرف روانہ کیا ۔ خود گنتی کے چند رفیقوں کو ہمرکاب لیے سات دن سات رات ہندو کوہ کی چٹانوں پر ٹھہرا رہا ۔ بارش موسلا دھار ہوتی رہی ۔ برف باری سے یخ کی سلیں ایسی جم گئیں کہ لوگوں کو جان کے لالے پڑ گئے ۔ نہ انسان کو پیٹ بھر خوراک ملی نہ چوپائے کو ۔ یہی انتظار رہا کہ بہادر خاں آئے تو سہارا ملے ۔

بہادر خاں کا حال سنیے : یہ دلاور جب درۂ تنگ شہر کے قریب پہنچا جو ہندو کوہ سے دو منزل کے فاصلے پر واقع ہے تو برف باری کی آفت میں

مبتلا ہو گیا ۔ دشوار گزار نشیب و فراز سامنے تھے ۔ برف نے راستہ روک دیا تھا ۔ اس مصیبت پر مزید آفت یہ آئی کہ غارتگر قبائلی جو لوٹ مار کو اپنا حق سمجھتے ہیں ، بار بار بھیڑ پر حملہ کرنے لگے ۔ بہادر خاں نے اُن پر یلغار کی ۔ ہر بار بہت سوں کو قتل اور زخمی کرتا گیا لیکن وہ گستاخ برابر ہاتھ مارتے رہے ۔ بہرحال تمام آدمیوں کو اُن خطرناک گھاٹیوں اور ٹیلوں سے صحیح سلامت نکال لایا ۔ ایک دن درے کے ناکے پر پڑاؤ رکھا تاکہ پیچھے آنے والوں کو آگے بھیج کر خود بڑھے ۔ برف شدت سے برس رہی تھی ۔ اکثر لشکر والوں کو درے پر رات گزارنی پڑی ۔ بہت سے آدمی اور مویشی ہلاک ہوئے ۔ مختصر یہ کہ لشکر کی روانگی سے منزل تک پہنچنے میں تقریباً پانچ ہزار آدمی اور پانچ ہزار اونٹ ہاتھی گھوڑے وغیرہ تلف ہو گئے ۔ بے اندازہ اسباب برف کے نیچے دبا رہ گیا ۔

بہادر خاں نے درے میں پہنچ کر ذوالقدر خاں کو اس حال میں دیکھا کہ برف باری کے سبب سخت مصیبت میں گرفتار ، خزانے کی حفاظت کر رہا تھا ۔ اخلاص خاں ، روپ سنگھ راٹھور ، سہیش داس راٹھور ، گوکل داس سیسودیہ وغیرہ کے ہمراہ رات کو وہیں قیام کیا ۔ صبحدم اپنے اونٹوں پر سے حتی‌الوسع سامان اتار اتار کر خزانہ لادا ۔ کچھ خزانہ اہل لشکر کے سپرد کیا کہ اپنے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر لاد کر لے چلیں ۔ روانہ ہوئے ہی تھے کہ بعض قبائلیوں نے بہادر خاں کے لشکر کو حقیر سمجھ کر خزانہ لوٹنے کا ارادہ کیا ۔ خاں موصوف نے کمال تہور کے ساتھ اُنھیں تیروں اور تلواروں کی زد پر رکھ لیا ؛ جو باقی بچے بھاگ نکلے ۔ غرض خزانہ صحیح سلامت لیے ۲۲ شوال (۲۰ نومبر ۱۶۴۷ء) کو کابل آ پہنچا ۔

بارگاہ شاہی کے حالات یہ ہیں : ۶ ذیقعدہ (۳ دسمبر ۱۶۴۷ء) کو کانوواہن سے روانہ ہوئے ۔ تین منزلیں طے کی تھیں کہ شاہزادہ داراشکوہ کے دوسرے بیٹے سلطان سپہر شکوہ کو بخار چڑھ آیا ۔ طبیبوں نے جونکیں لگا کر خون لیا اور تمام تدبیریں کیں لیکن مشیّت الٰہی کے سبب کوئی علاج سود مند نہ ہوا ۔ غرض حکم قضا و قدر کے بموجب بتاریخ

۹ ذیقعدہ (٦ دسمبر ۱٦۴۷ء) وہ غنچۂ گلشنِ اقبال چار سال نو ماہ پانچ روز کی عمر میں باغِ بہشت کو سدھار گیا ۔ حضرت کو بے انتہا صدمہ ہوا ۔ اُس کے والدین کی تسلی و تشفی کے لیے تمام بیگمات کے ہمراہ تشریف لے گئے اور حکمت آمیز کلمات سے اُن کے غم و اندوہ کو کم کیا ۔ اگلے دن اُس غنچۂ پژمردہ کی میّت لاہور روانہ کی اور ہدایت کی کہ اس کی والدہ کے باغ میں دفن کر دیں ۔ ۸ دسمبر کو یہاں سے کوچ ہوا ۔ ۱۵ دسمبر کو سرہند میں اور ۱۸ دسمبر کو انبالہ کے باغ میں خیمے ہوئے ۔ بیرم دیو سیسودیہ جو پہلے رانائے میواڑ کا نوکر تھا ، آستاں بوسی کی سعادت حاصل کر کے ملازمت میں داخل ہوا ۔ حضرت نے گھوڑا اور خلعت عنایت فرما کر آٹھ سو ذات چار سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ یہ شخص سجان سنگھ سیسودیہ کا بھائی ہے جو مدت سے شاہی ملازمت میں ہے ۔ دونوں سورج مل کے بیٹے ہیں جو رانا امر سنگھ کا دوسرا لڑکا ہے ۔

۲۴ ذیقعدہ (۲۱ دسمبر ۱٦۴۷ء) کو جب کہ کرنال سے ایک منزل پیچھے تھے ، حکم فرمایا کہ جعفر خاں اور ملا علاء الملک میر سامان بھیر کو ہمراہ لے کر سیدھے راستے آگرے روانہ ہوں ۔ خود بدولت تھوڑے سے مقربوں اور شاہی عملے کو ہمرکاب لیے ، شکار کھیلتے ، دریائے جمنا کے راستے بڑھے ۔ ۳۰ دسمبر کو نور گڑھ میں داخل ہوئے ۔ اگلے دن شاہجہان آباد (دہلی) کی عمارتیں ملاحظہ فرمائیں ۔ طبعِ مقدس میں جو تصرفات آئے وہ معماروں اور مکرمت خاں صوبےدار کو سمجھا کر حکم فرمایا کہ ہم ۲۴ ربیع الاول (۱۸ اپریل ۱٦۴۸ء) کو آگرے سے واپس آ کر یہاں رونق افروز ہوں گے ۔ لازم ہے کہ اس وقت تک تمام عمارتیں زیب و زینت کے ساتھ تیار ہو جائیں ۔ مزید تاکید کے بطور عاقل خاں اور آقا یوسف کو بھی مکرمت خاں کے ساتھ اہتمام میں شریک کر دیا ۔ اس کے بعد اقبال و دولت کو رکاب میں لیے کشتی کی سواری سے آگرے روانہ ہو گئے ۔ ۱۵ ذی الحجہ (۱۱ جنوری ۱٦۴۸ء) کو مبارک گھڑی میں دولت خانۂ آگرہ کو فیض قدم سے منور فرمایا ۔

جشنِ تُلادان شمسی

بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۷ھ (۲۰ جنوری ۱۶۴۸ء) پیر کے دن عمر مبارک کے ۵۷ ویں سالِ شمسی کا جشنِ تُلادان زیب و زینت کے ساتھ منعقد ہوا - مقررہ دستور کے مطابق حضرت کا جسم مبارک جو روح سے بھی لطیف ہے ، جواہرات ، سونے ، چاندی اور دیگر اشیا کے ساتھ تولا گیا - یہ چیزیں فقیروں محتاجوں کو تقسیم کر دی گئیں جس سے انھیں آسودگی و رفاہ حاصل ہوئی - شائستہ خاں نے گجرات سے ایک پست قامت لیکن بڑے کانوں والا ہاتھی بھیجا تھا ، وہ ملاحظہ فرمایا - مُعتز الملک کو سورت اور کھمبایت بندرگاہوں کی متصدی گری عنایت ہوئی - چتر بھوج جو اسلام خاں مرحوم کا دیوان تھا ، صوبہٗ مالوہ کی دیوانی پر فائز ہوا - یکم محرّم (۲۷ جنوری ۱۶۴۸ء) کو رستم خاں ، محمد زماں طہرانی ، بختیار خاں اور چند دیگر امرا جو شاہزادہ اورنگ زیب سے اجازت لے کر آگرے آئے تھے ، آستاں بوسی سے سرفراز ہوئے - اطلاع ملی کہ مندسور کے فوجدار جانباز خاں کو کسی سرکش نے قتل کر دیا جس کے وطن کو خانِ مرحوم نے لوٹ کر اُس کی بیوی کو قید کر لیا تھا - حضرت نے بختیار خاں کو مندسور کی جاگیر اور خلعت سے سرفراز کر کے وہاں کی فوجداری پر رخصت فرمایا - بتاریخ ۲ صفر (۲۸ فروری ۱۶۴۸ء) شاہزادہ محمد شجاع اپنے بڑے صاحبزادے سلطان زین الدین کو ہمراہ لیے کابل سے آکر حاضر خدمت ہوا - ہزار اشرفیوں کی نذر گزار کر نقرئی ساز والے دو ہاتھی اور کچھ تحفے بطورِ پیشکش حاضر کیے - حضرت نے اُسے دوبارہ بنگال کی صوبے داری عنایت فرمائی - اعتقاد خاں کو فرمان جاری ہوا کہ دربار میں حاضر ہو -

سرکارِ دو عالمؐ کے روضہٗ انور کے لیے قندیل روانہ کرنا

پروردگار کی عنایت جسے لطیفہٗ آسمانی کہنا چاہیے ، اس خوش نصیب کے حصے میں آتی ہے جو سرورِ کائنات ، قبلہٗ شش جہات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہٗ مبارک کی زیارت کرنا چاہے اور اس

درگاہ کو اپنا قبلۂ امید تصور کرے ۔ الحمدللہ کہ ظلِ سبحانی صاحبقرانِ ثانی کو یہ سعادت بخوبی حاصل ہے ۔ یعنی اگرچہ بظاہر کاروبار جہاں بانی میں مشغول رہنے کے سبب زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تاہم باطن پر نگاہ کیجیے تو جنابِ رسالت مآب کے نام پر قربان رہتے ہیں اور اس طرح ہر وقت حضوری کی سعادت حاصل کرتے رہتے ہیں ۔ انھی دنوں یہ صورت پیش آئی کہ جواہرات ملاحظہ فرماتے وقت ایک قطعہ نادری الماس کا دیکھا جو وزن میں سو رتی تھا ۔ قطب الملک کی پیشکش میں آیا تھا ۔ آب و تاب کا یہ عالم کہ ماہر جوہری اس کی قیمت معیّن کرنے میں حیران تھے ۔ تخمینے کے بموجب ڈھائی لاکھ روپے کا ٹھہرا ۔ شاہ ہفت اقلیم نے عقیدت و ارادت کے تقاضے سے فیصلہ کیا کہ اس گوہر نایاب کو سرکارِ دوعالم کے روضۂ انور پر بطور نذر روانہ کریں گے کہ درگاہِ باری تعالیٰ میں دعاؤں کے مقبول ہونے کا وسیلہ اس سے بہتر اور نہیں ہو سکتا ۔ اتفاقاً مختلف ملکوں کے نایاب تحفوں میں قندیل کی شکل کا ایک عنبریں شامہ بھی نظر آیا ۔ وزن میں سات سو تولے ، قیمت دس ہزار روپے ، سرکار خاصہ میں موجود تھا ۔ حکم ہوا کہ ہوشیار زرگر اور مینا کار سونے کی جالی دار چادر اُس پر چڑھا کر دلفریب نقش و نگار اور نزاکت بھرے بیل بوٹے بنائیں ۔ قیمتی جواہرات کی مرصّع کاری کر کے الماس کو اس خوبصورتی کے ساتھ نصب کریں کہ آفتاب و مہتاب کی آب و تاب ماند پڑ جائے ۔ حضرت کے حسب الحکم ساڑھے تین لاکھ روپے کی لاگت سے قندیل تیار ہوا ۔ گلِ محمدی نام پایا ۔ فرمان صادر ہوا کہ اس سے پہلے سید احمد سعید ہماری سرکار سے سامان لے کر عرب میں گیا تھا اور اُسے دوگنی قیمت پر فروخت کر کے وہ رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مستحق لوگوں میں تقسیم کی تھی ؛ اس مرتبہ بھی وہی ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کا سامان گجرات کے کارکنوں سے لے کر روانہ ہو ۔ چیزوں کو دوگنی قیمت پر فروخت کر کے ایک لاکھ روپے شریف مکہ کے سپرد کرے ۔ باقی رقم مکہ معظمہ اور مدینہ مکرمہ کے باشندوں ، فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دے ۔ کمال قدردانی کے بطور سید احمد سعید کا روزینہ موقوف کر کے پانچ سو ذات کے منصب پر سرفراز

فرمایا ۔ بارہ ہزار روپے انعام دے کر ۲۳ محرم (۱۸ فروری ۱۶۴۸ء) کو رخصت کیا ۔

بتاریخ یکم صفر (۲۶ فروری ۱۶۴۸ء) شاہزادہ شجاع کو خلعت خاصہ مع نادری ، طرۂ مرصّع ، ایک لعل اور دو موتیوں کا سرپیچ نیز ہیروں سے مرصّع تکیہ عطا فرما کر سرفراز کیا ۔ ان میں سے ہر چیز کا مول ایک لاکھ روپے تھا ۔ سو گھوڑے بھی مرحمت کیے ؛ ایک کا زین مرصّع ، دوسرے کا طلائی ۔ بنگالے کی صوبے داری پر روانہ فرمایا ، شاہزادے کے بڑے فرزند سلطان زین الدین کو جیغہ مرصّع اور موتیوں کی مالا اور طلائی مینا کار زین والا گھوڑا عطا ہوا ۔ دوسرے بیٹے سلطان بلند اختر کو جیغہ مرصع اور موتیوں کی مالا عنایت کر کے پدر والا جاہ کے ہمراہ رخصت کیا ۔ میر صمصام الدولہ ولد مرتضیٰ خاں ابن میر جمال الدین حسین انجو کو شاہزادے کی دیوانی پر اور قاضی طاہر آصف خانی کو خان سامانی پر مامور کر کے چلتے وقت گھوڑا اور خلعت عنایت فرمایا ۔

۱۸ صفر (۱۴ مارچ ۱۶۴۸ء) کو راج کنور جو رانا جگت سنگھ کا جانشین بیٹا ہے ، فتح بلخ و بدخشاں کی تہنیت دینے کے واسطے حاضر ہوا اور کورنش کی سعادت حاصل کی ۔ رانا کی عرضداشت اور پیشکش نظر عالی سے گزاری ۔ آپ نے خلعت نیز موتیوں اور لعلوں کی مالا عنایت کر کے سرفراز کیا ۔ خبر ملی کہ ذوالقدر خاں قلعدار غزنی اور ناظم بنگشات نے سالک عدم کی راہ لی ۔ حضرت نے اس کی جگہ زین خاں کے پوتے سعادت خاں کو یہ عہدے عطا فرمائے ۔ راجا جسونت سنگھ کو ترقی دے کر پنج ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز کیا ۔ خواجہ عیسیٰ اور خواجہ موسیٰ پسران خواجہ طیب بلخ سے کابل اور وہاں سے باپ کے ہمراہ درگاہ والا میں حاضر ہوئے تھے ، خلعت اور دس ہزار روپے کے انعام سے کامیاب ہوئے ۔

انھی دنوں جب کہ زمین و آسمان میں مسرت و شادمانی کا غلغلہ بلند تھا ، ۲۵ صفر (۲۱ مارچ ۱۶۴۸ء) کو آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ موسم بہار کے فیض سے صحرا سبزہ و گل سے آراستہ ہو گیا ۔ شاہ

درگاہ کو اپنا قبلۂ امید تصور کرے ۔ الحمدللہ کہ ظلِ سبحانی صاحبقرانِ ثانی کو یہ سعادت بخوبی حاصل ہے ۔ یعنی اگرچہ بظاہر کاروبار جہاں بانی میں مشغول رہنے کے سبب زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تاہم باطن پر نگاہ کیجیے تو جنابِ رسالت مآب کے نام پر قربان رہتے ہیں اور اس طرح ہر وقت حضوری کی سعادت حاصل کرتے رہتے ہیں ۔ انھی دنوں یہ صورت پیش آئی کہ جواہرات ملاحظہ فرماتے وقت ایک قطعہ نادری الماس کا دیکھا جو وزن میں سو رتی تھا ۔ قطب الملک کی پیشکش میں آیا تھا ۔ آب و تاب کا یہ عالم کہ ماہر جوہری اس کی قیمت معیّن کرنے میں حیران تھے ۔ تخمینے کے بموجب ڈھائی لاکھ روپے کا ٹھہرا ۔ شاہ ہفت اقلیم نے عقیدت و ارادت کے تقاضے سے فیصلہ کیا کہ اس گوہر نایاب کو سرکارِ دوعالم کے روضۂ انور پر بطور نذر روانہ کریں گے کہ درگاہِ باری تعالیٰ میں دعاؤں کے مقبول ہونے کا وسیلہ اس سے بہتر اور نہیں ہو سکتا ۔ اتفاقاً مختلف ملکوں کے نایاب تحفوں میں قندیل کی شکل کا ایک عنبرین شمامہ بھی نظر آیا ۔ وزن میں سات سو تولے ، قیمت دس ہزار روپے ، سرکار خاصہ میں موجود تھا ۔ حکم ہوا کہ ہوشیار زرگر اور میناکار سونے کی جالی دار چادر اُس پر چڑھا کر دلفریب نقش و نگار اور نزاکت بھرے بیل بوٹے بنائیں ۔ قیمتی جواہرات کی مرصّع کاری کر کے الماس کو اس خوبصورتی کے ساتھ نصب کریں کہ آفتاب و مہتاب کی آب و تاب ماند پڑ جائے ۔ حضرت کے حسب الحکم ساڑھے تین لاکھ روپے کی لاگت سے قندیل تیار ہوا ۔ گل مہدی نام پایا ۔ فرمان صادر ہوا کہ اس سے پہلے سید احمد سعید ہماری سرکار سے سامان لے کر عرب میں گیا تھا اور اُسے دوگنی قیمت پر فروخت کر کے وہ رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مستحق لوگوں میں تقسیم کی تھی ؛ اس مرتبہ بھی وہی ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کا سامان گجرات کے کارکنوں سے لے کر روانہ ہو ۔ چیزوں کو دوگنی قیمت پر فروخت کر کے ایک لاکھ روپے شریف مکہ کے سپرد کرے ۔ باقی رقم مکہ معظمہ اور مدینہ مکرمہ کے باشندوں ، فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دے ۔ کمال قدردانی کے بطور سید احمد سعید کا روزینہ موقوف کر کے پانچ سو ذات کے منصب پر سرفراز

فرمایا ۔ بارہ ہزار روپے انعام دے کر ۲۳ محرم (۱۸ فروری ۱۶۴۸ء) کو رخصت کیا ۔

بتاریخ یکم صفر (۲۶ فروری ۱۶۴۸ء) شاہزادہ شجاع کو خلعت خاصہ مع نادری ، طرۂ مرصّع ، ایک لعل اور دو موتیوں کا سرپیچ نیز ہیروں سے مرصّع تکیہ عطا فرما کر سرفراز کیا ۔ ان میں سے ہر چیز کا مول ایک لاکھ روپے تھا ۔ سو گھوڑے بھی مرحمت کیے : ایک کا زین مرصّع ، دوسرے کا طلائی ۔ بنگالے کی صوبے داری پر روانہ فرمایا ، شاہزادے کے بڑے فرزند سلطان زین الدین کو جیغہ مرصّع اور موتیوں کی مالا اور طلائی مینا کار زین والا گھوڑا عطا ہوا ۔ دوسرے بیٹے سلطان بلند اختر کو جیغہ مرصع اور موتیوں کی مالا عنایت کر کے پدر والا جاہ کے ہمراہ رخصت کیا ۔ میر صمصام الدولہ ولد مرتضٰی خاں ابن میر جمال الدین حسین انجو کو شاہزادے کی دیوانی پر اور قاضی طاہر آصف خانی کو خان سامانی پر مامور کر کے چلتے وقت گھوڑا اور خلعت عنایت فرمایا ۔

۱۸ صفر (۱۴ مارچ ۱۶۴۸ء) کو راج کنور جو رانا جگت سنگھ کا جانشین بیٹا ہے ، فتح بلخ و بدخشاں کی تہنیت دینے کے واسطے حاضر ہوا اور کورنش کی سعادت حاصل کی ۔ رانا کی عرضداشت اور پیشکش نظر عالی سے گزاری ۔ آپ نے خلعت نیز موتیوں اور لعلوں کی مالا عنایت کر کے سرفراز کیا ۔ خبر ملی کہ ذوالقدر خاں قلعدار غزنی اور ناظم بنگشات نے ملک عدم کی راہ لی ۔ حضرت نے اس کی جگہ زین خاں کے پوتے سعادت خاں کو یہ عہدے عطا فرمائے ۔ راجا جسونت سنگھ کو ترقی دے کر پنج ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز کیا ۔ خواجہ عیسٰی اور خواجہ موسٰی پسران خواجہ طیب بلخ سے کابل اور وہاں سے باپ کے ہمراہ درگاہ والا میں حاضر ہوئے تھے ، خلعت اور دس ہزار روپے کے انعام سے کامیاب ہوئے ۔

انھی دنوں جب کہ زمین و آسمان میں مسرت و شادمانی کا غلغلہ بلند تھا ، ۲۵ صفر (۲۱ مارچ ۱۶۴۸ء) کو آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ موسم بہار کے فیض سے صحرا سبزہ و گل سے آراستہ ہو گیا ۔ شاہ

عالم پناہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرما کر اقبال و کامرانی کی داد دی ۔ امرائے نامدار اور منصب داروں کے منصب میں اضافے ہوئے ۔ پہلے راجا جسونت سنگھ کے منصب میں پانچ سو سوار دواسپہ سہ اسپہ کا اضافہ کیا ۔ ملک دکن کے انتظام کی خاطر شاہزادہ مراد کو کشمیر سے طلب فرمایا ۔ امیرالامرا کے داماد حسین بیگ کو خانی کا خطاب دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ علم ، ہاتھی ، گھوڑا اور کشمیر کی صوبے داری سے سرفراز کیا ۔ معتمد خاں کو خلعت اور دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ حسین بیگ کی جگہ آختہ بیگی کی خدمت سپرد فرمائی ۔ عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ کے سالے خواجہ عنایت اللہ کو میر توزک مقرر کیا ۔ بہادر خاں نے بلخ کی مہم میں بہت جاں فشانی اور کارگزاری دکھائی تھی ، لیکن بعض لوگوں نے حضرت کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ اس نے نذر محمد خاں کے تعاقب سے نیز جب سعید خاں ازبکوں کے نرغے میں آ گیا تھا تو اس کی کمک سے پہلوتہی کی تھی ۔ غرض حکم دیا کہ کالپی اور قنوج کی سرکاریں جن کا پورا مالیہ بحیثیت جاگیر اُسے ملتا تھا ، اُس کے تصرف سے نکال کر خالصۂ شاہی میں داخل کی جائیں کہ اس نے سرکاری مطالبے کے تیس لاکھ روپے ادا نہیں کیے ۔ بہادر خاں کے بھائی جلال کو ہزاری ذات و سوار کے منصب پر ترقی دے کر اور خلعت عطا کر کے نیز دلیر خاں کا خطاب اور ہاتھی عنایت فرما کر کالپی اور قنوج کا فوجدار مقرر کیا ۔ الغرض بہادر خاں کو ہر طرح نہایت آزردہ فرمایا ۔

اسی تاریخ پر درشن کے وقت جب ساری رعایا سلام کے لیے آئی ہوئی تھی ، ایک مست ہاتھی نے راجا مدن سنگھ بھدوریہ پر حملہ کر کے اُس کے ایک رفیق کو سونڈ سے گرا دیا اور دانت ٹیک کر دبا لیا ۔ راجا نے جوش شجاعت میں پوری قوت کے ساتھ ہاتھی پر جمدھر کا وار کیا اور بان چرخی وغیرہ چھوڑ کر اپنی اور اس کی جان بچائی ۔ راجگی کی پیشکش میں دو لاکھ روپے دیے تھے ، حضرت نے اُن میں سے پچاس ہزار روپے بطور انعام راجا کو عنایت کیے ۔ حکم ہوا کہ شاہزادۂ والا گہر سلطان اورنگ زیب بہادر جو بلخ کی مہم سے واپس ہو کر حسب الحکم دریائے جہلم کے کنارے

ٹھہرے ہوئے ہیں ، وہیں سے ملتان کی صوبے داری پر روانہ ہو جائیں ۔ وہی علاقہ اُن کی جاگیر ہے ۔ تنخواہ کا تیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر سے پورا نہ ہو تو باقی رقم ملتان کے خزانے سے لے لیا کریں ۔ دارالخلافت دہلی میں داخل ہونے کی ساعت (جو نجومیوں نے تجویز کی تھی) قریب آ رہی تھی لہٰذا ۱۲ ربیع الاول ، ۱۸ فروردین مطابق ۸ مارچ ۱۶۴۸ء پیر کے دن آگرے سے دہلی کو روانہ ہوئے ۔ رانا کے فرزند راج کنور کو خلعت ، ہاتھی اور طلائی و مینا کار زین والے دو گھوڑے دے کر رخصت فرمایا ۔ محمد ابراہیم اور ذوالفقار خاں کو بھی رخصت کیا ۔ از راہ عنایت شاہی علم ذوالفقار خاں کے ہاتھ روانہ کیا ۔

شاہجہان آباد کے عالی شان قلعے ، نفیس عمارتوں ، شہر کی آبادی اور نہر جاری ہونے کا بیان

پروردگار عالم کی حکمت کاملہ اپنے بندوں کی فلاح و بہبود کے لیے کسی بادشاہی خاندان کو دوسرے خاندانوں پر فوقیت عطا کرتی ہے تو اُس خانوادے کے بادشاہوں کو دوسرے فرماں رواؤں کی نسبت زیادہ جاہ و جلال عنایت فرماتی ہے ۔ اگرچہ انتظام عالم کے لیے ظاہری ساز و سامان چنداں ضروری نہیں لیکن مستحسن ہے اور خدائے تعالیٰ یہ سامان مہیّا کر دیتا ہے ۔ بالخصوص جب اُس خانوادے کی شان و شوکت میں ترقی منظور ہو تو خدائے پاک کا قدیمی دستور یہی ہے کہ ایسے موقعوں پر شاہانہ تجمّل اور جاہ و جلال کا سامان ضرورت سے زیادہ عطا کرتا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ اسباب تجمّل سے فرماں رواؤں اور تاجداروں کی شان دوبالا ہو جاتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اُن کا دبدبہ بیٹھتا ہے اور اُن کے احکام کی تعمیل ہوتی ہے کیونکہ سلطنت کے انتظام اور پروردگار عالم کے فرماں کی اطاعت اسی بات پر منحصر ہے ۔ عقل کا بھی یہی تقاضا ہے اور ثبوت بھی موجود ہے کہ بموجب روایات حضرت سلیمان علیہ السلام دربار عام میں جس تخت پر جلوس فرماتے تھے وہ سونے کا تھا ۔ جواہرات جڑے

ہوئے تھے اور اُس سے شاہانہ شان ٹپکتی تھی - چاروں پایوں اور پہلوؤں پر شیروں، چیتوں، ہاتھیوں وغیرہ ہیبت ناک جانوروں کی صورتیں بنائی گئی تھیں جو کسی سائنسی اصول کے مطابق ذرا سے اشارے میں حرکت کرنے لگتے اور اُن سے خوفناک آوازیں نکلنے لگتیں - تخت کی چھت پر سونے چاندی کے عظیم الجثہ پرندے بنے ہوئے تھے جو اشارہ کرتے ہی پر ہلانے لگتے اور خوشبودار چیزیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر مبارک پر بکھیرتے۔ یہ حالت دیکھ کر مجرموں اور خیانت کاروں پر ہیبت طاری ہو جاتی اور وہ سچ بولنے لگتے -

اس مقدّمے کے بموجب ظاہر ہے کہ پروردگارِ عالم جس نے خاندانِ مغلیہ کو دوسرے بادشاہی خانوادوں پر فضیلت عطا کی ہے، اُس نے ان سلاطینِ ذی شان کو جاہ و جلال، دولت و حشمت، وسعتِ ملک وغیرہ میں بھی ایسا امتیاز بخشا ہے کہ دوسرے فرماں رواؤں کو اُس کا عُشرِ عشیر بھی میسّر نہیں - یہی وجہ ہے کہ ہفت اقالیم کے باشندے اس درگاہِ والا شان کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بارگاہِ الٰہی کا نمونہ ہے - نیک و بد، مومن و کافر سب اس سرکار سے حصّہ پاتے اور حاجتیں حاصل کرتے ہیں - سبھوں کو شاہی خزانے سے روزی ملتی ہے - اسی لیے شاہانہ جاہ و جلال کا سامان بھی حضرت شاہجہاں صاحبقرانِ ثانی کو اسی نسبت سے عطا فرمایا ہے - سلطنت کے دونوں مرکز یعنی شہر لاہور اور آگرہ میں ملکوں ملکوں کے باشندے آ آ کر اپنی آرزوئیں اور مُرادیں حاصل کرتے ہیں - حضرت کے فیض بخش ہاتھوں کی طرح یہ دونوں وسیع شہر بھی مرکزِ فیض ہیں - جامعّیت، کثرتِ آبادی، عالی شان عمارتوں اور ہجوم خلقت کے اعتبار سے ان دونوں بستیوں کا یہ حال ہے کہ تہذیب و تمدّن کے تمام لوازم یہاں بہ افراط دستیاب ہوتے ہیں - اگر یوں کہیے کہ مصر و شام کی سی رونق، رومۃالکبریٰ کی سی عظمت اور قسطنطنیہ جیسی سوکت یہاں کے ایک ایک گلی کوچے میں جلوہ گر ہے، تو کچھ مبالغہ نہیں -

اس رونق و آبادی کے باوجود دونوں شہروں میں کچھ نقص بھی ہیں، یعنی آگرہ میں جو دریائے جمنا کے کنارے آباد ہے، نشیب و فراز

بہت زیادہ ہیں ۔ شہر ناہموار ہے ۔ آبادی کہیں اونچی ہے کہیں نیچی ۔ یہی حال لاہور کا سمجھیے ۔ چونکہ باقاعدہ ایک مرتبہ آباد نہیں ہوا بلکہ وقتاً فوقتاً بستا رہا لہٰذا شہر کی وضع نامرغوب ہے ۔ علاوہ ازیں دونوں بستیوں کے قلعے مختصر ہیں ۔ شاہی محل ، دربار ، کارخانے سب اُنھی میں ہیں ، اس لیے اُن کی فضا تنگ ہے ۔ دونوں جگہ جلوخانے نہیں بنے جو دربارِ عام کے لیے نہایت ضروری ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی لشکرِ بادشاہی کے سردار ، منصب دار اور عہدے دار سلام کے لیے حاضر ہوتے ہیں تو آدمیوں اور ہاتھی گھوڑوں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی ۔ عیدوں اور جشنوں کے موقعوں پر کمزور آدمی پس پس جاتے ہیں ۔ علاوہ ازیں گلی کوچوں بازاروں اور سڑکوں کی تنگی کے باعث وہ بھیڑ بھاڑ رہتی ہے کہ آنے جانے والے سخت تکلیف پاتے ہیں ۔

ان باتوں کے پیشِ نظر بادشاہ سلامت نے سوچا کہ جس طرح اللہ کی خلقت ہمارے سایۂ عاطفت میں امن و امان سے آباد ہے اور ہماری نیک نیتی کی برکت سے ہر شخص اطمینان سے روزی حاصل کرتا اور زندگی گزارتا ہے ، اسی طرح قلعے میں آمد و رفت اور دربار میں حاضری کے موقع پر بھی کسی شخص کو زحمت نہیں ہونی چاہیے ۔ بہتر ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق عمارت بنا کر لطفِ زندگی حاصل کرے ۔ یہ سوچ کر اس شاہِ کشور کشا ، فرماں روائے عالم نے حکم دیا کہ شاہی انجینئر لاہور اور آگرے کے درمیان کوئی ایسا قطعۂ اراضی انتخاب کریں جس کی سطح ہموار ، آب و ہوا معتدل اور وضع دلپسند ہو ۔ پھر کاریگر معمار وہاں دلفریب نشیمن اور عالی شان عمارتیں تیار کریں ۔ اس حکم کی تعمیل میں شاہی معماروں اور مہندسوں نے دریائے جمنا کے کنارے دارالملک دہلی کے قریب ، نور گڑھ[1] سے متصل ایک میدان انتخاب کیا جو دریا کے

۱۔ وہی جگہ جسے اب بھی سلیم گڑھ کہتے ہیں ۔ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ قلعہ جس کی فصیل کے ٹوٹے پھوٹے حصے اب بھی باقی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کنارے بہشت بریں کا نمونہ معلوم ہوتا تھا ۔ یہاں کی آب و ہوا فرحت بخش ، روح افزا اور دلکشا ثابت ہوئی ۔ ہوا ایسی معتدل کہ سالہا سال کے بیمار شفایاب ہو جائیں ، بوڑھوں میں شباب کی سی چستی پیدا ہو جائے بلکہ مُردوں میں زندگی کے آثار نمودار ہوں ۔ اس میدان کو ہر طرح موزوں و مناسب پا کر حضرت ظل سبحانی کی خدمت میں سب حالات بیان کر دیے ۔

بادشاہ سلامت نے جو دلوں کی تعمیر اور طبیعتوں کی تفریح کے ساتھ ساتھ عمارتیں بنوانے کے بے حد مشتاق ہیں ، بارھویں سال جلوس میں بتاریخ ۹ اُردی بہشت ۲۵ ذی‌الحجہ ۱۰۴۸ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۶۳۹ء جمعرات جمعے کی درمیانی شب میں پانچ گھنٹے رات گزرنے کے بعد مبارک ساعت میں حکم دیا کہ معماران ہنرمند کے پیشوا احمد معمار کی نگرانی اور غیرت خاں صوبہ دار دہلی کے اہتمام میں اُن عمارتوں کی بنیادیں کھودی جائیں جن کا نظیر روئے زمین پر نظر نہ آئے ۔ پھر حضرت کے حسب الحکم ۹ محرم ۱۰۴۹ھ ، ۲۳ اُردی بہشت مطابق ۱۲ مئی ۱۶۳۹ء جمعرات جمعے کی درمیانی شب میں ۵ گھنٹے ۱۲ منٹ گزرنے پر اس پاکیزہ سرزمین میں جسے خال روئے عالم بلکہ رشک باغ ارم کہیے ، عمارتوں کی بنیادیں رکھی گئیں ۔ دور دور کے شہروں سے ماہر فن اور کاریگر سنگتراش ، مُنبت کار ، پرچین کار ، بڑھئی ، لوہار ، معمار وغیرہ آ آ کر کام میں مشغول ہو گئے ۔ تمام اہل فن جنھیں اپنے اپنے کام میں یکتائی کا دعویٰ تھا ، جاں فشانی کے ساتھ مصروف کار ہو گئے ۔ انھی محنت کی اور ایسا عمدہ کام

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

ہیں ۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کننگھام کی آرکیولوجیکل رپورٹ ، ص ۲۲۳ ۔ نورالدین جہانگیر نے ۱۰۳۱ھ (۱۶۲۲ء) میں یہاں بعض تعمیریں کیں تب سے نور گڑھ کہلانے لگا لیکن اس نام نے رواج نہ پایا ۔ رجوع کیجیے واقعات دارالحکومت ، ج ۲ ، ص ۱۰۰ ۔

کیا کہ اُن کی صنعت کے سامنے مرقع ارژنگ اور نگار خانۂ چین نقش برآب کی طرح بے رونق معلوم ہونے لگے ۔

فیروز شاہ تغلق نے اپنے عہدِ حکومت میں ایک نہر لگوائی تھی جو پرگنۂ خضر آباد سے سفیدوں تک آئی تھی کہ سرکاری شکار گاہ تھی ۔ اس کی لمبائی تیس کوس تھی ۔ اُس کے انتقال کے بعد زمانہ گزرتا گیا اور نہر اٹتی رہی یہاں تک کہ بند ہو گئی ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں شہاب الدین خاں صوبہ دار دہلی نے اُس کی مرمت کروا کر دوبارہ جاری کر دیا ۔ اُس کے مرنے کے بعد کسی نے توجہ نہ کی ۔ اب حضرت نے حکم دیا کہ اس نہر کو دوبارہ جاری کیا جائے ۔ منبع سے لے کر دہلی تک نشیب و فراز کو ہموار اور نہر کے کناروں کو مستحکم کرکے سفیدوں تک لائیں کہ تیس کوس کا قدیمی فاصلہ ہے ۔ سفیدوں سے نئی نہر کھود کر شاہجہاں آباد کی عمارتوں تک لائیں ۔ غرض عمارتوں اور نہر کا کام جاری رہا ۔ ۱۵ جمادی الاول ۱۰۴۹ھ تک یعنی چار ماہ اور دو روز تک غیرت خاں نے اپنی صوبے داری کے زمانے میں بڑی کوشش سے کام کروایا ۔ بنیادیں کھدیں ، مسالا جمع ہوا بلکہ کہیں کہیں بنیادیں بھری بھی گئیں ۔ پھر غیرت خاں ٹھٹھہ کی صوبے داری پر مامور ہوا ۔ اس کی جگہ دہلی کی صوبے داری اللہ ویردی خاں کو ملی ۔ اُس کے زمانے میں یعنی دو سال ڈیڑھ ماہ کی مدت میں یہ کام ہوا کہ دریائے جمنا کی طرف قلعے کی دیوار بارہ گز اونچی تیار ہو گئی ۔ اُس کے بعد دہلی کی صوبے داری اور عمارات کا اہتمام مکرمت خاں کے سپرد ہوا ۔ اُس کی تاکید اور کوششوں سے بیسویں سال جلوس میں یہ تمام عمارتیں مکمل ہو گئیں ۔ حضرت کی سواری کابل میں تھی جو یہ خوشخبری وہاں پہنچی ۔ فوراً حکم فرمایا کہ ہوشمند دقیقہ سنج نجومی کوئی مبارک ساعت تجویز کرکے عرض کریں تاکہ ماہدولت اس شبھ گھڑی میں قلعۂ دہلی میں رونق افروز ہوں جس کا ثانی روئے زمین پر نہیں ہے ۔ منجموں نے خوب غور و خوض کے بعد گزارش کی کہ اس مقصد کے لیے ۲۰ فروردین ۲۴ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ (۱۸ اپریل ۱۶۴۸ء) نہایت مبارک تاریخ ہے کہ زہرہ و مشتری کی نظر اس روز سیدھی ہے ۔

چونکہ وقت میں کافی گنجائش تھی لہٰذا حضرت کابل سے آکر تشریف لائے ، وہاں سے ۱۲ ربیع الاول (۶ اپریل ۱۶۴۸ء) کو دہلی کی طرف روانہ ہوئے ۔

دارالخلافت شاہجہان آباد کے قلعے اور عمارتوں کا حال

قلعۂ دہلی کی وسعت ، کائنات کے پھیلاؤ کی طرح لامحدود ہے اور بلندی ، آسمانوں کو خجل کرتی ہے ۔ زبانِ قلم اور صفحۂ قرطاس میں اتنی استطاعت نہیں کہ اُس کی تعریف لکھی جا سکے ۔ اس کی برکت سے زمین کا رتبہ آسمان کے برابر ہو گیا ہے ۔ قلعے کے برج آسمانی بُرجوں کی طرح نہایت عالی شان ہیں ۔ دیواروں کے نیچے تین طرف دریائے جمنا موجیں مارتا ہے ۔ فرطِ صفا کے سبب فصیلیں آئینے کی طرح چمکتی ہیں ۔ اُن کی بلندی زبان زدِ خاص و عام ہے ۔ اشعار (ترجمہ) :

قلعے کی بنیاد اتنی مستحکم ہے کہ اُسے کشتی آسمان کا لنگر کہنا زیبا ہوگا ۔ اس کی بدولت دنیا کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ خوبیاں سمجھنے کے لیے غور و خوض کی ضرورت ہے ۔ زمانۂ کہن سال اس قلعے کو نہایت عزیز رکھتا ہے جس طرح بوڑھا اپنے اکلوتے بیٹے کو ۔ رفعت و عظمت کے سبب آسمان کے برابر ہے جس میں حضرت شاہجہاں کی حیثیت آفتاب جیسی سمجھیے ۔ یہ تاجدار سخاوت و بخشش کے معاملے میں بحرِ کرم ہے ۔ عادل اور فرشتہ سیرت ہونے کے علاوہ علم و دانش میں افلاطون کا اور جاہ و جلال میں سلیمان[۴] کا ہمسر ہے ۔

تکلّف برطرف ، جب سے دنیا آباد ہوئی ہے ، اس شان کا قلعہ تعمیر نہیں ہوا ۔ بلندی کا یہ حال کہ کیواں اس کے سامنے پست ، خندق کی گہرائی کا یہ عالم کہ عقل کام نہیں کرتی ۔ اس ٹھاٹھ کی عمارت کبھی کسی بادشاہ کے خواب و خیال میں بھی نہ گزری ہوگی ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

روز قیامت تک کوئی تاجدار اس قسم کا قلعہ تیار نہیں کروا سکتا ۔ اگر بالفرض کوئی شاہِ ذیجاہ تقدیر کی یاوری؟ سے دولت و اقتدار کی معراج تک پہنچ جائے اور زمین سے آسمان تک عالی شان عمارتیں بنوا لے ، تب بھی عمارت سازی کا یہ سلیقہ جو حضرت کو جدّتِ فہم ، کثرتِ فراست اور ذوقِ سلیم کی بدولت حاصل ہے ، کسی اور کو کہاں میسّر آ سکتا ہے ۔ اسی سلیقہ مندی کے ذریعے حضرت نے نہایت عالی شان نشیمن ، پاکیزہ عمارتیں اور دلفریب باغ تعمیر کروائے ہیں جن کے درمیان سے نتھرے ہوئے پانی کی نہریں گزر رہی ہیں ۔ ہر قسم کے درخت لگوائے ہیں ۔ ان معاملات میں وہ وہ قواعد و ضوابط اور شاہانہ ایجادیں اس بادشاہ سے ظہور پذیر ہوئیں کہ دنیا کے کسی تاجدار کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں ۔ یہ بات ممکن ہی نہیں کیونکہ قسام ازل نے یہ سلیقہ ، ایجاد و اختراع کا مادہ اور ہُنر مندی صرف حضرت کے لیے مخصوص کر دی ہے ۔ غرض آپ کے طفیل تہذیب و تمدن کی تمام چیزیں جن سے اہلِ عالم کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے ، آج موجود ہیں ۔ حضرت نے اپنی طبعِ خداداد سے فنِ تعمیر میں ایسے ایسے تصرّفات کیے ہیں کہ دوسروں کو اس کی ہوا تک نہیں لگی ۔ اس معاملے میں آپ نے وہ وہ جدّتیں کی ہیں کہ اُن پر مزید اضافہ امکان سے باہر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہدِ حکومت میں سرزمین ہند رشکِ فردوس بن گئی ہے ۔ ذی فہم حضرات جانتے ہیں کہ ایسے ذہین اور جدّت کار اشخاص ہزاروں سال بعد پیدا ہوتے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت جیسا بلند فطرت بادشاہ نہ آج تک پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا !

لال قلعے کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ آٹھ سال کی مدت میں انتہائی محنت و کوشش کے بعد تیار ہوا ہے ۔ اب تک پچاس لاکھ روپے اس کی تعمیر میں اور اتنی ہی رقم اس کے محلوں ، نشیمنوں اور دیوانِ عام و دیوانِ خاص وغیرہ کی تیاری میں خرچ ہو چکی ہے ۔ قلعے کے چار دروازے ، دو کھڑکیاں اور اکیس برج ہیں ۔ ان میں سے سات گول ہیں اور چودہ ہشت پہلو ۔ فصیل جس کی وضع بغدادی مثمن کی ہے ، ہزار گز لمبی ، چھ سو گز چوڑی اور زمین سے کنگروں تک ۲۵ گز اونچی ہے ۔ فصیل ، برج

صنعتیں برتی گئی ہیں کہ آفتاب ہر صبح آ کر رونمائی دیتا ہے ۔ صفا و پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ چشمۂ حیوان بلکہ کوثر و تسنیم اُن کی گرد کو نہیں پہنچتے ۔ ان پاکیزہ ایوانوں اور دالانوں سے ملی ہوئی ''غسل خانہ'' کی وسیع عمارت ہے جو نہایت زیب و زینت سے تیار ہوئی ہے ۔ اُس کے نزدیک وہ صاف ستھرا حمام ہے جسے دیکھ کر دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ آفرینش عالم سے اب تک ان دو عمارتوں کا جواب کہیں نظر نہیں آیا ۔ میری بھی یہی رائے ہے بلکہ سچ پوچھیے تو فردوس بریں اور عرش اعظم کی رائے بھی یہی ہے ۔ ''غسلخانہ'' کی سنہری چھت پر روم و فرنگ کے انداز کی بیلیں ہیں جو باہم گرہ کھائی ہوئی ہیں ۔ دیواروں پر سادہ نقش و نگار کے بجائے وہ کاریگری کی گئی ہے کہ مانی و بہزاد بھی دیکھتے تو نقش دیوار ہو کر رہ جاتے ۔ اس کی تعمیر پر نو لاکھ روپے اُٹھے ہیں ۔ حمام کی دیواروں کے بالائی حصے پر اس نزاکت و لطافت سے پرچین کاری ہوئی ہے کہ زمانۂ قدیم کے نقاش اگر اُسے دیکھ پاتے تو بادشاہی ہنرمندوں کے سامنے آ کر کان پکڑتے اور موقلم پھینک دیتے ۔ سخنورِ نازک خیال ابو طالب کلیم نے اس سلسلے میں کیا خوب کہا ہے ۔ اشعار (ترجمہ) :

نہایت عالی شان عمارت ہے جو آفتاب کی طرح جانی پہچانی ہے ۔ اُس کی صفا و پاکیزگی سے آسمان منور اور زمانہ روشن ہے ۔ اگر آئینے میں اس عمارت کا عکس پڑ جائے تو آئینہ پھر کسی حسین کا منہ نہ دیکھے ۔ اس کے فراق میں زمین بچھی جاتی ہے اور آسمان اپنا سر دھنتا ہے ۔ موقلم سے ایسے نقش بنائے گئے ہیں کہ گلشنِ کشمیر شرمندہ ہو گیا ۔ شفق کی سرخی اور ستاروں کی تابندگی اس عمارت میں صرف ہو گئی ۔ آسمان نے بھی اپنا تمام لاجورد (نیل) اسی پر صرف کر دیا ۔ روم اور چین تک اس کی شہرت ہے ۔ بادشاہ کی عمارت ایسی ہی ہونی چاہیے ۔ بادشاہ بھی وہ جو عادل ، کشور کشا اور ثانی صاحبقراں ہے ۔ آسمان

اُس کی شمع محفل کا گل ہے جو دود شمع سے اپنا چہرہ
آراستہ کرتا ہے ۔

باغِ حیات بخش جنت کے باغوں کا نمونہ ہے ۔ اس کی کشادہ روشیں ، سرسبز و شاداب درخت ، لالہ و گل کی رونق اور ایوانوں کی دلفریبی کا یہ عالم ہے کہ باغِ بہشت نظر سے گر جاتا ہے ۔ نہروں کا پانی ہر طرف پڑا بہتا ہے ۔ جابجا چشمے ہیں جن کے سامنے چشمۂ حیواں کو ہیچ سمجھیے ۔ راقم نے پہلے بھی اس کا کچھ حال لکھا تھا لیکن زبانِ قلم تھک گئی اور الفاظ کوتاہی کر کے رہ گئے ۔ اب بھی یہی کیفیت ہے تاہم بطور اختصار دو چار جملے لکھنا مناسب ہے ۔ نہایت خوش وضع بوستاں ہے جس کا سبزہ لہلہا کر پھولوں کا منہ چومتا ہے ۔ پتہ پتہ اتنا شاداب کہ مخمل کی نرمی اُس کے آگے خجل ۔ سبزۂ نورستہ کی طراوت نوجوانوں کے سبزۂ خط کو یاد دلاتی ہے ۔ یا یوں سمجھیے کہ صفحۂ قرطاس پر کسی ماہر خوشنویس نے خطِ غبار میں عبارت تحریر کر دی ہے ۔ باغ میں اس سرے سے اس سرے تک پھولوں سے لدے ہوئے درخت سر جوڑے کھڑے ہیں جو کثرت گل کے سبب گلدستہ معلوم ہوتے ہیں ۔ ہر چمن میں سنبل کے پودے اس طرح زلفیں بکھیرے ہوئے ہیں کہ نازنینان نازک بدن کی اُلجھی ہوئی زلفیں نظر میں پھر جاتی ہیں ۔ اونچے اونچے پھل‌دار درخت شانے سے شانہ ملا کر یوں کھڑے ہوئے ہیں کہ آسمان نظر نہیں آتا ۔ سیر کرنے والے گھنٹوں یہاں پھرتے ہیں لیکن جی نہیں بھرتا ۔ دل چاہتا ہے کہ قیامت تک یہیں رہ جائیے ۔ کیوں نہ ہو ، سیاحوں نے سیکڑوں ملکوں کی سیر کی لیکن ایسا خوش وضع باغ ، سبزۂ شاداب ، گھنے اور تناور درخت ، سبزہ و گل کے درمیان بہنے والی کوثر و تسنیم جیسی نہریں ، غرض یہ بےنظیر مناظر کہیں نظر نہ آئے ۔ حضرت صاحبقرانِ ثانی کی طبعِ خداداد اور حسنِ نیت کی برکت سے یہ باغ اتنا دلفریب ہے کہ تصور نہیں ہو سکتا ۔ سیاح گواہی دیتے ہیں کہ ایسا خوش منظر باغ روئے زمین پر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا ۔ اشعار (آزاد ترجمہ)

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
پڑی آبجو ہر طرف کو بہے
کریں قمریاں سرو پر چہچہے
گلوں کا لبِ نہر پر جھومنا
اُسی اپنے عالم میں منہ چومنا
وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر
نشے کا سا عالم گلستان پر
صدا قرقروں کی بطوں کا وہ شور
درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور

اس باغ کا جو قدرتِ خدا کا بہترین نمونہ ہے ۔ ایک وصف یہ ہے کہ ہر جگہ چھوٹی چھوٹی نہریں بہتی ہیں ، آبشاروں کی صدا آتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے باغ بہشت کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ جابجا حوض اور تالاب ہیں جنھیں دیکھ کر کوثر و تسنیم پانی پانی ہو جائیں ۔ بالخصوص ساٹھ گز مربع وسطی حوض جو چشمۂ آفتاب سے زیادہ پرنور ہے ، اُسے دیکھیے تو قدرت پروردگار نظر آتی ہے ۔ چاروں طرف رنگ رنگ کے پھول کھلے ہیں جن کا عکس پانی میں پڑ کر نگار خانۂ چین کو شرماتا ہے ۔ صاف ستھرا پانی ذائقے میں اتنا شیریں کہ دجلہ و فرات آ آ کر اس سے زکٰوۃ کے طالب ہوتے ہیں ۔ نتھرا ہوا پانی آب حیواں سے زیادہ پاکیزہ ۔ حوض کے اندر چاندی کے ۴۹ فوارے ہیں جن کا پانی اچھل اچھل کر سحاب رحمت کی طرح موتی لٹاتا ہے ۔ دیکھنے والے کی عقل حیران رہ جاتی ہے ۔ حوض کے گردا گرد ایک سو بارہ فوارے اور ہیں جو حوض پر جھکے ہوئے ہیں ۔ اُن کا پانی اچھل کر خمدار دھار سے حوض میں گرتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سیکڑوں ہلال ہیں جو چشمۂ آفتاب پر جھک رہے ہیں ۔ باغ کے چاروں ضلعوں پر سرخ پتھر کی بیس بیس گز چوڑی روشیں ہیں جن کے پہلو میں چھ گز چوڑی صاف شفاف نہر جاری ہے ۔ اس میں بھی تیس فوارے ہیں جن کا پانی اچھل اچھل کر موتی برساتا ہے ۔ نہر کی

آب و تاب کی یہ کیفیت کہ کہکشاں اس سے کسب نور کرتی ہے - ہر شخص اسے دیکھ کر محو حیرت رہ جاتا ہے - اس فردوس منظر باغ کے دائیں بائیں بازوؤں میں دلفریب عمارتیں اس خوشنمائی کی ہیں کہ انہیں دیکھ کر بلقیس کا تخت اور سلیمان علیہ السلام کا سریر باد آتا ہے - اتنی خوش وضع و دلکش ہیں کہ روئے زمین پر جواب نہیں - ان کے برابر سے نہروں کا پانی یوں بہتا ہے جیسے جبرئیل امین کے لبوں سے چشمۂ زندگی جاری ہو - دونوں عمارتوں کے درمیان حوض ہیں جن کے پانی کو دیکھ دیکھ کر چشمۂ حیواں دست افسوس ملتا ہے - حوضوں کا پانی چبوتروں کے اوپر سے بہہ کر آبشار کی صورت میں ڈیڑھ گز نیچے گرتا ہے - یہاں طاقوں میں دن کے وقت طلائی پھولوں سے بھرے ہوئے گلدان اور رات کو کافوری شمعیں روشن رہتی ہیں - پانی کی چادر میں سے ان گلدانوں کا سنہرا رنگ اور شمعوں کی روشنی پھوٹ پھوٹ کر یوں نکلتے ہیں کہ نظر کام نہیں کرتی - دیکھنے والے ٹھٹک کر کھڑے ہو جاتے ہیں - چمک دمک کا یہ حال ہوتا ہے کہ دانا اور نادان سب بے خود ہو کر رہ جاتے ہیں - نظم (ترجمہ) :

آبشار کا پانی اور شمعوں کی چمک دیکھنے کے بعد نگاہ یہ
چاہتی ہے کہ آنکھ میں نہ جائے بلکہ وہیں جم جائے -
اس کی آب و تاب دیکھ کر آفتاب کی آنکھ روشن ہوتی
ہے - آئینے پر عکس پڑ جائے تو سورج کی مانند چمکنے
لگے - پانی کی صفائی کے سبب تہ کی چیزیں صاف نظر
آتی ہیں - شیشے بلکہ حباب کی طرح شفاف ہے -

مشرق کی طرف چھبیس گز چوڑا باغیچہ ہے جو فصیل کے طول تک پھیلا ہوا ہے - اس کی دیواریں ڈیڑھ گز اونچی ہیں - اس میں عین لب دریا تین عمارتیں ہیں جو صاف و شفاف سنگ مرمر کی بنی ہیں - ان کی صباحت صبح کی سفیدی کو شرماتی ہے - یہاں کی فضا اتنی پاکیزہ و لطیف ہے اور یہ عمارتیں ایسی خوش وضع ہیں کہ دیکھنے والے فریفتہ ہو جاتے ہیں - سنگ مرمر کی دیواریں اور چھتیں آئینے کی طرح چمکدار اور سیم بر معشوقوں کے سینے کی مانند دلفریب ہیں - تینوں عمارتوں کی دیواروں اور چھتوں پر ماہر چابکدست

نقاشوں نے ایسے نزاکت بھرے بیل بوٹے بنائے ہیں اور اس کاریگری اور ہنرمندی سے کام کیا ہے کہ حسینوں کے خال و خط کی خوبصورتی اُن کے آگے ہیچ ہے ۔ نہ زبان کو یہ قدرت ہے نہ قلم کو یہ طاقت کہ ان رنگین ، منقش عمارات کی تعریف کر سکے جو آرائش و زیبائش میں چرخ نیلی فام سے کہیں زیادہ خوشنما ہیں ۔ نظم (ترجمہ) :

ان مکانوں کی دلکشائی کے سامنے بہشت کی رونق ہیچ معلوم ہوتی ہے ۔ در و دیوار پر اتنے خوشنما گل بوٹے نقش ہیں کہ یہاں آ کر دیوار کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مناسب ہے ۔ ان کے تین طرف باغات ہیں ، چوتھی جانب جمنا بڑے لطف سے بہتی ہے ۔ اس کی موجیں حسینوں کی زلفوں کی طرح دلفریب ہیں ۔

دریائے جمنا کی کیا تعریف کی جائے ، پانی اتنا شفاف ہے کہ اس کی لطافت دیکھ کر جیحون اور فرات اشکِ ندامت بہاتے ہیں ۔ پاٹ اتنا چوڑا ہے کہ دریائے نیل اور سندھ اس کے سامنے پانی بھریں ۔ درمیانی عمارت کے وسط میں حوض ہے ۔ گہرائی تو کم ہے لیکن اس کی وضع جو تقریباً مدور ہے کمال خوشنمائی رکھتی ہے ۔ کئی بند ہیں جن کے سوراخوں سے پانی اُچھل کر بہتا ہے ۔ فواروں کا تماشا ایسا دلفریب ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے ۔ حوض کے چاروں حاشیوں پر سے پانی بہہ بہہ کر آبشار کی شکل میں ایک اور حوض میں گرتا ہے جو سنگِ مرمر کی ایک چٹان میں سے سالم تراشا گیا ہے ۔ اس کے حاشیوں پر خوشنما پرچین کاری کی گئی ہے ۔ آبِ رواں اس حوض کو لبالب کرتا ہوا زیریں نہر میں آ ملتا ہے ۔ یہ صاف شفاف حوض سنگِ مرمر کی جس چٹان میں سے تراشا ہے وہ مکرانہ کی کان میں سے نکلی تھی ۔ حضرت کے حسب الحکم اس میں سے چار گز لمبا چار گز چوڑا ڈیرھ گز گہرا حوض تیار کیا گیا جو عجیب و غریب شے ہے ۔ مکرانہ سے دہلی تک سو کوس فاصلہ ہے ۔ سیکڑوں منصوبوں اور حکمتوں سے یہ راستہ طے کرکے اُسے یہاں لا کر نصب کیا ۔ قصر شاہی میں بہت سے حوض ہیں لیکن ان میں یہ بات کہاں ۔ فرہاد فن سنگ تراشوں نے اس خوبی

سے تراشا ہے کہ سالہا سال کی محنت کے بعد بھی اس کی نظیر تیار ہونا ممکن نہیں - دولت خانے کے نشیمنوں اور دوسری عمارتوں میں بھی شاہ نہر (نہرِ بہشت) کے پانی سے حوض اور آبشار لبریز رہتے ہیں - امتیاز محل کا بڑا حوض اور باغ حیات بخش کا حوض بھی خوشنمائی و خوش و ضعی میں شہرۂ آفاق ہیں اور ان کی مکرر تعریف بے محل ہوگی - لیکن دریائے جمنا کے کنارے والی یہ عمارتیں ، حوض اور آبشار اتنے دلکش ہیں کہ انھیں رونق دہر کہنا زیبا ہے - ایسی پاکیزہ ، صاف ستھری ، دلفریب عمارات دنیا میں تو کیا ، بہشت میں بھی نہ ہوں گی - انھیں تمام نشیمنوں پر فوقیت حاصل ہے -

دولت خانے کی سب سے بڑی عمارت امتیاز محل ہے - یہ مکان پچاس گز لمبا چھبیس گز چوڑا ہے - اس کی زیب و زینت ، نقش و نگار کی دلفریبی ، کرسی کی بلندی غرض ہر لحاظ سے اتنا خوشنما ہے کہ بہشت کے غرفے اور قصور اُس کی ہمسری سے قاصر ہیں - گنبد اور کلس جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے ، خوشنمائی میں اضافہ کرتے ہیں - اس میں ایک طرف درشن کا جھروکا ہے جس میں بیٹھ کر حضرت اپنا درشن دیتے اور رعایا کی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں - اس کے نیچے ذرا فاصلے سے جمنا بہتی ہے - دوسری طرف جھروکۂ خاص و عام واقع ہے - اس کی صفات تحریر کرنا امکان سے باہر سمجھ کر بارگاہِ خاص و عام ، چھتے ہوئے بازار اور شہر کی آبادی کا حال لکھتا ہوں -

دیوانِ عام امتیاز محل سے مغرب کی جانب واقع ہے - یہ مکان جو بارگاہِ سلیمان[۴] اور ایوانِ نوشیرواں پر فوقیت رکھتا ہے اور امتیاز محل کے باغیچے سے متصل ہے ، سراسر سنگِ سرخ سے بنا ہے - اس پر سفید سنگِ مہتابی کی سلیں چڑھائی گئی ہیں جنھیں ماہر معماروں نے رگڑ کر ایسا چمکا دیا ہے کہ منہ نظر آتا ہے - دیوانِ عام کی چھت سے ملا ہوا جھروکۂ خاص و عام ہے جہاں اہلِ عالم حاضر ہو کر جبینِ نیاز جھکاتے اور اپنی مرادیں پاتے ہیں - یہ جھروکا چار گز لمبا تین گز چوڑا ہے - بنگلے کی سی وضع ہے جو چار ستونوں پر قائم ہے - بنگلے کے پیچھے سات گز لمبی ڈھائی گز چوڑی نشست گاہ ہے جس میں رنگین پتھروں کی پرچین کاری ہے -

چابک دست نقاشوں نے اس پر ایسے رنگین خوش وضع بیل بوٹے بنائے ہیں کہ آفتاب و مہتاب شرمندہ ہو کر منہ چھپا لیتے ہیں اور دیکھنے والے ان نقش و نگار کو دیکھ کر سیرِ گلزار سے بیزار ہو جاتے ہیں ۔ اس کے تین ضلعوں میں خالص سونے کا جالی دار محجر ہے جو شعاع آفتاب کی طرح جھمجھاتا ہے ۔ صبح سویرے حضرت یہاں آ کر رونق افروز ہوتے ہیں اور اس کا درجہ بیت الشرفِ آفتاب سے بڑھ جاتا ہے ۔ اس کے متصل بارگاہ شاہی ہے جو چالیس عالی شان ستونوں پر قائم ہے ۔ لمبائی میں ۶۷ گز اور چوڑائی میں ۲۴ گز ۔ دیواروں اور چھت پر دلآویز نقش و نگار ہیں جن کے سامنے مانی و بہزاد کی نقاشی نقش برآب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ۔ اس کے تین طرف چاندی کا جالی دار قدِ آدم کٹہرا ہے ۔ ایوان کے سامنے ساٹھ گز چوڑا ۱۰۴ گز لمبا صحن ہے ۔ صحن کے تین طرف سنگِ سرخ کا کٹہرا نہایت آراستہ ہے ۔ اس صحن کے باہر کشادہ اور روشن میدان ہے ۔ طول میں ۲۰۴ گز ، عرض میں ۱۶۰ گز ۔ میدان کے گردا گرد خوشنما خوش وضع دالان ہیں تاکہ بارگاہِ والا میں حاضر ہونے والے بارش اور دھوپ سے محفوظ رہیں ۔ یہاں تین دروازے رکھے گئے ہیں ۔ مغربی دروازہ اس شان و شکوہ کا ہے کہ اس کے سامنے آسمان پست نظر آئے ۔

مغربی دروازے کے باہر جلو خانے کا دو سو گز لمبا ایک سو چالیس گز چوڑا چوک ہے ۔ یہاں خوشنما دالان اور حجرے بنے ہیں ۔ شمال ، جنوب اور مغرب کی طرف اس میں تین دروازے ہیں ۔ قلعے کے شمالی پھاٹک سے جنوبی دروازے تک جو راستہ آیا ہے اس پر دونوں طرف چالیس چالیس گز تک نہایت مضبوط اور دل آویز حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں ۔ انھیں دیکھ کر عقل چکراتی ہے ۔ ان میں شاہی اصطبل اور دوسرے بادشاہی کارخانے ہیں ۔ درمیان میں نہر بہشت جاری ہے ۔ مغرب کی جانب سے قلعے کے صدر دروازے تک بہت خوشنما چھتا ہوا دو منزلہ بازار ہے ۔ یہاں بڑی بھیڑ بھاڑ رہتی ہے ۔ اس کے باوجود نہایت روشن اور پاکیزہ ہے ۔ صفائی اتنی کہ آنکھ میں مبل ہے اس میں نہیں ۔ پہلو بہ پہلو حجرے ایک دوسرے سے متصل ہیں ۔ دکانیں جو چشم و ابرو کی طرح باہم پیوستہ ہیں ، قیمتی سامانوں

سے مالا مال ہیں ۔ تیز نظر دلال اور گاہک پلکوں کی طرح شانہ بہ شانہ آ کر سودا کرتے ہیں ۔ وہ گہما گہمی رہتی ہے کہ دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی ۔ غرض اس شان کا بازار ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں ۔ اس کی زیب و زینت ، رونق اور دلکشی کا بیان ہو کیا ، تصور بھی مشکل ہے ۔ ہندوستان میں اس قسم کے چھپے ہوئے بازار کا وجود تک نہ تھا ۔ حضرت صاحبقران ثانی کی توجہ اور ایجاد و اختراع کی بدولت یہ دلفریب بازار قائم ہوا ۔ اشعار (ترجمہ) :

"مٹی" میں چشمہ" آفتاب کا پانی ملا کر اس عمارت کے لیے گارا تیار کیا گیا ۔ دیکھنے والے اس کا تماشا کر کے یہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی بھینگی آنکھ والوں کی طرح ایک چیز کی دو چیزیں دیکھ سکتے ۔ بہت دل آویز مقام ہے ۔ اس کے حجروں میں عیش و نشاط اس طرح مستقل رہتا ہے جیسے چادر یا قالین میں کسی چیز کی صورت بُن دی جائے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس کے ہر دالان اور حجرے میں بے اندازہ عیش و سرور کس طرح سما گیا ۔ اتنا دلکش ہے کہ ہوا بھی یہاں آ کر آگے نہیں جاتی ۔

بازار سے متصل جو قلعے کا دروازہ ہے نیز اکبر آبادی دروازے پر پورے قد کے عظیم الجثہ ہاتھیوں کے دو دو مجسمے تراشے گئے ہیں ۔ تناسب اعضا اور خوش اندامی کا یہ عالم ہے کہ سنگتراش اور صورتنگر اُس کا تصور تک نہیں کر سکتے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کے فرہاد فن سنگتراش اور مجسمہ ساز اپنے تیشوں سے انسانوں اور حیوانوں کی ایسی مورتیں تراشتے ہیں کہ دوسرے ملکوں کے باکمال اُنھیں دیکھ کر محوِ حیرت رہ جائیں بلکہ آتش رشک میں جلنے لگیں ۔ ان چابک دست کاریگروں نے قلعے کی تیاری ، عمارتوں کی تعمیر اور ہاتھیوں کی صورت تراشنے میں ایسی صنعتیں دکھائی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور سوچتی ہے کہ کیا انسان ایسا کام کر سکتا ہے ! ہر عمارت کے درودیوار ایسے شفاف اور مُجلا ہیں کہ نظر کا پاؤں

پھسلتا ہے ۔ آدمی حیرت کے مارے خود تصویر بن کر رہ جاتا ہے ۔ عقل کہتی ہے کہ فی الواقع یہ کارنامہ انسان کا نہیں بلکہ نقشبند ازل نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے بنا کر زمین پر رکھ دیا ہے ۔ یہ کہنا بھی غلط نہیں کیونکہ مبدأ فیّاض کی ذات تمام صنعتوں اور ایجاد کا سرچشمہ ہے لہٰذا انسان جو شاہکار تیار کر دے اُسے خدا سے نسبت دینا غلط نہ ہوگا ۔ آدمِ خاکی کو ایجاد و اختراع کا مادّہ اسی نے عطا کیا ہے ۔

قلعے کے دائیں بائیں دریائے جمنا کے کنارے شاہزادگانِ والا جاہ اور امرائے نامدار نے نہایت عالی شان خوشنما حویلیاں بنوائی ہیں ۔ ہر حویلی اور محل پر ایک لاکھ سے بیس لاکھ روپے تک خرچ ہوئے ہیں ۔ معمولی سے معمولی مکان پر بھی ہزاروں روپے اُٹھے ہیں ۔ شہر کی رعیّت نے ، خواہ غریب خواہ امیر ، اپنے اپنے حوصلے اور مقدور کے مطابق صاف سُتھرے مکان بنوائے ہیں ۔ ہر حویلی آراستہ پیراستہ ، سامنے وسیع صحن جس میں سیکڑوں پلنگ بچھ سکیں ۔ ہندوؤں کے مکان چھ چھ بلکہ سات سات منزل کے ہیں ۔ سب معمور اور وسیع ۔ اس اعتبار سے اگر دہلی کو چشمِ عالم کی پُتلی کہیے تو بے محل نہیں ۔

لال قلعے کے گردا گرد کتنے ہی باغ اور بستان سرائیں ہیں جنھیں دیکھ کر بغداد کی وہ عمارتیں جو دجلہ کے کنارے کھڑی ہیں ، شرماتی ہیں ۔ دریائے جمنا کے سامنے بصرہ کی نہر جو عجائبات روزگار میں ہے ، پانی پانی ہوئی جاتی ہے ۔ نہر بصرہ ہی نہیں بلکہ جنت کی نہریں بھی جو دودھ اور شہد سے لبریز ہیں ، بے آب و تاب ہو جاتی ہیں ۔ باغات کی شادابی اور جمنا کے پانی کا مٹھاس ایسا ہے کہ باغ بہشت اور کوثر و تسنیم خجل ہیں ۔ رضوان کے پاسِ خاطر اور حورانِ خلد کی دلدہی کے خیال سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ باغات اور جمنا باغ بہشت کا جواب ہیں ورنہ درحقیقت لاجواب ہیں ۔ شہر کی آبادی کا یہ حال ہے کہ سارے جہاں کی آبادی اُس کے آگے ہیچ ہے ۔ تمام گلی کوچے باغ خلد کی روشوں کی طرح خوشنما ، دلِ کریم کی مانند وسیع ہیں ۔ بڑے بازار مثلاً اکبر آبادی اور

لاہوری دروازے والے بازار چالیس چالیس گز چوڑے ہیں - درمیان سے نہر بہشت گزرتی ہے جس کے دونوں طرف ہر قسم کے مال سے بھری ہوئی دکانیں ہیں[۱] - اُن میں خوش معاملہ دکان دار نہایت ایمانداری کے ساتھ لین دین میں مصروف رہتے ہیں - ہر تاجر زبان کا سچا ، دل کا کھرا - گاہکوں کے لیے صلائے عام ہے کہ آئیں اور اپنی مرضی کا سودا خریدیں - ملکوں ملکوں کے نادر تحفے ، نایاب متاعیں ، جواہرات اور لعل و گہر یہاں دستیاب ہیں - ہر دکان میں اتنا مال موجود ہے کہ خریدار اگر گنج شائگاں اور دولت قارون بھی لے آئیں تو وہ بھی وفا نہ کر سکے - نظم (ترجمہ) :

بازاروں کی سڑکیں خوشنما ہیں جن پر عید اور نوروز کی سی چہل پہل رہتی ہے - دکانوں میں خوشرو ، گل اندام دکانداروں اور گاہکوں کی وہ کثرت ہے کہ گلشن معلوم ہوتی ہیں - جس دکان پر چلے جائیے مال و اسباب پر نگاہ جم جاتی ہے - ایک ایک دکان سے سو قافلوں کے واسطے مال خریدا جا سکتا ہے - سب میں نایاب و نفیس سامان کے ڈھیر لگے ہیں - جی چاہے تو بوڑھوں کے لیے جوانی اور مریضوں کے لیے تندرستی خرید لیجیے -

لاہوری دروازے والا بازار چوڑائی میں چالیس گز اور طول میں ۱۵۲۰ گز ہے - اس پر ۱۵۶۰ حجرے اور دالان ہیں - آغاز سے کوتوالی چبوترے والے بڑے چوک تک جو ۸۰ گز مربع ہے ، بازار کا طول ۴۸۰ گز ہے[۲] - بڑے چوک سے اگلے چوک تک جو سو گز مربع ہے اور بغدادی

۱- مزید تفصیل کے لیے دیکھیے واقعات دارالحکومت دہلی ، ج ۲ ، ص ۲۰۵ -
۲- یہ حصہ اُردو بازار کہلاتا تھا - تفصیل کے لیے رجوع کیجیے واقعات دارالحکومت دہلی ، ج ۲ ، ص ۲۰۵ -

مثمن وضع کا ہے ، ۴۸۰ گز فاصلہ ہے[1] - اس چوک کے شمالی جانب نئی طرز کی دو منزلہ سرائے ہے ، سو گز لمبی چھیاسی گز چوڑی - اس کے چار برج ہیں اور نوے حجرے - ہر حجرے کے سامنے دالان ، اُس سے ملا ہوا پانچ گز چوڑا چبوترہ - یہ سرائے نواب قدسیہ القاب بیگم صاحب کے حسب فرمائش تعمیر ہوئی ہے[2] - ایک دروازہ بازار کی جانب ہے ، دوسرا اُس شگفتہ و شاداب باغ کی طرف ہے جسے صاحب آباد کہتے ہیں - یہ خوش منظر باغ ۹۸۲ گز لمبا ۲۴۲ گز چوڑا ہے - اس کی دلفریب عمارتیں ، خوشنما آبشار ، لبریز حوض ، اچھلتے ہوئے فوارے نہایت فرحت افزا ہیں ؛ فضا بہت دل آویز[3] - بازار کے جنوبی پہلو میں ساٹھ گز لمبا بیس گز چوڑا حمام ہے - اس کے نشیمن اور دالان نہایت دلکشا ہیں - یہ بھی بیگم صاحب کے حسب الحکم تیار ہوا اور ثواب کی خاطر وقف کر دیا گیا ہے -

اس چوک اور سرائے سے فتحپوری بی بی والی مسجد اور چوک تک ۵۶۰ گز لمبا بازار ہے - مسجد فتحپوری کا طول ۵۴ گز اور عرض ۲۰ گز ہے - وسط میں ایک ہی گنبد ہے - اُس پر باہر کی جانب رنگین روغنی اینٹوں سے کاشی کاری کی گئی ہے - اندر کی طرف لال پتھر لگا ہے - گنبد کے دونوں طرف دوہرے دالان ہیں - ہر ایک کے تین تین در ہیں - مسجد

۱- یہ حصہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے چاندنی چوک کہلاتا ہے - ایضاً ، ص ۲۰۵ - بشیر الدین احمد کا بیان ہے اور بوڑھے بزرگوں کو یاد ہے کہ اس کے درمیان سے نہر گزرتی تھی جس کے دونوں طرف سایہ دار درخت تھے -

۲- یہ سرائے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے نئے انتظامات کے تحت ڈھا دی - واقعات دارالحکومت ، ص ۲۳۶ -

۳- باغ کی وہ صورت تو اب باقی نہیں لیکن گھنٹہ گھر کے سامنے اس کا سبزہ زار اور پودے اب بھی عام تفریح گاہ ہیں - بڑے بوڑھوں کی زبانہ سے آج تک اسے بیگم کا یا ملکہ کا باغ سنتے ہیں -

کی کرسی اور اِجارہ سرتا سر لال پتھر کا ہے جس پر منبّت کاری کی گئی ہے۔ فرش میں بھی سنگ سرخ کی سلیں لگی ہوئی ہیں ۔ دونوں کونوں پر ایک ایک مینار ہے ۔ ۳۵ گز[1] اونچا کہ دعائے مستجاب کی طرح آسمان کی جانب رخ کیے ہوئے ہے ۔ چبوترے دار صحن کی لمبائی ۴۵ گز اور چوڑائی ۳۵ گز ہے[2] ۔ اس کے گرد سنگ سرخ کا محجر ہے ۔ صحن کے اختتام پر ۱۶ گز لمبا ۱۴ گز چوڑا خوش وضع حوض ہے جو نہر بہشت کے پانی سے لبریز رہتا ہے ۔ مسجد کے چاروں طرف چار برجوں والی سرائے ہے جس کے ۶۹ حجرے (کمرے) ہیں ۔ دوسری سراؤں کی طرح حجروں کے سامنے سراسر تین گز چوڑا چبوترہ ہے ۔ سرائے کا صحن سو گز مربع ہے ۔[3]

۱۔ بشیر الدین احمد نے اس کی بلندی ۸۰ فٹ درج کی ہے جو ان کی ذاتی پیمائش پر مبنی ہے ۔

۲۔ صحن کی لمبائی چوڑائی بھی بشیر الدین احمد کے بیان کے مطابق ۱۲۰ فٹ × ۹۰ فٹ ہے ۔ ملاحظہ ہو واقعات دارالحکومت دہلی ، ج ۲ ، ص ۲۴۳ ۔

۳۔ شاہی زمانے کے حجرے اور سرائے تو اب باقی نہیں لیکن مسجد کے تینوں جانب بہت سی نوتعمیر دکانیں ہیں جن کے کرائے سے مسجد کا خرچ چلتا ہے ۔ سب سے پہلی بار اس مسجد کی مرمت ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) میں ہوئی ۔ بڑی محراب پر سنگ مرمر کا جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی محمد نقی نے حاجی قطب الدین اور غلام محمد کے زیر اہتمام ثواب کی خاطر مرمت کروا کر چند دکانیں بنوا دی تھیں ۔ ۱۸۵۷ء کی گولہ باری سے مسجد کی چھتیں خراب ہو گئی تھیں ۔ غدر کے بعد پرانی دکانیں سرکار انگریزی نے ۲۹ ہزار روپے میں لالہ چھنا مل کے ہاتھ نیلام کر دیں ۔ مسلمانوں کی مسلسل کوشش سے سرکار نے ۱۸۹۵ء میں ایک لاکھ دس ہزار روپے لالہ صاحب کو دے کر یہ دکانیں واگزاشت کروا لیں اور منتظمہ کمیٹی کے سپرد کر دیں ۔ تب سے اب تک اس مسجد کا انتظام بخوبی ہو رہا ہے ۔ مزید تفاصیل کے لیے دیکھیے واقعات دارالحکومت دہلی ، ج ۲ ، ص ۲۴۳ تا ۲۴۵ ۔

اکبرآباد (آگرہ) کی طرف والا بازار تھی جو طول میں ایک ہزار پچاس گز اور چوڑائی میں تیس گز ہے ، نہایت پاکیزہ ہے ۔ دونوں جانب ۸۸۸ حجرے اور دالان ہیں ۔ بازار کے شروع میں قلعے کے جنوبی دروازے کے سامنے ، اکبرآبادی بی‌بی کی عالی شان مسجد ہے ۔ طول میں ۶۳ گز اور عرض میں ساڑھے سترہ گز ہے ۔ چھت کے سات حصے ہیں ۔ چار حصے ہموار ہیں ، تین پر گنبد تیار ہو چکے ہیں ۔ بڑی محراب اور دونوں بازوؤں پر جو سنگ مرمر کے ہیں ، سنگ موسیٰ کی پچی کاری کر کے سورۂ والفجر لکھی ہے ۔ مشرق کی طرف دو عالی شان مینار ہیں ۔ سنگ سرخ کا فرش ہے جس میں سنگ موسیٰ کی پچی کاری کر کے مصلے بنائے ہیں[1] ۔ اندر باہر

۱- سر سید احمد خاں نے جب ۱۸۴۷ء میں آثار الصنادید لکھی تو اس مسجد کی نفاست و نزاکت کا حال تفصیل سے تحریر کیا یعنی بہت دلکش تعمیر ہے جو اعزاز النسا بیگم (اکبرآبادی محل) کے حکم سے ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر ہوئی وغیرہ ۔ سر سید نے شاہی زمانے کے کتبے کی پوری نقل درج کی ہے ۔ یہ وہ مسجد تھی جہاں ۱۸۰۰ء کے قریب شاہ عبد القادر صاحب درس دیتے تھے ۔ حکیم مومن خاں مومن نے اپنے بچپن میں یعنی ۱۸۱۲ء کے قریب اسی مسجد میں شاہ صاحب سے تعلیم پائی (ضمیر الدین احمد عرش ۔ حیات مومن ، ص ۳۷) غدر ۱۸۵۷ء کے بعد قلعے سے لے کر چاندنی چوک تک جب شکست و ریخت اور تعمیر و ترمیم کا ہنگامہ بپا ہوا تو یہ مسجد جس کے مینار وغیرہ غالباً ستمبر ۱۸۵۷ء کی گولہ باری میں تباہ ہو گئے ہوں گے ، ہزاروں من ملبے کے نیچے دب گئی ۔ ۱۹۱۱ء میں جب ایڈورڈ پارک کے لیے میدان ہموار کیا گیا تو مسجد کا چبوترہ بجنسہٖ نمودار ہوا اور فوراً مٹی سے دبا دیا گیا ۔ گویا اس مسجد کا محل وقوع یہی موجودہ ایڈورڈ پارک ہے جس کے نیچے یہ یادگار زمانہ عمارت ۱۰۰ سال سے دبی پڑی ہے ۔ (ماخوذ از واقعات دارالحکومت دہلی ج ۲ ، ص ۱۴۱ ۔ تصنیف لطیف مولوی بشیر الدین احمد خلف ڈپٹی نذیر احمد)

سنگ سرخ پر اُبھرواں نقوش بنائے گئے ہیں۔ صحن کے چبوترے کا طول و عرض ۶۳ × ۵۷ گز ہے۔ ساڑھے تین گز اونچی کرسی ہے جس کے گرد سنگ سرخ کا جالی دار محجر ہے۔ اس سے مشرق کو بارہ گز مربع حوض ہے جو نہر بہشت سے لبریز رہتا ہے۔ زاید پانی نالیوں سے نکل جاتا ہے۔ مسجد کے ارد گرد ۱۵۴ گز لمبی ۱۰۴ گز چوڑی سرائے ہے۔ حجروں (کمروں) کے سامنے دالان ہیں۔ اُن کے سامنے ادھر سے ادھر تک چار گز چوڑا چبوترہ ہے۔ مسجد کا صدر دروازہ سنگ سرخ کا ہے جس پر سنگ مرمر کی سلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ کتابے کے حروف سنگ موسیٰ کی پچی کاری کے ہیں۔ مسجد کے مشرق میں ۱۶۰ گز لمبا ۶۰ گز چوڑا چوک ہے۔ اس کے سامنے سنگ سرخ کا نہایت پر رونق حمام ہے جس میں نہر بہشت سے پانی آتا ہے۔ مسجد کی تمام عمارتیں آخر رمضان ۱۰۶۰ھ (آخر ستمبر ۱۶۵۰ء) میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئیں۔

دنیا کی سیر کرنے والے سیاح اور جہان گرد مسافر جنھوں نے دنیا کا کونا کونا چھان مارا ہے، متفق اللفظ ہو کر یہ بیان کرتے ہیں کہ آسمان کے نیچے شاہجہاں آباد دہلی سے زیادہ وسیع، جامع اور پُر رونق شہر کہیں موجود نہیں۔ درحقیقت اُن کا یہ بیان حرف بحرف درست ہے۔ شہروں میں تہذیب و تمدن اور آرائش و زیبائش کا جو سامان مطلوب ہوتا ہے، سب یہاں حاضر ہے۔ امن و امان، فرحت انگیزی، آرام و آسائش کے لحاظ سے دنیا کا کوئی شہر اس کی ٹکر کا نہیں۔ بالفرض ہو بھی تو ایسی جامعیت اور ہر بات میں یہ بے نظیری کہاں؟ عدل و جود، احسان و مروت کا مرکز یہی شہر ہے۔ ملک شام کی بہت تعریف سنتے ہیں لیکن اس میں دہلی کا سا سہانا پن نہیں۔ قسطنطنیہ کی شان و شوکت مسلّم مگر اس کے آگے ہیچ ہے۔ رومۃ الکبریٰ کی عظمت کے افسانے مشہور ہیں۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ جس روز اس شہر پر کسی غنیم کا تسلط ہوگا اُس روز یقیناً قیامت آ جائے گی۔ خیر یہی سہی۔ لیکن روم کو دہلی کی سی آبادی، رونق اور جامعیت قیامت تک نصیب نہ ہوگی۔ صبح سے شام تک آدمیوں کے ہجوم کے سبب دھوم مچی رہتی ہے۔ اس کے باوجود امن و امان اور انتظام قابلِ تعریف

ہے - یہ سب بادشاہ نیک طینت کی نیت کی برکت ہے - بغداد ۵۰۹ سال تک عباسیوں کا دارالحکومت رہا ، اس عرصے میں ہر فرماں روا اور اُس کے امیروں نے بغداد کی رونق اور آبادی میں اضافہ کیا - تاہم وہ دارالسلطنت بھی کسی معاملے میں حتیٰ کہ وسعت میں دہلی کو نہیں پہنچتا - شرف الدین علی یزدی ظفرنامہ میں رقم طراز ہے کہ بغداد دریائے دجلہ کے دونوں جانب دو دو فرسنگ تک پھیلا ہوا تھا - اس کا مطلب یہ ہوا کہ شہر کا پھیلاؤ تقریباً چھ کوس میں تھا - دہلی کا دور پانچ فرسخ ہے جو دس کوس بادشاہی یا پندرہ کوس عوامی کے برابر ہے - اشعار (ترجمہ) :

اس شہر کی پیائش کیونکر کی جائے کہ ہندسے ختم ہو جاتے ہیں - کوسوں تک اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اورچھور کا پتا نہیں لگتا - آفتاب رات کو چھپ کر صبح سویرے پھر اس شہر کو روشن کرنے آ جاتا ہے - دہلی کا ایک ایک گلی کوچہ ملک شام کے شہروں کے برابر ہے - ایسا شہر کہاں ہے جس میں ہفت اقلیم کے باشندے یوں آباد ہوں - شہر نہ سمجھیے گلشن ہے جہاں قدِ آدم سرو لہلہاتے ہیں - اس کی عمارتیں شانہ بہ شانہ ، نہایت متناسب اور خوش وضع ہیں - ہر عمارت دلکش اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہے - یہ شہر بلندی میں آسمان سے اونچا ہے لیکن ہمیشہ شاہجہاں کے قدم چومتا ہے - اس شہر کی رونق اور آبادی پہلے بھی لاجواب تھی ؛ اب قلعہ اور شاہی محل سے اور پُر رونق ہو گیا -

حضرت شاہجہاں کے حسب الحکم شہر کی وسطی پہاڑی پر جامع مسجد کی بنیاد رکھی جانا

فائدہ رساں عمارتیں بنانا بہت ہی اچھا صدقۂ جاریہ اور فلاح دارین کا سامان ہے - بالخصوص قرآن و حدیث کے بموجب عبادت گاہوں اور

مسجدوں کی تعمیر سے ایمان کی بنیاد مضبوط ہوتی اور بہشت میں گھر ملتا ہے ۔ اس کا ثبوت کلام اللہ کی آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص خدائے پاک اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسجد بناتا ہے اور آباد کرتا ہے ۔ اس کی تعمیل میں بادشاہ سلامت نے ہندوستان جیسے وسیع ملک میں ہر جگہ مسجدیں تعمیر کروا دی ہیں ۔ حکم والا یہ ہے کہ جہاں مسجد نہ ہو وہاں تیار کی جائے ۔ اس حکم کی تعمیل میں کارگزار ، فرماں برادر خادم بہت جلد مسجدیں بنا کر کھڑی کر دیتے ہیں ۔ نئے تعمیر شدہ شہر شاہجہاں آباد میں یوں تو بہت سی خانقاہیں ، زاویے اور مسجدیں بڑی شان و شوکت سے جلوہ گر تھیں لیکن کوئی جامع مسجد جو اس شہر کی شان کے لایق ہوتی ، موجود نہ تھی ۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حضرت نے فیصلہ کیا کہ اس شہر میں جو وسعت کے لحاظ سے آسمان کا ہمسر ہے اور مضبوطی اور پائیداری میں چرخِ چنبری سے بڑھ گیا ہے ، ایک عالی شان جامع مسجد تیار کی جائے ۔ لہٰذا ۱۰ شوال ۱۰۶۰ھ (۶ اکتوبر ۱۶۵۰ء) کو آپ کے حسب الحکم قلعے سے ایک ہزار گز مغرب والی پہاڑی پر ہنر مند انجینیروں اور معماروں نے مبارک گھڑی میں علامی سعد اللہ خان اور فاضل خان خانساماں کی موجودگی میں اس بابرکت عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا ۔ ہر روز صبح سے شام تک پانچ ہزار معمار ، سنگتراش ، پچی کار ، منبت کار ، نقاش ، حکاک ، بیلدار وغیرہ جو حضرت کے حکمِ عالی کے مطابق دہلی اور دوسرے شہروں سے بلوائے گئے تھے ، کام کرتے تھے ۔ سعد اللہ خان اور خلیل اللہ خان جیسے امرائے ذیجاہ کام کی نگرانی میں مصروف رہے ۔ تب چھ سال کی مدت میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے یہ پاکیزہ مسجد شہر کی زیب و زینت کا سبب بنی ۔ نوے گز لمبی اور ۳۲ گز چوڑی ہے ۔ تین عالی شان گنبد ہیں ۔ صحن کا عرض ۱۲۶ گز ہے[1] جو سراسر سنگِ سرخ کا بنا ہے ۔ میناروں ، دیواروں اور روکار

۱۔ بشیرالدین احمد نے واقعاتِ دارالحکومت دہلی ، ص ۱۱۰ پر لمبائی چوڑائی ۲۶۱ فٹ × ۹۰ فٹ تحریر کی ہے ۔

میں سنگ مرمر کی نہایت خوشنما پٹیاں دی گئی ہیں ۔ جابجا سنگ مرمر میں سنگ موسٰی کی پچی کاری ہے ۔

سبحان اللہ کیا خوب عبادت گاہ ہے جس سے دنیا کو آبرو اور بہشت کو زینت حاصل ہوتی ہے ۔ سچ پوچھیے تو روزِ ازل سے آج تک ایسی پاکیزہ ، خوش فضا اور خوشنما مسجد چشمِ فلک نے نہیں دیکھی ۔ اہلِ نظر صبح سے شام تک آ آ کر اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں ۔ بادشاہ ہفت کشور کی ہمت کے شایاں عجب عمارت تیار ہوئی ہے جس کی تجلی سے زمین آسمان سے زیادہ نورانی ہو گئی ہے ۔ نکوکار اور عابد و زاہد یہاں آ کر نماز پڑھتے ہیں ۔ اندر باہر جا بجا لال پتھر میں ایسا خالص اور براق سنگِ مرمر لگایا ہے کہ آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں ۔ محرابوں کا حسن دیکھ کر طبیعت بےخود ہوتی ہے ۔ سنگ مرمر میں سنگ موسٰی کی پچی کاری سے خوشنما لکیریں اور آیتیں وغیرہ اس طرح نمودار کی ہیں جیسے حسینوں کے مصحفِ رخسار پر زلفِ سیاہ کی لٹیں ۔ جی چاہتا ہے ہر سطر کے حسن پر جان دے دیجیے ۔ دالان کا بڑا دروازہ جو اونچائی کے سبب فلک بوس ہے ، اتنا خوشنما ہے کہ ساری عمر تعریف کیجیے تو حق ادا نہ ہو ۔ اس کی ساتوں محرابیں معشوقوں کے طاقِ ابرو کی طرح دلکش ہیں ۔ اُن پر اُبھرواں نقوش کی دلفریبی کا یہ عالم ہے کہ تحریر نہیں ہو سکتا ۔ کعبہ اُس کے رشک سے سیاہ پوش ہو گیا ہے ۔ مجلاً پتھروں کی چمک دمک کے آگے صبحِ صادق کا چراغ نہیں جل سکتا ۔ مقصورہ ، جہاں امام کھڑا ہوتا ہے ، ایسا پاکیزہ اور ستھرا ہے جیسے خدا رسیدہ عارفوں کا دل ۔ بیت المعمور بھی اُس کے سامنے پست ہے ۔

جامع مسجد کے میناروں کی بلندی کا کیا حال لکھوں ۔ عقل حیران و سرگرداں ہے ۔ اگر خیمۂ آسمان کا ستون و عمود کہیے تو زیبا ہے ۔ غرض اس معبد کی خوبیاں قلمبند کرنا خامۂ دو زباں کے بس کی بات نہیں ۔ اس کی وسیع کشادہ فضا عالم امکاں کی وسعت کو اور اس کی صفائی و پاکیزگی کوہِ طور کی تجلی کو شرماتی ہے ۔ عجب عالی شان مقدس عمارت ہے جو بلندی میں گویا آسمان سے باتیں کرتی ہے ۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ معمارِ قدرت نے

اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے ۔ بھوجلا پہاڑی پر سنگ سرخ کی سلوں سے یہ مسجد اس خوبی و لطافت کے ساتھ تعمیر ہوئی ہے کہ بڑے بڑے ہوشمند اسے دیکھ کر محو حیرت رہ جاتے ہیں ۔ سوچتے ہیں کہ پہاڑی نے اس کوہ شکوہ عمارت کا بوجھ کیسے اٹھایا اور اس کے مینار کس طرح حیمہ آسمان کے پار نکل گئے ۔ صحن کے وسط میں [سنگ مرمر کا] مصفا حوض صاف شفاف پانی سے لبریز رہتا ہے ۔ شفافی و پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ آب حیات اس سے حیات بخشی کا سبق سیکھتا ہے ۔ اسے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے بلکہ چشمہ خورشید بھی اسی سے کسب نور کرتا ہے ۔ چاروں طرف ایسے صاف ستھرے پاکیزہ حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں کہ ان کی سفیدی سے صبح صادق کا نور شرمندہ ہو جائے ۔ چمک دمک ایسی ہے کہ جو آدمی یہاں گوشہ نشین ہو اسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے کہ نماز مغرب کا وقت ہوا یا نہیں ۔ دالانوں کی پیشانی پر کلام اللہ کی آیتیں جو سنگ موسیٰ کو چھتی کرکے نقش کی ہیں ، اتنی مستحکم اور پائیدار ہیں کہ انہیں پتھر کی لکیر کہنا چاہیے ۔ اور خوبیوں سے قطع نظر ، نقط حرفوں کی خوشنمائی ، ان کے متناسب دائروں ، کشش اور مد کا حسن اتنا دلکش ہے کہ ''الخط نصف العلم''[۱] کا مقولہ سمجھ میں آ جاتا ہے ۔ میر علی تبریزی کی خطاطی کا بڑا شہرہ ہے لیکن ان تحریروں کو دیکھ لے تو اس کا دل بھی زیر و زبر ہو جائے ۔ باہر کی جانب چاروں طرف خوش وضع چوک اور حجرے ہیں ۔ جنوب کے کونے میں سرکاری شفاخانہ اور شمالی کنج میں مدرسہ ہے ۔ دونوں عمارتیں نہایت پاکیزہ بنی ہیں ۔ المختصر کُل مسجد اتنی خوش ترکیب ہے کہ ساری فضا اس کے سبب روئے حسیناں کی طرح دلکش معلوم ہوتی ہے ۔ قطعہ (ترجمہ) :

میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ کعبہ ہے لیکن اتنی بات ضرور
ہے کہ بڑے بڑے اولیا یہاں سر بسجود رہتے ہیں ۔ اس

---

۱ - یعنی تحریر آدھے علم کے برابر ہے ۔

پاکیزہ اور پُر نور عمارت کی تجلی دیکھ کر صبح کی سفیدی
دم بخود رہتی ہے ۔ اس نورانی عبادت گاہ کو محفلِ قدس
کی شمع کہنا چاہیے ۔ اس کی امامت کے لیے جبریل
موزوں ہیں ۔ سنگِ مرمر سے اتنی عمدہ عمارت بنی ہے
کہ اس کی وجہ سے کان کو شرف حاصل ہے ۔ یہاں آ کر
نماز پڑھنے والے صرف یہ دعا مانگتے ہیں کہ صاحبقران
ثانی کا اقبال زیادہ ہو ۔ انھوں نے اس کی تعمیر میں اس
دریا دلی کے ساتھ خرچ کیا ہے کہ کان سے جو سیم و زر
اور لعل و گوہر نکلتے ہیں ، سب صرف ہو گئے ۔ جس
طرح کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے ، خدا کرے شاہجہاں کی
درگاہ بھی اہلِ عالم کا قبلۂ امید بنی رہے ۔ یہ مسجد
کعبے کی مانند ہے لہٰذا اس کی تاریخ بھی :
''قبلۂ حاجات آمد مسجدِ ساہِ جہان''
ہے ۔

صاحبقرانِ ثانی کا شاہجہان آباد کے قلعے میں رونق افزا ہونا ، جشنِ عشرت کا اِنعقاد اور دیگر حالات

انھی دنوں جب کہ ساری دنیا میں شادی و عشرت کا ہنگامہ گرم تھا اور اہلِ عالم خرم و خوش حال تھے ، یہ آوازہ بلند ہوا کہ شہر شاہجہاں آباد خوب آباد ہوا ہے اور قلعے کی عمارتیں مکمل ہو گئی ہیں ۔ اس خبر کو سن کر ہر شخص فرط مسرت سے جھوم اٹھا ۔ چھوٹے بڑے خوشنود ہو گئے ۔ بادشاہ دین و دنیا نے بھی تقاضاے وقت کے بموجب جشن منعقد کر کے خاص و عام کی خوشی کا اہتمام کیا ۔ حکم والا ہوا کہ بزم عشرت آراستہ کی جائے ۔ اس فرمان کو سن کر ساری دنیا کو یہ امید ہوئی کہ شاہ ہفت کشور کے احسان و کرم کی بدولت ہر شخص کی امیدیں بر آئیں گی ۔ شاہی کارپردازوں اور مختلف کارخانوں کے منتظموں نے پہلے تو قصر شاہی اور غسلخانے کے در و دیوار کو رنگین اور منقش کپڑوں

سے رشک باغ بنایا ، پھر ہر نشیمن ، حجرے اور دالان میں وہ قالین بچھائے جو ماہر کاریگروں نے مختلف نشیمنوں کے مطابق کشمیر میں تیار کیے تھے - در و دیوار اور فرش آراستہ ہو کر نگار خانہ بن گئے - محفل میں کہیں زرق برق سنہری رو پہلی پارچات اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے ، کہیں لعل و یاقوت اور گہر ہائے آبدار کی چمک نظر کو خیرہ کر رہی تھی - عرض وہ دھوم دھام ہوئی کہ رضوان بھی باغ خلد سے تماشا دیکھنے کے لیے آیا -

پھر ایوان خاص و عام کی آرائش کی نوبت آئی - مختلف ملکوں کے نایاب پارچات سے اس رنگین عمارت کے بام و در کو سجا کر دلھن بنا دیا - حجروں اور دالانوں میں فرنگ ، روم ، چین اور ختا کے زر دوز مخملی پردے آویزاں ہوئے - بائیس گز اونچے اور سوا دو گز محیط والے چار نقرئی ستونوں پر شاہی خیمہ دل بادل کھڑا کیا گیا - اس کی لمبائی ۷۰ گز اور چوڑائی ۴۵ گز تھی - احمد آباد کے کارخانے میں سال بھر کی محنت سے تیار ہوا تھا - ایک لاکھ روپے لاگت آئی - رنگینی اور بلندی کا یہ حال تھا کہ دسواں آسمان کہیے تو زیبا ہے - ۳۲۰۰ مربع گز رقبہ اس کے نیچے تھا جس پر ایک ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے - تین ہزار تیز دست فراشوں نے اسے برپا کیا - اس کے گردا گرد زربفت مخمل کے شامیانے سنہری رپہلی چوبوں پر کھڑے بہار دکھا رہے تھے - چاروں طرف نقرئی محجر لگایا تھا - دل بادل کے نیچے بڑے بڑے خیمے زربفت ، مخمل اور گجراتی و ایرانی دیبا سے آراستہ ، کلابتون کی ڈوریاں نقرئی ستونوں پر کسی ہوئی ، جا بجا رنگین مرصع چتر جن پر موتیوں کی جھالریں ، ان سے موتیوں کی لڑیاں لٹکتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا کہکشاں اور ثریا آسمان پر نمودار ہیں - مناسب فاصلے پر مرصع اور زرین تخت رکھے ہوئے - اس آراستہ و پیراستہ ایوان کے بیچوں بیچ مربع تخت گاہ تھی جس کے گرد سنہری کٹہرا جھمجھا رہا تھا - اس پر بادشاہی تخت رکھا گیا جو لعل و یاقوت اور گوہر و زمرد کی کثرت سے رشک فلک بنا ہوا تھا - جواہرات کی چمک دمک سے نظر خیرہ ہوتی تھی - عرش اعظم کا نمونہ معلوم ہوتا تھا - شامیانے کو چار طلائی ستون سنبھالے تھے جن کے سربند قیمتی جواہرات سے آراستہ تھے - شامیانے پر موتیوں

سے گل بوٹے بنائے گئے تھے ۔ موتیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں ۔ اس بزم رنگیں کی کہاں تک تعریف کی جائے کہ لفظ کوتاہی کر رہے ہیں ۔ عجب انجمن تھی جو آب و تاب میں آفتاب سے اور نزہت و صفا میں قلب عارفاں سے بڑھ گئی ۔

اس انجمن میں خلاصۂ دودمان تیموری ، صاحبقرانِ ثانی ، مرکز دولت و اقبال ، محیط جاہ جلال شاہجہان بادشاہ کے رونق افروز ہونے کے لیے نجومیوں نے ۲۴ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ (۱۸ اپریل ۱۶۴۸ء) ۲۱ جلوس ہفتے کا دن تجویز کیا تھا لہٰذا حضرت شاہجہان کا کوکبۂ اقبال آگرے سے دریائے جمنا کے راستے کمال شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا ۔ شاہزادۂ اقبالمند دارا شکوہ حضرت کی خواصی میں بیٹھے دونوں ہاتھوں سے روپے اشرفیاں نچھاور کر رہے تھے ۔ ایسی بکھیر ہوئی کہ اٹھانے والوں نے جھولیاں بھر لیں ۔ دل سیر ہو گئے ۔ دولت کی آرزو باقی نہ رہی ۔ جب حضرت نے قلعۂ شاہجہان آباد میں (کہ خدا اُسے تاقیامت آباد رکھے) قدم رکھا تو در و دیوار منور ہو گئے ۔ زمین کا رتبہ آسمان سے بڑھ گیا ۔ قصر شاہی کون و مکان کا ہمسر ہو گیا ۔ پہلے بارگاہ چہل ستون میں رونق افروز ہوئے جو اہلِ نظر کی نگاہوں کے ہجوم سے لیز زر و گوہر کی آرائش کے سبب نہایت دلکش و دلفریب تھی ۔ حضرت کے فیض قدم سے اس کا رتبہ اور بڑھا ۔ ظلِّ سبحانی نے بادشاہ حقیقی کا شکرادا کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے زرو گوہر لٹانے شروع کیے کہ خوشی کے موقعوں پر اُن کا قاعدہ یہی ہے ۔ خاص و عام سب نے اپنی مرادیں پائیں ۔ عالم بالا سے فرشتوں نے اور گرد و پیش سے شاہزادوں اور امرائے ذیجاہ نے حضرت کو مبارک باد دے کر زمیں بوسی اور تسلیم و کورنش کے آداب ادا کیے ۔ حضرت کی عنایت سے سبھوں کی آرزوئیں پوری ہوئیں ۔ شاہی گورکہ (نقارہ) کھڑکنے لگا ۔ عربی گھوڑے جن کے ساز اور لگام مرصع تھے ، اپنی چھل بل دکھانے لگے ۔ کوہ پیکر ہاتھی برابر سے گزرے ۔ ان کے اوپر روم اور چین کے زر دوز ریشم کی جھولیں بڑی جھل جھل کر رہی تھیں ۔ سنہری رپہلی عماریاں ۔ جابجا رنگین بیرقوں سے شان و شکوہ میں اور اضافہ ہو رہا تھا ۔ غرض تمام

سامان تجمّل اس قرینے سے آراستہ تھا کہ ایک عالم دیکھ دیکھ کر محو حیرت رہ گیا ۔ غلغلہ آسمان تک پہنچا تو فلک پیر نے مہر و ماہ کی عینک لگا کر نظارہ کیا اور ستاروں کو اس بزم رنگین پر نثار کر دیا ۔ اشعار (ترجمہ) :

بزم شاہانہ ایسی آراستہ ہوئی کہ ہر قسم کا سامان تجمل
جمع ہوگیا ۔ اس محفل رنگیں میں برگ گل کی طرح
یا قوت اور سونے کے پتّے جابجا نصب تھے ۔ بزم عیش
دوستوں کے دل کی طرح شگفتہ اور رشک گلشن بنی ہوئی
تھی ۔ ایسی چمک دمک تھی کہ آفتاب بھی اُس کے در و
دیوار سے دن بھر آب و تاب کی بھیک مانگتا رہا ۔

عطر ، پھلیل اور لخلخوں کی خوشبو سے ساری زمین مہک اُٹھی ۔ ارگجے کی خوشبو سے جس میں ڈھیروں مشک پڑا تھا ، تمام دنیا معطر ہوگئی ۔ مہک آسمان تک پہنچی ۔ فرشتوں کے مشام مشک کی بو سے بھر گئے ۔ اس انجمن میں دیر تک قیام کرنے کے بعد نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں حضرت نے قصر شاہی اور غسل خانے میں قدم رکھا ۔ در و دیوار کو اپنے نور جمال سے منور کر کے حرم سرا میں تشریف لے گئے ۔ عیش و طرب کی بساط بچھی ۔ عالی شان نشیمنوں کی زیب و زینت اور پائیں باغ کی کیفیت دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے ۔ حوضوں میں طلائی فواروں سے پانی اچھل اچھل کر فضا میں موتی لٹا رہا تھا ۔ نہروں میں صاف شفاف پانی جاری ، چمن شاداب ۔ سبزہ و گل کی دلفریبی کا یہ سماں کہ گویا چمن پیرائے عالم نے اپنے ہاتھ سے ریشم کی رنگین پھول‌دار چادر پھیلا دی ہے ۔ پھولوں کی ٹہنیاں اور سنبل کی شاخیں دیواروں سے گزر کر چھت تک پہنچی ہوئیں ۔ اُن پر طائران خوش الحان کے چہچہے ۔ در و دیوار پر عشق پیچاں کی بیلیں ، سرو و صنوبر کا ہوا کے جھونکوں سے جھومنا ، چنار کے درختوں کا سر ہلانا ، نازک بدن پری پیکر طوائفوں کا ہندی راگ گانا ، غرض طلسمات کا سا عالم ، راجا اندر کا اکھاڑا معلوم ہوتا تھا ۔ ہر مکان میں اُس کے ناپ کا فرش فروش ، طلائی عود سوزوں اور انگیٹھیوں میں عود و عنبر سلگتا ہوا ، عطر اور لخلخے کی مہک ، عیش و سرور کا تمام سامان جمع تھا ۔

ہزاروں حورپیکر کنیزیں اور خواصیں پریوں کی طرح اپنی ادائیں دکھاتی محو خرام تھیں - اُن کی مخمور آنکھیں اور دلفریب تبسم کو دیکھ دیکھ کر زاہد صد سالہ کا دل بھی لوٹ پوٹ ہوا جاتا تھا - عقلمندوں کو دیوانہ کر دینا اُن کا کھیل - دیکھنے والے اس فردوس منظر محفل کا سماں دیکھ کر بے اختیار کہہ رہے تھے کہ بہشت بریں اس سے زیادہ نہ ہوگی بلکہ ہزار درجہ کمتر ہوگی - زمین سے آسمان تک ہر چیز سے یہی آواز نکلتی تھی کہ :

اگر فردوس بر روے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

شاعرانہ مبالغہ نہ سمجھیے ، اگر عقل و انصاف سے خیال کیجیے تو بے اختیار کہنا پڑے گا کہ یہ بزمِ عشرت جو خدائے پاک کے لطف و کرم اور بادشاہ سلامت کے حکم سے منعقد ہوئی ، حقیقی بہشت ہے - اس پر لطف یہ کہ نہ قیامت کے ہنگامے سے واسطہ پڑا ، نہ صور اسرافیل کی ہیبت سہی ، نہ میدانِ محشر کے شور و غل کا دردِ سر مول لیا - اہلِ عالم نے ان تمام خرخشوں کے بغیر جنت کا نظارہ کر لیا - باغ بہشت کی آرزو سے بے نیاز ہوگئے - امید ہے کہ جب تک خدائے عادل کی عنایت سے زمین آسمان قائم ہیں ، یہ قلعہ اور شہر بھی دولتِ مغلیہ اور عدلِ شاہجہانی و جہانگیری کی بدولت تا قیامت قائم رہیں گے -

راقم الحروف نے اس شہر اور قلعے کی کچھ کیفیت تو تحریر کی لیکن اس کی تعریف و توصیف کا حق ادا نہ ہو سکا - سرِدست ان باتوں کو ملتوی کر کے اُن عنایات و الطاف کا بیان کیا جاتا ہے جو بادشاہ سلامت نے شاہزادوں اور امرائے نامدار پر کیں - آپ نے جہاں آرا بیگم صاحب ملکہٗ معظمہ کو چار لاکھ روپے اور شاہزادہ دارا شکوہ کو خلعت خاصہ مع نادری ، مرصع جمدھر ، پھول کٹارہ ، نقرئی ساز والا ہاتھی ، دو لاکھ روپے عطا فرمائے - منصب میں دس ہزار ذات کا اضافہ کر کے تیس ہزاری ذات بیس ہزار سوار ، دس ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے عہدے پر ترقی دی - شاہزادہ سلیمان شکوہ کو ترقی دے کر پانچ سو روپے روزینہ مقرر کیا - شاہزادہ سپہر شکوہ کے روزینے میں سو روپے کا اضافہ ہوا - سعد اللہ خاں کو خلعت

اور نادری مرحمت کر کے ہفت ہزاری ذات و سوار، دو ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت فرمایا ۔ راجا جسونت سنگھ کو پنج ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار، چار ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا ۔ راجا بیٹھل داس کو خلعت خاصہ اور ہاتھی عنایت کر کے پنجہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دیا ۔ مکرمت خاں کا منصب چار ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھا، دارالخلافہ دہلی کی عمارتیں تیار کروانے کے صلے میں ہزاری ذات و سوار کی ترقی دی ۔ راجا جے سنگھ، رستم خاں، میر بخشی جعفر خاں، میر سامان ملا علاء الملک، اللہ ویردی خاں، نجابت خاں، خلیل اللہ خاں، میرزا نوذر صفوی وغیرہ سو منصب داروں کو منقش طلائی اور رپہلی خلعتیں عطا فرمائیں ۔ حکم ہوا کہ یہ شاہانہ جشن جشن نوروز تک جاری رہے اور ہر روز شاہی منصب داروں کو سو خلعتیں تقسیم ہوا کریں ۔ حیات خاں کو تین ہزاری ذات و سوار، معتمد خاں داروغۂ توشخانہ کو ڈھائی ہزار ذات ہزار سوار، تقرب خاں کو ساڑھے تین ہزاری ذات ہزار سوار اور ملا علاء الملک میر سامان کو دو ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ سیکڑوں منصب دار اور بھی ہیں جن کی ترقی کا بیان بہت طولانی ہو جائے گا ۔

۲ ربیع الثانی ۱۰۵۸ھ (۲۶ اپریل ۱۶۴۸ء) کو مذکورہ بالا جشن کے ہنگامے ختم ہوئے تو عمر مبارک کے انسٹھویں قمری سال کا جشن شروع ہوا۔ یہ محفل بھی بڑی شان و شوکت سے آراستہ ہوئی ۔ مقررہ رسوم ادا کی گئیں ۔ حضرت ترازو میں بیٹھ کر زر و گوہر اور مختلف جنسوں میں تلے جو خیرات کر دی گئیں ۔ اس تاریخ پر شاہزادۂ ولی عہد کو ساٹھ ہزار روپے قیمت کی مالائے مروارید عنایت فرمائی ۔ شاہزادہ مراد کے سواروں میں سے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔

امیر الامرا علی مردان خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ عبدالعزیز خاں والی بخارا نے باقی نور کو ماوراء النہری سرداروں کے ساتھ اپنے باپ نذر محمد خاں پر فوج کشی کے لیے تعینات کیا ہے ۔ خود بھی بلخ کی طرف بڑھ رہا ہے ۔ حضرت نے ضرورتِ وقت کا لحاظ کر کے امیرالامرا کو

طلائی زین والے دو گھوڑے ، ایک ہتھنی اور نقرئی ساز والا ہاتھی روانہ کرکے عزت افزائی کی ۔ راجا بیٹھل داس ، نظر بہادر خویشگی اور دوسرے نامی گرامی منصب داروں کو اسپ و خلعت عطا کرکے کابل روانہ فرمایا ۔ بہادر خاں ، رستم خاں ، قلیج خاں کے نام فرمان گئے کہ اپنی اپنی جاگیروں سے جنگجو سپاہیوں کو ہمرکاب لے کر فوراً کابل پہنچو ۔ مکند سنگھ ہاڈہ اپنے باپ مادھو سنگھ ہاڈہ کے انتقال کے بعد وطن سے آکر حاضرِ دربار ہوا ۔ خلعت ملا ۔ دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا فرما کر حکم دیا کہ وطن کی آبائی جاگیر تمھارے نام کی جاتی ہے ۔ فاخر ولد باقر خاں کسی تقصیر کی پاداش میں منصب اور جاگیر سے محروم تھا ، اوزک کی خدمت اور عصائے مرصّع عطا ہوا ؛ سابقہ منصب پر سرفرازی ملی ۔ یکم جمادی‌الاول (۲۴ مئی ۱۶۴۸ء) کو جان نثار خاں حاضر ہوا جو شاہ ایران کی خدمت میں حاجب کے بطور بھیجا گیا تھا ۔ دو ہزاری ذات سات سو سوار کا منصب عطا فرما کر آختہ بیگی کی خدمت سپرد کی ۔ رائے رایاں ایک مدّت سے دنیا کے دھندے چھوڑ کر بنارس میں مالک کی یاد میں لگے ہوئے تھے ، اب پھر ملازمت کے لیے حاضر ہوئے ۔ دکن کی دیوانی انھیں عطا ہوئی ۔ سید جلال صدرالصدور کے صاحب مدار حافظ ناصر کو احمد آباد گجرات کی دیوانی پر سرفراز کیا ۔

سن ۲۲ جلوس

یکم جمادی الثانی ۱۰۵۸ھ (۲۳ جون ۱۶۴۸ء) کو جلوس کا بائیسواں سال شروع ہوا ۔ اہلِ عالم نے اپنی مُرادیں پائیں ۔ ۶ جولائی ۱۶۴۸ء کو شاہزادہ مُراد بخش کشمیر سے حاضر ہوا ۔ گجرات احمد آباد کی صوبےداری شائستہ خاں کے سپرد تھی ۔ پنجھزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ، تین ہزار سواروں کی تنخواہ کے پانچ لاکھ روپے اُس پر مستزاد لیکن اتنی عنایات کے باوجود اپنے علاقے کے مُفسدوں اور باغیوں کی تنبیہ سے قاصر رہا ۔ حضرت نے وہ صوبہ شاہزادۂ ولی عہد دارا شکوہ کو عنایت فرما کر اُن کے منصب میں دس ہزار سوار دو اسپہ

سہ اسپہ کا اضافہ کیا ۔ اُن کا نوکر باقی بیگ ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب دار تھا ، اُسے دو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب اور غیرت خاں خطاب دے کر ہاتھی گھوڑے سے سرفراز کیا اور اُن کی طرف سے صوبۂ گجرات کے انتظام کے واسطے رخصت فرمایا ۔ شائستہ خاں کو گجرات سے ہٹا کر شاہنواز خاں کی جگہ مالوے کی صوبے داری پر مامور کیا ۔ دکن کی صوبے داری والا گہر شاہزادہ مُراد بخش کو عطا فرمائی ۔ رخصت کے وقت خلعتِ خاصہ اور مالائے مرِوارید عطا فرمائیں ۔ شاہنواز خاں کو جو اسلام خاں کے انتقال پر صوبۂ دکن کی حکومت پر مامور ہوا تھا ، شاہزادے کا اتالیق مقرر کیا ۔ ۷ جولائی ۱۶۴۸ء کو شاہزادہ شجاع کو پندرہ ہزاری ذات ، دس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت کرکے معتقد خاں کے بجائے مُلکِ اڑیسہ کی صوبے داری عطا فرمائی ۔ جمشید کو خلعت دے کر شاہجہاں آباد کا کوتوال مقرّر کیا ۔ اودھ کی صوبے داری میرزا خاں کے بجائے اعتقاد خاں کو سپرد کی جو بنگالے سے آ رہا تھا ۔ اللہ ویردی خاں اپنی جاگیر گورکھپور کی طرف رخصت ہوا ۔

شکارگاہِ سفیدون کی طرف روانگی ، شاہِ ایران کے قندھار میں آنے کی اطلاع

*ان دنوں جب کہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد حضرت کے فیض قدم سے عیش و سرور کا مرکز بنا ہوا تھا ، حضرت کا جی چاہا کہ سفیدون کی شکار گاہ میں پہنچ کر صید افگنی سے دل بہلائیں ۔ ۱۸ ستمبر ۱۶۴۸ء کو دہلی سے روانہ ہوئے ۔ ۲۲ ستمبر کو شکار گاہ کی خاص عمارت میں رونق افزا ہوئے جو دہلی سے ساڑھے چھ کوس دور ہے ۔ سات روز یہاں رہ کر نیل گائے کا شکار کھیلا ۔ بہادر خاں جو لاہور سے کابل جا رہا تھا ، حضرت کے حسب الحکم واپس ہو کر ملتان کی صوبے داری پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ فصلِ ربیع میں جاگیر سے بے تعلق رہا تھا لہٰذا حکم ہوا کہ اُس کی تنخواہ شاہی مطالبے میں سے مجرا کی جائے ۔ سیّد احمد سعید جو ماہِ محرّم میں

سرکارِ دو عالم جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر قندیلِ مرصّع چڑھانے کے لیے روانہ ہوا تھا ، جہاز تباہ ہو جانے کے سبب بندرگاہ سورت میں واپس آ گیا ؛ فرمان گیا کہ قندیل کو سورت میں چھوڑ کر حاضر ہو ، چنانچہ وہ آیا ۔ بتاریخ ۵ اکتوبر ۱۶۴۸ء سفیدون سے واپس ہو کر ۱۲ اکتوبر کو خاص شکار میں رونق افروز ہوئے ۔ یہاں قندھار کے قلعدار خواص خاں اور بُست کے قلعدار عزت خاں کی عرضداشتوں سے واضح ہوا کہ "شاہ عباس فرمان روائے ایران ۴ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ (۲۹ مارچ ۱۶۴۸ء) کو اصفہان سے چل کر گرمائی صدر مقام چمن بسطام میں آ گیا تھا ۔ وہاں سے روانہ ہو کر ۷ شعبان (۲۷ اگست ۱۶۴۸ء) کو مشہدِ مقدس میں خیمہ زن ہوا ۔ اب متواتر خبریں آ رہی ہیں کہ قلعۂ قندھار کو چھیننے کے لیے بے شمار لشکر ہمرکاب لیے ہوئے اس طرف بڑھ رہا ہے ۔ ایران کے دستور کے مطابق خراسان میں تفنگچی اور بیلدار بھرتی کیے ہیں ۔ غلّے کی فراہمی کے لیے فراہ ، سیستان اور دوسرے علاقوں میں آدمی بھیجے ہیں ۔ قندھار کی طرف آنے والے راستوں کے ناکوں پر پہرے بٹھا دیے ہیں ۔ جانتا ہے کہ جاڑوں میں برف باری کے سبب کابل اور ملتان کے راستے مغلیہ فوجوں کا آنا دشوار ہے لہٰذا ارادہ یہ ہے کہ دسمبر جنوری کے مہینوں میں قندھار کا محاصرہ کر لے ۔ شاہ قلی ولد مقصود بیگ ناظر کو مراسلہ دے کر بڑی عجلت کے ساتھ آپ کی درگاہ میں بھیجا تھا ۔ وہ ۲۰ شعبان (۹ ستمبر ۱۶۴۸ء) کو یہاں (قندھار) پہنچا ۔ صرف تین روز یہاں قیام کرکے درگاہِ والا کی طرف روانہ ہو گیا" ۔

ظلِ سبحانی نے یہ خبریں سن کر نجومیوں کو حکم دیا کہ قندھار کی طرف فوجیں روانہ کرنے کے لیے کوئی مناسب ساعت تجویز کریں ۔ جو امرا اور منصب دار اس مہم کے لیے نامزد ہوئے اور اُس وقت اپنی جاگیروں پر تھے اُن کے نام فرمان صادر ہوئے کہ فوراً درگاہِ بادشاہی میں حاضر ہوں ۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو حکم ہوا کہ قاضی افضل کو جو آپ کے نائب کی حیثیت سے دارالسلطنت لاہور کا حاکم ہے ، یہ لکھ دو کہ شاہِ ایران کے قاصد شاہ قلی کو لاہور میں روکے رکھو ، بارگاہِ والا میں نہ آنے دو ۔

خواص خاں نے علی مردان خاں کو لکھا تھا کہ قلعۂ قندھار کی حفاظت کے لیے لشکر اور دیگر ضروریات کے واسطے خزانہ درکار ہے ۔ خانِ والا شان نے احدیوں کے بخشی نورالحسن اور چند منصب داروں کو دو ہزار سوار اور پانچ لاکھ روپے دے کر اُدھر روانہ کیا ۔ کیفیت بارگاہِ والا میں لکھ بھیجی ۔

بتاریخ ۲ شوال (۲۰ اکتوبر ۱۶۴۸ء) دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے شاہجہاں آباد میں داخل ہوئے ۔ قباد خاں اور طاہر خاں کو دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ ۷ نومبر ۱۶۴۸ء کو خبر ملی کہ رشید خاں ناظم تلنگانہ (صوبۂ مدراس) اور قزلباش خاں قلعدارِ احمد نگر کا انتقال ہوا ۔ تلنگانے کا انتظام رشید خاں مرحوم کے بھائی ہادی داد خاں کے سپرد کرکے دو ہزاری ذات اور سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ قزلباش خاں کے بیٹے ایرج کو ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب دے کر احمد نگر کی قلعداری پر مامور کیا ۔ دونوں سرداروں کے بھائیوں اور بیٹوں کو حسبِ حال منصب اور ترقی دے کر دلجوئی کی ۔ یہ خبر بھی آئی کہ راجا کنورسین کشتواری نے عالمِ آخرت کی راہ لی ۔ اُس کے بیٹے مہان سنگھ کو مرحوم کی جانشینی اور آٹھ سو ذات چار سو سوار کا منصب عطا فرما کر راجا کا خطاب دیا ۔ کشتوار کا علاقہ جاگیر کے بطور مقرر ہوا ۔

شاہی لشکر کی پنجاب کو روانگی اور محاصرۂ قندھار کی خبر آنا

شاہ ایران کے قندھار کی طرف بڑھنے کی خبریں اس طرح متصل چلی آ رہی تھیں کہ حضرت نے جہاں بانی کے اقتضاء سے یہ ضروری سمجھا کہ خود بدولت لاہور میں تشریف فرما ہوں ۔ غرض ۳ ذیقعدہ (۱۹ نومبر ۱۶۴۸ء) کو فتح و سعادت کو رکاب میں لیے دارالخلافہ دہلی سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے ۔ چونکہ یہ سفر مغرب کی جانب تھا لہٰذا ہندی قاعدے کے مطابق اسپِ زریں لگام پر سوار ہو کر برآمد ہوئے ۔ جمنا کے ساحل سے کشتی میں بیٹھ کر خضرآباد تک آئے ۔ وہاں سے سرہند تک چرز کا شکار

کھیلتے ۳ ذی الحجہ (۱۹ دسمبر ۱۶۴۸ء) کو دریائے ستلج سے اور ۲۳ دسمبر کو دریائے بیاس سے پار اترے ۔ قلعدار زمینداور کی عرض داشت سے معلوم ہوا کہ خواجہ اوچین کے راستے سے قبچاق خاں زمینداور میں اور ۱۷ ذیقعدہ (۳ دسمبر) کو قندھار میں داخل ہوا ۔ حضرت نے حاکم قندھار کو ہدایت کی کہ خزانے سے پچاس ہزار روپے نیز خلعت اور خنجر مرصع اُسے دیے جائیں ۔ تاکیدی فرمان بھیجا کہ جلد آ کر حاضرِ درگاہ ہو ۔ قبچاق خاں اُس وقت نوکر ہوا جب شاہی لشکر اندخود سے واپس آ رہا تھا ۔ چند منزل بڑھا تھا کہ قبائلی سرداروں نے پیچھے سے آ کر اُس سے گزارش کی کہ ہم سب ازبک سرداروں کی عملداری سے بیزار ہیں اور بارگاہ شاہی کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ، لیکن سفر کی تیاری کے لیے ہمیں کچھ مہلت درکار ہے ۔ رستم خاں نے قبچاق خاں کو پانچ ہزار روپے بطور مدد خرچ دے کر رخصت کیا ۔ اُس نے جاڑے کا موسم چارصد میں بسر کیا جو قندھار کے قریب ہے ۔ جاڑا ختم ہوا تو وہ قندھار کے راستے دہلی روانہ ہوا ۔ کارگزاری اور شجاعت کے تقاضے سے قلعدار سے کہا کہ شاہ ایران کے آنے کی خبر گرم ہے ، میں چاہتا ہوں کہ کوئی کارنامہ دکھا کر بارگاہ والا میں پہنچوں ۔ بزدل قلعدار اُس کی گفتگو سے بہت خوش ہوا ، اپنے پاس روک رکھا ۔

راؤ سترسال راجپوتانے سے اور رستم خاں ، قلیج خاں اور راجا بیٹھل داس کابل سے آ کر حاضرِ درگاہ ہوئے ۔ کوکبۂ شاہجہانی ۱۱ ذی الحجہ کو شالامار باغ میں اور اگلے دن یعنی ۲۸ دسمبر ۱۶۴۸ء کو دولتخانۂ لاہور میں داخل ہوا ۔ بتاریخ ۳۰ دسمبر نذر محمد خاں کا سفیر خواجہ خان ولد اورنگ خواجہ حاضرِ درگاہ ہو کر تمنائے دلی سے کامیاب ہوئے ۔ نذر محمد خاں کا مُراسلہ پیش کیا ۔ اپنی طرف سے دو گٹھری پارچات اور دو گھوڑے بطورِ پیشکش نظر عالی سے گزارے ۔ حضرت نے از رہِ لطف و کرم خلعت ، خنجرِ مرصّع اور دس ہزار روپے عطا فرمائے ۔ مانڈو میں مرزا والی کا انتقال ہو گیا تھا ، اُس کے بیٹے ابوالمعالی کو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔

۱۲ محرم ۱۰۵۹ھ (۲۶ جنوری ۱۶۴۹ء) منگل کے دن عمر مبارک کا اٹھاون واں شمسی سال شروع ہوا ۔ جشن تلادان کمال زیب و زینت سے منعقد کیا گیا ۔ سالانہ دستور کے مطابق حضرت سونے چاندی اور دیگر اجناس میں تلے جو خیرات کے بطور محتاجوں کو دے دی گئیں ۔ شاہزادۂ والا جاہ اورنگ زیب کے ملازموں میں سے دو ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمایا ۔ اس طرح اس والا گہر کا منصب پندرہ ہزاری ذات بارہ ہزار سوار ، آٹھ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ٹھہرا ۔ امرائے نامدار اور ارکان سلطنت کو ترقیاں ملیں ۔ یعنی سعد اللہ خاں کا منصب ہفت ہزاری ذات و سوار ، تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ چار ہزار برآوردی مقرر ہوا ۔ راجا جسونت سنگھ اور راجا جے سنگھ نے پنج ہزاری ذات و سوار ، دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ یہی منصب راجا بیٹھل داس کو ملا ۔ میرزا نوذر کو چار ہزاری ذات تین ہزار سوار ، راجا رائے سنگھ کو چار ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، نظر بہادر خویشگی کو تین ہزاری ذات و سوار ، معتمد خاں میر آتش کو قاسم خاں خطاب اور تین ہزاری ذات دو ہزار سوار ، اخلاص خاں اور سید محمود ولد خان دوراں کو ڈھائی ہزاری ذات ، دو سو سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ روپ سنگھ راٹھور اور رام سنگھ راٹھور ڈھائی ہزاری ذات بارہ سو سوار ، قباد خاں دو ہزاری ذات ہزار سوار ، طاہر خاں دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر ترقی پا کر سر بلند ہوئے ۔ بہت سے اشخاص نے جن کے منصب کمتر تھے ، ترقی پائی ۔ اُن کا ذکر یہاں کرنا باعث طوالت ہے ، لہٰذا قلمزد کیا ۔

شاہزادہ مراد بخش نے گزارش کی تھی کہ مجھے اپنے دیوان رائے رایاں کی ادائیں اور اطوار پسند نہیں ہیں لہٰذا رائے رایاں کو بارگاہ والا میں طلب کر کے دکن کے چاروں صوبوں کی دیوانی پر بدستور سابق دیانت خاں کو مامور فرمایا ۔ اطلاع ملی کہ جونپور کے فوجدار اعظم خاں نے ۷۶ سال کی عمر میں جہان فانی سے انتقال کیا ۔ حضرت نے اُس کے بڑے بیٹے ملتفت خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کا ، میر خلیل کو ہزاری ذات سات سو سوار کا ، میر اسحٰق کو نو سو ذات پانچ سو سوار کا

منصب عطا کیا ۔ اعظم خان مرحوم کی جگہ جونپور کی فوجداری معتقد خان کے سپرد فرمائی ۔

قلعۂ قندھار کا شاہی ملازموں کے ہاتھ سے نکل جانا ، شاہزادہ اورنگ زیب بہادر اور جملۃ الملکی سعد اللہ خان کی اُدھر روانگی ، رُستم خان اور قلیج خان کا قزلباش سرداروں سے لڑنا اور شکست دینا

اگرچہ حضرت نے دہلی سے لاہور کو روانگی کے بعد یہ طے فرمایا تو کہ لاہور میں داخل ہوئے بغیر سیدھے کابل روانہ ہو جائیں گے او قلعدار قندھار کی کمک کے واسطے لشکر بھیجیں گے ۔ لیکن انسان قضا و قدر کے حکم سے مجبور ہے ۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرت نے امرائے ذیجاہ کے مشورے کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ کڑاکے کی سردی میں کابل جانا مناسب نہیں ۔ سخت سردی کے سبب شاہِ ایران کا قندھار کی طرف آنا بھی ناممکن ہے کیونکہ غلہ اور گھاس نایاب ہیں ۔ لہٰذا آغازِ بہار میں کابل جانا مناسب ہوگا ۔ ۱۲ محرم ۱۰۵۹ھ (۲٦ جنوری ۱٦۴۹ء) کو یکایک قلعدارِ قندھار کی عرضداشت وصول ہوئی ۔ لکھا تھا کہ "شاہِ ایران نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۵۸ھ (۲٦ دسمبر ۱٦۴۸ء) کو یہاں آ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ روسیاہ قزلباشوں کی فوج نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال رکھا ہے ۔ فدوی نے دروازوں اور پھاٹکوں پر کارآزمودہ جنگجو آدمی مقرر کر دیے ہیں اور ایک لحظہ بھی نگہبانی سے غافل نہیں ہوں ۔ پوری کوشش کی جا رہی ہے ۔" حضرت نے اس اطلاع کے باوجود یہ تصور کیا کہ شاہِ ایران نشۂ جوانی اور جہالت کے سبب گستاخانہ حملہ آور ہوا ہے ۔ قلعہ فتح ہو سکے یا نہ ہو سکے ، وہ شاہی لشکر کے تعینات ہونے کی خبر سن کر ضرور صف آرائی اور جنگ کرے گا ۔ لیکن شاہِ ایران نے قلعہ فتح کرنے کے بعد قندھار میں توقف نہ کیا ، سیدھا مشہد مقدس جا پہنچا ۔

ظلِ سبحانی نے شاہزادہ اورنگزیب بہادر کو سعد اللہ خاں اور مندرجہ ذیل امرائے نامدار کے ساتھ قندھار کی مہم سر کرنے پر مامور فرمایا ۔ پچاس ہزار جرار سواروں کا لشکر ہمراہ کیا ۔ مہم کے منتظم اشخاص کو تاکید کی جاگیردار منصب داروں اور امیروں کو حزانۂ شاہی سے سو روپے فی سوار کے حساب سے بطور امداد رقم دی جائے ۔ یعنی فی ہزار سوار ایک لاکھ روپے دیے جائیں ۔ جنھیں نقد تنخواہ ملتی ہے انھیں پیشگی سہ ماہہ ادا کیا جائے تاکہ مہم میں کسی کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے ۔ برق انداز احدیوں اور تیراندازوں کو جن کی تعداد پانچ ہزار سوار تھی ، ساڑھے سات لاکھ روپے کا پیشگی سہ ماہہ دیا گیا ۔ روانگی کے وقت سعد اللہ خاں کو خلعتِ خاصہ مع نادری ، مرصع جمدھر ، طلائی سار والا گھوڑا ، نقرئی ساز کا فیل خاصہ اور ایک ہتھنی عنایت ہوئیں ۔ بہادر خاں ، راجا جسونت سنگھ قلیج خاں ، رستم خاں اور راجا بیٹھل داس کو خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر اور طلائی ساز والے گھوڑے مرحمت ہوئے ۔ نجابت خاں ، سردار خاں ، میرزا نوذر صفوی ، راجا رائے سنگھ ، راؤ ستر سال ، لہراسپ خاں ، نظر بہادر خویشگی اور مرزا مراد کام کو خلعت اور مطلا زین والے گھوڑوں سے سرفراز کیا ۔ قاسم خاں ، اخلاص خاں ، روپ سنگھ ، رام سنگھ ، سید فیروز خاں ، قباد خاں ، طاہر خاں ، افتخار خاں ، راؤ رتن راٹھور ، سجان سنگھ ، حاجی محمد یار ، شفیع اللہ میر توزک ، قطب الدین ، ارجن گوڑ ، محسن خاں ، سید محمد اور بیرم دیو سیسودیہ کو خلعت اور نقرئی زین والے گھوڑے عطا فرمائے ۔ بعض اور اشخاص نے بھی خلعت اور گھوڑے پا کر سربلندی پائی ۔ بعض کو فقط خلعت ملے ۔ سبھوں کو ضروری ہدایتیں دے کر تاکید کی کہ جاں فشانی سے غافل نہ ہوں ۔ شاہزادۂ والا قدر اورنگ زیب بہادر کو جو اسی تاریخ پر ملتان سے براہ بھیرہ کابل کو روانہ ہوئے تھے ، خلعت خاصہ ، ایک بیش بہا لعل اور دو موتیوں والا سربند ، جمدھر ، شمشیر خاصہ ، میناکار طلائی ساز والے دو گھوڑے اور نقرئی ساز والی ہتھنی سعد اللہ خاں کے بدست روانہ فرما کر حکم دیا کہ لشکر شاہی زیریں اور بالائی بنگش کے راستے کابل کی طرف بڑھے ۔ وہاں سے غزنیں ہوتا ہوا قندھار

کو روانہ ہو ۔ اس فوج ظفر موج کی بخشی گری پر ملتفت خان کو ، واقعہ نویسی پر محمد اشرف ولد اسلام خان کو مامور فرمایا ۔

بہمن یار ولد آصف خان خانخاناں کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات تین سو سوار کا منصب اور خانہ زاد خان کا خطاب مرحمت کیا ۔ عنایت خان ولد ظفر خان کو ہزاری ذات سو سوار کا منصب عنایت ہوا ۔ نذر محمد خان کے سفیر خواجہ خان کو خلعت ، نقرئی زین والا گھوڑا ، اور عبداللہ خان والی کاشغر کے ایلچی کو خلعت ، مطلا خنجر اور پانچ ہزار روپے عطا فرما کر واپسی کی اجازت دی ۔ ۲۱ صفر ۱۰۵۹ھ (۴ فروری ۱۶۴۹ء) کو حضرت کا پیش خیمہ کابل کی جانب روانہ ہوا ۔ بتاریخ یکم ربیع‌الاول ۱۰۵۹ھ (۱۵ مارچ ۱۶۴۹ء) ایک پہر چھ گھڑی دن چڑھے حضرت نے بھی دولت و اقبال کو ہمرکاب لے کر لاہور سے کابل کا رخ کیا ۔ حسب دستور قاضی افضل کو صوبہ داری پنجاب پر مامور فرمایا ۔ سید شیر زماں اور سید منور پسران سید خان جہان کو قلعۂ لاہور کی نگہبانی پر تعینات کر کے روانہ ہوئے ۔ ۳ ربیع الاول (۱۷ مارچ) کو جہانگیر آباد پہنچے ۔ ۱۲ تاریخ (۲۶ مارچ ۱۶۴۹ء) کو دریائے چناب عبور کیا ۔ جہانگیر آباد سے کوچ کرتے وقت وہ گرز بردار جو سعد اللہ خان اور شاہزادہ اورنگ زیب کے نام فرمان لے کر گیا تھا ، واپس آیا اور جعفر خان میر بخشی سے بعض نہایت اہم باتیں بیان کیں ۔ یعنی "جس وقت یہ بندۂ درگاہ واپس آ رہا تھا ، سعد اللہ خان کے نام غزنیں سے سعادت خان کی تحریر آئی جس میں یہ درج تھا کہ دو آدمی جو قبچاق خان کے نوکر تھے ، شاہ ایران کے لشکر سے بھاگ کر میرے پاس غزنیں میں آئے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ بدبخت خواص خان قلعدار قندھار نے اپنا قلعہ شاہ ایران کے حوالے کر دیا ۔ آس پاس کے دوسرے قلعے بھی شاہ ایران کے تصرف میں چلے گئے ۔"

اس افسوس ناک سانحے کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ ایران اپنے دارالسلطنت سے روانہ ہو کر ۲۲ شوال (۹ نومبر ۱۶۴۸ء) کو ہرات میں پہنچا ۔ دو روز قیام کیا ۔ پندرہ دن کی مدت میں فراہ پہنچ گیا ۔ نو دن تک فراہ میں قیام رکھا ۔ فراہ سے محراب خان کو جو قندھار پر بادشاہی تصرف کے زمانے

میں شاہ ایران کی طرف سے بست کا قلعدار تھا ، سیستان کے حاکم ملک نصرت اور نیشاپور کے حاکم بیرام علی خان اور ہرات کے حاکم حسین قلی خان نیز آٹھ ہزار سوار دے کر بڑھایا کہ جا کر بست[1] کا محاصرہ کرلو۔ زمینداور کی تسخیر کے لیے سارو خان کو روشن قلی لریکی وغیرہ کے ساتھ پانچ ہزار سوار دے کر تعینات کیا اور خود کوچ کرتا ہوا قندھار کی طرف بڑھا ۔ ۱۰ ذی الحجہ (۲۶ دسمبر ۱۶۴۸ء) کو گنج علی خان کے باغ (قندھار) میں قیام کیا ۔ جنگ آزمودہ سواروں اور پیادوں کی فوج کو حکم دیا کہ کوہ چہل زینہ کے اوپر قلیج خان نے دور بینی و احتیاط کے پیش نظر جو دو برج بنائے تھے اُن پر قبضہ کر کے گولہ باری شروع کردیں کیونکہ وہاں سے داغے ہوئے گولے اور گولیاں قلعے کے اندر آ کر گرتے ہیں ۔ ناتجربہ کار قلعدار نے بے تدبیری اور سراسیمگی کے سبب اُن برجوں کی حفاظت کا کچھ انتظام نہیں کیا تھا ۔ شاہ نے قلعے کے دو طرف مورچے قائم کروائے ۔ ماسوری دروازے والا مورچہ مرتضیٰ قلی خان سپہ سالار کے اہتمام میں دیا ، دروازہ بابا ولی والا مورچہ مرتضیٰ قلی خان قورچی باشی کے سپرد کیا ۔ اندر سے نالایق قلعدار نے بھی کچھ انتظام کا رنگ جمایا ۔ یعنی پہلوان درویش سرخ والا اور خواجہ خضر والا دروازہ راجا امر سنگھ اور بڈگوجر کی نگرانی میں رکھا ۔ دروازہ ویس قرن کی نگہبانی شادی ازبک کے حوالے کی ۔ دروازۂ بابا ولی کی حفاظت اپنے ملازموں کے سپرد کی ۔ درویش مجنوں والے کونے کے برج سے لے کر برج حاکستر تک دیکھ بھال پر کاکڑ خان اور کچھ بندوقچیوں کو مامور کیا ۔ ماسوری اور خضری دروازوں کے درمیانی مورچوں کی حفاظت احدیوں کے بخشی نورالحسن کے حوالے کی ۔ تمام فصیلوں ، دروازوں اور مورچوں کی نگرانی کا کام خود سنبھالا ۔ فصیلیں اور

۱۔ یہ قدیم تاریخی شہر قندھار سے ستر میل مغرب کی طرف ہے ۔ تیرھویں صدی عیسوی میں یاقوت حموی نے اسے نہروں اور باغوں سے معمور دیکھا تھا ۔ صفویوں اور مغلوں کی جنگ میں یہ ایک اہم دفاعی چوکی تھا ۔

برج اتنے مضبوط و مستحکم تھے کہ جب تک انہیں بارود بھر کر اڑا نہ دیں کسی اور طرح اُن پر قبضہ کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ غرض کسی طرح کوئی بات موجب تشویش نہ تھی۔

چونکہ شاہ ایران بہ نفس نفیس دروازۂ بابا ولی کی طرف خیمہ زن تھا لہٰذا اُس طرف کے سپاہیوں نے جاں فشانی سے کام لے کر مورچے آگے بڑھائے۔ قلعے کے محافظوں نے بھی جاں نثاری میں کسر نہ رکھی۔ بڑی دلاوری سے بادلیج، ضرب زن اور زنبورک سے گولے برساتے رہے اور اُن بدبختوں کو روکے رکھا۔ غنیم کے بہت سے سرداروں بالخصوص فراہ کے حاکم کاب علی خان کو جو نامی گرامی سردار تھا، بندوق کی گولی سے ملک عدم کی طرف روانہ کیا۔ یکم محرم کو تین بڑی توپیں ایران سے آ گئیں۔ ہر ایک میں من بھر کا گولا پڑتا تھا۔ دو توپیں دروازۂ بابا ولی کے سامنے نصب کی گئیں اور ایک ماسوری دروازے کے مقابل۔ دمدمے تیار کر لیے اور نہایت کوشش و جاں فشانی پر تل گئے۔ فصیلیں اتنی مضبوط تھیں کہ توپوں کے گولے کام نہ کرتے تھے۔ البتہ اتنا ہوا کہ بالائی کنگرے جن کی آڑ سے قلعے والے توپ چلاتے تھے، گر گئے۔ قلعے والے راتوں رات کنگروں کی مرمت کر لیتے۔ ایرانی توپچی دن میں انہیں پھر گرا دیتے۔ تاہم توپوں کے سہارے ایرانی سپاہی بڑھتے بڑھتے خندق تک جا پہنچے بلکہ بعض دلاور خندق پار کر کے شیر حاجی والی فصیل کے نیچے مورچے بنا کر بیٹھ گئے۔ قلعدار نے یہ ترکیب کی کہ اندر سے نقب کھدوا کر شیر حاجی فصیل کے باہر تک اُسے نکالا اور بعض زبردست اور جانباز سپاہیوں کو اس راستے بھیجا کہ قزلباشوں پر حملہ کریں۔ یہ دلاور نقب سے نکل کر یکایک اُن پر جا پڑے۔ بہت سوں کو وہیں ٹھنڈا کیا، باقی زخمی ہو کر شکست کھا کر واپس بھاگے۔ اس واقعے کے باوجود شاہ ایران کی تاکید کے سبب قزلباشوں نے ۱۰ اور ۱۵ محرم (۲۴ جنوری، ۲۹ جنوری ۱۶۴۹ء) کو جابجا لکڑیوں اور بوریوں کے پل بنا کر خندق پار کر لی۔ شیر حاجی والی فصیل کے نیچے مورچے قائم کر کے نقب تیار کرنے اور قلعہ گیری کی دوسری ترکیبوں میں مشغول ہو گئے۔

قلعدار نے بھی فصیل کے نیچے اور شیر حاجی دروازے کے قریب چوڑی سی خندق کھدوا لی - جب موقع ملتا ایرانیوں کی نقب کو خراب کر دیتا - ایرانی جانباز ہمت کر کے خندق پار کر کے بڑھ آتے لیکن یا تو مارے جاتے یا زخمی ہو کر ناکام پلٹتے - جو بد بخت نقب میں گھس کر موقع کی تلاش میں بیٹھے رہتے ، انھیں قلعے والے بان چلا چلا کر جہنم رسید کرتے بالآخر بتاریخ ۲۳ محرم (۶ فروری ۱۶۴۹ء) شاہ ایران نہایت تجربہ کار جنگ آزمودہ قزلباشوں کو ہمرکاب لیے دروازۂ بابا ولی کی جانب آ کر کھڑا ہو گیا - غضبناک ہو کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ پوری صف بندی کر کے ماہدولت کے سامنے سے تیز ماسوری دروازے کی جانب سے یلغار کرو - اس معرکے میں بھی شاہجہانی دلاور اقبال بادشاہی اور حمایت ایزدی کے سائے میں ایرانیوں کے حملے روکتے رہے - تیسرے پہر تک غنیم کے ریلے آتے رہے اور یہ دلاور اُن کی گوشمالی کر کے ہٹاتے رہے - جب ایرانیوں نے دیکھ لیا کہ کوئی تدبیر پیش نہیں جاتی تو مایوس ہو کر واپس چلے آئے -

اگلے روز سے اس شدت کی بارش شروع ہوئی کہ نہ قلعے والوں کو گولہ باری کا موقع مل سکا نہ ایرانیوں کو - قزلباش سپاہی شیر حاجی والے مورچے کی پناہ میں جمع ہو کر چپکے چپکے فصیل میں شگاف کر لیتے بلکہ کہیں کہیں دیوار کا کچھ حصہ گرا بھی لیتے - لیکن جہاں سر نکالتے وہیں شاہجہانی بہادروں کا ہجوم دیکھتے ، ناکام نامراد واپس آ جاتے - المختصر ۷ فروری ۱۶۴۹ء سے ۱۵ فروری تک اس زور کی بارش ہوتی رہی کہ بندوقیں اور توپیں چلنے کی نوبت ہی نہ آئی - تیروں اور پتھروں کی بارش البتہ جاری رہی یا تیل کے ڈبے پھینکے جاتے رہے - جب کبھی غنیم جرأت کر کے شیر حاجی والے مورچے میں آ گھستا ، شاہی بہادر ہتھیار سنبھال کر سامنے آتے اور اسے مارتے مارتے باہر نکال دیتے - لیکن آخر میں قلعے کے بعض پست ہمت آدمی اندر ہی اندر صلح کی سازش کرنے لگے - یہ حالت دیکھ کر قزلباشوں کا حوصلہ بڑھ گیا -

غرض نمک حرام ، بے غیرت شادی ازبک کی صلاح کے مطابق قبچاق خاں بھی جو بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے اور کوئی کارنامہ دکھانے کی نیت کیے ہوئے ماوراء النہر سے قندھار میں آیا تھا ، جھک گیا - بہت سے منصب دار ، بندوقچی اور احدی بھی نمک حلالی کا شیوہ ترک کر کے نافرمانی پر اُتر آئے - بدفطرتی اور کمینہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے قلعدار سے بولے کہ برف باری کے سبب راستے بند ہو چکے ہیں - کمک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں - قزلباش سپاہی اس طرح اڑے ہوئے ہیں کہ قلعہ فتح کر لینا دو چار دن کی بات ہے - جب وہ قلعے میں آ گھسیں گے تو ہم مارے جائیں گے - زن و فرزند قید ہوں گے - نا تجربہ کار قلعدار نے اُن نمک حراموں کو ، جنھیں تلوار کے گھاٹ اتار دینا لازم تھا ، تسلی دلاسا دے کر سمجھانا شروع کیا - وعظ و پند سے کیا ہوتا ، اُس بزدل نامرد کی نصیحت ماننے کے بجائے تمام مفسدوں نے مورچوں سے ہٹ ہٹ کر اپنے اپنے گھر کی راہ لی - اس حالت میں بتاریخ ۲ صفر (۱۵ فروری ۱۶۴۹ء) قزلباشوں کی فوج شیر حاجی والے مورچے میں کئی جگہ گھس آئی - قلعے والوں نے مقابلہ کیا اور فریقین کے سیکڑوں آدمی قتل ہوئے -

اس اثنا میں برگشتہ بخت شادی ازبک نے قلعدار کو یہ کہلا بھیجا کہ شاہ ایران کا ایک معتمد محمد بیگ آیا ہے اور تمھارے ، نورالحسن اور میرک حسن کے نام مراسلے لایا ہے - اُس نے میرک حسن کو حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا - میرک حسن دروازۂ ویس پر پہنچا تو دیکھا کہ محمد بیگ کو قلعے کے اندر بلا لیا ہے اور شادی ازبک اور قبچاق خاں وغیرہ مغل اُس کے سامنے بیٹھے ہیں - میرک حسن نے واپس جا کر یہ بات قلعدار کو سنائی - اُس نے اپنے بخشی کو بھیج کر شادی خاں اور قبچاق خاں کو بلوا کر پوچھا کہ میری اطلاع و اجازت کے بغیر شاہ ایران کے آدمی کو اندر بلا کر مشورے کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ بولے کہ ''وہ مراسلے اور پیغام لے کر آیا تھا ، ہم نے یہی مصلحت سمجھی کہ اُس سے ملاقات کر لیں اور بات کریں لہٰذا اندر بلا لیا - مناسب یہ ہے کہ آپ اُس سے مراسلے وصول کر کے اور پیغام سن کر اُسے واپسی کی اجازت دیں -'' اس موقع پر لازم تو

یہ تھا کہ قلعدار اُس ذلیل کو قتل کروا دیتا تا کہ دوسروں کو عبرت ہوتی ، لیکن اس کے بجائے چشم پوشی سے کام لیا ۔ اٹھ کر اُن مردودوں کے ہمراہ دروازۂ ویس میں گیا اور محمد بیگ سے مل کر وہ مراسلات جنھیں چھونا بھی جائز نہ تھا ، وصول کیے اور بیہودہ پیغامات سنے ۔ خود داری و غیرت سے ہاتھ اٹھا لیا ۔ سچ پوچھیے تو قلعہ تو اُسی وقت ہاتھ سے نکل گیا ۔

شاہِ ایران کا پیغام یہ تھا کہ : ''قلعہ بُست والوں کے حال سے عبرت پکڑو ۔ پُر دل خاں اور اہلِ بُست کی سرگزشت سُن لو کہ ان میں سے بہت سے بد نصیب تو تلوار کے گھاٹ اتر گئے ۔ باقی قیدی بن کر طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں ۔ قلعدار کو چاہیے کہ اپنے آدمیوں اور خود کو اس ذلت و خواری سے بچائے اور جنگ و جدال سے ہاتھ اٹھا لے'' ۔ کم بخت قلعدار کے ہاتھ پاؤں اتنی ہی بات سُن کر پھول گئے ؛ کہلا بھیجا کہ پانچ روز بعد فریقین کی طرف سے یہ جنگ و پیکار ختم ہو جائے گی ۔

بہ تاریخ ۷ صفر (۲۰ فروری ۱۶۴۹ء) شاہ ایران کے سابق سپہ‌سالار رستم خاں کا بھائی علی قلی قلعے کے نیچے آ کھڑا ہوا ۔ شادی ازبک کو پیغام بھجوایا کہ جواب لینے کے لیے آیا ہوں ۔ نمک حرام قلعدار[1] اور شادی ازبک نے علی قلی کو دروازۂ ویس میں بُلوا کر حالات دریافت کیے ۔ اُس نے کہا کہ ''خیریت اسی میں ہے کہ مقابلہ چھوڑ دو ۔ اپنی جان اور ننگ و ناموس کو تباہ کرنے سے کیا حاصل ۔ وقت ضائع کرنے اور سپاہیوں کو ہلاک کروانے کے بجائے اپنی فلاح و بہبود کی تدبیر کرو'' ۔ وہ نابکار اس کی لغو باتیں سن کر بدحواس ہو گیا ۔ خود بھی جی چھوڑ بیٹھا اور دوسروں کی ہمّت بھی توڑ دی ۔ قندھار کے دیوان عبدالطیف کو علی قلی کے ہمراہ بھیج دیا کہ شاہِ ایران امان نامہ مجھے بھیج دیں ۔ اگلے دن وہ امان نامہ بھی آ گیا جو اُن کمینوں بدبختوں کے لیے رو سیاہیِ جاوید

۱۔ انتہائی نفرت کے سبب نام نہیں لکھا ۔ قلعدار کا خطاب خواص خاں تھا ۔ دولت خاں بھی کہتے تھے ۔ ایرانی فوج نے قندھار کا قلعہ لے لینے کے بعد اسے شاہِ ایران کی خدمت میں بھیج دیا تھا ۔

کا پروانہ تھا ۔ نمک حرام شادی اُزبک نے قلعدار کے نکلنے سے پہلے ہی دروازۂ ویس قرن کو چوپٹ کھول دیا اور قبچاق خاں کو ہمراہ لیے شاہِ ایران سے جا ملا ۔ دُنیا کی ذلّت اور عقبیٰ کی تباہی سمیٹ لی ۔ اگلے دن ۲۱ فروری ۱۶۴۹ء کو تمام منصب دار ، احدی اور برقنداز امان پا کر قلعے سے باہر نکل گئے ۔ ہر طرف قزلباش سپاہیوں کا عمل دخل ہو گیا ۔ صرف اندرونی قلعے میں قلعدار ، امر سنگھ ، کاکڑ خاں اور اپنے سپاہیوں کو لیے ہوئے بیٹھا رہا ۔

قندھار کے اندرونی قلعے (ارک) کی یہ کیفیت ہے کہ پہاڑی پر ایک پُشتے کے اُوپر واقع ہے ۔ اس کی فصیل اتنی مضبوط و مستحکم ہے کہ قلعہ گیری کی تمام تدبیروں کے باوجود اُس کا فتح کرنا ناممکن بلکہ ناقابلِ تصوّر ہے ۔ غلّے اور پانی کا ذخیرہ موجود ہی تھا ۔ اگر نامرد نمک حرام قلعدار کچھ بھی ہمّت کرتا اور اپنے سپاہیوں کو ہمراہ لے کر تھوڑی سی جاں فشانی سے کام لیتا تو کچھ عرصے بعد کُمک آ ہی جاتی ۔ شاہِ ایران بھی اپنی کوشش سے ہاتھ اُٹھا لیتا اور وقت ضائع کرنے کے بجائے ناکام واپس چلا جاتا ۔ لیکن بُزدل ، بدبخت ، کافر نعمت قلعدار نے انتہائی نامردی دکھائی اور ایسے مضبوط قلعے کو خواہ مخواہ دشمن کے حوالے کر دیا ۔ سامان اور متعلقین کو ہمراہ لیے باہر نکلا اور قندھار سے کوس بھر کے فاصلے پر قیام کیا ۔ بے غیرتی اور نامردی کے ہاتھوں نہ منصب کا پاس رکھا نہ غیرت و حمیت کا لحاظ کیا جس کے پیچھے بہادر اپنی جان دے دیتے ہیں اور تنِ تنہا دشمنوں کی صف میں شیر کی طرح گُھس جاتے ہیں ۔ اپنے نام پر قیامت تک کے لیے نمک حرامی اور کافر نعمتی کا دھبّا لگوا لیا ۔ گمراہی و بدبختی کے ہاتھوں اس طرح ذلیل ہوا کہ کسی دوست آشنا کو آج اتنا حوصلہ ہی نہیں کہ اُس کی سفارش یا عذر خواہی میں دو حرف کہہ سکے ۔ ۲۴ فروری ۱۶۴۹ء کو علی قلی خاں کی وساطت سے اپنے بھائی عیسیٰ خان اور کاکڑ خاں ، نورالحسن وغیرہ کو ہمراہ لیے گنج علی خاں کے باغ میں شاہِ ایران کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کچھ دیر بات کرکے واپس چلا آیا ۔ ندامت و شرمساری کی گٹھری سر پر رکھے ، بدحواسی و خفّت کو دائیں بائیں

لیے ہندوستان کی راہ لی ۔ دولت و سعادت نے پیٹھ دکھائی !

جن دنوں شاہ عبّاس کبیر نے قندھار کا شہر عبدالعزیز خاں سے لیا تھا ، اُس کے گرد ایک فصیل تھی اور ایک اندرونی قلعہ ۔ پھر علی مردان خاں نے جو اس زمانے میں شاہ ایران کا ملازم تھا ، کوہ لکہ پر اینٹ گارے سے ایک مضبوط قلعے کی بنیاد رکھی ۔ ابھی تیار نہ ہونے پایا تھا کہ سلطنت مغلیہ کے امراء کے قبضے میں آ گیا ۔ خان دوراں ، قلیج خاں اور صفدر خاں جیسے نامور امیروں نے قلعے کے استحکام کے متعلق جو مناسب سمجھا بارگاہ شاہی میں عرض کیا ۔ حضرت نے اُس کی تیاری کا حکم فرمایا ۔ پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے پانچ سال میں پانچ فصیلیں کھینچی گئیں ۔ ایک شہر پناہ جو سارے شہر کے گردا گرد تھی اُس کے اندر دوسرا احاطہ جسے قلعۂ دولت آباد کہنے لگے ، اس کے بعد تیسرا احاطہ جسے قلعۂ مندو کا نام دیا گیا ، چوتھا اندرونی قلعۂ (ارک) ، پانچواں پہاڑ کے اُوپر والا قلعہ ۔ یہ سب عمارتیں تیار ہو گئیں ۔ فصیل اگرچہ مٹی کی تھی لیکن دس گز عرض تھا جس کے نیچے گہری خندق تھی ۔ دو سال کی رسد ، ہر طرح کا سامان قلعداری اور گولہ بارود بہ کثرت موجود ۔ چار ہزار تیغ زن اور تیر انداز بہادر ، تین ہزار برق انداز جان فشانی کو حاضر ۔ قزلباشوں کے گھوڑے دانہ چارہ نہ ملنے کے سبب مر رہے تھے ۔ دو ہزار جرّار سوار کام آ چکے ہوے اور ایرانی فوج ہمّت ہار بیٹھی تھی ۔ بعض نمک حلال تیروں پر کاغذ کے پُرزوں کو باندھ کر اور یہ مضمون لکھ کر قلعے کے اندر پھینک رہے تھے کہ ”کُمک آ پہنچی ہے ، قلعے والے ہمّت سے کام لیں ۔ قزلباشوں کا لشکر غلّہ ختم ہو جانے سے مضطرب ہے“ ۔ غرض کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ نمک حرام قلعدار مضطرب ہوتا ۔ بے مبالغہ اگر اُس نامرد کی جگہ کوئی عورت قلعے کی حاکم ہوتی تب بھی پانچ ماہ تک اس طرح گزار لیتی کہ پرندے کو پر نہ مارنے دیتی ۔ اُس ذلیل نامرد نے خواہ مخواہ قلعے کو دشمن کے حوالے کر دیا !

قلعۂ بُست اور زمینداور کا احوال یہ ہے کہ ایرانی سردار محراب خاں نے بتاریخ ۲۱ ذیقعدہ ۱۰۵۸ھ (۷ دسمبر ۱۶۴۸ء) بُست میں پہنچ کر

محاصرہ کر لیا ۔ اندازہ ہوا کہ جدید قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے البتہ پرانا قلعہ لے لینا سہل ہے ۔ غرض پل عاشقان کے کنارے سے دریائے ہیر مند تک پانچ مورچے قائم کیے ۔ پُردل خان قلعدار نے نہایت ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور بہت سے مخالفوں کو اپنے حملوں سے ہلاک کر دیا ، بہت سے توپ اور بندوق کی مار میں آئے ۔ ۷ ذی الحجہ (۲۳ دسمبر ۱۶۴۸ء) کو غنیم نے نصرت خان والے مورچے کی طرف بڑھ کر یہ کوشش کی کہ خندق کا پانی کاٹ کر دریائے ہیر مند میں ڈال دیں ۔ اُس وقت پُردل خان کے سپاہیوں نے غنیم کے مورچے پر حملہ کر کے ذرا سی دیر میں اُسے مغلوب کر لیا ۔ بچے کھچے شکست خوردہ آدمی بھاگ نکلے ۔ محاصرے کے آغاز سے ۴ محرم (۱۸ جنوری ۱۶۴۹ء) تک کہ ۵۴ روز کی مدت ہے ، فریقین نے خوب جان فشانی کی ۔ چھ سو قزلباش ہلاک ہوئے ۔ پُردل خان کے پاس کل چھ سو سپاہی تھے ، اُن میں سے تین سو مارے گئے ۔ بالآخر پُردل خان نے ننگ و ناموس سے ہاتھ اُٹھا کو اپنی جان بچانی بہتر سمجھی ۔ گھبرا کر امان مانگی اور محراب خان سے ملا ۔ سو آدمی اس کے ہمراہ تھے ۔ محراب خان نے سبھوں سے ہتھیار رکھوا لیے ۔ جنھوں نے انکار کیا اُنھیں قتل کر دیا ۔ پُردل خان کو باقی آدمیوں اور اہل و عیال سمیت گرفتار کر کے شاہِ ایران کے پاس قندھار بھیج دیا ۔

قلعۂ زمینداور کی یہ صورت ہوئی کہ سارو خان تالش نے بتاریخ ۸ ذی الحجہ (۲۴ دسمبر ۱۶۴۸ء) آ کر محاصرہ کر لیا ۔ سید اسد اللہ اور سید باقر پسرانِ سید بایزید بخاری قلعے کے محافظ تھے ۔ اپنے بھائیوں اور نوکروں کے علاوہ سرکارِ خاصہ کے پانچ سو بندوقچی سوار اور پیادہ اُن کے زیرِ فرمان تھے ۔ سارو خان سے کہلا بھیجا کہ یہ قلعہ قندھار کے ماتحت ہے ، اگر شاہِ ایران نے قندھار کو فتح کر لیا تو زمینداور خود بخود تمھارے قبضے میں آ جائے گا ۔ سرِ دست جنگ و جدال کرنا اور اپنے اور ہمارے آدمیوں کو قتل کروانا مناسب نہیں ۔ سارو خان کی عقل میں یہ بات آ گئی ۔ مورچے وغیرہ بنانے سے باز رہا ۔ ساری حقیقت شاہِ ایران کو

لکھ بھیجی اور جواب کا انتظار کرنے لگا - بالآخر شاہ کا آدمی قندھار اور بُست کی فتح کی خبر لے کر آیا - یہ حال سن کر اُن کم ہمتوں نے مردانگی و حمیت سے ہاتھ اُٹھایا - جان بچا کر حیران پریشان ، قندھار کی راہ لی -

اُدھر بارگاہِ شاہجہانی سے قندھار کے نابکار قلعدار کے نام فرمان پہنچا کہ "ہمت سے کام لو ، شاہزادۂ نہنگ صولت اور سعد اللہ خان فوجِ ظفر موج ، ہاتھیوں کے حلقے اور بھاری توپخانہ ہمرکاب لیے عنقریب قندھار پہنچنے والے ہیں -" یہاں کام تمام ہو چکا تھا - شاہِ ایران نے یہ فرمان پڑھ لیا - اکثر سپاہی کام آ چکے تھے - لشکر کے گھوڑے اور اونٹ یا تو مر کھپ گئے تھے یا نیمجان ہو رہے تھے - سمجھ گیا کہ لشکرِ شاہجہانی کا مقابلہ ممکن نہیں - غرض ۲۴ صفر (۹ مارچ ۱۶۴۹ء) کو قندھار سے کوچ کیا اور اصفہان کی راہ لی - محراب خان کو دس ہزار قزلباشوں کی فوج کے ساتھ قندھار میں چھوڑا - دوست علی اتکہ کو قلعۂ بُست کی محافظت پر مامور کیا - جب حضرت کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے تو شاہزادۂ ذیجاہ اور سعد اللہ خان کے نام فرمان روانہ کیا - مرقوم تھا کہ شاہِ ایران قندھار کی فتح کے بعد تمھاری آمد آمد کا غلغلہ سن کر وہاں سے ہٹ گیا ہے ، تمھیں لازم ہے کہ فوراً قندھار پہنچو اور تسخیر قلعہ میں جان لڑا دو - اس لشکر کی یہ کیفیت تھی کہ سعد اللہ خان دربار سے رخصت ہو کر بڑھا تو کمک کے خیال سے اور تمام آدمیوں کو سمیٹنے کی خاطر آہستہ آہستہ کوچ کرتا رہا - جب پیچھے رہنے والے آ ملے تو تیزی سے منزلیں طے کرتا بتاریخ ۱۵ صفر (۲۸ فروری ۱۶۴۹ء) آتشی کے گھاٹ سے دریائے سندھ اُترا اور کوہاٹ میں مقیم ہوا -[۱] شاہزادہ اورنگ زیب ملتان

۱- مصنف کا یہ بیان قابلِ اعتبار نہیں - مکتوبات سعد اللہ خان ، ص ۳۸ ، سے اندازہ ہوتا ہے کہ سعد اللہ خان کئی دن تک شاہزادے کے انتظار میں رکا رہا اور تقریباً ایک ہفتے بعد کوہاٹ پہنچا -

سے چل کر اُنھی دنوں دریائے سندھ کو عبور کر کے سعد اللہ خاں سے آ ملا۔ برف کی کثرت کے سبب پشاور کا راستہ اختیار کیا۔ ۲۱ ربیع الثانی (۲۳ اپریل ۱۶۴۹ء) کو کابل میں خیمہ زن ہوا۔ برف باری کے سبب اب تک کھیتوں میدانوں میں گھاس چارہ نہ تھا۔ غلے چارے کی کمیابی کا یہ عالم کہ گیہوں روپے کا پانچ سیر اور گھاس فقط چار سیر۔ یہ بھی ہاتھ نہ آتے تھے۔ شاہزادے کے حسب الحکم پندرہ روز کابل میں توقف کیا، پھر قندھار کو روانہ ہوئے۔ غزنین پہنچ کر بادشاہ سلامت کو لکھا کہ یہاں غلہ روپے کا دو سیر مل رہا ہے، گھاس بالکل نایاب ہے۔ یہاں سے قندھار تک گھاس کا پتّا تک دستیاب نہ ہوگا۔ سپاہی بہت پریشان ہیں۔ بارگاہِ والا سے فرمان صادر ہوا کہ ان تمام مشکلات کے باوجود منزلِ مقصود کی طرف بڑھو، وقت ضائع نہ کرو۔ ما بدولت بھی کابل پہنچنے والے ہیں۔

فرمان پہنچنے کے بعد شاہزادے اور سعد اللہ خاں کو مزید قیام کرنے کی مجال نہ تھی۔ پندرہ دن میں جتنا غلہ فراہم کر سکے، حاصل کر کے آگے بڑھے۔ سارے لشکر کو سات حصوں میں یعنی میمنہ، میسرہ، ہراول، قلب، میمنہ اور میسرہ کے ہراول دستے اور چنداول کی صورت میں ترتیب دیا۔ شہر صفا میں پہنچے تو ملک حسین ولد ملک مودود ابدالی شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا جو محراب خاں کے پاس سے بھاگ کر اپنے وطن میں آ گیا تھا۔ شاہزادے نے مرصّع خنجر اور دس ہزار روپے نقد عطا کیے۔ ۱۴ [جمادی الاول] (۲۶ مئی ۱۶۴۹ء) کو شاہزادہ قندھار پہنچ کر قلعے سے نصف کوس کے فاصلے پر اُترا۔ سعد اللہ خاں کو گنج علی خاں والے باغ میں، راجا جے سنگھ کو گنج علی خاں کے دوسرے باغ میں اور قلیج خاں کو علی مردان خاں کے بنا کردہ باغِ نظر میں ٹھہرنے کی ہدایت کی۔

شاہزادے نے دروازۂ بابا ولی کے سامنے تین مورچے قائم کیے۔ پہلا مورچہ کوہِ چہل زینہ کے دامن میں، اس کا اہتمام نجابت خاں کے سپرد ہوا۔ دوسرے مورچے کا انتظام قاسم خاں داروغۂ توپخانہ کے حوالے ہوا۔ تیسرا

قلیچ خاں کی نگرانی میں رکھا گیا جس کے ہمرکاب پورا میسرہ تھا ۔ دروازۂ بابا ولی اور ویس قرن کے درمیان رستم خان نے اتر کر مورچہ باندھا ۔ دروازۂ خضر کے سامنے والا مورچہ سعداللہ خاں کے انتظام میں رہا ۔ ماسوری دروازے کے مورچے کا سرانجام بہادر خاں اور لہراسپ خاں کے ذمے ٹھہرا ۔ شاہزادۂ والا جاہ نے آب دزد والا مورچہ بذات خود سنبھالا ۔ تمام امراء کو ہدایت کر دی گئی کہ اپنی اپنی ذمےداری سے خبردار رہیں ۔ ۲۷ مئی کو دوپہر کے وقت راجا مان سنگھ گوالیاری ، بھاؤ سنگھ اور جگت سنگھ نے چہل زینہ والے برجوں کو خالی دیکھا ۔ غنیم کے آدمی نہ تھے ۔ فوراً جھنڈے لہرا کر دوڑے ۔ اُن کی فرمائش پر سعداللہ خاں بخشی بھی اپنے ماتحتوں کی کمک لے کر پہنچا ۔ اتنے میں محراب خاں قلعدار کو خبر لگ گئی ۔ کھڑکی کے راستے پہاڑ کے اوپر پہنچ کر برجوں پر جابجا سیکڑوں برق انداز (بندوقچی) تعینات کر دیے ۔ ایسا انتظام کیا اور گولے ، گولیوں ، تیروں کی وہ بوچھاڑ کی کہ حملہ آوروں کو برجوں تک پہنچنے کی مجال نہ ملی ۔ دونوں سرداروں نے آدھے راستے پر مورچے بنا کر آدمیوں کو بٹھا دیا تاکہ ہلاکت سے محفوظ رہیں ۔ شاہزادۂ والا جاہ کو یہ جرأت بےجا پسند نہ آئی ۔ فرمایا کہ یورش کرنے سے پہلے ہمیں اطلاع دینا لازم تھا ، اب موقع کا انتظار کرو ۔ جب ستارہ سازگاری کرے ، برجوں پر حملہ کر کے قابض ہو جانا ۔

۶ جون ۱۶۴۹ء کو شاہزادے نے قلیچ خاں کو راؤ ستر سال ، اللہ قلی خاں ، قباد خاں ، طاہر خاں ، حنجر خاں وغیرہ کے ساتھ کہ سب سات ہزار سپاہی تھے ، بُست کی طرف روانہ کیا ۔ حکم دیا کہ آس پاس جتنا غلہ ملے اپنے قبضے میں لے لو اور ستم رسیدہ رعایا کی دلجوئی کرتے رہو ۔ بتاریخ ۱۴ جمادی الثانی (۲۵ جون ۱۶۴۹ء) سعداللہ خاں نے شاہزادے سے عرض کی کہ اب تک قلعے والوں کی شوخ چشمی اور دلیری کے سبب دروازۂ خضر اور ویس قرن تک لشکر شاہی کی رسائی نہیں ہو سکی ۔ محراب خاں قلعدار ہمارے لشکر کو کاہل اور بے تدبیر سمجھ کر بہت دلیر ہو گیا ہے ۔ میرا قصد ہے کہ راجا بیٹھل داس والے مورچے کے پاس والی زمین میں

جہاں پانی کم آتا ہے ، اپنے سپاہیوں کو لے کر قیام کروں ۔ خیال یہ ہے کہ کوشش کر کے تھوڑی سی مدت میں دمدمہ بنا کر قلعے تک پہنچا دوں گا ۔ شاہزادے نے اگلے روز اجازت دے دی ۔ سعداللہ خاں وہاں پہنچا تو محصوروں نے گولے برسا کر بہت سے سپاہیوں کو تلف کر دیا ۔ توپچی اور برق انداز ہر روز گولے گولیوں کا مینہ برساتے رہے لیکن سعداللہ خاں نے ہمت مردانہ سے کام لیا اور دمدمے اور نقب کا انتظام کرتا رہا ۔ راجپوتوں ، مغلوں ، ایرانیوں اور ہندوستانیوں سبھوں کو ترقی اور عنایات شاہی کا امیدوار بنا کر سرگرم رکھا ۔

چند روز بعد مورچے قائم ہو گئے ۔ دمدمے بھی درست ہوئے ۔ خندق تک پہنچنے میں چالیس گز فاصلہ رہ گیا ۔ اہل قلعہ شام سے صبح تک توپوں بندوقوں سے مارا مار کر کے دمدموں مورچوں کو برباد کرنے کی کوشش کیا کرتے ۔ ہر لمحہ مہتابیاں جلا جلا کر سراغ لگاتے اور جو شخص نظر آتا اُسے تیروں یا گولیوں سے ٹھنڈا کر دیتے ۔ ایک روز شاہی دلاور جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اور حافظ حقیقی کی حمایت پر بھروسا کر کے دمدمے سے نکلے اور سیدھے خندق کی طرف دوڑے ۔ قزلباشوں نے خندق کی کیچڑ نکال کر جابجا ڈھیر لگا دیے تھے ۔ یہ بہادر اُن کی آڑ لے کر لڑنے لگے ۔ اُسی رات میں باسٹھ گز تک دمدمہ کھود کر خندق تک پہنچا دیا ۔ اگلے روز قاسم خاں کا دمدمہ بھی خندق تک پہنچ گیا ۔ ۱۷ رجب (۲۷ جولائی ۱۶۴۹ء) کی رات کو ایک اور دمدمہ کھود کر دروازۂ خواجہ خضر تک پہنچا دیا ۔ ۳ شعبان (۱۲ اگست ۱۶۴۹ء) کو خندق میں مٹی ، کوڑا کرکٹ اور مٹی کے بورے ڈال ڈال کر نیز گز کی لکڑیاں بھر کر خندق کا کچھ حصہ آٹ دیا ۔ اوپر سے لکڑیاں اور نرسل رکھ کر پوشیدہ کر دیا ۔ کئی نقبیں جابجا کھو دیں ۔ ایک خندق تک پہنچ گئی ۔ اُس میں پانی چھوڑ دیا ۔ قاسم خاں نے خندق کے نیچے نیچے سرنگ لے جا کر آہنے شیر حاجی والی فصیل تک پہنچا دیا ۔

المختصر شاہی دلاوروں نے ہر طرح جاں فشانی کا حق ادا کیا ۔ لیکن قزلباش سپاہی جو مدتوں سے رومیوں کے ساتھ قلعہ گیری کی لڑائیاں لڑ لڑ

کر اس فن میں طاق ہو چکے تھے ، اُن کی کوششوں کو ناکام بنا دیتے تھے ۔ قلعے میں توپوں ، بندوقوں ، سامان جنگ اور غلے وغیرہ کی کثرت تھی ۔ قزلباشوں کے دل بڑھ گئے تھے ۔ کمال بےخوفی سے لڑتے ۔ چنانچہ ایک روز اُس دمدمے پر جو خندق تک پہنچ چکا تھا ، پچیس توپوں سے ایسی گولہ باری کی کہ بالکل برباد کر دیا ۔ چونکہ محاصرے اور قلعہ گیری کا ضروری سامان بالخصوص بڑی توپیں بالکل نہ تھیں اور جاڑے کی آمد آمد ہونے لگی تھی ، لہٰذا شاہزادے نے فوج کے سرداروں سے مشورہ کیا ۔ فیصلہ یہ ہوا کہ سردست ہندوستان واپس چلیے ۔ وہاں اطمینان کے ساتھ توپوں وغیرہ کا بندوبست کیجیے اور جاڑے کا موسم ختم ہونے کے بعد پھر محاصرہ کرلیجیے ۔

اسی اثنا میں قلیج خاں کی فوج کے واقعہ نویس کی تحریر سے بادشاہ سلامت کو معلوم ہوا کہ خان مذکور نے شاہزادے کے حسب الحکم [سات ہزار] سپاہی لے کر بست پر حملہ کیا تھا ۔ محراب خاں قلعدار قندھار کے ایماء سے بست کے قلعدار نے رعایا کو فراہ اور سیستان کی جانب بھگا دیا ۔ آبادی کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا ۔ قلیج خاں نے طاہر خاں کو ایک ہزار تازہ دم سوار دے کر سیستان کی طرف بڑھایا ۔ ہدایت کی کہ قتل و غارت میں کمی نہ کرنا ۔ طاہر خاں نے قلعۂ حبشی تک تاخت و تاراج کر کے بہت سا غلہ اور مال غنیمت حاصل کیا ۔ اللہ قلی اور قباد خاں نے بھی قلیج خاں سے اجازت لے کر دو ہزار سواروں کے ساتھ نوراد اور موسٰی قلعہ پر چڑھائی کی ۔ راستے میں جتنے دیہات ملے سب کو برباد کر ڈالا ۔ کچھ باشندوں کو قتل کیا ، اکثر اسیر ہوئے ۔ آس پاس کے علاقے سے بےشمار مویشی اور غلہ وغیرہ لوٹ کر واپس آئے ۔ عین اس وقت نجف قلی میر آخور باشی اور محراب خاں کا بھائی حاجی منوچہر جو اپنی فوج ہمراہ لیے دریائے ہیر مند کو پار کر کے آئے تھے ، اُن سے بھڑ گئے ۔ اللہ قلی خاں اور قباد خاں کے اکثر سپاہی تاخت و تاراج کی ہوس میں ادھر اُدھر منتشر ہو چکے تھے ، جمع نہ ہو سکے ۔ ناچار سرداروں نے اپنی مختصر جماعت ہمراہ لے کر مقابلہ کیا ۔ غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی لہٰذا

ہٹنا پڑا ۔ اس معرکے میں یلنگتوش کا داماد الگہ بیگ ، عبدالغفور قاقشال ، حاجی گدا اور دیگر امراء کام آئے ۔

اللہ قلی اور قباد خاں نے واپس آکر قلیج خاں سے تمام حال بیان کیا ۔ خان موصوف غنیم کا غلبہ سن کر ہیرمند کی طرف روانہ ہوا اور بست سے چار کوس ورے منزل کی ۔ اس وقت قلعہ بست کا ایک بندوقچی سوار بادشاہی ملازمت کی نیت سے آیا اور قلیج خاں سے ملا ۔ معلوم ہوا کہ انھی دنوں کرشک سے بست کے قلعدار دوست علی کے نام خط آیا ہے ۔ لکھا ہے کہ شاہ ایران کی بھیجی ہوئی کمک میں سے پانچ ہزار سوار قلعہ کرشک میں آچکے ہیں ، مزید کمک ہر روز آ رہی ہے ۔ شام کے وقت جاسوسوں نے بھی آکر یہی خبر دی کہ پانچ ہزار سواروں کے علاوہ ایک بڑی فوج نظر علی خاں کی قیادت میں کرشک[1] کے پاس پہنچ چکی ہے ۔ قلیج خاں نے مناسب سمجھ کر شاہزادے کی خدمت میں عرضداشت بھیجی اور خود کوشک نخود[2] میں قیام کیا ۔ اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے قندھار سے بارہ کوس کے فاصلے پر موضع سنگ حصار بالا کے میدان میں خیمہ زن ہوا ۔ غنیم یہ خبر سن کر کرشک میں داخل ہوا اور لڑائی کی تیاری کرنے لگا ۔

بتاریخ ۱۰ [شعبان] ۱۹ اگست ۱۶۴۹ء قلیج خاں نے ایک ہندوستانی جاسوس شاہزادے کی خدمت میں بھیجا ۔ اُس نے بیان کیا کہ ''قندھار کی

۱- کرشک یا گرشک قندھار سے تقریباً ۸۵ میل مغرب کی طرف اور بست سے تیس میل شمال کی جانب ہے ۔ قلعہ دریائے ہلمند سے ڈیڑھ میل ہٹا ہوا ہے ۔ پرانے کھنڈروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں خاصی بارونق جگہ ہوگی ۔

۲- دریائے ارغنداب کے کنارے قندھار سے جنوب مغرب کی طرف چالیس میل کے فاصلے پر ہے ۔ صفویوں کے زمانے کا جو قلعہ تھا اُسے نادر شاہ نے ڈھوا دیا تھا جس کا ڈھیر اب بھی موجود ہے ۔ (مکتوبات سعد اللہ خاں ، ص ۱۳۲) ۔

لڑائی میں قزلباشوں نے مجھے ملازم رکھا تھا اور ہمراہ لے گئے تھے ۔ اب جاسوسی کے لیے بھیجا ہے ۔ چونکہ ایک مدت تک قلیج خاں کا نوکر رہ چکا ہوں اس لیے حق نمک کو مقدم سمجھ کر ان سے آ ملا ۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ ایران اس وقت ہرات میں ہے ۔ نظر علی خاں حاکم اردبیل کی سرداری میں نو ہزار سوار کوشک نخود کے نواح میں آ کر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ مرتضٰی قلی خاں قورچی باشی کی قیادت میں مزید گیارہ ہزار سوار آ کر دریائے ہیرمند سے نو کوس ورے مقیم ہیں ۔ ارادہ یہ ہے کہ یہ دونوں فوجیں مل کر شاہی لشکر پر حملہ کریں ۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ قلیج خاں کی کمک کے واسطے کچھ اور فوج بھیجی جائے ۔'' شاہزادۂ والا جاہ نے یہ خبر سن کر ۲۱ شعبان (۲۱ اگست ۱۶۴۹ء) کو رستم خاں کے ہمراہ سردار خاں ، نظر بہادر خویشگی ، راجا رائے سنگھ ، راجا دیبی سنگھ ، سید فیروز خاں ، روپ سنگھ راٹھور ، افتخار خاں وغیرہ کو سات ہزار جنگ آزمودہ سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور مزید اطلاعات کا انتظار کرنے لگا ۔

اگلے دن رستم خاں نے کوچ کے بعد قندھار سے تین کوس چل کر قیام کیا ۔ فوج کے گھوڑے اور چار پانچ قندھار سے دو کوس آگے میدان میں چر رہے تھے ، غنیم کے دو ہزار سوار اُن پر آ پڑے ۔ اتنے یہ لوگ خبردار ہوں ، انھوں نے تمام گھوڑے اور اونٹ جمع کر کے ہانک لیے ۔ بہت سے شتر بانوں اور سائیسوں کو قتل کر دیا اور اپنی راہ لی ۔ رستم خاں قریب تھا ۔ نظر بہادر خویشگی اور دوسرے سرداروں کو جمع کر کے اُن کے پیچھے دوڑا ۔ تین چار کوس چل کر انھیں جا پکڑا ۔ غنیم نے اپنے بندوقچیوں کو آگے رکھ کر لڑائی شروع کی ۔ رستم خاں نہایت جنگجو دلیر سردار تھا ، گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنے منصب داروں ، بندوقچیوں ، احدیوں ، جانباز مغلوں اور دلاور راجپوتوں کو ہمرکاب لیے اُن سے بھڑ گیا۔ دست بدست تلوار چلنے لگی ۔ رومی ، فرنگی ، ازبک اور قزلباش سپاہی بالعموم تیزے ، تیر اور بندوق کی لڑائی میں ماہر ہوتے ہیں ؛ تلوار اور خنجر کی لڑائی اہل ہند کا خاص ہنر ہے ۔ غرض ایک ہی جھپٹ میں

قزلباشوں نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی ۔ بادشاہی اونٹ گھوڑے اور رعایا کے مویشی جو لوٹے تھے سب وہیں چھوڑے ۔ بہت سے قزلباش گرفتار بھی ہوئے ۔

بادشاہی لشکر کے دلاور رات کے وقت اپنے کمپ میں واپس آئے ۔ اونٹ ، گھوڑے ، مال غنیمت اور مقتول دشمنوں کے سر شاہزادے کی خدمت میں روانہ کر دیے ۔ گرفتار شدہ قزلباشوں کی گفتگو سے واضح ہوا کہ نظر علی خاں حاکم اردبیل ، علی قلی خاں ناظم ماروچاق ، ملک نصرت خاں صوبے دار سیستان اور نجف قلی میر آخور باشی وغیرہ سردار چھ ہزار سواروں کو ہمرکاب لیے کوشک نخود میں آپہنچے ہیں ۔ اُن کے پیچھے مرتضیٰ خاں قورچی باشی ، سیاؤش قلر آقاسی ، سربداغ خاں اور بیرم خاں آ رہے ہیں جن کی فوجوں کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ۔ ہم دو ہزار تازہ دم سواروں میں شامل تھے اور شاہجہانی لشکر کے اونٹ گھوڑے لوٹنے کے لیے آئے تھے ۔ یہ خبر نہ تھی کہ اس طرح موت کے پھندے میں پھنس جائیں گے ۔ رستم خاں نے ساری فوج کو جمع کر کے وہاں سے کوچ کیا اور حصار بالا کے نواح میں قلیچ خاں سے جا ملا ۔

جب غنیم کے جمع ہونے کی خبر یقینی معلوم ہو گئی تو ۲۳ شعبان (۲ ستمبر ۱۶۴۹ء) کو جمعرات کے روز دونوں فتحمند سرداروں نے وہاں سے کوچ کیا ۔ تین کوس راستہ طے کر کے قلعۂ شاہ میر و سنگ حصار کے قریب منزل کی ۔ ایک ہزار چنے ہوئے سوار الگ کر کے حسن قلی آغر کے ہمرکاب بہ طور ہراول آگے بڑھائے ۔ پہلے ہی دن ان بہادروں اور قزلباشی ہراول میں جھڑپ ہوگئی ۔ حسن قلی فتحیاب ہوا ۔ دو قزلباش قیدیوں کو قلیچ خاں کے سامنے لایا ۔ اُن کی زبانی معلوم ہوا کہ تیس ہزار قزلباش سوار بادشاہی لشکر سے لڑنے کے لیے آئے ہیں اور اس وقت چار کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہیں ۔ بہادر سرداروں نے بعض ضروریات کا سرانجام کرنے کے لیے جمعے کے دن وہیں قیام کیا ۔ ۲۶ ستمبر ۱۶۴۹ء ، ہفتے کے روز سوار ہو کر شاہ میر کی منزل میں ارغنداب کے گھاٹ سے دریا پار اتر گئے ۔ قلیچ خاں نے لشکر والوں کو ترتیب کے ساتھ اُتار کر آرام دیا ۔ بہت سے

سپاہی گھاس ایندھن وغیرہ فراہم کرنے کے لیے جنگل میں پھیل گئے تھے ، رستم خاں اپنی فوج کو ہمرکاب لیے گھوڑے پر سوار کھڑا رہا تاکہ غنیم آئے تو اُس کا سامنا روکے ۔ اتنے میں غنیم کے آنے کی خبر ملی ۔ رستم خاں تو مستعد کھڑا ہی تھا ، نظر بہادر خویشگی کے ہمراہ روپ سنگھ ولد کشن سنگھ راٹھور ، رام سنگھ راٹھور ، علاول ترین اور جبار قلی گکھڑ وغیرہ کو آگے بڑھایا ۔ قلیج خاں بھی اپنے سواروں کو ہمرکاب لیے آ پہنچا ۔

اگرچہ ان بہادروں کی تعداد کم تھی لیکن رستم خاں اور قلیج خاں نے تائید ایزدی اور اقبال بادشاہی پر تکیہ کر کے بڑی ترتیب کے ساتھ صف آرائی کی ۔ نظر بہادر خویشگی رستم خاں کا پورا توپخانہ لیے ہوئے ہراول میں قائم ہوا ۔ راجپوت منصب دار مثلاً راجا رائے سنگھ ، راجا دیبی سنگھ اور سردار خاں وغیرہ رستم خاں کے دائیں ہاتھ پر کھڑے ہوئے ۔ میسرہ میں سید احمد وغیرہ منصب دار تھے ۔ قلیج خاں کا ہراول راؤ ستر سال اور دوسرے راجپوت تھے ۔ میمنہ مغل سواروں پر مشتمل تھا ۔ میسرہ میں شاد خاں ، اللہ قلی خاں ، طاہر خاں ، قباد خاں وغیرہ مغل تھے ۔ اپنے اپنے قلب میں دونوں بہادر سردار کمال متانت و شجاعت سے کھڑے ہوئے ۔ منگل کے روز دو بجے کے قریب قزلباشوں کا ہراول اور میمنہ و میسرہ نمودار ہوئے ۔ قزلباشی ہراول نے رستم خاں اور قلیج خاں کے ہراولوں یعنی نظر بہادر خویشگی اور راؤ ستر سال سے ٹکر لی ۔ غنیم کی دوسری فوج قلیج خاں کے میسرہ سے اور تیسری فوج رستم خاں کے میمنہ سے اُلجھ گئی ۔ کشت و خون کا بازار گرم ہونے لگا ۔ کچھ تو اپنی کثرت کا غرور ، کچھ شراب کا سرور ، قزلباشوں نے بڑی دلاوری دکھائی ۔ ادھر سے شاہجہانی لشکر کے پیادوں نے دستور کے مطابق بان چھوڑ چھوڑ کر اتنے قزلباش ہلاک کیے کہ اُن کا بڑھتا ہوا سیلاب یکایک رک گیا ۔ بندوقچیوں اور گولندازوں نے گولے گولیوں کی ایسی بارش کی کہ ہزاروں کو ملک عدم کی سیر کرا دی ۔

اس وقت لڑائی ترازو ہو چکی تھی ۔ معاملہ توپ بندوق سے گزر کر خنجر و شمشیر تک آ پہنچا تھا ۔ طرفین کے بہادروں نے بڑھ بڑھ کر ایسے

حملے کیے اور دادِ شجاعت دی کہ تصوّر نہیں ہو سکتا ۔ اتنے میں ایرانی سپہ سالار مرتضٰی قلی خاں اپنے سواروں کو ہمرکاب لیے آ پہنچا اور قزلباش لشکر نے بہ ہیئت مجموعی چاروں طرف سے ایسا دباؤ ڈالا کہ شاہجہانی لشکر نرغے میں آ گیا ۔ جنگ و پیکار کا ہنگامہ انتہائی عروج کو پہنچ گیا ۔ ایرانی سوار گھوڑوں کو کاوا دے دے کر امنڈ امنڈ کر آتے اور شاہجہانی دلاوروں کے نیزوں کا شکار ہو جاتے ۔ اس کے باوجود مزید ایرانی جان دینے کے لیے بڑھ آئے ۔ نظم (ترجمہ) :

سواروں نے تیغِ برق دم کھینچ لی اور شیروں نے دانت
نمودار کر دیے ۔ تیروں اور تلواروں کے زخموں سے شیر
اور ہاتھی ہلاک ہو گئے ۔ زہر میں بجھائی ہوئی زرہوں
نے پہننے والوں کو خوابِ عدم سے آشنا کیا ۔

قزلباشوں کے پیہم حملوں سے مغلوں کا میمنہ درہم برہم ہو گیا ۔ بے شرم گکھڑوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ۔ قزلباشوں کا حوصلہ بڑھ گیا ۔ اتنا غلبہ کیا کہ سارا لشکر دبنے لگا ۔ رستم خاں اطمینان سے قلب میں کھڑا تھا ، جب دیکھا کہ لشکر کا حال بگڑ رہا ہے تو ضبط نہ کر سکا ۔ بہادر سرداروں کے آئین کے مطابق اژدہے کی طرح اپنی جگہ سے جنبش کی ۔ رکاب کے جاں نثار جانباز دلاوروں کو ہمراہ لیے پیچ و تاب کھاتا ہوا تیزی سے بڑھا ۔ دوسری طرف سے قلیج خاں نے کوہ پیکر صف شکن ہاتھیوں کا حلقہ آگے بڑھایا ۔ نہنگِ دریائے شجاعت کی طرح لپکا اور دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچا دی ۔ دائیں بائیں سے شاہجہانی لشکر کے بہادر جو ننگ و ناموس کی خاطر آگ میں کود جاتے تھے ، بے خوف سے بڑھے ۔ چونکہ خدائے پاک کا قول ہے کہ بعض اوقات چھوٹی جماعت گروہِ کثیر پر غالب آ جاتی ہے لہٰذا بادشاہی دلاوروں نے تعداد کی کمی کے باوجود قزلباشوں کے لشکرِ کثیر پر اطمینان کے ساتھ حملہ کیا ۔ دونوں لشکر اس طرح گتھ گئے تھے کہ تیر چلانے یا نیزہ بازی کی گنجائش باقی نہ تھی ۔ زبانِ خنجر اور دہانِ شمشیر سے ایک دوسرے کو موت کا پیغام پہنچانے لگے ۔

اس وقت نہایت خون ریز معرکہ پڑا ۔ ادھر سے راجپوت ، مغل اور افغان دلاور مرنے مارنے پر تل گئے اور اُدھر سے قزلباش ، خراسانی اور ترکمان موت سے بے پروا ہو کر جانبازی کرنے لگے ۔ فریقین کے بہادروں نے وہ کارنامے دکھائے کہ رستم و اسفندیار کی روحیں شاد ہو گئیں ۔ بندوقچی نشانے کے ایسے پکے تھے کہ گولی خطا کرتی ہی نہ تھی ۔ ہزاروں کو بندوق کی نال کے تنگ راستے سے ملکِ عدم کو روانہ کر دیا ۔ اس طرح سیکڑوں قزلباش سردار مارے گئے اور بادشاہی لشکر کو آگے بڑھنے کا راستہ ملا ۔ رستم خاں اور قلیج خاں نے اس معرکے میں ایسی تیغ زنی کی کہ سیکڑوں دشمن اُن کی تلواروں کے گھاٹ اتر گئے ۔ یہ عالم ہوا کہ گویا خس و خاشاک کا ڈھیر تھا جسے تلوار کی آنچ نے خاک کر دیا ۔ ان بہادروں کے شیرانہ حملوں سے غنیم کے اتنے سپاہی ہلاک ہوئے کہ قزلباشی لشکر کی صفیں ٹوٹ گئیں ۔ بختِ برگشتہ کی طرح ایرانی پیچھے ہٹے اور فرار کو غنیمت سمجھ کر میدان سے بھاگ نکلے ۔

بادشاہی لشکر نے دوپہر سے مغرب کے وقت تک تلواریں برسائیں ، دن چھپے یہ آسانی فتح حاصل ہوئی ۔ بھاگتے ہوئے ایرانیوں کا تعاقب کیا اور انھیں قتل کر کے خوب دل کا غبار نکالا ۔ بالآخر رات کی سیاہی چھا گئی ۔ دوست دشمن کی تمیز ممکن نہ رہی ۔ قزلباشوں نے تاریکیِ شب کے پردے میں پناہ لی ۔ رستم خاں اور قلیج خاں نے بھی رات کے وقت تعاقب کو* خلافِ آئین سمجھ کر باگ روکی ۔ قزلباش فوج کے جھنڈے ، توپیں اور نیزہ و شمشیر اس کثرت سے میدان میں پڑے تھے کہ سمیٹنا مشکل ہو گیا ۔ غرض یہ سب مالِ غنیمت جمع کر کے خوشی کے نقارے بجاتے ہوئے لشکرگاہ میں واپس آئے ۔ ایک پہر رات گزر چکی تھی جو اس آسانی فتح کی خوش خبری لکھ کر فتح نامہ بادشاہ زادے کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔ فی الواقع یہ کامیابی محض عنایتِ پروردگار اور اقبالِ شاہجہانی کی بدولت میسّر آئی تھی ۔ فتح نامے کے ساتھ غنیم کے کٹے ہوئے سر ، سامانِ جنگ اور گھوڑے بھی روانہ کر دیے ۔ اگلے روز دوپہر کے وقت

رستم خاں اور قلیچ خاں بھی کامرانی و شادکامی کو ہمرکاب لیے شاہزادے کی خدمت میں پہنچ گئے اور فتح کی مبارکباد دی ۔ شاہزادۂ کامگار نے قدردانی کے بطور ہر شخص کے حال پر عنایت و مہربانی کی اور تحسین و آفریں سے دل بڑھایا ۔ فی الحقیقت یہ کامیابی قلعۂ قندھار کی فتح سے زیادہ تھی ۔ تجویز ہوئی کہ قلعے کی فتح اگلے سال پر ملتوی رکھی جائے ۔ غرض اس فتحِ عظیم کی خوشخبری اور غلّے چارے کی نایابی کا حال درگاہِ شاہی میں لکھ بھیجا اور کوچ کرتے ہوئے ہندوستان واپس چلے ۔ اب بارگاہِ شاہجہانی کے حالات درج کیے جاتے ہیں ۔

بروز پنجشنبہ ۲۷ فروری ، ۲ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ (۱۵ اپریل ۱۶۴۹ء) عمرِ مبارک کے ساٹھویں قمری سال کا جشنِ تلادان حسبِ دستور منعقد ہوا ۔ صدقے خیرات کی تمام رسمیں ادا ہوئیں ۔ حضرت نے ۱۸ اپریل ۱۶۴۹ء کو دریائے سندھ عبور کیا ۔ پھر چار منزلیں طے کر کے پشاور میں رونق افروز ہوئے ۔ شائستہ خاں احمد آباد سے آ کر حاضرِ خدمت ہوا ۔ ایک لاکھ روپے کے نفیس پارچات بطورِ پیشکش نظرِ عالی سے گزارے ۔ آپ نے خلعت سے سرفراز فرمایا ۔ اعتمادالدولہ کا پوتا ابو سعید روضۂ ممتاز محل کے صیغے سے تیس ہزار روپے کا سالیانہ پاتا تھا ، جہاں آرا بیگم کی سفارش سے دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ شاہ علی کی جگہ اجمیر کی فوجداری پر سرفرازی پا کر اُدھر روانہ ہو گیا ۔

اطلاع ملی کہ تاجدارِ ایران نے قندھار سے واپس جاتے وقت شاہ بیگ استجلو کو بطورِ سفیر بارگاہِ شاہجہانی میں روانہ کیا تھا ، اب وہ کابل میں آ پہنچا ہے ۔ حضرت نے حکم دیا کہ یار حسین بیگ گرز بردار جائے اور اُسے لے کر بارگاہِ والا میں حاضر ہو ۔ موضع نیملہ میں شاہی سواری اُس باغ میں اُتری جو حسب الحکم تیار ہوا تھا اور فرح افزا کے نام سے معروف تھا ۔ حکم والا ہوا کہ سفیر کو لشکر گاہ میں بلا کر شاہِ ایران کا مراسلہ لے لیا جائے ۔ شائستہ خاں اور جعفر خاں کو ہدایت کی کہ اُسے اپنی مجلس میں بلائیں اور ما بدولت کی طرف سے کہہ دیں کہ بارگاہِ شاہی میں تمہاری حاضری ممکن نہیں ۔ سرِ دست جلال آباد میں جا کر

آرام کرو ۔ جب ہماری سواری کابل پہنچے گی تو تمھیں واپسی کی اجازت دی جائے گی ۔ دونوں سرداروں کو یہ بھی حکم دیا کہ ایرانی سفیر شاہ بیگ استجلو کو حضرتِ خلافت پناہی کی آزردگی سے آگاہ کر دیں ۔ یعنی ''سلطنتِ مغلیہ اور حکومتِ ایران میں جو دوستانہ روابط مدتوں سے قائم تھے ، شاہ ایران نے اُن کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ۔ ما بدولت نے اُلفتِ دیرینہ کے اعتماد پر قندھار کے قلعے کو اپنے ایک معمولی خدمت گر کے سپرد کر دیا تھا ۔ اگر جنگ و جدال کا خیال ہوتا تو اُس معمولی سردار کے بجائے کسی جنگ آزمودہ بہادر منصب دار کو وہاں کی قلعداری پر مامور کر سکتے تھے جو قلعداری اور جنگ و پیکار کے تمام تقاضے پورے کرتا ۔ شاہِ ایران نے ہمارے اُس کمزور خدمت گار سے قندھار کا قلعہ چھین لیا ۔ یہ ایسی حرکت ہے کہ اس کے بعد ایلچی اور مراسلے کا بھیجنا عقل و دانش کے خلاف ہے ۔ تم سے پہلے شاہ قلی بطورِ سفیر آیا تھا اور اسی وجہ سے بارگاہ والا میں حاضری کا شرف پائے بغیر واپس چلا گیا تھا ۔'' آزردگی کے باوجود حضرت نے شاہ بیگ استجلو کی بے سر و سامانی کے پیشِ نظر دس ہزار روپے بطورِ انعام عنایت فرمائے ۔ یار حسین بیگ کو حکم ہوا کہ شاہ بیگ کی مہمانداری کرو اور ساتھ رکھو ۔

بگرام[1] میں خیمے تھے جو شاہزادۂ بلند اقبال امیرالامرا علی مردان خاں سے ملنے کے بعد بادشاہ سلامت کی خدمت میں باریاب ہوئے ۔ اسی مجلس میں امیر الامرا خلعتِ فاخرہ اور زر دوز نادری سے سرفرازی پا کر اپنے منصبی فرائض ادا کرنے میں مصروف ہوا ۔ اگلے دن بادشاہی سواری کابل کے دولت خانے میں اُتری ۔ یہاں نذر محمد خاں کے ایلچی مراد بے نے حاضرِ بارگاہ ہو کر خان کا مراسلہ پیش کیا ۔ یادگار چولاق اُس کے ہمراہ تھا ۔ حضرت نے دونوں کو خلعت اور پانچ پانچ ہزار روپے انعام مرحمت فرمایا ۔ حکم ہوا کہ کسی مناسب مکان میں اُنھیں ٹھہرایا جائے ۔

۱- بگرام ۔

بتاریخ ۲۸ ربیع الثانی (۱۱ مئی ۱۶۴۹ء) بلخ سے سیورغ بے ، تردی علی قطغان ، محمد بیگ قبچاق ، اس کے چچا کولی بیگ اور یوسف خواجہ کے سر بارگاہ والا میں پہنچے ۔ سبحان قلی خان ولد نذر محمد خان نے ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا ۔ تفصیل اس قضیے کی یہ ہے کہ جب نذر محمد خان ایران سے واپس آیا تو تردی علی قطغان ، اسد درہان اور چند دیگر امرا سبحان قلی خان کو ساتھ لے کر عبدالعزیز خان کے پاس پہنچے ۔ عبدالعزیز خان کی اولاد نرینہ نہ تھی لہٰذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی کا آنا غنیمت سمجھا ۔ قلی خان خطاب دے کر اسے حصار اور بلخ کا علاقہ عطا کیا اور تمام بلخ والوں کو اس کے ہمرکاب روانہ کر دیا ۔ جب شاہجہان کی امداد و اعانت کے سبب نذر محمد خان دوبارہ بلخ میں مسند بادشاہی پر متمکن ہوا اور تمام علاقے کا انتظام ایک حد تک ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو عبدالعزیز خان نے سبحان قلی خان کو لکھا کہ پہلے تو خلم کا علاقہ نذر محمد خان کے عامل کے ہاتھ سے نکال لو ، پھر بلخ پر فوج کشی کرو ۔

نذر محمد خان کو یہ خبر ملی تو کفش قلماق کو بھیجا کہ دم دلاسے کے ذریعے سبحان قلی کو میرے پاس لے آؤ ۔ سبحان قلی آیا تو نذر محمد خان نے قلعے میں اسے اپنی نگرانی میں رکھا ۔ عبدالعزیز خان کے حسب ہدایت باقی یوز الہانی قبیلوں سے سپاہی فراہم کرنے پر مامور تھا ، وہ تین چار ماہ ترمذ میں قیام کر کے تین چار ہزار سوار ہمرکاب لے کر آغاز بہار میں دریائے جیحون عبور کر کے آیا اور ۱۰ جمادی الاول ۱۰۵۸ھ (۲ جون ۱۶۴۸ء) کو بلخ کا محاصرہ کر لیا ۔ چونکہ کچھ عرصہ پہلے اصالت خان نے ایک لاکھ روپے کے خرچ سے قلعے کو خوب مضبوط کر رکھا تھا ، نذرمحمد خان کے سوار اور پیادے باہر نکل کر خوب داد شجاعت دیتے رہے ۔ فریقین کے آدمی کچھ زخمی ہوتے کچھ کام آتے ۔ کسی طرف کا پلہ بھاری نہ تھا ۔ بالآخر باقی یوز عاجز ہو کر ۲۰ شعبان (۹ ستمبر ۱۶۴۸ء) کو ناکام واپس چلا گیا ۔ تاہم نذر محمد خان کے قلعہ بند ہو کر

بیٹھ جانے سے امور مملکت درہم برہم ہو گئے ۔ نذر محمد خان کے بعض امرا مثلاً ابراہیم دربان ، قاسم قطغان ، بابا شیریں میر عدل ، عاشور تابتی ، عبدالباقی بکاول وغیرہ نے باہم مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ نذر محمد خان کے بجائے سبحان قلی خاں کو مسند نشین کر دیا جائے ۔ ابراہیم دربان نے اس سازش کی اطلاع نذر محمد خان کو دے دی ۔ اس نے سبحان قلی کو بلوا کر قید کر دیا ۔

جب مذکورہ بالا سردار جمع ہو کر اندرونی قلعے میں داخل ہوئے تو نذر محمد خان کو یہ پیغام بھجوایا کہ ہمارے نزدیک اب آپ اس قابل نہیں رہے کہ رعایا کی فلاح و بہبود کا انتظام کر سکیں ۔ مناسب یہ ہے کہ حج کے لیے روانہ ہو جائیں اور حکومت سبحان قلی خاں کے سپرد کر دیں ۔ پیغام بھیجنے کے بعد نقارہ نفیری بجا بجا کر سبحان قلی کی سلطنت کا اعلان کر دیا اور جنگ و جدال کا بازار گرم کیا ۔ نذر محمد خان گرگ باراں دیدہ ان باتوں سے کیا مرعوب ہوتا ، کہلا بھیجا کہ میں نے کل رات سبحان قلی خاں کو قتل کروا دیا ، اب اس ہنگامے سے کیا حاصل ؟ یہ ہوائی ایسی کارگر ہوئی کہ باغی ہمت ہار بیٹھے ۔ نذر محمد خان نے اپنے جاں نثار آدمیوں کو پہلے ہی تیار کر رکھا تھا ، انھوں نے باہر نکل کر باغی سرداروں اور ان کے ہوا خواہوں کو مارنا اور باندھنا شروع کیا ۔ قاسم قطغان اس مخمصے سے جان بچا کر نکل بھاگا ۔ بابا شیریں ، عاشور قلی ، عبدالباقی اور خنجر قطغان گرفتار ہو گئے ۔ نذر محمد خان نے چاروں کی زبانیں کٹوا کر آنکھوں میں سلائی پھروا دی اور گھر لٹوا لیے ۔ تقریباً سو ازبک مارے گئے ۔

ایک ماہ بعد نذر محمد خان نے سبحان قلی خاں کو کفش قلماق کے ہمراہ بھیجا کہ زعفران اور میمنہ کے قلعے عبدالعزیز خان کے نوکروں سے چھین لو ۔ یہ دونوں روانہ ہوئے ۔ اُدھر سے خوشی لب چاک دو ہزار سوار ہمرکاب لیے آ پہنچا جنھیں عبدالعزیز خاں نے راتوں رات زعفران اور میمنہ کے قلعے والوں کی کمک کے لیے بھیجا تھا ۔ کفش قلماق اور خوشی لب چاک میں جنگ ہوئی جس میں کفش قلماق گرفتار ہو گیا ۔ خانزادہ نے

عبدالعزیز خان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور مصلحتِ وقت کے لحاظ سے خوشی لب چاک کی اطاعت اختیار کر لی ۔ خوشی نے کفش قلماق کو ساتھ لیا ۔ ابھی بخارا دو کوس دور تھا کہ خوشی نے سیونج بے وغیرہ کے اغوا سے کفش قلماق کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر عبدالعزیز خان کے پاس بھیج دیا ۔ سیونج بے وغیرہ کو عبدالعزیز خان نے سُبحان قلی کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ یہ سب مل کر بلخ کو فتح کر لیں ۔ سُبحان قلی نے ان لوگوں سے کہا کہ بعض ضروری کاموں کے سرانجام کے لیے مجھے دو روز یہاں ٹھہرنے دو ۔ تیسرے دن اُن سبھوں کو ضیافت کے بہانے اپنے خیمے میں بلایا ۔ بعض نوکروں سے جنھیں پہلے سے سانٹھ رکھا تھا ، اُنھیں قتل کروا دیا ۔ سیونج بے ، تہدی علی قطغان ، محمد بیگ قبچاق ، اُس کے چچا کولی بیگ اور سید عطا بے کے سر باپ کے پاس بھیج کر اتفاق و اتحاد کا ثبوت دیا ۔ نذر محمد خان نے نیازمندی و اخلاص کے طور یہ سر دوست بیگ کے بدست بارگاہِ شاہجہانی میں روانہ کر دیے ۔ آپ نے اُسے خلعت اور دو ہزار روپے عطا کر کے سرفراز کیا ۔

سن ۲۳ جلوس

۲۳ خورداد ، یکم جمادی الثانی ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۲ جون ۱۶۴۹ء حضرت شاہجہاں کی تخت نشینی کا تیئیسواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ اہلِ عالم کو عیش و نشاط میسر آیا ۔ حضرت نے رعایا کے ظاہر و باطن کی اصلاح اور فلاح و بہبود کی خاطر سبھوں کو سامانِ مسرت بہم پہنچایا ۔ کچھ عرصہ پہلے بلخ و بدخشاں کا علاقہ ممالکِ محروسہ میں شامل کر لیا گیا تھا ؛ انقلابِ روزگار کے ہاتھوں نذر محمد خان پر ادبار آیا تو اُس کے اہل و عیال ہندوستان چلے آئے تھے ۔ اب بادشاہِ دریا دل نے احسان و مروت سے کام لے کر وہ ولایت دوبارہ نذر محمد خان کے سپرد کر دی ۔ نذر محمد خان نے حضرت کے لطف و کرم سے مسندِ حکومت پر جگہ پائی تو گزارش کی کہ میرے اہل و عیال یہاں روانہ کر دیے جائیں ۔ خلافت پناہ نے جوانمردی و مروت کے تقاضے سے اُن کا سامانِ سفر درست کروا دیا ۔

پہلے عبدالرحمان ولد نذر محمد خاں کو خلعت ، خنجر ، جیغہ مرصع ، طلائی زین والے دو اسپ خاصہ اور تیس ہزار روپے عنایت کر کے بلخ روانہ کیا۔ شاہزادہ داراشکوہ حضرت کے حسب الحکم عبدالرحمان کی سرپرستی کرتے رہے تھے ، انھوں نے بھی بیس ہزار روپے ، طلائی آلات ، پارچات ، جواہرات اور دو عدد موتی عطا کیے - دو سال دس ماہ تک یعنی جتنے عرصے وہ دربار میں رہا ، بارہا عنایتیں اور نوازشیں ہوئیں جن کی تفصیل ضروری نہیں - پھر جب نذر محمد خاں نے مدد خرچ کے لیے التماس کی تو ایک لاکھ روپے کابل کے خزانے سے بھجوا دیے - اب عبدالرحمان کے ہاتھ ایک لاکھ روپے مزید روانہ کیے - نذر محمد خاں کو اتنی استطاعت نہ تھی کہ سبحان قلی نے سیونج بے وغیرہ کے قتل کا جو کارنامہ انجام دیا تھا اُس کا انعام دے سکے لہٰذا حضرت نے اُس کے لیے شمشیر مرصع اور پچاس ہزار روپے جداگانہ ارسال کیے -

واضح ہو کہ نذر محمد خاں کے اہل و عیال ۱۱ جولائی ۱۶۴۹ء یکم رجب کو لاہور سے کابل پہنچے - حضرت نے ہر ایک پر لطف و کرم فرمایا۔ جب تک یہ خواتین ہندوستان میں مقیم رہیں ، مبلغ تین لاکھ روپے کا نقد و جنس اُنھیں عنایت کیا گیا - اب بلخ جانے لگیں تو مزید نقد و جنس اور زیور عطا فرما کر خوشی خوشی بلخ کی طرف روانہ کیا - نذر محمد خاں کا ایک معتمد یادگار چولاق جو کچھ عرصہ پہلے سفیر کے ہمراہ آیا تھا ، عبدالرحمان کے ساتھ رخصت ہوا - خلعت ، خنجر مرصع اور پانچ ہزار روپے اُسے عنایت ہوئے - یہی چیزیں مراد بے (سفیر) کو بھی عطا ہوئیں - غازی بیگ دیوان کابل اور باد علی داروغہ عدالت کو خلعت اور گھوڑا عنایت فرما کر نذر محمد خاں کے اہل و عیال کے ہمراہ روانہ کیا - حکم ہوا کہ خواتین کو کمال احتیاط اور حفاظت سے خان مذکور تک پہنچا کر واپس آؤ - نذر محمد خاں کے دو بیٹے خسرو سلطان اور بہرام سلطان کو ہندوستان کا عیش کچھ ایسا بھایا کہ بلخ واپس جانے پر تیار نہ ہوئے - حضرت نے اُن کے شایان شان وظیفے مقرر کر دیے کہ عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کریں -

بتاریخ ۸ رجب (۱۸ جولائی ۱٦۳۹ء) لشکر قندھار کے واقعہ نویس کے پرچے سے معلوم ہوا کہ بہادر خاں افغان دمے کے عارضے میں جہان فانی سے رخصت ہوا - قدردان بادشاہ نے مرحوم کے بڑے بیٹے دلاور کو ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب عنایت فرمایا - چھ کمسن بیٹے اور تھے جنھیں مناسب منصب عطا کیے - انھی دنوں عاقل خاں بھی مرگ ناگہاں سے فوت ہوا - خلیل اللہ خاں جو قلعۂ کابل کی نگہبانی پر مامور تھا ، حضرت نے اُسے بخشی دوم کا عہدہ عنایت کیا - بہرام ولد صادق خاں خلعت اور طلائی عصا سے سرفراز ہو کر میر توزک کی خدمت پر فائز ہوا - جمشید کو نوبت خاں خطاب اور نقارخانے کی داروغگی عطا ہوئی - اردوئے معلیٰ کی کوتوالی جو جمشید کے سپرد تھی ، قائم بیگ کو مرحمت کی گئی - میر صالح کی جگہ جعفر ولد اللہ ویردی خاں کو قراول بیگی کی خدمت ملی -

۱٦ رجب (۲٦ جولائی ۱٦۳۹ء) کو جعفر خاں نے ایرانی ایلچی شاہ ویردی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا - بڑے تکلف کی شاہانہ مجلس تھی - جعفر خاں نے ایلچی کو دس ہزار روپے تواضع کر کے ایران واپس جانے کی اجازت دی - یہ بھی بتایا کہ تمھارے بادشاہ کے مقابلے کے لیے شاہجہانی لشکر جنگ صف کی نیت سے آیا تھا - شاہ ایران روگردانی کر کے ہرات کی طرف روانہ ہو گیا - مجبوراً بادشاہی لشکر نے قندھار کا محاصرہ کرنے پر اکتفا کی - وہاں ان بہادروں نے جو کارنامے دکھائے اُن کی خبر جناب کو ملی ہوگی - ملا شاہ بدخشی کے بھائی ملا سلطان علی اور سلطان محمد اپنے اہل و عیال سمیت بدخشاں سے آئے تھے - چار چار ہزار روپے بطور انعام انھیں عطا ہوئے - مدد معاش کے بطور کشمیر کے خزانے سے آٹھ لاکھ روپے عنایت کیے گئے - حکم ہوا کہ کشمیر پہنچ کر ملا شاہ کے ساتھ رہو -

کابل میں حضرت نے مٹی کی شہر پناہ ملاحظہ فرمائی جو امیرالامرا کے ملازموں نے نہایت مضبوط بنائی ہے - پانچ گز کا آثار ہے ، بلندی آٹھ گز ، چھ ہزار چھ سو گز دور ہے - شہر پناہ کے اندر کا قلعہ بھی ملاحظہ کیا جو غازی بیگ کے اہتمام سے دو سال میں دو لاکھ روپے کی لاگت سے

تیار ہوا ۔ سرا سر چونے اور پتھر کی تعمیر ہے ۔ حضرت نے انہیں دیکھ کر پسند فرمایا ۔ قلعۂ غزنیں کی مرمت کے لیے چالیس ہزار روپے اور قلعۂ چاریکار کی ترمیم کے لیے تیس ہزار روپے مزید عطا فرمائے ۔ شاہزادۂ داراشکوہ کو حکم ہوا کہ قندھار سے لشکر واپس آنے تک تم شہر کابل میں قیام رکھو ۔ ۲۹ شعبان (۷ ستمبر ۱۶۴۹ء) کو حضرت کی سواری ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی ۔ بتاریخ ۳ رمضان (۱۰ ستمبر ۱۶۴۹ء) اسی منزل میں لشکر شاہی کی فتحیابی اور فوج قزلباش کی شکست کا حال سنا جس سے طبیعت اقدس بہت مسرور ہوئی ۔ خدیو جہاں کشا نے پروردگار کی عنایتوں کا شکر ادا کر کے شاہزادے اور امرا کو بہ تفصیل ذیل ترقیاں دیں ۔

شاہزادۂ کامگار اورنگ زیب کے منصب میں دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ ہوا ۔ خلعت بھی عطا ہوا ۔ یہی نوازش جملۃ الملکی سعد اللہ خاں کے ساتھ ہوئی ۔ رستم خاں کو بہادر فیروز جنگ کا خطاب اور تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ عطا کر کے پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عنایت کیا ۔ قلیج خاں خلعت خاصہ اور دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے اضافے سے پنج ہزاری ذات چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز ہو کر کابل کی صوبے داری پر سربلند ہوا ۔ راجا رائے سنگھ پانچ ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، راؤ ستر سال اور نظر بہادر خویشگی چار ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے ۔ شاد خاں کا منصب تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار مقرر ہوا ۔ علم اور نقارہ بھی مرحمت ہوئے ۔ رائے سنگھ اور روپ سنگھ نے دو ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب سے سربلندی پائی ۔ عبدالرحیم ، اللہ قلی ، طاہر خاں اور قباد خاں ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوئے ۔ افتخار خاں دو ہزاری ذات دو ہزار سوار ، علاؤل ترین اور جمال خاں لوحانی ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، خوشحال کاشغری اور محسن خاں ڈیڑھ ہزاری ذات سات سو سوار ، سید محمد ڈیڑھ ہزاری ذات نو سو سوار ، خنجر خاں ہزاری ذات ہزار سوار ، جبار قلی گکھڑ ہزاری ذات نو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے ۔ حسین قلی آغر اور چتر بھوج چوہان نے بھی ہزاری ذات نو سو

سوار کا منصب پایا ۔ عبداللہ بیگ اور گوردھن راٹھور کو ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار کا منصب ملا ۔ دو سو سوار سے نو سو سوار تک کے منصب داروں ، احدیوں ، برقندازوں اور بان انداز پیادوں کے منصب اور تنخواہ میں بھی حسب حال اضافے فرمائے ۔

قندھار سے جو راست گفتار ، صادق القول آدمی بارگاہ والا میں آئے ، اُن کی باتوں سے معلوم ہوا کہ غنیم کے لشکر کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ تھی ۔ لشکر کا سپہ سالار مرتضٰی قلی خاں تھا ۔ مرتضٰی خاں قورچی باشی ، سیاؤش خاں قلر آقاسی ، پیر بداغ خاں حاکم تبریز ، سارو خاں تالش نظر علی خاں صوبے دار اردبیل ، ابراہیم خاں عامل گنجہ ، علی قلی خاں ناظم ساروچاق ، آقا خاں مقدم وغیرہ نامی گرامی سردار اس کے ہمرکاب تھے ۔ دوسرے سرداروں میں بیرام خاں حاکم نیشا پور ، اوتار خاں حاکم کرک ، ملک نصرت خاں ناظم سیستان ، جمشید خاں عامل سمنان ، عباس قلی خاں حاکم جام ، علی خاں حاکم الہان ، منوچہر سلطان حاکم آمل ، جوان شیر اور شاہ ویردی سلطان حاکم خواف ، کلب علی خاں ، ناظم ساوہ ، ولی خاں سلطان اور ارسلان سلطان ناظم عباسیہ ، محمد سلطان حاکم آقحہ ، مہدی قلی خاں ، محمد حان سلطان ، بابا خاں ، سلطان ارکلو ، صفی قلی ، نوذر سلطان ، روشن سلطان ، حسن سلطان کے نام نمایاں ہیں ۔ بہت سے یوزباشی بھی معرکے میں حاضر تھے ۔ فوجوں کی اتنی کثرت تھی کہ کوہ کوشک نخود سے دریائے ارغنداب تک دو کوس سے زیادہ فاصلہ ہے ، وہاں صف بستہ سواروں اور پیادوں کی کثرت سے تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی ۔ میر آخور باشی نے مرتضٰی قلی خاں سپہ سالار کی ضیافت کے لیے وسیع دستر خوان ترتیب دیا تھا ، سپہ سالار کی نخوت و جہالت اور بدمستی کا یہ عالم تھا کہ ضیافت میں جانے کے بجائے کہلا بھیجا کہ لڑائی سر کرنے کے بعد کھانے کو ہاتھ لگاؤں گا ۔ یہ معلوم نہ تھا کہ غیرت الٰہی غرور و تکبر کو ناپسند کرتی ہے اور تقدیر کا حکم کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا ۔

حضرت کو اطلاع ملی کہ شاہزادہ مراد بخش اور شاہنواز خاں کے درمیان ناچاقی رہنے سے دکن کے معاملات درست نہیں ہو رہے ۔ آپ نے شاہزادے کے نام طلبی کا فرمان بھیجا اور دکن کے چاروں صوبوں کا انتظام مالوے کے صوبے دار عمدۃالملک شائستہ خاں کے سپرد فرمایا ۔ اس کی جگہ مالوے کی صوبےداری پر شاہنواز خاں مامور ہوا ۔ دولت آباد کے قلعدار راؤکرن کو ترقی دے کر ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ بتاریخ ۹ رمضان (۱۶ ستمبر ۱۶۴۹ء) حضرت کی سواری باغِ فرح افزا میں اتری ۔ مقرب خاں نے پرستارِ خاص اکبرآبادی محل کی علالت میں بڑی جاں فشانی کی تھی ۔ یہاں اسے ترقی دے کر تین ہزاری ذات چھ سو سوار کا منصب اور خلعت عطا فرمایا ۔ طلائی زین والا گھوڑا اور ہزار اشرفیاں مزید عنایت فرمائیں ۔

غازی بیگ دیوانِ کابل اور نادِ علی بیگ جو نذر محمد خاں کی مستورات کو بلخ پہنچانے گئے تھے ، واپس آ کر بارگاہ والا میں حاضر ہوئے ۔ ۳۰ ستمبر کو پشاور کے باغِ ظفر میں منزل ہوئی ۔ ۳ اکتوبر کو دریائے سندھ عبور کر کے ۶ اکتوبر کو باغِ حسن ابدال میں رونق افروز ہوئے جو آپ کے فیضِ قدم سے رشکِ بہشت بن گیا ۔ بتاریخ ۹ شوال (۱۶ اکتوبر ۱۶۴۹ء) دریائے جہلم اور ۱۹ اکتوبر کو دریائے چناب عبور کیا ۔ ۲۵ اکتوبر کو موکبِ جاہ و جلال دارالسلطنت لاہور میں داخل ہوا ۔ اہلِ شہر کی دیرینہ مراد برآئی ۔

ظلِ سبحانی کو اطلاع پہنچی کہ سیوستان کا فوجدار زبردست خاں مرگِ طبعی سے فوت ہو گیا ، اس کی جگہ نورالحسن کو مامور کیا گیا ۔ جملۃالملکی سعداللہ خاں کابل سے آٹھ دن میں بارگاہِ والا تک پہنچ کر حاضرِ خدمت ہوا ۔ بتاریخ ۶ ذیقعدہ (۱۱ نومبر ۱۶۴۹ء) شاہزادہ دارا شکوہ اپنے فرزند سلیمان شکوہ سمیت حاضر ہوئے ۔ دونوں حضرت کے حسب الحکم کابل میں ٹھہر گئے تھے ۔ والیِ بیجاپور کا حاجب سید مصطفیٰ اور سبحان قلی خاں کا سفیر شہسوار بھی حاضرِ بارگاہ ہوئے ۔ اپنے آقاؤں کی بھیجی ہوئی پیشکش اور مراسلات حضرت کے سامنے حاضر کیے ۔

۱۵ ذی الحجہ[1] (۲۰ دسمبر ۱۶۴۹ء) کو شاہزادۂ شجاعت شعار اورنگزیب بہادر اپنے فرزند سلطان محمد کے ساتھ مہم قندھار سے واپس آ کر حاضر ہوئے ۔ آدابِ ملازمت بجا لانے کے بعد خلعت خاصہ سے سرفرازی پائی ۔ کوہ شکوہ نامی گھوڑا میناکار طلائی ساز سمیت نیز نقرئی ساز والا ہاتھی حضرت نے مرحمت فرمایا ۔ رستم خان ، نجابت خان ، سردار خان ، راجا جے سنگھ ، راجا بیٹھل داس ، راؤ ستر سال ، میرزا نوذر صفوی ، نظر بہادر خویشگی ، لہراسپ خان ، قاسم خان اور دوسرے منصب دار جو ان کی رکاب میں قندھار کی مہم پر بھیجے گئے تھے ، بارگاہِ والا میں حاضر ہوکر سرفراز ہوئے ۔ رستم خان نے ایک معرکے میں قزلباش فوج کے جھنڈے اور گیارہ توپیں چھینی تھیں ، یہ چیزیں حضرت کی نظرِ مبارک سے گزاریں ۔ چونکہ اس مہم میں بڑی جانبازی کی تھی لہٰذا حضرت نے از سرِ نو قدر شناسی کرکے چھ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلند فرمایا ۔ خلعتِ خاصہ ، جیغۂ مرصع ، مُہری زین کا گھوڑا ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی مزید عنایت ہوئے ۔ قلیج خان کابل میں رہ گیا تھا ، حضرت نے اس کے واسطے خلعتِ خاصہ ، طلائی ساز والا اسپ خاصہ ، شمشیر مرصع اور ایک ہاتھی بھجوایا ۔ سردار خان ، راجا رائے سنگھ ، راؤ ستر سال اور نظر بہادر خویشگی کو خلعت ، شمشیر مرصع ، ہاتھی اور گھوڑا عنایت ہوئے ۔ طاہر خان اور قباد خان کو خلعت اور گھوڑے سے سرفراز کیا ۔ حسین قلی آغر کو خانی کا خطاب ، طلائی ساز کی شمشیر ، خلعت اور ہتھنی عنایت فرمائی ۔ ملا علاء الملک تونی میر سامان کو جو فضائلِ انسانی سے آراستہ ، علومِ معقول و منقول کا ماہر اور ریاضی و ہندسہ میں ماہر ہے ، فاضل خان خطاب ملا ۔ سید محمود ولد خان دوراں کو نصیری خان اور شفیع اللہ میر توزک کو تربیت خان کا خطاب عطا ہوا ۔ مؤخرالذکر کا منصب دو ہزاری ذات و سوار مقرر کیا گیا ۔

۱۔ اگلے صفحات پر جو تاریخیں اور واقعات درج ہیں ، اُن کے پیشِ نظر یہ تاریخ غلط ہے لیکن اصلاح ممکن نہیں ۔

قیام لاہور کے زمانے میں دارالخلافہ دہلی کے واقعات سے معلوم ہوا کہ صوبہ دار دہلی مکرمت خان جس نے اپنی عمر عزیز سرکاری عمارتوں کے اہتمام میں صرف کی تھی ، مشیت الٰہی کے بموجب جہان فانی سے گزر گیا ۔ حضرت نے جعفر خان کو جس کا منصب پنج ہزاری ذات و سوار تھا ، ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر مکرمت خان کی جگہ مقرر فرمایا ۔ خلعت اور طلائی ساز والا گھوڑا مزید عطا فرما کر اُدھر رخصت کیا ۔ جعفر خان کی جگہ خلیل اللہ خان کو بخشی گری کی خدمت سپرد ہوئی ۔ اسلام خان کا بھائی سیادت خان تین ہزاری ذات ، ہزار سوار کا منصب پا کر بخشی دوم مقرر ہوا ۔

شاہزادۂ ذیجاہ اورنگزیب بہادر پہلے ملتان کے صوبے دار تھے ، اب بھکر اور سیوستان کی سرکاروں کا انتظام نیز ٹھٹھہ کی صوبے داری بھی عنایت ہوئی ۔ حضرت نے انھیں خلعت خاصہ، کچھ جواہرات و مرصع آلات اور زمرد کی تسبیح مرحمت فرما کر اُدھر رخصت کیا ۔ اُن کے فرزند سلطان محمد کو دو موتیوں اور ایک لعل سے مرصع سربند اور دوسرے بیٹے سلطان محمد معظم کو موتیوں کی تسبیح عنایت کی ۔ اسلام خان کے بیٹے محمد صفی کو عادل خان والی بیجاپور کی خدمت میں روانہ کیا ۔ اُس کے ہاتھ عادل خان کے لیے خلعت خاصہ اور لعل و زمرد و مروارید سے مرصع بیش بہا سرپیچ ارسال کیے ۔ سبحان قلی خان کے ایلچی شہسوار کو نقرئی ساز کا گھوڑا اور سات ہزار روپے مرحمت فرما کر واپسی کی اجازت دی ۔ انھی دنوں خبر آئی کہ میرزا حسن ولد میرزا رستم کا پیمانۂ زندگی لبریز ہوگیا ۔ علی مردان خان نے کابل سے آ کر بارگاہ والا کی حاضری سے سرفرازی پائی ۔

شاہی سواری کی دارالخلافہ دہلی کو روانگی

بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ (۲۷ دسمبر ۱٦۳۹ء) جمعے کے روز ایک پہر تین گھڑی دن چڑھے بادشاہ سلامت کی سواری لاہور سے دہلی کی طرف روانہ ہوئی ۔ اُس روز باغ فیض بخش (شالامار) میں منزل کی ۔ ۲۲ دسمبر کو دریائے بیاس سے اور ۲٦ دسمبر کو دریائے ستلج سے پار ہوئے ۔

البالے پہنچ کر فاضل خاں کو تمام کارخانوں سمیت براہِ راست دہلی روانہ کیا ۔ خود بدولت شکار کھیلتے دریائے جمنا کے راستے کشتی میں چلے ۔ ١١ محرم ١٠٦٠ھ (١٤ جنوری ١٦٥٠ء) کو دہلی پہنچ کر بعد دوپہر قصرِ شاہی میں جلوہ افروز ہوئے ۔

بتاریخ ٢٠ محرم (٢٣ جنوری ١٦٥٠ء) جشنِ تلادان شمسی کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ حضرت کا جسمِ مبارک سونے ، چاندی ، موتیوں اور جواہرات میں تولا گیا ۔ یہ اسیا محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کر دی گئیں جس سے ان کی امیدیں اور آرزوئیں برآئیں ۔ علی مردان خاں امیرالامرا کو جو لاہور سے آکر حاضر خدمت ہوا نیز جملۃ الملکی سعداللہ خاں کو نقرئی ساز والے دو ہاتھی مرحمت فرمائے ۔ شہزادہ مراد بخش کی پیشکش جو جواہرات ، مرصع آلات ، پندرہ نر مادہ ہاتھیوں اور چار سو تولے وزنی شامۂ عنبر پر مشتمل تھی ، نظرِ انور سے گزری ۔ اس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے کی اشیا حضرت نے قبول فرمائیں ۔ ٢٨ جنوری ١٦٥٠ء کو حضرت نے شاہزادے کو خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، دو عدد اسپ خاصہ مع زین اور کابل کی صوبے داری عنایت فرمائی ۔ ہزار سوار کا اضافہ کرکے بارہ ہزاری ذات دس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دے کر رخصت کیا ۔

اسی تاریخ میں اطلاع ملی کہ اللہ یار خاں ولد افتخار خاں کا بنگالے میں انتقال ہوا ۔ اعتقاد خاں جو بہرایچ سے چل کر آگرہ پہنچا تھا اُس نے بھی ملکِ عدم کا سفر اختیار کیا ۔ حاجی منصور کا بیٹا محسن خاں بھی کثرتِ شراب نوشی کے سبب فوت ہو گیا ۔ نذر محمد خاں کا آقاسی باشی سید قلی ایشک بلخ سے اور میر گل بدخشاں سے آکر حاضرِ بارگاہ ہوئے ۔ حضرت نے اول الذکر کو آٹھ سو ذات چار سو سوار کے منصب پر سرفراز کرکے خلعت ، خنجرِ طلا ، گھوڑا اور پانچ ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ مؤخرالذکر کو پانچ سو ذات دو سو سوار کے منصب پر سربلند کرکے خلعت ، طلائی خنجر اور تین ہزار روپے عنایت کیے ۔ دونوں شاہی ملازمت میں داخل ہو گئے ۔ شاہزادۂ ولی عہد داراشکوہ جو ٢٥ محرم کو لاہور سے روانہ ہوئے تھے ،

اپنے فرزندوں سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ کو ہمراہ لیے حاضر بارگہ ہوئے ۔ ہزار اشرفیوں کی نذر پیش کی ۔ اُن کے ہمرکاب خسرو ، بہرام (پسران نذر محمد خاں) خواجہ طیب ، خواجہ عبدالوہاب اور چند دیگر اشخاص بھی تھے جو سعادت کورنش سے بہرہ یاب ہوئے ۔

دارالخلافت دہلی میں نو روز کا پہلا جشن

دارالحکومت شاہجہان آباد کی تعمیر اور حضرت کے وہاں قیام کرنے کے بعد پہلا نوروز اس دھوم دھام سے آیا کہ اہل عالم کے دل شاد ہو گئے ۔ مشاطۂ بہار نے لالہ و گل کی آرائش کر کے ان کا حسن بڑھایا اور باد بہاری نے طرح طرح کے گل بوٹے کھلا کر اعجاز عیسوی آشکار کیا ۔ اہل جہاں کو فیض پہنچانے کے لیے ظل سبحانی نے فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ نہایت شاندار جشن منعقد فرمائیں ۔ چنانچہ کارپردازوں کو اس کا ساز و سامان مہیا کرنے پر مامور کر دیا ۔ اکثر امرا اپنی اپنی جاگیروں پر یا وطن میں تھے ، ان کے نام طلبی کے فرمان گئے ۔ سب کے جمع ہو جانے سے جشن کی رونق دوبالا ہو گئی ۔ ملازمان بارگاہ نے قصر شاہی کے صحن کو حریر و پرنیاں اور زربفت سے آراستہ کرکے باغ و بوستان کا نمونہ بنا دیا ۔ نقرئی اور طلائی سامان کی جگمگ اور گوہرو یاقوت کی چمک دمک سے محفل کی زمین رشک آسماں بن گئی ۔ آفتاب و مہتاب کی ضیا نظر سے گر گئی ۔ پھر جب حضرت ظل سبحانی نے تخت مرصع پر جلوہ افروز ہو کر جشن کی رونق بڑھائی تو لوگوں کے غنچۂ دل شگفتہ ہو گئے ۔ بڑے بڑے امرا ، منصب دار اور دارالخلافت کے ذی عزت اشراف جو مبارکباد کے لیے آئے تھے ، بارگاہ شاہجہانی میں باریاب ہوئے ۔ حضرت نے سب پر طرح طرح کی نوازشیں کیں ۔ چونکہ حضرت کے مزاج میں فیاضی و سخاوت کا مادہ فطری ہے ، لوگوں کی نفع رسانی کے لیے روپے اشرفیاں بکھیرتے رہے ۔ امیر فقیر سب نے حضرت کے خوان کرم سے فیض حاصل کیا ۔

اس جشنِ شاہانہ میں حضرت نے شاہزادہ داراشکوہ کو خلعتِ خاصہ مع نادری ، یاقوت و الماس کا جڑاؤ جمدھر اور طلائی پیٹی عنایت فرمائی ۔ اُن کے فرزندِ ارجمند سلطان سلیمان شکوہ کو خلعت ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ عطا ہوا ۔ چار لاکھ روپے مزید مرحمت فرمائے ۔ پھر علی مردان خاں اور سعداللہ خاں کو طلا دوز اطلس کی خلعتیں جو شاہی کارخانے میں بڑے تکلف سے تیار ہوئی تھیں ، عنایت کیں ۔ آصف خاں مرحوم کے انتقال کے بعد یہ طے ہوا تھا کہ امرا کا انتہائی بلند منصب ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوا کرے گا ۔ تنخواہ ایک کروڑ دام ماہانہ یا بارہ کروڑ دام (تیس لاکھ روپے) سالانہ ہوگی ۔ سعداللہ خاں کی تنخواہ یہی مقرر ہوئی ۔ دوسرے امرا مثلاً راجا جے سنگھ ، جسونت سنگھ ، رستم خاں بہادر فیروز جنگ ، جعفر خاں ، خلیل اللہ خاں ، فاضل خاں بھی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز ہوئے ۔ شرفِ آفتاب تک ہر روز امرا کو خلعتیں تقسیم ہوتی رہیں ۔ ایک ہزار منصب داروں کو خلعت سے سرفرازی بخشی ۔

پانی پت کا پرگنہ ، جس کا مالیہ ایک کروڑ دام یعنی ڈھائی لاکھ روپے سالانہ ہے ، نوابِ قدسی القاب حضرت جہاں آرا بیگم کی تنخواہ میں عطا ہوا ۔ حرم سرا کی دونوں پرستارانِ خاص کو ، جن کا درجہ سب سے بلند ہے ، ایک لاکھ روپے انعام عنایت کیا ۔ محل سرا کی دوسری خواتین کو بھی حسبِ رتبہ نقد و جنس عطا فرما کر سرفرازی بخشی ۔ انھی دنوں میں امرائے دربار ، شاہزادہ داراشکوہ اور جہاں آرا بیگم صاحب کی پیشکشوں سے جو انھوں نے مختلف موقعوں پر حاضر کیں ، سولہ لاکھ روپے کی اشیا حضرت نے قبول فرمائیں ۔ یعنی بیگم صاحب نے ایک لاکھ روپے کے جواہرات و مرصع آلات ، بڑے شاہزادے نے ڈھائی لاکھ روپے کی اشیا ، علی مردان خاں نے ڈھائی لاکھ روپے کے نوادر ، سعداللہ خاں نے ساڑھے تین لاکھ روپے کے تحفے پیش کیے ۔ دوسرے امرا کی پیشکشوں کی مالیت ساڑھے چھ لاکھ روپے تھی ۔

حیات خاں تین ہزاری ذات بارہ سو سوار ، نصیری خاں تین ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، میرزا سلطان اور فیض اللہ ولد زاہد خاں دو ہزاری

ذات پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوئے - سید علی ولد سید جلال اور سید ہدایت‌اللہ خدر کو دو ہزاری ذات ڈھائی سو سوار کے منصب پر سرفرازی ملی - میرک شیخ ڈیڑھ ہزاری ذات سو سوار ، میر صمصام الدولہ ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر سربلند ہوئے - اور بھی بہت سے منصب داروں ، خانہ زادوں ، برق اندازوں اور احدیوں کو منصب اور تنخواہ کی ترقیاں ملیں - میر جعفر داروغہ داغ ، میر صالح داروغہ کتاب خانہ اور پورن مل کو ایک ایک ہتھنی عنایت ہوئی - دلیر خاں کی جگہ مکند کو قنوج کی فوجداری اور اپنی سپرد فرمائی - جملۃ‌الملکی سعداللہ خاں کے مہتمم رگھناتھ کو رائے کا خطاب اور طلائی قلم‌داں عنایت ہوا - نذر محمد خاں اور عادل خاں کے ایلچیوں کو بیس ہزار روپے مرحمت ہوئے - فتحا کلاونت کو دو ہزار روپے اور دوسرے کلاونتوں کو تین ہزار روپے انعام ملا -

بتاریخ ۳ ربیع الثانی ۱۰۶۰ھ (۵ اپریل ۱۶۵۰ء) منگل کے دن عمرِ مبارک کے اکسٹھویں سال کا جشن تلادان قمری کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا - نو روز کے چند ہی دن بعد اس جشن کے برپا ہونے سے کامرانی و شادمانی کے دروازے کھل گئے - اہلِ عالم نے زرِ گل کی طرح اپنے دامن اور جیب دولت سے بھر لیے - حضرت نے مسیح الزماں اور آتش قلماق کو پانچ پانچ ہزار ، عبدالحمید بادشاہ نامہ نویس کو چار ہزار اور حکیم حاذق کو تین ہزار روپے انعام عطا فرمایا - حکم ہوا کہ سال بھر تک جمعرات کے دن جو پیشکش وصول ہوا کرے وہ طاہر خاں کو دے دی جائے - علی مردان خاں کو دوبارہ خلعتِ خاصہ ، مرصع خنجر مع پھول کٹارہ اور طلائی زین کا گھوڑا عنایت کرکے کشمیر کو رخصت فرمایا - رستم خاں کو سنبھل جانے اور راجا جے سنگھ کو وطن جانے کی اجازت ملی -

میوات کے باشندوں نے خودسری کے سبب آگرے اور دہلی کے درمیان راہزنی کرکے بڑا فساد مچا رکھا تھا ، اُن کی دست درازیوں سے کتنے ہی گاؤں اُجڑنے لگے - حضرت نے میوات کا سارا علاقہ راجا جے سنگھ کے منجھلے بیٹے کیرت سنگھ کی جاگیر میں دے دیا جسے ابھی آٹھ سو ذات ، آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا تھا - تاکید کے ساتھ ہدایت کی

کہ ان ظالموں کے قلع و قمع میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا ۔ حکم والا کے بموجب راجا جے سنگھ نے اپنے تمام آدمی ہمرکاب لے کر ان ملعولوں کو گھیر لیا ۔ ہزاروں کو قتل کر ڈالا ۔ باقی منتشر ہو کر ادھر اُدھر بھاگ گئے ۔ جہاں کہیں کسی رہزن کا نام پتا معلوم ہوا اُسے تباہ کرکے راجا نے وہاں اپنے آدمی آباد کر دیے ۔ آتش قلماق کو خلعت ، مینا کار طلائی ساز کی شمشیر و سپر اور پانچ ہزار روپے عطا فرما کر بلخ واپس جانے کی اجازت دی ۔

سن ۲۴ جلوس

اللہ کی عنایت سے یکم جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ (یکم جون ۱۶۵۰ء) کو چوبیسواں سال جلوس بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ اہل عالم کو شادمانی کا مژدہ ملا ۔ کچھ عرصہ پہلے نذر محمد خاں والی بلخ کا مراسلہ آیا تھا جس میں حضرت کی عنایتوں اور قدردانی کا اعتراف کرنے اور اپنی پریشانیوں کی تفصیل کے بعد لکھا تھا کہ آپ کی مزید عنایتوں اور نوازشوں کا آرزو مند ہوں ۔ حضرت نے اخلاق کریمانہ اور حوصلۂ شاہانہ کے بموجب خواجہ قاسم سیّد کو بطور سفیر نذر محمد خاں کے پاس بھیجا ۔ ایک لاکھ روپے کے مرصع آلات اور جواہرات کے علاوہ مراسلۂ گرامی بھی روانہ کیا جو اتحاد و الفت کے مضامین سے پُر تھا ۔ خاں کے بیٹے عبدالرحمٰن کے لیے بھی دس ہزار روپے بھجوائے ۔ سیادت خاں بخشی دوم کو پانچ سو سوار کی ترقی دے کر یعنی تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا فرما کر باقی خاں کی جگہ آگرہ کی قلعداری سپرد فرمائی ۔ نذر محمد خاں کے سفیر خستکہ بے نے بارگاہ والا میں حاضر ہو کر خان مذکور کا مراسلہ پیش کیا جس میں امداد و اعانت کی التماس درج تھی ۔ سفیر کو خلعت اور چار ہزار روپے عطا ہوئے ۔

علاقۂ چورا گڑھ کا انتظام سردار خاں سے اچھی طرح نہ ہو سکا تھا ، حضرت نے راجا بہار سنگھ کو ہزاری ذات کی ترقی دے کر چار ہزاری

ذات تین ہزار سوار دو اسپہ کے منصب پر سربلند کیا اور چورا گڑھ کا علاقہ جاگیر میں مقرر فرمایا ۔ شریف مکہ محسن کا مہتمم شیخ عبدالصمد پہلے بھی بطور سفیر حاضر ہو کر حضرت کے انعام و اکرام سے بہرہ مند ہوا تھا اور مکہ معظمہ واپس چلا گیا تھا ۔ ان دنوں بخت بیدار کی رہنمائی سے دوبارہ بتاریخ ۱۸ رجب (۱۷ جولائی ۱۶۵۰ء) درگاہ فلک اشتباہ میں آستان بوس ہوا ۔ حضرت نے سات سو ذات سو سوار کا منصب عطا کرکے شاہی ملازموں کے زمرے میں داخل کیا ۔ خلعت اور دس ہزار روپے کے انعام سے کامیاب ہوا ۔

۲۱ [رجب] ۲۰ جولائی ۱۶۵۰ء کو میوات کے واقعات سے معلوم ہوا کہ راجا جے سنگھ نے چار ہزار سوار اور چھ ہزار بندوقچی اور تبردار ہمرکاب لے کر رہزن میواتیوں کے گھروں کو پھونک ڈالا ۔ ہزاروں سرکش ، جن کا قتل و غارت کے سوا اور کچھ کام نہ تھا ، تلوار کے گھاٹ اتار دیے ۔ اہل و عیال کو قید کیا ۔ جو بچ گئے ان کا بھی نام و نشان مٹا دیا ۔ قدردان بندہ نواز بادشاہ نے راجا کو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر پنج ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، چار ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ چال کلیانہ پرگنہ جس کی جمع دو لاکھ روپے سالانہ تھی ، راجا کی جاگیر میں عطا کیا ۔ محال مذکور کی فوطہ داری کیرت سنگھ کو عنایت کرکے منصب میں اضافہ فرمایا ۔

غیرت خاں جو شاہزادہ داراشکوہ کی نیابت میں گجرات کی صوبے داری پر مامور تھا اور دو ہزاری ذات ہزار سوار داخلی کا منصب رکھتا تھا ، شاہی ملازموں کے زمرے میں داخل ہو کر سرفراز ہوا ۔ ہزاری ذات کا اضافہ منصب اور علم عنایت ہوا ۔ طاہر خاں اور حیات خاں نے بھی علم پا کر سربلندی حاصل کی ۔ ۱۰ شعبان ۱۰۶۰ھ (۱۲ اگست ۱۶۵۰ء) کو میر سید علی خلف سید جلال مرحوم کو کتاب خانے اور نقش خانے کی داروغگی عطا ہوئی ۔ یہ عہدہ میر صالح خوشنویس کا تھا ، وہ ۸ شعبان کو فوت ہو گیا تو اس کی جگہ میر سید علی کو مامور فرمایا ۔ جواہر خانے

کی خدمت جو پہلے میر سید علی کے سپرد تھی ، محمد شریف ولد اسلام خاں کو تفویض ہوئی ۔ بکاول کا عہدہ بہرام کے بجائے یحیٰی ولد سیف خاں کو ملا ۔ بہرام کو زرگر خانے کی داروغگی پر مامور کیا ۔

۱۴ شعبان کی رات کو کشتیوں کی سیر فرمائی جو عجیب و غریب وضع سے ترتیب دی گئی تھیں ۔ اُن پر اس انداز سے چراغاں کیا گیا تھا کہ ماہ کامل کی روشنی پھیکی پڑ گئی ۔ شمعوں اور چراغوں کے عکس سے دریائے جمنا پر کہکشاں کا گمان گزرتا تھا ۔ حضرت کے فیض قدم سے شاہی بجرہ رشک مہر و ماہ بن گیا ۔ ۱۵ شعبان (۱۳ اگست ۱۶۵۰ء) کو شاہزادۂ والا جاہ بلند اقبال کو اسّی ہزار روپے قیمت کا مرصع جموہ عنایت فرمایا ۔ تقرب خاں کو ترقی دے کر بیس ہزاری ذات ، ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ فراست خاں ناظر محل سرا کو خلعت اور پانچ سو اشرفیاں عنایت کرکے سفر حج کی اجازت دی ۔ احمد آباد کے متصدیوں کو فرمان پہنچا کہ ڈیڑھ لاکھ روپے کا سامان جو عرب میں جا کر تین لاکھ روپے میں فروخت ہو سکے ، فراست خاں کے سپرد کر دیں ۔ حکم ہوا کہ مذکورہ رقم میں سے ایک لاکھ روپے زید بن محسن شریف مکہ کو ، ایک لاکھ روپے میر فرمان مکہ اور عالموں فاضلوں کو اور ایک لاکھ روپے مدینہ منورہ کے محتاجوں کو دے دیے جائیں ۔

۶ ربیع الثانی ۱۰۶۰ھ (۸ اپریل ۱۶۵۱ء) کو قاضی اسلم زخمی ہوگیا تھا ؛ تفصیل یہ ہے کہ حضرت گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے ۔ ایک چابک سوار گھوڑے کو کاوا دیتا ہوا بڑھا ۔ قاضی اسلم سلام کے لیے آ رہا تھا ۔ دہشت کے مارے پاؤں کو لغزش جو ہوئی تو گر پڑا ۔ سخت صدمہ پہنچا ۔ چار ماہ تک بستر پر پڑا رہا ۔ صحت یاب ہوا تو حضرت نے حکم دیا کہ زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہو اور احمد آباد سے سامان لے کر جاؤ ۔ (بعد ازاں یہ خدمت فراست خاں کے سپرد ہوئی) ۔ قاضی نے بے توفیقی کے سبب یہ خدمت قبول نہ کی ، بلکہ یہ التماس کیا کہ فدوی کو کابل بھیج دیا جائے ۔ اگرچہ بادشاہ سلامت کو اس کی یہ ادا ناگوار گزری لیکن درگزر فرمائی کہ کم بخت کے نصیب میں یہ دولت نہیں ہے ۔ از راہِ

مروّت کابل کی جاگیر جس کا مالیہ دس ہزار روپے تھا ، اس کے نام بحال رکھی ۔ دہلی کے قاضی خوش حال کو جو متقی پرہیزگار آدمی تھا ، خلعت دے کر لشکر کابل کا قاضی مقرر کر دیا ۔ پانچ صدی ذات کا منصب عنایت فرمایا ۔

حضرت کی عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکی تھی لہٰذا عالموں فاضلوں نے فقہ کی کتابوں کے بموجب یہ فتویٰ دیا کہ اگر حضرت جہاں بانی روزہ نہ رکھیں بلکہ روزے کے بدلے صدقہ ادا کر دیا کریں تو جایز ہے ۔ غرض ارباب شریعت کی تجویز کے مطابق فیصلہ کیا کہ رمضان کے روزے موقوف رہیں گے ۔ اُن کے بجائے محتاجوں مسکینوں کو ساٹھ ہزار روپے تقسیم کیے جائیں گے ۔ چنانچہ اس سال یہی ہوا ۔ باورچی خانے کے مہتمم نے ہر روز شام کے وقت طرح طرح کے کھانے ، میوے ، مٹھائیاں اور خوشبوئیں ترتیب دے کر خواص و عوام سب کو شاہی دسترخوان پر آنے کی دعوت دی ۔ عیدالفطر کی صبح کو (۲۷ ستمبر ۱٦۵۰ء) شاہ دیندار دوگانہ پڑھنے کے لیے پرستار خاص بی بی اکبر آبادی محل کی مسجد میں تشریف لے گئے ۔ نچھاور کے طور اتنے روپے اور اشرفیاں بکھیری گئیں کہ فقیروں غریبوں نے جھولیاں بھر لیں ۔

بتاریخ (۳ شوال (۲۹ ستمبر ۱٦۵۰ء) شاہزادہ شجاع بہادر کی ڈیڑھ لاکھ روپے قیمت کی پیشکش ملاحظہ فرمائی ۔ جان نثار بیگ عرف یادگار بیگ میر توزک کو خلعت اور دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب عنایت کرکے شادی خاں کی جگہ بخشی دوم مقرر فرمایا ۔ جان نثار بیگ کی جگہ سید بہادر میر توزک مقرر ہوا ۔ ۸ اکتوبر ۱٦۵۰ء کو شاہزادہ شجاع کے لیے پاندان مرصّع ، زرکار شمشیر خاصہ اور مینا کارطلائی ساز والے دو گھوڑے ارسال فرمائے ۔ داراشکوہ کے نوکر سیّد سلطان کو خلعت اور ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب عطا فرما کر اُن کی نیابت میں صوبۂ پنجاب کے انتظام پر مامور کیا ۔ ۱۲ اکتوبر کو آپ نے بچتر خاں کلاونت کو چار سو اشرفیاں انعام دیں ۔ واضح ہو کہ ابراہیم عادل خاں والی بیجاپور نے نالایقی اور بے تمیزی کے سبب اپنی بھتیجی اس شخص

سے بیاہ دی تھی ۔ اس عقد سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں ۔

ہفتے کے دن ۱۸ شوال (۱۴ اکتوبر ۱۶۵۰ء) کو نونہال بوستانِ سلطنت سلطان سپہر شکوہ کی عمر کا ساتواں شمسی سال تھا ، حضرت نے اپنے روبرو اُس نونہال کا تُلادان کروایا ۔ جو چیزیں تول میں آئیں ، محتاجوں فقیروں میں تقسیم کر دی گئیں ۔ اُس والا گہر کو لعلوں سے مرصع بیش بہا سر پیچ عنایت کرکے چار سو روپے کے روزینہ پر ترقی دی ۔ سلطان سلیمان شکوہ کا روزینہ بڑھ کر پانچ سو روپے مقرر ہوا ۔ مُرتضیٰ خاں بڑھاپے اور ضعفِ جسمانی کے سبب ملازمت اور منصب سے برطرف کیا گیا ۔ حکم ہوا کہ بیس لاکھ دام (پچاس ہزار روپے) کا سالیانہ لیا کرے اور دعائے دولت میں مشغول رہے ۔ اطلاع ملی کہ عصمت پناہ اکبر آبادی محل نے قلعے سے ڈھائی کوس کے فاصلے پر بادلی کی سرائے کے نزدیک جس باغ کی بنیاد رکھی تھی وہ تیار ہو چکا ہے ، حضرت نے باغ میں رونق افروز ہو کر اُسے مزید شادابی و شگفتگی بخشی ۔ اُس پرستارِ خاص نے روپوں اشرفیوں کے اٹھارہ خوان نچھاور کرکے سرفرازی حاصل کی ۔ یہ پُر فضا باغ نہایت فرحت بخش ہے ۔ سبزہ و گل کی کثرت سے گلزارِ خُلد کا جواب سمجھیے ۔ لاہور اور کشمیر کے شاہی باغوں کے انداز پر ترتیب دیا گیا ہے ۔ حوضوں ، نہروں اور چمنوں کی لمبائی چوڑائی بھی اُتنی ہی ہے ۔ خوش نمائی اور دلکشائی کی بدولت دلِ خرّم اور باغِ بہشت کا نمونہ ہے ۔

یہ باغ بھی تین طبقوں پر مشتمل ہے ۔ پہلا طبقہ تین سو گز مربع ہے جس میں خوشنما نشیمن بنے ہیں ۔ بچلا طبقہ کہ وہ بھی تین سو گز مربع ہے ، تقریباً تین گز نیچا ہے ۔ دونوں کے بیچوں بیچ آٹھ گز چوڑی نہر جاری ہے ۔ جو نہریں نشیمنوں اور کوشکوں میں سے گزری ہیں ، اُن کی چوڑائی تقریباً دو گز ہے ۔ یہ نہریں آبشار کی صورت میں حوضوں میں گرتی ہیں ۔ بڑے حوضوں ، موتی بکھیرتے ہوئے فواروں ، نشیمنوں ، عمارتوں اور بُرجوں کا انداز وہی ہے جو لاہور اور کشمیر کے باغات کا ہے ۔ البتہ نچلے طبقے والا حوض جو ۲۲ گز × ۱۸ گز ہے اُس کے اردگرد خوش وضع دالان ہیں ۔ دو پہلوؤں پر ایک ایک چوکھنڈی ہے ۔ اس طرح یہ حوض

مچھی بھون والے حوض سے مشابہ ہے ۔ ایک اور ہشت پہل حوض جس کا قطر چالیس گز ہے ، ہر ضلع سترہ گز ، فواروں کی تعداد ۲۱ ، یہ بالکل شاہ آباد والے حوض کا نمونہ ہے ۔ نچلے طبقے میں نہر کی چوڑائی سات گز ہے ۔ مختلف دالانوں کے سامنے سے گزرتی اور اگلی روش تک پہنچتی ہوئی ہشت پہل حوض میں داخل ہوتی ہے ۔ یہاں سے نکل کر شمالی جانب والی فصیل تک جا پہنچی ہے ۔ یہاں یہ نہر تیسرے طبقے میں اُترتی اور آگے بڑھ کر اُس تالاب میں گر جاتی ہے جو باغ کے باہر واقع ہے اور ۲۴۵ گز × ۱۶۰ گز ہے ۔ المختصر یہ باغ دو لاکھ روپے کی لاگت سے چار سال میں تیار ہوا ۔ بادلی کی سرائے پہلے کچی تھی ، اکبر آبادی محل کی توجہ سے اس میں ستر حجرے ، درآمدے اور دالان تیار ہونے جن کی دیواروں وغیرہ پر چونے کی استرکاری ہے ۔

بتاریخ ۹ ذی الحجہ (۳ دسمبر ۱۶۵۰ء) مُلا شفیعا یزدی بارگاہِ شاہی میں حاضر ہو کر سرفراز و کامیاب ہوا ۔ حضرت نے خلعت ، تین ہزار روپے اور ہزاری ذات ، سو سوار کا منصب عنایت کیا ۔ یہ شخص علومِ متداولہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد وطن سے نکلا ۔ روزیِ حلال کی خاطر کچھ سوداگروں سے نصفا نصفی نفع کے وعدے پر رقم لے کر ہندوستان آیا جو اہل عالم کا ملجا و ماویٰ ہے ۔ ایک مدت تک لشکر میں بسر کرتا رہا ، جب حضرت کی سواری کابل سے دہلی میں آئی تو مُلا ایران واپس جانے کے لیے بندرگاہِ سورت میں جا پہنچا تھا ۔ چونکہ تقدیر یاور تھی لہٰذا اُس کے کمالات کا شہرہ حضرت کے گوش گزار ہوا ۔ آپ نے سورت کے متصدیوں کے نام فرمان بھیج کر اُسے بلوا لیا اور سرفرازی بخشی ۔

راول منوہر کے انتقال کے بعد اُس کا بھتیجا رامچندر جو جانشینی کے قابل نہ تھا ، گدی نشین ہو گیا تھا ۔ حضرت سے اجازت نہیں ملی تھی ۔ روپ سنگھ راٹھور نے راول منوہر کے داماد سبل سنگھ کو ، جسے راول اپنا جانشین کرنا چاہتا تھا ، درگاہِ والا میں بھیجا ۔ اُسی کے ہاتھ عرضداشت بھی ارسال کی جس میں التماس تھی کہ سبل سنگھ کو راول کا خطاب اور جیسلمیر کا قلعہ عنایت کیا جائے ۔ آپ نے یہ التماس منظور فرما کر اُسے سرفراز

کیا ۔ ۳ ذیقعدہ (۷ نومبر ۱۶۵۰ء) کو سبل سنگھ کی عرضداشت پہنچی ۔ لکھا تھا کہ جب فدوی جیسلمیر کے قلعے میں داخل ہوا تو رعایا نے میری ہواخواہی کی اور قلعے پر فدوی کا قبضہ ہو گیا ۔ راجندر جنگ کیے بغیر فرار کر گیا ۔ عرضداشت کے ساتھ سبل سنگھ زمیندار ساتلمیر نے دو ہاتھی بھی بھیجے تھے جو حضرت نے ملاحظہ فرمائے ۔ ساتلمیر کا پرگنہ اور قلعہ پہلے راول منوہر بھائی زمیندار جیسلمیر کے تصرف میں تھا ۔ اس کی وفات کے بعد حضرت نے انھیں راجہ جسونت سنگھ کی جاگیر میں دے دیا ۔ ۲۸ [ذیقعدہ] ۲۲ نومبر ۱۶۵۰ء کو راجا جسونت سنگھ کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ قلعۂ ساتلمیر نو دن کے محاصرے کے بعد فتح ہو گیا ۔ پرتاب بھائی اور اس کے قلعہ نشین رفیق قتل ہو گئے ۔

بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ (۴ دسمبر ۱۶۵۰ء) نمازِ عیدِ اضحیٰ ادا کرنے کے لیے ظلِ سبحانی بی بی اکبر آبادی محل والی مسجد میں تشریف لے گئے ۔ واپس آ کر قربانی کی سنّت ادا فرمائی ۔ شاہزادۂ بیدار بخت داراشکوہ کو خلعت خاصہ اور ایک عدد لعل عنایت کیا ۔ دو لاکھ روپے مزید مرحمت ہوئے کہ وہ دلّی میں اپنی اس حویلی کی تعمیر مکمل کر لیں جس کے لیے پہلے بھی حضرت نے اتنی ہی رقم عطا کی تھی ۔ ۲۹ ذی الحجہ (۲۳ دسمبر ۱۶۵۰ء) کو فتح اللہ خاں کے بدستِ عادل خاں والی بیجا پور کے واسطے فرمان عطوفت نشان ، خلعت خاصہ ، مرصع سرپیچ (جن کی قیمت اسی ہزار روپے تھی) ، کوہ شکوہ نامی ہاتھی نقرئی ساز سمیت ارسال فرمائے ۔ ایک ہتھنی نیز ایک اور ہاتھی مزید تھے ۔

بندرگاہ سورت کے متصدی کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ ترکیہ کے فرماں روا (سلطان روم) سلطان محمد خاں نے سید محی الدین سفیر کو اپنا مراسلہ دے کر بھیجا ہے ۔ آپ نے خواجہ روشن گرزدار کے ہاتھ سید محی الدین کے واسطے خلعت اور فرمان روانہ کیا ۔ حکم والا کے بموجب سورت اور دوسرے صوبوں کے حکام کو ہدایت کی گئی کہ بہ تفصیل ذیل سفیر مذکور کو خزانۂ عامرہ سے نذرانہ نواضع کریں ۔ بندر سورت کا متصدی دس ہزار روپے دے ۔ برہان پور کا صوبے دار ملتفت خاں ، مانڈو کی مہمات

کا ناظم مرزا خان ، شاہنواز خان صوبے دار مالوہ اور دہلی میں خلیل اللہ خان دس دس ہزار روپے پیش کریں ۔ انھی دنوں حضرت کو نیل گائے کے شکار کی خواہش ہوئی ۔ شکارگاہ میں پہنچ کر آٹھ روز میں پچاس نیل گائیں تفنگ خاصہ سے ماریں ۔ محمد صالح خوافی مشرف توپخانہ کو قاسم بیگ کی جگہ کوتوالی کی خدمت پر مامور کیا ۔ ۱۹ محرم ۱۰۶۱ھ (۱۲ جنوری ۱۶۵۱ء) کو آپ کے حسب الحکم شاہزادہ اورنگ زیب بہادر ملتان سے آ کر حاضر بارگاہ ہوئے ۔ خلعت خاصہ سے سرفرازی پائی ۔

بتاریخ ۲۶ محرم ۱۰۶۱ھ ۲۹ ماہ دے مطابق ۱۹ جنوری ۱۶۵۱ء عمر مبارک کے ساٹھویں شمسی سال کا جشن تلادان منعقد ہوا ۔ شاہ محل کے ایوان میں جشن کی محفل کمال زیب و زینت سے آراستہ ہوئی ۔ بادشاہ دریا دل کی سخاوت سے اہلِ دنیا فیض یاب ہو ہو کر مستغنی ہو گئے ۔ شاہزادۂ والا جاہ اورنگ زیب بہادر کی پیشکش جو چند جواہرات ، بارہ گھوڑوں ، ۵۰ خچروں اور پانچ سو اونٹوں پر مشتمل تھی ملاحظۂ عالی سے گزری ۔ حضرت نے شاہزادے کو ایک لاکھ روپے کے انعام سے سرفراز فرمایا ۔ ذوالفقار خان پانسو سواروں کے اضافے سے دو ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اُس کا بیٹا محمد ابراہیم بھی ترقی پا کر ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر سر بلند ہوا ۔

کشمیر کی گلگشت کے لیے روانگی

۱۶۵۰ء کی برسات میں بارشیں نہ ہونے سے دہلی کی آب و ہوا گرم رہی ۔ علاقۂ کشمیر کی خوش نصیبی سمجھیے کہ آب و ہوا کی شدت کی تلافی کے لیے اگلے سال حضرت کو سیر کشمیر کی خواہش ہوئی ۔ غرض یکم ربیع الاول ۱۰۶۱ھ (۲۲ فروری ۱۶۵۱ء) کو حضرت کی سواری لاؤ لشکر سمیت اُدھر روانہ ہوئی ۔ آغرآباد میں خیمے ہوئے تو آپ نے شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو خلعت خاصہ اور طلائی ساز کے دو گھوڑے مرحمت فرما کر ملتان کی طرف رخصت کیا ۔ اس کے بعد جعفر خان کو پنج ہزاری

ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر ترقی دے کر نیز خلعت ، طلائی زین والا گھوڑا ، فیلخانۂ شاہی سے ایک ہاتھی اور سعید خاں کی جگہ ٹھٹھہ کی صوبے داری عنایت کر کے اُدھر روانہ فرمایا - خلیل اللہ خاں کو چار ہزاری ذات اور سوار کا منصب دے کر شاہجہان آباد کی صوبے داری پر مامور کیا - لہراسپ خاں کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر فائز کر کے خلیل اللہ خاں کی جگہ میر بخشی کا عہدہ بخشا - سلطان حسین ولد اصالت خاں کو دوآبے کی فوج داری عطا کی - محمد شریف ولد اسلام خاں کو بخشی گری اور دہلی کی واقعہ نویسی کی خدمت سپرد ہوئی - فیض اللہ ولد زاہد خاں کوکہ خانی کے خطاب سے سرفراز ہوا -

اگلے دن آغر آباد سے کوچ کیا - سرہند کے پاس پہنچ کر شاہزادۂ بلند اقبال کو حکم دیا کہ لاہور پہنچو - بتاریخ ۱۶ ربیع‌الاول (۹ مارچ ۱۶۵۱ء) سرہند کے دولت خانے میں رونق افزا ہوئے - یہاں سے تین کوچ کر کے دریائے ستلج کے کنارے پہنچے - ۱۸ مارچ کو کشتی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے پار اُترے - یکم ربیع‌الثانی ۲۴ مارچ ۱۶۵۱ء کو دارالسلطنت لاہور کے قریب پہنچ کر شالامار باغ میں رونق افروز ہوئے - یہ باغ آپ کے فیض قدم سے رشک بہشت بن گیا - شاہزادۂ بلند اقبال حاضر بارگاہ ہوئے - اُن کے ہمرکاب سلطان سلیمان شکوہ ، خسرو سلطان ولد نذر محمد خاں ، ٹھٹھہ کے معزول صوبے دار مغل خاں نے بھی باریاب ہو کر سرفرازی پائی - ۲ جمادی‌الاول (۲۳ اپریل ۱۶۵۱ء) کو عابد خواجہ بارگاہ شاہی کی آستاں بوسی کے لیے حاضر ہوا - نذر محمد خاں کی سرگردانی کے زمانے میں اُس کا نقیب رہ چکا تھا - نو گھوڑوں کی پیشکش نظر عالی سے گزاری - حضرت نے ہزاری ذات ڈیڑھ سو سوار کا منصب اور چار ہزار روپے انعام سے سرفراز کر کے ملازمانِ سلطنت کے زمرے میں داخل فرمایا - ۲۵ اپریل کو شالامار باغ سے اٹھ کر دولت خانۂ لاہور میں مقیم ہوئے -

۵ جمادی الاول (۲۶ اپریل ۱۶۵۱ء) پیر کے دن عمر مبارک کے باسٹھویں قمری سال کا جشن تلادان منعقد ہوا - مختلف اشیا اور روپوں

کو حضرت کے ہموزن تول کر فقیروں محتاجوں میں تقسیم کر دیا جو حضرت کے فیض و کرم سے بہرہ مند ہو کر غنی بن گئے ۔ حیات خاں کو تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، شاہزادہ بلند اقبال کے ملازم سید سلطان کو دو ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب اور صلابت خاں خطاب عنایت فرمایا ۔ تربیت خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، ملا شفیعا یزدی کو ڈیڑھ ہزاری ذات سو سوار ، حسین قلی آغر کو ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، اسد اللہ ولد شیر خواجہ کو ہزاری ذات پان سو سوار اور ناظر خاں کو ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ شاہزادۂ ولی عہد کی طرف سے غیرت خاں پنجاب کا حاکم تھا ۔ اُسے تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی بخشی ، شیخ عبدالکریم تھانیسری کو آگرے کی دیوانی سے ہٹا کر شاہزادۂ والا جاہ کی وکالت کا عہدہ اور ہزاری ذات ڈیڑھ سو سوار کا داخلی منصب عنایت کیا ۔ شیخ موسیٰ گیلانی کو کابل کی دیوانی پر سرفراز کر کے ہتھنی مرحمت کی ۔ بدیع الزمان کو جو پنجاب کے کسی محال کا امین تھا ، نیز بٹالے کے کروڑی سید محمد محمود وغیرہ کو ایک ایک ہتھی عنایت فرمائی ۔

بتاریخ ۱۵ جمادی الاول (۶ مئی ۱۶۵۱ء) شاہ بلند اقبال کی حویلی میں تشریف لے گئے ۔ ان کی پیشکش میں سے ایک لاکھ روپے کی چیزیں قبول فرمائیں ۔ سعد اللہ خاں کی پیشکش میں سے بھی ایک لاکھ روپے کے جواہرات و پارچات منظور فرمائے ۔ حکم ہوا کہ سال بھر تک پیر کے دن جو پیشکشیں آیا کریں وہ "ملا" شفیعایزدی کو دے دی جائیں ۔ لہراسپ خاں میر بخشی کو ہدایت کی کہ جب تک سعید خاں بہادر ظفر جنگ ٹھٹھہ سے آ کر کام سنبھالے ، تم کابل کی صوبہ داری کا سرانجام کرو ۔ اُسے ادھر روانہ کیا ۔ کب اندر سنہاسی درگاہ عالم پناہ میں حاضر ہوا ۔ دھرپد راگ کو ادا کرنے نیز ہندوستانی گیتوں ٹھمریوں وغیرہ کو گانے میں ماہر ہے اور حضرت کا منظور نظر ۔ آپ نے خلعت اور دو ہزار روپے انعام دے کر سرفرازی بخشی ۔

حضرت کو معلوم ہوا کہ بلخ و بدخشاں کے علاقے میں بیدان

بے ایمان الہان قبائل کی لوٹ مار سے وہاں کے مغلوں کا حال تباہ ہو گیا ہے - ازراہ عنایت چالیس ہزار روپے عطا فرمائے - سید ہدایت اللہ صدرالصدور ، میرک شیخ ، احدیوں کے بخشی مظفر حسین اور میر تورک سید بہادر کو حکم ہوا کہ یہ رقم وہاں کے محتاجوں بے نواؤں میں تقسیم کر دی جائے - بنگال کے واقعات سے واضح ہوا کہ شاہزادہ شجاع کے ملازم خان بیگ نے جو اُن کی طرف سے صوبہ اڑیسہ کا ناظم ہے ، بندرگاہ ہگلی اور حاکم نشین قلعے کو مقامی زمیندار کے تصرف سے نکال کر اپنے قبضے میں لے لیا ؛ حضرت نے خان بیگ کے منصب میں ہزاری ذات سات سو سوار کا اضافہ فرمایا -

حضرت کے سفر کشمیر کی تاریخ ۲۴ جمادی الثانی (۱۲ جون ۱۶۵۱ء) مقرر ہوئی تھی - ۵ جون کو امیرالامرا علی مردان خان کو خلعت خاصہ اور خنجر (مع کمر) عطا فرما کر حکم دیا کہ راستے کی تیاری کے لیے آگے روانہ ہو - عبدالرحمٰن سلطان ولد نذر محمد خان جو ۲۳ جلوس کے آغاز میں بتاریخ ۱۲ جون ۱۶۴۹ء رخصت ہوا تھا ، اپنے باپ کی خدمت میں پہنچا - نذر محمد خان نے غورستان کی حکومت عبدالرحمٰن کے سپرد کی جو اس نے مصلحت وقت کے تقاضے سے قبول کی اور اُدھر روانہ ہو گیا - اس اثنا میں سبحان قلی خان نے ہاتھ پاؤں نکالے اور ازبکوں الہانوں کی کثیر فوج کے ساتھ بلخ کا محاصرہ کر لیا - نذر محمد خان بہت عاجز آیا ، پریشان ہو کر عبدالرحمٰن کو لکھا کہ راستے ہی میں سے واپس آ جاؤ اور میری امداد کرو - اس نے کچھ تو باپ کے حکم کے بموجب ، کچھ قلعدار غوری کی جنگ سے خائف ہو کر عجلت کے ساتھ بلخ کا رخ کیا - راستے میں ابراہیم ایبک نے اس کی مزاحمت کی - سخت معرکہ پڑا جس میں ابراہیم مارا گیا - اتنے میں سبحان قلی خان کے قلماقوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر کر جنگ شروع کر دی - عبدالرحمٰن کے آدمی کم تھے ، مقابلے سے عاجز آ کر بھاگا - دو منزل بڑھا ہوگا کہ بدنصیبی کے سبب گرفتار ہوا اور سبحان قلی خان نے اسے قید کر دیا - عبدالرحمان نے دیکھا کہ بات بگڑ گئی بلکہ ہلاکت کی نوبت آئی ، نگاہ بانوں اور پاسبانوں کو بھلا پھسلا کر سمجھایا کہ

میرے ساتھ حضرت شاہجہاں کے دربار میں بھاگ چلو ، اتنی نوازشیں ہوں گی کہ تمھارے تصور میں نہیں آ سکتیں ۔ غرض اُن سبھوں کو ہمراہ لیے زندان سے نکلا ۔ ۱۶ جمادی الثانی (۶ جون ۱۶۵۱ء) کو بارگاہ شاہی میں آ سلام کیا ۔ نئی زندگی پائی ۔ خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر ، پھول کٹارہ ، طلائی زین کا گھوڑا اور ایک ہتھنی پا کر سرفراز ہوا ۔ حضرت نے چار ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب عطا فرما کر بیس ہزار روپے مزید عنایت کیے ۔ جو آدمی ہمراہ لایا تھا وہ بھی ظل سبحانی کی نوازش سے کامیاب و کامران ہوئے ۔

سعد اللہ خاں بہادر ظفر جنگ[1] صوبۂ بہار سے آ کر حاضر درگاہ ہوا ، حضرت نے خلعت ، فیل خاصہ اور سنہری زین والا گھوڑا عنایت کر کے کابل کی صوبے داری پر مامور کیا ۔ ۴ رجب (۲۳ جون ۱۶۵۱ء) کو وہ کابل روانہ ہوا ۔ مظفر حسین کو ترقی دے کر ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب ، صوبۂ کابل کی بخشی گری اور توپخانے کی داروغگی عنایت فرمائی ۔ شاہزادہ داراشکوہ کو ستر ہزار روپے قیمت کی نالکی مرحمت ہوئی ۔ لاہور کی کوتوالی محمد صالح کو ، بخشی گری مرشد قلی کو اور قلعداری کی خدمت ناد علی کو تفویض فرما کر ۱۹ جون ۱۶۵۱ء کی شام کو سیر کشمیر کے ارادے سے دارالسلطنت لاہور سے برآمد ہوئے ۔ دریائے راوی کے پار منزل کی ۔ اس سال پروردگار کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ برسات کے آغاز میں بارش کم ہوئی ۔ گرمی کی شدت کے سبب کھیتیاں جلد تیاری پر آ گئیں ۔ آخر میں بارش شروع ہوئی ۔ چار ماہ تک بڑے زور کی بارشیں ہوئیں ۔ ہر حصے میں اتنا پانی برسا کہ دریا اُبل پڑے ۔ سات روز تک دریائے جہلم کا پانی قصبہ بھیرہ کے گرد اس طرح چڑھا رہا کہ لوگوں کو تباہی نظر آنے لگی ۔ اس کے بعد عین انتظار میں دریا کا پانی اُترا ۔ لوگوں کی تشویش رفع ہوئی ۔

۱- یہ شخص علامی سعداللہ خاں وزیر اعظم سے مختلف ہے ۔

سن ۲۵ جلوس

یکم جمادی الثانی ۱۰۶۱ھ ۳۱ اردی بہشت مطابق ۲۲ مئی ۱۶۵۱ء پیر کے دن حضرت کی تخت نشینی کا پچیسواں سال شروع ہوا ۔[1] ظل سبحانی نے دریائے راوی کے کنارے سے کوچ کیا ۔ شاہزادۂ بلند اقبال کو خلعت خاصہ کے علاوہ موتیوں اور زمرد سے مرصع وہ سرپیچ عطا فرمایا جو سر مبارک پر باندھتے تھے ۔ حکم ہوا کہ تم اور سلطان سلیمان شکوہ لاہور واپس جاؤ ۔ جب سواری دریائے چناب پر پہنچی تو کشتیوں کا پل باندھا گیا جس سے آپ بہ سہولت پار اُترے ۔ شاہزادہ مراد بخش کابل سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ آپ نے خلعت خاصہ ، زین والے دو عدد اسپ خاصہ عطا کر کے صوبۂ مالوہ کی حکومت پر روانہ فرمایا ۔

چونکہ برسات کے آغاز میں بارشیں نہ ہوئیں اور آخر میں بارشوں کا جھاڑ بندھ گیا اس لیے خالصۂ شاہی کی جاگیر میں چالس کروڑ دام یعنی ایک کروڑ روپے کی جمع کا نقصان ہوا ۔ کسانوں کی تحقیقات اور اُن کی دلجوئی کے لیے حضرت نے سعد اللہ خاں کو یہیں چھوڑا ۔ تین کوچ کر کے بھنبر میں پہنچے ۔ پانچ روز بعد موضع تہنہ میں خیمے ہوئے ۔ ۱۵ [جمادی الثانی ۵ جون ۱۶۵۱ء کو لدھی پنوج میں قیام کیا ۔ ۶ جون کو ساڑھے پانچ کوس چل کر اعتقاد آباد میں رونق افروز ہوئے ۔ راستہ ایسا ناہموار اور دشوار گزار تھا کہ سخت زحمت اٹھا کر پھر بھر دن رہے منزل پر پہنچے ۔ جہاں آرا بیگم صاحبہ اور دیگر دوسری خواتین دن چھپے کے قریب پہنچیں ۔ ۷ جون کو حیدر آباد کی گھاٹی سے گزر ہوا جو اول سے آخر تک برف سے پٹی پڑی تھی ۔ برف کی موٹائی کہیں گز بھر ، کہیں کچھ کم

۱۔ اس سے پہلے ۱۹ جون ۱۶۵۱ء تک کے واقعات بیان ہو چکے ہیں ۔ ۲۲ مئی کی تاریخ کو جلوس کی سالگرہ سمجھا جائے جس کا ذکر پہلے آنا چاہیے تھا لیکن بے ترتیب ہو کر بعد میں آیا ہے ۔ یہ بے ترتیبی دوسرے مقامات پر بھی ہے ۔ اسے سہو سمجھ لیجیے یا غلطی ، اصلاح ممکن نہیں ۔

تھی - جابجا برف کوٹ کوٹ کر اور سیڑھیاں تراش کر راستہ نکالا تب کہیں یہ ڈھائی کوس کا فاصلہ طے ہوا - حیدر آباد کی لدھی (نشیمن) میں اُترے - ۸ جون کو باوری میں ، اگلے دن دیوی میں ، اگلے روز بارہ مولہ میں خیمہ زن ہوئے - ۱۱ جون کو تمام خواتین سمیت شاہی بجرے میں سوار ہو کر شہر کی طرف بڑھے - کئی اور کشتیاں تھیں جن میں محلسرا کی بیگمات ، کنیزیں ، پرستاریں سوار ہوئیں - امیرالامرا نے شاہی بجرہ بڑے تکلف کا بنوایا تھا - گنبد اور ستون خالص سونے کے تھے - زربفت کے پردے پڑے تھے -

مختلف مقامات کی سیر کر کے رات کے وقت دریا کنارے موضع لولی پور کے پاس بارگاہِ شاہی میں واپس آئے - ۲ [رجب] مطابق ۲۱ جون ۱۶۵۱ء اس باغ میں رونق افرا ہوئے جو دریائے جہلم کے کنارے لگایا گیا تھا - ۲۳ [رجب] ۱۲ جولائی ۱۶۵۱ء کو پیر کے روز سری نگر کے دولت خانے میں آترے - ۱۶ جولائی کو امیرالامرا کے محل میں تشریف فرما ہوئے - خان موصوف نے اس عزت افزائی کے شکرانے میں ایک لاکھ بیس ہزار روپے کے جواہرات ، کشمیری شالیں اور پٹو وغیرہ پیش کیے - ۲ رجب یعنی ۲۱ جون کو سعداللہ خان حاضر ہوا جو پنجاب کا مالیہ معین کرنے کے لیے وزیرآباد میں رہ گیا تھا - محمد صفی ولد اسلام خان بھی باریاب ہوا جو عادل خان والیِ بیجا پور کی خدمت میں گیا تھا - عادل خان کی بھیجی ہوئی پیشکش نظرِ عالی سے گزاری - چالیس لاکھ روپے قیمت کے نقد و جنس اور ہاتھیوں پر مشتمل تھی - جہاں آرا بیگم صاحب کے واسطے پانچ لاکھ روپے کے تحفے اور شاہزادہ داراشکوہ کے لیے پندرہ لاکھ روپے قیمت کے ہاتھی اور نادر چیزیں ان کے علاوہ تھیں - کنور رام سنگھ ولد راجا رام سنگھ پانسو سواروں کی ترقی سے ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا -

میاں میر کے ایک خلیفہ ملا شاہ بدخشی نے بادشاہ معرفت داں سے ملاقات کی - ۴ [شعبان] ۲۳ جولائی ۱۶۵۱ء کو شاہ فقیر نواز اُس مسجد میں تشریف لے گئے جو جہاں آرا بیگم نے "ملا" شاہ بدخشی کی عبادت کے واسطے بنوائی تھی - چالیس ہزار روپے کی لاگت سے بنی - اس کے آس پاس

درویشوں کے رہنے کے لیے بیس ہزار روپے کے خرچ سے نہایت پاکیزہ حجرے تعمیر ہونے تھے - یہاں وہ باخدا بزرگ بادشاہ سلامت کے فیض صحبت سے بہرہ مند ہوا۔ حقائق و معارف کے نکتے سنے - ۲۹ جولائی کو شیخ یحیٰی گیلانی کو دو سو اشرفیاں مرحمت ہوئیں - پنوچ ، کاشال اور دمیال کی فوجداری جبار قلی گکھڑ کو تفویض فرمائی - بتاریخ ۳۱ جولائی ۱۶۵۱ء آدم خاں ولد علی تبتی اور اُس کے بھتیجے محمد مراد کو خلعت سے سرفراز فرما کر سلیم بیگ کاشغری کے بیٹوں علیم بیگ اور نعیم بیگ کے ہمراہ نیز کشمیر کے دوسرے زمینداروں کے ساتھ رخصت فرمایا - حکم دیا کہ تبت پہنچ کر میرزائی کا قلع قمع کریں جس نے بدبختی کے سبب سرکشی اختیار کر لی ہے - ملک کو اپنے قبضے میں لانے کے بعد وہاں کا انتظام سنبھالیں -

ملا فروغی ایک موزوں طبع نکتہ سنج شاعر ہے جس نے شاہجہان آباد کی تعریف میں مثنوی کہہ کر حضرت کے سامنے پیش کی - ہزار روپے انعام ملا - عبدالرحیم خانخانان کا پوتا میرزا خاں ، احمد خاں نیازی مرحوم کی جگہ احمد نگر کا قلعدار مقرر ہوا - ملتفت خاں ولد اعظم خاں خاندیس کی دیوانی پر اور اس کا بھائی مغل خاں ٹھٹھہ کی صوبےداری پر سرفراز ہوا - ۲ اگست ۱۶۵۱ء کو شب برات تھی - حضرت نے کشمیر کے محتاجوں مسکینوں میں مقررہ رقم تقسیم فرمائی (حرم سرا کی بیگمات کو ہمراہ لے کر چراغاں کی بہار دیکھنے تشریف لے گئے - کارپردازوں نے جھیل ڈل کے اندر باغوں میں اور اطراف کے باغات نیز کشتیوں میں کمال خوشنمائی کے ساتھ چراغاں کیا تھا - ۶ اگست کو صفا پور کی جھیل پر تفریح کے لیے گئے - عجب پرفضا جگہ ہے کہ سبزہ و گل اور چشموں کی کثرت کے سبب باغ بہشت کا جواب ہے - جہاں آرا بیگم صاحب کے خادموں نے جھیل کے پار والی پہاڑی پر چراغاں کیا تھا ، رات ہوتے ہی اُس کی سیر کے لیے سوار ہوئے - اگلے روز کشتی کی سواری سے شہر میں واپس آگئے - ۱۵ اگست کو آدم خاں تبتی کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ میرزائی نابکار اپنے سپاہیوں سمیت فرار کر گیا - تبت کا علاقہ ملازمان شاہی کے تصرف میں آیا - حضرت نے آدم خاں کو طوق دے کر ہزاری ذات پانسو سوار کے منصب پر

سرفراز فرمایا - وہ سرزمین کہ اس کی سالانہ جمع اسی لاکھ دام ہے ، وطن کی جاگیر کے بطور اسے عطا فرمائی - کب انذر کو ایک ہتھنی اور ہزار روپے مرحمت کیے -

کشمیر سے لاہور کو واپسی

بہار کے آخر میں بارشوں کی کثرت اور دریاؤں کی طغیانی کے سبب وہ تمام باغ جو ڈل کے اندر اور اردگرد ہیں ، بے رونق ہو گئے - سری نگر کے شاہی محل والا باغ جو جھروکے کے نیچے واقع ہے ، پانی کی کثرت کے باعث خراب ہو گیا - درخت خشک ہو گئے - ساتھ ہی اس زور کا جھکڑ چلا کہ سفیدے اور چنار کے بیسیوں درخت اُکھڑ کر گر پڑے - کشمیر کی سیرگاہوں اور باغوں پر ایسی اوس سی پڑ گئی کہ ذرا دلکشی باقی نہ رہی - یہ حالت دیکھ کر حضرت کی طبیعت سخت مکدر ہوئی - آزردہ ہو کر کئی بار فرمایا کہ یہاں پہنچنے کے لیے دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنے میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں - برف و باراں کی مصیبت سہی - مقصد یہی تھا کہ یہاں آ کر سبزہ و گل کی بہاریں دیکھیں گے - بارش کی کثرت اور آندھی سے کشمیر کے باغ ایسے اُجڑے پڑے ہیں کہ دلکشی کا نام بھی نہیں - لاہور اور دہلی کے باغات رشکِ بہشت ہیں - اُن کی نہریں اور فوارے دیکھ کر گلشن ارم یاد آتا ہے - اُنھیں چھوڑ کر کشمیر کے پہاڑوں میں ٹھوکریں کھانا محض عبث ہے - خدا چاہے تو اب ہم ادھر کا رخ نہ کریں گے -

غرض واپسی کی غرض سے لشکر کو حکم دیا کہ سیدھے راستے سے لاہور پہنچے - خود بدولت یکم رمضان (۱۸ اگست ۱۶۵۱ء) کو شاہ آباد کے راستے روانہ ہوئے - اسلام آباد عرف اننت ناگ تک کشتی میں سفر کیا - وہاں سے سڑک کے راستے مچھی بھون ، صاحب آباد اور شاہ آباد کی سیر کرتے ہوئے ہیراپور پہنچے - ہیراپور سے پیرپنچال کی گھاٹی کی راہ سے گزر کر منزل بہ منزل ہو دن میں قصبۂ بھنبر کو فیض قدم سے پُرنور کیا - اسی منزل سے ۲۲ رمضان (۸ ستمبر ۱۶۵۱ء) کو شاہزادہ شجاع کے نام فرمان صادر کیا -

دست مبارک سے لکھا کہ قندھار کی مہم درپیش ہے ، فوراً حاضر ہو ۔ امیر بیگ یساول کو بھیجا کہ فرمان اور خلعت لے کر شاہزادے کے پاس پہنچو ۔ جسونت سنگھ ، رستم خاں بہادر فیروز جنگ ، راجا جے سنگھ ، راجا بیٹھل داس ، اللہ ویردی خاں ، نجابت خاں ، راجا رائے سنگھ ، راؤ ستر سال ، راجا بہار سنگھ بندیلہ اور دوسرے منصب داروں کے نام فرمان جاری ہوئے کہ اپنے اپنے علاقوں سے چل کر تلادان کے دن درگاہ والا میں حاضر ہو جائیں ۔

۹ ستمبر کو بھنبر سے روانگی کے وقت شاہزادہ داراشکوہ اور اُن کے فرزند سلیمان شکوہ جو لاہور سے استقبال کے لیے آئے تھے ، حاضر خدمت ہوئے ۔ ۱۴ ستمبر کو کشتیوں کے پُل سے دریائے چناب عبور کیا ۔ یکم شوال (۱۷ ستمبر ۱۶۵۱ء) عیدالفطر کے دن جہانگیر آباد میں رونق افروز ہوئے ۔ نظر بہادر خویشگی اپنے وطن قصور سے اور نورالحسن سیوستان سے آ کر بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ نورالحسن کو تُرہت (بہار) کی فوجداری پر روانہ فرمایا ۔ سیّد جلال مرحوم کے خلف سیّد حسن کو دو ہزار روپے مرحمت کیے ۔ عارفِ کامل حضرت بابا فرید گنج شکر کے سجادہ نشین شیخ محمد کو ہتھنی عنایت ہوئی ۔ بتاریخ ۲۳ ستمبر ۱۶۵۱ء جہانگیر آباد سے کوچ کیا ۔ خسرو اور بہرام پسران نذر محمد خاں نیز قلیج خاں دارالسلطنت لاہور سے آ کر حاضرِ خدمت ہوئے ۔ ۲۶ ستمبر کو باغِ دلکشا (شالامار) میں رونق افزا ہو کر خاصہ تناول کیا ۔ شام کے وقت کشتی کی سواری سے دریائے راوی کو پار کر کے لاہور کے دولتخانے میں قدم رنجہ فرمایا ۔

بتاریخ ۲ اکتوبر ۱۶۵۱ء حضرت کے حسب الحکم تربیت خاں میر توزک قیصرِ روم کے ایلچی سید محی‌الدین کی پیشوائی کے لیے گیا اور اُسے حاضرِ بارگاہ کیا ۔ سید محی الدین نے آستاں بوسی کے بعد قیصر کا مُراسلہ پیش کیا ۔ دو گھوڑے جو قیصر نے اپنے چچا مراد خاں کے دستور کے مطابق تحفتاً بھیجے تھے ، نظر عالی سے گزارے ۔ ایک کا زین مرصع تھا ۔ ایلچی نے پانچ گھوڑے اپنی طرف سے بھی پیش کیے ۔ حضرت نے پندرہ ہزار

روپے مرحمت فرمائے ۔ میر یحییٰ کو احمد آباد کی دیوانی اور کرکراقی خانے کی داروغگی عطا ہوئی ؛ خلعت اور ترقی پاکر اُدھر روانہ ہوا ۔ کب انذر کو ڈیڑھ ہزار روپے عنایت ہوئے ۔

قیامِ کشمیر کے زمانے میں شاہزادہ داراشکوہ کی عرضداشت آئی تھی ، التماس کیا تھا کہ اجازت ہو تو دونہالِ سلطنت سلطان سلیمان شکوہ کے لیے خواجہ عبدالرحمٰن ولد عبدالعزیز خاں نقشبندی کی دختر نیک اختر کی خواستگاری کی جائے ۔ اُن کی یہ التماس قبول ہوئی ۔ ۲۶ شوال (۱۲ اکتوبر ۱۶۵۱ء) کو شادی کی رسم ادا ہوئی ۔ چونکہ اس موقع پر آپ نے کوئی تحفہ نہیں دیا تھا لہٰذا ۴ [ذی قعدہ] ۱۹ اکتوبر کو جو سلیمان شکوہ کے تُلادان کی تاریخ تھی ، خلعتِ خاصہ ، موتیوں کی تسبیح جس میں لعل و زمرد کے دانے بھی تھے ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مرصع شمشیر مرصع پرتلے سمیت اُسے عنایت فرمائیں ۔ غیرت خاں ناظم احمد آباد کو ترقی دے کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار اور طاہر خاں کو تین ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۶۵۱ء شاہزادہ محمد شجاع بہادر کو باقی بیگ گرزدار کے بدست مرصع صرہ اور موتیوں کی بیش قیمت مالا روانہ کی ۔ انھی دنوں مُعتقد خاں صوبہ دار جونپور کا انتقال ہوا ۔ میرزا مراد کام کو تین ہزاری ذات اور سوار کا منصب دے کو جونپور کی حکومت پر مامور کیا ۔ نقارہ بھی عنایت فرمایا ۔ مراد کام کے داماد ظہیرالدین کو بھی دو ہزاری ذات سو سوار کا منصب مرحمت کرکے جونپور میں تعینات کر دیا ۔ احمد بیگ خاں کو ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب دے کر بیسواڑہ کی فوجداری عنایت کی جو اب تک مراد کام کے عہدے میں تھی ۔

بتاریخ ۲۱ ذیقعدہ (۵ نومبر ۱۶۵۱ء) جہان پناہ ظلِّ سبحانی شاہزادۂ اقبال مند داراشکوہ کی حویلی میں تشریف لے گئے ۔ اس والا گہر نے پیشکش حاضر کی جس میں سے حضرت نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کے جواہرات ، مرصع آلات اور پارچات قبول فرمائے ۔ اُن کے فیلخانے کا بہترین ہاتھی جو عادل خاں نے تحفۃً بھیجا تھا ، حضرت نے پسند فرمایا ۔ نچھاور کے روپوں

اور اشرفیوں میں سے چار ہزار روپے محی الدین سفیر روم کو مرحمت کیے ۔ خاصہ تناول کرنے کے بعد شام کے وقت دولت خانے میں واپس تشریف لائے ۔ شیر خاں ترین نے غزنیں کے پٹھانوں اور قبیلوں کا اچھا بندوبست کیا تھا ، اس کے صلے میں ڈھائی ہزار ذات و سوار دو اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ ۹ [ذی الحجہ] کو خواجہ طیب دارالخلافہ دہلی سے آ کر حاضر دربار ہوا ۔ اسی تاریخ پر حضرت کو اطلاع ملی کہ نذر محمد خان نے جو حج کے لیے بلخ سے روانہ ہوا تھا ، سمنان کے نزدیک ۲۹ جمادی الثانی ۱۰۶۱ھ (۹ جون ۱۶۵۱ء) سفر آخرت اختیار کیا ۔ بادشاہ بندہ نواز نے خان مرحوم کے بیٹوں یعنی خسرو ، بہرام اور عبدالرحمٰن کو خلعت خاصہ عنایت کرکے نہایت دلجوئی فرمائی ۔

حاجی احمد سعید کا روم کی سفارت پر جانا

پروردگار عالم کا قاعدہ ہے کہ بادشاہوں کے اتفاق اور دوستی کے سبب مختلف ملکوں کا انتظام قائم رہتا ہے اور اہل دنیا امن و امان سے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ رعایا کے احوال کی درستی اور مختلف امور کا انتظام بادشاہوں کے اتفاق و اتحاد پر منحصر ہے ۔ خاقان والا جاہ کی توجہ ہمیشہ اس طرف رہتی ہے کہ ہمعصر فرماں رواؤں سے دوستانہ تعلقات قائم رکھیں ۔ اسی لیے یکم ذی الحجہ مطابق ۱۵ نومبر ۱۶۵۱ء حاجی احمد سعید میر عدل کو جو دو مرتبہ حج کر چکا تھا اور سن ۲۲ جلوس میں کارخانۂ خاص میں تیار شدہ ڈھائی لاکھ روپے کی قندیل رسول کریم کے روضۂ پر نور پر چڑھا کر آیا تھا ، ترکیہ (روم) کی سفارت پر نامزد کیا ۔ منصب کی ترقی ، خلعت اور بارہ ہزار روپے عنایت کرکے سرفرازی بخشی ۔ قیصر روم (سلطان) کے لیے جیغہ ، مرصع شمشیر مع مرصع پرتلہ کہ ایک لاکھ روپے قیمت کے تھے ، بطور تحفہ ارسال کیے ۔ علامی سعد اللہ خاں کا انشا کردہ مراسلہ حاجی احمد سعید کو دیا تا کہ مدارات و محبت کا سررشتہ قائم ہو ۔ اسے سید محی الدین کے ہمراہ روانہ کرکے ہدایت کی کہ پہلے حج اور زیارت کے

فریضے سے فارغ ہو ، پھر دستور قدیم کے مطابق ایک لاکھ روپے کا سامان فقیروں محتاجوں میں تقسیم کرکے روم (ترکیہ) کو روانہ ہو ۔ خوش اعتقاد و دریا دل بادشاہ نے نیازمندی کے تقاضے سے اپنی سلطنت کی مدت میں دس لاکھ روپے کا سامان ملک عرب میں بھیجا ہے جو وہاں دوگنی قیمت پر فروخت ہوا ۔ اس کی رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اشراف اور غریبوں محتاجوں میں تقسیم کی گئی ۔ قیصر کے سفیر سید محی الدین کو خلعت ، طلا کار زین والا گھوڑا اور پندرہ ہزار روپے انعام دے کر حاجی احمد سعید کے ساتھ رخصت فرمایا ۔ حاجی احمد سعید کا عہدہ یعنی لشکر شاہی کے میر عدل کی خدمت شیخ عبدالصمد عمودی کو عنایت ہوئی ۔

۱۰ ذی‌الحجہ (۲۴ نومبر ۱۶۵۱ء) کو شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر نماز عید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے عیدگاہ تشریف لے گئے ؛ نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے اور قربانی کی ۔ آتے جاتے وقت روپوں اشرفیوں کی اتنی بکھیر ہوئی کہ فقیروں مسکینوں نے ہتھیلیاں بھر لیں ۔ بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۶۵۱ء اطلاع ملی کہ راجا بیٹھل داس اپنے وطن میں تھا کہ وہیں سے ملک عدم کو روانہ ہو گیا ۔ چونکہ پروردۂ نعمت اور حضرت کا تربیت یافتہ تھا نیز خلوص و اعتقاد میں ہمیشہ پیش قدم رہتا تھا اس لیے بادشاہ سلامت کو اس کے مرنے کا نہایت ملال ہوا ۔ کئی مرتبہ فرمایا کہ کاش وہ بہادر سپاہی کسی بڑے معرکے میں کام آتا تو اُسے بھی نیک نامی جاوید حاصل ہوتی اور ہمیں بھی اتنا ملال نہ ہوتا ۔ قدردانی و بندہ نوازی کے تقاضے سے بیٹھل داس کے بڑے بیٹے انرودھ کو خلعت عطا فرمایا ۔ منصب میں ڈیڑھ ہزاری ذات دو ہزار سوار کی ترقی دے کر تین ہزاری ذات و سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب مقرر کیا ۔ راجا کا خطاب ، طلا کار زین والا گھوڑا ، ہاتھی اور نقارہ عنایت کرکے رنتھمبور کی قلعداری پر سرفرازی بخشی ۔ مرحوم کے منجھلے بیٹے ارجن کو پانچ سو ذات سات سو سوار کی ترقی سے ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سربلندی بخشی ۔ بھیم کو ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب دیا ۔ راجا کا جتنا سامان تھا وہ سب بڑے بیٹے انرودھ کو عطا ہوا ۔ دس لاکھ روپے جو مرحوم

نے چھوڑے تھے اُن میں سے چھ لاکھ انرودھ کو ، تین لاکھ ارجن کو ، ایک لاکھ بھیم کو دیے ۔ چوتھے بیٹے ہرجس کو چالیس ہزار روپے ملے ۔ بیٹھل داس کے بڑے بھائی شیورام ولد بلرام کو پانچ سو ذات تین سو سوار کی ترقی دے کر دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ ہاتھی گھوڑا اور راجا کا خطاب عطا کیا ۔ واضح ہو کہ اس کا باپ بلرام ٹھٹھہ کے معرکے میں اپنے والد گوپال داس سمیت کام آیا تھا ۔ بیٹھل داس کے چھوٹے بھائی گردھر کو پانچ سو ذات دو سو سوار کا اضافہ دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب پر سرفرازی دی ۔ عرض راجا کے تمام بھائیوں کو ترقی اور عنایات سے بہرہ مند کیا ۔

میرزا محمد ولد میر بدیع مشہدی کو حضرت نے مالوہ کی فوجداری عطا فرمائی ۔ میر اسحاق ولد اعظم خان کو ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب اور ارادت خان خطاب دیا ۔ طلاکار زین والا گھوڑا عنایت کر کے فیلخانۂ شاہی کی داروغگی پر مامور کیا ۔ بتاریخ ۵ صفر (۱۷ جنوری ۱۶۵۲ء) اطلاع ملی کہ ۱۳ محرم (۲۶ دسمبر ۱۶۵۱ء) کو میرزا عیسیٰ ترخان کا انتقال ہوا ۔ جونا گڑھ سے بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کے لیے آ رہا تھا کہ راستے میں بمقام سانبھر فوت ہو گیا ۔ بادشاہ بندہ نواز نے مرحوم کے بڑے بیٹے محمد صالح کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب بخشا ۔ باقی دو بیٹوں کو بھی مناسب مناصب عطا کیے ۔

کابل کے بخشی مظفر حسین کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ نے بھی سفر عدم اختیار کیا ۔ سلطنت مغلیہ کا پرانا نمک خوار تھا ۔ اُس کے آباء و اجداد دس پیڑھیوں سے پشت در پشت اس خاندان ذیشان کی خدمت کرتے آئے تھے ۔ خان مرحوم اپنے حسن خدمت اور جان نثاری کے صلے میں ہفت ہزاری ذات سات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا کہ امرائے ذیجاہ کا سب سے اونچا رتبہ یہی ہے ۔ اُس مخلص کے مرنے کا حضرت کو بہت ملال ہوا ۔ بارگاہ الٰہی میں اُس کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی ۔ مرحوم کے ایک بیٹے عبداللہ کو ہزاری ذات پان سو سوار کی ترقی سے دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا کیا ۔

دوسرا بیٹا فتح اللہ ترقی پا کر ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

ان دنوں تمام امرائے جھروکۂ درشن کے نیچے اپنی اپنی فوجوں کی موجودات دی ۔ جس امیر نے منصب اور ضابطے سے زیادہ سپاہی پیش کیے ایسے حضرت نے تحسین و آفریں سے نوازا ۔ مدارالمہام سعداللہ خاں وزیر نے چار ہزار سوار اور پیادے بندوقچی ، بان انداز اور بیلدار حاضر کیے تھے ۔ رستم خاں بہادر فیروز جنگ نے بھی ڈھائی ہزار خوش اسپہ اور مسلح سوار نظر عالی سے گزارے ۔ ۱۸ محرم ۱۰۶۲ھ ۱۱ بہمن مطابق ۳۱ دسمبر ۱۶۵۱ء منگل کے روز عمر مبارک کے اکسٹھویں سال کا جشن تلادان کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ ایوان خاص و عام کے در و دیوار پر روم و چین کے ریشمی پارچات اس نفاست سے لپیٹے گئے کہ گلزار کھل گیا ۔ حضرت نے اورنگ سلطنت پر جلوس کر کے کمال خوشدلی کے ساتھ لوگوں کی حاجت‌روائی پر توجہ کی ۔ گوشۂ ابرو جسے کلید آرزو کہنا بجا ہے ، حاجت مندوں اور تنگدستوں کی مرادیں برلانے کے لیے اشارے کرنے لگا ۔ بعد ازاں حضرت نے از روئے عنایت ملازمان بارگاہ پر نوازش فرمائی ۔ امرائے عظام سے لے کر روشناس منصب داروں تک سبھوں کو سرفرازی بخشی ۔ شاہزادۂ اقبال مند کو طلائی ساز والا گھوڑا عنایت کیا ۔

لہراسپ خاں کو خلعت خاصہ ملا ، ہزاری ذات دو ہزار سوار کے اضافے سے پنج ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ مہابت خاں خطاب ہوا ۔ حضرت نے ایک ہاتھی اور طلائی ساز والا گھوڑا عنایت کر کے کابل کی صوبے داری پر رخصت فرمایا ۔ رام سنگھ راٹھور کو چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا ، نقارہ بھی عطا ہوا ۔ نصیری خاں ، اخلاص خاں ، غیرت خاں اور مکند سنگھ ہاڈہ کو جھنڈا اور نقارہ عنایت ہوئے ۔ قباد خاں ، سبل سنگھ اور رتن راٹھور کو بھی یہی اعزاز ملے ۔ جاں نثار خاں بخشی دوم کو دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب اور علم ملا ۔ سید صلابت خاں ناظم الہ آباد کو علم عطا ہوا ۔ دلیر خاں ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار اور علم سے سرفراز ہوا ۔ تربیت خاں میر توزک اور بیرم دیو سیسودیہ کو ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سربلندی ملی ۔

راجا مدن سنگھ نے علم پایا ۔ سید حسن کا منصب ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار مقرر ہوا ۔ ابو المعالی ولد میرزا ولی اور شاہ محمد قطغان کو ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب ملا ۔ راؤ امر سنگھ چندراوت کو ہزاری ذات اور سوار کا منصب عطا ہوا ۔ عبدالرسول ولد عبداللہ خان بہادر اور اسد اللہ خان ولد شیر خواجہ کو ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ دوسرے منصب داروں کو بھی ترقیاں دیں ۔ دولت خان قیام خانی اور گوپال سنگھ کے ہاتھ صوبۂ کابل کے ملازموں کے مدد خرچ کی خاطر دس لاکھ روپے مہابت خان کے پاس روانہ کیے ۔

اس جشن میں گرزداروں اور برق اندازوں وغیرہ کو ایک ہزار خلعت تقسیم ہوئے ۔ بعد ازاں بادشاہ سلامت مختلف اشیا مثلاً سونے چاندی وغیرہ میں تولے گئے ۔ معدن اور سمندر کے جواہرات کو سرفرازی حاصل ہوئی ۔ قطب الملک کے وکیل عبدالصمد کو خلعت اور آٹھ ہزار روپے عطا فرما کر گولکنڈے واپس جانے کی اجازت دی ۔ قطب الملک کے واسطے فرمان عالی شان ، بیش بہا مرصع سرپیچ اور چار عدد کوتل گھوڑے ارسال فرمائے ۔ جہان آرا بیگم صاحبہ کی پیشکش کہ ایک لاکھ روپے قیمت کی تھی اور جواہرات و مرصع آلات کے علاوہ ایک بڑے زمرد اور ایک الماس پر مشتمل تھی ، نظر عالی سے گزری ۔

۸ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۸ فروری ۱۶۵۲ء) کو جہاں پناہ نے مینا کار طلائی تخت مرصع پر ، جس کے سامنے فلک نیلگوں کی آب و تاب بے رنگ ہے ، جلوس فرمایا ۔ یہ تخت نو ماہ کی مدت میں پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا ۔ لمبائی ڈھائی گز ، چوڑائی ڈیڑھ گز اور بلندی تین گز ساڑھے اکسں طسو ہے ۔ کابل کی طرف حضرت کے پیش خانے کی روانگی کے لیے یہی تاریخ تجویز ہوئی تھی لہٰذا اُسے روانگی کا حکم ملا ۔ دستور مقررہ کے مطابق کوتوال نیز فراش خانے کا عملہ یعنی مشرف اور میر منزل وغیرہ کو قیمتی خلعتیں ملیں ۔ انھوں نے دارالسلطنت لاہور سے ایک کوس آگے آ کر مبارک باد کا سلام کیا ۔ اس سے پہلے شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو فرمان جا چکا تھا کہ مابدولت نجومیوں کے حسب تجویز ۸ اسفندار ،

۱۶ ربیع الاول (۲۵ فروری ۱۶۵۲ء) کو ایک پہر پانچ گھڑی رات گزرے افواج قاہرہ سمیت کابل کی طرف روانہ ہوں گے - مناسب ہے کہ وہ گوہر بحر خلافت بھی اسی ساعت میں ملتان سے قندھار کو روانہ ہو جائیں - محمد صفی ولد اسلام خاں کے ہاتھ ۱۸ فروری کو اُس شاہزادے کے لیے خلعت خاصہ ، جیغہ مرصع ، ایک عربی اور ایک عراقی گھوڑا جن کے طلائی زین تھے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی ارسال فرمائے - مزید نوازشوں کے علاوہ پچاس ہزار روپے کے جواہرات اور مرصّع آلات نیز پانچ لاکھ روپے بھی روانہ کیے -

بہت سے بادشاہی امرا مثلاً شاہنواز خاں ، قلیچ خاں ، سردار خاں ، مبارک خاں ، راجا بہار سنگھ بندیلہ ، کاکڑ خاں ، خنجر خاں ، نظر بہادر خویشگی کے بیٹے شمس الدین اور قطب الدین ، خوشحال بیگ کاشغری ، سید محمد اور سید سہاب بارہہ ، شاہ محمد قطغان ، عبداللہ ولد حاجی منصور ، عبدالرسول ولد عبداللہ خاں بہادر ، خواجہ عنایت اللہ ، ملک حسین ابدالی ، سید منصور ولد سید خان جہاں اور دوسرے منصب دار جن کی مجموعی فوج بیس ہزار بہادر سواروں پر مشتمل تھی ، شاہزادہ اورنگ زیب کی رکاب میں رہنے کے لیے تعینات ہوئے - شاہنواز خاں اور قلیچ خاں کو خلعت خاصہ ، نقرئی زین والا گھوڑا اور ہتھنی عنایت فرمائے - بعض امرا کو خلعت اور بعض کو گھوڑے عطا ہوئے - اس فوج کا بخشی اور واقعہ نویس محمد صفی ولد اسلام خاں مقرر ہوا - فرمان صادر ہوا کہ شاہزادۂ ذیجاہ ملتان سے براہ راست قندھار کا رخ کریں اور یہ ایک سو ساٹھ کوس فاصلہ طے کر کے ۲۳ اردی بہشت ، ۳ جمادی الثانی (۱۲ مئی ۱۶۵۲ء) اتوار کے دن قلعۂ قندھار کے محاصرے میں شریک ہو جائیں - شاہزادۂ بلند اقبال کی طرف سے صوبۂ لاہور کا انتظام شیخ عبدالکریم کے حوالے کیا - خلعت بھی عطا فرمایا - یوسف آغا ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب پا کر لاہور کی قلعداری پر سرفراز ہوا - کوتوالی کا عہدہ نادر علی کو ملا - برقندازوں کی داروغگی اور لشکر شاہی کی کوتوالی نوبت خاں کو تفویض ہوئی - اسی روز نظر بہادر خویشگی کا پیمانۂ زندگی لبریز ہوا - حضرت نے اس کے بڑے بیٹے شمس الدین

کو ڈیڑھ ہزاری ذات پان سو سوار اور منجھلے لڑکے قطب الدین کو ڈیڑھ ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ یمین الدولہ کا بیٹا خانہ زاد خاں جو دکن سے اپنے بھائی شائستہ خاں کے پاس سے آیا تھا ، حاضرِ بارگاہ ہوا ۔

شاہی لشکر کی لاہور سے کابل کو روانگی ، شاہزادہ اورنگ زیب بہادر اور علامی سعد اللہ خاں کی سرداری میں فتح قندھار کے لیے دوسری مرتبہ لشکر شاہی کا تعینات ہونا

حضرت کی صوابدید کے مطابق محاصرے اور قلعہ گیری کا سب سامان درست ہو گیا تو شاہی لشکر بھی انعامات اور اضافوں سے خوش دل ہو کر لڑائی پر آمادہ ہوا ۔ ۸ اسفندار ، ۱۶ ربیع الاول ، ۲۵ فروری ۱۶۵۲ء اتوار کی شب کو ایک پہر پانچ گھڑی رات گزرے حضرت نے طلائی تختِ رواں پر قدم رکھا جو نالکی کی شکل کا نہایت خوشنما بنا تھا ۔ مینا کار قبّے تھے ۔ شہر سے باہر کوس بھر کے فاصلے پر شاہی فرودگاہ آراستہ ہوئی تھی ، سواری سے اتر کر وہاں رونق افروز ہوئے ۔ ٹھیک اسی وقت آپ نے سعد اللہ خاں کو حکم دیا کہ لشکرِ شاہی کو ہمرکاب لے کر تسخیر قندھار کے لیے روانہ ہو جاؤ ۔ یہ لشکر جسے سیلابِ فتح کہنا مناسب ہے ، پچاس ہزار جانباز ، تجربہ کار ، جنگجو سواروں پر مشتمل تھا ۔ دس ہزار بندوقچی ، گولنداز ، بان دار اُن کے علاوہ تھے ۔ فیلخانۂ شاہی کے دس کوہ پیکر صف شکن ہاتھی ہمراہ ہوئے - امرا کے ہاتھی جو ایک ہی حملے میں غنیم کی صفوں کو گرد برد کر دیں اُن کے علاوہ تھے ۔ آٹھ قلعہ شکن توپیں ، بیس گجنالیں ، بیس شترنالیں ، بے اندازہ ساز و سامان ، بے شمار خزانہ ، غرض یہ تمام لاؤ لشکر قندھار کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ تین ہزار اونٹ تھے جن میں سے پانچ سو پر خزانہ ، پانچ سو پر ہتھیار اور دو ہزار پر توپخانے کا سامان یعنی گولہ بارود وغیرہ بار تھے ۔ حضرت کے سامنے ہی لشکر کو بارہ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے :

قلب کی فوج سعداللہ خاں کی نگرانی میں ؛ اس میں ۳۶۴ منصب دار اپنے دس ہزار سواروں سمیت حاضر تھے - چار سو برقنداز ، ایک ہزار تیرانداز احدی اور ایک ہزار بان انداز ان کے علاوہ تھے - ہراول کی سرداری راجا جے سنگھ کے سپرد ہوئی - یہ دو سو چار امرا اور اُن کے دس ہزار سواروں پر مشتمل تھا - پان سو سوار سوائی راجپوت بھی شامل تھے - اسی میں قاسم خاں میر آتش ایک ہزار برقنداز احدیوں کو لیے ہوئے موجود تھا - تین ہزار پیادہ بندوقچی اور بان انداز ان کے علاوہ تھے - میمنہ کی سرداری رستم خاں کو ملی - پچاس منصب دار جن کے سپاہیوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار تھی ، اُس کے ہمرکاب تھے - میمنہ کی ہراولی پر راؤ ستر سال جیسا جنگ آزمودہ راجپوت اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ مقرر ہوا - میمنہ کا دایاں بازو افتخار خاں کی ماتحتی میں جس کے ساتھ ۲۳ سردار اور ڈھائی ہزار سوار تھے - میسرہ بھی دس ہزار سواروں پر مشتمل تھا - اس کی سرداری سہابت خاں کو تفویض تھی جو ۴۲ منصب داروں اور ساڑھے تین ہزار سواروں کو سنبھالے تھا - میسرہ کی ہراولی راجا انرودھ سنگھ کے ذمے تھی جس کے ساتھ ۱۳۶ منصب دار اور چار ہزار سوار تھے - میسرہ کا بایاں بازو جس میں ۱۵۴ منصب دار اور ڈھائی ہزار سوار تھے راجا راج روپ کی کمان داری میں تھا - ہراول کا محفوظہ نجابت خاں کے اہتمام میں دیا گیا - اُس کے ہمرکاب ڈیڑھ سو منصب دار ڈھائی ہزار سواروں کی جمعیت سے صف آرا ہوئے - میسرہ کا محفوظہ طاہر خاں کی سرداری میں تھا ؛ ۵۵ منصب دار اس کے ساتھ تھے - قراول کی سرداری شاد خاں کو سپرد ہوئی جس کے ساتھ آٹھ سو منصب دار جاں فشانی کر رہے تھے -

روانگی کے وقت حضرت نے سعد اللہ خاں کو خلعت ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مرصع تلوار ، دو گھوڑے جن میں سے ایک پر مرصّع زین تھا (یہ سلطان روم کا تحفہ تھا) دوسرا طلائی زین کا ، نقرئی ساز والا ہاتھی ، ایک ہتھنی عنایت کیے - رستم خاں بہادر فیروز جنگ کو خلعت ، شمشیر جوہردار ، کارخانۂ شاہی کی چند اور تلواریں اور ایک گھوڑا عنایت فرمایا - راجا جے سنگھ کو خلعت ، طلائی زین کا گھوڑا اور ایک ہاتھی عطا

کیا ۔ نجابت خاں ، راؤ ستر سال اور روپ سنگھ کو خلعت اور طلائی ساز والا گھوڑا ملا ۔ راجا انرودھ ، راج روپ ، قاسم خاں ، نصیری خاں ، اخلاص خاں اور رام سنگھ کو خلعت اور طلا کار زین والا گھوڑا مرحمت ہوا ۔ طاہر خاں ، افتخار خاں ، مکند سنگھ ، سبل سنگھ ، قباد خاں ، باقی خاں ، رتن ، راجا شیو رام ، سجان سنگھ ، دلیر خاں ، ارجن ، راجا مدن سنگھ ، گردھر داس ، سید سالار ، رائے سنگھ ، بیرم دیو ، ابوالمعالی ، راؤ امر سنگھ ، چندراوت اور غضنفر خاں کو خلعت اور نقرئی زین والا گھوڑا عطا کیا ۔ ہزاری سے پانچ صدی منصب داروں تک کسی کو خلعت کسی کو گھوڑا عنایت ہوا ۔ اس لشکر کی بخشی گری اور واقعہ نویسی کا عہدہ محمد اشرف ولد اسلام خاں کو سپرد کر کے اسے خلعت اور انعام سے سرفراز فرمایا ۔

اس مہم میں سعد اللہ خاں کے مذکورہ بالا لشکر کے علاوہ اورنگ‌زیب بہادر کا لشکر نیز وہ لشکر جو حضرت کے ہمرکاب رہتا ہے ، سب مل ملا کر ایک لاکھ سوار ہوئے ۔ یہ حسبِ ضابطہ ملک کے پورے لشکر کا چوتھائی حصہ ہے ۔ سعد اللہ خاں کے ہمراہ پچاس ہزار سوار تھے ۔ شاہزادۂ والا جاہ کے ساتھ بیس ہزار تھے ۔ ظل سبحانی کی رکاب میں تیس ہزار سواروں کا لشکر تھا ۔ تینوں لشکروں میں پانچ ہزار منصب دار ، تیرانداز احدی چار ہزار اور برق انداز تین ہزار سوار تھے ۔ آگرہ اور دہلی کے خزانوں سے دو کروڑ روپے منگوائے گئے تھے ، مہینے بھر میں سب خرچ ہو گئے ۔ ایک کروڑ روپے تو جاگیردار اور نقد تنخواہ پانے والے منصب داروں نیز تیر انداز احدیوں اور پیادہ و سوار برق اندازوں میں تقسیم ہوئے ، پچاس لاکھ روپے سعد اللہ خاں کے ہمراہ کر دیے ۔ باقی پچاس لاکھ لشکر شاہی کے خزانے میں رہے ۔

مزید ہدایت یہ تھی کہ سعد اللہ خاں غزنین میں فوج کو حسب‌الحکم ترتیب دے کر قندھار کو روانہ ہو ۔ وہاں شاہزادۂ والا گہر کے ساتھ مل کر اس طرح محاصرے کی طرح ڈالے کہ پچھلی ناکامیوں کی تلافی ہو جائے اور فتح و فیروزی کے ساتھ قلعۂ قندھار پر تصرف کر لے ۔ اگر

بدبخت غنیم شامت اعمال کے سبب کچھ جرأت دکھائے یعنی ایرانی فوج قلعے والوں کی مدد کے لیے بڑھے تو پہلے اُن کا قلع و قمع کر دے ، بعد ازاں محاصرے میں مشغول ہو ۔ لڑائی کے وقت فوج کی ترتیب یہ ہو کہ شاہزادۂ والا جاہ اور سعد اللہ خاں ۸۷ امیروں اور منصب داروں اور پندرہ ہزار سواروں کو اپنی رکاب میں لیے ہوئے قلب میں قائم ہوں ۔ ہراول میں راجا جے سنگھ دو سو امیروں منصب داروں اور بارہ ہزار سواروں کو لے کر کھڑا ہو ۔ میمنہ کی سرداری رستم خاں بہادر کے سپرد رہے ، جس کے ساتھ پچاس منصب دار اور گیارہ ہزار سوار ہوں ۔ یعنی اصل میمنہ میں چار ہزار ، میمنہ کے ہراول میں چار ہزار اور میمنہ کے دائیں بازو میں تین ہزار سوار سد سکندر بن کر کھڑے ہوں ۔ میسرہ مہابت خاں کے زیر کمان ہو جس کے ساتھ چار سو بیس منصب دار مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق وہی گیارہ ہزار سوار لے کر صف آرا رہیں ۔ ہراول کے محفوظہ کی سرداری نجابت خاں کے سپرد رہے جس کے ہمراہ ڈھائی ہزار سوار صف بستہ ہوں ۔ میمنہ کا محفوظہ ساڑھے چھ ہزار سواروں پر مشتمل ہو ۔ میسرہ کے محفوظے میں ساڑھے سات ہزار سوار آمادۂ کارزار رہیں ۔ قراول کے دو ہزار سوار ہراول کے ہمراہ سینہ سپر ہوں ۔

سعد اللہ خاں اس فوج ظفر موج کو ہمرکاب لیے ۸ ربیع الثانی (۱۹ مارچ ۱۶۵۲ء) کو پشاور پہنچا ۔ یکم جمادی الاول (۲۲ اپریل ۱۶۵۲ء) کو کابل کی گزرگاہ میں اس لشکر بے کراں کے خیمے ہوئے ۔ حضرت نے بادشاہزادۂ کام گار اورنگزیب بہادر کو پانچ ہزاری ذات تین ہزار سوار کی ترقی دے کر بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلند فرمایا ۔ اس نوازش اور دوسری عنایتوں پر مشتمل فرمان دست مبارک سے لکھ کر سعداللہ خاں کے نام بھیجا ۔ ہدایت کی کہ جس روز قندھار میں اُس شہسوار میدان شجاعت کی خدمت میں حاضر ہو ، یہ فرمان عالی شان انھیں دکھا دینا ۔ بادشاہ سلامت خود شکار کھیلتے ہوئے کابل کی طرف بڑھے ۔ بتاریخ ۲ ربیع الاول (۲۳ فروری ۱۶۵۲ء) دریائے چناب کو اور ۲۶ فروری ۱۶۵۲ء دریائے جہلم کو کشتی کی سواری سے عبور کیا ۔ بتاریخ ۳ ربیع الثانی (۲۶ مارچ ۱۶۵۲ء) حسن ابدال کے باغ میں

خیمہ زن ہو کر اُس کی رونق افزائی فرمائی ۔

۳ ربیع الثانی (۲۷ مارچ ۱۶۵۲ء) کو اسی باغ میں حضرت کی تریسٹھویں قمری سالگرہ کا جشن پوری زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ سالانہ دستور کے مطابق تمام رسوم بخیر و خوبی ادا کی گئیں ۔ تول میں جو نقد و جنس چڑھا اُس سے غریبوں محتاجوں کی آرزوئیں پوری ہوگئیں ۔ اس تاریخ پر شاہزادہ شجاع کے حسب التماس سید قطب بخاری کو ہزاری ذات اور سوار کا منصب نیز کوچ کی تھانے داری عنایت فرمائی ۔ خواجہ طیب کو خلعت اور ہزار اشرفیاں عطا ہوئیں ۔ اُسے اس کے بھائی یوسف خواجہ کے لیے دس ہزار روپے دے کر لاہور کو رخصت کیا ۔ اس کے بڑے بیٹے خواجہ عیسیٰ کو آٹھ سو ذات سو سوار کا اور چھوٹے لڑکے خواجہ موسیٰ کو سات سو ذات پچاس سوار کا منصب دے کر اپنی رکاب میں مامور فرمایا ۔ مہر علی ولد مکتوب خاں کو بکاولی کی خدمت سپرد کی ۔ ظفر خاں کچھ عرصہ بارگاہ والا میں حاضری اور خدمت سے معذور رہا ، اُسے تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب عطا کیا ۔ جاں نثار خاں بخشی دوم کو لشکر خاں خطاب اور پان سو ذات چھ سو سوار کا اضافہ دیا ۔ کنور رام سنگھ کو دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، مُلاّ شفیعا کو دو ہزاری ذات سو سوار ، خانہ زاد خاں عرف بہمن یار ولد آصف خاں کو چار ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر ترقیاں دیں ۔ بہمن یار کا خطاب اعتقاد خاں ہوا ۔ طلائی ساز کا گھوڑا عنایت کر کے میر بخشی مقرر فرمایا ۔

بتاریخ ۲ جمادی الاول (۱۱ اپریل ۱۶۵۲ء) قصبہ ہتھک میں ڈیرے ہوئے ۔ شاد خاں کو خلعت ، مرصع جیغہ اور طلا کار زین کا گھوڑا عنایت کر کے شجاعت خاں خطاب دیا ۔ سید فیروز خاں کو خلعت اور نقرئی زین والا گھوڑا مرحمت ہوا ۔ عبداللہ خاں ولد سعد خاں کو خانی کا خطاب ، خلعت اور نقرئی زین کا گھوڑا عطا فرمایا ۔ پورن مل بندیلہ کو ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب اور خلعت و اسپ دے کر سرفرازی بخشی ۔ راجا امر سنگھ نروری کو بھی ترقی دی اور گھوڑا عطا کیا ۔ جبار قلی گکھڑ کو خلعت اور جگرام کچھواہہ کو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب ملا ۔

دلاور خاں ولد بہادر خاں روہیلہ اور نذیر بیگ سلدرز کو ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر سربلند کیا ۔ کابل کے بخشی مظفر حسین کو ہزاری ذات سات سو سوار ، راجا کشن سنگھ کو ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب اور مختلف منصب داروں کو ترقیاں دے کر سرفرازی بخشی ۔ بعض کو خلعت سے اور بعض کو گھوڑا دے کر اعزاز بخشا ۔

بتاریخ ۴ جمادی الاول (۱۳ اپریل ۱۶۵۲ء) بادشاہ پسند نامی گھوڑے پر سوار ہو کر دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے سبھ گھڑی میں دارالملک کابل میں رونق افروز ہوئے ۔ خلاصۂ خاندان سیادت سید علی ولد سید جلال کو دو ہزاری ذات چار سو سوار کے عہدے پر ترقی دی ۔ سید جلال کے دیوان حافظ ناصر کو بندرگاہ سورت کا دیوان مقرر کیا ۔ اعتقاد خاں میر بخشی کو بیس ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ ۱۸ اپریل کو حضرت فردوس مکانی بابر بادشاہ اور رقیہ سلطان بیگم کے مزاروں پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی فرمائی ۔ روضوں کے مجاوروں ، فقیروں اور خادموں کو شاہزادوں کے نذر کردہ چار ہزار روپے اور اپنی طرف سے دس ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ اسی تاریخ میں دو بڑی توپیں کابل پہنچیں ، آپ نے انھیں قندھار روانہ کر دیا ۔ لیلیٰ نام ایک اور توپ جو قلعۂ آسیر سے لائی گئی تھی ، بے حد وزنی ہونے کے سبب کابل میں رکھ لی گئی ۔

بتاریخ ۱۸ جمادی الاول (۲۷ اپریل ۱۶۵۲ء) شاہزادۂ عالی تبار محمد شجاع بہادر جو بنگال سے حاضر بارگاہ ہونے کے لیے آئے تھے ، نواح کابل میں پہنچے ۔ حضرت کے حسب الحکم اعتقاد خاں میر بخشی نے استقبال کر کے درگاہ والا میں پہنچایا ۔ یہ دن مسرت و نشاط کے سبب عید کے برابر تھا ۔ شاہزادہ شجاع اپنے منجھلے بیٹے سلطان بلند اختر کو ہمرکاب لیے حاضر ہوئے ۔ ہزار اشرفیوں کی نذر گزرانی ۔ ظل سبحانی نے پنج ہزاری ذات تین ہزار سوار کی ترقی سے اُن کا منصب بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار دس ہزار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمایا ۔ عرب ، عراق ، ترکستان اور کچھ کے دو سو گھوڑے عنایت کیے جن میں سے پانچ کے زین مرصع اور طلائی تھے ۔ ۸ مئی کو کابل سے چھ کوس دور موضع چنارتو میں تشریف لے گئے جہاں

آپ کے حسب الحکم جعفر قراول بیگی نے شکار قمرغہ کا بندوبست کیا تھا ، اگلے روز شکار کھیل کر جی خوش کیا - بہت سے رنگ اور مارخوار (پہاڑی بکرے اور سینڈھے) گھیر گھار کر جمع کیے تھے لیکن پہاڑ کی ناہمواری کے سبب اچھی طرح گھیرے میں نہ آ سکے ، اکثر نکل بھاگے ، جو رہ گئے اُن میں سے چند عدد حضرت نے تفنگ خاصہ سے گرائے - باقی کو آپ کی اجازت سے شاہزادہ شجاع اور سلطان سلیمان شکوہ نے بندوقوں سے شکار کیا -

سن ۲۶ جلوس

عنایت پروردگار سے بتاریخ یکم جمادی الثانی ۱۰۶۲ھ (۱۰ مئی ۱۶۵۲ء) بروز جمعہ حضرت کا چھبیسواں سال جلوس شروع ہوا - گلزار عالم میں نئی بہار آئی - ظل سبحانی نے فقیروں محتاجوں کو اتنی بخشش کی کہ مدتوں کے واسطے آسودہ حال ہو گئے ، اہل جہاں کو اطمنان میسر ہوا -

لشکر شاہی کے واقعہ نویسوں کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ اورنگزیب بہادر نے بتاریخ ۱۶ ربیع الاول (۲۶ فروری ۱۶۵۲ء) دریائے [چناب] کے کنارے پڑاؤ ڈالا - شاہنواز خاں ، قلیچ خاں وغیرہ سردار یہیں اُن سے آ ملے - ۲۹ فروری کو یہاں سے روانہ ہو کر ۴ مارچ کو دریائے سندھ کے کنارے خیمے برپا کیے - ۶ مارچ کو کشتیوں سے دریائے سندھ عبور کیا - ۷ جمادی الاول (۱۶ اپریل) کو علاقہ چچ میں داخل ہوئے - یہاں سے لگاتار چھ کوچ کر کے موضع حسالی کے پاس قیام کیا - ۲۸ اپریل کو قوشنج میں پہنچے - اُدھر سے سعداللہ خاں بتاریخ ۴ جمادی الاول (۱۳ اپریل ۱۶۵۲ء) گزرگاہ [کابل] سے روانہ ہو کر چھ روز بعد غزنین میں داخل ہوا - ۲۵ اپریل کو غزنین سے کوچ کر کے دو دن بعد قرا باغ میں اور دو روز بعد مقر میں قیام کیا - ۵ مئی کو قلاب ، اگلے روز منزل آہنگراں ، اگلے دن مکہ نوت میں خیمے ہوئے - ۳ جمادی الثانی مطابق ۱۲ مئی ۱۶۵۲ء بروز یکشنبہ قندھار پہنچ کر شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب نے قلعہ قندھار کا محاصرہ کر لیا - شیر خاں ترین کا بھائی دولت زمیندار قوشنج خوش نصیبی کی

بدولت شاہزادے کی بارگاہ میں آستاں بوسی کر کے ہمرکاب قندھار آیا تھا ، بارگاہ شاہجہانی سے اُسے خانی کا خطاب ، ہزاری ذات چھ سو سوار کا منصب اور دس ہزار روپے انعام عنایت ہوا ۔ آدم دکنی کو بھی یہی منصب ملا ۔ مہر علی بکاول کو حضرت نے نعمت خاں کا خطاب عطا کیا ۔

بتاریخ ۲۴ [جمادی الاول] ۳ مئی ۱۶۵۲ء شاہزادہ شجاع بہادر کی پیشکش ملاحظہ فرمائی جو مرصع آلات ، جواہرات ، عنبر ، اگر ، سلہٹ کی ڈھالوں ، بیس ہاتھیوں ، تین ہتھنیوں اور بنگال کے نفیس پارچات پر مشتمل تھی ۔ بین لاکھ ساٹھ ہزار روپے قیمت آنکی گئی ۔ غزنیں کا تھانے دار شمشیر خاں ترین حاضر بارگاہ ہوا ۔ خلعت اور نقارے سے سرفراز ہو کر واپس گیا ۔ عبدالرحمٰن ولد ندر محمد خاں اپنے ناپسندیدہ اطوار کی وجہ سے بنگالے میں تعینات کیا گیا ۔ سعد خاں بہادر ظفر جنگ کے خاص ملازم میر یعقوب کو سات سو ذات سو سوار کا منصب دے کر کابل کا دیوان مقرر کیا ۔ سید ہدایت اللہ صدر پان سو ذات کی ترقی سے ڈھائی ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ خوشحال خاں اور بیرام خاں کو ، جنھیں اُن کے باپ لعل خاں گن سمندر کے انتقال کے بعد حضرت کے حسب الحکم 'خاں' کہنے لگے تھے ، ہزار روپے انعام ملا ۔

جیسا کہ مذکور ہوا ، حضرت کو اطلاع مل چکی تھی کہ شاہزادہ اورنگزیب اور سعداللہ خاں نے ۱۲ مئی کو قندھار کا محاصرہ کر لیا ہے اور پوری جاں فشانی کر رہے ہیں ۔ ۲۸ مئی کو حضرت نے حکم دیا کہ شاہزادہ شجاع کا نوکر جان بیگ اپنے ایک ہزار سواروں نیز ایک ہزار بادشاہی دلاوروں کو ساتھ لے کر پندرہ لاکھ روپے قندھار پہنچائے اور واپس آ جائے ۔ جان بیگ یہ خزانہ لے کر غزنیں کے نزدیک پہنچا تھا کہ فتنہ انگیز ازبکوں اور بے دین الہاروں کی ایک فوج لوٹ مار کی نیت سے غزنیں کے نواح میں پھیل گئی اور وہاں کے باشندوں کے مال اور مویشیوں کو لوٹنے لگی ۔ جان بیگ نے ہوشمندی کی راہ سے اُن کی تنبیہ کرنا چاہی ۔ اُن روباہ خصلت درندوں نے جوں ہی بہادروں کے نقاروں کی آواز سنی ، مضطرب ہو کر فرار کا راستہ اختیار کیا ۔ لوٹ مار کے سامان سے لدے

ہوئے تھے اور ان کی جماعت بے ترتیب ہو گئی تھی ، جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا ۔ اکثر قبائلیوں اور قراباغ کے افغانوں کے دیہات میں جا پہنچے ۔ انہوں نے دو سو بدبختوں کو ایک ہی جگہ ٹھکانے لگا دیا ۔ کچھ لٹیرے زخمی ہو کر گرفتار ہوئے ۔ پوچھ گچھ کرنے سے معلوم ہوا کہ عبدالعزیز خاں نے عبدالشکور ، بیک نظر ، خوشی لب چاک ، حبیب درمان وغیرہ آٹھ ہزار ازبک اور المانی لٹیروں کو اور آق محمد قطغان نے سبحان قلی خاں کی طرف سے دو ہزار سواروں کو نواح کابل میں تاخت و تاراج کے لیے روانہ کیا تھا ۔ ان مردودوں نے لوٹ مار تو کی لیکن واپسی کے وقت اکثر حرام خوار قتل ہو گئے ۔ ایک ہزار سواروں سے زیادہ زندہ واپس نہ جا سکے ۔ حضرت نے حکم دیا کہ شمشیر خاں قلات تک جائے اور راستے کا بندوبست کرنے کے بعد قلات سے واپس آتے وقت جان بیگ کو خزانے سمیت درگاہ والا میں روانہ کر دے ۔ دلیر خاں کو پانچ سو کی ترقی دے کر دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔

لشکرِ شاہی کا قندھار سے ناکام واپس آنا

قندھار کا محاصرہ کرنے کے بعد بادشاہی بہادروں نے اُسے فتح کرنے پر کمر باندھی ۔ شاہزادۂ کامگار نے ذاتی صوابدید اور امرا کے مشورے کے مطابق محاصرے کا سرانجام کیا ۔ مورچے بڑھائے ، سُرنگیں کھُدوائیں اور دمدمے (ساباط یعنی چھت دار محفوظ سُرنگ) تیار کروائے ۔ ایرانی قلعدار محراب خاں نے بھی دفاع کے بطور توپیں ، بندوقیں ، بان وغیرہ چڑھا کر حملہ آوروں پر آگ برسانی شروع کی ۔ توپوں کے گولے اولوں کی مانند اس طرح برسنے لگے کہ محاصرہ کرنے والوں کو فصیل کے نیچے یا میدان میں سر اٹھانے کی مہلت نہ ملی ۔ اگرچہ بادشاہی دلاور گولوں گولیوں سے بے خوف ہو کر بھڑکتی آگ میں کود پڑتے اور فصیل تک پہنچ جاتے تھے لیکن جاں نثاری کے باوجود قلعے کی مضبوطی اور گولوں گولیوں کی پیہم بارش کے سبب یہ تمام جاں فشانی اکارت جاتی ۔ قاسم خاں

میر آتش کے ذمے یہ خدمت تھی کہ خندق کا پانی کسی طرح خارج کر دے ، اس نے بے توفیقی کے سبب یہ خدمت انجام نہ دی ۔ لشکر کے امرا نے ہم چشمی کے رشک اور باہمی نفاق کے سبب مل کر کام کرنے سے گریز کیا بلکہ مہم کو بگاڑ کر رکھ دیا ۔

مزید خرابی یہ ہوئی کہ سات بڑی توپوں میں سے (جن پر مہم کا دار و مدار تھا) دو توپیں بیوقوف توپچیوں کی نالایقی سے بے کار ہو گئیں ۔ ان اناڑیوں نے مقدار سے زیادہ بارود بھر کر انھیں داغا اور خراب کر دیا ۔ پانچ توپیں باقی رہیں ، چونکہ توپچی نشانے باز نہ تھے اس لیے اُن کے گولے بے ٹھکانے پڑتے رہے ۔ بہت سے سرداروں نے جو روانگی کے وقت بادشاہ سلامت سے کارگزاری اور جاں نثاری کی ڈینگیں مار مار کر آئے تھے ، مورچوں اور دمدموں سے باہر قدم رکھنا گوارا نہ کیا ۔ قلعے والوں کے گولے کھانا اُن کے بس کی بات نہ تھی ۔ غلّے کی گرانی ایسی ہوئی کہ سپاہیوں کے ہوش اُڑ گئے ۔ لشکروں کے ریلوں کے سبب کھیتیاں پامال ہو گئی تھیں ۔ غلّہ عنقا ہو گیا ۔ چارے کی نایابی سے گھوڑے نیم جان ہونے لگے ۔ اُوپر سے جاڑے کا موسم بھی آ پہنچا ۔ آس پاس کے جتنے علاقے تھے اُن کے مکان ویران ہو گئے ، مکین ملکِ عدم میں پہنچے ۔ المختصر ہر شخص نے یہی فیصلہ کیا کہ قلعے کی تسخیر ملتوی کرکے درگاہِ شاہی کی طرف روانہ ہو جائیں ۔

۱۴ - ۱۵ شعبانَ کی درمیانی شب کو کہ شب برات تھی (۲۱ جولائی ۱۶۵۲ء) خدیوِ آفاق شاہزادوں کو ہمرکاب لیے ہوئے چراغاں کا تماشہ دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے جو بڑی نہر کے دونوں کناروں پر ترتیب دیا گیا تھا ۔ اگلے دن شیخ موسیٰ گیلانی کو خلعت اور صوبۂ ملتان کی دیوانی و بخشی گری عنایت فرمائی ۔ اسلام قلی کو خدمت گار خاں خطاب دے کر فیلخانے کی داروغگی پر مامور کیا ۔ بڑے شاہزادے نے گزارش کی تھی کہ اگر مجھے صوبۂ کابل کا انتظام سپرد کیا جائے تو یہ خدمت انجام دوں گا ۔ حضرت نے اُن کی التماس منظور کرکے صوبے کا انتظام (اُن کی نیابت میں) سلطان سلیمان شکوہ کو تفویض کیا ۔ شاہزادے کو تیس ہزاری

ذات بیس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ یعنی وہی منصب عطا فرمایا جو شاہزادگی کے زمانے میں حضرت کا تھا ۔ دو کروڑ دام (پانچ لاکھ روپے) انعام بخشا ۔ پرگنہ پر سرور جس کا سالانہ مالیہ تین کروڑ دام یعنی ساڑھے سات لاکھ روپے ہے ، لاہور کے محال سے تین کروڑ دام نیز ملتان کا تمام محال جس کا سالانہ مالیہ ساڑھے سات لاکھ روپے ہے بطور جاگیر اُنھیں مرحمت فرمائے ۔ سلطان سلیمان شکوہ کو خلعتِ خاصہ ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ ، فیلخانۂ خاصہ کا نقرئی ساز والا ہاتھی ، ایک ہتھنی ، علم اور نقارہ عطا فرما کر آٹھ ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر سربلندی بخشی ۔ سُرخ خیمہ جو خود حضرت ظلِّ سبحانی کے لیے مخصوص ہے ، انھیں بھی عنایت فرمایا ۔ ملتان کا صوبہ چونکہ شاہزادہ اورنگ زیب کی جاگیر میں تھا (وہ داراشکوہ کو عطا ہو گیا) لہٰذا ملتان کے عوض دکن کے چاروں صوبے انھیں مرحمت فرمائے ۔ احمد آباد گجرات کی صوبے داری شائستہ خاں کے نام ہوئی ۔ بتاریخ ۲۴ شعبان ۳۱ جولائی ۱۶۵۲ء شاہزادہ محمد شجاع کو خلعت خاصہ ، نادری خاصہ ، جیغۂ مرصع ، ایک لعل اور دو موتیوں سے مرصع بیش بہا سربند ، طلائی زین والے دو گھوڑے ، اُڑیسہ اور بگای بندر کے محال سے ایک کروڑ دام (ڈھائی لاکھ روپے) عنایت کر کے بنگال کو رخصت کیا ۔ حاضری کی تاریخ سے اب تک شاہزادۂ والا گہر کو دو لاکھ روپے کے جواہرات اور مرصع آلات عنایت ہوئے ۔

سورت کے وقائع نگار کی عرضداشت سے واضح ہوا کہ اللہ ویردی خاں کا نوکر غلام رضا بندر عباس سے ہوتا ہوا سورت میں آ کر اترا ۔ اُس کے ساتھ سات عراقی گھوڑے تھے اور شاہ ایران کا فرمان جس کا مضمون یہ تھا کہ ''اللہ ویردی خاں کا نوکر غلام رضا یہ گھوڑے اپنے آقا کے واسطے لے جا رہا ہے ، ہماری قلمرو میں کوئی مزاحم نہ ہو'' ۔ شاہ ایران کا یہ پروانہ حضرت کی نظر عالی سے گزرا ۔ طبعِ مقدس نہایت مکدّر ہوئی ۔ فاضل خاں سے فرمایا کہ ''اللہ ویردی خاں کو لکھ بھیجو کہ مابدولت کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے تاجدار کو تحفے بھیجنا یا وصول کرنا سخت نازیبا حرکت ہے ۔ اگر تمھیں سزا دی جائے تو مناسب ہے تاہم عفو و کرم

کے تقاضے سے صرف اتنا کرتے ہیں کہ منصب اور جاگیر موقوف ۔"
اللہ ویردی خاں نے جواب میں عرض کیا کہ "غلام رضا کسی زمانے میں میرا نوکر ضرور تھا ، اب نہیں ہے ۔ نہ میں نے اُسے شاہ ایران کی خدمت میں بھیجا نہ کوئی تحفہ ارسال کیا" ۔ حضرت نے یہ عذر سُن کر نوبت خان کوتوال کو حکم دیا کہ غلام رضا کو بے تامّل شہر سے نکال کر بتخاک میں بھیج دے ۔ سورت کے متصدیوں کو فرمان پہنچا کہ غلام رضا کا تمام مال اسباب بحق سرکار ضبط کرکے گردن میں طوق ڈال کر پاجولاں درگاہ والا میں روانہ کر دیں ۔

آختہ بیگی کی خدمت ترببت خاں کے سپرد تھی ، اُس کے تبادلے سے ارادت خاں ولد اعظم خاں کو تفویض ہوئی ۔ بتاریخ یکم رمضان (۶ اگست ۱۶۵۲ء) سعد اللہ خاں ، قلیج خاں راجا جے سنگھ ، نجابت خاں ، مہابت خاں اور دیگر منصب دار کہ ۱۹ جولائی کو قندھار سے واپس ہوئے تھے ، بارگاہ والا میں حاضر ہوئے ۔ اپنے اپنے رتبے کے موافق نذریں پیش کیں ۔ مظفر حسین میرتوزک مقرر ہوا ۔ اسحٰق بیگ کو کابل کی بخشی گری پر سرفرازی ملی ۔

کوکبۂ شاہی کی کابل سے دہلی کو واپسی

بتاریخ ۱۵ رمضان (۲۰ اگست ۱۶۵۲ء) چھ گھڑی دن چڑھے بادشاہ سلامت دولتخانۂ کابل سے رتھ میں سوار ہو کر برآمد ہوئے ۔ ایوانِ خاص و عام کے بیرونی دروازے پر پہنچ کر گھوڑے پر سوار ہو کر لاہور کی طرف توجہ فرمائی ۔ شاہزادۂ اقبالمند داراشکوہ کو خلعتِ خاصہ ، نادری ، ایک لعل اور موتیوں سے مرصع لاکھ روپے قیمت کا سر پیچ عطا فرما کر کابل کی طرف رخصت کیا ۔ سلطان سلیمان شکوہ کو خلعت ، جیغۂ مرصع ، طلائی زین والے دو گھوڑے اور بکش زیرین و بالا کے محال سے ایک کروڑ دام (ڈھائی لاکھ روپے) عنایت فرما کر واپسی کی اجازت دی ۔ علی مردان خاں ، راجا جے سنگھ ، قلیج خاں ، سعادت خاں ، راجہ راج روپ اور دوسرے امیروں منصب داروں کو اُس والا گہر کے ہمرکاب روانہ کیا ۔

اس فوج کی بخشی گری کا عہدہ ایرج خاں کے سپرد ہوا ۔

بتاریخ ۲۱ اگست ۱۶۵۲ء شاہزادہ اورنگ زیب بہادر گلستانِ خلافت کے نونہالوں یعنی سلطان محمد اور سلطان معظم کو ہمرکاب لیے قندھار سے بارگاہِ والا میں حاضر ہوئے ۔ ہزار اشرفیوں کی نذر پیش کی ۔ ۲۵ اگست کو حضرت نے باغ فرح افزا سے کوچ کیا ۔ اگلے دن شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو خلعت ، طلائی زین والے دو عربی اور عراقی گھوڑے اور ولایت بکلانہ کی جاگیر عنایت فرما کر جس کا مالیہ دو کروڑ دام (پانچ لاکھ روپے) ہے ، دکن کو رخصت فرمایا ۔ سلطان محمد کو لعل و مروارید سے مرصع بازوبند اور سلطان معظم کو ایک زمرد دو موتیوں والا سربند مرحمت ہوا ۔ محمد صفی ولد اسلام خاں کو ڈیڑھ ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب دے کر دکن کے چاروں صوبوں کی بخشی گری اور واقعہ نویسی پر سرفراز کیا ۔ علی مردان خاں کے نوکر مرشد قلی کو بالا گھاٹ کی دیوانی پر مامور فرمایا ۔

۳۰ رمضان مطابق ۱۶ ستمبر ۱۶۵۲ء کو پشاور کے باغ میں خیمے ہوئے ۔ ۲۴ ستمبر کو یہاں سے کوچ کر کے ۲۷ ستمبر کو دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ کیا ۔ ان دنوں موسلادھار بارشوں کی وجہ سے دریاؤں میں سیلاب آیا ہوا تھا ۔ اسی اثنا میں دریائے سندھ کے کنارے والے پہاڑ پر سے کوہستانی سیلاب اس زور شور سے آیا کہ طوفانِ نوح کا نقشہ نظر میں پھر گیا ۔ سیف اللہ میر بحر نے دریا پر کشتیوں کا پل باندھا تھا ، وہ ٹوٹ کر برباد ہو گیا ۔ موجوں کے تلاطم کا یہ حال کہ نیا پل باندھنا ناممکن تھا ۔ حضرت نے حسین بیگ خاں ، تربیت خاں ، مظفر حسین اور نوبت خاں کو الگ الگ ہدایت کر کے بھیجا کہ بہت جلد پل تیار کر کے اطلاع دیں ۔ المختصر بڑی محنت کے ساتھ جلالیہ کے گھاٹ پر چالیس کشتیوں کا پل باندھا ۔ شاہزادہ شجاع اس سے پہلے ہی ڈھائی کوس نیچے مقررہ گھاٹ سے دریا پار کر چکے تھے ۔ ہاتھیوں کو بھی تیرا کر پار اتار لیا تھا ۔ ۱۵ شوال (۱۹ ستمبر ۱۶۵۲ء) شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کو حکم ملا کہ دریا عبور کریں ۔

بتاریخ ۲۱ ستمبر ۱۶۵۲ء حضرت ظلِ سبحانی بھی دولت و اقبال کو جلو میں لیے تختِ رواں پر سوار ہو کر دریا سے اُترے۔ اٹک کے قصبے سے نصف کوس آگے دولت خانہ آراستہ کیا گیا تھا، وہاں فروکش ہوئے۔ ۲۹ شوال (۳ اکتوبر ۱۶۵۲ء) کو دریائے جہلم اور ۸ اکتوبر کو دریائے چناب عبور کیا۔ اول الذکر دریا پر سعداللہ خاں نے ۵۵ کشتیوں کا اور دوسرے پر ۵۶ کشتیوں کا پل باندھا تھا۔ بتاریخ ۱۲ اکتوبر جہانگیر آباد کے نشیمن میں رونق افروز ہوئے۔ سخت بارشوں کے سبب لاہور کے اطراف میں بالخصوص جہانگیر آباد اور ایمن آباد سے لاہور تک سیلاب کا پانی اس طرح پھیلا ہوا تھا کہ لشکرِ شاہی کا گزرنا کسی صورت ممکن نہ تھا۔ اس مجبوری میں چار روز یہیں قیام فرمایا۔ سیلاب کا زور کچھ کم ہوا تو لاہور کو روانہ ہوئے۔ ڈیک کا نالہ ہاتھی پر سوار ہو کر پار کیا۔ دریائے راوی پر پچاس کشتیوں کا پل باندھا گیا تھا۔ نالکی میں بیٹھ کر اُسے پار فرمایا اور شالامار باغ میں رونق افروز ہوئے۔ جو لوگ لشکرِ شاہی سے آگے آگے لاہور کی طرف بڑھے جا رہے تھے اُن میں سے بعض اشخاص نالوں میں ڈوب کر ساحلِ عدم پر پہنچے۔

خواجہ طیب کا بھائی خواجہ یوسف جوئباری اپنے وطن میں بزرگوں کا سجادہ نشیں تھا، وہ طبعی موت سے فوت ہو گیا۔ خاندان میں سوائے خواجہ طیب کے اور کوئی بزرگ نہ تھا جو سجادہ نشینی کا اہل ہوتا لہٰذا، حضرت نے اُسے بتاریخ ۱۹ ذیقعدہ (۲۲ اکتوبر ۱۶۵۲ء) خلعت اور دو ہزار اشرفیاں مرحمت فرما کر ماوراءالنہر روانہ کیا۔ اُس کا بیٹا خواجہ موسیٰ بھی ساتھ گیا۔ پانچ سو اشرفیاں اُسے عنایت کیں۔ سیلاب کے سبب بادشاہی پیش خانہ جہانگیر آباد میں رک گیا تھا، پانی اترا تو بڑی جاں فشانی سے شالامار باغ تک آیا۔ ۲۴ اکتوبر کو حضرت نے شالامار باغ سے کوچ کیا۔ ہیبت پور کے راستے موضع یوہ کے گھاٹ سے جہاں دریائے ستلج اور بیاس کا سنگم ہے، پار آترے۔ یہاں دریا کا پاٹ بہت چوڑا ہے۔ سعد اللہ خاں نے ۱۰۴ کشتیوں کو جوڑ کر پل بندھوایا تھا۔ بابل کے راستے بتاریخ ۶ ذی الحجہ (۸ نومبر) سرہند میں داخل ہوئے۔ ۱۷ نومبر

کو یہاں سے کوچ ہوا۔

اعتقاد خاں میر بخشی بیماری کی وجہ سے فرائض منصبی انجام دینے سے قاصر تھا ، حضرت نے ساٹھ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر کے لاہور کو روانہ کر دیا۔ رائے رگھناتھ کو ترقی دے کر دفتر تن اور خالصہ کی داروغگی عطا فرمائی۔ مظفر حسین فیلخانے کا داروغہ مقرر ہوا۔ سرہند کے بعد دریائے جمنا کے راستے کشتی کی سواری سے سفر کرتے ہوئے محرم ۱۰۶۳ھ (۶ دسمبر) بروز جمعہ بعد دوپہر ہونے پانچ گھڑی گزرنے پر راج گھاٹ کے دروازے سے خدم و حشم کو ہمرکاب لیے دارالخلافہ شاہجہان آباد کے محل میں رونق افروز ہوئے۔ قصر شاہی کو زینت تازہ حاصل ہوئی اہل شہر نے بادشاہی سواری کے غبار کو آنکھوں کا سرمہ سمجھا۔ نوبت نقارے کھڑکنے لگے۔ ہر شخص کا غنچۂ دل سگفتہ ہو گیا۔ ظل الٰہی نے سلطان سلیمان سکوہ کو ہزاری ذات اور سوار کی ترقی دے کر نو ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی۔ شاہنواز خاں صفوی کو پنج ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دے کر اودھ کی صوبے داری پر مامور کیا۔ گورکھپور اور بہرایچ جاگیر میں ملے۔ تقرب خاں نے عصمت پناہ اکبر آبادی محل کا علاج کیا تھا ، اس کے صلے میں تین ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب اور تیس ہزار روپے انعام عنایت فرمایا۔ خبر ملی تھی کہ سردار خاں نے جو ٹھٹھہ کی صوبے داری پر روانہ ہوا تھا ، راستے ہی میں ملک عدم کی راہ اختیار کی۔ حضرت نے ظفر خاں کو تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر یہ خدمت سپرد کی اور اُدھر روانہ کیا۔

صوبۂ اجمیر کے وقائع سے معلوم ہوا کہ راجا جگت سنگھ کا پیمانۂ زندگی لبریز ہو گیا۔ جہانگیر بادشاہ کی چھوٹی بہن شکر النسا بیگم حضرت کے دیدار کے لیے آگرے سے آ رہی تھیں ، متھرا کے قریب آن مخدرہ نے باغ بہشت کی راہ لی۔ ۴ صفر (۴ جنوری ۱۶۵۳ء) کو حضرت نے یہ غمناک خبر سنی۔ حضرت کو بڑی حیرانی اور افسوس ہوا۔ حکم دیا کہ اکبر بادشاہ کے مقبرے میں داخل ہوتے وقت بائیں جانب جو

دالان پڑتا ہے اُس میں اُن کی میت دفن کی جائے ۔ خسرو ولد نذر محمد خان کا سالیانہ ایک لاکھ روپے مقرر ہوا ۔ ۱۸ صفر (۱۸ جنوری ۱۶۵۳ء) کو امیرالامرا علی مردان خان کی حویلی میں تشریف فرما ہوئے۔ خانِ والا شان نے حضرت کی کرم فرمائی کے شکرانے میں شاندار پا انداز اور نکھیر کا سرانجام کیا ۔ دو لاکھ روپے کی پیشکش جو مرصع زین ، مرصع پلنگ اور نفیس پارچات پر مشتمل تھی ، طرِ عالی سے گزاری ۔

۸ بہمن ۲۴ صفر ۱۰۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۶۵۳ء عمر مبارک کے باسٹھویں شمسی سال کا جشن تلادان شاہ محل عرف غسلخانہ کے ایوان میں کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ مقررہ دستور کے مطابق حضرت سونے چاندی اور دوسری چیزوں میں تولے گئے ۔ تمام اشیا فقیروں محتاجوں میں تقسیم کر دی گئیں ۔

شاہزادہ داراشکوہ کا تسخیر قندھار پر مامور ہونا

حضرت کے دل کو یہ لگن لگی ہوئی تھی کہ جس طرح ممکن ہو قندھار پر قبضہ کیا جائے ۔ اس مقصد کے لیے بڑی تاکید سے لشکر کی تیاری کی گئی ۔ کئی مہمات کے باوجود کبھی وقت کی تنگی کے سبب ، کبھی حالات ناسازگار ہونے کے باعث اور کبھی امرا کے نفاق کی وجہ سے یہ مہمیں ناکام رہیں ۔ اس مرتبہ حضرت نے سوچا کہ اگر سابقہ لشکر کو دوبارہ اس مہم* پر نامزد کیا جائے تو بددلی اور مشقت کی وجہ سے قرار واقعی جاں فشانی نہ کر سکے گا ۔ مناسب یہی ہے کہ شاہی لشکر کو جو تازہ دم اور آسودہ ہے اور مدتوں سے آرام کر رہا ہے ، شاہزادہ داراشکوہ کی ماتحتی میں قندھار روانہ کیا جائے ؛ ممکن ہے کہ اس مرتبہ کامیابی حاصل ہو ۔ شاہزادہ اپنے والد کا مزاج داں تھا ، اُن کی سرگرمی دیکھ کر التماس کی کہ یہ خدمت فدوی کے سپرد کی جائے ۔ غرض لاہور پہنچ کر مہم کا بندوبست شروع کیا ۔

داراشکوہ نے لاہور میں تین ماہ نو دن قیام کیا ۔ اس عرصے میں تین

بڑی اور سات ہوائی توپیں ڈھالی گئیں ۔ چودہ ہزار بان ، تیس ہزار چھوٹے بڑے گولے ، پانچ ہزار من بارود اور ڈیڑھ ہزار من سیسہ تیار کیے گئے ۔ بڑی توپوں میں سے ایک کا نام کشور کشا تھا ، دوسری کا نام گڑھ بھنجن[1] دونوں ایک من آٹھ سیر اکبری کا گولہ کھاتی تھیں ۔ انھیں گنپت رائے توپ ریز ، قاسم خان میر آتش اور محمد صالح داروغہ توپخانہ کی نگرانی میں ڈھالا تھا ۔ تیسری میں ایک من سولہ سیر اکبری کا گولہ پڑتا تھا ۔ یہ شاہزادے کے میر آتش جعفر کے اہتمام میں تیار ہوئی ۔ بے شمار بنجاروں نے رسد فراہم کر کے علے کی طرف سے مطمئن کر دیا ۔ اب شاہزادے نے ظل سبحانی کو اطلاع دی کہ فدوی نے لشکر کی روانگی کے لیے ۲۳ ربیع الاول اور قندھار پہنچ کر محاصرے کی تاریخ ۷ جمادی الثانی مقرر کی ہے (۲۱ فروری اور ۵ مئی ۱۶۵۳ء) ۔ مہم کا ساز و سامان پورے طور پر درست کیا گیا ہے ، امیدوار ہوں کہ روانگی کی اجازت دی جائے ۔

یہ عرضداشت پڑھ کر حضرت نے اپنے ہاتھ سے فرمان عالی شان لکھا کہ ''اس فرزند نامدار کی یہ تیاری کامیابی کا شگون ہے ۔ روانگی کے لیے جو تاریخ مقرر کی ہے اس پر روانہ ہو ۔ فتح و نصرت اور تائید الٰہی کو ہمرکاب لے کر لشکر کو ملتان کے راستے قندھار لے جاؤ کہ اس راہ میں غلہ اور چارہ بہ کثرت ملتے ہیں ۔ قطع مراحل کے بعد مقررہ تاریخ پر محاصرہ کر لو اور تسخیر میں جان لڑا دو ۔'' فرمان کے ساتھ اس شاہزادۂ ذیجاہ کو خلعت خاصہ ، جواہرات ، ہیرے ، لعل ، یاقوت ، زمرد اور موتیوں سے مرصع قیمتی آلات ، شمشیر مع پرتلہ مرصع ، پھول کٹارہ کہ سب کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپے تھی ، روانہ کیے ۔ مرصع زین والے پانچ عربی گھوڑے ، طلائی زین کے پانچ عراقی گھوڑے ، دو ہاتھی ایک طلائی ساز کا دوسرا نقرئی ساز کا نیز دو ہتھنیاں بھی ارسال کیں ۔ یہ سب جانور ایک لاکھ روپے کے تھے ۔ جو اشخاص اس مہم پر تعینات ہوئے تھے اُن کے بدست مختلف اوقات میں ایک لاکھ اشرفیاں ، ایک لاکھ روپے ، مختلف اشیا

۱۔ حیدر آباد والے نسخے میں توپ کا نام کدہ بھمن درج ہے ۔

کہ یہ سب مل کر بیس لاکھ روپے کی مالیت تھی ۔ شاہزادے کو بھجوائی ۔ دربار میں جتنے امرائے عالی شان تھے اور جاگیروں پر یا وطن میں جتنے جانباز دلاور سردار تھے سبھوں کو شاہزادے کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔

امرا اور سرداروں میں رستم خان ، راجا جے سنگھ ، قلیج خان ، نجابت خان ، مہابت خان ، راجا روپ سنگھ ، راجا بہار سنگھ ، راجا انرودھ ، روپ سنگھ ، راؤ ستر سال ، شجاعت خان ، طاہر خان ، قاسم خان ، سعادت خان ، راجا راج روپ ، نصیری خان ، اخلاص خان ، غیرت خان ، راجا دیبی سنگھ ، رام سنگھ ، افتخار خان ، سید فیروز خان ، عبدالرحیم بیگ ازبک ، سبل سنگھ ، پرتھی راج ، باقی خان ، مبارک خان ترین ، ایرج خان ، دلیر خان ، راجا سیورام ، خواجہ عبدالہادی ، ککڑ خان ، سبحان سنگھ ، محمد اشرف ولد اسلام خان ، ارحن ، شمس الدین اور قطب الدین پسران نظر بہادر خویشگی ، راجا مدن سنگھ ، گردھر داس ، خنجر خان ، پورن مل ، راجا امر سنگھ نروری ، خوشحال بیگ ، دولت خان قیام خانی ، شاہ محمد قطغان ، سید شہامت خان ، سید محمد عبداللہ ، حاجی منصور ، جبار قلی گکھڑ ، راؤ امر سنگھ ، شادمان پکھلی وال ، خلیل بیگ ، جگرام ، اسد اللہ ، سید عبدالرسول ، عبد اللہ خان ، دلاور خان ولد بہادر خان ، چتر بھوج ، دواب ترین ، خواجہ عنایت اللہ ، سید مظفر ، سید مقبول عالم اور متفرق منصب دار اور امیر جن کی تفصیل طولانی ہے ، اس لشکر میں شامل ہوئے ۔ پانچ ہزار تیرانداز اور برق انداز احدی ، دس ہزار پیادے بندوقچی ، توپ انداز ، گولنداز ان کے علاوہ تھے جو شاہزادے کی رکاب میں تعینات کیے گئے ۔ حکم ہوا کہ چھ ہزار بیلدار نقب ساز ، پانسو سقے ، شاہزادے اور امرا کے ہاتھیوں کے علاوہ ساٹھ ہاتھی بھی اس لشکر میں شامل ہوں ۔

سات بڑی توپیں جن کی گرج سے پہاڑوں میں زلزلہ پڑ جائے اور زمین دھما کا کھائے ، سات ہوائی توپیں ، تیس چھوٹی توپیں جو حملے کے وقت فوج کے آگے آگے آگ برساتی چلیں ، پچیس گجنالیں اور سو شترنالیں اس فوج ظفر موج کے ساتھ روانہ ہوئیں ۔ قورخانہ اور ایک کروڑ روپے کا

خزانہ تین ہزار اونٹوں پر بار ہوا ۔ لشکر خاں کو خلعت خاصہ ، طلا کار زین کا گھوڑا ، پانسو ذات کی ترقی سے دو ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب دے کر فوج کا بخشی مقرر فرمایا ۔ محمد اشرف ولد اسلام خاں کو خلعت ، پانسو کے اضافے سے دو ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب اور اعتماد خاں خطاب دے کر اس لشکر کی دیوانی عنایت کی ۔ نقرئی زین کا گھوڑا مزید عطا کیا ۔ بڑے بڑے امیروں اور منصب داروں کو خلعت اور طلائی زین کے گھوڑے مرحمت ہوئے ۔ اُن سے کمتر درجے کے امیروں کو خلعت ، گھوڑا اور ترقی دے کر سرفراز کیا ۔ بعض کو فقط خلعت ملے ، بعض کو گھوڑے ۔ ضابطے کے مطابق قلمرو کے تمام لشکر کا چوتھائی حصہ جو ستر ہزار سواروں پر مشتمل تھا ، اس لشکر میں شامل ہوا ۔ رانائے میواڑ کے ایک ہزار سوار جو اس نے کسی عزیز کے ہمرکاب بھیجے تھے ، ان کے علاوہ تھے ۔

بارگاہ شاہی میں حیات خاں کو تین ہزاری ذات دو ہزار سوار ، کنور رام سنگھ ولد راجا جے سنگھ کو ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، میرزا سلطان صفوی کو ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی ملی ۔ ارادت خاں دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب پا کر بخشی دوم مقرر ہوا ۔ بیرم دیو کو دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار اور مُلّا شفیعا کو دو ہزاری ذات تین سو سوار کے منصب پر ترقی دی گئی ۔

بتاریخ ۲۵ [ربیع الاول] ۲۳ فروری ۱۶۵۳ء حضرت نے امیرالامرا علی مردان خاں کو خلعت خاصہ ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ ، طلائی زین والے دو گھوڑے ، نقرئی ساز کا فیل خاصہ عطا فرمائے ۔ خلیل اللہ خاں خلعت خاصہ اور ہزاری ذات کا اضافہ پا کر پنجہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوا ۔ طلائی زین والا گھوڑا بھی ملا ۔ ابراہیم بیگ ولد علی مردان خاں کو خانی کا خطاب ، ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب ملا ۔ دوسرے لڑکے عبداللہ بیگ کو بھی یہی منصب عطا ہوا ۔ فرمایا کہ سات ہزار سوار ہمرکاب لے کر کابل کے انتظام کے واسطے روانہ ہوں ۔ آگاہ خاں نے آگرے کے قرب و جوار کی فوجداری کا فریضہ خوب انجام

نہیں دیا تھا ، اُسے ہٹا کر یہ خدمت جملة الملکی سعداللہ خاں کو تفویض فرمائی ۔ فرمان صادر ہوا کہ پرگنہ جلیسر کا فوجدار عبدالنبی سعداللہ خاں کی نیابت میں نواح آگرہ کی فوجداری کا فرض تن دہی کے ساتھ انجام دے ۔ فیض اللہ خاں کو دو ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ ذوالفقار خاں خلعت اور پانسو ذات کی ترقی پا کر ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اُس کے بیٹے محمد ابراہیم کو آختہ بیگی مقرر فرمایا ۔

۱۲ اسفندار ۹ ربیع الثانی ۱۰۶۳ھ مطابق ۹ مارچ ۱۶۵۳ء عمر مبارک کے چونسٹھویں قمری سال کا جشنِ ولادت کمال خوش اسلوبی اور نہایت زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ سارے عالم میں خوشی کا دور دورہ ہو گیا ۔ سرکاری کارپردازوں نے ایوان خاص و عام کے سامنے ۹۶ گز لمبی ۳۸ گز چوڑی مخمل اور زربفت کی بارگاہ کھڑی کی جسے گجرات کے کارخانوں میں ہنرمند کاریگروں نے اسّی ہزار روپے کی لاگت سے تیار کیا تھا ۔ یہ سراپردہ ۴۴ نقرئی ستونوں پر جن کے طلائی کلس تھے ، قائم ہوا ۔ مجموعی وزن چار لاکھ بیس ہزار تولے تھا (۱۳۱ من ۱۰ سیر) دولت خانۂ شاہی میں رنگا رنگ فرش فروش اس نزاکت سے بچھائے گئے کہ آسمان کو رشک آیا ۔ غرض عیش و طرب کا ہنگامہ خوب گرم ہوا ۔ حضرت نے طیّب خواجہ کو ایک ہزار ، میر عبداللہ صفوی کو پانسو اور چتر خاں کو دو سو مہریں عنایت کیں ۔ راجا جسونت سنگھ کو چھ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ روپ سنگھ راٹھور چار ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار اور محمد ابراہیم ڈیڑھ ہزاری ذات تین سو سوار کے منصب پر سربلند ہوا ۔ بیرم دیو کو مرصع سرپیچ ، موتیوں کی مالا ، دو بالے ، مینا کار جمدھر اور مرصع پھول کٹارہ عنایت کیا ۔

سن ۲۷ جلوس

۱۰ اردی بہشت یکم جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۶۵۳ء ہفتے کے دن[1] حضرت کا ستائیسواں سال جلوس شروع ہوا ۔ اہل زمانہ کو شادمانی و مسرّت حاصل ہوئی ۔ آنجہانی راجا جگت سنگھ کے بیٹے راج سنگھ کی عرضداشت ملاحظہ فرمائی جو اس نے باپ کی وفات کے بعد کلیان جھالا کے بدست روانہ کی تھی اور ایک ہاتھی بھی ارسال کیا تھا ۔ آپ نے از رہ کرم اُسے خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، طلائی زین والا عراقی گھوڑا اور ایک ہاتھی کلیان اور راجا بیٹھل داس کے بھائی بردھن گوڑ کے ہاتھ روانہ فرمایا ۔ رانا کا خطاب اور پنجہزاری ذات پانچ ہزار سوار کا منصب عنایت کیا ۔ رانا جگت سنگھ کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی غریب داس درگاہ والا میں حاضر ہوا تھا ؛ خلعت ، مرصع سرپیچ ، مرصع اور نسی مینا کار جمدھر ، مینا کار ساز کی ڈھال اور نقرئی زین والا گھوڑا اُسے مرحمت فرما کر ڈیڑھ ہزاری ذات سات سو سوار کے منصب در سربلندی بخشی ۔ صوبۂ بہار کی دیوانی پر عسکری کی جگہ تارا چند کو مامور کیا ۔

شاہزادہ داراشکوہ کی لاہور سے قندھار کو روانگی اور واپسی

شاہزادۂ بلند اقبال کی پوری توجہ اس بات پر مبذول تھی کہ فوجی مہمات انجام دے کر حضرت خلافت پناہ کی خوشنودی حاصل کریں ۔ اس مقصد کے لیے بتاریخ ۳ ربیع الاول (یکم فروری ۱۶۵۳ء) لاہور سے قندھار کو روانہ ہوئے ۔ قلعہ کُشا اور مریم نامی توپوں کو اپنے نوکر مغول کے ساتھ براستۂ دھاور روانہ کیا کہ یہ راہ کابل کی نسبت مختصر اور ہموار ہے ۔ سوار اور پیادے تیراندازوں اور بندوقچیوں کی ایک جماعت جو توپخانے کے عملے میں

۱۔ تقویم سے یکم جمادی الثانی کو ہفتے کا نہیں بلکہ منگل کا دن پڑتا ہے ۔ غالباً کتابت کی غلطی ہے ۔

شامل تھی ، مغول کے ہمرکاب بھیجی ۔ ہدایت کر دی کہ لاہور سے بھکّر تک کشتیوں سے جاؤ ، بھکّر سے قندھار تک سڑک کے راستے پہنچو ۔ باقی تمام لشکر کو اپنے ہمرکاب لے کر شاہزادۂ بلند اقبال نے لاہور سے جنبش کی ۔ ١٥ ربیع الاول (١٣ فروری ١٦٥٣ء) کو ملتان پہنچے ۔ یہاں دریائے چناب سے ؛ جسے یہاں دریائے عالم خان کہتے ہیں ، ٦٥ کشتیوں کا پُل بندھوا کر بتاریخ ٢٢ فروری عبور کیا ۔ بعد ازاں دریائے سندھ پر پہنچے جس کا ایک نام نیلاب بھی ہے ۔ اگرچہ قدیم زمانے سے اب تک اس دریائے زخّار پر کسی نے پُل نہیں باندھا تھا لیکن شاہزادے کے حسب الحکم ہفتے بھر میں ٩٢ کشتیوں کو جوڑ کر پُل بنایا ۔ ٣ جمادی الاول (یکم اپریل ١٦٥٣ء) کو اُسے پار کرکے چچ کی سرحد میں داخل ہوئے ۔

دوکی اور چوتیالی میں ایرانی تھانے دار پانچ سو قزلباش سواروں کے ساتھ رہتے تھے ، وہ شاہی لشکر کے آنے کی خبر سنتے ہی اپنا سامان سنبھال کر قندھار کو روانہ ہوئے ۔ راستے میں زمینداروں نے اُن بدبختوں پر حملہ کرکے بہت سوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا اور مال و اسباب لوٹ لیا ۔ یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد قبائلی سردار شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ چونکہ شاہزادے کی خوش معاملگی اور سخاوت پر پورا اعتماد تھا لہٰذا ان سرداروں نے یہ ذمہ داری لی کہ ہم لشکر کو غلّہ پہنچایا کریں گے ۔ تمام بلوچ اور افغان باشندے جو یہاں رہتے ہیں بے تامّل بازارِ لشکر میں آ آ کر غلّہ اور بھیڑ بکریاں فروخت کرنے لگے ۔ محاصرے کی تاریخ قریب آ رہی تھی لیکن تمام لشکر ابھی یک جا جمع نہیں ہوا تھا ۔ شاہزادۂ والا گہر نے نجابت خان ، قاسم خان میر آتش وغیرہ اور اپنے میر آتش جعفر نیز عبداللہ بیگ بخشی کو رستم خان بہادر کی ماتحتی میں تیس ہزار سواروں کی جمعیّت سے بطورِ ہراول بڑھایا ۔ حکم دیا کہ یلغار کرتے ہوئے جاؤ اور قندھار کا محاصرہ کر لو ۔ رستم خان بہادر کُل بارہ ہزار سوار ہمرکاب لیے دھاوا مارتا ہوا پہنچا ۔ بتاریخ ٢ جمادی الثانی (٣٠ اپریل ١٦٥٣ء) دروازۂ خواجہ خضر کے سامنے جا کر محاصرہ شروع کر دیا ۔ بعض یکّہ تاز دلاور

مثلاً خواجہ خاں جوشِ شجاعت میں غنیم کے سر پر جا پڑے - جو سامنے آیا اُسے تھوڑی سی ردّ و بدل کے بعد شکست دی ، خود بھی زخمی ہوئے -

رستم خاں بہادر نے دروازۂ خواجہ خضر کے سامنے ، جہاں قلعے کی توپوں کے گولے نہیں آ سکتے تھے ، پڑاؤ ڈالا - نجابت خاں اور قاسم خاں نے مقررہ تاریخ پر نقب اور ساباط (چھت دار دمدمہ) تیار کرنا شروع کیے - دو ہزار قزلباش غلّہ اور گولہ بارود ساتھ لیے قلعے والوں کی کمک کے واسطے آ رہے تھے ، یہاں کا رنگ دیکھ کر وہ قلعہ زمینداور میں چلے گئے - شاہزادے نے بتاریخ ٥ جمادی الثانی (٣ مئی ١٦٥٣ء) پنجمداک کی گھاٹی پار کی - یہاں درّے کی چڑھائی ٣٥ جریب ہے اور اُترائی ٣٩ جریب - سارے راستے میں اس سے زیادہ دشوار گزار گھاٹی اور نہیں - آگے بڑھ کر میدان میں جہاں سے قلعہ صاف نظر آتا ہے ، خیمہ زن ہوئے - یورش کی مقررہ تاریخ میں ابھی چھ روز باقی تھے لہٰذا یہیں قیام کیا - قلعے کی وضع ، نواحی علاقے کے معائنے اور باشندوں کے طور طریقے دیکھنے کے لیے ہر روز سوار ہو کر جاتے - آس پاس کی زراعتی اراضی اور دور افتادہ علاقوں کے انتظام کے لیے دیانت دار آدمی تعینات کیے - قبیلوں کے سرداروں اور قرب و جوار کے باشندوں پر بہت نوازشیں کیں ، بہت سے کاشتکار جو بھاگ کر چلے گئے تھے ، واپس آ کر کھیتی باڑی کرنے لگے - پہلے کی نسبت ڈیوڑھا مالیہ وصول ہوا -

شاہزادے نے بتاریخ ١٥ جمادی الثانی (١٣ مئی ١٦٥٣ء) کہ قندھار میں اُترنے کی ساعت تھی ، لشکر سمیت قلعے کے قریب آ کر پڑاؤ کیا - خود میرزا کامران کے باغ میں جو قلعے سے نصف کوس دور ایک پوکھر کے کنارے واقع ہے ، خیمہ زن ہوئے - بے تمیز بے عقل قزلباش سپاہی جو قلعے کے دروازے بند کر کے بلکہ امن و امان سے مایوس ہو کر برجوں فصیلوں پر قضائے آسمانی کا انتظار کر رہے تھے ، گولے گولیاں برسانے لگے - ایک بارگی توپیں بندوقیں داغ دیں - شاہزادے نے حکم دیا کہ رستم خاں اپنے ہمرکاب طاہر خاں اور قباد خاں کو لے کر قلعۂ بست کے راستے میں پڑاؤ کرے - برجِ آب دزد کے سامنے راجا جے سنگھ کو ، دروازۂ ویس قرن

کے آگے قلیچ خان کو ، دروازۂ بابا ولی کے متصل مہابت خان کو ، برجِ چہل زینہ کے برابر میں اخلاص خان کو ، دروازۂ خضری اور آب دزد کے نیچے قاسم خان کو ، دروازۂ خضری اور ویس قرن کے زاویے میں جعفر میر آتش اور اپنے دوسرے ملازموں کو متعین کر کے ہدایت کی کہ مورچے بڑھاؤ اور دمدمے نکالو ۔ آب دزد کے دمدمے کی تیاری اپنے خان سامان ملا فاضل کے سپرد کی ۔ ایک ہزار بیلدار اور ستر نقب سار اُس کے ہمراہ کیے ۔ سید محمود بارہہ اور چند منصب داروں کو اُس کی کمک پر مامور کیا ۔

ماثوری دروازے کا دمدمہ نجابت خان کے اہتمام میں دیا گیا ۔ قیتول والی کھڑکی یہاں سے ایک نیر کے ٹپے پر تھی ۔ رات کو غنیم کے پیادے اُس راستے آتے جاتے تھے ۔ یہاں راجا مدن سنگھ کو تعینات کیا ۔ جس راستے رسد والے قلعے میں آتے تھے اُس کا انتظام ناقی خان کے سپرد ہوا ۔ پہاڑ کی بلندی پر اپنے نوکر چنپت اور سجانی بندیلوں کو بٹھایا ۔ حسبِ حکم سے راجا راج روپ نے پلہ کر کے قلعۂ کوہ پر یلغار کی تھی وہاں شمس الدین قطب الدین خویشگی مامور ہوئے ۔ غرض تمام انتظام کر کے اور قلعے کی خصوصیات نیز تسخیر کی تدبیریں سوچ کر مہم کے انصرام میں مصروف ہو گئے ۔ پھاٹکوں اور کھڑکیوں کو بہ نظرِ غائر ملاحظہ کر کے دمدموں کے مقامات اور یورش کے راستے معین کیے ۔ غرض قلعہ گیری کا پورا بندوبست کر کے چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا ۔

قلعے والوں نے بھی شاہزادے کے کیمپ کے سامنے والے برج پر ایک توپ چڑھا لی ۔ وہاں سے دن بھر میں کئی گولے پھینکتے ۔ بعض گولے جھیل میں گر کر ٹھنڈے ہو جاتے ، بعض کیمپ کے کنارے آ پڑتے ۔ بالآخر حکم والا کے مطابق کابل والی ایک توپ کو دمدمے پر چڑھا کر گولا پھینکا جس سے غنیم کی توپ کا دہانہ ٹوٹ گیا ۔ چالیس دن تک یہ توپ بیکار پڑی رہی ، اس کے بعد پھر گولے اُگلنے لگی ۔ جو لوگ قلعے سے بھاگ کر ادھر آ جاتے تھے اُن سے معلوم ہوا کہ قلعے والوں نے ٹوٹا ہوا دہانہ کاٹ کر الگ کر دیا ، پھر توپ کو دمدمے پر اس طرح چڑھایا کہ مطلق تمیز نہ ہوتی تھی ۔ گولوں کو دور تک پھینکنے کے لیے یہ

تدبیر کی کہ اُس کا منہ اونچا کر دیا - ہر روز بارہ گولے پھینکتے - بعض شاہی خیمے کے سامنے آ کر پھٹتے ، کچھ لشکر میں گرتے تاہم تائید ایزدی کی بدولت کوئی شخص زخمی نہ ہوا - المختصر حکمِ عالی کے مطابق ہر شخص اس عظیم مہم کے سرانجام کے لیے اپنا اپنا فرض انجام دینے میں مشغول ہو گیا - نقبیں تیار ہوئیں - دمدمے قائم کیے گئے - جا بجا مستقل مورچے کھدے - مستقل مزاجی کے ساتھ ہوشمندی سے اس مہم کا اہتمام کرنے لگے - نقبیں تیار کرنے اور دمدموں کو بڑھانے پر خاص توجہ دی - گھومنے والے جوالے قائم کیے - سرکوبوں کو مزید اونچا کیا - پورے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ تائیدِ ایزدی اور اقبالِ بادشاہی پر بھروسا کر کے فتح و نصرت کی راہ دیکھنے لگے -

اس مرتبہ مہم کا سر انجام بڑی خوبی سے ہوا تھا - تھوڑے ہی عرصے میں نقب اور دمدمے فصیل کے نزدیک پہنچ گئے - محاصرے کی تاریخ سے چھپن روز بعد ۴ شعبان (۳۰ جون ۱۶۵۳ء) ہزار ہزار گز لمبی سرنگیں کھد کر قلیج خاں ، قاسم خاں ، عبداللہ خاں اور جعفر خاں کے دمدمے خندق تک جا پہنچے - نزدیک ہونے کے سبب ان کو اندرونی راستوں کے ذریعے باہم ملا رکھا تھا کہ سرداروں کو ایک دوسرے کی کارگزاری کا حال معلوم ہوتا رہے - محصورین بھی ان دمدموں پر توپوں سے دن رات آگ برساتے رہے - قلعے کے مختلف حصوں سے اولوں کے مانند گولے برستے جن کی ضرب سے بہت سے آدمی مر جاتے - سنگریزوں کے اڑنے سے بھی کچھ سپاہی زخمی ہوتے - اس کے باوجود ان جاں نثاروں کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہ آیا - جاں فشانی میں اور زیادہ سرگرمی دکھاتے رہے - راج روپ کے بیڑا اٹھانے پر چہل زینہ والے مورچے کا اہتمام اُس کے سپرد کیا گیا تھا ؛ اس باتدبیر نے شروع ہی سے چوبی تختوں سے پناہ گاہیں بنا کر اپنے سپاہی وہاں بٹھائے - اس ترکیب سے مورچے کو بڑھاتا چلا گیا یہاں تک کہ برجِ چہل زینہ کے نیچے ایک توپ بھی پہنچا دی - بہت سے گولے مارے لیکن برج پتھر کی بھاری سلوں سے بنا ہوا تھا ، باہر کی طرف مٹی کا پلستر تھا ، گولا لگتا تو مٹی جھڑ جاتی لیکن برج کو صدمہ نہ

پہنچتا ۔ اس کے باوجود راجا راج روپ نے کوشش جاری رکھی ، یہاں تک کہ ایک روز اس کے سپاہی برج کی دیوار کو کھود کر اس کے نیچے گھس گئے ۔ قلعے والوں نے گولے گولیوں کی بارش کر دی ۔ مٹی کے تیل میں بھگو کر جلتی ہوئی چادریں اس قدر پھینکیں کہ یہ لوگ گرمی سے بیتاب ہو کر اپنی چوبی پناہ گاہ میں واپس آنے پر مجبور ہو گئے ۔ چونکہ اس برج کی فتح سے بھی چنداں فائدہ نہ تھا لہٰذا شاہزادے نے اُسے اس ارادے سے باز رکھا ۔

شاہزادے نے رستم خاں بہادر کو پندرہ ہزار سوار دے کر بڑھایا کہ آگے جا کر قلعۂ بست کو فتح کرو ۔ خاں موصوف نے وہاں پہنچ کر سختی سے محاصرہ کیا ۔ چاروں طرف سے نقبیں اڑھائیں الکہ توپ کے گولوں سے ایک طرف کی فصیل بھی توڑ دی ۔ مہدی قلی یہاں کا قلعہ دار تھا ، جب اُس نے خوب دیکھ لیا کہ مقابلہ ناممکن ہے تو دوربینی و عاقبت اندیشی کے تقاضے سے فرماں برداری کا اظہار کیا ۔ محاصرے کو دسواں دن تھا کہ امان مانگ کر خانِ مذکور کے پاس آیا اور قلعہ حوالے کر دیا ۔ رستم خاں نے مہدی قلی کے مال و اسباب اور اہل و عیال کو نیز اُس کے ہمراہیوں کے متعلقین کو اپنے نواسے طاہر کے ساتھ شاہزادے کی خدمت میں قندھار بھیج دیا ۔ یہاں تمام سپاہی پہلے سے زیادہ سرگرمیاں دکھا رہے تھے ۔ قلعے والوں کا باہر نکلنا بالکل بند کر رکھا تھا ۔ ایک رات اہل قلعہ نے مہلب خاں کے آدمیوں کو غافل پا کر اُس کے مورچے پر حملہ کیا ۔ کچھ آدمیوں کو مار ڈالا ، کچھ کو زخمی کیا ۔ جب واپس جانے لگے تو غیرت خاں کے مورچے والوں سے مڈ بھیڑ ہو گئی ۔ چونکہ ناتجربہ کار تھے اور کبھی جنگ و جدال سے واسطہ نہ پڑا تھا اس لیے غیرت خاں کے آدمیوں نے اُن کے ٹکڑے اڑا دیے ۔ جو باقی رہے وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر قلعے میں گھس گئے ۔

شاہزادے کے حسب الحکم جعفر میر آتش نے بھی دمدمہ تیار کیا تھا ۔ پچھتر گز لمبا پچپن گز چوڑا اور ۲۷ گز اونچا تھا ۔ چالیس روز میں ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا ۔ اس دمدمے پر نو عدد چھوٹی توپیں

چڑھائیں جن میں سے ہر ایک پانچ چھ سیر کا گولا کھاتی تھی - ان کی گولہ باری سے یہ حال ہوا کہ مکان ڈھے گئے ، مکین ملک عدم میں پہنچے - اہلِ قلعہ پر پہلے ہی ہیبت طاری تھی ، گولوں کے صدمے سے اور بھی ہمت ہار دی - جب جعفر اور غیرت خاں کے دمدموں سے بڑی توپوں نے گولے برسائے تو شیر حاجی دروازے اور فصیل کے ٹکڑے اڑنے لگے - خندق کی گہرائی کہیں کم تھی کہیں زیادہ - اہل قلعہ نے کم گہرے حصوں میں بھی پانی باقی رکھنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ تین جگہ بند باندھ دیے - مراد یہ تھی کہ اگر پانی کم ہو جائے تب بھی ہر جگہ تھوڑا بہت پانی باقی رہے -

مذکورہ بالا بندوں میں سے ایک پختہ تھا - عبداللہ بیگ کے نقب زنوں نے کہ بہت ہی ماہر تھے ، یہ کارگزاری کی کہ دس روز میں نقب کو خندق تک پہنچا دیا - وہاں خندق میں سوراخ کر کے پانی کو خارج کرنا شروع کیا - دروازۂ ویس قرن اور بابا ولی کی طرف بھی مٹی کے انبار لگے ہوئے تھے - ان بہادروں نے انہیں توڑ تاڑ چار روز میں خندق کا پانی باہر نکال دیا - خندق کے کنارے جو برج بنائے تھے اُن پر بندوقچیوں کو بٹھا کر ہدایت کر دی کہ غنیم کو بند باندھنے بلکہ سر باہر نکالنے کی مہلت نہ دینا - کارگزار بہادروں نے خندق میں اتر کر برج بنانے اور دمدمے بڑھانے شروع کیے - شاہزادے کے حسب ہدایت جعفر نے ۳۵ گز چوڑا اور سات گز اونچا مٹی کا پشتہ تیار کیا تھا ، اُس کے اوپر ایک برج ترتیب دیا - بائیں جانب دمدمہ رکھا تا کہ بیلدار اور مزدور اطمینان سے کام کر سکیں -

آب دزد والے مورچے کی ذمہ داری "ملا" فاضل نے اٹھائی تھی ؛ وہ تین گز چوڑی اور سات گز گہری نہر پانچ ہزار گز کے فاصلے سے کھود کر لایا - خندق تک ۱۳۰ گز لمبی نقب کھدوائی - جب یہ نقب آب دزد والے بند کے نیچے پہنچی تو خضری دروازے سے ورے جتنا پانی تھا وہ اس میں سے گزر کر نہر کے راستے نکل گیا - خندق خالی ہو گئی - یہ صورت دیکھ کر قلعے والے بہت گھبرائے - شیر حاجی والے پشتے کے دامن سے ایک نہر نکالی ، اسے کنوؤں کے پانی سے لبریز کر کے اپنا بچاؤ کیا - وسط اگست میں

مغول اپنے ساتھ سبی اور دھاور کے راستے نو توپیں لے کر آ پہنچا ۔ شاہی گولنداروں نے نو بڑی توپوں کو مورچوں پر چڑھا کر دو جانب سے گولے برسانے شروع کیے ۔ قلعے کے کنگرے اور نصف سے زیادہ فصیل گرا دی ۔ شیخ حاجی والی فصیل بھی تین حصے کے بقدر ڈھا دی ۔ گولوں کے صدمے سے فصیل کے نیچے تین سو گز تک زمین پر مٹی کے انبار لگ گئے ۔

اس وقت بہادر سرداروں اور جانباز سپاہیوں نے شاہزادے کے ایما سے یہ فیصلہ کیا کہ ۲ ستمبر ۱۶۵۳ء کی صبح کو دن نکلنے سے دو گھڑی پہلے قلیج خاں والے مورچے کی طرف سے یورش کی جائے ۔ محاصرے کو چار ماہ گزر چکے تھے ۔ بادشاہی دلاور کچھ تو شرمندگی کے مارے اور کچھ جوش شجاعت کے سبب چاہتے تھے کہ قصہ پاک ہی کر دیں ۔ یکم اور ۲ ستمبر کی درمیانی شب میں راجا جے سنگھ اور دوسرے منصب داروں نے سر حاجی والی فصیل پر سیڑھیاں لگا دیں اور قلعے والوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے ہر طرف سے اپنے سپاہیوں کو ان پر چڑھا دیا ۔ لشکر خاں اور ایرج خاں دوسرے عہدہ داروں کو ساتھ لیے کوہ لکہ کے پیچھے ٹھہرے ہوئے تھے ، انھوں نے بھی مورچے بڑھا کر فصیل تک پہنچا دیے ۔

شاہزادۂ والا گہر نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے تقاضے سے نیز اپنے ولی نعمت کا حق تربیت ادا کرنے کے واسطے جان نثاری کا حق ادا کر دیا ۔ سرداروں اور سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے انھیں ترقی اور عنایات شاہی کا امیدوار کیا ۔ بعض سپاہیوں کو نقد انعام اور تنخواہ میں اضافے کا وعدہ کر کے از سر نو سرگرم بنایا ۔ غرض ہر طرح ساز و سامان درست کر کے یورش کا انتظام کیا ۔ قلعے والے گری ہوئی دیواروں کی مرمت کرنے پر تلے ہوئے تھے ۔ بڑی توپوں نے رات بھر اتنے گولے برسائے کہ کسی کو سر باہر نکالنے کی جرأت نہ ہو سکی ۔ المختصر دو گھنٹے رات باقی تھی کہ شاہزادۂ والا گہر تائید غیبی پر بھروسا کر کے اُس پہاڑی پر چڑھ گئے جہاں سے یورش کرنے والی دونوں فوجیں نظر آتی تھیں ۔ قلیج خاں

نے مٹی کے پشتے کی دائیں طرف سے اور قاسم خاں نے بائیں جانب سے بنے کا انتظام کیا ۔ عبداللہ خاں اور جعفر میر آتش نے بھی اپنے اپنے مورچے والوں کو تاکید کی کہ تمام سپاہی ایک جتھا بنا کر یکایک مورچوں سے نکل آئیں اور یلہ کر دیں ۔

غرض ان تمام سرداروں نے یکبارگی یورش کی ۔ شروع میں یہ محسوس ہوا کہ بعض لوگ بے دلی اور کاہلی سے کام کر رہے ہیں لیکن آخر میں تمام سپاہی ، شاہ نہ شاہ ، اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے آگے بڑھے ۔ یہ وہ جانباز سورما تھے جو اپنے آقا کی خدمت میں جان کو قربان کر دینا ایک کھیل سمجھتے تھے ۔ سیکڑوں سپاہی کاندھوں پر سیڑھیاں اٹھائے بڑھے اور انھیں برجوں فصیلوں پر لگا کر اوپر چڑھ گئے کہ بہادری کی معراج یہی ہے ۔ بہت سے سورما ایسے نکلے جو گولے گولیوں کی برستی آگ میں ، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دروازۂ شیر حاجی کے اندر گھسے چلے گئے ۔ قلعے کے برجوں سے توپیں اور بندوقیں آگ برسا رہی تھیں ۔ دھوئیں اور شعلوں کی کثرت سے ہوا پر کرۂ نار کا گمان ہوتا تھا ۔ لیکن یہ منچلے کمال بے پروائی سے پروانوں کی طرح بھڑکتی آگ میں کود گئے اور جنگ میں مشغول ہوئے ۔ بہت سے آدمی ناواقفیت کے سبب کھائی میں گر گئے ۔ لیکن زیادہ تر کھائی کو پار کر کے دروازۂ شیر حاجی کے اندر گھس آئے ۔ یہاں ان سورماؤں نے اس طرح داد شجاعت دی کہ ایرانی سپاہی اپنی جگہ چھوڑ کر اندرونی حصے میں پناہ لینے کے لیے بھاگے ۔ یہ حال دیکھ کر قلعے کے دوسرے سپاہی اُن کی مدد کے لیے بڑھے ۔ سبھوں نے مل کر ثابت قدمی کے ساتھ معرکہ آرائی شروع کی ۔

اس جگہ بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا ۔ سیکڑوں دلاوروں کا کھیت پڑ گیا ۔ جو بچے وہ خندق کے پاس جمع ہو کر جان لینے اور جان دینے پر تل گئے ۔ دونوں فوجیں ایسی غٹ پٹ ہو گئی تھیں کہ دور کے ہتھیار بیکار ہو گئے ۔ جانبازوں نے خنجر اور تلوار سے خونریزی شروع کی ۔ یہاں بادشاہی ملازموں میں سے خواجہ خاں جو محاصرے کے پہلے ہی دن گولی سے زخمی ہوا تھا ، پشتے کے اوپر ایک اور گولی کھا کر مارا گیا ۔ محمد حسین کولابی ،

محمد شریف عرب ، تیمور بیگ آغر ، لعل بیگ علی داشمندی ، محمد سعید کاشغری اور کتنے ہی منصب دار خاک و خون میں لوٹ گئے ۔ شاہزادے کے بھی بہت سے آدمی کام آئے ۔ قلیج خاں اور قاسم خاں کے نوکر جو کھائی میں آ پھنسے تھے اور جانبازی کو کھیل سمجھتے تھے ، نصیریوں کی طرح قربان ہو گئے ۔

غیرت خاں کے مورچے سے نکل کر جو آدمی آگے دوڑے وہ کچھ تو اس وجہ سے کہ دن کی روشنی پھیل چکی تھی اور کچھ اس لیے کہ گولے گولیوں کی بارش سخت تھی ، ذرا رک گئے ۔ کچھ لوگوں نے شیر حاجی والی فصیل پر سیڑھیاں لگا لی تھیں لیکن کم ہمتی کے سبب اُن پر چڑھ کر قلعے میں کودنے سے قاصر رہے ۔ وہ سپاہی جو قلعے کے عقبی حصے سے پہاڑ پر چڑھ گئے تھے انھوں نے تین چوتھائی چڑھائی طے کرنے کے بعد قزلباش پہرے داروں کو مار کر بھگا دیا ۔ یہاں سے احدیوں کے بخشی عطاء اللہ نے جو ان کا سردار تھا ، گولی کھائی ۔ احدی اُسے اٹھا کر نشیب میں لے گئے ۔ یہ دیکھ کر باقی ماندہ دلاور بھی ہمت ہار بیٹھے اور پہاڑ سے اُتر آئے ۔ غرض اس رد و بدل میں جہاں گولے گولیوں کی بارش سے آگ کا طوفان برپا تھا تقریباً ایک ہزار جانباز زخمی اور قتل ہوئے ۔ شہزادہ داراشکوہ نے غیرتِ مردانہ کے تقاضے سے غیرت خاں ، قلیج خاں ، عبداللہ بیگ اور جعفر کو حکم دیا کہ دمدمے آگے بڑھا کر غنیم سے خندق کو چھین لیں ۔ دمدموں سے نقب بڑھائیں اور جو نقب فصیل کی تہ تک پہنچ جائے اُس کو بارود بھر کر اڑا دیں تاکہ فصیل گر جائے اور یورش کے لیے کشادہ راستہ نکلے ۔ مٹی کا پشتہ بھی خندق سے آگے بڑھا لائیں تاکہ بہادر سپاہی اُس کے اوپر سے دوڑ کر آگے بڑھیں ۔ مزید ہدایت کی کہ رستم خاں اپنے سپاہیوں سمیت قلعۂ بست کا محاصرہ چھوڑ کر یہاں آ جائے تاکہ سب آدمی مل کر یورش کریں ۔

اس صورتِ حال کو دیکھ کر قلیج خاں اور قاسم خاں نے برج بنائے اور انھیں آگے بڑھایا ۔ اپنے دمدموں سے نقبیں کھودنا شروع کیں ۔ گولے گولیوں کی بارش کے باوجود عبداللہ بیگ نے مہینے بھر میں خندق کے اندر

سترہ برج تیار کر کے انہیں غنیم کے دمدمے سے ملا دیا ۔ دمدمے سے تین گز دور لمبی سی دیوار کھنچوائی جس کے اندر بہت سے سپاہیوں کے بیٹھنے کی جگہ رکھی ۔ اُس کے پیچھے بہت سے نشانے باز تیر انداز اور بندوقچی بٹھا دیے ۔ دن رات خونریزی ہوتی رہی ۔ جعفر نے بھی مٹی کا ٹیلہ بڑھا کر غنیم کے دمدمے تک پہنچا دیا ۔ قلعے والے بھی غافل نہ تھے ۔ رات کے وقت دمدمے کے اندر نقب لگا کر مٹی نکال لے جاتے ۔ اگرچہ شاہی دلاوروں نے چار دمدموں سے تین چار نقبیں نکالیں لیکن جو نقب فصیل کے پاس پہنچتی ، قلعے والے اُس پر ایسی گولہ باری کرتے کہ کسی کو سانس لینے کی مہلت نہ دیتے ، نقب کو برباد کر ڈالتے ۔ جعفر کا منصوبہ یہ تھا کہ رات کے وقت اہلِ قلعہ پر شبخون مار کر دمدمہ اُن سے چھین لے ۔ راج روپ نے بھی دمدمے کے پاس لکڑوں اور تختوں سے پناہ گاہ بنا کر اپنے اور دلیر خاں اور شاہزادے کے آدمی وہاں بٹھا دیے ۔ غنیم کو جعفر کے شبخون کی خبر مل گئی ۔ اگرچہ بادشاہی دلاور لڑائی میں مصروف تھے لیکن قلعے والوں نے موقع پا کر راج روپ کے تختوں اور لکڑوں پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی ۔ غنیم کے سپاہیوں نے جمع ہو کر از سر نو آگ برسانی شروع کر دی ۔ گولے گولیوں کے علاوہ پتھر ، بارود کی مشکیں ، مٹی کے تیل میں بھگوئے ہوئے جلتے لحاف بھی خوب پھینکے ۔

یہ معرکہ کچھ ایسا خونریز اور سخت پڑا کہ بڑے بڑے بہادر جو جانبازی و دلاوری کی ڈینگیں مارتے تھے ، آگے بڑھنے سے رک گئے ۔ دمدمے کے پیچھے البتہ انہوں نے انتہائی جاں فشانی کی ۔ غرض شام سے صبح تک طرفین میں خوب خونریزی ہوئی ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ بالآخر دونوں فریق تھک ہار کر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف واپس چلے گئے ۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہوئے ۔ یہاں بعد میں بھی کئی روز تک فریقین میں جھڑپیں ہوتی رہیں ۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے پر گولے گولیاں برساتی رہیں ۔ شاید ہی کوئی شخص سلامت رہا ہو ۔ تاہم بادشاہی نمک خوار اپنے آقا پر جانیں قربان کرتے رہے ۔ غنیم بھی توپوں ، بندوقوں

باروری ڈبوں اور آگ لگانے والے سامان نیز بارودی ڈبوں سے شاہی سپاہیوں کا زور توڑتے اور فتحمند نہ ہونے دیتے ۔ کئی بار یہی صورت واقع ہوئی ۔ محاصرے میں پانچ ماہ گزر گئے ۔ جاڑے کی آمد آمد ہوئی ۔ شاہی فوج نے اس عرصے میں چھوٹے بڑے ستائیس ہزار گولے قلعے پر مارے ۔ جتنا گولہ بارود اور سیسہ ساتھ لائے تھے ختم ہو گیا ۔ رسد نبڑ گئی ۔ جنگل میں گھاس کا پتا باقی نہ رہا ۔

اگرچہ ہر کام کا وقت مقرر ہے لیکن فتح حاصل نہ ہونے کے اور بھی کئی ظاہری سبب تھے ۔ ایک تو یہ کہ یورش کا ضروری سامان موجود نہ تھا ۔ دوسرے غلے چارے کی نایابی ۔ صحرا میں دس دس پندرہ پندرہ کوس تک ایندھن اور چارے کا نشان نہ رہا ۔ کئی کئی ہزار آدمی باری باری گھاس وغیرہ لینے جاتے ۔ دس بیس کوس کی منزل مار کر ہزار ترکیبوں سے گھاس جمع کرتے سو اتنی کہ مشکل سے اونٹوں گھوڑوں کو ایک دن کی خوراک میسر آتی ۔ اس کام میں لشکر کا زور ٹوٹتا اور وقت ضائع ہوتا ۔ محاصرے کا بندوبست جیسا چاہیے تھا ویسا ممکن نہ ہو سکا ۔ سب سے بڑی وجہ سرداروں کا باہمی نفاق تھا جس کی وجہ سے سارا کام بگڑ گیا ۔ دلوں میں کدورتیں تھیں جو بڑھتے بڑھتے سپاہیوں میں بھی پھیل گئیں ۔ اس صورت میں فتح و کامیابی کا سوال ہی باقی نہیں رہتا ۔ غرض جو ہونا چاہیے تھا عمل میں نہ آیا ۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ جاڑا سر پر آ پہنچا ۔ شاہی لشکر نے اس مرتبہ بھی قلعے کی تسخیر کو اگلے سال پر ملتوی کر کے واپسی کی تیاری کی ۔

رستم خاں نے بست کے قلعے کو ویران کر کے رسد اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دی ۔ ۴ ذیقعدہ (۲۶ ستمبر ۱۶۵۳ء) کو قندھار واپس آیا ۔ ۱۵ ذیقعدہ (۷ اکتوبر ۱۶۵۳ء) کو وطن واپس چلنے کا فیصلہ ہوا ۔ شاہزادے نے قلعے کے سامنے میدان میں قیام کیا ۔ غیرت خاں کو کابل والی فوج اور توپخانہ دے کر غزنیں کے راستے واپس جانے کا حکم ملا ۔ باقی تمام لشکر ۱۰ اکتوبر کو روانہ ہوا ۔ لشکر کی چنداولی رستم خاں بہادر کے سپرد ہوئی ۔ قباد خاں قراول مقرر ہوا ۔ قلیج خاں اور نجابت خاں کو حکم

ہوا کہ آگے آگے رہیں - ۲۳ ذیقعدہ مطابق ۱۵ اکتوبر قوشنج میں قیام ہوا - قلعے کو توڑ تاڑ برباد کر ڈالا - بتاریخ یکم ذی الحجہ (۲۳ اکتوبر ۱۶۵۳ء) دوکی میں ڈیرے ہوئے - شاہزادے نے رستم خاں بہادر کو حکم دیا کہ ہم آگے جاتے ہیں تم لشکر کو پیچھے پیچھے احتیاط اور ہوشیاری سے ہمراہ لاؤ - المختصر تھوڑے سے آدمیوں کو ہمرکاب لے کر شاہزادۂ والا جاہ دھاوا مارتے ہوئے نو دن میں ملتان آ پہنچے - رستم خاں کو یہاں تک آتے آتے اکیس دن لگے - گیارہ دن شاہزادے کا یہاں پڑاؤ رہا - ۲۱ ذی الحجہ (۱۲ نومبر ۱۶۵۳ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر بتاریخ ۱۱ محرم ۱۰۶۴ھ (۲ دسمبر ۱۶۵۳ء) دولتخانۂ لاہور میں وارد ہوئے -

دربار ساہی کے واقعات یہ ہیں : محمد شریف تولکچی کو حضرت نے ہوشنگ آباد کی فوجداری پر مامور کیا - ترقی دے کر ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب بخشا - مرشد قلی نے بالا گھاٹ کی دیوانی کا مرض بڑی خوبی سے انجام دیا تھا - شاہزادۂ اورنگ زیب کی التماس کے بموجب پانچ سو ذات کی ترقی دے کر اُسے ڈیڑھ ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا - خانی کا خطاب ملا - مہدی قلی بھی خانی کا خطاب پا کر ڈیڑھ ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا -

بتاریخ ۲۴ شعبان (۲۰ جولائی ۱۶۵۳ء) گوہر درج اقبال شاہزادۂ اورنگ زیب بہادر کی عرضداشت سے یہ مژدۂ جانفزا ملا کہ ۱۲ شعبان ۸ جولائی ۱۶۵۳ء منگل کے دن اُن کے شبستان دولت میں شاہنواز خاں صفوی کی دختر کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا - حضرت بہت خوشنود ہوئے - نومولود کا نام سلطان اعظم رکھا - میر خلیل اللہ ولد اعظم خاں دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب اور مفتخر خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر فتح آباد کی قلعداری پر مامور ہوا - اُس کی جگہ دکن کے توپخانے کی داروغگی ملتفت خاں کے سپرد ہوئی - پلنگ حملہ خطاب ہوا ، علم بھی ملا - ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب عطا فرمایا - عبدالمقتدر کو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی ملی - رمضان ۱۰۶۳ھ میں محتاجوں فقیروں کو ساٹھ ہزار روپے خیرات کیے - مہینے بھر تک رات کو طرح طرح کے لذیذ

کھانے ، مٹھائیاں ، نقل ، شربت ، میوے اور خوشبوئیں دسترخوان پر آراستہ کی جاتیں ۔ قصرِ شاہی کے پہرے دار اور مستحق آدمی اُن سے بہرہ مند ہوتے ۔

بتاریخ یکم شوال (۲۵ اگست ١٦٥٣ء) بادشاہ سلامت عید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے صبا رفتار شبدیز پر سوار ہو کر بی بی فتح پوری کی مسجد میں تشریف لے گئے ۔ نماز کے بعد دولتخانے میں واپس آئے ۔ بی بی فتح پوری نے نچھاور کے لیے کچھ جواہر اور خوان ترتیب دیے تھے جو حضرت کے سرِ مبارک پر سے نثار کیے گئے ۔ محمد ابراہیم آختہ بیگی ولد ذوالفقار خاں کو اسد خاں خطاب ملا ۔ دو آبے کی فوجداری پر غضنفر کو مامور کیا ۔ بادشاہ سلامت کی ہمشیرہ بہار بانو بیگم نے بتاریخ ۱۱ شوال ، ۴ ستمبر ١٦٥٣ء ٦٥ سال کے سن میں جہانِ فانی سے انتقال کیا ۔ یہ خاتون شاہزادۂ پرویز سے ایک سال چھوٹی تھیں ۔ گردھر ولد کیشو ولد جتمل کی بہن یعنی کیشو کی دختر کے بطن سے تھیں ۔ حضرت جہانگیر کی والدہ ماجدہ جنت مکانی کے روضے میں دفن ہوئیں ۔

مُراد کام صفوی کو مکرمت خاں اور محمد صفوی ولد اسلام خاں کو صفی خاں خطاب ملا ۔ حضرت کو اطلاع ملی کہ راجا مدن سنگھ بھدوریہ قندھار میں فوت ہو گیا ۔ آپ نے اس کے بیٹے مہا سنگھ کو ہزاری ذات آٹھ سو سوار اور راجا کے خطاب سے سرفرازی بخشی ۔ اعتقاد خاں جو علاج کے واسطے لاہور میں رک گیا تھا ، بارگاہِ والا میں حاضر ہوا ۔ خلعت اور چار ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہو کر بدستورِ سابق میر بخشی کے عہدے پر تعینات ہوا ۔ لشکر خاں نے ملتان سے آ کر آستان بوسی کی ، ارادت خاں کو ہٹا کر اُسے بہ دستورِ قدیم بخشیِ دوم کے عہدے پر سربلند فرمایا ۔ صوبوں کے واقعات عرض کرنے کی خدمت ارادت خاں کو تفویض ہوئی ۔

شاہجہان کا آگرہ تشریف لے جانا

مصروفیت کے سبب حضرت بہت عرصے سے آگرے تشریف نہیں لے گئے تھے ۔ اس مدت میں حضرت کے حسب الحکم قلعے کے اندر سنگ مرمر کی جامع مسجد ۱۰۶۳ھ کے آخر (وسط اکتوبر ۱۶۵۳ء) میں تیار ہو چکی تھی ۔ سات سال اس کی تعمیر میں لگ گئے ۔ حضرت اُسے دیکھنے کے لیے ۲۹ ذی الحجہ (۲۰ نومبر ۱۶۵۳ء) بروز جمعہ چھ گھنٹے چار گھڑی دن گزرے پر مبارک ساعت میں کشتی پر سوار ہو کر آگرے روانہ ہوئے ۔ مختلف منزلوں پر قیام کرتے ہوئے ۱۶ محرم ۱۰۶۴ھ (۷ دسمبر ۱۶۵۳ء) کو دولت خانۂ اکبر آباد میں رونق افروز ہوئے ۔ شام کے وقت مسجد کو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے ۔

قرآن پاک اور حدیث شریف کے بموجب مسجدوں کی تعمیر سب سے اچھا صدقۂ جاریہ ہے جس سے بہشت میں جگہ ملتی ہے ۔ اس مسجد کے تین گنبد ہیں جن کا قطر نونو گز ہے ۔ ہر گنبد میں اوپر نیچے تین قطاروں میں اکیس اکیس روشن دان ہیں ۔ چھ برج ہیں جن پر چار چار گز قطر کے ہشت پہلو گنبد ہیں ۔ غرض بڑی عالی شان بنا ہے جسے حضرت نے قرآن حکیم کے اس اصول کے مطابق تعمیر کروایا ہے کہ ”بے شک مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہوں ۔“ اس عبادت گاہ (کے دالان) کا طول ۵۶ گز عرض ۲۱ گز ہے ۔ سنگ مرمر کے صحن پر گز بھر کی کرسی دے کر یہ دالان اٹھایا ہے ۔ شمال اور جنوب کی جانب سترہ گز لمبا ساڑھے تین گز چوڑا طنبی خانہ ہے مسجد کے روکار پر جو صبح صادق کی طرح نورانی اور فیض بخش ہے اور جس کی محراب دلکشائی و خوشنمائی میں عید کے چاند کو شرماتی ہے ، سنگ مرمر کا نہایت خوش وضع کتبہ ہے جس میں سنگ موسیٰ کی پچی کاری سے قرآن پاک کی آیتیں تحریر ہیں ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا خامۂ تقدیر نے حسینوں کی زلفوں کی سیاہی سے قرص آفتاب کے حاشیے پر حسن و خوبی کا دیباچہ تحریر کیا ہے ۔ آب و تاب اور صفائی کا یہ عالم ہے کہ مہر و ماہ کی آنکھیں

چندھیاتی ہیں -

غرض بڑی مبارک تعمیر ہے - جو خوش قسمت یہاں آ کر دو رکعت نماز ادا کر لے ، وہ آفتاب کی طرح رنج و ملال کے غبار سے محفوظ رہے - جو ضرورت مند یہاں آ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ، اس کی حاجت زبان تک آنے سے پہلے ہی روا ہو جاتی ہے -

مسجد کے گنبد چاندی کے کٹوروں کی طرح سفید براق نظر آتے ہیں۔ چمک دمک سے سارا عالم نورانی رہتا ہے - در و دیوار کی صفائی آئینے کو شرماتی ہے - آب و تاب کا یہ حال ہے کہ آنکھ میں میل ہے اس میں میل نہیں - ستون جنھیں خمسہ آسمان کا قاعدہ کہہ سکتے ہیں ، دین اسلام کے قاعدوں کی طرح پائدار ہیں - گنبدوں کا دور سراپائے معشوق کی مانند دلفریب اور دین محمدی کی طرح مستحکم ہے - صحن ساٹھ گز مربع ہے جسے سطح زمین سے گیارہ گز کی کرسی دے کر سنگ مرمر کی سلوں سے آراستہ کیا ہے - وسط میں سوا دو گز اونچا دس گز مربع حوض ہے جس کے مرمر کی چمک موتیوں کی آب کو پانی پانی کرتی ہے - حوض کے بیچ میں سنگ مرمر کا فوارہ فضا میں موتی بکھیرتا رہتا ہے - لطافت و صفائی کے اعتبار سے اگر مسجد کو چشم عالم کہیے تو بجا ہے اور اس حوض کو مسجد کا نور چشم کہیے تو زیبا ہے - فرشتے اس کی پاکیزہ فضا دیکھ دیکھ کر فرحت پاتے ہیں - صحن کی زمین افلاک سے ہم چشمی کرتی ہے -

صحن کے تینوں جانب سنگ مرمر کے دالان ہیں جنھیں صحن سے ہونے تین گز کرسی دے کر بنایا ہے - ان میں دو منزلہ عمارتیں ہیں جن کا بیرونی حصہ سنگ سرخ کا ہے - شمالی اور جنوبی دروازوں پر سنگ مرمر کے چار گز قطر والے گنبد ہیں - کلسوں پر سونے کا پانی چڑھایا ہے - مشرق دروازہ بڑی شان کا ہے - درمیان سے گنبد تک تمام سنگ مرمر سے بنا ہے اور چھ گز مربع ہے - اس میں اوپر نیچے دو نشیمن ہیں جن پر خوش وضع گلدستے اور زریں کلس نصب ہیں - تینوں دروازوں کے ساتھ دو دو دالان ہیں - ۵۲ سیڑھیوں کے زینے بھی بہت خوشنما ہیں - امید ہے کہ اس پاکیزہ عمارت کی تعمیر کا ثواب ، جس میں ہزارہا اشخاص کی دعا مستجاب ہوتی ہے ،

قیامت تک ظلِ سبحانی کو ملتا رہے گا ۔

شکارگاہ سموگڑھ کی عمارت کچھ تو بدوضع تھی ہی کچھ پرانی ہو جانے کے سبب اور خراب ہو گئی ۔ حضرت کے حسب الحکم آگاہ خان نے سموگڑھ سے نصف کوس ورے موضع عماد پور میں دریائے جمنا کے اوپر اسّی ہزار روپے کی لاگت سے ایک مختصر پاکیزہ احاطہ تیار کروایا ۔ حضرت کو اطلاع دی تو آپ شکار کے لیے تشریف لے گئے ۔ عیش و طرب کے ساتھ ایک شب وہاں گزاری ۔ بتاریخ ۲۹ محرم ۱۰۶۴ھ (۲۰ دسمبر ۱۶۵۳ء) ۲ بجے کے قریب وہاں سے روانہ ہو کر روپ باس کے راستے دہلی کو واپس ہوئے ۔ اُس روز آگرے کے نواح میں لشکر شاہی کے ڈیرے ہوئے ۔ اگلے دن روپ باس میں دائرہ ہوا ۔ ۲۴ دسمبر کو یہاں سے روانہ ہو کر ۳ جنوری ۱۶۵۴ء کو خضر آباد سے تین کوس ورے قیام فرمایا ۔ اگلے روز دارالخلافہ دہلی میں داخل ہوئے ۔ یہاں آ کر کچھ دیر دیوان خاص و عام ، غسلخانے اور جھروکہ درشن میں رونق افروزی کی ۔ پھر دولت خانۂ شاہی میں تشریف لائے جو فضا کی پاکیزگی اور آب و ہوا کی لطافت کے لحاظ سے روئے زمین کا چشم و چراغ بلکہ بہشتِ بریں کا جواب ہے ۔

حضرت کو اطلاع ملی کہ شاہزادۂ والا گوہر داراشکوہ بتاریخ ۴ صفر (۴ جنوری ۱۶۵۴ء) قندھار سے واپس آ کر شاہجہان آباد سے کوس بھر کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے ہیں ۔ حکم ہوا کہ سعداللہ خان استقبال کے لیے جائے ۔ چنانچہ وہ چشم و چراغِ دودمانِ خلافت سلطان سلیمان شکوہ کو ہمراہ لیے حاضر ہوا ۔ تسلیم و کورنش کے بعد ہزار اشرفیوں کی نذر دی ۔ شاہ قدردان نے اُن پر عنایات خاص فرمائیں ۔ فرطِ الفت کے سبب دیر تک سینے سے لگائے رکھا اور پیشانی چومی ۔ خلعتِ خاصہ ، مرصع اور طلائی ساز والے دو عراقی گھوڑے مرحمت فرما کر عزت افزائی کی ۔

بندرگاہ سورت کے مُتصدی حافظ ناصر کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قیصر روم (سلطان ترکیہ) سلطان محمد خان نے اپنے باپ کے وزیر اعظم صالح پاشا کے بھائی ذوالفقار آقا کو بطور سفیر بارگاہ شاہجہانی میں روانہ کیا ہے ۔

ذوالفقار آقا ۲۹ محرم (۲۰ دسمبر ۱۶۵۳ء) کو سورت میں اترا ہے ۔ فرمان جاری ہوا کہ حافظ ناصر سفیر مذکور کو بارہ ہزار روپے خزانۂ شاہی سے مدد خرچ کے بطور دے ۔ روشن بیگ گرز دار فرمانِ شاہی اور خلعت فاخرہ لے کر جائے اور سفیر کو اپنے ساتھ لائے ۔ راستے میں مندرجہ ذیل اُمرا ضیافت کے بطور مخلف رقمیں اُسے ادا کریں : سلطان پور میں سراوار خاں پانچ ہزار روپے دے - برہان پور میں سلطان اورنگ زیب بہادر کا نوکر محمد طاہر اُن کی سرکار سے بارہ ہزار روپے تواضع کرے ۔ اُجیّن میں شاہزادہ مراد بخش کا دیوان محمد میرک اُن کی طرف سے پانچ ہزار روپے دے اور آگرے میں سیادت خاں قلعدار بارہ ہزار روپے خزانۂ شاہی سے اور تین ہزار روپے اپنی طرف سے ادا کرے ۔ اس طرح سفیر کو کل پچاس ہزار روپے دیے جائیں ۔

بتاریخ ۲۶ دی ۲۶ صفر ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۶۵۴ء عمر مبارک کے تریسٹھویں شمسی سال کا جشنِ تلادان کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ اہل عالم کی دلی مرادیں پوری ہوئیں ۔ شاہ دریا دل مختلف اشیا میں تلنے کے بعد مینا کار طلائی تخت پر جلوہ افروز ہوئے ۔ اس تخت کا طول ڈھائی گز ، عرض ایک گز ۲ طسو اور بلندی ساڑھے چار گز ہے ، پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا ۔ اس موقع پر حضرت نے محتاجوں مسکینوں کو اپنی خیرات دی کہ غنی ہو گئے ۔ شاہزادۂ اقبال مند داراشکوہ کو لعل والی بیش بہا مالائے مروارید ، مرصع جیغہ ، مرصع پہنچی اور بیش قیمت مرصع آلات عطا کیے ۔ سب کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپے تھی ۔ طلائی ساز والا فیل خاصہ اور ایک ہتھنی مزید مرحمت فرمائی ۔ سلطان سلیمان شکوہ کو خلعت ، مرصع جیغہ اور ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی دے کر دس ہزاری ذات چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ راجا جسونت سنگھ کو چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دے کر مہاراجا کا خطاب عطا کیا ۔ قاسم خاں میر آتش کو ساڑھے تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، اخلاص خاں شیخ زادے کو تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، بیرم دیو سیسودیہ کو دو ہزاری ذات ہزار سوار اور مہدی قلی خاں کو جو بُست کی قلعداری سے معزول ہوا تھا ، دو ہزاری ذات چھ سو سوار

کے منصب پر ترقی دی - محمد خان کے پوتے محمد بدیع کو جس کا سالیانہ بارہ ہزار روپے تھے دو ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب بخشا - نامدار ولد جعفر خان کو خانی کا خطاب دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے درجے پر سرفرازی عطا کی - بہار سے جعفر خان صوبہ دار اور کابل سے خلیل اللہ خان آ کر حاضر خدمت ہوئے - ۲۱ صفر (۱۱ جنوری ۱۶۵۴ء) کو یہ اطلاع ملی تھی کہ قلیچ خان نے بتاریخ ۵ جنوری ۱۶۵۴ء بہ مقام بھیرہ وفات پائی -

انھی دنوں جب کہ زمانہ حضرت صاحبقران ثانی کی مرضی کے مطابق اور اُن کے ہوا خواہوں کی مرادوں کے موافق گردش کر رہا تھا ، عمر مبارک کے پینسٹھویں قمری سال کا جشنِ تلادان بتاریخ یکم ربیع الثانی ۱۰۶۴ھ (۱۹ فروری ۱۶۵۴ء) جمعرات کے دن دھوم دھام سے منعقد ہوا - خواص و عوام سب کے دل عیش و نشاط سے بھر گئے - غم کا نام و نشان باقی نہ رہا - دولتخانۂ شاہی کا صحن رنگارنگ فرش فروش سے بہشت بریں کا نمونہ بن گیا - احمد آباد کے کاریگروں نے لاکھ روپے کی لاگت سے مخمل بادلہ باف کا سراپردہ تیار کیا تھا جس کے نقش و نگار باغ و بوستان کو شرماتے تھے - چاندی کے چوالیس ستون جن پر کلس چڑھے ہوئے تھے اس بارگاہ کو سنبھال رہے تھے جس کا کل وزن ۱۲۷ من ۳۲ سیر ۲۰ تولے تھا - سراپردے کے گردا گرد چاندی کا کٹہرا تھا - ایوان شاہی کے اندر باہر در و دیوار پر چین اور ختا کے ریشم کے پردے اور زردوز مخمل کے تھان لپیٹے گئے تھے - ایوان کی محرابوں پر نقرئی زنجیروں میں مرصع کار طلائی گولے لٹک کر آب و تاب دکھا رہے تھے - تخت شاہی کے چاروں طرف طلائی ستونوں پر ٹھہرے ہوئے ، موتیوں سے مرصع شامیانوں کا عالم دیدنی تھا - جابجا طلائی اور مینا کار تخت اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں - مرصع چتر جن پر موتیوں کی بیش بہا جھالریں جھول رہی تھیں ، شان و شوکت میں اضافہ کرتے تھے - صاحبقران ثانی شاہجہان ظلّ ِ سبحانی نے تخت سلطنت پر جلوس کر کے آفتاب تاباں کی طرح سونا بکھیرنا شروع کیا -

سب سے پہلے شاہزادۂ والا جاہ داراشکوہ کو ایک کروڑ دام (ڈھائی

لاکھ روپے) انعام فرمائے - اس سے پہلے انھیں آٹھ کروڑ دام عطا ہو چکے تھے - شاہزادۂ والا گہر مراد بخش اپنے فرزند ایزد بخش کو ہمرکاب لیے حاضر بارگاہ ہوئے - اُسی وقت خلعت عطا ہوا - شائستہ خاں کے تغیر (تبادلے) سے احمد آباد گجرات کی صوبےداری انھیں مرحمت فرمائی - تین ہزاری ذات تین ہزار سوار، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دی - ایک کروڑ دام انعام میں عطا فرمائے - پانچ لاکھ روپے مزید دیے : ایک لاکھ خزانۂ شاہی سے، ایک لاکھ مالوے کے خزانے سے، ایک لاکھ روپے روضۂ تاج محل کی جمع سے، دو لاکھ گجرات کے خزانے سے - سولہ کروڑ دام تنخواہ مقرر ہوئی جس میں سے گیارہ کروڑ دام کی جاگیر، باقی پانچ کروڑ دام دس ماہے کی شکل میں بندرگاہ سورت کے خزانے سے مقرر ہوئے - شاہزادہ داراشکوہ اور نواب جہاں آرا بیگم صاحب نے نچھاور کے بطور چالیس ہزار روپے پیش کیے تھے، حکم ہوا کہ محتاجوں، مسکینوں اور عابدوں زاہدوں کو تقسیم کر دیے جائیں -

شاہزادہ داراشکوہ نے نہایت قوی ہیکل گھوڑا کہ پنجاب کی نسل سے تھا اور قبیلۂ دودا کے حاکم اسماعیل نے انھیں پیش کیا تھا، حضرت کی نظر عالی سے گزارا - لمبائی میں ڈھائی گز ڈیڑھ طسو، اونچائی میں دو گز تین طسو - فیل سفید نام تھا - پانچ ہزار روپے کا ٹھہرا - حضرت نے فرمایا کہ ہندوستانی گھوڑوں میں اتنا بڑا اور تنومند جانور اب تک دیکھنے میں نہیں آیا - اس موقع پر مکند سنگھ ہاڈہ کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار، طاہر خاں اور کنور رام سنگھ کو تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی - سید شہاب اور سید عبداللہ کو بھی یہی منصب عطا ہوا - محمد بدیع کو دو ہزاری ذات سات سو سوار اور ابراہیم خاں ولد امیرالامرا علی مردان خاں کو ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب عنایت فرمایا - عبدالرسول اور عبداللہ خاں ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کے عہدے پر سرفراز ہوئے - احمد آباد کے دیوان اور داروغۂ کرکراقیخانہ رحمت خاں کو، جسے میر بخشی کی جگہ ان عہدوں پر فائز کیا تھا، ہزاری ذات پانسو سوار کا منصب بخشا - یہی درجہ میر میراں ولد خلیل اللہ خاں کو ملا - ناظر خاں ہزاری ذات تین سو سوار

کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ رائے رگھناتھ نیز دوسرے امرا کو بھی ترقیاں ملیں ، مظفر حسین کا بھائی ملک حسین جو شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت سے جدا ہو کر درگاہ والا میں حاضر ہوا تھا ، سات سو ذات ، سو سوار کے منصب پر سربلند ہوا ۔

اس مبارک تقریب پر جب کہ شاہ دریا دل کے فیض و کرم سے ساری دنیا بہرہ مند ہو رہی تھی ، بادشاہی ملازم جے رام میرتیہ عاقبت اندیشی سے ہاتھ اٹھا کر بلکہ عاقبت اور عافیت دونوں کو برباد کرکے نقرئی کٹہرے کے باہر سے تلوار سونت کر حضرت کی طرف دوڑا ۔ تخت کے زینے کے پاس پہنچا تھا کہ نوبت خاں کوتوال نے جو وہیں کھڑا تھا ، عصا مار کر اسے گرا دیا ۔ وہ جوش میں بھر کر اٹھا لیکن خواجہ رحمت اللہ میر توزک نے فطری شجاعت کے تقاضے سے اس پر تلوار کا بھرپور ہاتھ فی الفور مارا ۔ اتنے میں ارادت خاں نے قضائے ناگہانی کی طرح وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا ۔ پھر تو دوسرے امرا نے جمدھر اور تلوار کے واروں سے اس کا قیمہ کر ڈالا ۔ دنیا کو اس مردود کے بوجھ سے ہلکا کیا ۔ شاہ بندہ نواز نے ارادت خاں کو دو ہزاری ذات ڈھائی سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ نوبت خاں کو بھی ترقی ملی ۔ بعد ازاں ظل سبحانی یہاں سے اٹھ کر شاہ محل میں رونق افروز ہوئے جس کے تین طرف کلابتوں کے کام سے آراستہ مخملی شامیانہ چاندی کے ستونوں پر قائم تھا ۔ فرش پر رنگین شالیں زینت دے رہی تھیں ۔ یہاں حضرت ترازو کے پلے میں بیٹھ کر مختلف چیزوں میں تلے ۔ نقاروں کے کھڑکنے اور قرنا اور نفیری کے شادیانے سے گنبد آسمان گونج اٹھا ۔ ارباب نشاط نے زمزمہ سرائی کرکے عیش و طرب کی گرم بازاری کی ۔ حضرت نے عالموں ، فاضلوں ، عابدوں ، نجومیوں اور موسیقاروں کو سونا چاندی دے کر نہال کر دیا ۔

بتاریخ ۲۲ ربیع الثانی (۱۲ مارچ ۱۶۵۴ء) حضرت صاحبقران ثانی شاہزادہ دارا شکوہ کی حویلی میں تشریف لے گئے ۔ اس والا جاہ نے دور تک پاانداز بچھوایا ، جواہرات کی بکھیر کی ۔ حویلی کے وسیع صحن میں مرصع آلات ، نفیس تحفے ، زرتار پارچات ترتیب دیے ۔ دو سو عربی اور عراقی

گھوڑے جن میں سے کسی کا زین طلائی مینا کار تھا اور کسی کا سادہ طلائی ، پشت پر زربفت کے حار جامے پڑے ہوئے ، یہ تمام چیزیں بطور پیشکش نظر عالی سے گزاریں ۔ حضرت نے اُن کے پاس خاطر سے چار لاکھ روپے قیمت کی چیزیں قبول فرمائیں ۔ اسی مجلس میں شاہزادۂ والا تبار مراد بخش کو حضرت نے خلعت خاصہ مع نیمہ آستیں ، مینا کار طلائی ساز والے دو گھوڑے اور نقرئی ساز کا ہاتھی مرحمت فرما کر گجرات کو رخصت کیا ۔ حکیم صالح کو تیس روپے روزینہ ملتا تھا ، اسے پان سو ذات دس سوار کا منصب دیا ۔ یادگار جولاق کا بھائی محمد بیگ جو نذر محمد خان کے ہمراہ سفر حج کے لیے نکلا تھا ، خان مذکورہ کے انتقال کے بعد حج اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہو کر درگاہ والا میں حاضر ہوا ۔ ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب سے سرفرازی پائی ۔

انھی مبارک دنوں میں آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوئی ۔ گلزار عالم میں موسم بہار کے آنے کی دھوم مچی ۔ جشن نوروزی کی محفل بڑی زیب و زینت سے آراستہ کی گئی ۔ تخت سلطنت نے حضرت کے پائے مبارک سے آبرو پائی ۔ ناکاموں اور نامرادوں کی مرادیں بر آئیں ۔ نیازمندوں اور امیدواروں کی پرانی امیدیں پوری ہوئیں ۔ تقرب خان کو چار ہزاری ذات ہزار سوار ، قباد خان کو ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار ، عبداللہ ولد منصور حاجی کو دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب اور مخلص خان خطاب سے سرفرازی ملی ۔ جعفر ولد اللہ ویردی خان ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، اُس کا بھائی حسین علی خان ہزاری ذات سات سو سوار ، فیض اللہ خان دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، ابراہیم خان ولد علی مردان خان دو ہزاری ذات چھ سو سوار اور میر گل بدخشی ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر سربلند ہوئے ۔

بتاریخ ۷ جمادی الاول (۲۶ مارچ ۱۶۵۴ء) امیرالامرا کی مزید عزت افزائی کے لیے حضرت اُس کی حویلی میں تشریف لے گئے جس سے اُس کی نسل کو جاودانی افتخار حاصل ہوا ۔ خان والا شان نے پاانداز اور نچھاور کی رسمیں ادا کر کے شکرانے کے نام سے جواہرات ، مرصع آلات ، نفیس پارچوں اور اٹھارہ گھوڑوں کی پیشکش حاضر کی ۔ اُس کے پاس خاطر سے آپ

نے دو لاکھ روپے قیمت کی چیزیں قبول فرمائیں - یہیں اطلاع ملی کہ قیصر روم کا ایلچی ذوالفقار آقا دہلی کے نواح میں آ کر حضرت کی قدم بوسی کا امیدوار ہے - خاندان مغلیہ کا دستور ہے کہ اپنے ہم چشم سلاطین اور فرماں رواؤں کے ایلچیوں کی توقیر کرتے اور غریب الوطن نوواردوں کی دلجوئی فرماتے ہیں ، لہٰذا خاقان دہر کے حسب الحکم لشکر خاں بخشی دوم ، طاہر خاں ، قباد خاں اور تربیت خاں نے سواد شہر تک جا کر اس کا استقبال کر کے بارگاہ والا میں پہنچایا - اس نے کورنش و تسلیم کے بعد قیصر روم کا سلام پہنچایا اور مراسلہ پیش کیا - مرصع پیٹی ، مرصع خنجر ، ایک سرخ رنگ رومی گھوڑا مرصع زین اور دو عدد چارجاموں سمیت جو موتیوں سے آراستہ تھے ، دوسرا گھوڑا سبزہ رنگ جو قیصر نے بطور تحفہ روانہ کیے تھے ، نیز ایک مرصع گرز جو قیصر نے ترکوں کے دستور کے مطابق بھیجا تھا ، نظر عالی سے گزارے - حضرت نے سفیر کو خلعت خاصہ ، خنجر مرصع مع پیٹی اور تیس ہزار روپے مرحمت فرمائے - اس کے قیام کے لیے ایک مکان تجویز کیا گیا تھا جو چاندی سونے کے متعدد برتنوں ، رنگین فرشوں اور مختلف اشیا سے اس طرح آراستہ تھا کہ ارباب دولت دیکھ کر فخر کریں - اسے وہاں بھیج دیا -

۲۷ مارچ کو شاہزادہ داراشکوہ کے تلادان کی تاریخ تھی - حضرت نے انھیں ایک لاکھ روپے کے جواہر ، مرصع آلات کے علاوہ خلعت خاصہ عنایت فرمایا - حکم ہوا کہ ملتان اور بنجاب کے پرگنوں سے انھیں دو کروڑ دام کی جاگیر اور دی جائے کہ ان کی مجموعی تنخواہ بارہ کروڑ دام (تیس لاکھ روپے) سالانہ ہو جائے - فتح لشکر نام عراق گھوڑا مطلا مینا کار زین سمیت مزید مرحمت ہوا - جعفر خاں نے کچھ جواہرات ، چار ہاتھی اور بنگال کے دس ابلق گھوڑے نظر عالی سے گزارے - ذوالفقار آقا ایلچی نے بھی نو گھوڑے اور کچھ متفرق اشیا اپنی طرف سے پیش کیں - حضرت نے ایلچی کو خلعت ، ارگجے سے بھرے ہوئے طلائی برتن ، پاندان اور خوانچہ اسے عنایت کیے - تلادان کے جشن سے اب تک شاہزادوں اور امرا نے جو پیشکشیں دیں اُن میں سے دس لاکھ روپے کی چیزیں حضرت نے

قبول فرمائیں ۔

سلطان سلیمان شکوہ کی راجا جے سنگھ کے بھانجے امر سنگھ کی دختر سے شادی

راجا جے سنگھ کے بھانجے راؤ امر سنگھ کی بیٹی کی خواستگاری شاہزادۂ داراشکوہ کے فرزند سلیمان شکوہ کے واسطے ہو چکی تھی ۔ حضرت نے دو ماہ پہلے اُسے محلسرائے شاہی میں بلوا کر خود اپنی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھوایا تھا ۔ عقد کے واسطے دو لاکھ روپے کے جواہرات ، مرصع آلات نقرئی اور طلائی ظروف ، پارچات اور دوسری ضروری اشیا عطا فرمائی تھیں ۔ ۲۶ جمادی الثانی کی رات کو (۱۳ مئی ۱۶۵۴ء) اُس نونہال بوستان خلافت کو شان و شوکت کے ساتھ اپنے ہمراہ دولتخانے میں لائے ۔ شاہزادے کی حویلی سے جھروکۂ درشن تک دریائے جمنا کے کنارے اس زور کا چراغاں کیا گیا تھا کہ سارا علاقہ وادیِ ایمن بن گیا تھا ۔ چراغوں کو ہندسی وضع سے ترتیب دے کر نقش و نگار بنائے گئے تھے ۔ طرح طرح کی آتسبازیوں کے چھوٹنے سے زمین سے آسمان تک چاندنی سی پھیل گئی ۔ ہر لحظہ ستارے ٹوٹتے نظر آتے تھے ۔ مبارکباد کے نوبت نقاروں کی آواز سے گنبد گردوں گونج اٹھا ۔ ہر شخص کو عیش و طرب کا پیغام ملا ۔ خاقانِ زمانہ کے حسب الحکم سامانِ عیش و نشاط بے حد و حساب آراستہ ہوا ۔ چھوٹے بڑے سب کے دل شاد ہوگئے ۔

اعلیٰ حضرت نے اُس نورِ چشمِ سلطنت کو لعل و زمرد والی موتیوں کی مالا ، خلعت ، مرصع جیغہ ، پھول کٹارہ ، مرصع پٹی ، مرصع آلات ، مرصع زین والے دو عراقی گھوڑے اور نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت کیے جن کی مجموعی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپے ٹھہری ۔ دستِ مبارک سے اُس گوہرِ بحرِ خلافت کے سر پر موتیوں کا سہرا باندھا ۔ ایک پہر تین گھڑی رات گزرنے پر مبارک ساعت سبھ لگن میں حضرت کے حسب الحکم قاضی خوشحال نے نکاح پڑھا ۔ شریعتِ اسلامی کے تمام اصول پورے کر کے دو لاکھ روپے

کا مہر باندھا ۔ قاضی کو خلعت اور دو ہزار روپے مرحمت ہوئے ۔

سن ۲۸ جلوس

آخر فروردیں بتاریخ یکم جمادی‌الثانی ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۶۵۴ء حضرت کے جلوس کا اٹھائیسواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ امید ہے کہ افضال الٰہی سے اعلیٰ حضرت کی سلطنت قیامت تک زوال سے محفوظ رہے گی ۔ اس تقریب سے لوگوں کے دلوں کی کلیاں کھل گئیں ۔ قیصر روم کے ایلچی ذوالفقار آقا کو حضرت نے طلائی ساز کا ترکی گھوڑا اور تیس ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔ شاہزادۂ بلند اقبال کی سرکار سے خلعت ، مرصع جیغہ ، نقرئی زین کے دو گھوڑے اور بیس ہزار روپے عطا ہوئے ۔ سلطان سلیمان شکوہ نے پانچ ہزار روپے عنایت کیے ۔ شام کے وقت ذوالفقار آقا نواب قدسی القاب جہاں آرا بیگم صاحب کی کورنش کے لیے حاضر ہوا ۔ اُن کی سرکار سے خلعت فاخرہ اور پندرہ ہزار روپے عطا ہوئے ۔

بتاریخ ۱۱ جمادی الثانی (۲۹ اپریل ۱۶۵۴ء) شاہزادہ داراشکوہ کی التماس کے بموجب اعلیٰ حضرت سلطان سلیمان شکوہ کے مسکن پر تشریف لے گئے ۔ پیشکش میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات اور نفیس پارچات حضرت نے قبول فرما کر سلطان کی عزت افزائی کی ۔ آپ کے حسب الحکم علامی سعد اللہ خاں کو خلعت خاصہ مع چارقب اور شمشیر مرصع عطا ہوئی ۔ جعفر خاں ، خلیل اللہ خاں ، اعتقاد خاں اور روپ سنگھ راٹھور کو خلعت ، فرجی اور مرصع خنجر عنایت ہوئے ۔ قاسم خاں ، حیات خاں ، طاہر خاں ، فاضل خاں ، مرزا سلطان اور متعدد دوسرے امرا کو خلعت ملے ۔ لشکر خاں تین ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ ارادت خاں کو خلعت ، دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب اور احمد بیگ خاں کی جگہ لکھنؤ کی فوجداری عنایت ہوئی ۔ مطلا زین کا گھوڑا اور علم بھی عطا فرمایا ۔ تربیت خاں کو دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار ، بیرم دیو سیسودیہ کو ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار اور اسد اللہ ولد رشید خاں

انصاری کو ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ ذوالفقار آقا ایلچی دوبارہ علامی سعد اللہ خاں کی حویلی میں حاضر ہوا ۔ اس بار خانِ مذکور نے اسے پندرہ ہزار روپے عنایت کیے ۔ بڑھاپے کے سبب حقیقت خاں نوکری سے معذور ہو چکا تھا ، حضرت نے اُسے سبکدوش کر کے اُس کی جگہ میرک سیخ کو جہاں آرا بیگم صاحب کی سرکار کا دیوان مقرر کیا ۔ دو ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ سید نجابت ولد سید شجاعت خاں کو ہزاری ذات تین سو سوار اور میر ابو المعالی ولد میرزا والی کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سربلندی حاصل ہوئی ۔

سہارن پور کے فوجدار غضنفر خاں کی عرضداشت سے حضرت کو معلوم ہوا کہ ایک لمبے دانتوں والا ہاتھی کوہِ شوالک سے پرگنہ چوراسی میں اُتر آیا ہے ۔ حضرت کے حسب الحکم بادشاہی شکاری کئی ہاتھی اور شکار کا سامان لے کر اُدھر گئے ۔ غضنفر خاں کی اعانت سے اُسے پکڑ لائے ۔ حضرت نے خاص شکار نام رکھا اور فیلانِ خاصہ میں داخل کر لیا ۔ ذوالفقار آقا ایلچی کو چار سو تولے سونے کی مہر اور اتنے ہی وزن کا نقرئی روپیہ عطا ہوا ۔ دیوانِ بیوتات رائے مکند داس ضعیفی کے سبب خدمت سے قاصر ہو چکا تھا ، بتاریخ ۱۲ شعبان (۲۸ جون ۱۶۵۴ء) اُس کی جگہ محمد صالح مشرفِ توپخانہ کو یہ عہدہ تفویض ہوا ۔ استر آباد کا حسنی سید میر جعفر جو پہلے محمد قلی قطب الملک کا نوکر تھا ، اُس کی سرکار سے جدا ہو کر پٹنہ چلا گیا تھا ۔ چودہ سال درویشی کے عالم میں بسر کیے ۔ جعفر خاں نے اُسے ہمرکاب لا کر حضرت کے سامنے پیش کیا ۔ آپ نے سات سو ذات سو سوار کا منصب مقرر کر کے شاہی ملازمت میں داخل کیا ۔ خلعت ، جمدھر ، مینا کار طلائی ساز کی تلوار ، نقرئی زین والا عراق گھوڑا اور پانچ سو اشرفیاں عطا فرما کر سرفرازی بخشی ۔

۱۵ شعبان (یکم جولائی ۱۶۵۴ء) کی رات کو کہ شب برات تھی ، پندرہ ہزار روپے محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کر کے کشتیوں اور چراغاں کی سیر کے لیے تشریف لے گئے ۔ کاریگروں نے لکڑیوں اور جالی دار تختوں

سے عجیب و غریب وضع کا چراغاں کیا تھا ۔ روشنی کی اتنی کثرت تھی کہ رات کو دن بنا دیا تھا ۔ آتشبازی سے کہیں ستارے ٹوٹتے نظر آتے تھے کہیں چاندنی کا گمان ہوتا تھا ۔ رمضان کے مہینے میں غریبوں اور محتاجوں کو ساٹھ ہزار روپے تقسیم فرمائے ۔ شام کے وقت خوانِ نعمت آراستہ ہوتے جس پر محل کے پہرے دار اور درویشوں فقیروں کی جماعت طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتی ۔ گرزداروں ، برقندازوں اور یساولوں کو حضرت نے ایک ہزار خلعت تقسیم کیے ۔ بعض کو مرصع جیغہ بھی عنایت ہوا ۔

بتاریخ یکم شوال (۱۵ اگست ۱۶۵۴ء) اکبر آبادی محل کی مسجد میں عید کا دوگانہ پڑھنے تشریف لے گئے ۔ دستور کے مطابق جانے وقت اور واپسی میں روپوں اشرفیوں کی بے دریغ بکھیر ہوئی ۔ نچھاور کی رقم میں سے پانچ ہزار روپے ذوالفقار آقا ایلچی کو مرحمت ہوئے ۔ دوآبے کی فوجداری اور مخلص پور کی عمارتوں کا اہتمام ، جس کا تفصیلی بیان اپنے موقع پر ہوگا ، غضنفر خاں کی جگہ محمد بیگ خاں کو تفویض ہوا ۔ روانگی کے وقت خلعت ، مینا کار طلائی ساز کی تلوار اور ڈیڑھ ہزاری ذات بارہ سو سوار کے منصب پر ترقی عطا فرمائی ۔

سلطان محمد خاں قیصر روم نے سن ۲۴ جلوس میں اپنے سفیر سید محی الدین کے بدست مراسلہ روانہ کر کے دوستی کی بنیاد رکھی تھی ۔ صاحبقران ثانی نے بھی یگانگی و دوستی کی بنیاد مضبوط کرنے کے لیے حاجی احمد سعید کو بطور سفیر روانہ کیا تھا ۔ اس کے بعد قیصر روم نے مراسلہ دے کر ذوالفقار آقا کو بھیجا ۔ اعلیٰ حضرت نے پرانے تعلقات کے پیش نظر قائم بیگ کو ، جو پہلے لشکر شاہی کا کوتوال تھا ، ایلچی بنا کر روم (ترکیہ) کو روانہ کیا ۔ منصب میں اضافہ کرنے کے علاوہ اُسے خلعت ، مرصع جیغہ ، مینا کار جمدھر مع پھول کٹارہ ، مینا کار ساز کی تلوار ، سپر ، مطلا زین والا گھوڑا اور جاگیر کے بجائے ایک لاکھ روپے دے کر سرفرازی بخشی ۔ علامی سعداللہ خاں کا انشا کردہ مراسلہ جس کی نقل اس

کتاب کے آخر میں درج ہے[۱] اُس کے ہاتھ ارسال کیا ۔ قیصر روم کے لیے یاقوت اور ہیروں سے مرصع خنجر ، موتیوں اور زمرد کا ہار جو شاہی کارخانے میں ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوا تھا ، ہیرے اور یاقوت کی مرصع پیٹی کہ چالیس ہزار روپے قیمت کی تھی ، جہانگیری عطر سے بھرا ہوا بڑا بلوری کنٹر جسے ہندوستان کے چابک دست کاریگروں نے مدتوں محنت کر کے تیار کیا تھا ، گجراتی اور کشمیری پارچوں کے دو ہزار تھان بطور ہدیہ ارسال کیے ۔ سب چیزوں کی مجموعی قیمت دو لاکھ روپے تھی ۔

حضرت نے سنا تھا کہ استنبول میں طاعون کی وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے ۔ آپ نے ذکاوت سے تجربہ کیا تھا کہ زہر مہرہ اس مرض میں نہایت مفید ہے ۔ زہریلے مادے کو رفع کرتا ہے ۔ بیسیوں بار تجربہ کیا ۔ سیکڑوں مریض جو طاعون میں مبتلا ہو کر گور کنارے پہنچ چکے تھے ، زہر مہرہ استعمال کر کے جانبر ہو گئے ۔ غرض حضرت نے بہی خواہی و دوستی کے تقاضے سے اصلی زہر مہرے کا ایک قطعہ جسے بازو پر باندھے رکھتے تھے ، ذوالفقار آقا کے حوالے کیا کہ واپس پہنچ کر قیصر کو پیش کر دینا ۔ اُسے بیش قیمت خلعت ، مرصع جیغہ ، میناکار طلائی ساز کی ڈھال تلوار ، طلائی ساز کا ابلق گھوڑا اور تیس ہزار روپے مرحمت کر کے واپسی کی اجازت دی ۔ سوغات کی مجموعی قیمت ڈھائی لاکھ روپے تھی ۔ ذوالفقار آقا کو حاضری کی تاریخ سے آج تک پونے تین لاکھ روپے عنایت ہوئے ۔ ایک لاکھ* پچاسی ہزار روپے حضرت کی سرکار سے اور نوے ہزار روپے شاہزادوں اور امرائے نامدار کی جانب سے ملے ۔ محمد بدیع ولد خسرو کو دو ہزاری ذات دو سو سوار ، غیرت خاں کو چار ہزاری ذات دو ہزار سوار اور خواجہ عنایت اللہ کو ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر ترقی دی گئی ۔

۲۶ شوال (۹ ستمبر ۱۶۵۴ء) کو شیخ عبدالحمید بادشاہ نامہ نویس

۱۔ کتاب میں نامے کی نقل نہیں ہے ۔

کا انتقال ہو گیا ۔ عادل خاں والی بیجاپور نے طلائی ساز کا گھوڑا اور ایک ہاتھی جو متناسب الاعضا ہونے کے علاوہ نہایت حلیم بھی تھا ، حضرت کو بطور ہدیہ بھیجے تھے ۔ ہاتھی ساٹھ ہزار روپے کا ٹھہرا ۔ فیلخانۂ خاصہ میں داخل ہوا ۔ آپ نے فرمان خوشنودی ، خلعت خاصہ ، تیس ہزار روپے قیمت کی مرصع پیٹی صفدر خاں کے پوتے خواجہ خاں کے بدست عادل خاں کو روانہ فرمائی ۔ اطلاع ملی تھی کہ مکہ معظمہ کے باشندے قحط اور سہنگائی کے سبب نہایت بدحال ہو رہے ہیں ۔ حضرت نے ایک غالیچہ جس پر مسجد نبوی کا نقشہ اور محرابیں بنی ہوئی تھیں اور ملتان کے کارخانے میں تیار ہوا تھا ، نیز ایک لاکھ روپے کا سامان جو عرب میں دو لاکھ کو فروخت ہو ، خواجہ ضابط کے بدست روانہ فرمایا ۔ حکم ہوا کہ اس رقم میں سے ایک تہائی شریف مکہ کو ، ایک تہائی وہاں کے عالموں ، فاضلوں اور عابدوں کو اور ایک تہائی مدینہ منورہ کے باشندوں کو پہنچا دے ۔ احدیوں کی بخشی گری قاضی عارف کشمیری کو تفویض ہوئی ۔ مہابت خاں اپنی جاگیر گوالیار کی طرف رخصت ہوا ۔

حضرت کی اجمیر شریف کو روانگی

عرفان و حقیقت سے بہرہ مند ہونے کے سبب حضرت کو درویشوں اور بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضر ہونے کا بہت شوق ہے ؛ بالخصوص زبدۃالعارفین ، قدوۃ السالکین ، مرشد راہ حقیقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں ۔ اب ایک مدت سے اُن کے روضۂ مطہرہ کی زیارت نہیں کی تھی ، اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے آپ نے دارالخلافہ دہلی اور قلعہ کا انتظام فاضل خاں کے سپرد کیا ۔ ڈھائی ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر ترقی دے کر ۲۲ ذی الحجہ (۳ نومبر ۱۶۵۴ء) کو اجمیر شریف کی جانب روانہ ہوئے ۔ ۲۵ ذی الحجہ (۶ نومبر ۱۶۵۴ء) کو اجمیر کے شاہی نشیمن میں جو اناساگر کے بند پر واقع ہے ، رونق افروز ہوئے ۔ شام کے وقت خواجہ غریب نواز کے آستانے پر حاضری

دی ۔ باپ دادا کے دستور کے مطابق روضۂ منورہ کے دروازے پر سواری سے اتر کر پیدل چلے اور سلام کر کے فاتحہ پڑھی ۔ دین دنیا کی برکتیں حاصل کرنے کے بعد خدام اور مجاوروں کو عطیے دیے ۔ ۸ نومبر کو دوبارہ فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے ۔ ۹ محرم ۱۰۶۵ھ (۱۹ نومبر ۱۶۵۴ء) کو پھر زیارت کے واسطے گئے ۔ اپنی تعمیر کردہ سنگ مرمر والی مسجد میں نماز عصر ادا کی اور دولتخانے میں واپس آ گئے ۔ اس روز حکم والا کے بموجب حضرت کی شکار کردہ نیل گایوں کا ۱۲۰ من گوشت گھی اور مصالحے ڈال کر بڑی دیگ میں ، جو روضے کے لیے وقف ہے ، پکایا اور لٹوا دیا گیا ۔

بتاریخ ۱۴ محرم ۱۰۶۵ھ (۲۴ نومبر ۱۶۵۴ء) بدھ کے دن اعلی حضرت کی سواری دارالخلافے کی طرف واپس روانہ ہوئی ۔ اجمیر سے دو کوس کے فاصلے پر شاہی دولتخانہ ترتیب دیا گیا تھا ، وہاں اُترے ۔ اجمیر آتے وقت آپ کو خبر ملی تھی کہ اکبر اور جہانگیر بادشاہ کے وقتوں سے یہ حکم تھا کہ چتوڑ کے قلعے کی مرمت نہ کی جائے لیکن ان دنوں راجا جگت سنگھ نے حکم شاہی کو نظر انداز کر کے دستور قدیم کے خلاف عمل کیا ہے ۔ حضرت نے ابدال بیگ کو ہدایت کی کہ خود دیکھ کر آؤ اور ماہدولت سے عرض کرو ۔ ابدال بیگ نے وہاں سے آ کر عرض کیا کہ قلعے کا مغربی دروازہ جو نشیب سے اوپر تک سات حصوں پر مشتمل تھا اور جس کے بعض حصے بالکل گر چکے تھے ، جگت سنگھ نے انھیں از سر نو مستحکم تعمیر کیا ہے اور ٹوٹے پھوٹے حصوں کی مرمت بھی کی ہے ۔ قلعے کے جن حصوں سے آمد و رفت آسان تھی اُن میں پہاڑ کی پستی و بلندی کا لحاظ رکھ کر کہیں آٹھ گز اور کہیں سولہ گز اونچی دیواریں کھنچوا دی ہیں جن کا آثار ساڑھے تین گز ہے ۔ ۶۵ گز قطر کا تیس گز اونچا نہایت مضبوط بُرج بھی تعمیر کیا ہے ۔ یہ سن کر حضرت نے علامی سعداللہ خاں کو حکم دیا کہ تیس ہزار بہادر سوار لے کر جاؤ اور قلعے کو مسمار کر دو ۔ اگر جگت سنگھ ہوش میں نہ آئے یعنی اطاعت کا اظہار نہ کرے تو اُس کے علاقے کو لوٹ لو اور اُسے تباہ کر دو ۔

بتاریخ یکم ذی الحجہ (۱۳ اکتوبر ۱۶۵۴ء) ازبک خاں کی جگہ

خواجہ برخوردار کو اوسہ کی قلعداری پر مامور کیا ۔ دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ شاہزادہ شجاع کی طرف سے میر جمال الدین حسین انجو کا پوتا میر صمصام الدولہ اڑیسہ کی صوبے داری پر مامور ہوا ۔ ڈیڑھ ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب دیا گیا ۔ چتوڑ پر سعداللہ خاں کے مامور ہونے سے رانا بہت گھبرایا ۔ عجز و انکسار کے ساتھ اپنے وکیلوں کی معرفت بڑے رقت آمیز پیغام بھیجے ۔ شاہزادہ داراشکوہ کو اپنا سفارشی بنا کر اظہار اطاعت کیا ۔ حکم والا صادر ہوا کہ اگر رانا اپنے راج کمار کو بارگاہ شاہی میں بھیج دے اور دستور سابقہ کے مطابق اپنے کسی عزیز کے ہمرکاب ایک ہزار سوار دکن میں ہر وقت حاضر رکھے تو اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی ورنہ فوج شاہی اُس کے علاقے میں تاخت و تاراج کرکے تمام راجپوتوں کے گھروں کو برباد کر دے گی ۔ رانا نے جواب بھیجا کہ چتوڑ ہی نہیں ، تمام سرزمین بادشاہ سلامت کے زیر نگیں ہے ، غلام کی تسلی اور سرفرازی کے لیے سرکار والا کے دیوان شیخ عبدالکریم کو روانہ کر دیا جائے ، راج کمار کو اُس کے ہمرکاب بھیج دوں گا ۔ دستور سابق کے مطابق ہزار سوار بھی دکن میں تعینات کر دیے جائیں گے ۔

اس عرضداشت پر ظل سبحانی نے سعداللہ خاں کے نام فرمان جاری کیا کہ رانا اپنی غلطیوں پر پشیماں ہے ۔ بندگی اور عجز و انکسار کا اظہار کر رہا ہے ۔ آدمی بھیج کر امان مانگی ہے اور عہدنامے کے لیے التماس کی ہے ۔ مابدولت نے بھی اُس کی خطاؤں سے درگزر کرکے یہ التجا منظور کر لی ہے ، مناسب ہے کہ وہ فدوی بھی اُس پر ہاتھ نہ اُٹھائے ، صرف قلعے کو ڈھا کر دربار والا میں واپس آ جائے ۔ سعداللہ خاں نے فرمان کی تعمیل میں بتاریخ ۲۵ ذی الحجہ (۶ نومبر ۱۶۵۴ء) چتوڑ پہنچ کر قلعے کی فصیلیں وغیرہ گرا دیں ۔ دو ہفتے میں برج وغیرہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر درگاہ شاہی کو واپس ہوا ۔ رانا کے حسب التماس شاہزادہ داراشکوہ کا دیوان بیوتات ، چندر بھان منشی اور شیخ عبدالکریم دربار والا سے روانہ کیے گئے تھے ، رانا نے اُن کے ہمراہ اپنے بڑے بیٹے کو جو چھ سال کا تھا ، معتمد

ملازموں اور رشتے داروں کے ساتھ بارگاہ والا میں بھیج دیا ۔ عجز و انکسار سے لبریز عرضداشت بھی ارسال کی ۔

حاجی احمد سعید کو قیصر روم کے ایلچی ذوالفقار آقا کے ہمراہ بطور سفیر استبول بھیجا گیا تھا ۔ چونکہ راستے میں مملکت ایران کے شہروں سے گزرنا پڑتا لہٰذا احمد سعید ذوالفقار آقا سے جدا ہو کر مصر کے راستے مدینہ منورہ پہنچا ۔ مدینے سے مکہ معظمہ کی زیارت کے لیے بڑھا ۔ وہاں سے مخا کی راہ لی ۔ مخا سے سورت بندرگاہ میں آ اترا اور دربار والا میں حاضر ہوا ۔ راجا جے سنگھ جو سعداللہ خان کے ساتھ چتوڑ کی مہم پر تعینات ہوا تھا اور بادشاہی سواری کی واپسی تک اپنے وطن میں ٹھہرا ہوا تھا ، حاضر بارگاہ ہوا ۔ پانچ ہاتھی اور پانچ گھوڑے بطور پیشکش نظر عالی سے گزارے ۔ طلائی ساز کا عراقی گھوڑا اور خلعت پا کر سرفرازی حاصل کی اور رکاب والا میں شامل ہو گیا ۔

۱۰ نومبر ۱۶۵۴ء کو امیرالامرا علی مردان خان اپنے بیٹوں سمیت کشمیر سے آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ سری نگر (گڑھوال) کا راجا اب تک آستان بوسی کے لیے حاضر نہیں ہوا تھا ۔ پہاڑوں اور کُڈھب وادیوں کے بھروسے خود مختاری اور سرکشی کا سودا سر میں سمایا ہوا تھا ۔ حضرت نے خلیل اللہ خان کو آٹھ ہزار سوار دے کر مامور کیا کہ اچھی طرح گوشمالی کر کے اس کی اصلاح کرے ۔ ۲۱ محرم ۱۰۶۵ھ (یکم دسمبر ۱۶۵۴ء) کو موضع مالپور میں خیمے تھے کہ عبدالکریم رانا کے راج کمار کو ہمرکاب لیے حاضر خدمت ہوا ۔ اس کمسن لڑکے نے آستان بوسی کی سعادت حاصل کی ۔ بادشاہ بندہ نواز نے خلعت ، مرصع سرپیچ ، موتیوں سے مرصع طرہ اور مرصع اُربسی اُسے عنایت فرما کر تخت خلافت کے پاس بلایا ۔ رانا نے اب تک اُس کا نام نہیں رکھا تھا ؛ اعلیٰ حضرت نے کمال بندہ نوازی کر کے اُسے سبھاگ سنگھ کے نام سے موسوم فرمایا ۔ رانا کے معتمد نوکر رام چند کو خلعت اور نقرئی زین والا گھوڑا عطا کیا ۔ سات نوکروں کو خلعت بخشے ۔

۲ دسمبر ۱۶۵۴ء کو سعداللہ خان لشکر سمیت چتوڑ سے واپس آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ بتاریخ ۶ دسمبر ۱۶۵۴ء حضرت نے رانا کے فرزند سبھاگ سنگھ

کو خلعت ، طلائی زین والا عربی گھوڑا اور ایک ہاتھی مرحمت فرما کر وطن واپس جانے کی اجازت دی ۔ رانا جگت سنگھ کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہزار سواروں کے ہمراہ دکن روانہ کر دو ۔ سکٹ سنگھ کے بدست رانا کے لیے خلعت خاصہ اور مرصع بازو بند ارسال کیے ۔

یکم صفر (۱۱ دسمبر ۱۶۵۴ء) کو پنڈؤن کے مقام پر ڈیرے تھے کہ شاہزادہ اورنگ زیب کا بڑا فرزند سلطان محمد گھاٹی چاندہ کے راستے دکن سے آ کر بارگاہ والا کے نواح میں پہنچا ۔ حضرت کے حسب الحکم جعفر خان اور اعتقاد خاں استقبال کے لیے گئے اور اُس نونہال بوستان خلافت کو بارگاہ والا میں لائے ۔ اُس والا گہرنے تسلیم و کورنش کے بعد پدر عالی جاہ کی پیشکش نظر عالی سے گزاری - چند مرصع آلات ، نقرئی ساز والے تین ہاتھوں پر اور دو ہتھنیوں پر مشتمل تھی ۔ تین لاکھ روپے کی آنکی گئی ۔ سلطان محمد نے اپنی طرف سے بھی نقرئی سار کا ہاتھی پیش کیا ۔ حضرت نے طلائی ساز والا گھوڑا اور خلعت مرحمت فرمائے ۔ اُن کا روزینہ دو گنا کرکے دو سو روپے مقرر کر دیا ۔ سلطان محمد کے ہمراہ شائستہ خاں بھی حاضر ہوا تھا ، خلعت سے سرفراز ہوا ۔ ۱۷ دسمبر کو شکارگاہ باری کے نشیمن میں حضرت نے قیام کیا ۔ ۲۰ دسمبر کو روپ باس کے راستے دارالخلافے کی طرف روانہ ہوئے ۔

اسد اللہ فوجدار ایلچ پور کے انتقال پر خانخاناں کا پوتا میرزا خاں اس عہدے پر مامور ہوا ۔ تین ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر ترقی پائی ۔ سجان سنگھ بندیلہ اپنے باپ راجا بہار سنگھ کے فوت ہونے پر خلعت ، اسپ اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ دو ہزاری ذات دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب سے مزید اعزاز ملا ۔ حضرت نے روپ باس میں سیر و شکار سے جی بہلا کر ۱۴ صفر (۲۴ دسمبر ۱۶۵۴ء) کو فتحپور سیکری کے نواح میں منزل کی ۔ یہاں زبدۃ العارفین حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی ۔ ۲۶ دسمبر کو باغ نور منزل میں رونق افروز ہوئے ۔ اگلے دن قلعہ اکبر آباد کے نشیمن میں دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے تشریف لائے ۔ حضرت کے حسب الحکم سنگ مرمر کی نہایت خوشنما مسجد یہاں تعمیر کی گئی تھی جسے شاہزادہ داراشکوہ نے اب تک نہیں

دیکھا تھا ، انھیں اور علی مردان خاں کو ہمرکاب لیے پہلے وہاں تشریف لے گئے پھر شاہ برج کی سیڑھیوں سے اُتر کر جمنا کے گھاٹ پر آئے اور کشتی سوار نواب ممتاز محل کے روضۂ انور کی طرف روانہ ہوئے ۔ فاتحہ پڑھ کر شاہزادہ دارا شکوہ کی حویلی میں، قدم رنجہ فرمایا ۔ دوپہر کا خاصہ وہیں تناول کیا ۔ شام کے وقت وہاں سے رخصت ہو کر موضع بہادر پور میں خیمہ زن ہوئے ۔

بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱٦۵۴ء سامی گھاٹ سے شاہزادہ اورنگزیب بہادر کے فرزند ارجمند سلطان محمد کو خلعتِ خاصہ اور پچاس ہزار روپے مرحمت کرکے برہان پور کی طرف رخصت فرمایا ۔ سلطان محمد کے بدست شاہزادۂ والا جاہ کے واسطے خلعتِ خاصہ ارسال کیا ۔ ایک لاکھ روپے کا فرمان جاری کیا کہ برہان پور کے خزانے سے لے لیں ۔ اصفہان کے محلۂ گلنار کا ایک سید ، خلیفہ سلطان ، جو حسب نسب کے اعتبار سے نہایت معزز ہے اور شاہ عباس تاجدارِ ایران نے اُسے اپنا داماد بنا کر وزارت کا عہدہ بخشا ہے ، اُس کا بھانجا میر جعفر بارگاہِ آسمان جاہ میں حاضر ہوا ۔ اعلیٰ حضرت نے اُسے خلعت اور دس ہزار روپے مرحمت فرما کر ڈیڑھ ہزاری ذات اور سوار کا منصب عطا کیا ۔ پھر خواجہ خضر کے پڑاؤ سے کشتی میں سوار ہو کر دارالخلافہ دہلی کے دولت خانے میں رونق افروز ہوئے ۔ اس سفر میں آپ نے اٹھارہ شیر ، ستر نیل گائے ، ڈیڑھ سو ہرن ، ساٹھ کلنگ اور بہت سے پرندے شکار کیے ۔

جشن تلا دان شمسی ۱۰٦۵ھ

بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۱۰٦۵ھ ۱۸ جنوری ۱٦۵۵ء منگل کے دن اعلیٰ حضرت کی عمر مبارک کے چونسٹھویں شمسی سال کا جشنِ تلادان کمال زیب و زینت سے منعقد ہوا ۔ لوگوں کے دل مسرور ہوئے ، امیدواروں کی آرزوئیں پوری ہوئیں ، رنج و ملال کا غبار دلوں سے دور ہو گیا ۔ حضرت کا وجودِ مبارک اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے جس کے عدل و احسان سے

تمام عالم میں امن و امان ہے - ہر شخص اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھ کر پروردگارِ عالم کی اس خاص عنایت کا ذکر اور حضرت کے عہدِ مبارک میں زندگی بسر کرنے کا شکر کرتا رہتا ہے - یہ دولت جو قیامت تک اہل جہاں کو فیض پہنچاتی رہے گی ، اُس کا شکرانہ ہر شخص کی زبان پر ہے - چھوٹے بڑے سب رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ الٰہی اس بادشاہ کی ، جو تیرے جمال و جلال کا نمونہ ہے ، عمر دراز ہو ! (اشعار کا ترجمہ)

پروردگار جب تک دنیا آباد ہے ، یہ شہنشاہ تختِ سلطنت پر قائم رہے - عدل و احسان کی طرح قیامت تک اس کا وجود باقی رہے - اس کی عمر کے دفتر میں اتنے ہندسے لکھے جائیں کہ ابد تک پہنچ جائیں -

اس تاریخ پر اعلیٰ حضرت نے شاہزادہ داراشکوہ کو ایک لاکھ روپے کے مرصع آلات اور جواہرات مرحمت فرمائے - نچھاور کے چالیس ہزار روپے محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کر دیے - نواب جہاں آرا بیگم صاحب نے جو پیشکش گزرانی اُس میں مروارید کا ایک دانہ بھی تھا جو وزن میں تین ماشے سات رتی اور قیمت میں چالیس ہزار روپے کا تھا ، حضرت نے اُسے اپنی تسبیح میں ڈلوالیا - شائستہ خاں نے دو لاکھ روپے کی پیشکش حاضر کی جو جواہرات ، مرصع آلات اور دو ہاتھیوں پر مشتمل تھی - بندرگاہ سورت کا ایک بڑا سا موتی بھی تھا کہ وزن میں پونے چھ ماشے اور قیمت میں چالیس ہزار کا تھا ، حضرت نے اُسے پسند فرما کر اپنے سر پیچ میں کہ بے انتہا قیمتی ہے ، شامل کروا لیا - جعفر خاں پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار ، نامدار خاں دو ہزاری ذات چھ سو سوار ، ملا شفیعا دو ہزاری ذات چار سو سوار ، اسفندیار ولد ہمت خاں کوکہ ہزاری ذات و سوار اور روح اللہ ولد یوسف خاں نے ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر ترقی پائی -

اس جشن کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت کی عمر مبارک کے ۶۵ ویں قمری سال کا جشنِ ولادت دھوم دھام سے منایا گیا - شاہ محل کے بام و در اور دولت خانے کے در و دیوار خوب آراستہ کیے گئے - شاہانہ کرّوفر کے ساتھ جشن کی محفل یوں آراستہ ہوئی کہ قصر شاہی پر باغِ بہشت کا گمان

ہونے لگا ۔ وجودِ مبارک جواہرات اور سونے چاندی میں تولا گیا جو مستحق غریبوں محتاجوں میں تقسیم کر دیے گئے ۔ فقیر فقرا مدتوں تک کے لیے غنی ہو گئے ۔ اس تقریب پر جہان ساری دنیا کے عیش و طرب کا سامان فراہم ہو گیا تھا ، برگزیدۂ رب العزت ، شہنشاہ ہفت اقلیم ، صاحب قران ثانی نے پہلے شاہزادہ داراشکوہ کو خلعتِ خاصہ کے علاوہ زرنگار اطلس کی نادری بھی مرحمت کی جس کے کل بوٹوں میں قیمتی ہیرے بڑی خوشنمائی و زیبائی سے ٹانکے گئے تھے ۔ گریبان کے حلقے ، آستینوں اور دامن پر گوہر شاہوار ٹنکے ہوئے تھے ۔ ڈھائی لاکھ روپے کی تھی ۔ ایک لاکھ ستر ہزار روپے کا سربند عطا کیا جس میں ایک قطعہ لعلِ بدخشانی اور دو موتی جگمگا رہے تھے ۔ چار لاکھ بیس ہزار روپے کے ان عطیات کے علاوہ تین لاکھ روپے اور شاہِ بلند اقبال ، کا خطاب عنایت کیا ۔ یہ وہی خطاب ہے جو خاندانِ مغلیہ میں صرف جہانگیر بادشاہ نے حضرت کی شاہزادگی کے زمانے میں آپ کو عطا کیا تھا ۔ غرض لطفِ بے پایاں سے شاہزادے کو ظاہری اور معنوی اعزازات سے بہرہ مند فرمایا ۔ انتہائی شفقت و الفت کے سبب طلائی کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی جو اُس والا جاہ کے واسطے تختِ شاہی سے ملا کر رکھی گئی تھی ۔ کسی اقبال مند شاہزادے کے واسطے اعزاز و افتخار کا سب سے اونچا درجہ یہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے انھیں عنایت فرمایا ۔ شفقت و عطوفت کے جوش میں اپنی زبانِ مبارک سے انھیں اس رتبۂ ارجمند پر پہنچنے کی مبارکباد دی ۔ فرمان جاری ہوا کہ امرائے نامدار اُس والا شان شاہزادے کے مسکن پر جا کر تسلیم و کورنش کے بعد مبارک باد دیں ۔

بعد ازاں سلطان سلیمان شکوہ کو دو ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی دے کر بارہ ہزاری ذات سات ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ شائستہ خاں کو خلعتِ خاصہ ، طلائی زین والا گھوڑا دے کر مالوے کی صوبے داری پر سرفراز کیا ۔ قاسم خاں میر آتش کو چار ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار ، لشکر خاں کو تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار ، میرزا سلطان کو تین ہزاری ذات ہزار سوار ، فاضل خاں کو تین ہزاری ذات چھ سو سوار ، صلابت خاں کو

نقارہ اور دو ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ تربیت خاں دو ہزاری ذات ہزار سوار کے اور سید نجابت اور ناظر خاں کو ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ اور بھی بہت سے امرا نے ترقیاں پائیں ۔ امیرالامرا کو خلعتِ خاصہ اور طلائی زین والے دو عراقی گھوڑے عنایت کرکے کشمیر کی طرف رخصت کیا ۔ نورالحسن کوچ کی نھانے داری پر سرفراز ہوا ۔ شہزادہ داراشکوہ کا دیوان شیخ عبدالکریم ضعیفی کے سبب کارِ منصبی کے لائق نہ رہا تھا ، اُس کی جگہ محمد صالح دیوانِ بیوتات کو اس عہدے پر مامور کیا ۔ طلائی قلمدان ، خلعت اور ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب دے کر معتمد خاں کے خطاب سے سر بلندی بخشی ۔ محمد صالح کی جگہ میر جعفر استرآبادی کو ترقی دے کر دیوانِ بیوتات کے عہدے پر مقرر فرمایا ۔ شیخ عبدالکریم کو تھانیسر کے خزانے سے پانچ لاکھ روپے عطا کیے ۔

بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی (۳ مارچ ۱۶۵۵ء) جہاں پناہ نے شاہزادہ داراشکوہ کی حویلی میں قدم رنجہ فرمایا ۔ اُس والا جاہ نے اس عنایت اور شاہی کا خطاب پانے نیز دیگر عنایات کے شکرانے میں پیشکش حاضر کی جو قیمتی جواہرات ، مرصع آلات ، قیمتی پارچات اور مینا کار طلائی ساز والے بارہ عربی اور عراقی گھوڑوں پر مشتمل تھی اور دو لاکھ روپے قیمت کی تھی ۔ شاہزادے نے حضرت کے ارشاد کے مطابق مہاراجہ جسونت سنگھ ، جعفر خاں ، مہابت خاں ، اللہ ویردی خاں اور تقرب خاں کو خلعت مع چارقب عطا فرمائے ۔ فاضل خاں خانساماں ، لشکر خاں بخشیِ دوم اور سید ہدایت اللہ صدر کو خلعت مع فرجی عنایت کیے ۔ پچاس دوسرے امرا کو اُن کے رتبے کے موافق فقط خلعت دیے ۔ اسی محفل میں سروہی کا زمیندار راؤ اکھی راج حاضر ہوا جو بارگاہِ والا کی آستان بوسی کی نیت سے آیا تھا ۔ ایک ہاتھی اور چند چیزیں بطورِ پیشکش نظرِ عالی سے گزاریں ۔ آپ نے اُسے خلعت ، مرصع سرپیچ اور نقرئی زین والا گھوڑا عنایت فرمائے ۔ خاصہ تناول کرنے کے بعد شام کے وقت حضرت اپنے دولت کدے میں واپس آئے ۔

دو سال آٹھ ماہ سے اللہ ویردی خاں کو دربار میں حاضر ہونے کی ممانعت تھی ۔ اس کا ایک نوکر غلام رضا شاہِ ایران کی خدمت میں بالا بالا گیا تھا لہٰذا خان موصوف کا منصب ضبط کر لیا گیا ۔ ان دنوں غلام رضا کے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے خانِ مذکور کی طرف سے ایک جعلی خط اور کچھ تحفے ایران کے ملر آقاسی کو پیش کرکے شاہ ایران سے فرمان حاصل کر لیا تھا ۔ غرض شہزادہ داراشکوہ کی التماس پر اللہ ویردی خاں کو دوبارہ پانچ ہزاری ذات چار ہزار سوار کا منصب ملا ۔ خلعت ، طلائی ساز کا عراقی گھوڑا اور ہاتھی بھی عنایت ہوا ۔ مکرمت خاں کی جگہ سرکار جونپور کی حکومت پر سرفراز ہو کر اُدھر رخصت ہوا ۔ اگرچہ دو سال آٹھ ماہ تک اس کا دربار بند رہا اور یہ وقت اُس نے گوشہ نشینی میں گزارا لیکن حضرت کی بندہ پروری سے ستر لاکھ دام سالانہ وظیفہ ملتا رہا ۔ تلادان کے جشنوں میں بھی ایک ایک ہزار اشرفیاں اُسے ملتی رہیں ۔ چنانچہ اس عرصے میں پانچ ہزار اشرفیاں پائیں ۔

غیرت خاں کو پانچ سو سواروں کے اضافے سے چار ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کا اور ذوالفقار خاں کو پانچ سو ذات کے اضافے سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عطا ہوا ۔ سید قلی ولد سید جلال بخاری کو پانچ سو ذات سو سوار کے اضافے سے ڈھائی ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر سرفراز کر کے خلعتِ خاصہ اور رضوی خاں خطاب عطا فرمایا ۔ دوست کام کی جگہ احمد آباد گجرات کی بخشی گری ، واقعہ نویسی اور امینی کی خدمات اُسے تفویض کیں ۔ سیّد علی اب تک داروغہ کتاب خانہ تھا ، اُس کا عہدہ اعتماد خاں کے سپرد کیا ۔ اسد خاں صوبوں کے واقعات عرض کرنے پر مامور ہوا ۔ دوست کام کو بادشاہزادہ مُراد بخش کا دیوان مقرّر کیا ۔ دامنِ کوہ یعنی چکلہ سیالکوٹ کی فوجداری جس پر اب تک گنگا دھر ولد راجا ٹوڈر مل مامور تھا ، صوبہ پنجاب کے دیوان رائے سبھا چند کو تفویض کی ۔ بتاریخ ۲۳ [جمادی الاول] ۳۱ مارچ ۱۶۵۵ء قاسم خاں کو حکم ملا کہ لاہور پہنچے اور چاروں بڑی توپیں جو چار چار گز

چودہ طسو لمبائی کی لاہور کے کارخانے میں ڈھالی گئی تھیں کابل کو روانہ کردے - یہ توپیں ایک من شاہجہانی کا گولا کھاتی تھیں - اس سال والاگہر شاہزادوں اور امرائے نامدار کی جو پیشکشیں حضرت نے قبول فرمائیں اُن کی مالیت تقریباً پندرہ لاکھ روپے تھی -

سن ۲۹ جلوس

الٰہی مبارک ایّام میں بتاریخ ۲۰ فروردیں یکم جمادی الثانی ۱۰۶۵ھ مطابق ۸ اپریل ۱۶۵۵ء جمعے کے دن حضرت ظلِ سبحانی کا اُنتیسواں سالِ جلوس شروع ہوا - اہلِ عالم کو شادمانی حاصل ہوئی -[1] شاہزادہ دارا شکوہ کے دلادان کی تاریخ بھی آ پہنچی تھی لہٰذا آپ نے اس والا جاہ کو خلعتِ خاصہ ، مرصع تلوار ، مرصع آلات کہ ایک لاکھ روپے قیمت کے تھے ، عنایت فرمائے - فیل خانۂ شاہی کا بہترین ہاتھی 'بدھکر طلائی ساز سمیت اور ایک ہتھنی مزید عطا ہوئے - حیات خاں کو نقّارہ اور نامدار خاں کو علم عنایت ہوا -

اطلاع آئی تھی کہ اُڑیسہ کا صوبے دار صمصام الدولہ فوت ہوا ، حضرت نے شاہزادہ محمد شجاع کے حسبِ التماس اُن کے ایک ملازم رشید خاں ولد افتخار خاں کو وہاں کی صوبے داری پر مامور فرمایا - جعفر خاں کے چھوٹے بھائی بہرام کو پانسو ذات سو سوار کے اضافے سے ڈیڑھ ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا - بتاریخ ۲۵ اپریل ۱۶۵۵ء

۱- حیدرآباد والے نسخے میں یہ تمہید یوں درج ہے : اس خجستہ آغاز فرخندہ انجام زمانے میں کہ شاہ سلیمان جاہ کی برکت سے دنیا باغِ بہشت سے زیادہ دلفریب بنی ہوئی ہے ، راحت و اطمینان کے سبب لوگوں کے دل شاد اور ہونٹ خندہ ریز ہیں ، حضرت کی تخت نشینی کا اُنتیسواں سال بتاریخ یکم جمادی الثانی ۱۰۶۵ھ بروز جمعہ شروع ہوا - خدیو زمانہ کے ابرِ کرم سے دنیا شاداب ہو گئی ، اہلِ عالم کی مرادیں برآئیں -

بیرم دیو سیسودیہ کو جس کی بیٹی مہاراجا جسونت سنگھ سے نامزد ہوئی تھی ، دس ہزار روپے عنایت فرمائے ۔ ریاست جمبا کے حاکم پرتھی چند کو مرصع ساز والا جمدھر اور ایک گھوڑا دے کر وطن واپس جانے کی اجازت دی ۔ ۳ رجب (۹ مئی ١٦٥٥ء) مہاراجا جسونت سنگھ کو حکم ملا کہ متھرا پہنچو اور بیرم دیو کی بیٹی سے شادی کر کے جودھپور کو روانہ ہو جاؤ ۔ ۱۰ مئی کو سروہی کا حاکم اکھی راج خلعت اور ہاتھی پا کر وطن کی طرف رخصت ہوا ۔ بہادر خاں نے کابل کا لشکر ہمرکاب لے کر بنوں اور نغر کے علاقے میں پٹھانوں کی خوب گوشمالی کی تھی ، ایک لاکھ روپے بطور پیشکش خزانۂ شاہی میں داخل کرنے کا حکم دیا تھا ۔ احمد خاں ولد محمد خاں نیازی جاگیردار بنگش بالا و پائیں کے ذمے یہ خدمت لگائی تھی کہ پٹھانوں سے پیشکش کی رقم وصول کرے ۔ چونکہ کابل کا صوبہ شاہزادہ دارا شکوہ کی جاگیر میں تھا لہٰذا یہ رقم انھی کو عنایت ہوئی ۔

بھگوان داس خانِ اعظم کا دیوان تھا ، جب خان اعظم فوت ہو گیا تو بھگوان داس کو بادشاہی ملازموں کے زمرے میں داخل کر لیا گیا ۔ بتاریخ ۲۹ رجب (۴ جون ١٦٥٥ء) اسے منصب کی ترقی دے کر صوبۂ مالوہ کا دیوان مقرر فرمایا ۔ سالِ گزشتہ کے واقعات میں بیان ہو چکا ہے کہ بادشاہ سلامت نے خلیل اللہ خاں کو سری نگر (گڑھوال) کے حاکم کی گوشمالی اور دون کی گڑھی فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا ۔ خانِ موصوف ۲٦ صفر ۱۰٦۵ھ (۵ جنوری ١٦٥٥ء) کو اپنی فوج ہمرکاب لیے روانہ ہوا ۔ راستے میں ریاست سرمور کا زمیندار خوش طالعی کی تحریک سے اس فوج میں شامل ہو گیا ۔ حضرت نے یہ سن کر اس کے لیے خلعت کے علاوہ فرمانِ عنایت بھی بھیجا جس میں اس کا خطاب راجا سبھاگ پرکاش درج تھا ۔ سرمور کا پہاڑ آگرے سے شمال کی طرف ہے ۔ اس ریاست کا طول و عرض تیس کوس پچیس کوس ہے ۔ یہاں شاہی سرکار کے واسطے برف خانے موجود ہیں جن کی برف مارچ سے اکتوبر تک دارالخلافے میں آتی رہتی ہے ۔ یخ چال سے موضع دھمراس تک کہ سولہ کوس کے فاصلے پر دریائے جمنا کے

کنارے واقع ہے ، مزدور دشوار گزار راستے طے کر کے برف کو کمر پر لاد کر لاتے ہیں ۔ دھمراس سے برف کو صندوقوں میں بند کر کے پرگنہ خضر آباد کے موضع دریاپور تک کہ مزید سولہ کوس کا راستہ ہے ، دریائے جمنا کے راستے لایا جاتا ہے ۔ یہاں سے تین روز میں دارالخلافے تک کشتیوں میں پہنچاتے ہیں ۔

المختصر خلیل اللہ خان سرمور کے راجا اور دہرہ دون کے نواحی زمینداروں کو ہمرکاب لیے بتاریخ ۴ ربیع الثانی (۲۱ فروری ۱۶۵۵ء) کیلا گڑھ کے نزدیک پہنچا ۔ دہرہ دون کی وادی بیس کوس لمبی پانچ کوس چوڑی ہے ۔ لمبائی میں ایک سرا دریائے جمنا سے اور دوسرا گنگا سے ملا ہوا ہے ۔ جا بجا دیہات آباد ہیں ۔ خان مذکور نے کیلا گڑھ[1] میں ۱۳۰ گز لمبا ۱۲۰ گز چوڑا مٹی کا قلعہ بنایا ۔ ہفتے بھر میں اُسے مکمل کر کے شیر خواجہ کو دو سو پیادے بندوقچی دے کر وہاں کی تھانے داری پر مامور کیا ۔ یکم مارچ ۱۶۵۵ء کو یہاں سے روانہ ہو کر بتاریخ ۶ مارچ ۱۶۵۵ء بہادر پور میں پہنچا کہ دہرہ دون کا محال ہے اور دریائے گنگا و جمنا کے درمیان واقع ہے ۔ اس علاقے کی رعایا اطاعت کرنے کے بجائے جنگلوں پہاڑوں میں جا چھپی ۔ خلیل اللہ خاں نے چاروں طرف فوج بھیج کر اُن کی خوب گوشمالی کی ۔ یہاں بھی ۲۲۰ گز لمبی ۱۵۰ گز چوڑی گڑھی بنا کر بہار نوحانی کو تھانے دار مقرر کیا ۔ پانچ سو پیادے بندوقچی اُسے دیے ۔ ۹ جمادی الاول (۱۷ مارچ ۱۶۵۵ء) کو یہاں سے چل کر ۲۰ مارچ کو قصبہ بسنت پور کے نزدیک پہنچا جو دہرہ دون کے نواح میں پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے ۔ ندی نالے بکثرت ہیں ۔ یہاں بھی ۱۳۰ گز لمبی ۱۲۰ گز چوڑی گڑھی تعمیر کروا کر سید بلوچ کو ڈھائی سو پیادے بندوقچی دے کر مامور کیا ۔ ۳۰ مارچ ۱۶۵۵ء کو سہج پور میں منزل کی ۔ یہاں چشموں ، ندی نالوں اور سبزہ و گل کی افراط ہے ۔ ایک ٹیلے پر جس کا گھیر ہزار گز اور

۱۔ اب اس جگہ کا نام کولا گڑھ ہے ۔ دہرہ دون سے چکروتہ والی سڑک کے پانچویں میل پر ایک معمولی گاؤں ہے ۔

بلندی پندرہ گز ہے ، قلعہ تعمیر کر کے محمد حسین تیراہی کو تھانے دار تعینات کیا ۔ ڈھائی سو بندوقچی اس کے پاس چھوڑے ۔ سہج پور میں اس جگہ پہلے بھی قلعہ تھا جس کے کھنڈر کچھ کچھ باقی تھے ۔

آگے بڑھ کر خلیل اللہ خاں نے دریائے گنگا کو عبور کیا ۔ یہاں سے پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے ۔ تھوڑی سی فوج نے چند توپیں لے کر چاندی (چنڈی) کے تھانے پر حملہ کیا جو سری نگر گڑھوال کے تابع اور کملا گڑھ کی تحصیل سے باہر ہے ۔ یہاں کابوں کے زمیندار بہادر چند نے نیک بختی کی تحریک سے شاہی فوج میں شرکت کی ۔ چونکہ برسات کا موسم آپہنچا تھا اور یہ وقت مہم کے سرانجام کے واسطے سازگار نہ تھا ، علاوہ ازیں وادی دون پر تصرف ہو چکا تھا لہٰذا خلیل اللہ خاں کے نام فرمان پہنچا کہ پہاڑ کی مہم ملتوی کر دو ۔ اس علاقے کی آب و ہوا یہاں کے باشندوں کے سوا ، جو دیووں اور درندوں کے قبیل سے ہیں ، کسی اور شخص کے لیے سازگار نہیں ۔ علاوہ ازیں مہم سر کرنے سے بھی چنداں فائدہ نہ تھا ۔ المختصر دون کا انتظام چتر بھوج چوہان کے سپرد ہوا ۔ امن و امان کی حالت میں دون کا مالیہ ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ ہوتا ہے ۔ اسی رقم کے حساب سے یہ علاقہ چتر بھوج کی جاگیر میں دے دیا گیا ۔ اس مہم میں تمام علاقے کی کھیتیاں پامال ہو چکی تھیں ۔ کسان ادھر ادھر بھاگ گئے تھے ۔ حکم ہوا کہ سرکار شاہی کے پانچ سو سوار اور ایک ہزار پیادے بندوقچی سال بھر تک چتر بھوج کی کمک پر رہیں ۔ اس فوج کی تنخواہ کے لیے خزانۂ شاہی سے دس ہزار روپے ماہانہ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار روپے سالانہ ادا کیے جائیں ۔ ۱۲ جمادی‌الآخر (۱۹ اپریل ۱۶۵۵ء) کو خلیل اللہ خاں [دہرہ] دون سے واپس آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ محمد بیگ اور احمد آقائے رومی بصرہ سے آستان بوسی کے واسطے آئے تھے ۔ ۲۳ اپریل کو حضرت نے انھیں خلعت اور مناسب منصب سے سرفراز فرمایا ۔

اب بصرہ کا ذکر آیا تو مناسب ہے کہ اُس شہر اور حاکم کے کچھ حالات یہاں درج کیے جائیں ۔ یہاں حسین پاشا ولد علی کی حکومت تھی جو

بظاہر قیصر روم کے ماتحت تھا۔ حسین پاشا کا چچا محمد کسی وجہ سے آزردہ ہو کر استنبول پہنچا تاکہ بھتیجے کو معزول کروا کر خود حاکم بن جائے۔ جب اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو حلب کے حاکم البشر پاشا کے پاس پہنچا کہ روم (ترکیہ) کے بعض علاقوں کے حکام کی تعیناتی اور برطرفی کا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ بھتیجے کی بدسلوکی کا بیان کیا اور التماس کی کہ میرے گزارے کے لیے کچھ علاقہ مقرر کر دیا جائے۔ البشر پاشا نے بصرہ کے حاکم حسین پاشا کو لکھا کہ بصرے کے پاس کا کچھ علاقہ اس کے حوالے کر دو۔ جب محمد یہاں آیا تو حسین پاشا نے اس حکم کی تعمیل کی اور چچا کی دلجوئی کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب محمد اور اس کے دوسرے بھائی نے سازباز کر کے پاؤں پھیلائے اور بے اعتدالی شروع کی تو حسین پاشا نے دونوں کو نظربند کر دیا۔ سورت سے قرحقائے سوداگر کا جہاز وہاں آ کر لنگر انداز ہوا تھا، اُسی پر سوار کر کے ہندوستان کی طرف روانہ کر دیا۔ جب لحسا کی بندرگاہ میں داخل ہوئے تو دونوں بھائی کسی ترکیب سے نکل بھاگے اور بغداد میں مرتضیٰ پاشا کے پاس پہنچ گئے۔

یہاں محمد نے مرتضیٰ پاشا کو خوب بھکایا۔ کہا کہ حسین پاشا نے ایران کے قزلباس بادشاہ سے سازش کر رکھی ہے۔ بے اندازہ خزانہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ حملہ کر کے اُسے بصرہ سے نکال دیں اور وہاں کی حکومت مجھے تفویض کردیں تو وہ خزانہ آپ کے حوالے کر دوں گا۔ مرتضیٰ پاشا نے یہ صورتِ حال قیصرِ روم کو لکھ بھیجی۔ وہاں سے فرمان پہنچا کہ بصرہ پہنچ کر حسین پاشا کو نکال دو اور وہاں کی حکومت محمد کے سپرد کردو۔ مرتضیٰ پاشا اس ہدایت کی تعمیل کے لیے بصرہ کے قریب پہنچ گیا۔ حسین پاشا نے اپنے بہنوئی یحییٰ کو فوج دے کر مقابلے کے لیے بڑھایا۔ یحییٰ نے دیکھا کہ مرتضیٰ پاشا کی فوج بہت زیادہ ہے، مقابلہ ممکن نہیں۔ غرض غنیم کی اطاعت کر کے اُس سے مل گیا۔ حسین پاشا یہ خبر سن کر بہت گھبرایا۔ اہل و عیال اور خزانے کو شیراز کے قریب قصبہ بہبہان میں بھیج کر شاہِ ایران سے پناہ کی درخواست کی۔ مرتضیٰ پاشا بصرے میں داخل ہو گیا۔ محمد کے بتائے ہوئے خزانے کی ہر چند جستجو کی،

ایک کوڑی نہ ملی - برہم ہو کر محمد اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا - کچھ اور بدنصیب بھی قتل ہوئے - زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بصرے کے بدو اور دہقان مرتضٰی پاشا کی ناہنجاری اور سختی سے تنگ آ کر اُس کے خلاف معرکہ آرا ہو گئے - مرتضٰی پاشا کو شکست ہوئی - بھاگ کر بغداد پہنچا اور تمام واقعات حسین پاشا کو سنا دیے -

رضی دانش مشہدی نے بادشاہ دریا دل کی مدح میں قصیدہ سنایا - دو ہزار روپے مرحمت ہوئے - چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں :

سجودِ درگہِ صاحبقرانِ ثانی کن
کہ ایں خطاب نمایاں ز عالمِ بالاست
بخواں بلند کہ تفسیرِ آیۂ کرم است
خطے کہ در کفِ دستِ مبارکش پیداست
جہاں بہ وسعتِ دولت سرائے جاہش نیست
بہ ہر طرف کہ زند پر ہمائے بخت فضا است
ز رتبہ سایۂ حق گفتہ اند شاہاں را
زمیں ببوس کہ ایں بادشاہ نورِ خداست
چراغِ خانۂ بخت است شعلۂ تیغش
بروزِ معرکہ برقِ سیاہیِ اعداست
سرش بہ شوکتِ گردوں فرو نمی‌آید
کسے کہ کرد دریں بارگاہ قامت راست
بہ ایں بلند مکاں عرضِ حال حاجت نیست
دقیقہ یابِ نگاہ و رموزدانِ اداست
بہ نورِ شعلۂ ادراک در سیاہیِ شب
سواد خوانِ خطِ جبہۂ صحیفہ نماست

عادل خاں کے سفیر سید ولی کو حضرت نے خلعت ، نقرئی زین والا عراقی گھوڑا اور سات ہزار روپے مرحمت فرما کر واپسی کی اجازت دی - شاہزادہ مراد بخش کو گجرات کے خزانے سے ایک لاکھ روپے عنایت ہوئے - دستور مقررہ کے مطابق رمضان المبارک میں محتاجوں مسکینوں کو

ساٹھ ہزار روپے عطا کیے - بتاریخ یکم شوال (۴ اگست ۱۶۵۵ء) عید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے عصمت و عفت پناہ اکبرآبادی محل کی مسجد میں تشریف لے گئے - نماز کے بعد بےشمار اشرفیاں اور روپے جو اس ذیجاہ بی بی نے نچھاور کے بطور بھیجے تھے ، سر مبارک پر سے نثار کیے گئے -

بتاریخ ۳ رمضان (۷ جولائی ۱۶۵۵ء) ذوالفقار خان صوبہٗ الہ آباد اور بہار کے شاہی خالصوں کا مالیہ جو بس لاکھ روپے تھا ، حضرت کے حسب الحکم لے کر حاضر ہوا - ۲۸ رمضان (یکم اگست ۱۶۵۵ء) کو پورن بندیلہ پان سو سواروں کی ترقی سے ڈیڑھ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - پنواری کا پرگنہ کہ کالپی کی سرکار میں ہے ، بطور جاگیر اسے عنایت کیا - بتاریخ ۲۱ شوال (۲۴ اگست ۱۶۵۵ء) صوبہٗ بنگالہ اور اڑیسہ سے ڈھائی لاکھ روپے مالیے کی جاگیر شاہزادہ شجاع کے فرزند سلطان زین الدین کو عطا فرمائی - صوبہٗ خاندیس کا پرگنہ سلطان پور جس کی جمع ڈھائی لاکھ روپے ہے ، شاہزادہ اورنگزیب بہادر کے بیٹے سلطان محمد کو عنایت ہوا -

خبر ملی تھی کہ لشکر خاں بخشی دوم نے حرص و طمع میں پھنس کر بددیانتی اور خیانت شروع کر دی ہے - حضرت نے اسے عہدے سے برطرف کرکے منصب میں پانچ سو ذات کی کمی کر دی تاکہ بے اصول لالچی عبرت حاصل کریں - یکم ستمبر ۱۶۵۵ء کو ملا شفیعا ترقی پا کر ڈھائی ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - دانشمند خان خطاب ملا - خلعت اور مرصع قلمدان دے کر لشکر خاں کی جگہ بخشی دوم کی خدمت پر مامور فرمایا - حکیم صالح نے خواجہ صادق کی بیماری (اسہال) کا اچھا علاج کیا تھا ، ۴ ذیقعدہ (۵ ستمبر ۱۶۵۵ء) کو جیب خاصہ کی تمام رقم اسے عطا فرما دی - جیب خاصہ سے مراد وہ تھیلا ہے جس میں ضروری چیزیں اور مجرب دوائیں مثلاً تریاق فاروق ، نوشدارو ، دواء المسک ، جوارش کمونی ، زہرمہرہ ، موسیائی ، جدوار وغیرہ رہتی ہیں - سو اشرفیاں اور سو روپے بھی اسی میں رہتے ہیں - اس خریطے کو سفر ، حضر ، اندر ، باہر ہر جگہ حضرت کے قریب رکھتے ہیں -

بتاریخ ۱۴ ذیقعدہ (۱۵ ستمبر ۱۶۵۵ء) نورالدین قلی خاں کو عادل خاں والی بیجاپور کے پاس روانہ کیا ۔ طلائی پترا جس پر اُس کے حسب التماس فرمان عنایت کندہ کیا گیا تھا ، نورالدین قلی کے بدست ارسال فرمایا ۔ ۱۹ ستمبر کو ذوالفقار خاں خلعت اور نقارے سے سرفرازی پا کر اپنی جاگیر پر رخصت ہوا ۔ بتاریخ ۳ ذی الحجہ (۴ اکتوبر ۱۶۵۵ء) زین العابدین کرمانی کو جو توپخانہ شاہی کا ناظر تھا ، شاہزادہ دارا شکوہ کا میر سامان مقرر کیا ۔ اس کی جگہ گردھر کو توپخانے کا ناظر مقرر فرمایا ۔ ۱۰ ذی الحجہ ، ۱۱ اکتوبر ۱۶۵۵ء کو شاہ دیندار کمال کروفر کے ساتھ بقراعید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ میں تشریف لے گئے جو آپ کے حسب الحکم شہر پناہ سے باہر تعمیر کی گئی تھی ۔ نماز پڑھ کر حسب دستور خطیب کو خلعت عنایت فرمائے ۔ دولتخانے میں واپس آ کر قربانی کی رسم ادا کی ۔

عید گاہ باسٹھ گز لمبی ، ساڑھے اٹھارہ گز چوڑی اور بارہ گز اونچی ہے ۔ سنگ سرخ کی سلیں اس میں لگی ہیں ۔ سات دروازے ہیں ۔ صدر دروازہ پندرہ گز اونچا ہے ۔ اجارہ اور فرش سب لال پتھر کے ہیں ۔ دالان کے آگے سنگ سرخ کا ۹۱ گز لمبا ۵۴ گز چوڑا چبوترا ہے جسے ڈیڑھ گز کی کرسی دے کر اٹھایا ہے ۔ گردا گرد سنگ سرخ کی جالی دار دیوار ہے ۔ چبوترے کے سامنے بائیس گز مربع صحن ہے جس میں سایہ دار درخت لگے ہیں ۔ اس کے* درمیان میں اٹھارہ گز مربع حوض ہے ؛ نہایت پاکیزہ ۔ چار دیواری میں تین عظیم الشان دروازے اور چار بُرج ہیں ۔ برج دو منزلہ ہیں ۔ پانچ گز قطر ہے ۔ گنبد دار چھتیں ہیں ۔ مشرقی دروازے کے سامنے دو سو گز لمبا ڈیڑھ سو گز چوڑا جلو خانہ ہے جس کے آگے دو طرفہ بازار ہے ۔ اس میں ۱۰۴ حجرے ہیں ۔ ہر حجرے کے ساتھ خوشنما دالان ہے ۔ یہ عمارت پچاس ہزار روپے کی لاگت سے ڈیڑھ سال میں تیار ہوئی ۔

حضرت نے قیصر روم کی طرف قائم بیگ کو سفیر بنا کر بھیجا تھا ، بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ (۲۹ اکتوبر ۱۶۵۵ء) اُس کی عرضداشت پہنچی ۔ معلوم ہوا کہ قیصر روم کا سفیر ذوالفقار آقا جو بادشاہی جہاز پر سوار ہو کر جانے

کے بجائے اپنی التماس کے بموجب رضائی جہاز پر سوار ہوا تھا ، سورت سے روانہ ہو کر بندرگاہ قنفدہ میں ٹھہرا جہاں سے مکہ معظمہ تک دس بارہ دن کی راہ ہے ۔ اپنا اکثر سامان جہاز میں جدہ کی بندرگاہ کو روانہ کر دیا ۔ خود تیس ہزار ابراہیمی (سکہ) ، جواہرات کا صندوقچہ اور چند دوسری چیزیں ساتھ لیے خشکی کے راستے چھ دن بعد جدے میں داخل ہوا ۔ جہاز رضائی جدہ سے دو تین منزل ورے مرشد عمر تک پہنچا تھا کہ طوفان نے آ لیا ۔ کوئی ماہر ناخدا موجود نہ تھا ۔ غرض جہاز پہاڑ سے ٹکر کھا کر غرق ہو گیا ۔ ذوالفقار آقا پہلے سے بیمار تھا ، جہاز کے ڈوبنے کی خبر جو سنی تو صدمے کے مارے کمال حسرت و اندوہ کے عالم میں جاں بحق ہو گیا !

بتاریخ ۳۰ اکتوبر ۱۶۵۵ء مہابت خاں کو اپنی جاگیر گوالیار کی طرف جانے کی اجازت ملی ۔ سید فیروز خاں کو ایرج ، بھاندیر اور شاہزادہ پور کی فوجداری عنایت ہوئی ۔ ان تینوں محالوں کا مالیہ تین کروڑ چالیس لاکھ دام (ساڑھے آٹھ لاکھ روپے) ہے ۔ پہلے نجابت خاں کے اہتمام میں تھے ، اس کی بے توجہی اور بے انتظامی کے سبب خالصے میں شامل ہو کر فیروز خاں کے سپرد ہوئے ۔ ۳ محرم ۱۰۶۶ھ (۲ نومبر ۱۶۵۵ء) دہلی کی قلعداری سیادت خاں کے بجائے گردھر گوڑ کو تفویض ہوئی ۔ اعظم آباد (احمد آباد گجرات کے تابع ہے) کی تھانے داری پر ڈونگرپور کا زمیندار راول پونجا تعینات ہوکر رخصت ہوا ۔ ۸ صفر (۷ دسمبر ۱۶۵۵ء) کو صوبوں کے واقعات سنانے کی خدمت اسد خاں کے بجائے ارادت خاں کے حوالے کی گئی ۔

میر محمد سعید میر جملہ کہ اردستان اصفہان کے سادات سے ہے ، قطب الملک کا کارگزار امیر تھا ، اس نے کرناٹک کا علاقہ متعدد قلعوں سمیت فتح کرکے ولایت گولکنڈہ میں شامل کر دیا ۔ کرناٹک کا طول ڈیڑھ سو کوس اور عرض کسی جگہ بیس کسی جگہ تیس کوس ہے ۔ چالیس لاکھ روپے مالیہ ہے ۔ ہیرے کی کانیں بھی ہیں ۔ قطب الملک کے کسی بزرگ کو اس کے ایک ضلع پر بھی دسترس حاصل نہ ہوئی ۔ میر جملہ پہلے بھی بہت ذی شان امیر تھا ، فتح کرناٹک کے بعد مزید شان و شوکت

بہم پہنچائی - پانچ ہزار سوار اس کی رکاب میں رہتے تھے - اس کے مخالفوں نے قطب الملک کے کان بھر کر اُس سے منحرف کر دیا اور کوشش کی کہ اُسے تباہ کر دیں - اس بہادر سردار نے شائستہ خدمات انجام دینے کے علاوہ کرناٹک کی سرزمین وہاں کے زمینداروں سے چھینی تھی - لیکن قطب الملک نے اس کی توقعات پوری نہ کیں - بددل ہو کر اُس نے اورنگ زیب کا دامن تھاما اور خوش قسمتی کی تحریک سے بارگاہ شاہجہانی میں پناہ لینے کی التجا کی - شاہزادہ اورنگ زیب کی عرصداشت سے حضرت کو یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں - ۷ دسمبر ۱۶۵۵ء کو حضرت نے اُس کے لیے خلعت فاخرہ اور فرمان عنایت روانہ کیا جس میں اُس کے لیے پانچ ہزاری ذات اور سوار کا منصب اور اُس کے بیٹے محمد امین کے واسطے دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب درج تھا - قطب الملک کو خلعت خاصہ اور فرمان والا شان روانہ ہوا جس میں ہدایت تھی کہ میر جملہ اور اس کے متعلقین کو بارگاہ شاہی میں آنے سے ہرگز نہ روکا جائے - احدیوں کے بخشی دوم قاضی عارف کو خلعت ، گھوڑا اور دو ہزار روپے انعام دے کر حکم دیا کہ یہ فرمان قطب الملک کو پہنچا دو - اُس کی خدمت محمد جعفر کے سپرد ہوئی -

بتاریخ ۱۸ صفر (۱۷ دسمبر ۱۶۵۵ء) امیرالامرا علی مردان خان ابراہیم خان اور دوسرے دو بیٹوں کو ہمراہ لیے کشمیر سے آ کر حاضر خدمت ہوا - ۱۸ دسمبر کو سرمور کا زمیندار سبھاگ پرکاش خوش قسمتی کی رہنمائی سے آستانہ بوسی کے لیے حاضر ہوا - نو گھوڑے اور کچھ پرند بطور پیشکش گزرانے - ۷ ربیع الاول (۴ جنوری ۱۶۵۶ء) کو شاہزادہ شجاع کا بڑا بیٹا بنگالے سے آ کر حاضر بارگاہ ہوا - حضرت کے حسب الحکم امیرالامرا علی مردان خان اور جعفر خان نے سوادِ شہر تک جا کر اس کا استقبال کیا تھا اور ہمراہ لائے تھے - ۱۵ جنوری کو مہاراجا جسونت سنگھ ، روپ سنگھ راٹھور ، مکند سنگھ ہاڈہ اور راجا شیو رام گوڑ اپنے اپنے وطن سے آ کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے - ۱۹ جنوری کو رستم خان بہادر فیروز جنگ ، راجا جے سنگھ اور راؤ سترسال بھی اپنی جاگیروں سے آ کر آستان بوسی سے سرفراز ہوئے -

٣ بہمن ، ٢٣ ربیع الاول ١٠٦٦ھ مطابق ٢١ جنوری ١٦٥٦ء پیر کے روز عمر مبارک کے ٦٥ ویں شمسی سال شروع ہونے کا جشن تلادان منعقد ہوا۔ اہل عالم کو خیرات اور عطیات کے سلسلے مں بڑی بڑی رقمیں عطا ہوئیں۔ اس جشن عیش میں شاہزادہ دارا شکوہ کو زردوزی خلعت خاصہ ، نیمہ آستیں ، موتیوں اور زمرد کی مالا اور مرصع پیٹی عطا ہوئی کہ ڈیڑھ لاکھ روپے قیمت کی تھی۔ دس ہزاری ذات کے اضافے سے اس والا شان کا منصب چالیس ہزاری ذات بیس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوا۔ اُن کے فرزند سلطان سلیمان شکوہ کو خلعت خاصہ عنایت فرمایا۔ ہزار سوار کے اضافے سے ان کا منصب بارہ ہزاری ذات آٹھ ہزار سوار دو ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ٹھہرا۔ پٹنے کی صوبے داری اُنھیں مرحمت ہوئی۔ سلطان زین الدین کو خلعت خاصہ ، موتیوں کی مالا اور ہفت ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ امیرالامرا علی مردان خان اور جمدۃالملکی سعداللہ خان خلعت خاصہ اور زردوز چارقب سے سرفراز ہوئے۔ مہاراجا جسونت سنگھ ، رستم خان بہادر فیروز جنگ ، راجا جے سنگھ ، میر آتش قاسم خان ، میر بخشی اعتقاد خان ، سید ہدایت اللہ صدر ، تقرب خان ، راؤ سترسال ، روپ سنگھ راٹھور ، دانشمند خان بخشی دوم اور چند دیگر امرا کو خلعت خاصہ ملے۔ قاسم خان میر آتش پان سو سوار کے اضافے سے چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب اور دانشمند خان پان سو کی ترقی سے تین ہزاری ذات چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوئے۔ شاہزادہ دارا شکوہ کی طرف سے محمد علی خان پٹنہ کی اور سید عبدالرزاق گیلانی ملتان کی صوبے داری پر سرفراز ہوئے۔ جواہرات کے مبصر نہال چند کو رائے کا خطاب ملا۔ خلیل اللہ خان کا بیٹا میر میران پان سو ذات سو سوار کی ترقی پا کر میر توزکی کے عہدے پر مامور ہوا جو پہلے مخلص خان کے سپرد تھا۔

١٠ بہمن یکم ربیع الثانی ١٠٦٦ھ مطابق ٢٨ جنوری ١٦٥٦ء عمر مبارک کے ٦٧ ویں قمری سال شروع ہونے کا جشن تلادان شاہ محل میں منعقد ہوا۔ شمسی جشن تلادان سے اس تاریخ تک دولت خانے میں

عیش و عشرت کی دھوم رہی ۔ ایک پہر دو گھڑی دن چڑھے شاہجہاں بادشاہ سونے چاندی اور دوسری چیزوں میں تولے گئے جنھیں محتاجوں مسکینوں ، علما ، فضلا ، شاعروں اور اربابِ انشاط میں تقسیم کر دیا گیا ۔ کنور رام سنگھ پان سو سوار کی ترقی سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب اور نقارے سے سرفراز ہوا ۔ نامدار خاں کو بیس ہزار روپے عطا فرمائے ۔ علی مردان خاں کے بیٹے ابراہیم خاں کو دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار اور رائے رگھناتھ کو ہزاری ذات دو سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ بادشاہ نامہ کے (دوسرے) مصنف محمد وارث کو خلعت اور منصب کی ترقی دے کر صوبوں کے واقعات عرض کرنے کی خدمت تفویض کی ۔ تلادان کے دونوں جشنوں میں شاہزادوں اور امرائے نامدار نے جو پیشکشیں حاضر کیں اُن میں سے ۳۳ لاکھ روپے کی چیزیں ظلِ سبحانی نے قبول فرمائیں ۔

اطلاع ملی کہ سری نگر گڑھوال کا زمیندار بدبختی کے ہاتھوں قلعۂ سانتور کی مرمت میں مصروف ہے جو مدت سے ویران پڑا تھا ۔ یہ جگہ بہادرپور سے جو چتر بھوج چوہان کی جاگیر میں ہے دو کوس کے فاصلے پر ہے ۔ دہرہ دون کے بعض نواحی دیہات پر بھی زمیندار مذکور نے ہاتھ صاف کیا ۔ حضرت نے قاسم خاں میر آتش کو پانچ ہزار پیادے بندوقچی اور چار ہزار سوار دے کر جن میں ڈیڑھ ہزار برقنداز شامل تھے ، زمیندار کی گوشمالی کے لیے روانہ فرمایا ۔ راجا سجان سنگھ بندیلہ کو بھی خانِ موصوف کے ہمرکاب بھیجا ۔

سن ۱۰ جلوس (۱۶۳۶ء) میں خان دوراں بہادر نصرت جنگ نے دیو گڑھ کے زمیندار کوکن پر لشکر کشی کر کے اُس کے ۱۷۰ ہاتھی اور پیشکش کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ حاصل کیا تھا ۔ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ زمیندار ہر تین سال بعد چار لاکھ روپے خزانۂ شاہی میں داخل کیا کرے گا ۔ لیکن پھر اُس نے اپنی زندگی میں اور اس کے بعد اس کے بیٹے کیرت سنگھ نے جو ریاست کا وارث ہے ، یہ وعدہ کبھی پورا نہ کیا ۔ حیلے حوالے کر کے ٹالتے رہے ۔ لہٰذا شاہزادہ اورنگ زیب کے نام فرمانِ والا صادر ہوا تھا کہ صوبۂ برار کے حاکم میرزا خاں اور ہادی داد خاں صوبہ دارِ مدراس کو

زمیندار مذکور کی طرف بڑھائیں تا کہ گزشتہ مدت کی پوری پیشکش اور ہاتھی اس سے وصول کریں - ۴ ربیع الثانی (۳۱ جنوری ۱۶۵۶ء) کو شاہزادے کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ انھوں نے میرزا خان کے ہمرکاب مالوجی بھونسلا ، چند دوسرے سرداروں اور اپنے ایک ہزار سواروں کو ایلچ پور کے راستے اُدھر بھیجا - ہادی داد خاں کو حکم دیا کہ بکلانہ کے زمیندار دولتمند اور دوسرے دکنی سرداروں اور منصب داروں کو ہمرکاب لے کر ناگپور کے راستے زمیندارِ دیوگڑھ پر چڑھائی کرے - جب یہ لوگ منزلیں طے کر کے اُس کی سرحدوں میں داخل ہوئے اور علاقے پر تصرف کر لیا تو اس نے عاجزی کے ساتھ التجائیں شروع کیں - مرزا خاں کے سامنے حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ سن ۲۹ جلوس تک کے تمام واجبات ادا کروں گا اور اس کے بعد ہر سال پیشکش بھیجتا رہوں گا - مرزا خاں اُسے اس کے ۲۹ ہاتھیوں سمیت ہمراہ لیے واپس ہوا -

شاہزادہ اورنگ زیب کی عرضداشت سے معلوم ہوا تھا کہ جوار کا زمیندار سری پت بادشاہی خدمت بجا لانے میں کوتاہی کرتا اور بیہودہ حرکتوں کا مرتکب ہوتا ہے - جوار کا علاقہ بکلانہ کے جنوب میں ہے - اس کی جنوبی حد ولایتِ کونکن سے ملی ہوئی ہے جو پہلے نظام الملک کے تصرف میں تھا اور بعد ازاں حضرت نے اُسے عادل خاں کو مرحمت فرمایا تھا - کونکن سمندر کے ساحل پر ہے اور اس میں چیول نام کی بڑی بندرگاہ ہے - المختصر راؤ کرن نے یہ ذمہ لیا کہ اگر جوار کی ریاست کو بادشاہ سلامت میری جاگیر میں عطا فرما دیں تو میں اُس کا مناسب انتظام کروں - حضرت کے حسب الحکم شاہزادے نے راؤ کرن کو پان سو ذات پان سو سوار کی ترقی سے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا - جوار کی ریاست جس کا مالیہ سوا لاکھ روپے سالانہ ہے ، ترقی کی تنخواہ میں اُسے عطا کی - راؤ کرن نے وہاں پہنچ کر سری پت پر حملہ کیا - اس نے خود میں مقابلے کی طاقت نہ پا کر اطاعت کا اظہار کیا - راؤ کرن سے مل کر کچھ رقم بطورِ پیشکش حاضر کی - وعدہ کیا کہ اپنے علاقے کے زمینداروں سے خراج وصول کر کے باقاعدہ خزانۂ شاہی میں داخل کرتا رہوں گا - اپنے

بیٹے کو یرغمال کے بطور راؤ کرن کے پاس چھوڑ دیا ۔
پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ قلعۂ سانتور کی فتح کے لیے حضرت نے قاسم خاں میر آتش کو مامور کیا تھا ۔ وہ بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی (۲۵ فروری ۱۶۵۶ء) اپنے جنگجو سواروں سمت سانتور کے قریب پہنچا ۔ بندیلوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ رات کے وقت قلعے کے پاس جا کر سرکوب تیار کر لیں اور قلعے کا راستہ روک لیں ۔ فیصلہ یہ تھا کہ پچھلے پہر لشکر کے باقی آدمی بھی یلغار کریں گے ۔ اتفاق یہ ہوا کہ بندیلوں کے پہنچتے ہی قلعے کے بدنصیب کمینے گھروں کو آگ دے کر فرار ہو گئے ۔ بندیلوں نے قلعے پر قبضہ کر لیا ۔ یہ خبر سن کر قاسم خاں اپنے آدمی ہمرکاب لیے وہاں پہنچا ۔ ایک ہفتے قیام کیا ۔ قلعے کو مسمار کر کے اور تین سو بندوقچی چتربھوج کی امداد کے لیے وہاں چھوڑ کر واپس آ گیا ۔ ۲۱ جمادی الاول (۱۷ مارچ ۱۶۵۶ء) کو بارگاہِ والا میں آ سلام کیا ۔

سن ۳۰ جلوس

بتاریخ یکم جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ (۲۷ مارچ ۱۶۵۶ء) منگل کے دن حضرت کا تیسواں سالِ جلوس شادمانی کے ساتھ شروع ہوا ۔ عبداللہ خاں والیِ کاشغر کے سفیر حاجی فولاد نے خلعت سے سرفرازی حاصل کر کے واپسی کی اجازت پائی ۔ حضرت نے اُسے پندرہ ہزار روپے دے کر ہدایت کی کہ اس رقم سے عبداللہ خاں کے واسطے ہندوستان کے تحفے خرید کر لے جائے ۔ کب اندر کو سو اشرفیاں اور راگھو پنڈت کو ایک ہزار روپے عنایت ہوئے ۔ ۷ اپریل کو علی مردان خاں کو کشمیر واپس جانے کی اجازت ملی ۔ اُس کے بیٹے ابراہیم خاں اور اسحاق بیگ بھی اس کے ساتھ رخصت ہوئے ۔ ۲۲ جمادی الثانی (۱۷ اپریل ۱۶۵۶ء) کو جمدۃالملکی علامی سعد اللہ خاں نے جہانِ فانی سے عالمِ باقی کی راہ لی ۔ تفصیل اس واقعے کی یہ ہے وہ پچھلے سال ماہِ صفر میں بیمار ہوا تھا ۔ عالی ہمتی اور نیک بختی کے سبب دربارِ شاہی سے غیر حاضری گوارا نہ کی ۔ ہر روز حاضر

ہوتا اور منصبی فرائض انجام دیتا ۔ بیماری کا ذکر تک نہ کیا ۔ دو ماہ تک تقرب خاں سے علاج کرواتا رہا ۔

جمادی الاول کے آغاز (اوائل مارچ ١٦٥٦ء) میں سعداللہ خاں ضعف و ناتوانی کے سبب خانہ نشیں ہو گیا ۔ تقرب خاں نے حضرت سے کہا کہ وہ سخت بیماری میں مبتلا ہے ۔ بندہ نواز بادشاہ نے دوسرے اطبا کو اس کے علاج کی ہدایت کی ۔ ہر روز اُس کا حال پوچھا کرتے ۔ جب ان طبیبوں کے علاج سے بھی افاقہ نہ ہوا اور بیماری شدت پکڑ گئی تو اس کی اور اہل و عیال کی سرفرازی کے واسطے حضرت خود اُس کی حویلی میں تشریف لے گئے ۔ دیکھتے ہی ضمیرِ انور پر روشن ہو گیا کہ وہ جانبر نہ ہوگا تاہم اُسے تسلی اور دلاسا دے کر دولت خانے پر واپس آئے ۔ شاہزادہ داراشکوہ سے فرمایا کہ سعداللہ خاں دو چار دن کا مہمان ہے ۔ غرض قضائے الٰہی آ پہنچی ۔ طبیبوں کا علاج بیکار ثابت ہوا ۔ طاقت نے جواب دیا ۔ بالآخر جاں بحق تسلیم کی ۔ شاہِ حق شناس نے بارگاہ ایزدی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا مانگی ۔ گیارہ سالہ بیٹے لطف اللہ کو خلعت اور ہفت صدی ذات سو سوار کا منصب دیا ۔ دوسرے بیٹوں بیٹیوں اور چار بیویوں کے روزینے مقرر کر دیے ۔ اس کے بھانجے یار محمد کو تین سو ذات ساٹھ سوار کا منصب بخشا ۔ بہت سے نوکر جو شاہی ملازمت کا جوہر رکھتے تھے ، داخل بارگاہ ہو کر مناسب منصبوں پر سرفراز ہوئے ۔ انھی میں اُس کا کارگزار نوکر عبدالنبی ہے جو مہابن ، متھرا ، جلیسر وغیرہ محالات کا فوجدار تھا اور اکبر آباد سے دہلی تک راہداری کی خدمت اس کے سپرد تھی ، ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر سربلند ہو کر شمس آباد وغیرہ کی فوجداری پر مامور ہوا ۔

بادشاہ سلامت نے شاہزادۂ بلند اقبال کو چوبیس کروڑ دام (ساٹھ لاکھ روپے) انعام عطا فرمایا جو سعداللہ خاں کی جاگیر سے مجرا ہوا ۔ آگرے سے دہلی تک راہداری کی خدمت بھی شاہزادے کے نوکروں کو تفویض ہوئی ۔ رائے رگھناتھ جو دفتر تن اور خالصہ کا مہتمم تھا ، خلعت ، ہاتھی اور رائے رایاں کے خطاب سے سربلند ہوا ۔ حکم فرمایا کہ دیوانِ کل

کے تقرر تک سعداللہ خاں کی جگہ رائے رایان ہی تمام مالی معاملات عرض کیا کرے ، تنقیح اور جائزے کا فریضہ حضرت خود انجام دیں گے ۔ افضل خاں کی تربیت کے فیض سے چندر بھان برہمن شاہی ملازمت کے لایق ہو گیا تھا ، ایک عرصے تک شاہی خدمات انجام دیں ۔ پھر شاہزادۂ بلند اقبال کی التماس کے بموجب حضرت نے چندر بھان کو اُنھیں دے دیا ۔ چونکہ انشا پردازی اور مدعا نگاری کی دستگاہ رکھتا ہے لہٰذا آج اُسے شاہزادے سے واپس لے کر رائے کا خطاب اور مناسب منصب عطا فرمایا ۔

ریاست کماؤں کا حاکم بہادر چند خلیل اللہ خاں کے توسط سے بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا ۔ دو ہاتھی اور چند اشیا بطور پیشکش گزرانیں ۔ آپ نے اُسے خلعت ، مرصع سرپیچ ، موتیوں کی مالا ، دو عدد دست بند جن میں ہیرے جڑے تھے ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مینا کار طلائی ساز کی ڈھال ، میناکار مرصع کاوردان عنایت کر کے سرفرازی بخشی ۔ میر جعفر کی جگہ محمد صالح کرمانی کو دیوانِ بیوتات کا عہدہ دے کر خلعت اور طلائی قلمدان عطا فرمایا ۔ رائے سبھا چند کی جگہ پرگنہ سیالکوٹ کی امینی اور فوجداری ایمن آباد کے فوجدار اور امین یوسف چیمہ کو مرحمت کی ۔ ۲۰ [رجب] ۶۴ مئی کو خلیل اللہ خاں ہزار سوار کی ترقی پا کر پانچ ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ ۱۵ مئی کو ریاست کماؤں کا زمیندار بہادر چند خلعت سے سرفراز ہوا ۔ حضرت نے اُسے مرصع تکیہ ، ۹۹ ترکی اور کچھی گھوڑے ، طلائی ساز کا عراقی گھوڑا اور ایک ہاتھی عنایت فرمائے ۔ بدستور سابق کماؤں کی ولایت کے انتظام پر مامور رہ کر واپسی کی اجازت پائی ۔ دو پرگنے رام کوٹ اور سوا بارہ جن کی جمع بارہ لاکھ دام (تیس ہزار روپے) ہے مزید عنایت ہوئے ۔ یہ پرگنے پہلے اُسی کے قبضے میں تھے ، بعد ازاں بریلی کے فوجدار رائے مکند کی جاگیر میں دے دیے گئے تھے ۔

جواہر خاں کے بیٹے شیری فولاد کو حضرت نے ہاتھی دے کر سربلند کیا ۔ حیات خاں ستر سال کی عمر میں مرض فالج میں مبتلا ہو جانے کے سبب خدمت بجا لانے کے قابل نہ رہا تھا ۔ بڑا معتمد اور محرم راز نوکر تھا

جو سفر حضر میں ایک دم کے لیے جدا نہ ہوتا تھا ۔ نہایت نازک فرائض جو انتہائی معتقد مریدوں کو تفویض ہوتے ہیں اُسے سپرد کیے جاتے ۔ حضرت نے مدد معاش کے بطور اکبر آباد کے نواح کے چند گانؤں جن کی جمع بیس لاکھ دام (پچاس ہزار روپے) سالانہ تھی ، اُسے مرحمت کر دیے ۔ بیٹوں پوتوں کے منصب میں اضافہ کیا ۔ دولت خانۂ شاہی کی داروغگی جو اس کے سپرد تھی نامدار خاں کو تفویض کی ۔ ترک چیلوں کی داروغگی پر یوسف آقا کو مامور کیا ۔ شاد کام چیلہ آبدار خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ خواصوں کی داروغگی پر نوبت خاں کا بیٹا ناصر سرفراز ہوا ۔ نامدار خاں کے منصب میں پانسو ذات اور سوار کا اضافہ کر کے ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب مقرر فرمایا ۔

شاہزادہ اورنگزیب بہادر کا گولکنڈے جانا اور میر محمد سعید میر جملہ کا آنا

سال گزشتہ کے واقعات میں تحریر ہو چکا ہے کہ میر محمد سعید میر جملہ نے دربار شاہجہانی میں پناہ لینا چاہی تھی اور حضرت نے اس کے نیز قطب الملک والی گولکنڈہ کے نام قاضی عارف کے بدست فرمان ارسال کیے تھے ۔ ابھی قاضی عارف دولت آباد نہ پہنچا تھا کہ قطب الملک نے کوتہ اندیشی کے سبب محمد امین کو متعلقین سمیت قید کر دیا ۔ مال اسباب ضبط کر کے قلعۂ گولکنڈہ میں نظربند کیا ۔ شاہزادے نے ظل سبحانی کو اطلاع دی کہ میر جملہ کے دربار شاہی میں پناہ لینے کی خبر سن کر قطب الملک نے اس کے بیٹے محمد امین کو اہل و عیال سمیت نظربند کر کے اس کا تمام نقد و جنس ضبط کر لیا ہے ۔ اگر اس معاملے میں چشم پوشی اور تساہل سے کام لیا گیا تو دکن کے دوسرے مکار حکمراں دلیر ہو جائیں گے ۔'' یہ عرضداشت سنتے ہی حضرت نے نیاز بیگ اور عزیز بیگ گرزداروں کو فرمان ہدایت دے کر قطب الملک کی طرف روانہ کیا ۔ حکم ہوا کہ ڈاک چوکی سے دواسپہ سہ اسپہ پہنچیں ۔ شاہزادے کی عرضداشت کے جواب

میں دوسرا فرمان صادر ہوا ۔ لکھا تھا کہ اگر قطب الملک بدبختی و ادبار کے سبب محمد امین کو آزاد نہ کرے اور فرمان شاہی کی تعمیل سے انحراف کرے تو شاہزادہ گولکنڈہ پر فوج لے کر جائے ۔ شائستہ خاں صوبہ دار مالوہ کے نام منشور جاری ہوا کہ اپنے امرا اور منصب داروں کو ہمرکاب لے کر شاہزادہ اورنگزیب کی خدمت میں پہنچو ۔

شاہزادہ اورنگ زیب نے اپنے مراسلے میں قطب الملک کو ہدایت کی تھی کہ محمد امین کو آزاد کردیا جائے ۔ اُس کی نافرمانی پر شاہزادے نے بتاریخ ۸ ربیع الاول (۵ جنوری ١٦٥٦ء) اپنے فرزند سلطان محمد کو بہت سے منصب داروں کے ہمراہ گولکنڈے کی طرف بڑھایا ۔ ۳ ربیع الثانی (۳۰ جنوری ١٦٥٦ء) کو خود اُدھر روانہ ہوئے ۔ اسی تاریخ پر قاضی عارف حاضر خدمت ہوا ۔ شاہزادے کا خیال تھا کہ سلطان محمد کے ولایت گولکنڈہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی قطب الملک محمد امین اور اس کے متعلقین کو رہا کر دے گا لیکن اُس کم نصیب کو یہ توفیق نہ ہوئی ۔ فرمانِ شاہی اُس وقت پہنچا جب کہ سلطان محمد کی فوج اُس کی سرحد میں داخل ہو چکی تھی ۔ فرمان کے ساتھ ساتھ خبر ملی کہ سلطان محمد کی فوج سر پر آ پہنچی ہے ۔ اب اس کی آنکھ کھلی ۔ اپنی غلطی سے آگاہ ہوا ۔ محمد امین کو اُس کی والدہ اور لواحقین سمیت روانہ کردیا ۔ نیاز بیگ اور عزیز بیگ گرز داروں کے ہاتھ عرضداشت ارسال کی جس میں اطاعت و فرماں برداری کا اقرار تھا ۔

محمد امین آزاد ہو کر حیدرآباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ الطافِ شاہی کا شکریہ ادا کیا ۔ چونکہ قطب الملک نے محمد امین کا ضبط شدہ سامان واپس نہیں دیا تھا لہٰذا سلطان محمد حیدرآباد کی طرف بڑھا ۔ اس شہر کو محمد قلی قطب الملک نے گولکنڈے سے تین کوس ادھر آباد کیا تھا ۔ قطب الملک نے ڈر کے مارے اپنی اولاد کو قلعۂ گولکنڈہ میں بھیج دیا جہاں اپنے خزانے محفوظ کر رکھے تھے ۔ بتاریخ ۵ ربیع الثانی یکم فروری ١٦٥٦ء خود بھی اپنے جواہرات مرصع آلات اور سونا چاندی سمیٹ کر وہیں جا بیٹھا ۔ چینی کے برتن ، قالین

اور دوسری چیزیں جن کا لے جانا مشکل تھا اُنھیں اپنی وسیع حویلی میں چھوڑا ۔ خام خیالی میں یہ انتظام اور کیا کہ موسیٰ محلدار ، تولکچی بیگ اور مظفر کی سرکردگی میں پانچ چھ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادے بندوقچی اور بان انداز شاہی فوج کے مقابلے کے واسطے متعین کرتا گیا ۔ صبحدم جب سلطان محمد حیدرآباد کے نواح میں حسین ساگر کے کنارے پہنچا اور خیمہ زن ہونے لگا تو محمد ناصر جسے قطب الملک نے بھیجا تھا ، جواہرات کا صندوقچہ اور مرصع آلات لیے ہوئے حاضر ہوا ۔

اتنے میں قطب الملک کے سرداروں یعنی موسیٰ محلدار وغیرہ کی فوج نے نمودار ہو کر سوخی اور گستاخی شروع کی ۔ لشکرِ شاہی کے سورما دائیں بائیں سے سمٹ کر حملہ آور ہوئے ۔ اقبالِ بادشاہی کی برکت سے غنیم کو رگید کر حیدرآباد کی فصیل تک تعاقب کرتے چلے گئے ۔ بہت سوں کو قتل اور مجروح بھی کیا ۔ باقی بدبخت حیدر اباد سے نکل کر گولکنڈے کے قلعے میں پناہ گزیں ہوئے ۔ قطب الملک کی اس جسارت اور محمد ناصر بانیِ فساد کی مکاری پر سلطان محمد نے محمد ناصر کو قید کر دیا ۔ اگلے روز حیدرآباد پر قبضہ کیا ۔ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں لشکر والے شہر کے باشندوں پر ظلم نہ کریں اور قطب الملک نے اپنی حویلی میں جو سامان چھوڑا ہے وہ لٹ نہ جائے ۔ لہٰذا حیدرآباد کے نواح میں خیمے برپا کیے ۔ محمد بیگ کو تھوڑی سی فوج دے کر شہر میں بھیجا کہ باشندوں کی دلجوئی اور تسلی کر کے بدنظمی و ابتری کو روکے ۔ یہاں کی اکثر عمارتیں لکڑی کی ہیں ۔ کئی سال ہوئے محمد قلی قطب الملک کی حویلی میں شمع کی لو سے ایک پردے کو آگ لگی ۔ پردے سے یہ آگ چھت تک پہنچی اور آس پاس کے تمام گھروں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ۔ مہینے بھر تک بجھنے میں نہ آئی ۔ سلطان محمد نے کمبخت تاکید کر دی کہ اس ہنگامے میں کہیں آگ نہ لگنے پائے ۔

اسی تاریخ پر شاہزادہ اورنگ زیب کا حاجب سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ حکیم نظام الدین احمد جو پہلے مہابت خاں کا نوکر تھا اور اس کے مرنے کے بعد قطب الملک کی ملازمت کر لی تھی ، قطب الملک کی

طرف سے سلطان محمد کی خدمت میں آیا ۔ جواہر اور مرصع آلات کے دو صندوقچے ، نقرئی ساز والے دو ہاتھی اور زین و کلغی سے آراستہ دو گھوڑے بطور پیشکش نظر سے گزارے ۔ سلطان نے ہادی داد خاں ، محمد امین ولد میر جملہ ، محمد طاہر اور محمد بیگ کو حکم دیا کہ قطب الملک اپنی حویلی میں جو اسباب چھوڑ گیا ہے اُس کا ملاحظہ کرو اور دروازوں پر قفل لگوا کر برقندازوں کو اُن کی حفاظت کے لیے مامور کر دو ۔ چونکہ قطب الملک نے میر جملہ کو روانہ کرنے میں تاخیر کی تھی لہٰذا حکم دیا کہ جب تک میر جملہ نہ آئے ، حکیم نظام الدین کو ہمارے لشکر میں روکے رکھو ۔

۱۲ ربیع الثانی (۸ فروری ۱۶۵۶ء) کو قطب الملک نے میر جملہ کے گیارہ ہاتھی ، ساٹھ گھوڑے اور دیگر اشیا روانہ کر دیں ۔ شاہزادہ اورنگ زیب ۳۰ جنوری کو اورنگ آباد سے چل کر سولہ دن میں سعید آباد پہنچے ۔ یہ بستی حیدرآباد سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے ۔ سرائے کہلاتی اور میر جملہ پیٹھ کے نام سے مشہور ہے ۔ ۱۶ فروری کو یہاں سے کوچ کر کے قلعۂ گولکنڈہ سے کوس بھر کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے ۔ جوشِ سجاعت میں لشکر گاہ میں قیام کرنے کے بجائے ہاتھی پر سوار قلعے کی طرف آئے تاکہ اُس کا تین کوس کا دور دیکھ کر مورچے دمدمے مقرر کر دیں ۔ اتنے میں خبر ملی کہ قطب الملک کی فوج آ رہی ہے ۔ شاہزادے نے سلطان محمد کو حکم دیا کہ اپنی فوج کو لے کر بائیں جانب کھڑا رہے ۔ اسی ذکرِ اذکار میں پانچ چھ ہزار بدبخت سوار اور دس بارہ ہزار پیادے بندوقچی اور بان انداز لشکر کے سامنے نمودار ہوئے ۔ بان اور بندوقیں چھوڑ کر آتشِ جنگ کو بھڑکانا شروع کیا ۔ اہلِ قلعہ نے بھی فصیلوں اور برجوں سے بان بندوقیں داغیں ۔

شاہزادۂ کامگار نے تائید ایزدی اور اقبالِ شاہجہانی کی برکت سے اپنا ہاتھی آگے بڑھایا ۔ دلاوروں کو اشارہ کیا کہ ان گمراہوں کی گوشمالی کرو ۔ بہادر سرفروش بجلی کی طرح تڑپ کر صفوں سے نکلے ۔ دو چار ہی حملوں میں دکن کے بدبختوں کو خس و خاشاک کی طرح منتشر کر دیا ۔ اس پر بھی وہ کم عقل باز نہ آئے ۔ دوبارہ سمٹ کر دو فوجوں کی شکل

میں پھر بڑھے اور شام تک میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے - شاہی دلاوروں کی تلواریں شعلے کا کام کر رہی تھیں اور وہ پروانوں کی طرح اپنی جانیں جھونک رہے تھے - یکایک بادشاہی جانبازوں نے اُن اجل رسیدوں پر اس زور کا حملہ کیا کہ سراسر تباہ کر ڈالا - بہادروں نے اپنے نیزوں اور تیروں سے ہزاروں کو نیست و نابود کر دیا - پھر تو شاہی دلاوروں نے قلعے کی فصیل تک اُن کا تعاقب کیا اور بیشتر کو جہنم کی راہ دکھائی - تائیدِ ایزدی کی بدولت ، جو ہر حال میں دولتِ شاہجہانی کی رفیق اور کارساز رہتی ہے ، ایسا معرکہ مارا کہ رستم و اسفندیار کی روحیں آفریں کہنے لگیں - شاہزادے کے حسب الحکم یکہ تاز ، صف شکن دلاوروں نے پھرتیاں دکھا دکھا کر شام تک تعاقب جاری رکھا اور بے شمار اجل رسیدوں کو خاک میں ملایا - اگلے دن مورچے مقرر کر کے نگاہبانوں کو جابجا تعینات کر دیا - ہر مورچے میں بہادر جانباز سپاہی بٹھا کر تاکید کر دی کہ رفتہ رفتہ مورچوں کو آگے بڑھاتے رہو اور اہلِ قلعہ کو اس طرح نرغے میں لے لو کہ وہ ہمت ہار کر مقابلے سے ہاتھ اٹھا لیں -

۲۲ ربیع الثانی (۱۸ فروری ١٦٥٦ء) کو قطب الملک کی طرف سے میر فصیح حاضر ہوا - جواہر و مرصع آلات کے چار صندوقچے ، نقرئی ساز کا ہاتھی اور طلائی ساز والے پانچ گھوڑے پیش کر کے گزارش کی کہ قطب الملک اپنی غلطیوں کی معافی کے واسطے والدۂ محترمہ کو بھیجنے والا ہے - چونکہ اُس نے کئی بار نافرمانی کر کے لڑائیاں لڑی تھیں لہذا شاہزادے نے میر فصیح کو حاضری کی اجازت نہ دی ؛ نہ وہ چیزیں قبول کیں - البتہ مورچے والوں کو ہدایت کر دی کہ قلعے پر گولہ باری نہ کریں - نافہم قطب الملک نے اس رعایت و مہربانی کی قدر کرنے کے بجائے جبار بیگ خراسانی اور خیریت شیرازی کی سرکردگی میں ایک فوج تعینات کی کہ قلعے کے شمالی پھاٹک سے نکل کر شاہی لشکر پر چھاپہ ماریں - جنگ چپاول (چھاپہ) دکن والوں کا عام دستور ہے - مدعا یہ تھا کہ شاید اس خفیف الحرکاتی سے کچھ کام بن جائے اور بادشاہی لشکر پریشان ہو -

شاہزادۂ ذیجاہ کو یہ خبر ملی تو مالو جی کی سرکردگی میں بہادروں کو کوچالہ دے کر بڑھایا کہ غنیم کی تنبیہ کریں ۔ ان دلاوروں نے سامنے ہوتے ہی اُن بدبختوں پر ایسی یلغار کی کہ پہلے ہی حملے میں شکست دے کر بھگا دیا ۔ خیریت شیرازی کا ایک ہاتھی بھی چھین لائے ۔ اُسے شاہزادے کے سامنے پیش کیا ۔ اسی روز شاہزادے نے میر عبداللطیف حاجب کو تعینات کیا کہ میر جملہ کو لے کر آؤ ۔ اگلے دن اجل رسیدہ دکنیوں نے ہمت کرکے دوبارہ صف آرائی کی ۔ شاہزادے نے اُن سرکشوں کی گوشمالی کی طرف بہ نفسِ لفیس توجہ فرمائی ۔ غنیم کو شکست دے کر بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا ۔ اس معرکے میں بادشاہی بہادروں نے شجاعت کی خوب داد دی ۔ چند سعادت مند شہید ہوئے ۔ کچھ آدمیوں کو زخم لگے ۔ شیخ میر اور محمد بیگ میر آتش گولی سے زخمی ہونے کے باوجود پے در پے حملے کرتے رہے ۔ اقبال بادشاہی یعنی تائید ایزدی کے سائے میں مظفر و منصور واپس آئے ۔

بتاریخ چھ [جمادی الاول] ۲ مارچ ۱۶۵۶ء شائستہ خاں جو بادشاہ سلامت کے حسب الحکم ۲۷ ربیع الاول (۲۴ جنوری ۱۶۵۶ء) کو مالوے سے روانہ ہوا تھا ، افتخار خاں اور نصیری خاں کو ہمرکاب لیے لشکر میں شامل ہو گیا ۔ ۵ مارچ ۱۶۵۶ء کو بارگاہ شاہی سے شاہزادے کے نام فرمان عنایت پہنچا جس میں انہیں خلعت خاصہ اور مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ عطا ہونے کی خبر درج تھی ۔ سلطان محمد کو بھی خلعت خاصہ اور ہفت ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب سے سرفرازی عطا ہوئی ۔ قطب الملک کی عرضداشت کے جواب میں ایک اور فرمان بھی آیا ۔ اس عرصے میں بادشاہی دلاوروں نے مورچوں کو قلعے تک بڑھا لیا تھا ۔ اب یہ فکر تھی کہ دمدمے اور سرکوب قائم کیے جائیں ۔ یہ حال دیکھ کر قطب الملک امان مانگنے پر مجبور ہوا ۔ میر احمد اور میر فصیح کے ہاتھ پیشکش بھیج کر التماس کی کہ ''میری تقصیریں معاف کی جائیں اور بادشاہی دلاوروں کو دمدمے وغیرہ کی تیاری سے روک دیا جائے ۔ سن ۲۸ جلوس سے اب تک کی پیشکش ادا کروں گا ۔ بیٹی کو سلطان محمد سے منسوب کرتا ہوں'' ۔ سلطان محمد

کے واسطے نقرئی ساز کے دو ہاتھی اور مرصع ساز طلائی زین والا گھوڑا بھیج کر امان نامہ طلب کیا ۔

امان نامہ حاصل ہو جانے کے بعد قطب الملک نے باقی امیدیں پوری ہونے کی توقع میں اپنی والدہ کو سلطان محمد کی بارگاہ کی طرف روانہ کیا ۔ حسب الحکم چند امرا نے اُس خاتون کا استقبال کیا اور شائستہ خان کی حرم سرا میں اُتارا ۔ اگلے دن وہ مخدرہ خان مذکور کی وساطت سے سلطان محمد سے ملی ۔ مرصع ساز اور طلائی زین کے دو گھوڑے اور نقرئی ساز والے دو ہاتھی پیشکش میں دیے ۔ پھر کہا کہ شاہزادے سے مل کر مطالب و مقاصد بیان کرنا چاہتی ہوں ۔ غرض شاہزادۂ کامگار کی بارگاہ میں پہنچی ۔ ہزار اشرفیاں نچھاور کے بطور پیش کیں ۔ پانچ گھوڑے جن میں سے ایک کا زین مرصع تھا اور نقرئی ساز والے پانچ ہاتھی نظر عالی سے گزارے ۔ پھر التماس کی کہ قطب الملک کی خطائیں معاف کرکے اور پیشکش کی رقم کا تعین کرکے قطب الملک کی بیٹی کا سلطان محمد سے عقد کیا جائے ۔ شاہزادے نے بہت کچھ رد و بدل کے بعد اُس کی التماس منظور فرمائی ۔ پیشکش کی رقم ایک کروڑ روپے مقرر ہوئی ۔

سرکار والا کا حاجب میر عبداللطیف میر جملہ کو لینے کے واسطے آیا تھا ، وہ خبر لایا کہ میر جملہ گولکنڈے کے نواح میں آ پہنچا ہے ۔ اُس وقت قاضی عارف نے وہ فرمان اور خلعت خاصہ جو بارگاہ شاہجہانی سے لایا تھا ، حسین ساگر کے کنارے میر جملہ کے حوالے کیا ۔ میر مذکور یہ چیزیں پا کر کمال خرسند ہوا ۔ شاہزادے سے ملنے کا وقت مقرر ہو چکا تھا ، سردست اپنے مسکن پر واپس چلا گیا ۔ ۱۲ جمادی الثانی سن ۳۰ جلوس (۷ اپریل ۱۶۵۶ء) کو امرائے نامدار اُس کا استقبال کرکے ہمراہ لے گئے ۔ اُس نے شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہو کر تین ہزار ابراہیمی (دکنی سکّے) کی نذر دی ۔ اُس والا گہر نے بھی قدردانی و شفقت کے بطور میر جملہ پر طرح طرح کی نوازشیں فرمائیں ۔ خلعت ، مرصع طرہ ، مرصع جمدھر ، طلائی اور نقرئی زین والے دو گھوڑے ، ایک ہتھنی اور نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت فرمائے ۔ پھر عنایات شاہجہانی کی خوشخبری دے کر بیٹھنے

کی اجازت دی ۔ ایک لمحے بعد اپنے ساتھ خلوت میں لے جا کر اُس کی جاگیر بحال کرکے واپس جانے کا اذن دیا ۔

قطب الملک کی بیٹی سے سلطان محمد کے عقد کی تاریخ ١٨ جمادی‌الثانی (١٣ اپریل ١٦٥٦ء) مقرر ہوئی تھی ۔ شاہزادے نے اپنے قاضی اور میر عدل شیخ نظام اور محمد طاہر کو قطب‌الملک کی خدمت میں بھیجا ۔ اُس کے واسطے مرصع جیغہ ، موتیوں کی مالا ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ایک ہتھنی ارسال کیں ۔ اُس نے قلعے کے دروازے تک آ کر خلعت وغیرہ وصول کیا ۔ شیخ نظام اور محمد طاہر کو قلعے کے دروازے کے پاس اپنی حویلی میں ٹھہرایا اور مقررہ ساعت میں بیٹی کا نکاح پڑھوا دیا ۔ ملت حنفی کے دستور کے مطابق عقد کی شرطیں ادا ہوئیں ۔ محمد طاہر کو واپسی کی اجازت ملی ۔ ٢٠ اپریل کو محمد طاہر ، شمس‌الدین ، شاہ بیگ خاں اور دیگر امرا اُس عصمت مآب کو قطب الملک کی والدہ سمیت کمال احترام کے ساتھ جلو میں لیے ہوئے آئے اور اُس بارگاہ میں جو سلطان محمد کے ڈیرے کے پاس برپا کی گئی تھی ، اُتارا ۔ جہیز میں دس لاکھ روپے آئے تھے جو سلطان محمد کی تحویل میں دیے گئے ۔

بتاریخ ٢٩ جمادی الثانی (٢٤ اپریل ١٦٥٦ء) شاہزادہ اورنگ زیب نے میر جملہ کے مسکن پر تشریف لے جا کر سرفرازی بخشی ۔ اُس آداب داں امیر نے اس عنایت کے شکرانے میں ایک آن ترشا الماس ، دو لعل ، نو زمرد ، ایک نیلم ، ساٹھ موتی ، طلائی نشست کی ہتھنی ، نقرئی ساز کے پانچ ہاتھی ، طلائی ساز کے پانچ عراقی گھوڑے اور بعض دوسری چیزیں شاہزادے کی خدمت میں پیش کیں ۔ سلطان محمد کے واسطے ہیرے ، یاقوت اور زمرد کی ایک ایک انگوٹھی ، مرصع طرہ ، طلائی اور نقرئی ساز والے دو گھوڑے ، نقرئی ساز والا ہاتھی اور ہتھنی نیز کچھ اور اشیا حاضر کیں ۔ ان چیزوں کے علاوہ سلطان محمد کو یاقوت اور ہیرے کی دو انگوٹھیاں ، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ ، نقرئی ساز والا ہاتھی ، ہتھنی ، نقرئی اور طلائی ساز کے دو گھوڑے مزید پیش کیے ۔ غرض بتاریخ ٧ رجب (یکم مئی ١٦٥٦ء) فتح و کامرانی کو ہمرکاب لیے گولکنڈے سے واپس چلے ۔

شائستہ خاں وغیرہ امرا کو اجازت ملی کہ اپنے اپنے علاقوں پر جائیں ۔

۱۹ رجب (۱۳ مئی ۱۶۵۶ء) کو شاہزادے نے میر جملہ اور معظم خاں کو قاضی عارف کے ہمراہ بارگاہ شاہجہانی کی طرف روانہ کیا ۔ یہاں بادشاہ سلامت کا فرمان پہنچا جس میں خان مذکور کا خطاب معظم خاں درج تھا ۔ مہدی بیگ گرزدار نے فرمان کے ساتھ خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، علم اور نقارہ بھی حوالے کر کے سرفرازی بخشی ۔ شاہزادہ اورنگزیب نے واپسی میں قندھار (دکن) اور اودگیر کے قلعے ملاحظہ کیے ۔ بتاریخ ۳ شعبان (۲۷ مئی ۱۶۵۶ء) اورنگ آباد میں رونق افروز ہوئے ۔ جب حضرت کو اطلاع ملی کہ شاہزادۂ کامگار تمام معاملات کا اصرام کر کے فتح و ظفر کے ساتھ اپنے مرکز پر واپس آ پہنچے تو اُس والا جاہ کو پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے اضافے سے سربلند فرمایا ۔ شائستہ خاں کو ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی دے کر چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا ۔ خان جہاں خطاب مقرر ہوا ۔

ذوالفقار خاں کو ہزار سوار کی ترقی سے تین ہزاری ذات اور سوار کا منصب عنایت کر کے جعفر خاں کی جگہ صوبۂ بہار کا انتظام سپرد کیا ۔ احمد بیگ خاں اپنی بعض حرکتوں کے باعث منصب اور جاگیر سے محروم کر دیا گیا تھا ، اب اُسے بحال کر کے ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر بدستور سرفراز فرمایا ۔ نورالدین قلی خاں ولد موسیٰ خاں جو عادل خاں والی بیجاپور کے ہاں گیا تھا ، واپس آ کر حاضر بارگاہ ہوا ۔ اُس کے ساتھ عادل خاں کا ایک ملازم سید ولی بھی آیا ۔ اپنے آقا کے بھیجے ہوئے کچھ جواہرات اور مرصع آلات ، ایک ہتھنی ، چار ہاتھی جن میں سے ایک کا ساز طلائی تھا اور نو عربی گھوڑے نظر انور سے گزارے جن کی مجموعی قیمت ایک لاکھ ستر ہزار روپے ٹھہری ۔

سید صلابت خاں ناظم صوبۂ الہ آباد کے ہمرکاب باندھو کا زمیندار انوپ سنگھ بارگاہ شاہی کی آستاں بوسی کے لیے حاضر ہوا ۔ حضرت نے اُسے خلعت ، مرصع جمدھر ، مینا کار نقرئی ساز کی ڈھال مرحمت کر کے تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ خبر ملی تھی کہ

معظم خاں دکن سے چل کر دہلی کے نواح میں داخل ہو چکا ہے ، حضرت کے حسب الحکم قاسم خاں میر آتش اور دانشمند خاں بخشی دوم سواد شہر تک پیشوائی کے لیے گئے اور حاضر خدمت کیا ۔ معظم خاں نے اپنی سرفرازی کے شکرانے میں ایک ہزار اشرفیوں کی ندر دی ۔ کچھ جواہرات جن میں چند بیش قیمت ہیرے بھی تھے نظر انور سے گزارے ۔ جہاں پناہ نے اس پر شاہانہ عنایتیں کیں ۔ خلعت خاصہ ، مرصع تلوار اور چھ ہزاری ذات چھ ہزار سوار کا منصب دے کر وزارت اعلیٰ پر سرفراز کیا ۔ مرصع قلمدان نیز طلائی زین والا ایک عربی اور ایک عراقی گھوڑا ، نقرئی ساز کا فیل خاصہ ، ہتھنی اور پانچ لاکھ روپے عطا فرما کر کامیاب و کامران فرمایا ۔

یکم شوال ۲۳ جولائی پیر کے روز عید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے جہاں پناہ کمال شان و شوکت کے ساتھ جامع مسجد میں تشریف لے گئے جو پہاڑی پر تعمیر کی گئی ہے ۔ آپ کے نور جمال سے وہ عمارت رشک طور ہو گئی ۔ شاہزادہ داراشکوہ کو بیش قیمت لعلوں اور موتیوں کا دستبند اور سلطان سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ کو مرصع خنجر مع پھول کٹارہ عطا فرمائے ۔ اس سے پہلے شاہزادے کے پانچ نوکروں کو خانی کا خطاب عنایت کیا تھا ، یعنی بہادر خاں صوبہ‌دار کابل ، صلابت خاں ناظم الہ‌آباد ، معتمد خاں دیوان شاہزادہ ، محمد علی خاں حاکم پٹنہ اور برقنداز خاں میر آتش ۔ اب اُن کے پانچ اور ملازموں کو یہی خطاب عطا فرمایا ۔ عبداللہ بیگ نجم ثانی میر بخشی کو عسکر خاں ، خواجہ معین حاکم لاہور کو معین خاں ، سید عبدالرزاق ناظم ملتان کو عزت خاں ، شیخ داؤد فوجدار آگرہ تا دہلی کو داؤد خاں اور سید ناہر پتھن پوری کو ناہر خاں خطاب ملا ۔ سری نگر گڑھوال کے راجا نے شاہزادہ داراشکوہ کے دامن میں پناہ لے کر اپنے بڑے بیٹے میدنی مل کو درگاہ شاہی میں بھیجا ۔ اُس نے زمیں بوسی کے بعد بطور پیشکش ایک ہزار اشرفیاں ، طلائی ساز والے نو عدد پہاڑی ٹٹو چند جرّے اور باز نظر اشرف سے گزارے ۔ خلافت پناہ نے اُسے خلعت ، مرصع دستبند اور زردوز زین کا گھوڑا عنایت کر کے سرفرازی بخشی ۔

اطلاع ملی تھی کہ آدم خاں تبتی ولد علی رائے تبتی نے کشمیر میں

جہانِ فانی سے رحلت کی ۔ لاولد فوت ہوا تھا لہٰذا حضرت نے اس کے بھتیجے محمد مراد کو تبت کا علاقہ جاگیر میں بخشا ۔ چونکہ بنی آدم کی بقا کے لیے شادی بیاہ کا دستور لازم ہے اور شاہزادہ مراد بخش کے گھر میں شاہنواز خاں کی دختر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی حضرت نے امیر خاں کی بیٹی کو جو حسن و جمال میں ممتاز اور اس والا جاہ کی زوجیت کے واسطے موزوں تھی ، احمد آباد بھیج دیا تاکہ شاہزادہ اس سے نکاح کرے ۔ ایک لاکھ روپے کے جواہر ، مرصع آلات ، نقرئی اور طلائی ظروف جہیز میں عنایت کیے ۔ شاہزادے کے منصب میں دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ فرمایا ۔ فرمان صادر ہوا کہ ایک لاکھ روپے سورت کے خزانے سے لے لیں ۔ سید علی ولد عنبر اور صالح بیگ گرزدار کے ہاتھ اس والا جاہ کے نام فرمان عنایت ، خلعت خاصہ ، طویلۂ شاہی کے طلائی زین والے دو عربی اور عراقی گھوڑے ارسال کیے ۔ اضافے کی تنخواہ کے لیے جونا گڑھ کا علاقہ جاگیر ہوا ۔ بارگاہ والا میں شادماں پگھلی وال کے انتقال کی خبر آئی ۔ آپ نے اس کے بڑے بیٹے عنایت کو چھ سو ذات چھ سو سوار کا منصب عنایت کر کے پگھلی کا موضع بطور جاگیر عطا کیا ۔ پنج شیر کے تھانے دار میر گل کو ترقی دے کر دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب اور مبارز خاں خطاب عطا فرمایا ۔ طلائی ساز کی تلوار اور علم دے کر مزید سربلندی بخشی ۔ رضوی خاں کی جگہ محمود صفاہانی کو احمدآباد کی واقعہ نویسی اور بخشی گری پر مامور کیا ۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۰۶۶ھ ۲۹ ستمبر ۱۶۵۶ء پیر کے دن ظلِ سبحانی بقراعید کا دوگانہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں تشریف لے گئے جس کی کیفیت دارالخلافہ دہلی کے بیان میں تحریر ہو چکی ہے ۔ آتے جاتے اتنی دولت نچھاور ہوئی کہ زمانے بھر کے محتاج غنی ہو گئے ۔ خان جہاں کے بیٹے سید منصور نے مکرر ناشائستہ حرکتیں کی تھیں ، حضرت کے حسب الحکم شاہزادہ مراد نے اسے احمد آباد سے مکہ معظمہ بھیج دیا کہ بیت اللہ میں بیٹھ کر اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگے ۔ ان دنوں وہ وہاں سے واپس آ گیا ۔ ندامت اور عاجزی کا اظہار کیا ۔ حضرت نے شاہزادہ مراد

کی التماس کے بموجب ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب دے کر احمد آباد میں تعینات کر دیا ۔ بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۶۵۶ء اسد خاں ترقی پا کر دو ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ سعداللہ خاں کے ملازم عبدالنبی فوجدار شمس آباد کو ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب عنایت کیا ۔ رہری چندوار کی فوجداری بھی اُسی کے سپرد ہوئی ۔

جعفر خاں کے بھائی بہرام کی بیٹی کو سلطان سلیمان شکوہ کے ساتھ بیاہنے کے لیے پٹنہ سے طلب فرمایا تھا ۔ سرکارِ شاہی سے ڈیڑھ لاکھ روپے کے جواہر، مرصع آلات اور دوسری چیزیں جہیز میں عنایت فرمائیں ۔ نکاح کے لیے نجومیوں نے ۷ محرم ۱۰۶۷ھ، ۲۶ اکتوبر ۱۶۵۶ء کی تاریخ میں ایک پہر چھ گھڑی دن چڑھے کی ساعت مقرر کی تھی ۔ شاہزادہ دارا شکوہ وقت مقررہ پر اُس نور چشمِ سلطنت کو اپنی حویلی سے ہمرکاب لیے دولت خانہ شاہی میں آئے ۔ جواہرات کی پیشکش حاضر کی ۔ اعلیٰ حضرت نے اُس نونہال کو خلعتِ خاصہ، مرصع دستبند، مرصع انگوٹھی، نقرئی ساز والا فیلِ خاصہ عنایت کرکے اپنے دستِ مبارک سے اس کے سر پر موتیوں کا سہرا باندھا ۔ حسب الحکم قاضی خوشحال نے دو لاکھ روپے کے مہر پر نکاح پڑھا ۔ خلعت اور دو ہزار روپے پا کر سرفراز ہوا ۔ اس مسرت بخش تقریب کی تمام رسمیں نہایت شان و شکوہ کے ساتھ ادا ہوئیں ۔ ہر طرف سے خوشی اور مبارک باد کی آواز بلند ہوئی ۔ محمد بدیع ولد خسرو سلطان ولد نذر محمد خاں کو پانچ سو سوار کی ترقی سے ڈھائی ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب ملا ۔ شمس الدین خاں ولد مختار خاں ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب سے اودگیر کی قلعداری پر مامور ہوا ۔ الہام اللہ ولد رشید خاں نے پان سو ذات پان سو سوار کی ترقی پا کر ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ اُس کے چچا ہادی داد خاں کا انتقال ہو چکا تھا، مرحوم کے تین بیٹے تھے جنھیں مناسب منصب ملے ہوئے تھے لیکن خاندان کی سربراہی کا جوہر صرف الہام اللہ میں تھا لہٰذا حضرت نے اُسے ترقی دی ۔

بتاریخ ۱۴ صفر ۱۰۶۷ھ (۲ دسمبر ۱۶۵۶ء) محمد امین ولد معظم خاں جو بارش کی شدت کے سبب برہان پور میں رک گیا تھا، حاضرِ خدمت

ہوا ۔ خلعت اور خانی کے خطاب سے سرفرازی پائی ۔ ۶ دسمبر کو جمدۃالملکی معظم خاں نے بیش بہا جواہرات کی پیشکش حاضر کی جن میں نوٹانک یعنی ۲۱۶ رتی (سوا دو تولے) وزن کا ایک ہیرا بھی تھا ۔ حضرت کے ایما سے مبصروں نے اس کی قیمت دو لاکھ سولہ ہزار روپے ٹھہرائی ۔ اس کے علاوہ بیس ہاتھی ہتھنیاں بھی تھیں جن میں سے چار کا ساز طلائی اور سولہ کا نقرئی تھا ۔ پوری پیشکش کی قیمت پندرہ لاکھ روپے آنکی گئی ۔

شاہزادۂ کامگار اورنگزیب بہادر کا بیجاپور کی مہم پر مامور ہونا ۔ معظم خاں اور دیگر امرائے عظام کا اُن کے ہمرکاب تعینات کیا جانا

شاہزادہ اورنگزیب کی عرضداشت سے اطلاع ملی تھی کہ ''عادل خاں والیِ بیجاپور نے جہان فانی سے رحلت کی ۔ کوئی جانشین نہیں چھوڑا جو ملک کا انتظام کرے ۔ اس کے اکثر اُمرا غلام تھے ۔ اُنھی میں ایک گمنام غلام کو جسے علی کہتے ہیں ، عادل خاں نے اپنا متبنّٰی کر لیا تھا ۔ اب وہی عادل خاں کا جانشین ہوا ہے اور ریاست کے سیاہ و سفید کا مختار ہے ۔ لیکن ساری ریاست میں افرانفری مچی ہوئی ہے ۔ بڑے فساد برپا ہوں گے'' ۔ حضرت نے یہ اطلاع پا کر فرمان صادر کیا کہ شاہزادۂ کامگار صوبۂ دکن کا لشکر لے کر بیجاپور پہنچے اور جس طرح مناسب سمجھے اس مہم کا انصرام کرے ۔ خان جہاں کے نام حکم جاری ہوا کہ مہم میں شرکت کے واسطے مالوے سے دولت آباد پہنچو ۔ معظم خاں کو خلعتِ خاصہ ، مرصع خنجر مع پھول کٹارہ ، طلائی زین کے دو گھوڑے اور نقرئی ساز والا ہاتھی عنایت کیا ۔ نجابت خاں کو خلعت اور زردوز زین کا گھوڑا دیا ۔ میرزا سلطان کو خلعت خاصہ ، زردوز زین والا قبچاق گھوڑا اور تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی ۔ ایرج خاں کو خلعت بخشا ۔ محمد قلی ولد نجابت خاں کو معتقد خاں خطاب ملا ۔ بہت سے امرا کو خلعت اور ترقیاں دیں ۔ بعض کو گھوڑے عطا کیے اور ان سب کو ہدایت کی کہ

بیجاپور کی مہم میں شریک ہونے کے لیے روانہ ہو جائیں ۔

بارگاہِ شاہی میں حاضر ہونے کی تاریخ سے آج تک معظم خاں کو حضرت نے پانچ لاکھ روپے نقد اور دو لاکھ روپے کے ہاتھی گھوڑے ، پارچات وغیرہ عطا کیے ۔ اور بہت سے امرا مثلاً مہابت خاں ، راجا رائے سنگھ ، افتخار خاں ، اخلاص خاں ، نصرت خاں ، راجا سجان سنگھ ، دیبی سنگھ بندیلہ ، دلیر خاں ، رتن راٹھور ، ایرج خاں، میرزا محمد مشہدی ، راؤ امر سنگھ ، سید شہاب ، سجان سنگھ ، مہدی قلی خاں اور راؤ امر سنگھ نروری کو فرمان جاری ہوئے کہ اپنے اپنے وطن اور علاقوں سے چل کر شاہزادۂ نامدار کی خدمت میں حاضر ہو جائیں ۔ دربار شاہی سے روانہ ہونے والوں اور وطن سے پہنچنے والے منصب داروں کی مجموعی فوج جو شاہزادے کی رکاب میں تعینات کی گئی ، بیس ہزار سوار جرار پر مشتمل تھی ۔ پیادے اور سوار برقندازوں اور بانداروں کی کثیر تعداد اس کے علاوہ تھی ۔ دکن کی واقعہ نویسی اور بخشی گری پر قاضی نظاما کا تقرر ہوا ۔ محمد امین خاں نے ہزاری ذات کی ترقی سے تین ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ حکم ہوا کہ اپنے باپ کے پہنچنے تک دیوانی کی خدمت انجام دے ۔ صوبوں کے واقعات عرض کرنے کی خدمت رضوی خاں کو تفویض ہوئی ۔

نحس ستاروں کی تاثیر سے دارالخلافہ دہلی میں طاعون کی وبا ایسی پھیلی کہ ہر روز سیکڑوں آدمی مرنے لگے ۔ دریائے گنگا کے کنارے والی بستیاں البتہ وبا کے اثر سے محفوظ نہیں ۔ خلافت پناہ نے بتاریخ ۴ ربیع الاول (۲۱ دسمبر ۱۶۵۶ء) جمعرات کے روز دہلی کی قلعداری سیادت خاں کے سپرد کرکے مرغابیوں ، بطوں کے شکار کی خاطر دریائے گنگا کا رُخ کیا ۔ لگاتار چار کوچ کرکے ساحلِ گنگ پر گڑھ مکتیشر میں خیمہ زن ہوئے ۔ ۲۶ دسمبر کو کنارے کنارے شکار کھیلتے ہوئے نورپور کو چلے ۔ اطلاع ملی کہ نواحی اکبر آباد کا فوج دار اور روضۂ تاج محل کا متولی آگاہ خاں دنیا سے رخصت ہوا ۔ حضرت نے گردھر گوڑ کو دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب دے کر نواحیِ آگرہ کی فوج داری اور قلعۂ آگرہ کی حراست پر ماسور کیا ۔ محرم خاں کو روضۂ تاج محل کا متولی مقرر فرما کر

رخصت کیا - اصالت خاں کا بیٹا محمد ابراہیم مخلص پور کی عمارتوں کا معائنہ کرنے گیا تھا ، واپس آ کر گزارش کی کہ تعمیر کا کام پہلے کی طرح نہیں ہو رہا - دولت خانے میں جو نہر لائی جا رہی تھی وہ بھی نہیں کھدی - لہٰذا حضرت نے حسین بیگ خاں کو ہٹا کر غضنفر خاں کو دوآبے کی فوجداری تفویض کی - ہزاری ذات اور سوار کا منصب دے کر حکم دیا کہ بہت جلد پہنچ کر مخلص پور کی عمارتیں حسب دل خواہ مکمل کروائے -

اس سفر میں فقط چالیس مرغابیاں ، سونہ وغیرہ اور اسّی حرز شکار ہوئے - بطوں ، قازوں کی کثرت جو بیان کی گئی تھی کہیں نظر نہ آئی - حضرت نے قراولوں میر شکاروں کو بلا کر عتاب فرمایا اور کہا کہ یہ شکارگاہ اس قابل نہیں کہ مابدولت پھر تشریف لائیں - ۱۷ ربیع الاول (۳ جنوری ۱۶۵۷ء) کو یہاں سے واپس ہو کر ۷ جنوری کو جمنا کے ساحل پر رونق افروز ہوئے - یہاں سے کشتی میں سوار ہو کر چار روز بعد بتاریخ ۱۱ جنوری ۱۶۵۷ء دولت خانۂ دہلی کو نور جہاں سے روشن کیا - طاعون کی وبا بھی کچھ دب گئی تھی - اطمینان سے قیام فرمایا اور شمسی جشن تلادان منعقد کرنے کا حکم دیا -

جشنِ تلادانِ شمسی

کارپردازانِ سلطنت نے ظلِ سبحانی کے حسب الحکم بتاریخ ۳۰ دسے ۴ ربیع الثانی ۱۰۶۷ھ (۲۰ جنوری ۱۶۵۷ء) عمر مبارک کے چھیاسٹھویں سال کے آغاز کا جشن غسلخانے میں ترتیب دیا - دوپہر دو گھڑی دن چڑھے حضرت کا پیکر نورانی جواہرات ، سونے چاندی اور دیگر اجناس میں تولا گیا - عیش و مسرت کے نقارے کھڑکنے لگے - مبارکباد کی دھوم مچی - حاجت مندوں کی آرزوئیں پوری ہوئیں - دولت خانۂ شاہی میں فرش فروش اور رنگا رنگ پردوں سے ایسی آرائش ہوئی کہ اس کی تفصیل لکھنے سے زبان اور زبانِ قلم دونوں قاصر ہیں - وہ وہ سجاوٹیں ہوئیں کہ نگارخانۂ چین و فرنگ کی رونق ماند پڑ گئی - امرائے نامدار نے تہنیت میں بھاری

پیشکشیں گزران کر مبارکباد دی ۔ حاضرین محفل کو بیش بہا انعام ملے ۔ اتنے روپے اور اشرفیاں سمٹیں کہ مدتوں کو کافی ہوں گی ۔ کول (علی گڑھ) اور دوسرے پرگنوں سے پانچ کروڑ دام (ساڑھے بارہ لاکھ روپے) مالیہ آیا تھا ، وہ سب شاہزادہ داراشکوہ کو مرحمت ہوا ۔ اُس والا جاہ کی تنخواہ بڑھ کر ساٹھ کروڑ دام یعنی ڈیڑھ کروڑ روپے سالانہ مقرر ہوئی ۔ سلطان سپہر شکوہ کو آٹھ ہزار ذات تین ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ محمد امین خاں کو تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر گھوڑا اور مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ عطا فرمایا ۔

صوبہ داری کابل کی خدمت بہادر خاں اچھی طرح انجام نہیں دے رہا تھا ، شاہ بلند اقبال کی التماس کے بموجب وہاں کا انتظام رستم خاں بہادر فیروز جنگ کو تفویض ہوا ۔ کابل کی جاگیر کے عوض شاہزادے کو خالصہ لاہور کے پرگنے عنایت کیے ۔ رستم خاں بہادر کو مرصع شمشیر دے کر ہزار سوار کی ترقی سے چھ ہزار ذات چھ ہزار سوار ، پانچ ہزار دواسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا ۔ کابل اور پشاور کا علاقہ بطور تنخواہ جاگیر میں عطا کر کے رخصت کیا ۔ معین خاں کی جگہ بہادر خاں کو لاہور کی صوبے داری عنایت ہوئی ۔ بیرم دیو سیسودیہ کو تین ہزاری ذات ہزار سوار کا اور ابراہیم خاں ولد علی مردان خاں کو ڈھائی ہزار ذات ہزار سوار کا منصب دیا ۔ دوسرا بھائی عبداللہ بیگ ڈیڑھ ہزار ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ سید مظفر ولد سید شجاعت خاں نے بھی یہی منصب پا کر ہمت خاں کے خطاب سے سربلندی پائی ۔ اُس کا بھائی سید نجابت ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ مالوجی اور پرسوجی اپنی اپنی جاگیر یعنی ایرج اور بھاندیر کو رخصت ہوئے ۔ انہی دنوں شاہزادۂ بلند اقبال نے بیش بہا جواہر اور مرصع آلات وغیرہ نظر انور سے گزارے ۔ ان میں ستر ہزار روپے قیمت کا پلنگ تھا جس کے پائے اور سرہانے کا تکیہ سنگِ یشم کے تھے ۔ الماس ، یاقوت اور زمرد سے مرصع تھا ۔

اعلیٰ حضرت کی عمر کے ۶۸ ویں قمری سال شروع ہونے کا جشن منانے کے لیے ۱۹ ربیع الثانی (۴ فروری ۱۶۵۷ء) کی تاریخ مقرر ہوئی تھی ، کاربردازوں

نے ۲۰ جنوری سے شامیانے ، دل بادل اور رنگا رنگ بوقلموں فرش فروش کا اہتمام کر کے ایسی انجمن ترتیب دی جس میں ہزاروں محفلیں منعقد ہو سکتی تھیں - پہلے ہی روز زیب و زینت انتہا کو پہنچ گئی - نقاروں کے کھڑکنے ، نفیری کی گونج اور طوائفوں کی نغمہ سرائی سے عیش و طرب کی وہ دھوم مچی کہ آسمان تک آواز پہنچی - شاہانہ تجمل پورے عروج پر تھا - لذیذ غذائیں ، شربت ، پان ، پھول ، عطر سب حاضر تھے - اس قمری جشن تلادان میں خواجہ رحمت اللہ میر توزک اور ناظر خاں کو ہزاری ذات پان سو سوار کا منصب، ملا - رحمت اللہ کا خطاب سربلند خاں مقرر ہوا - امیرالامرا کے بیٹوں اسماعیل اور اسحاق کو ہزاری ذات تین سو سوار کا منصب دیا گیا - امیرالامرا نے دو لاکھ روپے قیمت کی پیشکش نظر انور سے گزاری جو لاہور کے بیش بہا پارچوں اور کشمیر کی شالوں ، نیز جواہرات و مرصع آلات وغیرہ پر مشتمل تھی - انھی میں پچپن ہزار روپے قیمت کا ایک کوکبہ بھی تھا - شمسی اور قمری تلادان کے جشنوں میں امرائے عالی شان نے جو پیشکشیں دیں اُن میں سے بیس لاکھ روپے کی اشیا حضرت نے قبول فرمائیں -

شاہی سواری کی فیض آباد کو روانگی

حضرت نے کئی بار سنا تھا کہ کوہ شوالک کے دامن میں سرمور کے پہاڑ سے متصل دریائے جمنا کے کنارے موضع مخلص پور ہے جو سہارن پور کے قریب واقع ہے - آب و ہوا نہایت فرحت بخش ہے - گرمی کی انتہائی شدت میں بھی ہوا چلتے رہنے سے وہاں کا موسم خنک رہتا ہے - مزید لطف یہ کہ دہلی سے وہاں تک کشتی میں سفر کر سکتے ہیں - واپسی میں بہاؤ کے سبب ایک ہفتے میں بہ سہولت دہلی آ جائیے - اگرچہ دارالخلافہ دہلی کی آب و ہوا دوسرے شہروں سے بہتر ہے بلکہ فرحت افزائی اور فیض بخشی میں تمام روئے زمین کا انتخاب کہیے لیکن جس سال بارشیں کم ہوں سخت گرمی پڑتی ہے - اس خیال سے سن ۲۸ جلوس میں حضرت نے حکم دیا کہ مخلص پور میں عالی شان شاہانہ عمارتیں تیار کی جائیں - اب اطلاع ملی کہ عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں - علاوہ ازیں ہوا کے فساد اور مزاجوں کے بگاڑ کی وجہ سے دہلی

میں طاعون ایسی پھیلی کہ شبستان خلافت کی بعض کنیزیں بھی اس میں مبتلا ہو گئیں ۔

یہ حالت دیکھ کر خلافت پناہ نے رائے صائب کی ہدایت کے بموجب دولتخانے سے روانہ ہو کر باغ اغرآباد میں منزل کی جو وبا سے محفوظ تھا ۔ بتاریخ ۲۸ بہمن ۲ جمادی‌الاول ۱۶ فروری ۱۶۵۷ء جمعہ کے دن مخلص پور کو روانہ ہوئے ۔ دستور سابق کے مطابق سیادت خاں کو دہلی کے انتظام اور قلعداری پر مامور کیا ۔ اگلے روز ساحل ساحل شکار کھیلتے ہوئے آگے بڑھے ۔ منزلیں طے کرکے ۲۶ جمادی الاول (۱۲ مارچ ۱۶۵۷ء) کو مخلص پور کے نشیمن میں جلوہ افروز ہوئے ۔ اگرچہ اسفندار کی ۲۳ تاریخ تھی لیکن ہوا نہایت سرد تھی ۔ بے اختیار فرمایا کہ یہاں کی ہوا کا لطف دیکھ کر کشمیر کے راستے اور تھنہ کی آب و ہوا یاد آتی ہے ۔ یہ فضا ایسی پسند آئی کہ مخلص پور کا نام فیض آباد تجویز فرمایا ۔ آس پاس کے اکثر دیہات اور پرگنے جن کی جمع پچھتر ہزار روپے ہے فیض آباد کے تابع کر دیے ۔

یہ بہشت منظر دولتخانہ جو پاکیزگی و صفا اور نقش و نگار کی بدولت نگار خانۂ چین کا جواب ہے نہایت دلکش عمارت بلکہ روئے زمین کے بہترین نشیمنوں کی زینت ہے ۔ دہلی اور دوسرے شہروں کے دولت خانوں کی مانند یہاں بھی خوابگاہ ، محل ، غسلخانہ ، جھروکۂ درشن ، بارگاہ خاص و عام وغیرہ کی عمارات ہیں ۔ جمنا ان کے نیچے بہتی ہے ۔ دریا کی طرف سے نو گز کرسی دے کر یہ عمارتیں اٹھائی ہیں ۔ موقع ایسا ہے کہ دریا کا پانی مٹھاس ، صفائی اور پاکیزگی میں صفاپور کی جھیل اور کشمیر کی ڈل کو شرمندہ کرتا ہے ۔ موتی سا نیر پانی موجیں مارتا ہوا یوں آتا ہے کہ کوثر و سلسبیل کی یاد دل سے محو ہو جاتی ہے ۔ پانی کی روانی اور صفائی کو دیکھ کر مسافر کا جی چاہتا ہے کہ آگے نہ بڑھے ، وہیں رہ پڑے ۔ اس جگہ دریائے جمنا کا پاٹ جاڑوں میں ۸۲ گز ہوتا ہے ۔ برسات میں پھیل کر دو گنا ہو جاتا ہے ۔ لیکن دونوں موسموں میں صفائی اور پاکیزگی کا وہی عالم رہتا ہے ۔

دولت خانے سے مغرب کی طرف پہاڑ ہے جس پر سایہ دار درخت کمال خوشنمائی سے یوں صف بستہ کھڑے ہیں گویا فرشتوں نے اپنے بازو

پھیلا کر باہم ملا لیے ہوں ۔ نشو و نما کا یہ عالم ہے کہ وہم و گمان میں نہیں آتا ۔ دریائے جمنا سے کاٹ کر نہر لائی گئی ہے جس کا پانی تمام عمارتوں کا طواف کرتا پھرتا ہے ۔ سلسبیل اور تسنیم کا نقشہ سمجھیے ۔ جا بجا خوش وضع آبشار ہیں جن کا پانی حوضوں کے کنارے گر کر دیکھنے والوں کی آنکھوں کو طراوت بخشتا ہے ۔ ہر عمارت کے سامنے خوشنما سرسبز و شاداب دلکش باغیچے ہیں جن میں سبزہ و گل کی افراط رہتی ہے ۔ سبزے کی یہ کثرت ہے کہ ہر عمارت کی بغل میں نئی شکل سے لہلہاتا ہے ۔ بڑے باغ میں چالیس گز مربع حوض ہے ۔ باغ کی چاروں روشوں کے وسط میں چھ گز چوڑی نہر گزرتی ہے ۔ ہر نہر میں ساٹھ فوارے ہیں ۔ چمنوں کو دیکھیے تو باغ ارم اور گلشن فردوس کا نمونہ ہیں ۔ یہ پاکیزہ عمارتیں دو سال دو ماہ کی مدت میں پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئی ہیں ۔ کچھ تعمیر ابھی باقی ہے ، اس پر بھی ایک، لاکھ روپے لگیں گے ۔ آج دو لاکھ روپے شاہ بلند اقبال کو اور پچاس ہزار روپے سلطان سلیمان شکوہ کو مرحمت ہوئے کہ یہاں اپنے واسطے حویلیاں تیار کروائیں ۔

سن ۲۳ جلوس میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے شہر دہلی کے گرداگرد گارے اور پتھر کی فصیل کھینچی گئی تھی ، سخت بارشوں کی وجہ سے اس میں جا بجا سوراخ اور رخنے پڑ گئے ؛ کہیں کہیں ڈھے بھی گئی ۔ پھر حضرت کے حسب الحکم ۲۲ ربیع الاول ۱۰۶۳ھ (۲۰ فروری ۱۶۵۳ء) کو پتھر اور چونے کی نہایت مضبوط فصیل تعمیر ہونی شروع ہوئی ۔ اس سال یہ فصیل تکمیل کو پہنچی ۔ اس کا دور چھ ہزار چھ سو ساٹھ گز ہے ۔ ۲۷ برج ہیں اور چھوٹے بڑے گیارہ دروازے ۔ فصیل کی چوڑائی چار گز ہے اور اونچائی زمین سے کنگروں تک نو گز ۔ چار لاکھ روپے کے خرچ سے تیار ہوئی ۔

اس وسیع اقلیم میں جسے ہندوستان جنت نشان کہتے ہیں (برصغیر پاک و ہند) تین موسم ہوتے ہیں : گرمی ، جاڑا اور برسات ۔ یکم آبان (۲۱ اکتوبر) سے بہمن (فروری) تک چار ماہ جاڑے کے ہیں ۔ نومبر اور فروری میں موسم معتدل رہتا ہے ۔ درمیانی دو مہینے یعنی دسمبر اور جنوری

میں کڑاکے کی سردی پڑتی ہے ۔ یکم اسفندار (۲۱ فروری) سے کہ بہار اپنا جلوہ دکھانے لگتی ہے ، خورداد (جون) تک گرمی کی رت ہے ۔ آخر فروری سے اپریل تک بہار کا معتدل زمانہ ہے ۔ مئی جون میں شدت کی گرمی پڑتی ہے بالخصوص جون کے مہینے میں سیر و سفر دشوار ہو جاتا ہے ۔ یکم تیر (۲۱ جون) سے ۲۰ اکتوبر تک برسات کی فصل ہے جس میں ہندوستان کی فضا پر مستی چھائی رہتی ہے :

فضا نیلی نیلی ہوا میں سرور
ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور

جولائی میں بارشیں ہوتی ہیں ۔ اگر بارش نہ ہو تو جولائی میں بھی جون کی سی گرمی پڑتی ہے ۔ برسات یوں تو ایک موسم ہے لیکن اس میں تینوں موسموں کی خصوصیات جمع ہو جاتی ہیں ۔ بارشیں ہوتی رہیں تو برسات ہے ۔ اس میں اگر ابر و باد کا ہنگامہ ہو اور تیز ہوا چلے تو جاڑے کی سی سردی پڑنے لگتی ہے ۔ بارش اور بادل نہ ہو تو گرمی کا سماں رہتا ہے ۔ جس دن بارش نہ ہو اور ہوا بند رہے تو حبس ہو جانے کے سبب اُمس کی تکلیف سخت ہوتی ہے ۔ گرمی کے موسم میں اتنا تو ہے کہ ہوا چلتی رہتی ہے ۔ المختصر ہندوستان کے بہترین شہر شاہجہان آباد دہلی کی آب و ہوا کا یہ حال ہے ۔ اس خوشنما بستی میں اپریل کے مہینے میں پروا ہوا چلتی رہتی ہے ، جون میں بالعموم پچھوا چلتی ہے جسے لو کہتے ہیں ۔ جاڑے کی فصل میں آگرے کی نسبت دہلی کی آب و ہوا کچھ زیادہ سرد ہوتی ہے اور لاہور کی دہلی سے بھی زیادہ سرد ۔

سن ۳۱ جلوس

احسانِ الٰہی کی بدولت ۲۸ اسفندار یکم جمادی‌الثانی ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۶۵۷ء صاحبقرانِ ثانی کی بادشاہت کا اکتیسواں سال بخیر و خوبی شروع ہوا ۔ جشنِ نوروزی کے اہتمام سے دولت خانۂ شاہی کی ایسی آرائش ہوئی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ اعتقاد خاں کی

جگہ بخشی گری کی خدمت دانش مند خاں کے سپرد ہوئی ۔ خلعت خاصہ اور تین ہزاری ذات آٹھ سو سوار کا منصب عنایت ہوا ۔ فاضل خاں خانساماں کو بھی یہی منصب ملا ۔ اسد خاں نے ڈھائی ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب سے بخشی دوم کے عہدے پر سرفرازی پائی ۔ اسد خاں کی جگہ سربلند خاں کو آختہ بیگی کی خدمت سپرد ہوئی ۔ مظفر حسین کو فدائی خاں خطاب دے کر گرزداروں کی داروغگی پر مامور فرمایا ۔ بکسی بے درباں جسے سبحان قلی نے نیاز مندانہ عریضہ دے کر بارگاہِ شاہی میں بھیجا تھا ، آستاں بوسی سے مشرف ہوا اور سبحان قلی کا عریضہ نیز ۲۷ گھوڑے ، پانچ اونٹ نظرِ انور سے گزارے ۔ اعلیٰ حضرت نے خلعت ، خنجر مرصع مع پھٹی اور دس ہزار روپے مرحمت فرمائے ۔

بتاریخ ۲۳ جمادی‌الثانی (۸ اپریل ۱۶۵۷ء) کہ شرفِ آفتاب کا دن تھا ، مبارز خاں کو خلعت ، ہاتھی اور نقرئی زین والا گھوڑا عنایت کیا ۔ ہمت خاں کو پانچ سو کے اضافے سے دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ خلعت ، گھوڑا ، علم اور دہرہ دون سری نگر (گڑھوال) کا علاقہ جاگیر میں دیا ۔ سیف خاں کا بھائی سلطان نظر ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر ممتاز ہوا ۔ بکسی بے درباں کو خلعت ، زر دوز زین کا گھوڑا ، سو تولے سونے کی مہر ، اتنے ہی وزن کا چاندی کا حلقہ (روپیہ) اور پندرہ ہزار روپے عطا کر کے رخصت کیا ۔ کمال عنایت اور متوسل نوازی کے تقاضے سے بکسی بے کے بدست سبحان قلی خاں کو بھی چالیس ہزار روپے روانہ کیے ۔

اطلاع ملی کہ ترہٹ کے فوجدار سرفراز خاں ولد لشکر خاں نے طبعی موت سے وفات پائی ۔ حضرت نے بتاریخ ۱۴ اپریل ۱۶۵۷ء میر ابوالمعالی ولد میرزا ولی کو خلعت اور گھوڑا عنایت کر کے وہاں کی فوجداری پر مامور کیا ۔ اعتمادالدولہ خلیفہ سلطان وزیر ایران کے بھانجے میر جعفر کو پان سو ذات پان سو سوار کی ترقی دے کر دو ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ صوبۂ بہار میں علاقۂ چین پور کی جاگیر دے

کر وہاں کی فوجداری پر مامور فرما دیا ۔ راول پونجا کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے گردھر کو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب بخشا ۔

۳۰ فروردیں ، ۳ رجب (۱۵ اپریل ۱۶۵۷ء) کو فیض آباد سے کوچ کرکے تیسرے روز خضرآباد میں بارگاہ شاہی برپا ہوئی ۔ یہاں سے دولت و اقبال کو ہمرکاب لیے کشتی میں سوار ہو کر ۱۵ رجب (۲۹ اپریل ۱۶۵۷ء) کو اغرآباد کے باغ میں رونق افروز ہوئے ۔ ایک ہفتے تک یہاں سبزہ و گل کی بہار کا نظارہ کرکے بتاریخ ۶ مئی ۱۶۵۷ء دارالخلافہ دہلی کو اپنے فیض قدم سے رشک طور فرمایا ۔

دہلی پہنچ کر اطلاع ملی کہ امیرالامرا علی مردان خاں جو اسہال کے مرض میں مبتلا تھا ، جہان فانی سے گزر گیا ۔ کشمیر کی آب و ہوا اُسے سازگار تھی لہٰذا بیماری کے زمانے میں حضرت نے اُسے اُدھر رخصت کر دیا تھا ۔ ضعف و ناتوانی کے سبب ماچھی واڑے سے کشتی میں سوار ہو کر چلا ۔ موضع تہار تک پہنچا تھا کہ بخشیانِ قضا و قدر نے عمر اور رزق کے دروازے اُس پر بند کر دے ۔ داعی اجل نے اپنی صورت دکھائی اور دستور زمانہ کے مطابق بتاریخ ۱۲ رجب (۲۶ اپریل ۱۶۵۷ء) ملک عدم میں تعینات ہو گیا ۔ اُس کے بیٹے ابراہیم خاں وغیرہ جنازے کو لے لاہور پہنچے اور اُس کی ماں کے مقبرے میں دفن کر دیا ۔ عالی شان ، باتدبیر امیر تھا ۔ اقبال و عزت ، دولت و حشمت اور کثرت فوج کے سبب بہت امتیاز پایا ۔ اعلیٰ حضرت کی پیہم عنایات کے سبب اسے بڑی عزت حاصل تھی ۔ ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب تھا ۔ ڈھائی لاکھ روپے بطور انعام ملتے تھے ۔ سالانہ تنخواہ تیس لاکھ روپے تھی ۔

اس خبر سے اعلیٰ حضرت کو جو جوہر خلوص و عقیدت کے پرکھنے والے ہیں ، سخت افسوس ہوا ۔ بندہ نوازی اور ماتحت پروری کے تقاضے سے ابراہیم خاں کو جو شاہی تربیت و عنایت کا مستحق ہے اور امیرالامرا کو اس سے بہت الفت تھی ، ڈیڑھ ہزاری ذات دو ہزار سوار کی ترقی دے کر چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا ۔ بڑے بیٹے عبداللہ

بیگ کو سات سو ذات پانچ سو سوار کی ترقی سے ڈھائی ہزار ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ اسمٰعیل اور اسحاق کو ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات آٹھ سو سوار کے منصب پر سربلند کیا ۔ سب کو خلعت عطا فرمائے۔ فاضل خان میر سامان کو لاہور روانہ کیا کہ سبھوں کو تسلی اور تشفی دے کر بارگاہ والا میں لے آئے ۔ مرحوم کے بعض نوکر جو شاہی ملازمت کے لیے موزوں تھے ، اپنے اپنے رتبے کے مطابق سرفراز ہو کر درگاہ والا کے ملازموں میں داخل ہوئے ۔ یعنی محمد مقیم دیوان کو نو سو ذات سو سوار ، فرہاد بیگ کو سات سو ذات سو سوار ، خواجہ اسمٰعیل میر سامان کو سات سو ذات ستر سوار اور رسول بیگ روز بہانی کو پانچ سو ذات سو سوار کا منصب عطا ہوا ۔

بتاریخ ۱۸ رجب (۲ مئی ۱۶۵۷ء) اعلیٰ حضرت نے لشکر خان کو پانچ سو سوار کے اضافے سے ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کر کے کشمیر کی صوبے داری پر رخصت کیا ۔ قاسم خان ہزاری ذات ہزار سوار کے اضافے سے پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب پر اور ذوالفقار خاں کی جگہ صوبۂ بہار کے انتظام پر سرفراز ہوا ۔ اُس کا بیٹا حسین علی ہزاری ذات چار سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر دلی مراد کو پہنچا ۔ جونپور کی فوجداری اللہ ویردی خاں کے بجائے مکرم خاں کے سپرد ہوئی ۔ سعادت خاں کو ڈھائی ہزار ذات آٹھ سو سوار کا اور فدائی خاں کو ڈیڑھ ہزار ذات آٹھ سو سوار کا منصب عطا ہوا ۔ سید بلوچ فوجدار خان کا خطاب پا کر علاقۂ باری کی فوجداری پر مامور ہوا ۔ دکن کے معزول بخشی میر جعفر کو بہادر کنبوہ کے بجائے اجمیر کی فوجداری ملی ۔ حافظ ناصر نے اجمیر کی دیوانی پر سرفرازی پائی ۔ ہمت خاں ولد سید شجاعت خاں کو سید مظفر خاں خطاب ملا ۔

۲۵ رجب ۹ مئی ۱۶۵۷ء کو ظلِ سبحانی نے شاہِ بلند اقبال کی حویلی میں رونق افزا ہو کر جاودانی برکت عطا کی ۔ آداب داں شاہزادے نے شاندار پا انداز بچھوایا ۔ قیمتی جواہرات سر مبارک پر نچھاور کیے ۔ تین لاکھ روپے کی پیشکش جو مرصع آلات ، نادر تحفوں اور طلائی ساز والے

پچاس عربی عراقی گھوڑوں پر مشتمل تھی ، نظرِ انور سے گزاری ۔ خدیو آفاق نے سارا دن وہاں گزار کر شام کے وقت دولتخانے کو مراجعت فرمائی ۔ بتاریخ ۱۶ رمضان ، ۲۸ جون ۱۶۵۷ء فاضل خاں کے ہمرکاب لاہور سے امیرالامرا کے چار بیٹے ابراہیم خاں وغیرہ اور نوکر حاضر درگاہ ہوئے ۔ اعلیٰ حضرت نے ابراہیم خاں کو خلعتِ خاصہ ، مرصع خنجر ، علم اور نقارہ عنایت فرمایا ۔ ہزار سوار کے اضافے سے چار ہزاری ذات چار ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ عبداللہ بیگ کو خلعت اور علم عطا ہوا ۔ باقی دو بیٹے خلعت پا کر سرفراز ہوئے ۔ مرحوم کا تمام مال و اسباب جو حسبِ دستور سرکار شاہی میں ضبط ہوا ، ایک کروڑ روپے کا تھا ۔ کمال مہربانی سے تیس لاکھ روپے ابراہیم خاں کو ، بیس لاکھ روپے تین بیٹوں اور دس بیٹیوں کو مرحمت فرمائے ۔ باقی پچاس لاکھ روپے مالیے کے مطالبے میں مجرا ہوئے ۔

۲۱ رمضان (۳ جولائی ۱۶۵۷ء) کو ماہ تیر کا تیرھواں دن تھا ۔ گلابی جشن کی تیاریاں ہوئیں ۔ سالانہ دستور کے مطابق شاہزادوں اور امرائے ذیشان نے طلائی اور مرصع مینا کار صراحیاں گلاب سے بھری ہوئی نذر کیں ۔ محمد صفی ولد اسلام خاں ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر ترقی پا کر سید خضر مرحوم کی جگہ کانگڑے کی قلعداری پر سرفراز ہوا ۔ اطلاع آئی کہ یکم جولائی کو آگرے میں حیات خاں کا اور ۱۰ جون ۱۶۵۷ء کو پٹن میں میر شمس‌الدین کا انتقال ہو گیا ۔ دستور کے مطابق حضرت نے رمضان کے مہینے میں ساٹھ ہزار روپے محتاجوں مسکینوں کو خیرات کیے ۔ ہر روز افطار کے وقت بے‌شمار اشخاص شاہی دستر خوان پر آتے اور طرح طرح کے لذیذ کھانے اور نقل کھاتے ۔ دہلی میں حکیم حاذق نے بھی ملک فنا کا راستہ لیا ۔ بتاریخ ۱۶ شوال ۲۸ جولائی ۱۶۵۷ء اسد خاں کو ڈھائی ہزار ذات بارہ سو سوار اور سلطان حسین ولد اصالت خاں کو ہزاری ذات پان سو سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔ سردار قیام خانی ہزاری ذات تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ حاجی احمد سعید کو بہار کی دیوانی عنایت ہوئی ۔

معظم خاں کا شاہزادہ اورنگزیب کی خدمت میں پہنچنا ، بیجاپور کے اکثر قلعوں کی فتح ، دیگر حالات

معظم خاں دربار شاہی سے رخصت ہو کر لگاتار کوچ کر کے بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۶۷ھ ۲۸ جنوری ۱۶۵۷ء شاہزادۂ کامگار اورنگزیب کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ وہ عالی جناب اُسی روز بے توقف تمام بادشاہی لشکر اور اپنی ذاتی فوج کو ہمرکاب لیے فتح بیجاپور کے لیے روانہ ہوا ۔ فتح و ظفر جلو میں تھیں ۔ چودہ دن میں چاندور پہنچے ۔ ملدار خاں کو برقندازوں کی کچھ فوج دے کر یہاں چھوڑا کہ راستوں کی نگہبانی اور رسد پہنچانے کا انتظام کرے ۔ اگلے روز قلعۂ بیدر کے پاس خیمہ زن ہوئے ۔ یہاں کا قلعدار شیدی مرجان ، ابراہیم عادل خاں کا پرانا نمک خوار تھا اور تیس سال سے قلعے کی نگہبانی اُسی کے سپرد تھی ۔ لڑائی کا ضروری سامان یہاں مہیا تھا ۔ تقریباً ایک ہزار سوار اور چار ہزار پیادے بندوقچی اور بان انداز اُس کے زیر فرمان تھے ۔ اُس نے برجوں ، فصیلوں ، پھاٹکوں اور کھڑکیوں کی مضبوطی کا اہتمام کیا بلکہ ادبار اور شامت کے ہاتھوں مقابلے پر مستعد ہوا ۔

شاہزادۂ کامگار نے یہ رنگ دیکھا تو اس کی تادیب اور قلعے کی تسخیر پر کمر باندھی ۔ قلعے کا دور ساڑھے چار ہزار گز اور بلندی بارہ گز تھی ۔ پچیس گز چوڑی پندرہ گز گہری تین خندقیں جو چٹانوں میں کھودی گئی تھیں پانی سے لبریز تھیں ۔ شاہزادے نے معظم خاں کو ساتھ لے کر قلعے کا چکر لگایا ۔ چاروں فصیلوں کا غور سے معائنہ کرکے ہر طرف مورچے مقرر کر دیے ۔ اپنی فوج اور بادشاہی لشکر کے دلاوروں کو مورچوں پر تعینات کیا ۔ قلعے کی دیواروں اور برجوں سے ان بہادروں پر گولوں گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہی ۔ پھر بھی معظم خاں اور دوسرے سرداروں نے دو روز میں توپوں کو خندق کے کنارے لا کر جا دیا ۔ خندقوں کو بھرنے کا بندوبست ہونے لگا ۔ اس عرصے میں محصورین نے کمال جانبازی سے کئی بار

مورچے والوں پر حملے کیے - ہر مرتبہ سیکڑوں بدبخت قتل ہوئے یا زخمی ہو کر قلعے میں واپس چلے گئے - شاہی فوج نے گولوں گولیوں کی ضرب سے دو برج توڑ دیے - بچلی فصیل کے کنگرے بھی گرا دیے -

بتاریخ ۲۳ جمادی الثانی (۸ اپریل ۱۶۵۷ء) کہ شرف آفتاب کا دن تھا ، محمد مراد نے بہت سے برق اندازوں اور کچھ بادشاہی سپاہیوں کو ہمرکاب لے مورچے سے نکل کر دھاوا کیا - ان دلاوروں نے معظم خاں کے سامنے والے برج کے قریب پہنچتے ہی سیڑھیاں لگا دیں اور فصیل پر چڑھ گئے - شیدی مرجان نے اندر کی جانب برج کے ساتھ ساتھ گہری کھائی کھود کر اُسے بارود ، بارودی ڈبوں اور بانوں سے بھروا دیا تھا ، اپنے آٹھوں بیٹوں اور تمام فوج کو ساتھ لیے وہاں آ کھڑا ہوا - جوشِ شجاعت میں پرا جمائے مقابلے کے لیے پورے طور پر مستعد تھا - چونکہ اقبالمندوں اور خوش نصیبوں کی کامیابی کے اسباب توفیق و تائیدِ ایزدی کے سہارے خود بخود مہیا ہو جاتے ہیں ، یہاں بھی یہی اتفاق ہوا - یعنی اتفاقاً فوج شاہی سے پھینکے ہوئے ایک بان کی چنگاری اس خندق میں آ پڑی - معاً قہرِ خدا کا شعلہ بھڑک اٹھا - شیدی مرجان ، دو بیٹے اور سیکڑوں شریر وہیں جل کر خاک ہو گئے ، جو بچے انھوں نے بڑی مشکل سے اپنے سردار اور اُس کے دونوں بیٹوں کی لاشیں اندورنی قلعے میں پہنچائیں -

بادشاہی دلاوروں نے یہ موقع غنیمت سمجھا - قلعے کے چاروں طرف سے ہجوم کرکے گھس آئے اور بدحواس غنیم پر حملہ کر دیا - کسی کو بچ کر نکل جانے کی مہلت نہ دی - بہت سوں کو تہ تیغ کیا - شاہزادۂ کامگار فتح و نصرت کا پرچم لہراتا ہوا قلعے میں داخل ہو گیا - مہابت خاں اور محمد بیگ داروغۂ توپخانہ کو شہر کی حفاظت پر مامور کیا - شیدی مرجان موت کے چنگل میں گرفتار تھا ، یہ خبر سنی تو بڑی عاجزی کے ساتھ امان طلب کی - خود آنے کی طاقت نہ تھی ، میر حسین امان نامہ لے کر گیا تھا ، اُسی کے ساتھ شیدی مرجان نے اپنے بیٹوں کو قلعے کی کنجیوں سمیت بھیج دیا - شاہزادۂ ارجمند نے سبھوں کو خلعت عنایت کرکے بادشاہی نوازشوں کا امیدوار کیا - اگلے روز بدھ کے دن شیدی مرجان فوت ہو گیا -

شاہزادۂ والا گہر دوبارہ قلعے اور شہر میں گیا ۔ دو سو سال پہلے بہمنی سلاطین نے جو مسجد بنوائی تھی اُس میں صاحبقرانِ ثانی حضرت شاہجہاں کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ الطاف الٰہی سے ایسا حصار جو بلندی اور مضبوطی میں پہاڑ کی برابری کرتا ہے ، ۲۷ روز میں بہ آسانی فتح ہو گیا ۔ بارہ لاکھ روپے نقد ، آٹھ لاکھ روپے کا گولہ بارود اور دوسرا سامانِ قلعداری نیز دو سو تیس توپیں ہاتھ لگیں ۔

بیدر بہت آباد اور خوش تعمیر شہر ہے ۔ تلنگانہ سے سرحد ملتی ہے ۔ ہندوستان کی پرانی پوتھیوں میں تحریر ہے کہ یہ شہر دکن کے راجاؤں کا دارالحکومت تھا ۔ کرناٹک ، مدراس اور مہاراشٹر کے راجا سب بیدر کے حاکم کی اطاعت کرتے تھے ۔ شیخ فیضی نے اپنی مشہور عشقیہ مثنوی نلد من میں مالوے کے راجا نل کی جس معشوقہ دمن کا قصہ لکھا ہے وہ بھیم سین حاکمِ بیدر کی بیٹی تھی ۔ سب سے پہلے سلطان محمد تغلق نے اس شہر کو اپنی قلمرو میں شامل کیا ۔ پھر بہمنی سلاطین اس پر قابض رہے ۔ بعد ازاں بیجاپور کے سلطانوں کی عملداری میں رہا ۔ اب عنایت الٰہی سے سلطنتِ مغلیہ میں شامل ہوا ۔

شاہزادے کو اطلاع ملی تھی کہ عادل خاں کی کچھ فوج لڑائی کے ارادے سے گلبرگہ کے نواح میں جمع ہوئی ہے ۔ مہابت خاں کو حکم دیا کہ پندرہ ہزار جنگجو تازہ دم سوار لے کر اُن گمراہوں کی تنبیہ کرو اور اس سرزمین میں آبادی کا نشان باقی نہ چھوڑو ۔ عمارتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ۔ ابھی مہابت خاں نے کوچ نہیں کیا تھا کہ دوپہر کے وقت لشکر گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر غنیم کے دو ہزار سوار نمودار ہوئے ۔ بنجاروں کے بیل وہاں چر رہے تھے ، وہ بد بخت اُنھیں ہانک کر اپنے مستقر کی طرف لے گئے ۔ شاہزادے نے معظم خاں ، دلیر خاں ، سید شہاب بارہہ ، راؤ رتن ، محمد مراد اور بادشاہی امرا کو حکم دیا کہ اپنی فوجیں لے کر اُن گمراہوں کی گوشمالی کے لیے جاؤ اور مویشی واپس لاؤ ۔ یہ سردار گھوڑے اُڑا کر غنیم پر جا پڑے ۔ سیکڑوں کو قتل کر دیا اور تمام مویشی اُن سے چھین لائے ۔ باقی مردود بہ مشکل جان بچا کر بھاگے ۔

بادشاہی بہادر فتح و فیروزی کے ساتھ لشکرگاہ میں واپس آئے ۔

عادل خاں کے ایک سردار، افضل نے کچھ بہادری دکھائی تھی، لیکن اس شکست کی خبر سن کر بالکل بوکھلا گیا ۔ ابھی شکست خوردہ آدمی اس تک پہنچے نہ تھے کہ وہ خوف و ہراس کے مارے کایانی سے نکل کر دوسرے سرداروں سے مل گیا ۔ جب مہابت خاں کایانی کو تاخت و تاراج کر کے آگے بڑھا تو یہ کیفیت ہوئی کہ راستے میں غنیم کی سپاہ ہر روز دور سے اپنی جھلک دکھاتی لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ لشکر شاہی کے مقابلے پر آئے ۔ بادشاہی دلاور بے دریغ اُن پر حملہ آور ہوتے اور منتشر کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیتے ۔ بتاریخ ۸ رجب (۲۲ اپریل) خان محمد، افضل، رن دولھا کے بیٹے رستم وغیرہ، ریحان کے بیٹے اور دوسرے سردار تقریباً بیس ہزار سوار جلو میں لیے ہوئے لشکر شاہی کے گرد چھا گئے اور شوخیاں شروع کردیں ۔ حوصلہ پا کر خیرہ چشمی بلکہ گستاخی اور حملے پر اتر آئے ۔ مہابت خاں کو اس زیادتی کی تاب کہاں تھی، طیش میں آ گیا ۔ راجا سجان سنگھ بندیلہ کو لشکرگاہ کی حفاظت پر تعینات کر کے راؤ ستر سال، جلال کاکڑ وغیر بہادروں کو جو لشکر کے ہراول تھے، حملہ کیا ۔

اس اثنا میں غنیم نے شاہی میمنہ پر جو دلیر خاں کے ماتحت تھا، بان پھینکنے شروع کیے اور مار کاٹ کرنے لگا ۔ رتن راٹھور اور بھوج راج دلیر خاں سے اجازت لیے بغیر دشمن کے قلب پر جا پڑے ۔ فوج مخالف کے کچھ سردار ان بہادروں سے الجھے رہے، باقی نے اطمینان اور دلاوری کے ساتھ دلیر خاں پر چڑھائی کی ۔ دوسری طرف سے افضل، رستم، یاقوت نے نیز بہلول کے بیٹوں نے بانوں اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی ۔ بہادر خاں سرداری کے آداب کے مطابق تمام پہلوؤں پر نظر کر رہا تھا، جب دیکھا کہ غنیم نے اخلاص خاں اور دلیر خاں کو دبا لیا ہے تو ضبط و تحمل سے ہاتھ اٹھا کر سپہ سالاروں کی طرح دشمن پر جا پڑا ۔ اس زور کا حملہ کیا کہ دم بھر میں مخالفوں کے ٹکڑے اڑا دیے ۔ بزدل سردار گھوڑوں کو اڑا کر فرار کر گئے اور اپنے مستقر تک بھاگے چلے گئے ۔ بہادر خاں نے دو

کوس تک اُن کا تعاقب کیا اور سیکڑوں کو عدم کی راہ دکھائی ۔ واپس آ کر شاہزادے کی خدمت میں تمام حالات کی عرضداشت بھیج کر کمک طلب کی کیونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی ۔ اس کے باوجود جب اگلے دن دشمن کا نشان نظر نہ آیا تو کمک پہنچنے سے پہلے ہی بتاریخ ۱۰ رجب (۲۴ اپریل ۱۶۵۷ء) واپس ہوا ۔

لیکن غنیم بھی خاموش نہ بیٹھا ۔ سیوا اور مناجی بھونسلا کو شورش برپا کرنے کا اشارہ کیا ۔ کچھ اُن کی شرارت ، کچھ شاہی تھانے داروں کی غفلت ۔ رائے سین ، چارکونڈہ اور نواح احمد نگر میں ان بدبختوں نے حملے شروع کیے ۔ شاہزادہ اورنگ زیب نے ان کی تنبیہ کے واسطے نصیری خاں ، کار طلب خاں ، ایرج خاں وغیرہ سرداروں کو تین ہزار فوج دے کر مامور کیا ۔ راؤ کرن اورنگ آباد سے بیدر کی طرف آ رہا تھا ، اُسے حکم بھیجا کہ احمد نگر پہنچو اور دوسرے سرداروں سے مل کر غنیم کی سرکوبی کرو ۔ سلطان معظم اور افتخار خاں کو بیدر کے قلعے میں چھوڑ کر ۲۰ رجب (۷ مئی ۱۶۵۷ء) کو کلیانی کی تسخیر کے لیے شاہزادۂ کامگار نے اپنی جگہ سے جنبش کی ۔ ہلکے پھلکے ساز و سامان کے ساتھ سفر کر کے ۲۶ اردی بہشت ۲۹ رجب (۱۳ مئی) کو کلیانی آ پہنچے ۔ برجوں اور فصیلوں کا معائنہ کر کے گھیرا ڈال دیا ۔

قلعے والوں نے بھی بے تامل جدال و قتال کا ہنگامہ گرم کر دیا ۔ توپوں ، تیروں ، بندوقوں وغیرہ سے آگ برسانے لگے ۔ اس کے باوجود معظم خاں اور دوسرے امرا نے کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو قلعے کے نیچے پہنچ جائیں اور مورچے دمدمے تیار کر لیں ۔ اہل قلعہ نے یہ دیکھ کر اور جان فشانی سے کام لیا ۔ معظم خاں کے مورچے پر حملہ آور ہوئے ۔ کچھ مارے گئے ، باقی بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہوئے ۔ اندر سے گولوں گولیوں کی سخت بوچھاڑ ہونے لگی ۔ لشکر شاہی کے کچھ آدمی مارے گئے ، بہت سے زخمی ہوئے ۔ اس کے باوصف معظم خاں کی سرگرمی سے ۸ شعبان (۲۲ مئی ۱۶۵۷ء) کو دمدمے خندق کے کنارے تک پہنچ گئے ۔ غنیم کا حال خراب ہونے لگا ۔ تاہم لشکر شاہی کو بہت سی مشکلیں درپیش

تھیں ۔ سارے علاقے میں غنیم کے آدمی یوں پھیلے پڑے تھے کہ رسد تو کیا ، آدمیوں کا آنا جانا دشوار تھا۔ چارہ اور ایندھن اتنا کمیاب ہوا کہ ایک مرتبہ مہابت خاں اپنے ہمرکاب راجا رائے سنگھ ، راؤ ستر سال اور اخلاص خاں وغیرہ کی دس ہزار فوج لے کر گھاس چارہ فراہم کرنے نکلا ۔ دوسری بار شاہنواز خاں کے ہمراہ نجابت خاں اور میرزا سلطان وغیر دس ہزار آدمی لے کر گئے ۔ دونوں بہادر سردار اپنی اپنی باری پر جاتے اور پورے لشکر کے واسطے چارہ اور ایندھن فراہم کرتے ۔

ایک مرتبہ مہابت خاں کی باری تھی ۔ کایانی سے پانچ کوس دور ، اودگیر کے نواح میں موضع پٹنہ شاہجہانپور میں گھاس چارہ جمع کر کے سردار کے ہاتھ روانہ کیا ۔ وہ تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ سامنے سے غنیم کا لشکر نمودار ہوا ۔ یہ پلٹ کر مہابت خاں کے پاس چلا آیا ۔ مہابت خاں نے پیٹھ کی محافظت حسام الدین خاں کے بیٹوں نعمت اللہ اور مرتضی قلی خاں کے سپرد کی ۔ خود ساری فوج کو ہمرکاب لے کر دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بڑھا ۔ غنیم بیس ہزار سوار کا لشکر لے کر سامنے آیا اور فوج شاہی کو نرغے میں لے لیا ۔ دونوں طرف سے تیر ، تلوار ، بان اور بندوق نے موت کے پیغام سنانے شروع کیے ۔ مجاہدانِ شاہی نے ہزاروں کو خاک میں ملا دیا ، خود بھی کام آئے ۔ شاہی حنداول (عقب) اخلاص خاں کی ماتحتی میں تھا ، اُس پر رستم وغیرہ دکنی سرداروں نے بڑی شدت سے حملہ کیا ۔ لیکن ان بہادروں نے تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے نیز بے دریغ تلواریں برسا برسا کر وہ مارا مار کی کہ دکنیوں کو ہٹنا پڑا ۔ اتنے میں خان عہد فوج کثیر لیے ہوئے راؤ ستر سال پر آ پڑا ۔ بہادر راجپوت سردار نے ذرا پروا نہ کی ، پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ڈٹا رہا ۔ اگرچہ دشمن کے سپاہی گھیر کر آئے تھے لیکن راؤ ستر سال نے شیر کی طرح جھپٹ کر حملہ کیا ۔ اُس کے رفیقوں نے نیزوں اور تلواروں سے دشمن کی صفوں میں شگاف ڈال دیے ۔

یہ معرکہ بڑا سخت تھا ۔ توپوں اور بندوقوں کا دھواں ہر طرف چھا رہا تھا ۔ گرد و غبار کی کثرت ، گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور دلاوروں کے نعروں سے میدانِ جنگ پر میدانِ قیامت کا گمان ہوتا تھا ۔ باپ کو بیٹے کی ،

بھائی کو بھائی کی خبر نہ تھی ۔ اس مارا مار میں چھلول کے بیٹے بھاری فوج ساتھ لیے راجا رائے سنگھ سے بھڑ گئے ۔ یہاں پھر بڑی خونریز لڑائی ہوئی ۔ فریقین نے جان سے ہاتھ دھو کر ہنگامۂ جنگ ایسا گرم کیا کہ روز حشر کی گیر و دار بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہو گئی ۔ راجا نے اپنے حریف کو ہلاک کر دیا ۔ دشمن کے سپاہی اس پر آ آ کر گرتے تھے اور وہ تیغِ تیز سے انھیں کاٹ کر ستھراؤ کر دیتا تھا ۔ تین کاری زخم کھائے ۔ جوشِ شجاعت میں گھوڑے سے اتر کر پیدل لڑنے لگا ۔ بیرم دیو وغیرہ دوسرے راجپوت سردار بھی اس کی رفاقت کی خاطر گھوڑوں سے اتر کر اور زندگی سے ہاتھ اٹھا کر دشمن کے سامنے ہوئے ۔ فطری بہادری اور رفاقت و دلسوزی کے جوش میں یوں جھوج کر لڑے کہ غنیم کے سیکڑوں سپاہیوں اور گھوڑوں کو خاک میں ملا دیا ۔ رانا کی فوج کے سردار شیو رام اور راجا رائے سنگھ کے بے شمار رفیقوں نے جان دے کر حقِ نمک ادا کر دیا ؛ مر کر جاودانی نیک نامی حاصل کر گئے ۔

یہ بڑا نازک وقت تھا لیکن عین اسی لمحے مہابت خاں اپنی فوج لیے آ پہنچا ۔ اس نے پہلے ہی حملے میں غنیم کو شکست دے کر بھگا دیا ۔ کچھ دور ان بدبختوں کا تعاقب کر کے پلٹا اور راجا رائے سنگھ کو میدان میں سے اٹھایا ۔ اخلاص خاں کی ران پر برچھے کا زخم لگا تھا لیکن ثابت قدمی سے جما رہا ۔ بالآخر افضل اور اس کی کلیانی فوج کو شکست دی ۔ سجان سنگھ سیسودیہ اور دوسرے ناموس پرست راجپوتوں نے کاری زخم کھائے تھے لیکن لڑتے رہے اور روسیاہ غنیم کو میدان سے بھگا دیا ۔ جب دو گھڑی رات گزر گئی اور تاریکی ہر طرف چھا گئی تو سیاہ باطن دکنی لشکر اندھیرے میں فرار کر گیا ۔

اس عرصے میں دمدمہ (ساباط) خندق تک پہنچ گیا تھا ۔ قلعۂ کلیانی کے کنگورے بادشاہی توپوں کے گولوں سے گر چکے تھے ۔ فوج شاہی خندق کو پاٹنے میں مصروف تھی ۔ ۱۹ شعبان (۲ جون ۱۶۵۷ء) تک خندق اٹ گئی اور قلعے کی تسخیر یقینی نظر آنے لگی ۔ غنیم کی فوج کبھی

کبھی ادھر اُدھر سے نمودار ہو کر شوخیاں کرتی لیکن شاہزادہ اورنگزیب اُن کی طرف توجہ نہ کرتا ، قلعہ فتح کرنے کی تدابیر میں لگا رہتا ۔ یہ دیکھ کر دشمن دلیر ہوتا گیا ، ہر روز کچھ آگے بڑھ آتا ۔ لشکرگاہ سے چھ کوس کے فاصلے پر غنیم کے تیس ہزار سواروں نے چھاؤنی ڈال لی ۔ وہاں سے بڑھ کر لشکر شاہی سے دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ کیا ۔ شاہزادے کو اندازہ تھا کہ اس حرکت سے غنیم کا مدعا صرف یہ ہے کہ بادشاہی بہادروں کو پریشان کرے اور اس طرح قلعے کی تسخیر کو کچھ زیادہ عرصے کے لیے ملتوی ہونے دے ۔ تاہم مصلحت کے تقاضے سے یہ مشہور کر کے کہ مابدولت رسد لانے کے لیے بھالکی جاتے ہیں ، ۲۴ شعبان (۷ جون ١٦٥٧ء) کو آزمودہ کار بہادروں کی فوج ہمرکاب لے کر ، غنیم کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے ۔ میدان شجاعت کے یکہ تاز بہادروں یعنی راجا رائے سنگھ اور اخلاص خاں کو لشکر گاہ کی حفاظت کے واسطے پیچھے چھوڑا ۔

شاہزادے نے اس فوج کی ہراولی میں معظم خاں ، نجابت خاں ، راجا سجان سنگھ بندیلہ اور دلیر خاں وغیرہ کو تعینات کیا ۔ نونہال خلافت سلطان محمد کو اپنے ماتحتوں کی جماعت دے کر ہراول کے محفوظے کا سردار بنایا ۔ شاہنواز خاں اور راؤ ستر سال کو میسرہ کی سرداری سونپی ۔ ابھی یہ فوجیں روانہ ہی ہوئی تھیں کہ غنیم کے تیس ہزار سواروں کا انبوہ دور سے دکھائی دیا ۔ بہلول کے بیٹے جو ہراول میں تھے ، اپنی فوج کو ہمراہ لیے شاہی ہراول سے آ کر الجھ گئے ۔ تھوڑی دیر تک جم کر مقابلہ کیا اور خوب داد شجاعت دی ۔ دلیر خاں پر بھی کسی نے تلوار کا ایک ہاتھ لگایا لیکن وہ خوب مسلح تھا ، زخمی نہ ہوا ۔ دشمن کے سپاہی چاروں طرف سے گھر گھر کر آتے اور بادشاہی دلاور پہاڑ کی طرح ڈٹ کر اُنھیں زبانِ تیغ سے جواب دیتے ۔ آخرکار دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں ۔ شاہی بہادروں نے موقع دیکھ کر یکایک اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور دشمن پر جا پڑے ۔ غرض اُن اجل رسیدوں کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے شکستِ فاش دی ۔

اس معرکے میں فوج شاہی کے بعض اشخاص نے بھی شہید ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی ۔ شاہنواز خاں ، راؤ ستر سال ، شمس الدین خویشگی

اور مہابت خاں نے دائیں بائیں سے ایسے دلیرانہ حملے کیے کہ بیہودہ خیال دکنی فوج کو دم بھر میں تتربتر کر ڈالا ۔ بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کرتے ہوئے اُن کی لشکرگاہ تک جا پہنچے ، جتنے ڈیرے خیمے تھے سب میں آگ لگا دی ۔ ہزاروں کو قتل کیا ۔ بے شمار قید ہوئے ۔ اس کے بعد فوج شاہی کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس آئی ۔ چونکہ غنیم کا نام و نشان تک باقی نہ رہا اور قلعۂ کہاتی کا محاصرہ جاری تھا لہٰذا ان بہادروں کو خیال آیا کہ مورچوں دمدموں کی خبر لینا ضروری ہے ۔ غرض تعاقب سے ہاتھ اٹھا کر شام کے وقت اپنی لشکرگاہ میں واپس چلے آئے ۔ بعض کارگزار اور مخلص سردار مثلاً نصیری خاں جب احمد نگر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس علاقے میں سیوا نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے ۔ نصیری خاں نے بے توقف اُس پر یلغار کی ۔ اُس کے تمام سپاہیوں کو نرغے میں لے کر کثیر تعداد کو زخمی اور قتل کیا ، جو بچے انھوں نے راہ فرار اختیار کی ۔ اس کے بعد یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ کار طلب خاں جنیر کے نواح میں ، عبدالمنعم پسر میرزا خاں اور ہوشدار چارکونڈہ کے تھانے میں ، ایرج خاں ، نصرت خاں اور دوسرے امرا قلعۂ پرینده کے سامنے ناندیہ میں ٹھہر کر انتظام کریں تاکہ دکن کے شطان رعایا کو پریشان نہ کر سکیں اور ہر پرگنے کا بندوبست بہ خوبی ہو سکے ۔

دکن میں جابجا تھوہڑ کا جنگل ہے ، مہابت خاں کے حسب ہدایت لشکر والوں نے تھوہڑ کے درخت کاٹ کاٹ کر خندق کو پاٹ دیا تھا ۔ قلعے والوں نے یہ تدبیر کی کہ بارود ، مٹی کے تیل اور گھاس کے گٹھوں کو آگ دے کر خندق میں پھینک دیا جس سے لکڑیوں کا انبار جل کر خاک ہو گیا ۔ بادشاہی ملازموں کو دوبارہ خندق پاٹنی پڑی ۔ اس طرح یورش کرنے میں تاخیر ہوتی رہی ۔ شاہزادۂ والا جاہ نے حکم دیا کہ درختوں کے بجائے مٹی اور پتھروں سے خندق بھری جائے ۔ اسی تاریخ پر ملک حسین ، فتح روہیلہ اور محمد بیگ داروغۂ توپخانہ شاہزادے کے حسب ہدایت قلعہ نیلنگہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے ۔ قلعے والوں نے اگرچہ سخت مقابلہ کیا لیکن ان بہادروں نے پہلے ہی حملے میں اُسے

فتح کر لیا ۔ قلعدار کو قید کر کے تمام گھوڑوں اور اسلحہ سمیت شاہزادے کی خدمت میں بھیج دیا ۔ شیخ میر کو قلعہ چچولی فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا ۔ قلعدار پر ایسا خوف چھایا کہ شیخ میر کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ گیا ۔ بادشاہی فوج نے بےزحمت قلعے پر قبضہ کر لیا ۔ تھوڑے سے آدمی جنھوں نے مقابلہ کیا قتل کر دیے گئے یا قید ہوئے ۔

بتاریخ ۲۰ [شوال] (یکم اگست ۱۶۵۷ء) شاہزادہ اورنگ زیب نے سلطان محمد کے ہمرکاب راؤ ستر سال ، میرزا سلطان اور دلیر خاں وغیرہ کو روانہ کیا تا کہ وہ شریر جو کئی بار شکست کھا کر متفرق ہو گئے اور اب پھر جمع ہو کر قلعے کے فتح ہونے میں مخل ہو رہے ہیں ، انھیں سزا دیں ۔ تاکید کے ساتھ ہدایت کی کہ خوب جستجو کر کے اُن بدنیتوں کو ایسی شکست دیں کہ خیال باطل اُن کے سر سے نکل جائے ۔ وہ نونہال سلطنت مصمم ارادے کے ساتھ چیدہ چیدہ بہادروں کو ہمراہ لے کر دکن والوں کی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوا ۔ چوبیس کوس چلے ہوں گے کہ غنیم کا انبوہ دور سے نظر آیا ۔ بادشاہی جان نثار بجلی کی طرح اُن بدبختوں پر جا پڑے اور تائید ایزدی نیز اقبال بادشاہی کی برکت سے ذرا سی دیر میں اُنھیں شکست دے کر بھگا دیا ۔ دو کوس تک تعاقب کیا ۔ اس مہم میں اثنائے راہ میں بہت سے گاؤں اور قصبے پڑے جنھیں لشکر شاہی نے تاراج کر کے تباہ کر دیا ۔ شام کے وقت گلبرگہ میں پہنچے ۔ سلطان محمد نے حکم دیا کہ سید محمد گیسو دراز کے روضے میں جن اشخاص نے پناہ لی ہے اُن کی حفاظت کے لیے ایک دستہ تعینات کر دیا جائے ، باقی تمام علاقے میں سپاہیوں نے لوٹ مار کر کے جھاڑو سی پھیر دی ۔

گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے پہلے اس کی خندق کو مٹی پتھر ڈال کر پاٹ دیا ۔ توپوں کی گولہ باری سے برج اور فصیلیں بھی تباہ ہو گئیں ۔ اندر والوں نے برج کے سامنے گچ کی دیوار بنا لی تھی ، ۸ اگست کو اہل لشکر سیڑھیوں کے ذریعے برج پر چڑھ گئے اور اُس دیوار کو ڈھانا شروع کیا ۔ محصورین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ؛ بان چھوڑ کر اور بندوقیں داغ کر خوب لڑے ۔ فصیل کے اوپر سے بارودی ڈبے پھینکے ۔

گھاس کی گٹھریوں اور مٹی کے تیل میں ڈوبے ہوئے لحافوں کو آگ لگا کر نیچے ڈالا ۔ بادشاہی دلاوروں نے ان چیزوں کو گلستان فتح و ظفر کا پھول سمجھا بلکہ اپنے آقا کی نمک حلالی میں موت سے بےپروا ہو کر یکایک قلعے میں گھس گئے ۔ دلاور حبشی گلبرگہ کا قلعدار تھا ۔ عادل خاں نے اُسے بے شمار توپوں بندوقوں کے علاوہ ڈھائی ہزار برقنداز بھی دے رکھے تھے تاکہ قلعے کی حفاظت میں کسر نہ رہے ۔ تاہم جب اُس نے دیکھا کہ جان پر آ بنی تو بتاریخ ۱۰ اگست ۱۶۵۷ء عرضداشت بھیجی کہ اطاعت کے لیے تیار ہوں ، میری غلطیاں معاف کی جائیں ۔ چونکہ قلعے کے اندر بیشتر مسلمان اور سادات کا ایک گروہ آباد تھا لہٰذا سلطان محمد کے حسب الحکم دینداری و مروت کے اقتضا سے دلاور حبشی اور تمام قلعے والوں کو امان ملی تاکہ سب اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لے کر باہر نکل جائیں ۔ اگلے روز یکم ذیقعدہ ۱۰۶۷ھ ۱۱ اگست ۱۶۵۷ء کو دلاور حبشی قلعے کی چابیاں لے کر حاضر ہوا ۔ التماس کی کہ فدوی کو بیجاپور چلے جانے کی اجازت دی جائے ؛ سلطان محمد نے اُسے خلعت دے کر رخصت کیا ۔ قلعے پر قبضہ کر کے شاہجہاں صاحبقراں کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا ۔

شاہزادہ اورنگ زیب کی عرضداشتوں سے حضرت صاحبقراں کو قلعۂ گلبرگہ کے فتح ہونے کی خبر ملی ۔ شفقت و قدردانی کے بطور بتاریخ ۱۶ ذیقعدہ (۲۶ اگست ۱۶۵۷ء) شاہزادے کے لیے دو موتیوں اور ایک لعل سے آراستہ سرپیچ ، خلعت خاصہ ، مرصع خنجر مع پھول کٹارہ ، ایک ہتھنی اور طلائی ساز والا ہاتھی ارسال فرمائے ۔ تنخواہ بڑھ کر بارہ کروڑ دام یعنی تیس لاکھ روپے سالانہ مقرر ہوئی ۔ بیدر کا نام ظفرآباد رکھا ۔ معظم خاں کے لیے خلعت روانہ کیا ۔ دس لاکھ روپے سالانہ کی جمع کا علاقہ کرناٹک جو اُس نے حاضر بارگاہ ہونے سے پہلے سابقہ حاکم سے چھینا تھا ، اُسے [بطور جاگیر] عطا فرمایا ۔ شاہنواز خاں کو ہزار سوار کے اضافے سے پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز کیا ۔ یہی اضافہ اور منصب مہابت خاں کو ملا ۔ خلعت خاصہ اور شمشیر مرصع بھی عنایت ہوئیں ۔ نجابت خاں کو ہزار سوار کے اضافے سے

پانچ ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا۔

راجا رائے سنگھ کو پانچ ہزاری ذات چار ہزار سوار کے منصب کے علاوہ خلعت خاصہ، مرصع تلوار، زرین زین کا عربی گھوڑا، ہاتھی اور ہتھنی مرحمت فرمائے۔ حکم ہوا کہ چونکہ اس مہم میں راجا نے نہایت جاں فشانی کی ہے اور کاری زخم کھائے ہیں لہٰذا وطن جا کر آرام کرے۔ ایک لاکھ روپے نقد تنخواہ میں دیے جائیں۔ اخلاص خاں پانچ سو سوار کے اضافے سے تین ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ خلعت ملا۔ نصرت خاں نے بھی اسی اضافے سے تین ہزاری ذات ڈھائی ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی پائی۔ دلیر خاں پانچ سو ذات پانچ سو سوار کی ترقی سے ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کے منصب پر ممتاز ہوا۔ سجان سنگھ بندیلہ کو ڈھائی ہزاری ذات اور سوار کا منصب ملا۔ راؤ رتن کا منصب دو ہزاری ذات اور سوار قرار پایا۔ باقی اشخاص بھی جنھوں نے جاں فشانی کی تھی، ترقی پا کر مناسب منصبوں پر سرفراز ہوئے۔

رن دولہا کا بیٹا غازی اور ریحان شولا پوری کا داماد عبدالرحمان بادشاہی ملازمت میں داخل ہونے کے واسطے شاہزادے کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے، اس مہم میں دونوں نے بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت دی۔ غازی کو تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا اور عبدالرحمان کو دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب ملا۔ اس عرصے میں تمام کام حضرت کے ہوا خواہوں کی مرضی کے مطابق پورے ہوتے رہے۔ جو قلعے آپ نے چاہے، فتح ہو گئے۔ بیجا پور والوں نے اطاعت و عاجزی کا شیوہ اختیار کیا۔ عادل خاں کے جانشین نے سرکشی سے یک قلم ہاتھ اٹھا لیا۔ ایک قدیم عادل شاہی سردار ابراہیم خاں بچتر کو بھیج کر امان طلب کی۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ حاکم بیجاپور ہاتھیوں اور بیش بہا جواہرات کی شکل میں ڈیڑھ کروڑ روپے کی پیشکش حاضر کرے، قلعۂ پرینده کو مع محالات لشکر شاہی کے حوالے کر دے اور کونکن کے قلعے نیز ونکو کا علاقہ بادشاہی عاملوں کے سپرد کرے۔ بچتر خاں کی واپسی کے بعد حاکم بیجا پور نے

ونکو کے علاقے اور مذکورہ بالا قلعوں کو بادشاہی ملازموں کے سپرد کر دینے کے فرامین ارسال کیے ۔ شاہزادے نے اُس کی عرضداشت کو اپنے نیازنامے کے ساتھ درگاہِ والا میں بھیج دیا ۔

بادشاہ بندہ پرور شکستہ نواز نے احسان و عنایت شاہانہ کے دستور کے مطابق والی بیجا پور کی عاجزی و درماندگی پر ترس کھا کر پیشکش کی رقم میں سے پچاس لاکھ روپے معاف فرمائے ۔ الطاف شاہی پر مشتمل فرمان اُس کے نام ارسال کیا ۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے نام فرمان صادر ہوا کہ فوج ظفر موج کو ہمرکاب لیے اورنگ آباد واپس چلے جاؤ ۔ قاضی نظاما کو پیشکش کی وصولی کے لیے بیجاپور بھیج دو ۔ معظم خاں کو حکم ملا کہ قلعۂ پرینده میں ، کونکن کے قلعوں میں نیز علاقۂ ونکو میں تھانے دار متعین کر دو ۔ جب قاضی نظاما پیشکش لے کر واپس آ جائے تو تم درگاہ بادشاہی میں حاضری کے لیے روانہ ہو جاؤ ۔ بتاریخ ۱۸ ذیقعدہ (۲۸ اگست) شجاعت خاں کو قلعۂ کابل کی قلعداری عنایت ہوئی ۔ فتح اللہ خاں ولد سعید خاں ظفر جنگ کی جگہ سعادت خاں کو شہر کابل کا انتظام سپرد ہوا ۔ بنگش بالا اور پائیں کی فوجداری جس پر سعادت خاں مامور تھا وہ عبداللہ خاں ولد سعید خاں ظفر جنگ کو عطا ہوئی ۔ دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ ۳۱ اگست کو ناظر خاں کی جگہ خواجہ دولت معلٰی کو محلسرائے شاہی کی نظارت سپرد کی ۔ خلعت اور منصب کی ترقی دے کر دربار خاں کے خطاب سے سرفرازی بخشی ۔

حضرت شاہجہاں کی علالت ، سانحات کا واقع ہونا اور معاملاتِ سلطنت کی برہمی

بادشاہ رعایا پرور کے لطف و احسان سے ہر شخص فارغ البال تھا اور امن و امان کے سبب رعیت اطمینان سے زندگی بسر کر رہی تھی ۔ ہر جگہ دن عید ، رات شب برات تھی ۔ اہلِ عالم کی مرادیں برآرہی تھیں کہ ناگاہ چرخِ کج رفتار نے نیرنگ دکھایا یعنی ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ

(۱۶ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو بادشاہ سلامت کی طبیعت ناساز ہوئی - پیشاب پاخانہ رک جانے نیز دموی مواد کے جمع ہو جانے سے پانوں پر ورم آ گیا - شدت مرض کے سبب طبع مقدس نہایت خراب ہو گئی - معمولی معالجے کے بعد اطبائے با کمال کو طلب کیا - انھوں نے مواد کو خارج کرنے اور مادے کو اعتدال پر لانے کے لیے سینگیاں لگوائیں - چونکہ تقدیر کے آگے تدبیر کے پر جلتے ہیں ، حاذق حکیموں کے علاج سے مطلق فائدہ نہ ہوا - ہفتے بھر تک مرض بڑھتا چلا گیا - قطرہ قطرہ پیشاب خارج ہونے لگا - قبض کے علاوہ زیر ناف ورم نمودار ہوا - منہ کی خشکی بڑھ گئی - ٹھنڈی دواؤں کی تاثیر سے پیشاب تو کھل گیا لیکن کبھی کبھی بخار ہونے لگا - دوسری شکایتیں بدستور باقی رہیں -

اس ایک ہفتے میں حضرت کو غذا کی بالکل خواہش نہ ہوئی - نہ کچھ کھایا نہ پیا - طبیبوں کی دواؤں نے بھی کچھ اثر نہ دکھایا - جہاں پناہ کی علالت کے سبب سارے جہان کی حالت دگرگوں ہو گئی - کون و مکان میں تلاطم برپا ہو گیا - زمین و آسمان اپنی جگہ سے ہٹنے لگے - طبیبوں نے بڑی تاکید سے کہا تو حضرت نے پودینے کا تھوڑا سا شوربہ پینا شروع کیا - رفع قبض کے لیے تقرب خاں نے شیر خشت تجویز کیا جس سے بہت فائدہ ہوا - قبض ٹوٹا اور کئی اجابتیں ہوئیں -

اس عرصے میں شاہزادہ داراشکوہ اور بعض مقرب اشخاص حضرت کی آرام گاہ میں حاضر ہو کر نور جمال سے آنکھیں روشن کرتے اور دل شاد کرتے تھے - آپ پر ضعف کا اتنا غلبہ تھا کہ دیوان خاص و عام میں جلوہ گر ہونا تو کیا ، غسلخانے تک میں آنا محال تھا - ساری خلقت دیدار سے محروم ہونے کے باعث پریشان رہی - ۱۵ ذی الحجہ (۲۴ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو حضرت صاحبقراں نے قصر شاہی کے جھروکے میں جلوہ گر ہو کر سبھوں کو درشن کا موقع دیا - دیدار کے مشتاقوں نے آپ کا جمال دیکھ کر دلی آرزو پوری کی - نہایت مسرور ہوئے - اس تاریخ پر آپ نے شاہزادہ داراشکوہ کو دس ہزار ذات دس ہزار سوار کی ترقی دے کر پچاس ہزاری ذات چالیس ہزار سوار ، تیس ہزار دواسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا فرمایا - تنخواہ میں ایکم

کروڑ دام کا اضافہ کر کے بیس کروڑ دام (پچاس لاکھ روپے سالانہ) تنخواہ مقرر کی ۔ آگرے کی زکٰوۃ ساڑھے سات کروڑ روپے تھی ، وہ معاف فرمائی ۔ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ہماری سواری جایا کرے ، وہاں کی زکٰوۃ معاف ۔ فاضل خاں کو ہدایت کی کہ رضوی خاں اور سید ہدایت اللہ صدر کے ساتھ مل کر محتاجوں مسکینوں کو پانچ ہزار اشرفیاں تقسیم کر دے ۔ قید خانے میں جو قیدی تھے اُن میں سے اکثر کو جرائم کی تحقیق کیے بغیر آزاد کر دیا ۔

انھی دنوں شاہزادہ اورنگزیب کی عرضداشت پہنچی جس میں یہ خوشخبری درج تھی کہ بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ (۲۰ ستمبر ۱۶۵۷ء) خدا نے انھیں ایک بیٹا عنایت کیا ہے ۔ ہزار اشرفیاں بطور نذر بھی آئیں ۔ حضرت نے اس لونہال کا نام سلطان محمد اکبر رکھا ۔ شاہزادے کو خلعتِ خاصہ ارسال فرمایا ۔ معظم خاں سے بعض باتیں حضرت کے خلاف مزاج سرزد ہوئی تھیں ، اُسے وزارت کے عہدے سے برطرف فرمایا ۔ اُس کا بیٹا محمد امین خاں باپ کی نیابت میں بطور دیوان کام کرتا تھا ، اُس کو ہدایت ہوئی کہ کچہری میں نہ آیا کرو ۔ معظم خاں ، مہابت خاں اور دیگر امرا کو حکم ملا کہ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوں ۔ معظم خاں کی جگہ دوسرا دیوان مقرر ہونے تک رائے رایاں کو یہ خدمت انجام دینے کا حکم ملا ۔

بندرگاہ سورت کے وقائع سے معلوم ہوا کہ قائم بیگ سفیر جسے حضرت نے سلطان روم کی خدمت میں بھیجا تھا ، قسطنطنیہ میں خدمت سفارت انجام دینے کے بعد حلب پہنچا ۔ مرتضیٰ پاشا حاکم حلب سے قائم بیگ کی ایسی دوستی ہوئی کہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہنے لگے ۔ دونوں ایک دوسرے کے مسکن پر آتے جاتے تھے ۔ کوئی پردہ باقی نہ رہا ۔ چونکہ باہم کمال بے تکلفی تھی ، قائم بیگ مرتضیٰ پاشا کی ایک خواص پر فریفتہ ہو گیا ۔ مرتضیٰ پاشا کو دونوں کا یہ ربط و ضبط نہایت ناگوار گزرا ۔ نوکروں کو ہدایت کی کہ کھانے میں زہر ملا دینا ۔ اُن بدنیتوں نے ذرا سے لالچ میں قائم بیگ اور اُس کے داماد محمد حسین کو زہر ملا ہوا شربت پلا دیا ۔ دونوں وہیں ہلاک ہو گئے ۔

۱۷ اور ۱۹ محرم ۱۰۶۸ھ (۲۵ و ۲۷ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو حضرت جھروکہ درشن میں جلوہ فرما ہوئے ۔ دیدار کے مشتاقوں کو اپنا جمال دکھا کر سعادتِ دارین بخشی ۔ تفریحِ طبع اور تبدیلِ آب و ہوا کے لیے سفر کو بہتر سمجھا ۔ چنانچہ ۳۰ محرم (۲۸ اکتوبر) کو حفظ و حمایت پروردگار کے سائے میں دہلی سے آگرے کو روانہ ہوئے ۔ روانگی کے وقت خلیل اللہ خاں کو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ دے کر پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز کر کے خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا ۔ دہلی کی صوبے داری اور لال قلعے کی حراست اس کے سپرد کی ۔ اس کے بیٹے میر میراں کو میر خاں خطاب دیا ۔ میر خاں کا عہدہ یعنی میر توزکی حسین بیگ خاں کو تفویض فرمائی ۔ روح اللہ میر عمارت کو دیوانی کی خدمت دی ۔ علی مردان خاں کے نوکر محمد صالح کو دہلی کی واقعہ نویسی، بخشی گری اور دیوانی بیوتات پر فائز کیا ۔ اس کے بڑے بھائی محمد مقیم کو اس کا عہدہ یعنی رکاب شاہی کی دیوانی بیوتات عطا کی ۔ شاہزادہ دارا شکوہ کی طرف سے عزت خاں کو دارالسلطنت لاہور کا انتظام سپرد کیا جو اب تک بہادر خاں کی تحویل میں تھا ۔ شاہزادے کی نیابت میں صوبۂ ملتان کی حکومت پر اُن کے نوکر شیخ موسوی گیلانی کو سر بلند فرمایا ۔ ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب بخشا ۔ بتاریخ ۲۹ محرم (۷ نومبر ۱۶۵۷ء) شاہی سواری متھرا میں پہنچی ۔ دانشمند خاں میر بخشی اپنے عہدے سے مستعفی ہوا تھا ، یہاں یہ خدمت محمد امین خاں کے سپرد فرمائی ۔ پانچ سو ذات اور سوار کی ترقی دے کر تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ خلعت خاصہ اور مرصع قلمدان بھی عطا کیا ۔ تقرب خاں کو جواہرات اور سونے کی شکل میں دس ہزار روپے انعام دیا ۔ شیخ فرید ولد قطب الدین خاں کو اس کے سابقہ منصب تین ہزاری ذات دو ہزار سوار پر بحال فرمایا ۔ ابدال بیگ کوتوال کو کوتوال خاں خطاب دیا ۔

دکن کے وقائع سے معلوم ہوا کہ شاہزادۂ والا گہر اورنگزیب بہادر نے معظم خاں کو قلعۂ پرینده کی طرف روانہ کیا ۔ قاضی نظاما کو پیشکش وصول کرنے کے لیے بیجاپور بھیجا ۔ اپنے ملازم علی بیگ کو بندوقچیوں

کی ایک جماعت دے کر قلعہ (گلبرگہ) کی حراست کے واسطے چھوڑا اور خود حکم معلّی کے مطابق بتاریخ ٦ محرم (۱۳ اکتوبر ۱٦۵۷ء) اتوار پیر کی درمیانی شب میں اورنگ آباد کی طرف واپس ہوئے ۔ پانچ روز بعد ظفر آباد (بیدر) میں پڑاؤ کیا ۔ نو دن یہاں قیام رہا ۔ اپنے بخشی میر جعفر کو ڈیڑھ ہزار سوار اور چار ہزار بندوقچی اور پیادے وغیرہ دے کر بیدر کی محافظت پر مامور کیا ۔ بتاریخ ۱۴ صفر (۲۱ نومبر ۱٦۵۷ء) اورنگ آباد کے نواح میں خیمہ زن ہوئے ۔

انھی دنوں شاہزادہ اورنگزیب کی بیگم کا جو شاہنواز خان صفوی کی دختر تھیں ، انتقال ہوا ۔ حضرت کو اس عالی نسب خاتون سے بہت الفت تھی ۔ بہت ملول ہوئے ۔ پانچ روز تک اکبر آباد کے باہر قیام پذیر رہے ۔ بتاریخ ۸ صفر (۱۵ نومبر) آگرے سے تین کوس دور دریائے جمنا کے سامی گھاٹ پر اترے ۔ نجومیوں نے آگرے کے دولت خانے میں داخل ہونے کے لیے ۱۹ صفر (۲٦ نومبر ۱٦۵۷ء) کی تاریخ تجویز کی تھی ، چنانچہ دس روز تک سامی گھاٹ کے نشیمن میں قیام رکھا ۔ یہاں ماء اللحم اور مقوی مشروبات پینے سے طبیعت بحال ہوئی ۔ بیماری شروع ہونے سے دو ماہ بعد آج دوا کی مدد کے بغیر اجابت ہوئی ۔ پھر تو ہر روز صحت میں ترقی ہونے لگی ۔ اس علالت میں حضرت کی کمزوری و ناتوانی انتہا کو پہنچ گئی تھی ۔ تکلیف اتنی سخت تھی کہ انسان کے تاب و تحمل کی حد سے زیادہ تھی ، تاہم حضرت کی مستقل مزاجی بدستور برقرار رہی ۔ انتہائی صبر و توکل کے ساتھ بلکہ شگفتہ مزاجی سے تمام تکالیف برداشت کیں ۔ شافیِ مطلق کی عنایت پر بھروسا کرکے روحانی علاج یعنی نذر نیاز ، صدقے اور خیرات پر عمل کیا اور حکیم حقیقی کی مہربانی سے شفا پائی ۔ عالی ہمتی کے سبب باری تعالٰی کی درگاہ میں عجز و نیاز سے توجہ کرتے رہے اور نہایت ثابت قدمی کے ساتھ خدا کی مرضی پر قانع رہے ۔ یہاں تک کہ طبیبوں کی دوا اور ہواخواہوں کی دعا نے اپنا اثر دکھایا ۔

المختصر خدائے قدیر کی مہربانی سے سامی گھاٹ پہنچتے ہی حضرت کی صحت بحال ہونا شروع ہوئی ۔ مزاج عالی اپنی اصلی حالت پر آیا ۔ تھوڑے

یہ تھی کہ عمارتوں کی تعمیر مکمل ہونے تک حضرت شاہزادہ داراشکوہ کی حویلی میں قیام فرمائیں گے ۔ چنانچہ بتاریخ ۱۸ صفر (۲۵ نومبر ۱۶۵۷ء) سامی گھاٹ سے بہادرپور میں تشریف لائے ۔ اگلے روز کشتی میں سوار ہو کر دریائے جمنا کو اپنے نور جمال سے رشک کہکشاں بناتے ہوئے مبارک ساعت میں شاہزادے کی حویلی میں رونق افروز ہوئے ۔ آگرے کے باشندے جو عید کے چاند کی طرح حضرت کے دیدار کے عاشق تھے ، دریا کے دونوں کناروں پر صف بستہ کھڑے تھے کہ ظل سبحانی کے روے انور کی زیارت کر سکیں ۔ انتہائی پریشانی بلکہ مایوسی و ناامیدی کے بعد بادشاہ سلامت کی صحت یابی کا مردہ سنا تھا ۔ رعایا کے لیے یہ دن عید اور نوروز کے برابر تھا ۔ تمام پریشانیوں کی تلافی ہو گئی ۔ آگرے والے بلکہ عالم بالا کے رہنے قبلہ رو ہو کر حضرت کے عمر و اقبال کی دعا مانگتے اور آمین کہتے تھے ۔

نو دن بعد حضرت شاہجہان کی سواری قلعۂ آگرہ میں داخل ہوئی ۔ آپ نے خدائے کریم کی عنایت کا شکر ادا کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ جشن شاہانہ منایا جائے اور بزم عشرت کو رشک فردوس بنایا جائے۔ غرض ان مبارک ایام میں جب کہ بادشاہ بندہ پرور کی صحت یابی کے سبب ہر شخص کو دلی خوشی حاصل تھی اور ہر طرح امن و امان کے سبب جامے میں نہ سماتے تھے ، عمر مبارک کے ۶۹ ویں قمری سال کا جشن منعقد ہوا ۔ ۱۰ بہمن ۲۴ ربیع الاول (۳۰ دسمبر ۱۶۵۷ء) پیر کے دن قلعۂ آگرہ کے در و بام آراستہ کیے گئے ۔ نشۂ نشاط کے سبب ہر شخص کا دل عیش و راحت کا مسکن بن گیا ۔ چشم بددور ، ایسی انجمن آراستہ ہوئی کہ آغاز آفرینش سے آج تک نہ کسی ذیجاہ تاجدار نے منعقد کی ، نہ اہل عالم نے دیکھی ۔ تفصیل تو ممکن نہیں لیکن مختصر طور پر یہ سمجھیے کہ اس جشن عشرت کا تذکرہ قیامت تک باقی رہے گا ۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے پائے اقدس سے تخت شاہی نے اور سر مبارک سے تاج بادشاہی نے دوبارہ زینت پائی ۔ وہ دھوم دھام ہوئی کہ فرط طرب کے باعث فلک پیر کی کمر سیدھی ہو گئی ۔ اہل عالم نے دل کی مرادیں پائیں ۔

بیماری کے آغاز سے لے کر صحت یابی کی تاریخ تک شاہزادہ دارا شکوہ نے والدِ بزرگوار کی اتنی خدمت کی تھی کہ امکان سے باہر ہے ۔ ایک لمحے کے لیے خدمتِ عالی سے جدا نہ ہوتے تھے ۔ خدمت گذاری کو عبادت سمجھتے رہے ۔ حضرت نے بھی تندرست ہونے کے بعد اُس فرزندِ اقبالمند کے حقوق ادا کرنے پر توجہ کی ۔ سب سے پہلے خلعت خاصہ عنایت فرما کر ایک کروڑ روپے عطا فرمائے ۔ جمدھر مع پھول کٹارہ ، لعل کا سر پیچ ، بازو بندِ خاصہ ، موتیوں کی مالا جو اکثر حضرت کے گلے میں رہتی تھی اور تیئیس لاکھ روپے کی تھی اُنھیں عنایت کی ۔ چودہ لاکھ روپے کے مرصع آلات مزید مرحمت فرمائے ۔ دس ہزاری ذات اور سوار کی ترقی دے کر اُن کا منصب ساٹھ ہزاری ذات چالیس ہزار سوار ، تیس ہزار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمایا ۔ اسی کے مطابق جاگیر اور تنخواہ معین کی ۔ صوبہٗ بہار کا انتظام اُنھیں سپرد کیا ۔ ۸۳ کروڑ دام سالانہ تنخواہ ٹھہری کہ دو کروڑ ستاون لاکھ پچاس ہزار روپے کے مساوی ہے ۔ سو راس گھوڑے بھی مرحمت ہوئے ۔

سلطان سلیمان شکوہ کو تین ہزاری ذات ہزار سوار کی ترقی دے کر دس ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کا منصب بخشا ۔ جعفر خاں کو خلعتِ خاصہ اور قلمدانِ مرصع عنایت کرکے وزارتِ کل کا عہدہ عطا فرمایا ۔ حکم ہوا کہ حساب کی فردوں پر رائے رایاں کے دستخط ثبت ہوا کریں اور پروانوں پر جعفر خاں کی مہر کے نیچے رائے رایاں کی بھی مہر لگا کرے ۔ لقرب خاں کو پنج ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عطا ہوا ۔ فاضل خاں کو تین ہزاری ذات ہزار سوار کا اور نوازش خاں کو ڈھائی ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ تربیت خاں کو خلعت ، میناکار جمدھر ، نقارہ اور ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ دے کر اودھ کی صوبے داری پر سرفراز کیا ۔ راجا سہا سنگھ بھدوریہ کو ترقی دے کر ہزاری ذات اور سوار کا منصب بخشا ۔

انھی دنوں مہابت خاں ، ایرج خاں ، سید شہاب الدین ، مہدی قلی خاں اور دوسرے امرا جو حضرت کے حسب الحکم دکن سے بارگاہ شاہی کو روانہ ہوئے تھے ، حاضر دربار ہوئے ۔ محمد بیگ اور یادگار بیگ کو پانچ

پانچ سو ذات سو سوار کا اضافہ دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات سات سو سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ سید بہادر کو ہزاری ذات اور سوار کا منصب دے کر غضنفر خاں کی جگہ دوآبے کی فوجداری پر مامور فرمایا ۔ دہرہ دون اور سری نگر (گڑھوال) کا علاقہ جاگیر میں دیا ۔ راجا شیو رام گوڑ کو پان سو ذات ہزار سوار کے اضافے سے ڈھائی ہزاری ذات اور سوار کا منصب دے کر مانڈو کی قلعداری پر سرفرازی بخشی ۔ اسمٰعیل بیگ داروغہ پیشکش تھا ، اس کی خدمت شفقت اللہ کے سپرد کر کے اسے سید بہادر کے سابقہ عہدے یعنی احدیوں کی بخشی گری پر مامور کیا ۔ سربلند خاں آختہ بیگی کو توپخانے کی داروغگی پر نصب کر کے ڈیڑھ ہزاری ذات تین سو سوار کا منصب دیا ۔ اس کی جگہ فیض اللہ خاں آختہ‌بیگی مقرر ہوا ۔ علی مردان خاں کا نوکر فرہاد بیگ میرتوزکی کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ سید شہاب بارہہ کو ترقی دے کر ڈیڑھ ہزاری ذات دو سو سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ شیر خاں کا خطاب اور مندسور کی فوجداری ملی ۔ عبداللہ خاں ولد سعید خاں کو پانچ سو ذات کی ترقی سے ڈھائی ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عطا کیا ۔ نصیری خاں کو تین ہزار ذات ہزار سوار کے منصب پر ترقی ملی ۔

بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی (۲۳ جنوری ۱۶۵۸ء) اطلاع ملی کہ مُلاّ عبدالحکیم سیالکوٹی نے ، جس کے فضائل و کمالات کا بیان کرنے کے لیے ایک جداگانہ مجلد درکار ہے ، ۱۷ جنوری کو دار فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی ۔ بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۶۵۸ء مہابت خاں نے خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ سے سرفراز ہو کر کابل کی صوبے داری پائی ۔ معتقد خاں ولد نجابت خاں کو بہرائچ کی فوجداری اور جاگیر ملی ۔ دو ہزاری ذات دو ہزار سوار ، آٹھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب پا کر ادھر روانہ ہوا ۔

عبرت انگیز داستان اور دردناک واقعات جو حکم قضا و قدر سے سن ۳۲ جلوس کے آغاز میں رونما ہوئے نیز شاہجہانی سلطنت کا برہم ہوجانا

ترجمہ اشعار : یقیناً قضائے الٰہی کے بموجب اہل عالم کے حالات بدلتے رہتے ہیں ورنہ تمام باتیں ہماری ہی مرضی کے مطابق ہوا کریں ۔ کچھ شک نہیں کہ قضا و قدر ہی کے حکم سے لوگوں کو نفع و نقصان پہنچتا ہے اور مشیت ایزدی کے خلاف جو تدبیر کی جاتی ہے وہ راس نہیں آتی ۔ ان معاملات میں کسی شخص کو دم مارنے کی مجال نہیں کیونکہ خدائے قدیر کے حکم میں چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ چونکہ ان واقعات میں ہمارا کچھ دخل نہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو حالات پیش آئیں ، ہم انھیں کشادہ دلی کے ساتھ تسلیم کریں ۔

چرخ کج رفتار اور زمانہ نیرنگ ساز نے حضرت صاحبقران ثانی کے آخری عہد حکومت میں جو سانحہ دکھایا وہ اتنا عبرت انگیز ہے کہ ہوش مند اشخاص اس سے درس بصیرت لے سکتے ہیں بلکہ کم فہم بھی حقیقت شناسی سیکھ سکتے ہیں ۔ یہ واقعہ اتنا عجیب و غریب ہے کہ آغاز آفرینش سے آج تک قدیم تاجداروں اور نامی گرامی شہریاروں کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پروردگار عالم نے حضرت صاحبقران ثانی کو جو ہر طرح خلفائے راشدین اور بارہ اماموں کی جانشینی کے لیے موزوں ہیں ، کئی بیٹیاں اور چار فرزند ارجمند دیے تھے ۔ ان میں سے ہر فرزند کو خدائے قدیر نے اقبالمندی سے بہرہ یاب کیا تھا ۔ حضرت نے اس نعمت عظمیٰ کے شکرانے میں ان والا گہر شاہزادوں کو اخلاق حمیدہ اور آداب شاہانہ کی تعلیم دلوائی ۔ عبادت ، دیانت اور تقویٰ پر مائل کیا اور برے افعال نیز بیہودہ باتوں سے اجتناب کی ترغیب دی کہ انتظام عالم کے لیے

شاہزادوں میں یہ صفات ہونا ضروری ہیں اور حکمرانوں کے واسطے ان صفات سے موصوف ہونا لازم ہے ۔ حضرت نے چاروں شاہزادوں کو الگ الگ مختلف وسیع صوبوں کی حکومت سپرد فرمائی تا کہ وہ اپنی صواب دید اور رائے صائب کے مطابق ان کا انتظام کریں ۔ جہانگیری و جہانداری کی تعلیم دینے کے لیے حضرت نے انھیں یہ بھی بتایا کہ آس پاس کی ریاستوں اور دور دراز علاقوں کی تسخیر کو اپنا نصب العین بنالیں ۔

ان شاہزادوں میں عمر کے اعتبار سے نیز حضرت کی تربیت سے بہرہ مند ہونے کے لحاظ سے داراشکوہ سب سے بڑا تھا ۔ چنانچہ جب حضرت نے باقی تین شاہزادوں کو مختلف صوبوں کی حکومت پر رخصت کیا تو فرط محبت کے سبب بڑے بیٹے کو ، جس سے کمال الفت تھی ، اپنے حضور میں رکھا ۔ ایک لمحے کے لیے اسے جدا نہ کرتے اور خلوت و جلوت میں ساتھ رکھتے ۔ آپ نے اس فرزند دلبند کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ ہر حال میں چھوٹے بھائیوں کے ساتھ محبت اور رعایت سے پیش آئے اور ہرگز ہرگز ان سے مواخات کا رشتہ اور مروت کا سلسلہ نہ توڑے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ۔ مرضی مبارک یہی تھی کہ چاروں بھائیوں میں برادرانہ محبت قائم رہے کیونکہ بھائیوں میں حسن سلوک بہت ہی عمدہ دستور ہے ۔ غرض بڑی کوشش کی کہ ان شاہزادوں میں ہمیشہ الفت و موافقت رہے ۔

لیکن تقدیر کے کھیل نرالے ہیں ۔ قضا و قدر کو کچھ اور منظور تھا اور مشیت ایزدی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وقت مقررہ پر خلافت و فرماں روائی کی باگ ڈور شاہزادہ اورنگ زیب کے مضبوط ہاتھوں میں آئے ۔ چنانچہ اس کے سامان مہیا ہوتے رہے ۔ حضرت نے جو نصیحتیں کی تھیں اور بھائیوں میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کے لیے جو تدبیریں سوچی تھیں سب بیکار گئیں ۔ منافق فتنہ پرداز لوگوں نے جو ہر جگہ فتنہ و فساد کا بیج بوتے اور نئے نئے گل کھلاتے ہیں ، ایسے قصے کھڑے کیے کہ شاہزادوں میں موافقت کے بجائے مخالفت پیدا ہو گئی ۔ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور مدارات و تلافی کرنے کے بجائے دشمنی اور انتقام پر تل گئے ۔ اس اثنا میں حضرت کا مزاج اقدس جو انتظام عالم کا ضامن ہے ، ناساز

ہوا ۔ جب بیماری نے طول کھینچا اور ملک بھر میں یہ خبر پھیل گئی تو دور دراز صوبوں میں فاصلے کے سبب صحیح اطلاعات نہ پہنچ سکیں ۔ اگرچہ عقل کا تقاضا یہی تھا کہ دکن اور دوسرے دور افتادہ صوبوں نیز قریبی علاقوں میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے ہر بات کی صحیح اطلاع پہنچتی رہتی لیکن شاہزادہ داراشکوہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ڈاک کی ترسیل بند کر دی جائے ۔ دوسرے شاہزادوں کے وکیلوں کو قید کر دیا ۔ اس حرکت سے ملک کا نظم و نسق تباہ ہو گیا اور فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے ۔

مفسدہ پرداز لوگوں نے جو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں ، اپنی گرم بازاری کے لیے اخلاص آمیز عرضیاں اور جھوٹی سچی خبریں شاہزادوں کو بھیجنا شروع کر دیں ۔ بات کو کہیں سے کہیں پہنچایا ۔ چونکہ علالت کے سبب حضرت کی ناتوانی انتہا کو پہنچ گئی تھی بلکہ آپ کو یہ خیال ہو چلا تھا کہ شاید چند روز کا مہمان ہوں لہٰذا امرائے نامدار کو حکم بھیجا کہ خدمتِ والا میں حاضر ہوں ۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت نے داراشکوہ کی بیعت کروانے سے پہلے ان سب کو مختلف نصیحتیں کیں ۔ پھر وصیت کی کہ ہر حالت اور ہر مقام میں بڑے شاہزادے کے ساتھ وفاداری و رفاقت پر کاربند رہیں ۔ پھر شاہزادے کو نہایت کارآمد اور مفید نصیحتیں کیں اور سمجھایا کہ ہر معاملے میں رضامندی پروردگار اور خوشنودی خدا کا خیال رکھنا ۔ رعایا کے ساتھ نرمی اور فوج کے ساتھ دلجوئی سے پیش آنا ۔

چونکہ تقدیر سے لڑنا اور قضا و قدر سے جنگ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ، حضرت شاہجہاں کا دل حکومت سے سرد ہو گیا ۔ کشتی میں سوار ہو کر بہت تیزی سے دہلی سے آگرے کی جانب روانہ ہوئے ۔ اس واقعے سے لوگوں کے دلوں میں بڑے بڑے شبہات پیدا ہوئے ۔ علاوہ ازیں داراشکوہ کی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث بعض نالایق اشخاص بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے تھے ، انھوں نے بھی فساد کی آگ بھڑکائی ۔ کچھ قضا و قدر نے اپنا رنگ دکھایا ۔ غرض معاملات سلطنت کی درستی کے لیے جو تدبیریں کی گئیں ، سب الٹی پڑیں ۔ ایسی ایسی

فاش غلطیاں سرزد ہوئیں کہ ملک کا انتظام درہم برہم ہو گیا ۔ تفصیلی بیان کو ملتوی کر کے مختصراً عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت کے صدق و توکل کے سبب شافی مطلق نے آپ کو شفائے کامل عطا کی بلکہ یوں کہیے کہ حیاتِ تازہ بخشی ۔

لیکن زمانۂ غدار نے اس حیات تازہ کے پردے میں حضرت کو نئے نئے تماشے دکھائے ۔ تقدیر الٰہی کے بموجب یہ صورت ہوئی کہ جب بیماری کے بعد حضرت شفا یاب ہوئے تو پہلی خبر یہ ملی کہ شاہزادہ مراد نے اپنی حد سے باہر پاؤں پھیلائے ہیں ۔ قبلہ گاہی کی بیماری کا حال سنتے ہی ناشائستہ حرکتیں کرنے لگا ہے ۔ درست تدبیر یا رائے صائب سے کام لیے بغیر بعض نالایق اشخاص کے کہنے سے میر علی نقی کو بے وجہ بے خطا قتل کر دیا ۔ یہ شخص سرکار شاہی کا دیوان تھا اور دربار سے شاہزادے کے پاس اسی لیے روانہ کیا گیا تھا کہ اُسے بری باتوں سے باز رکھے ۔ خیر طلبی اور بہی خواہی کے تقاضے سے شاہزادے کو مفید نصیحتیں کیا کرتا تھا ۔ مراد نے اُسے ناحق اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا ۔ دل میں جو منصوبے تیار کیے تھے اُن کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی گجرات میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ رائج کر دیا ۔ دوسری طرف بنگال میں شاہزادہ شجاع نے سرکشی دکھائی ۔ وہاں کے زمیندار جو خیالاتِ باطل اور بیہودہ مطلب حاصل کرنے کے لیے اُس کے ساتھی ہو گئے تھے ، انھیں ہمراہ لے کر کمال نالایقی بلکہ صریح نافرمانی سے بادشاہی خالصے پر قبضہ کر کے جنگ پر مستعد ہو گیا ۔

اعلیٰ حضرت نے حزم و احتیاط کے تقاضے سے کہ بادشاہی کا رکن اعظم ہے ، مراد بخش کی سرکشی کو بالکل نظرانداز کر دیا ۔ شاہزادہ شجاع کا معاملہ اہم تھا ، اُسے دلجوئی اور دلدہی کے منتر سے رام کیا جا سکتا تھا لیکن شاہزادہ داراشکوہ نے اُس سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ۔ حضرت نے ولی عہد کی خوشنودی کو مقدم سمجھا حالانکہ اس نے خودرائی و غرور سے یہ فیصلہ کیا تھا ۔ غرض شجاع کی سرکوبی کے واسطے سلطان سلیمان شکوہ کی سرداری میں بیس ہزار بہادر سواروں اور دس ہزار

پیادے بندوقچیوں کا لشکر گراں روانہ فرمایا ۔ بے شمار خزانہ ، نامی گرامی منصب دار اور جنگی ہاتھی بھی دیے ۔ راجا جے سنگھ کو جو حسن تدبیر میں بے نظیر ہے ، سلطان کا اتالیق مقرر کیا ۔ روانگی کے وقت اس نونہال سلطنت کو خلعت خاصہ ، نیمہ آستین ، مرصع خنجر اور پھول کٹارہ عنایت کیے ۔ تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کی ترقی دے کر پندرہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفرازی بخشی ۔ طلائی ساز والے دو عربی اور عراقی گھوڑے نیز نقرئی ساز کا ہاتھی اور ہتھنی عطا فرمائے ۔ مرزا راجا جے سنگھ کو ہزاری ذات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے اضافے سے چھ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلند کیا ۔ طلائی ساز کا گھوڑا اور نقرئی ساز کا ہاتھی نیز ایک لاکھ روپے مرحمت فرمائے ۔ داراشکوہ کے نائب بہادر خاں کو چار ہزاری ذات تین ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر حکم دیا کہ شاہزادے کی نیابت میں صوبۂ بہار کا انتظام کرو ۔ راجا انرودھ کو ساڑھے تین ہزار ذات تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب اور مطلا زین والا عراقی گھوڑا مرحمت کیا ۔ دلیر خاں کو نقارہ دے کر سربلندی بخشی ۔ اس فوج کی بخشی گری کتاب خانے کے داروغہ اعتماد خاں ولد اسلام خاں کے سپرد ہوئی ۔ داروغگی کتاب خانہ پر عنایت خاں ولد ظفر خاں مامور ہوا ۔ شاہزادہ داراشکوہ نے بھی اپنے تمام جاں نثار سرداروں اور نمک حلال سپاہیوں کو ، جن کی تربیت اور پرورش سالہا سال سے ہو رہی تھی ، بے شعوری و بے بصیرتی کے سبب اپنی رکاب سے جدا کر کے شاہزادہ شجاع کی لڑائی میں جھونک دیا ۔

یہ فوج طے موج کوچ کرتی ہوئی بنارس کے قریب پہنچی جہاں شاہزادہ شجاع کا لشکر خیمہ زن تھا ۔ شاہجہاں کا یہ فرزند عیش و عشرت اور لذت نفسانی کا دلدادہ تھا ۔ خواب غفلت میں پڑا سوتا تھا ۔ نہ گردش روزگار کا خیال کرتا نہ کسی معاملے کی تدبیر کی زحمت اٹھاتا ۔ راجا جے سنگھ نے اوپر ہی اوپر کچھ ایسی تدبیریں کیں کہ شجاع کو فوج شاہی کے سر پر آ پہنچنے کا خیال تک نہ آیا ۔ گوشۂ عیش میں بے خبر پڑا سوتا تھا کہ بادشاہی دلاوروں نے یکایک حملہ کر کے اس کی فوج کو تلواروں پر رکھ

لیا ۔ سلیمان شکوہ کو غلبہ حاصل ہوا ۔ شجاع کے سپاہی بھاگنے لگے ۔ بے شمار آدمی قتل اور قید ہوئے ۔ مارا مار کے اس ہنگامے سے شجاع کی آنکھ کھلی تو ہوا بدلی ہوئی دیکھی ۔ تھوڑی دیر کے لیے میدان جنگ میں آیا اور کچھ کوشش کی لیکن نقشہ بگڑ چکا تھا ۔ نام و ننگ سے ہاتھ دھو کر بلکہ بدنامی و بے عزتی کی سیاہی منہ پر مل کر کشتی میں سوار ہوا اور پٹنہ کی راہ لی ۔ ہلاکت کے اس طوفان سے جان بچا کر نکل جانے کو غنیمت سمجھا ۔ خیمے ، ڈیرے ، بارگاہ ، توپخانہ اور تمام اسباب مجمل جہاں کا تہاں پڑا رہ گیا جسے غارت گروں نے خوب لوٹا ۔

سلیمان شکوہ کا لشکر خشکی کے راستے شجاع کا تعاقب نہ کر سکتا تھا اس لیے شجاع کو جو مہلت ملی اُسے نہایت اقبال مندی سمجھا ۔ پٹنے میں مختصر سے قیام کے بعد راج محل کی طرف روانہ ہوا اور مونگیر کی دشوار گزار گھاٹی میں پناہ لی ۔ لیکن شکست کی آفت ایسی سخت پڑی تھی کہ یہاں بھی دم لینا مشکل ہو گیا ۔ سوچا کہ ندامت و خجالت کا سہارا لے کر بارگاہ خلافت میں جاں بخشی و جرم پوشی کی التجا کرے ۔ عرض نہایت عجز و انکسار بلکہ گریہ و زاری کے مضامین کی عرض داشت بارگاہ شاہی میں روانہ کر کے التماس کی کہ میری خطائیں معاف کی جائیں اور فرمانِ عنایت صادر فرمایا جائے ۔ چونکہ جہاں پناہ کا دستور ہے کہ خلقِ خدا کے ساتھ مہربانی و مروت کرتے اور جرم و خطا سے چشم پوشی فرماتے ہیں اس لیے فرزندِ دلبند کی تقصیر معاف فرمائی ۔ شفقتِ پدری کے تقاضے سے اُس کی بحالی و بہتری کا انتظام کیا اور سلطان سلیمان شکوہ کے نام فرمان صادر کیا کہ لشکر سمیت واپس چلے آؤ ۔ فرط الفت کے سبب شاہزادہ شجاع کو شفقت آمیز فرمان بھیجا جس میں عبرت آموز اور بصیرت افروز نصیحتیں درج تھیں ۔ تسلی و مدارات کے بطور بنگال کی حکومت بدستور ان کے نام برقرار رکھی ۔

سلیمان شکوہ کو یہ فتح امرا کی چال بازی سے حاصل ہوئی تھی ۔ بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی (۳۰ مارچ ۱۶۵۸ء) دارا شکوہ کی التماس کے بموجب حضرت نے سلطان سلیمان شکوہ کو بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار کا منصب عطا

کیا ۔ (دس ہزار سوار مقرری ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ) ۔ راجا جے سنگھ کو ہفت ہزاری ذات چھ ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا ۔ دلیر خاں کو تین ہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب ملا ۔

مزید واقعات یہ ہیں : جب توفیقِ ایزدی کی بدولت شاہد اقبال نے اپنا منہ دکھایا یعنی شاہزادہ شجاع کو شکست دے کر سلطان سلیمان شکوہ مظفر و منصور ہوا تو تشویش بالکل رفع ہو گئی ۔ ادھر حضرت کی علالت میں تخفیف ہوئی ۔ تکلیف کا نام و نشان باقی نہ رہا اور طبعِ مبارک کی پریشانی ختم ہو گئی ۔ حضرت کا جی چاہا کہ دارالخلافہ دہلی پہنچ کر سیر و شکار سے دل بہلائیں ۔ اس موقع پر شاہزادہ دارا شکوہ نے اپنی سلطنت کی جڑ جمانے کے لیے بعض ایسے کام کیے جن سے ملک میں فساد پھیلتا اور رعایا پریشان ہوتی ہے ۔ یعنی حضرت شاہجہاں کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ ”شاہزادہ مراد مدتوں سے سرکشی پر تلا ہوا ہے اور بیہودہ حرکتوں سے باز نہیں آتا ۔ مناسب یہ ہے کہ اُسے احمد آباد گجرات کی صوبے داری سے برطرف کر کے علاقۂ برار کی جاگیر پر جانے کا فرمان صادر کیا جائے ۔ اگر اطاعت کرے اور خوش نصیبی کی تحریک سے برار چلا جائے تو اُس کی خطائیں معاف کر دی جائیں ۔ لیکن اگر کوتاہ اندیشی کے ہاتھوں خام خیالی میں گرفتار رہے اور نافرمانی کرے تو اُس کی پوری گوشمالی کی جائے اور اُسے قید کروا کر بارگاہِ شاہی میں بلایا جائے“۔

شاہزادہ اورنگزیب کے متعلق یہ سمجھایا کہ ”اُس برادرِ بلند اختر کو بھی بعض مکاروں نے بہکا کر اس بات پر آمادہ کر رکھا ہے کہ شاہزادہ شجاع کی شکست کا بدلہ لے اور شاہزادہ مراد کو کمک پہنچا کر فتنہ و فساد برپا کروائے ، نیز بادشاہی لشکر اور اپنی ذاتی فوج کو ہمرکاب لے کر حضرت کی مزاج پرسی کے بہانے دارالخلافے کی طرف آئے اور جس طرح ممکن ہو ، حضرت کی سلطنت میں فتور مچا دے ۔ اس مقصد کے لیے اورنگزیب بہادر نے اپنے امیروں اور سرداروں کی دلجوئی کر کے بہت سوں کو اپنا ہواخواہ بنا لیا ہے اور کمال ہوشیاری سے خفیہ پیغامات کے ذریعے اپنی طاقت بڑھا رہا ہے ۔ قطب الملک سے پیشکش کی جو رقم وصول کی

ہے ، اُسے حضرت کی اجازت کے بغیر فوج بھرتی کرنے میں بےدریغ کر رہا ہے ؛ بعید نہیں کہ نافرمانی پر اتر آئے اور جنگ پر آمادہ ہو جائے ۔ بیجاپور کی تسخیر کے لیے آپ نے جو لشکر بھیجا تھا وہ آج کل اسی کے زیر فرمان ہے ۔ اگر خدانخواستہ سرکشی پر کمر باندھ لے تو اپنی جاگیر ، ذاتی خزانے اور پیشکش کی رقم سے اپنی طاقت کو اتنا بڑھا لے گا کہ اُس کا تدارک ناممکن ہو جائے گا ۔ مصلحت یہ ہے کہ اس وقت دکن میں جو جو امرا تعینات ہیں ، اُنھیں واپس بلانے کے لیے فرمان جاری کیے جائیں ۔ پھر پیشکش کی رقم بھیجنے کے لیے شاہزادے پر سخت تقاضا کیا جائے تا کہ رفتہ رفتہ اُس کی طاقت کم ہو جائے اور جاہ و حشمت میں کمی واقع ہو ۔ اس طرح وہ رفیق جو شاہزادے کی حمایت میں سرگرم ہیں ، اُس سے پھر جائیں گے ۔"

شاہزادہ داراشکوہ کی یہ تدبیریں اور تجویزیں بظاہر خیرخواہی پر مبنی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں سے وہ اپنی ہی دولت و اقبال کی جڑ کاٹ رہا تھا ۔ ہوشمندی اور عقل و فہم کو بالائے طاق رکھ دیا ۔ اسی غلطی کی پاداش میں عزت و طاقت اور شوکت و حشمت سے ہاتھ دھو بیٹھا ۔ خود حضرت صاحبقران کو اس کی یہ باتیں منظور نہ تھیں اور شاہزادوں یا امرا کے نام فرمان جاری کرنا نہ چاہتے تھے لیکن داراشکوہ کو اُن کے مزاج میں اتنا دخل تھا کہ اُسے منع نہ کر سکے اور خواہ مخواہ یساولوں کے ہاتھ فرمان بھیجنے پر مجبور ہو گئے ۔ اورنگزیب پوری جان فشانی کے ساتھ قلعۂ بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا کہ اتنے میں شاہی یساول آ پہنچے اور محاصرہ کرنے والے امرا کا دل لڑائی سے ہٹ گیا ۔ اس نامعقول بات سے اورنگزیب کو سخت ملال پہنچا ۔ نہایت پیچ و تاب کھایا ۔ بہت سے امرا مثلاً مہابت خاں اور راؤ ستر سال وغیرہ اجازت لیے بغیر آگرے کو چل دیے ۔ معظم خاں جیسا بیدار مغز امیر بھی جو محاصرے میں پیش پیش تھا ، ہوشمندی کے راستے سے ہٹ گیا اور اس بات پر آمادہ ہوا کہ شاہزادے سے اجازت لیے بغیر بارگاہ شاہی کی راہ لے ۔

شاہزادے نے دیکھا کہ یساولوں کے آتے ہی اکثر امرا نے ساتھ چھوڑ دیا ہے - یہ بھی ٹھیک معلوم نہ تھا کہ حضرت خلافت پناہ کا مزاج کیسا ہے - غرض تشویش کے عالم میں یہی فیصلہ کیا کہ بیجاپور والوں کو، جو جاں بخشی اور امان دینے کی التجائیں کر رہے ہیں، امان دے کر معاہدہ لکھوا لیا جائے - فتح کا کام پھر کبھی ہو رہے گا - یہ سوچ کر بیجاپور سے ہٹے اور اورنگ آباد کی جانب روانہ ہوئے - وہاں پہنچتے ہی معظم خاں کو مدارات کے پیغام بھیج کر طلب کیا - اُس نے نہ سنا - شاہزادے نے سلطان محمد کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر اُسے روکے اور جس طرح ممکن ہو، حاضر خدمت کرے - سلطان محمد اُسے ہمرکاب لے کر حاضر ہوا تو اورنگزیب نے نافرمانی کی پاداش میں اُسے وہیں قید کر کے دولت آباد کے قلعے میں بھیج دیا - خزانہ، مال، اسباب، ہاتھی گھوڑے سب سرکار والا میں ضبط ہو گئے - شاہنواز خاں قریبی رشتہ دار تھا لیکن اُس نے بھی شاہزادے کی رفاقت سے پہلوتہی کی - شاہزادے نے بے تامل حکم دیا کہ اُس کا نقد و جنس سب ضبط کر لیا جائے - دوسروں کی عبرت کے لیے اُسے بھی نظربند رکھنے کی ہدایت کی -

حضرت شاہجہاں کو یہ اطلاعات پہنچیں تو بہت ملول ہوئے - دست مبارک سے فرمان لکھا کہ "مابدولت نے سنا ہے تم نے اُن دونوں بے گناہ سیدوں کا مال و اسباب ضبط کر لیا ہے اور بعض بہکانے والوں کی فتنہ انگیزی سے انھیں دولت آباد میں قید کر دیا ہے - ان دونوں امیروں نے ہمیشہ عمدہ خدمات انجام دی ہیں - اس وقت بھی عقل و ہوش کے تقاضے اور عقیدت و ارادت کی تحریک سے وہ ہمارے حسب الحکم بارگاہ والا میں آ رہے تھے - یہ لوگ ہماری اطاعت کو اپنا ایمان سمجھتے اور نافرمانی کو گناہ عظیم تصور کرتے ہیں - ایسے مخلص وفا شعار سرداروں کو قید کر دینا نہایت نامناسب ہے - دانشمند نیک بخت وہ ہے جو ہر حالت میں ضبط و تحمل سے کام لے - بالخصوص غیظ و غضب کے عالم میں اپنے آپ کو تھامے - اگرچہ انتقام میں بڑی لذت ہے لیکن دانا وہی ہے جو عفو و درگزر کی تلخی کو گوارا کر لے اور طیش میں نہ آئے - ان دو امیروں نے جو کچھ کیا،

ہمارے حکم کے بموجب کیا لہٰذا مناسب تھا کہ اُن کی معذرت قبول کر کے اُنھیں انعام و اکرام سے خوشنود کرتے اور ازراہِ کرم ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت دیتے ۔ یہ بات ہرگز زیبا نہ تھی کہ اُن کا عمر بھر کا اندوختہ چھین کر قید خانے میں ڈال دیا ۔ اب یہی مناسب ہے کہ عفو کو انتقام سے بہتر سمجھو ، کینہ کشی کے بجائے لطف و کرم سے کام لو اور ہمارے فرمان کے مطابق اُن کی غلطیاں معاف کر دو ۔ ہماری رضا مندی کو جو فلاح دارین کا وسیلہ ہے ، مقدم سمجھو ۔"

شاہزادہ مراد کے نام بھی حضرت نے فرمان جاری کیا ۔ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ "اُس فرزند نے ادب آداب کو خیر باد کہہ کر ایسی حرکتوں کا ارتکاب کیا ہے جو عقلمندی و حق شناسی کے خلاف ہیں ۔ بڑی بڑی تقصیریں کی ہیں اور ہمارے حقوق کو یکسر بھلا دیا ہے ۔ تاہم مابدولت انتقام لینے یا سزا دینے کے بجائے چشم پوشی سے کام لیتے ہیں ۔ تمام لغزشوں اور غلطیوں سے قطعِ نظر کر کے عفو و کرم کے دامن میں چھپا لیتے ہیں ۔ حکم والا یہ ہے کہ اس فرمان کے وصول ہوتے ہی برار کی طرف ، جو تمھاری جاگیر کے بطور عطا کیا گیا ہے روانہ ہو جاؤ ۔ تمھاری جسارت کے جواب میں مابدولت نے جو عنائتیں کی ہیں اُن کا پورا پورا شکر بجا لاؤ ۔ اگر حق شناسی کے بجائے بغاوت و سرکشی کا اظہار کیا اور برار کی طرف روانہ نہ ہوئے تو مابدولت کا فرض ہوگا کہ نافہم بے ادبوں کی گوشمالی کریں اور کچھ عرصے کے واسطے قید خانے میں ڈال دیں جو بدمغز بے عقلوں کے واسطے مناسب جگہ ہے ۔ اگر شراب نخوت کے نشے میں مست رہے تو مابدولت کو ، ادیب روزگار کی حیثیت سے ، تمھیں بیدار و ہوشیار کرنا پڑے گا ۔"

جب یہ فرمان روانہ ہوئے اور شاہزادہ اورنگزیب اور شاہزادہ مراد کی طرف سے کوئی معذرت آمیز جواب وصول نہ ہوا تو حضرت سمجھ گئے کہ اب مزید تساہل و تغافل کا موقع باقی نہیں ۔ شاہزادہ داراشکوہ کی صلاح کے مطابق بتاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۰۶۸ھ (۲۸ دسمبر ۱۶۵۷ء) مہاراجا جسونت سنگھ

کو خان جہاں عرف شائستہ خاں کی جگہ مالوے کا صوبےدار بنا کر دوسرے امرا سمیت اُدھر روانہ کیا ۔ خلعت ، مرصع شمشیر اور ہزاری ذات ہزار سوار کے اضافے سے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دے کر سرفراز کیا ۔ سو گھوڑے عطا کیے جن میں ایک کا ساز طلائی تھا ۔ نقرئی ساز والا ہاتھی ، ایک ہتھنی اور ایک لاکھ روپے مزید مرحمت ہوئے ۔ بتاریخ ۳۰ جمادی الاول (۴ مارچ ۱۶۵۸ء) قاسم خاں کو احمد آباد گجرات کی صوبے داری پر رخصت کیا ۔ خلعت اور مرصع شمشیر دے کر پنج ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب بخشا ۔ طلائی ساز والا گھوڑا اور نقرئی ساز کا ہاتھی نیز ایک لاکھ روپے مرحمت فرمائے ۔

حضرت نے رائے صائب کے تقاضے سے مہاراجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں کو یہ حکم دیا کہ دونوں شہر اُجین کے پاس قیام کریں اور ہر طرح احتیاط سے کام لیں ۔ اگر شاہزادہ مراد بخش ادب اور نیک بختی کے مطابق فرمان شاہی کی اطاعت میں احمد آباد سے نکل آئے تو بہتر ہے ، ورنہ اتمام حجت کے بطور اُسے پند و نصیحت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں ۔ پھر بھی نہ مانے اور جنگ پر آمادہ ہو جائے تو دونوں سردار اُمرائے ذیجاہ سمیت احمد آباد پہنچ کر اُس صوبے پر قبضہ کرنے کی پوری کوشش کریں ۔ المختصر دونوں سرداروں نے اُجین کے نواح میں ڈیرے ڈال دیے ۔ شاہزادہ مراد بھاری لشکر لے کر بادشاہی امرا سے لڑنے کے لیے بڑھا ۔ اجین کے قریب پہنچا تو اندازہ ہوا کہ اس فوج ظفر موج سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں ؛ وہیں سے پیچھے ہٹا ۔ شاہزادہ جواں بخت اورنگ زیب بہادر نے جو پدر بزرگوار کی مزاج پرسی کے بہانے دکن کی ساری کمک اور اپنی ذاتی فوج کو ہمرکاب لیے بڑھے آ رہے تھے ، مراد کو لکھا کہ اس معاملے میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ ۔ سادہ دل شاہزادے نے ترغیب اور طمع کے جھانسے میں آ کر اورنگ زیب بہادر سے مل جانے کا فیصلہ کیا ۔

جب دونوں شہزادوں کی مشترکہ فوجیں اُجین کے قریب پہنچیں اور

جسونت سنگھ نے مقابلے کا قصد کیا تو شاہزادۂ جواں بخت اورنگ زیب بہادر نے بہت کوشش کی کہ لطف و کرم کے پیغام بھیج کر راجا کو رام کریں اور مصالحت سے اطاعت کے راستے پر لے آئیں - راجپوتوں کی جہالت اور اکھڑ پن تو ظاہر ہے ، مہاراجا نے صاف جواب دیا اور بے بنیاد منصوبوں کے مطابق لڑائی پر مستعد ہو گیا - شاہ نصرت دستگاہ نے بھی حکم دیا کہ لشکر کی صف بندی کی جائے - دونوں شاہزادوں کی فوجیں ادھر سے اُدھر تک پھیلی پڑی تھیں - دم بھر میں نقیب چاروں طرف پھیل گئے - سپاہیوں کے نعروں ، گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور فوج کے ہمہمے کی گونج آسمان تک پہنچی -

چونکہ اقبالمندوں کی تدبیر ہر وقت کامیاب رہتی ہے اور اُن کی ترقی کے سامان خود بخود مہیا ہو جاتے ہیں ، مشیت ایزدی کے بموجب بادشاہی لشکر کے سرداروں نے غلط فیصلے کیے - یعنی اگلی صبح کو جب لڑائی کے لیے صف بندی کی تو جس تنگ گھاٹی میں پڑے ہوئے تھے وہیں صفیں آراستہ کیں - جگہ بے ڈھب اور تنگ تھی - اسی میں ان کم نصیبوں نے فوج کے پرے آگے پیچھے قائم کیے - ہزاروں سپاہی گھاٹی کے کناروں پر بہت ہی بے موقع کھڑے ہوئے - شاہزادہ اورنگ زیب کے تیر اندازوں اور بندوقچیوں نے یہ حال دیکھ کر مارا مار شروع کر دی - تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ہزاروں کو ہلاک کر دیا - راجپوت سپاہی بھی بہت مردانہ وار لڑے اور جان سے ہاتھ دھو کر ، شانہ بہ شانہ ، اس طرح اُمنڈ کر آئے کہ ہزاروں دشمنوں کو زخمی اور قتل کر کے صفوں کو درہم برہم کر ڈالا - شاہزادوں کی فوج گھونگھٹ کھا کر ہٹی -

اس معرکے میں مکند سنگھ ہاڈہ اور ارجن گوڑ نے جان توڑ کر شیروں کی طرح حملے کیے - سامنے کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کرتے اور قلب کو چیرتے ہوئے شاہزادے کی سواری کے ہاتھی سے بھی آگے نکل آئے - تہور و شجاعت کے جوش میں بڑھ بڑھ کر وہ تلواریں ماریں اور برچھے چلائے کہ رستم و اسفندیار کی روحیں شاد ہو گئیں - ایسی بے جگری سے لڑے کہ تاریخ میں مدتوں تک اُن کا نام یادگار رہے گا - لیکن مشکل یہ

تھی کہ فوجوں کی ترتیب ٹوٹ چکی تھی ۔ جسونت سنگھ اور قاسم خاں نے بے استقلالی کے سبب ان بہادروں کے پیچھے کمک نہ بھیجی ۔ بالآخر انتہائی جاں بازی کا مظاہرہ کر کے مکند سنگھ ہاڈہ اور ارجن گوڑ اپنے پانچ سو جاں نثار راجپوتوں سمیت وہیں کھیت رہے ۔ بادشاہ دین و دنیا کی راہ میں جانیں نثار کر کے نیک نامی جاوید حاصل کی ۔

اتنے میں لشکر گاہ کی طرف سے شاہزادہ مراد اپنی فوج ہمرکاب لیے نمودار ہوا ۔ اُسے دیکھ کر بادشاہی فوج کو تذبذب ہوا ۔ مراد نے بڑی دلیری سے نشیب میں اتر کر ایسا حملہ کیا کہ ساری فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے ۔ مہاراجا جسونت سنگھ بے دست و پا ہو کر رہ گیا ۔ ایک طرف سے مراد کے سپاہیوں نے قضائے ناگہانی کی طرح دبایا ، دوسری جانب سے اورنگ زیب بہادر کی سپاہ نے گھیرا ۔ بادشاہی دلاوروں کو جان کے لالے پڑ گئے ۔ سخت معرکہ پڑا ۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور بے شمار راجپوت کام آئے ۔ مہاراجا اور قاسم خاں نہایت بے عزتی سے پیچھے ہٹے اور جان بچانے کو غنیمت سمجھے ۔ ننگ و ناموس مردانہ کو خیرباد کہی اور بڑی تیزی کے ساتھ میدان چھوڑ کر بھاگے ۔ شاہزادوں کے سپاہی تین چار کوس تک اُن کا پیچھا داے چلے گئے ۔ راستے میں سینکڑوں بھگوڑوں کو ملک عدم کی راہ دکھائی ۔ پھر بے اندازہ مال غنیمت سمیٹ کر لشکرگاہ میں واپس آئے ۔

شاہزادہ اورنگ زیب کہ فی الواقع اورنگ سلطنت کی زیب و زینت ہیں ، فتح و ظفر کا پرچم لہراتے قصبہ اُجین میں داخل ہوئے ۔ ایک روز یہاں قیام کر کے آگرے کی طرف بڑھے ۔ جب آس پاس کے صوبے داروں کی عرضداشتوں سے یہ واقعات حضرت کو معلوم ہوئے تو طبع مقدس نہایت مکدر ہوئی ۔ سمجھ گئے کہ سعادت مند بیٹوں نے باہم عہد و پیمان کر کے بغاوت و سرکشی پر کمر باندھی ہے ۔ اُس وقت آگرے سے دہلی جا رہے تھے بلوچ پور کی منزل میں یہ خبر سنی ، وہیں سے شاہزادہ داراشکوہ کی تجویز کے مطابق آگرے کو پلٹے ۔ بتاریخ ۹ شعبان ۱۰۶۸ھ (۱۲ مئی ۱۶۵۸ء)

آگرے پہنچتے ہی لشکر کی تیاری اور جنگ کے سامان میں پوری توجہ سے مشغول ہوئے - ۲۵ شعبان (۲۸ مئی) کو لشکر شاہی کو آگے بڑھنے کا حکم ملا - امرائے نامدار اور منصب داروں کو اُن کے مرتبے کے مطابق خلعت ، ہاتھی ، گھوڑے ، مرصع خنجر اور تلواریں عطا ہوئیں جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں - پھر شاہزادہ داراشکوہ کو خلعت خاصہ ، موتیوں اور لعل کے تکموں والی نادری ، مرصع تلوار اور کھپوہ نیز ایک رتھ عنایت فرمائی کہ بادشاہان ہند جنوب کی طرف سفر کرتے وقت رتھ پر سوار ہونے کو نیک شگون سمجھتے ہیں - دو اسپ خاصہ جن میں سے ایک کی زین مرصع اور دوسرے کی طلائی تھی ، ایک ہتھنی اور نقرئی ساز والا ہاتھی جس کی جھول زربفت مخمل کی تھی مزید مرحمت فرمائے -

شاہزادہ داراشکوہ کو اس طرح سرفراز فرما کر حضرت نے اُس نور چشم کو خوب بھینچ کر سینے سے لگایا - دیر تک یونہی لپٹائے رہے - دل میں آرزوؤں اور اُمیدوں کا تلاطم برپا تھا - تقدیر دوسری طرف سر جھکائے کہتی تھی کہ خوب ارمان نکال لو ، یہ آخری ملاقات ہے ، پھر ملنا نہ ہوگا - جب دولت و اقبال کے اُس چشم و چراغ نے حضرت کی بے پایاں عنایتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے تسلیم و کورنش کے بعد رخصت ہونا چاہا تو حضرت ظل سبحانی نے بارگاہ رب‌العزت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کہ پروردگار ! اس فرزند دلبند کو فتح و ظفر عطا کیجو - پھر قبلے کی طرف منہ کر کے کمال رقت اور خلوص کے ساتھ فاتحہ پڑھی - انتہائی عنایت و شفقت کے بطور حکم دیا کہ نقرئی کٹہرے سے نکل کر رتھ پر سوار ہو جاؤ اور شگون کے بطور نقارہ بجواتے ہوئے سواری بڑھاؤ -

غرض شاہزادۂ والا جاہ رتھ پر سوار ہو کر چلا - اُمرائے ذیجاہ اور عالی مرتبت منصب دار اپنے اپنے درجے کے مطابق اس ماہ کامل کے گرد ہالہ کیے ہوئے تھے - دائیں بائیں بے شمار سردار ، برقنداز ، باندار اور نیزہ دار پوری شان و شوکت اور ترتیب و توزک کے ساتھ رکاب تھامے چل رہے تھے - حضرت ظل سبحانی حیرت و سکوت کے عالم میں ، عصا

سے ٹیک لگائے ، برابر اس یوسف جمال فرزند پر نظر جمائے رہے یہاں تک کہ اُس عالی جاہ کی سواری بارگاہ خاص و عام کے دروازے سے نکل کر نظر سے اوجھل ہو گئی ۔ یہ خبر نہ تھی کہ تقدیر کچھ اور ہی گل کھلانے والی ہے اور بارگاہ الٰہی سے حکم قضا و قدر کے بموجب ایسے واقعات ظاہر ہونے کو ہیں جن سے نظام عالم میں خلل پڑ جائے گا بلکہ خود حضرت خلافت پناہی کا ستارہ زوال میں آئے گا ۔ ہفت اقلیم کی بادشاہت کا تاج حضرت کے سر مبارک سے اُتر کر کسی اور شخص کے سر پر جلوہ‌گر ہو گا ! ان تمام عبرت خیز واقعات کی تفصیل سلسلہ وار بیان کی جائے گی ۔ غرض جب شاہزادۂ بلند اقبال اپنے لشکر کو ہمرکاب لیے روانہ ہوئے تو پردہ نشینِ محمل عفت و عصمت ، زینت حریم سلطنت ، شمع دودمان خلافت یعنی ناموس عظمٰی جہاں آرا بیگم صاحب[1] نے فتنہ و فساد کی آگ بجھانے کے لیے شاہزادہ اورنگ زیب کے نام ایک شفقت آمیز مراسلہ لکھا اور اپنے بخشی فاروق کے بدست اُنھیں بھیجا ۔ محبت نامے کی نقل یہ ہے :

''بادشاہت کے معنی یہ ہیں کہ رعایا کی نگہبانی کی

---

۱ ۱۔ محلسرائے شاہی کی سیاست میں جہاں آرا بیگم کو بہت دخل تھا ۔ اس عالی ظرف شاہزادی نے طالب آملی کی بہن ستی النسا خانم سے تعلیم پائی تھی ۔ قرأت و تجوید سے واقف تھی ۔ ۲۶ سال کی عمر میں 'مونس الارواح' لکھی ۔ الندوہ اپریل ۱۹۱۱ء میں شبلی نے لکھا ہے کہ ''اس کتاب کی عبارت شستہ و صاف ہے ۔'' شعر فہم بھی تھی ۔ ایک مرتبہ باغ کی سیر کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر نکلی تو صیدی طہرانی نے یہ مطلع پڑھ دیا :

برقع بہ رخ افگندہ برد ناز بہ باغش
تا نکہت گل بیختہ آید بہ دماغش

شاہزادی نے شاعر کو پانچ ہزار روپے انعام دیا لیکن بیباکی کے جرم پر شہر بدر بھی کروا دیا ۔ خزانۂ عامرہ اور کلمات الشعرا میں یہ واقعہ کم و بیش یوں ہی تحریر ہے ۔

جائے اور بادشاہان ذی شان کو جو خلافت و نیابت الٰہی کا بار گراں اٹھائے ہوئے ہیں یہ لازم ہے کہ اپنے تمام زیردستوں اور عوام‌الناس کی پرورش اور حفاظت کرتے رہیں کیونکہ وہ ان کے گلہ‌بان مقرر کیے گیے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت ظل سبحانی پروردگار عالم کی عبادت کرنے کے بعد سارا وقت ملک و ملت کے انتظام میں صرف کرتے ہیں۔ ہر وقت حضرت کو یہی فکر رہتی ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رہے اور خلق اللہ فارغ البالی سے زندگی بسر کرے۔ آغاز حکومت سے آج تک حضرت نے کلام اللہ کے احکام اور رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کے مطابق رب العزت کی اطاعت کی ہے۔ اسی لیے ظل سبحانی کو یہ گوارا نہیں کہ کوئی شخص بری حرکتوں کا ارتکاب کرے، بالخصوص فرزندان سعادت مند جو خلوص اور ادب کے جوہر سے آراستہ ہیں۔ آج کل بد نظمی و بے انتظامی کے سبب جو ایسے حالات میں بالعموم پھیل جاتی ہے، بعض فتنہ پرستوں کی شرارت سے تمام صوبوں میں شورش کے آثار نظر آتے ہیں۔ زبردست لوگوں اور رعایا کا حال بہت خراب ہو چکا ہے۔ حضرت ظل سبحانی کی اس وقت یہ خواہش ہے کہ فتنہ انگیزوں کی تنبیہ کی جائے اور مظلوموں کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہو۔ اس حال میں بعض نا تجربہ کار، نا معقول اشخاص کے کہنے سے فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جانا اور نامناسب افعال کا ارتکاب زیبا نہیں کہ اس سے طرفین کے سپاہیوں اور رعایا کے جان و مال اور ننگ و ناموس پر آفت آئے گی جو سب کے سب مسلمان اور خوش اعتقاد ہیں۔ مصلحت وقت کو نظرانداز

کر کے لشکر کشی اور صف آرائی مناسب نہیں ۔ بڑے
بھائی سے جو ولی عہد سلطنت ہیں ، جنگ آزمائی اور
مقابلہ حضرت قبلہ گاہی سے لڑنے کے برابر ہے ۔ یہ
بات حق پرستی و خدا شناسی سے بعید اور دوراندیشی و
سعادت کے خلاف ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ بڑے بھائی
کو صدق و خلوص سے اپنی طرف مائل کرو اور تمام
احکام کی تعمیل کر کے یکرنگی و اخلاص کا ثبوت دو ۔
یہ بھی غور کرو کہ ماہ رمضان المبارک میں ، جو نزول
قرآن کا مہینا ہے ، مسلمانوں کو قتل کروانے اور اپنے
ولی نعمت قبلہ گاہی کا مقابلہ کرنے سے پرہیز واجب ہے ۔
جہاں پہنچ چکے ہوں ، وہیں توقف کر کے اپنی خواہش
اور ارادے سے اطلاع دیں تا کہ حسب مرضی تمام باتیں
ظل سبحانی کی خدمت میں عرض کر کے سب خواہشوں
کا سر انجام کیا جائے۔''

فاروق بخشی نے یہ مراسلہ پہنچایا ہی تھا کہ شاہزادہ اورنگزیب کو اطلاع ملی کہ دارا شکوہ دھول پور میں آ پہنچا ہے اور دریائے چنبل کے تمام گھاٹوں پر ، جو نشیب و فراز اور ٹیلوں سے بھرپور ہیں ، پہرا لگوا دیا ہے ۔ یہ خبر ملتے ہی اس والا جاہ نے برق و باد کی طرح اپنی جگہ سے جنبش کی ۔ آس پاس کے زمینداروں کی رہنمائی سے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جہاں سے شاہی لشکر کبھی نہ گزرا تھا ۔ غرض راتوں رات ایک گھاٹ سے جہاں زانو زانو پانی تھا ، دریائے چنبل کو عبور کیا ۔ فاروق کو واپسی کی اجازت دی اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک عرضداشت روانہ کی جس کا مضمون یہ ہے :

''حضرت ظل سبحانی خلیفۂ رحمانی کی خدمت میں عرض
پرداز ہوں کہ ملکی اور مالی امور کا انتظام اب جناب کے
ہاتھ میں نہیں رہا ۔ بڑے شاہزادے کا غلبہ اور تصرف امور
مملکت میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ بیان ممکن نہیں ۔ اپنے مستقل

اقتدار و تسلط کی بدولت وہ ہمیشہ اس نیازمند کو نقصان اور ایذا پہنچانے کے درپے رہتے اور ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں ۔ ایسے کام کرتے ہیں جو رعایا کی فلاح و بہبود کے منافی اور فتنہ و فساد کا باعث ہیں ۔ انھوں نے ہر طرف سے میری بہتری کے دروازے بند کر کے یہ ارادہ کر لیا کہ دکن کا مالیہ مجھے نہ مل سکے تا کہ میرا حال خراب اور لشکر پراگندہ ہو جائے ۔ چنانچہ عین کارگزاری کے دوران میں جبکہ حضرت کے حسب الحکم میں نے بیجاپور پر لشکر کشی کر کے ہزار تدبیروں سے والی ریاست کو بے دست و پا کر لیا تھا اور یہ صورت پیدا ہو گئی تھی کہ یا تو وہ مجھے بیش بہا پیسکش دے یا تباہ ہو جائے ، ٹھیک اسی وقت شاہزادۂ کلاں نے سخت گیر سزاول بھیج کر بادشاہی لشکر کو واپس طلب کر لیا ۔ بالا بالا اپنے آدمی بھیج کر اہل بیجاپور کا حوصلہ بڑھا دیا ۔ اس واقعے نیز حضرت کی علالت کا حال سننے سے غنیم کی ہمت بڑھ گئی اور میرے سپاہیوں کا دل ٹوٹ گیا ۔ اس فساد آمیز تدبیر سے اکثر سردار ادھر اُدھر منتشر ہو گئے ۔ خدانخواستہ اگر اُس بیگانے ملک میں میرے لشکر کو شکست ہو جاتی تو ہفت اقلیم میں اس کا چرچا پھیلتا اور آپ کی بے وقاری ہو جاتی ۔ ایسی خفت ہوتی کہ حضور اُس کا تدارک نہ کر سکتے اور برادرگرامی کی ناعاقبت اندیشی سے عمر بھر کی رسوائی ہوتی ۔ تاہم اللہ کی عنایت سے اس نیازمند نے ہمت نہ ہاری ۔ فوج کی بے توفیقی اور کمی کے باوجود تائید ایزدی اور اقبال خداداد پر نظر رکھی ۔ غنیم کی گوشمالی اور سرکوبی کر کے لشکر شاہی کو صحیح سلامت اُس کے علاقے سے نکال کر اورنگ آباد لے آیا ۔

تاہم شاہزادۂ کلاں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ خطا و تقصیر کے بغیر برار کا علاقہ مجھ جیسے اطاعت شعار کی جاگیر سے نکال کر اس ناخلف [شاہزادہ مراد] کی تنخواہ میں دے دیا جو بلاوجہ اطاعت سے ہاتھ اٹھا کر بے ادبی اور فتنہ و فساد پر آمادہ تھا ۔ شاہزادۂ کلاں نے بدنیتی کے سبب اس دولت خواہ کی تمام باتوں کو غلط رنگ دے کر حضرت کے دلنشین کیا اور مجھے جو مختصر سا علاقہ حضور نے عطا فرمایا تھا اُسے چھیننے کے واسطے جسونت سنگھ کو لشکر کثیر دے کر بھیجا ۔ مطلب یہ تھا کہ اس خیر خواہ کے قبضے میں بالشت بھر زمین باقی نہ رہے ۔

•جب نیازمند نے یہ دیکھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے اور شاہزادہ داراشکوہ مزاج عالی پر حاوی ہو کر آپ کو ایسا بے اختیار کر چکا ہے کہ حضرت اپنے تمام بیٹوں کو دشمن سمجھتے اور اس کی مرضی کے مطابق فرمان صادر کرتے ہیں تو پاس ناموس اور غیرت مندی کے تقاضے سے اس نیازمند نے فیصلہ کیا کہ خدمت والا میں حاضر ہو کر حقیقت عرض کرے ۔ راجا جسونت سنگھ نے میرے آنے کی خبر سن کر انتہائی بدبختی و گستاخی سے میرا راستہ روکا ۔ مجبوراً اُس کوتاہ اندیش کی گوشمالی اور اُس خار راہ کو ہٹانے کے واسطے میں نے شکست فاش دے کر دفع کیا ۔ حضور کے ضمیر منیر پر روشن ہے کہ اگر خدمت والا میں حاضر ہونے کے سوائے خاکسار کا کچھ اور ارادہ ہوتا تو اُس بدبخت کو رفیقوں سمیت گرفتار کر لینا میرے لیے کچھ مشکل نہ تھا ۔ اب سنتا ہوں کہ شاہزادۂ بلند اقبال عداوت و نفرت کا جھنڈا بلند کیے ہوئے میرے مقابلے کے واسطے

ڈھول پور آ پہنچے ہیں ۔ ان کا مجھ جیسے صف شکن دلاور
اور پر فن حریف سے جنگ کرنا بے سود ہے ۔ ناکام و
نامراد ہوں گے ۔ بہتری اسی میں ہے کہ کچھ عرصے
کے لیے اپنی جاگیر پر یعنی صوبہؑ پنجاب میں چلے جائیں
اور حضور کی خدمت کا فریضہ مجھ غلام کے حوالے کریں ۔
اس کے بعد جو کچھ حضرت کی رائے عالی میں آئے ،
تعمیل کی جائے گی ۔''

یہ عرضداشت بھیجنے کے بعد شاہزادۂ کامگار اورنگ زیب بہادر جنھیں دولت جاوید کی بشارت مل چکی تھی ، فوجوں کو ترتیب دے کر میدان جنگ کی طرف بڑھے ۔ اشعار (ترجمہ) :

وہ بہادر پہلوان ہاتھی پر سوار ہوا جیسے آفتاب پہاڑ پر
نمودار ہو ۔ لشکر کی دھمک سے زمین کپکپا اٹھی اور
گھوڑوں کے سموں سے مٹی پاش پاش ہو گئی ۔ شہنائی
کی گونج آسمان تک پہنچی اور سارے لشکر میں جوش
پھیل گیا ۔ دونوں لشکر مقابل ہوئے اور جنگ کا ہنگامہ
گرم ہوا ۔ دونوں فوجیں صف بستہ ہوئیں اور زمین کا غبار
آسمان تک جا پہنچا ۔

دوسری طرف خلیفۂ زمین و زمان ، بادشاہ کون و مکاں ، مرشد دین و دنیا حضرت ظلِ سبحانی کے حسب ارشاد شاہزادہ دارا شکوہ نے بھی فوجوں کو ترتیب دیا ۔ جنگجو مغل ، ثابت قدم دلاور راجپوت ، صف شکن پٹھان اور شیخزادے جن کی تلواروں کا وار رستم و اسفندیار سے بھی نہ سنبھالا جا سکتا اور جن کے تیر آسمان سے گزر کر مریخ کا سینہ چھان دیتے ، ہراول ، عقب ، میمنہ اور میسرہ میں رکھے گئے ۔ خود شاہزادہ دارا شکوہ روح و رواں کی مانند کمال شجاعت و دلیری سے قلب میں قائم ہوا اور فوجوں کا دل بڑھانے لگا ۔ صفوں کے ٹکراتے ہی فطری شجاعت کے تقاضے سے اورنگزیب کے قلب کی طرف بڑھا اور اپنے حوصلے کے مطابق نہایت شیرانہ حملے کیے ۔

لیکن مشیتِ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا ۔ تقدیر فیصلہ کر چکی تھی کہ دارا شکوہ کا ستارہ زوال میں آ کر اُسے ادبار و وبال سے دو چار کردے اور اورنگزیب کو ہندوستان کے تختِ سلطنت پر بٹھائے کہ اس منصبِ عالی کا سزاوار وہی ہے ۔ لہٰذا دارا شکوہ پر چاروں طرف سے آسمانی بلاؤں کا ہجوم ہونے لگا ۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہوئی کہ (شکست کے بعد) دوست دشمن اپنے بیگانے سب مروت سے ہاتھ اٹھا کر اُس کی جان و مال کے دشمن ہو گئے ۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے زمین سے لے کر آسمان تک ذرہ ذرہ اُس کے خون کا پیاسا بن گیا ہے اور شاہزادہ اورنگزیب کی ہواخواہی پر آمادہ ہے ۔ القصہ پہلے ہی دو چار حملوں میں قہرِ آسمانی کی بدولت دارا شکوہ کے اکثر سردار ایسے نیست و نابود ہوئے کہ نام و نشان باقی نہ رہا ۔ بڑے بڑے دلاور امرا اور جانباز منصب دار توپوں اور بندوقوں کی باڑھوں سے زمین پر اس طرح بچھ گئے کہ اٹھ ہی نہ سکے ۔ جوہر حمیت اور مردانگی دکھانے کی آرزو دل میں لیے ہوئے مر گئے ۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے دو دریا لہریں مارتے ہیں ۔ ہزار در ہزار سپاہی جن کی تعداد ستاروں سے زیادہ تھی ، کوسوں تک کوہ و دشت میں پھیلے ہوئے تھے ۔ جنگل کی گھاٹیاں ان بہادروں سے بھر گئیں جو شجاعت و صولت میں شیر و پلنگ سے زیادہ تھے ۔ مست جنگی ہاتھیوں پر نقارے لدے ہوئے تھے جن کی گونج کے آگے رعد کی صدا ہیچ تھی ۔ اُن کے کھڑکنے سے زلزلہ سا برپا ہو گیا ۔ عرصۂ کارزار میں دونوں فوجوں کے سوار اور پیادے ترتیب کے ساتھ یوں صف آرا تھے جیسے شطرنج کی بساط پر مہرے آمنے سامنے رکھے ہوں ۔ نشانے کی سچی دور مار توپیں جو اژدہوں کی طرح دم بھر میں دنیا کو تہس نہس کر دیں ، میدان میں آراستہ تھیں ۔

لڑائی کا آغاز تیروں سے ، جنھیں موت کا تیزپرواز قاصد کہنا چاہیے ، اور بندوقوں سے ہوا کہ بہادروں کی بات چیت دہان تفنگ ہی سے خوب ہوتی ہے ۔ تلواریں اور خنجر جن کی زبان سے موت کا پیغام نکلتا ہے ، ابھی نیام سے نہ نکلے تھے کہ طرفین سے بان چھوٹنے لگے جو دلیروں کی صفیں درہم

برہم کر دینے کے لیے کافی تھے - بدمست جنگی ہاتھیوں پر سے زنبورکیں اور گجنالیں گرجنے لگیں جن کے گولے دور و نزدیک ستھراؤ کرنے لگے - اُن کی مار سے بےشمار بہادر خاک میں مل گئے - اس کے بعد سفاک تلواروں کی زبانیں اور نیزوں کی دلنشیں سنانیں سینوں میں اترنے لگیں - اب گھوڑے دوڑانے اور حملے کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی - فریقین کے بہادر دست بدستی سودے میں مشغول ہوئے - جان کی بازیاں لگنی شروع ہوئیں - میدانِ کارزار کے شیر ایک دوسرے کے استقبال کے لیے تلواریں تول تول کر بڑھے - جرار سپاہی جو موت کو کھیل سمجھتے اور قضا سے آنکھیں لڑاتے تھے میدان میں کود پڑے - کچھ بہادری کی امنگ ، کچھ موت کا تقاضا ، کچھ خاکِ گور کی کشش ، سب کے سب مرنے مارنے پر تل گئے -

ثابت قدم بہادروں نے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر کاوے دیے اور تیغ آزمائی میں مشغول ہوئے - زبان تیغ اپنا کام کر رہی تھی لیکن یہ جانباز تیغِ زبان سے بھی ایک دوسرے کو زخمی کر رہے تھے - دریائے شجاعت کا نہنگ ، بیشۂ مردانگی کا پلنگ ، شاہزادہ مراد اپنے کوہ پیکر ہاتھی پر سوار بندوق ہاتھ میں لیے شیر نر کی طرح مردانگی کی داد دیتا تھا - دوش پر کمان تھی اور پشت پر ترکش - اُس کا ہاتھی آندھی کی طرح جھٹ جھپٹ کر دشمنوں کی صفیں پامال کرنے لگا - گھوڑوں کی ہنہناہٹ ، ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور بہادروں کے نعروں سے میدان جنگ پر میدان حشر کا دھوکا ہوتا تھا - شاہزادہ مراد پے در پے حملے کر رہا تھا - اس عرصے میں دو تیر اُس کے چہرے پر لگے جن کے زخموں کو گلشنِ آبرو کا پھول کہنا چاہیے - اس کے باوجود وہ شیرِ دلاور تلوار کی طرح اپنے جوہر دکھاتا رہا - کئی زخم کھائے جنھیں محضرِ شجاعت کی مہریں کہیے تو بجا ہے - شیر دل ، فیلتن بہادر جو قضا کو خاطر میں نہ لاتے اور ملک‌الموت کو آنکھ دکھاتے تھے بلکہ باد صرصر کی طرح آگ اور پانی سے گزر جانا اُن کے لیے کھیل تھا جانبازیاں دکھا رہے تھے -

ان بہادروں میں جو مرگِ نوجوانی کو اپنا زیور اور قضائے ناگہانی

کو مردانگی کا تمغا سمجھتے تھے ، داراشکوہ کا ایک سردار داؤد خاں پیش پیش تھا ۔ وہ موت سے بالکل بے پروا ہو کر شاہزادۂ والاتبار [مراد بخش] پر حملہ آور ہوا ۔ تیغ جوہردار سے شاہزادے کے ہمراہیوں اور جاں نثاروں کو تہس نہس کرتا ، بہادروں کو خاک میں ملاتا ہوا جھپٹا ۔ اُس کے سامنے صفیں کائی کی طرح پھٹ گئیں ۔ شاہزادے کے ہاتھی کا ہودہ تیروں کی بوچھاڑ سے چھانی ہو گیا ۔ عماری میں اتنے تیر پیوست ہوئے کہ اُس پر خار پشت (سیہی) کا گمان ہوتا تھا ۔ نیزوں تلواروں کی مار اتنی سخت تھی کہ ہاتھی منہ پھیر کر بھاگا ۔

دوسری طرف سے نہنگ دریائے شجاعت ، شیر بیشۂ شہامت ، سردار اخلاص شعار رستم خاں بہادر نے جو اسم بامسمٰی دلاور تھا ، شاہزادہ اورنگ زیب کے قلب پر حملہ کیا ۔ فطری تہور و جرأت کی بدولت ایسے شیرانہ حملے کیے کہ میدان کارزار کو سرخ کر دیا ۔ تیغ جوہردار کی طرح معرکے میں متواتر حملے کرتا رہا جن کے آگے رستم و اسفندیار کے کارناموں کی کوئی حقیقت نہیں ۔ بہت سوں کو قتل اور بے شمار دلیروں کو زخمی کر کے اپنی مقابل فوج کو سامنے سے ہٹا دیا ۔ اُس کے ساتھ جانباز پیادے اور سوار تلواریں مارتے ہوئے بڑھتے چلے آئے ۔ جون کا مہینا تھا اور شدت کی گرمی ، جو سامنے آیا اُسے خنجر آبدار کے پانی سے سیراب کر کے خاک میں ملا دیا ۔ ان بہادروں کی تیغ زنی سے قلب کی فوج اس طرح تتر بتر ہوئی کہ شاہ نصرت پناہ اورنگ زیب بہادر کی سواری کے ہاتھی کے گرد گنتی کے چند جاں نثار باقی رہ گئے ، اور سب بھاگ نکلے ۔ اس نازک وقت میں وہ شہسوار میدان شجاعت جس پر دلاوری کو جتنا ناز ہو ، کم ہے ، استقلال اور اطمینان کے ساتھ اپنے ہاتھی پر بیٹھا ہوا معرکہ آرائی کرتا رہا اور سرداروں کو احکام بھیجتا رہا ۔ اتنے میں نہنگ بحر شجاعت ، جوہر تیغ شہامت شاہزادہ مراد جو :

> ''سینے پر نیلی فولادی زرہ اور چار آئینہ پہنے ہوئے تیغ زنی کر رہا تھا اور بہادروں کو خاک میں ملا رہا تھا ، تیروں کی بوچھاڑ اور نیزوں کی متواتر چوٹوں سے بالکل بے خوف

ہو کر اور جان سے ہاتھ دھو کر ''یا تخت یا تختہ'' کا
نعرہ مارتا ہوا آن پہنچا ۔''

بالآخر اُس شیر دل شاہزادے (مراد) نے نہایت دلاوری سے بڑھ کر اورنگ زیب کی ٹوٹی ہوئی صفوں کو سنبھالا ۔ اورنگ زیب کی فوج بالکل تباہ ہو چکی تھی لیکن مراد نے عین موقع پر موت کے منہ میں آ کر کمک پہنچائی ۔ ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ میدان کو لاشوں سے پاٹ دیا ۔ مخالفوں نے لڑائی کی جو آگ بھڑکائی تھی اُسے تیغ آبدار کے پانی سے ٹھنڈا کیا ۔ اشعار (ترجمہ) :

''دونوں فوجوں کی ایسی زبردست ٹکر ہوئی کہ زمین کا
غلغلہ آسمان تک پہنچا ۔ ان فوجوں کی تعداد کا شمار ممکن
نہ تھا ۔ ہر طرف خون کے نالے بہنے لگے ۔ فریقین کے
دلاور تلواریں علم کیے ہوئے ایک دوسرے پر پل
پڑے ۔ کمانیں کڑکنے لگیں اور تیروں کا مینھ برسنے لگا ۔''

قتل و ہلاکت کا یہ ہنگامہ دیر تک گرم رہا ۔ بہادروں نے اپنی کمندوں سے جو حسینوں کی زلفوں کے مانند پیچدار تھیں ، دشمنوں کو پھانس پھانس کر کھینچا اور مار ڈالا ۔ کمانیں معشوقوں کے ابروؤں کی طرح خونریزی کرتی رہیں ۔ میدانِ جنگ میں خون کی نہر جاری ہو گئی ۔ عین معرکے میں بندوق کی گولی رستم خاں فیروز جنگ کے بازو پر لگی ، گرنے کو تھا کہ اللہ کی عنایت سے سنبھل گیا ۔ غیظ میں ڈوب کر ہاتھی سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہوا ۔ موقع ایسا نازک تھا کہ صرف بیس جاں نثار اُس کی رکاب میں باقی رہ گئے تھے ۔ باہم غصے کی جھانجھ اور شجاعت کے جوش میں فوجِ مخالف پر حملہ کیا اور بہت سوں کو خاک و خون میں ملا دیا ۔ دشمنوں کی تلواریں اُس پر برستی رہیں لیکن وہ پہاڑ کی طرح میدان میں ڈٹا رہا ۔ کاری زخم کھائے گیا اور بالآخر جواں مردی و جانبازی کا حق ادا کر کے شہید ہو گیا ۔ جانبلو جنگجو راجپوت سردار یعنی راؤ ستر سال ہاڑہ ، راجا روپ سنگھ راٹھور ، راجا شیو رام گوڑ اور ارجن وغیرہ جو ہزاوبلہ

معرکے جھیلے ہوئے تھے نیز دوسرے سردار جن کے تہور سے آسمان کا پتّا پانی ہوتا تھا ، موت کے منہ میں گھس گھس کر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ نمک حلالی کا حق ادا کر کے مر گئے ۔ بے شمار مسلمان بھی خون شہادت سے چہروں کو گلنار کر کے بہشت کو روانہ ہوئے ۔ اشعار (ترجمہ) :

"یہ حالت دیکھ کر داراشکوہ تمکین شاہانہ کو چھوڑ کر اپنی فوج سمیت آگے بڑھا ۔ نہایت تیزی سے اپنا ہاتھی بڑھا کر حملہ آور ہوا ۔ دریائے شجاعت میں لہریں اٹھنے لگیں ۔"

دونوں طرف کے دلاور خوں آلود تلواروں کی طرح ایک دوسرے پر جھک گئے ۔ داراشکوہ اور اورنگ زیب کی فوجیں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ خونریزی کرتی رہیں ۔ یہ معرکہ برابر کا تھا لیکن داراشکوہ کو یوں محسوس ہوا کہ دولت و اقبال مجھ سے بیوفائی پر آمادہ ہیں ۔ غرض توپخانے سے آگے بڑھ کر ہاتھی کو بڑھایا ۔ سادات بارہہ اور مغل دلاوروں کی ایک جماعت کو رکاب میں لیے جھپٹا ۔ بان ، توپ اور تفنگ کی آتش فشانی سے میدان جنگ میں آگ لگی ہوئی تھی ۔ اُس نامور شاہزادے نے آگ کے دریا میں غوطہ لگایا اور آگے بڑھا ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اورنگ زیب کے توپخانے کے جواب میں اپنی توپوں کو آگ برسانے کا حکم دیتا لیکن اس کے برعکس اپنے توپخانے کو معطل رکھا ۔ یہ غلطی اُسے لے ڈوبی ۔ حالت یہ تھی کہ گولیوں اور تیروں کی بوچھاڑ سے نیز تلواروں کی ضربوں سے موت کا بازار گرم تھا ۔ دونوں شاہزادے انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں جان توڑ کر حملے کر رہے تھے ۔ فریقین کی صفیں حسینوں کی پلکوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہی اور خون برسا رہی تھیں ۔ گھوڑوں کے دوڑنے سے زمین کا غبار آسمان تک پہنچا ۔

خلاصہ یہ کہ میدان جنگ میں جہاں دونوں حریف شاہزادے اور اُن کے ہوا خواہ انتہائی غیظ و غضب اور نفرت و عناد کے ساتھ معرکہ آرا تھے اور موت کا بازار گرم تھا ، گولوں اور گولیوں کی بوجھاڑ سے صفیں بجھ بجھ جاتی تھیں ۔ تلواریں بجلی کی طرح چمک چمک کر دشمنوں کے خرمن حیات

کو پھونکتی تھیں ۔ برق اندازوں کی گولیاں موت کا پیغام پہنچاتیں ۔ کمانیں کڑکتی تھیں اور اُن سے نکلے ہوئے تیر فترانے بھرتے ہوئے ، دلاوروں کے سینوں میں پیوست ہو جاتے ۔ سیدھے سرو قامت نیزے حسینوں کے قد کی طرح قیامت برپا کر رہے تھے ۔ لمبے لمبے لچکتے ہوئے برچھوں کی بھالیں مخالفوں کے جگر میں کھبتی اور خاک و خون میں ملا دیتی تھیں ۔ جوش و خروش اور غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ سپاہی کاری زخم کھا کر گرتے لیکن اُس حالت میں بھی حریف پر خنجر کا ہاتھ مار جاتے ۔ سینکڑوں بہادروں نے اسی طرح مرتے مرتے اپنے حریفوں کو خاک میں ملا دیا ۔ بے شمار جانباز دشمن کے ہاتھوں سے زخم کھا کھا کر ایسے سوئے کہ اب قیامت ہی کو اٹھیں تو اُٹھیں ۔ اس مارا مار میں یہ حال ہوا کہ کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کے سینے میں غنچہ جیسے پیکان اور سرو و صنوبر جیسے نیزے پیوست نہ ہوئے ہوں ۔ کمندوں نے معشوقوں کی زلفوں کے مانند سیکڑوں بہادروں کو پھانس کر ہلاک کر ڈالا ۔

مشیت الٰہی کہیے یا اتفاق کہ جہاں ہزاروں جانباز دلاور نمک حلالی کا حق ادا کر رہے تھے وہاں بعض نمک حرام بزدل سرداروں نے پہلوتہی سے کام لیا ۔ عین ہنگامۂ کارزار میں ہاتھ ہلائے بغیر تماشا دیکھتے رہے ۔ بعض منافقوں نے جو آرام سے ایک طرف کھڑے رہے تھے ، کمک پہنچانے اور حریف سے لڑنے کے بجائے فرار پر کمر باندھی اور بھاگ نکلے ۔ رفتہ رفتہ یہ حالت ہوئی کہ داراشکوہ کی سواری کے گرد گنتی کے چند رفیق باقی رہ گئے ۔ اُس گھڑی بدنصیب شاہزادے نے قضائے الٰہی اور مشیت ایزدی کی نیرنگی دیکھ کر خود بھی گھوڑے کی لگام پھیری ۔ میدان کارزار سے ہٹا اور لشکر کا تمام ساز و سامان چھوڑ کر ، جسے لٹیروں نے لوٹ لیا ، شام کے وقت آگرے میں داخل ہوا ۔ شکست کھا کر اتنا مضطرب تھا کہ یہاں بھی پہر رات گئے سے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا ۔ رات کے سناٹے میں لاہور کی راہ لی ۔

شاہزادۂ والا جاہ اورنگزیب جسے رب العزت نے اتنی بڑی فتح عطا

جان معطر ہو کر جاں فزائی کر رہا ہے ، امیدوار ہوں کہ کسی مبارک و مسعود گھڑی میں خاکسار کو حاضر ہونے کی اجازت دیں کہ حضور کی قدم بوسی باعثِ برکت بلکہ پروردگار کی سب سے بڑی نعمت ہے ۔ ایک مدت سے یہی آرزو تھی اور اسی ساعت کا انتظار تھا تا کہ حضرت کا دیدار کر کے آنکھیں روشن اور تمام آرزوئیں پوری کروں ۔ زیادہ لکھنا گستاخی اور طول امل ہے ۔''

فاضل خان یہ جواب لے کر خوشی خوشی واپس آیا اور حقیقت بیان کی ۔ شاہزادے کی عرضداشت نظرانور سے گزاری ۔ خدیو عالم نے شاہزادے کی سعادت مندی اور آداب دانی سے شادماں ہو کر اگلے دن فاضل خاں کو پھر بھیجا ۔ بیش بہا جواہرات اور انمول تحفے ہمراہ کر کے زبانی پیغام دیے ۔ فاضل خاں بہت ہی فصیح و بلیغ ، خوش گفتار شخص تھا ۔ جب وہ پہلی مرتبہ تمام باتیں دلنشیں طریقے سے کہہ کر واپس آیا تو بعض نمک حرام مفسدوں نے اعلیٰ حضرت کی خواہش ملاقات کو برے رنگ میں شاہزادے کے سامنے پیش کیا تھا بلکہ اتنا بھڑکایا کہ اورنگ زیب کا دل باپ کی طرف سے پھر گیا ۔ اس مرتبہ جو فاضل خاں اعلیٰ حضرت کی طرف سے تحفے پیش کرنے کے بعد زبانی پیغام ادا کرنے لگا تو ذکاوت و فراستِ خداداد کے سبب صاف سمجھ گیا کہ فتنہ انگیزوں نے نیا گل کھلایا ہے ۔ ایک ہی دن میں مفسدوں نے وہ فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے کہ باپ بیٹے کے رشتۂ الفت کو کاٹ ڈالا ہے اور لطف و محبت کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی ۔ تاہم بہت معاملہ فہم اور خوش تقریر السان تھا ۔ بات بگڑ چکی تھی لیکن اُس زباں آور نے ایسی ایسی تقریریں کیں کہ ہر بات اورنگ زیب کے دل میں اُترتی چلی گئی ۔ رسولِ کریم ؐ کی جو حدیث ہے کہ ''ان من البیان لسحراً'' اُس کا ثبوت فاضل نے اپنی سحر بیانی سے ایسا دیا کہ شاہزادہ اورنگ زیب کے دل پر پورا اثر ہوا اور اُس نے حسب سابق پدر بزرگوار سے ملاقات کا ارادہ کیا ۔ پھر بھی بہت سے خانہ برانداز شخص درمیان میں موجود تھے جن کی رائے کے بغیر اورنگ زیب کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا تھا ۔ انھوں نے ایسا فتور مچایا کہ فاضل خاں کی تمام باتوں پر پانی پھیر دیا ۔ جب فاضل خاں

کو محسوس ہوا کہ فتنہ پردازوں نے بات بگاڑ دی ہے اور تلافی و تدارک کا موقع بالکل نہیں رہا تو شاہزادے سے اجازت لے کر ناکام واپس چلا آیا ۔ جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اعلیٰ حضرت کے گوش گزار کیا ۔ حضرت خلافت پناہ نے تیسری مرتبہ اپنے قلم سے فرمان رقم کیا لیکن اتنی چوک ہو گئی کہ فرمان پہنچانے کے لیے فاضل خاں کے ہمراہ خلیل اللہ خاں کو بھی روانہ کر دیا جس کے دل میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے غبار تھا ۔ فرمان کی نقل یہ ہے :

''اب تک یہ صورت تھی کہ وہ فرزند ارجمند ہمیشہ ما بہ دولت کی خوشنودی کا طالب رہتا تھا ۔ ہماری رضامندی کو مقدم سمجھ کر پسندیدہ خدمات انجام دیتا تھا اور کبھی کوتاہی کو گوارا نہ کرتا تھا ۔ اب والد بزرگوار سے اتنی بے مہری اور بے ادبی برتنا جو دونوں جہان کی خرابی کا باعث ہے ، مناسب نہیں ۔ اس آزردگی اور رنجش کا کچھ نہ کچھ سبب ضرور ہے ۔ اس فرزند سے امید تھی کہ ہماری رضا جوئی اور اخلاص کا ثبوت دے گا ۔ معلوم نہیں کہ اس بے مہری و سرگرانی کا اصلی سبب کیا ہے جو ہماری مزاج پرسی اور عیادت کے لیے آنا گوارا نہیں ۔ اگرچہ خودغرض ، فتنہ انگیز اشخاص کا یہی کام ہے کہ فساد پھیلائیں لیکن اس فرزند ارجمند کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں ۔ خانہ برانداز فتنہ پردازوں نے ہمارے عنایت آمیز پیغاموں کی نامناسب تعبیریں کی ہیں اور انھیں ایسے ایسے معنی پہنائے ہیں کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے ۔ مناسب یہ ہے کہ بہ نفس نفیس ہماری زیارت کے لیے حاضر ہو کر صحیح حالات کر سمجھو ۔ بدگمانی اور فتنہ و فساد سے ہاتھ اٹھاؤ اور وہ کام نہ کرو جس سے دشمن خوش ہوں ۔ یہاں آنے سے ملال اور کلفت کا غبار جو فرزند اقبالمند کی طبع لطیف پر بیٹھ گیا ہے ،

ہماری عنایت آمیز باتوں سے دھل جائے گا ۔ جھوٹے
مکار فسادیوں نے مل کر ہمارے فرمان کی جو تاویلیں
تم سے کی ہیں اور سمجھایا ہے کہ وہ فریب پر مبنی ہے ،
اُس کا حال بھی تم پر کھل جائے گا اور راستی و صداقت
کی برکت سے تمھاری تمام کلفت دور ہو جائے گی ۔"

فاضل خاں اور خلیل خاں نے یہ فرمان پہنچا کر زبانی پیغام شاہزادے کے گوش گزار کیا ۔ اُس وقت شاہزادہ اورنگ زیب نے تخلیہ کروا کر خلیل اللہ خاں کو اندر بلوا لیا ۔ فاضل خاں باہر ٹھہرا رہا ۔ لوگوں کا بیان ہے کہ تنہائی میں خلیل اللہ خاں نے اورنگ زیب کے خوب کان بھرے اور سمجھایا کہ درپردہ اعلیٰ حضرت کی نیت میں فتور ہے ۔ بعض اشخاص کا یہ بھی بیان ہے کہ خان مذکور نے یہاں تک کہا کہ "ملاقات کا تو محض بہانہ ہے ، دراصل تمھیں قلعے میں بلا کر گرفتار کرنا مقصود ہے ۔" یہ بھی سمجھایا کہ قلعے پر حملہ کر کے خزانے پر قبضہ کرو اور اعلیٰ حضرت کو قید کردو ۔ اورنگ زیب نہایت آداب داں شاہزادہ تھا ۔ خلیل اللہ خاں کو نظربند کر دینے کے بہانے اپنے پاس رکھا ۔ فاضل خاں کو جواب دیا کہ "بعض باتیں ایسی ظہور پزیر ہوئی ہیں کہ معاملات کی صورت ہی بدل گئی ۔ مجھے اعلیٰ حضرت کی طرف سے اطمینان نہیں ۔ یقین یہ ہے کہ ملاقات کے وقت حضرت مجھ سے پرخاش کریں گے بلکہ عجب نہیں جو مجھے قید کر دیں لہٰذا اس خیرخواہ خلائق کا آنا ممکن نہیں ۔"

فاضل خاں نے واپس آ کر ساری حقیقت شاہجہاں کے سامنے بیان کر دی ۔ سمجھا یا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے ۔ نامہ و پیغام بیکار ہے ۔ بہتری کی امید نہیں بلکہ ممکن ہے فتنہ و فساد کے دروازے کھل جائیں ۔ اعلیٰ حضرت نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض فتنہ پرداز سردار شاہزادہ اورنگ زیب کی اطلاع یا اجازت کے بغیر خیال خام باندھیں اور قلعے پر حملہ کر دیں ۔ یہ سوچ کر قلعے کے پھاٹک بند کروا دیے اور ان کی حفاظت پر بھروسے کے آدمی متعین فرمائے کہ یہ کام نہایت ضروری تھا ۔ رات گزرتے ہی صبح سویرے شاہزادے کے بےشمار ملازم دہکتے دہکاتے قلعے کی

فصیل تک آ پہنچے اور گھیرا ڈال دیا - یہ فلک بوس عمارت اتنی مستحکم ہے کہ نقب کھودنے ، مورچے جمانے اور یورش کرنے سے اس پر قبضہ ممکن نہیں - خندق نہایت عمیق ہے لہٰذا بارود بھر کر دیواروں یا برجوں کو اڑا کر قبضہ کرنا بھی دشوار بلکہ محال ہے -

القصہ محاصرہ کرنے والے شہر کی فصیلوں اور قلعے کے گرد والے باغات میں داخل ہو کر توپوں اور بندوقوں سے آگ برسانے لگے - اندر سے شاہجہاں کے آدمیوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور خوب مقابلہ کیا - لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جنھوں نے کبھی لڑائی کی صورت نہ دیکھی تھی - یہ ذلیل آدمی فقط ایک رات اور ایک دن کے محاصرے سے اکتا گئے - پانی لانے کے بہانے باہر چلے گئے - جو اندر تھے انھوں نے بھی نمک حلالی سے ہاتھ اٹھا کر یہ چاہا کہ امان مانگنے کے بہانے باہر نکل جائیں - اعلیٰ حضرت کو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت کوشش کی کہ وہ باطل پرست جماعت منافقت سے باز آ جائے اور عاقبت کی تباہی سے بچ کر وفاداری و خلوص کے راستے پر ثابت قدم رہے - کچھ نتیجہ نہ نکلا - مجبوراً حضرت نے نرمی و مدارات سے کام لے کر فاضل خاں کو پھر فرمان دے کر شاہزادے کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ ہے : اشعار (ترجمہ) -

''سچی حکومت اور فرماں روائی ذاتِ خدا کے لیے مخصوص ہے - دوسروں کو اس نے یہ بزرگی مستعار دے رکھی ہے - کوئی شخص محض قوتِ بازو سے ملک فتح نہیں کر سکتا - فتح و ظفر کی کنجی خدا کے خزانے میں محفوظ ہے - اگر تو عارف ہے تو دنیا کی محبت ترک کرکے آخرت کا دھیان کر - دنیا نہایت بے ثبات جگہ ہے اور عاقل آدمی ناپائیدار چیز پر بھروسا نہیں کرتے -

''پروردگار عالم سے دعا ہے کہ بخت اور اقبال اُس فرزندِ ارجمند کے حامی رہیں اور گردشِ روزگار اُس کی مراد کے مطابق ہو - خلیفۂ زمین و زماں پر اس حیرت انگیز واقعے سے اتنا رنج و ملال طاری ہوا ہے کہ کیا کہیے - یہ

نوبت آئی ہے کہ چرخ کج مدار نے رفاقت سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے اور رنج و آزار پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا ۔ ہر لمحے ایک ناگوار واقعہ پیش آتا ہے ۔ فلکِ ناہنجار اور زمانۂ غدار کی بدسلوکی سے تمام کام اس طرح بگڑے ہیں کہ ان کا بیان کرنا خلافِ عقل ہے ۔ اگرچہ حزن و ملال کی انتہا ہو چکی ہے لیکن فلکِ بےمہر کا دل نہیں پسیجتا ۔ اس تمام مدت میں اُس فرزند نے حفظِ مراتب اور ادب کا پورا خیال رکھا ہے اور والدِ بزرگوار کی رضامندی و خوشنودی کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا ۔ اب اللہ کی عنایت سے ماہدولت نے ظاہری سلطنت کو ترک کرکے گوشہ نشینی و معرفت کی طرف توجہ کی ہے ۔ الہام ربانی کی بدولت زمانے کے انقلاب کو خوب سمجھ کر عزلت گزینی اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہیں ۔''

''انتظام سلطنت اور فرماں روائی جس سے نظامِ عالم وابستہ ہے اُسے شاہزادے نے اپنی ذات سے متعلق سمجھ لیا ہے ۔ روزِ ازل سے اب تک یہ امانت ماہدولت کے پاس تھی ، اب خدا جسے چاہے سونپ دے ۔ لیکن حیرت ہے کہ شاہزادہ اس دہر ناپائیدار کی حکومت سے جسے سراب بلکہ خیال و خواب سمجھنا چاہیے ، اس قدر بےخود و مدہوش کیوں ہو گیا کہ مطلب پرست فتنہ پردازوں کے بہکانے سے ہماری بدنامی اور اپنی توہین پر کمربستہ ہے ۔ سعادت مندی کو ترک نہ کرو اور ذرا سوچو کہ ہم تمہارے بےتمیز مصاحبوں اور سرداروں کی کوتاہ اندیشی اور دست درازی کا کس قدر تحمل کر رہے ہیں ۔ جسے کچھ بھی عقل و تمیز حاصل ہے وہ یہ جانتا ہے کہ اس دار مکافات میں قضا و قدر کے کارکن ہر شخص بلکہ ذرے ذرے کے کاموں کو لکھتے رہتے ہیں ۔ ع

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

حال یہ ہے کہ انسان جو ماں کے پیٹ میں مختلف مدارج سے گزر کر بچہ بنتا ہے ، پھر طفل شیرخوار ہوتا ہے ، بعد ازاں بلوغت تک پہنچ کر سرو قامت اور گل رخسار ہو جاتا ہے ، جوانی میں بھر کر جنگی بہادر اور نامور سورما کہلاتا ہے ۔ جس طرح یہ تمام حالتیں بدلتی چلی گئیں اسی طرح

اُس کی جوانی اور تنومندی بھی باقی نہ رہے گی ۔ لہٰذا بہتر ہے کہ مرنے سے پہلے انسان اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے کیونکہ رب العزت شکر گزار بندوں کو اچھا سمجھتا ہے ۔ اپنے ولی نعمت کے ساتھ اچھا سلوک کرو تا کہ پروردگار تمھاری مرادیں پوری کرے ۔''

''دنیا کی پرانی رسم ہے کہ عافیت کو مصیبت میں اور عشرت کو عسرت میں تبدیل کر دیتی ہے ۔ اطمینان کے بعد حسرت و پریشانی آتی ہے ۔ اگرچہ زمانۂ غدار کی بے مہری سے ہماری سلطنت اور مال و دولت پر زوال آ گیا ہے لیکن بحمد اللہ ہماری طبیعت میں مطلق اضطراب نہیں اور ہمارے صبر و استقلال میں ذرا بھی فرق نہیں آیا ۔ ان الفاظ کی تحریر سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اہلِ دنیا ما بدولت کے مافی الضمیر اور فیصلے سے باخبر ہو جائیں اور کور باطن ظاہر بیں اشخاص غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں ۔ بالخصوص وہ فرزند اقبالمند زمانے کے اس انقلاب سے مغرور نہ ہو جائے کیونکہ گردشِ زمانہ اور حوادث روزگار کا کچھ اعتبار نہیں ۔ اگر عقل دور اندیش سے کام لے کر انجام کار کا خیال رکھے اور قرآن مجید اور رسول پاکؐ کے احکام پر عمل کرے نیز ائمۂ اطہار کا طریقہ اختیار کرلے یعنی والد بزرگوار کی اطاعت کرتا رہے جو درحقیقت خدائے مجازی ہیں تو اُس کا یہ فعل اللہ کی اطاعت و عبادت میں شمار ہوگا ۔ بارگاہ الٰہی سے اس کا اجر ملے گا اور لوگوں میں اعتبار بڑھے گا ۔''

شاہزادہ اورنگ زیب نے مندرجہ بالا فرمان کو پڑھنے کے بعد عرضداشت ارسال کی جس کا مضمون یہ ہے :

عرضداشت

''خلیفۂ زمین و زماں ، قبلۂ کونین کعبۂ مراد والد بزرگوار کا فرمان نہایت مبارک ساعت میں پہنچا اور میرے لیے باعث اعزاز و افتخار ہوا ۔ فرمان کی عبارت سے نظر روشن ہوئی اور مضمون سے حقیقت و معرفت کا نور دل میں ضوفشاں ہوا ۔ عقل و دانش کا سرمایہ بڑھ گیا ۔ اس والا نامے میں جو مرشدانہ نصیحتیں درج تھیں ، سب کو گوش حق نیوش سے سن کر شکر کے سجدے کیے ۔ اگرچہ حضور پرنور کے دیدار سے محروم ہوں لیکن اس سعادت

عظمٰی کا شکر حتی الامکان بجا لایا ۔ دبستان معرفت کے اس ابجد خواں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ، معرفت و حقیقت شناسی کی برکت سے حیات و ممات کے رموز کو سمجھا اور روزگار بے مدار کے انقلابات دیکھ دیکھ کر حکمت کے نکتے دریافت کیے ہیں ۔ ہر بات کا طور طریقہ سمجھا اور اسباب ظاہری پر کبھی بھروسہ نہیں کیا ۔ دولت و حکومت کا نشہ اگرچہ مرد افگن اور مدہوش کن ہے لیکن اس خاکسار نے کبھی اس کے خمار میں مبتلا ہو کر خودسری اور بغاوت و معصیت پر کمر نہیں باندھی ۔ تمام کاموں میں رشد و ہدایت کا خیال رکھا ہے اور اب بھی اپنے تئیں حضور کا عقیدت مند مرید سمجھتا ہوں ۔

حضور نے اپنے فرمان میں انقلاب روزگار اور گردش لیل و نہار کا ذکر کیا ہے ؛ اس معاملے میں کچھ کہنا زیبا نہیں تاہم آداب بجا لا کر عرض پرداز ہوں کہ رب العزت کی بارگاہ سے کتنے ہی احکام ایسے جاری ہوتے ہیں جن کی حکمت کو انسانی عقل نہیں سمجھ سکتی ۔ اس صورت میں حقیقت شناس اور معرفت آموز اشخاص کو لازم ہے کہ مشیت الٰہی پر اعتراض نہ کریں بلکہ جو حالات پیش آئیں اُنھیں مفید اور مناسب سمجھیں ۔ تقدیری امور کو پروردگار کی مرضی سمجھ کر تسلیم و رضا سے کام لیں اور چون و چرا نہ کریں ۔ اس ارادت مند سے جو بعیدالوقوع معاملات سرزد ہوئے ہیں اُن کے متعلق جناب عالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل بصیرت اُن کو کچھ اور معنی پہنائیں گے ۔ اس تمہید سے میری مراد یہ ہے کہ اگر اعلٰی حضرت لطف و عنایت کے ساتھ غور فرمائیں تو واضح ہوگا کہ نیازمند نے کوئی کام مرکز دائرۂ کائنات ، خلاصۂ دہر یعنی اعلٰی حضرت کی رضامندی کے خلاف نہیں کیا ۔ وہ شخص بہت ہی نادان اور آشفتہ دماغ ہوگا جو سعادت مندی سے ہاتھ اٹھا کر قبلۂ کونین کو ناراض کرے اور پیر و مرشد دارین کی اطاعت سے منحرف ہو ۔ کسی ایسے کام کا ارتکاب نہایت نازیبا ہے جو حضور کی مرضی مبارک کے خلاف ہو اور طبع مقدس کو آزردہ کرے ۔ تعظیم و تکریم اور رضا و تسلیم کا سر رشتہ چھوڑ دینا قطعاً

غلط ہے ۔ جس طرح حضور نے مجھ پر پیہم عنایتیں کی ہیں ، میں نے بھی خلوص و ارادت کے ساتھ جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے ۔ کبھی ارادت و عقیدت میں کمی نہیں کی ۔

اس صورت میں حضور کا یہ ارشاد کہ فدوی نے سرکشی یا خودسری کا ارتکاب کیا ، درست نہیں ۔ اس مرید نے ہمیشہ اعلیٰ حضرت کی تربیت و عنایت کا حق ملحوظ رکھا ہے اور توفیق ایزدی کی بدولت آپ کی رضا جوئی میں کوتاہی نہیں کی ۔ اگرچہ بڑے بھائی (داراشکوہ) نے ہمیشہ مخالفت کی لیکن حضرت کی رضاجوئی اور خدمت گزاری کے سبب یہ خاکسار آج اس رتبے پر فائز ہوا اور شائستگی و استحقاق کی بدولت کامیابی و کامرانی کی بساط پر بیٹھ کر دوسرے بھائیوں سے فائق ٹھہرا! المختصر نہ شکر ادا کرنے کے قابل ہوں ، نہ معذرت کی مجال ہے ۔ اب اعلیٰ حضرت ہی عنایت سے سرفراز فرمائیں تو کام چلے ۔

ارادہ یہ تھا کہ حضور کا والا نامہ جس کے ہر لفظ پر حیات جاوداں نثار کر دی جائے تو مناسب ہے ، آیت رستگاری و بخشش کا وسیلہ بنا کر اور حرز جاں سمجھ کر خدمت والا میں حاضر ہو جاؤں ۔ لیکن بعض باتیں ایسی واقع ہو چکی ہیں کہ اُن کا خیال کر کے محجوب ہو جاتا ہوں ۔ بار بار یہ خیال بھی آتا ہے کہ حضور مجھ سے ناخوش ہیں نہ جانے کیا صورت پیش آئے ۔ لہٰذا اگر عنایت بے پایاں سے کام لے کر قلعے کے دروازوں کی نگہبانی فدوی کے ملازموں کے سپرد کر دیں تو میرے دل میں جو وہم ہے وہ ختم ہو جائے گا ۔ پھر یہ خاکسار اپنی غلطیوں کی تلافی کے لیے خدمت والا میں حاضر ہو کر اطاعت و رضا جوئی کا ثبوت دے گا ۔ کوئی ایسی بات ہرگز واقع نہ ہوگی جس سے اعلیٰ حضرت کے وقار یا خوشنودی میں کمی آئے ۔"

چونکہ پروردگار کی مرضی اور قضائے الٰہی یہ طے کر چکی تھی کہ اہل زمانہ ایک مدت تک حضرت شاہجہاں کے سایۂ لطف و کرم سے محروم اور آسائش و اطمینان سے بے بہرہ رہیں لہٰذا اورنگ زیب کی عرضداشت پہنچتے ہی اعلیٰ حضرت نے احتیاط سے ہاتھ اٹھا کر قلعے کو خالی

کر کے شاہزادے کے نوکروں کے سپرد کر دیا ۔ جوں ہی یہ لوگ قلعے میں داخل ہو کر پھاٹکوں پر قابض ہوئے ، شاہجہان کے ملازموں کو آنے جانے سے بالکل روک دیا ۔ تمام کارخانوں پر قبضہ کر کے خزانوں پر اپنی مہریں لگا دیں ۔ تقدیر کے کرشمے دیکھیے کہ وہی فرماں روا جس کی مقدس ذات ساری دنیا کے عیش و عشرت کا سبب تھی وہ نہایت ذلت و خواری سے نظربند کر دیا گیا ۔ پھر یہ نوبت پہنچی کہ اس والا صفات پر نہایت سخت گیر پہرےدار مقرر کر دیے گئے ۔ ایک مدت تک یہ کیفیت تھی کہ چند کنیزوں کے سوا کسی کو اُس شاہ ذیجاہ کی خدمت میں جانے بلکہ دور سے دو باتیں کر لینے کی مجال نہ تھی ۔ اشعار (ترجمہ)

اے مسلمانو ! چرخِ کج رفتار اور ستاروں کی منحوس
تاثیر کے سبب میرے منہ سے فریاد نکلتی ہے ۔
زمانۂ غدّار نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی بلکہ
اس کی بے وفائی میں بھی ہزاروں مکاریاں پوشیدہ ہیں ۔

المختصر فلکِ بےمہر کی گردش سے حضرت کی زندگی تلخ ہو گئی ۔ وہی قلعہ جہاں اُن کے نام کا غلغلہ بلند ہوتا تھا ، اُن کے واسطے قید خانہ بن گیا ۔ نازک دل پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ایسے ایسے صدمے اٹھائے کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ اس صدمے سے سارا جہان بدحال ہو کر نوحہ و ماتم میں مصروف ہو گیا ۔ اہلِ زمانہ کے لب پر آہ و نالہ تھا اور دل میں بےقراری ۔ ہر شخص کے چہرے سے سوگ کے آثار نمودار تھے ۔ گھروں میں خوشی کے غلغلے کے بجائے نوحہ و ماتم کی صدا بلند ہوئی ۔ دل سوگوار تھے اور آنکھیں اشکبار ۔ وہی ہندوستان جو حضرت شاہجہاں کے مبارک عہدِ حکومت میں جنّت نشان بنا ہوا تھا ، بے رونق ہو گیا ۔ آسمان کے خیمے کی طنابیں ٹوٹ گئیں ۔ وہ ہوا خواہ جو اُس نخلِ دولت و اقبال کی چھاؤں میں آرام سے بیٹھے تھے ، اُس کے سائے سے محروم ہو کر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے ۔ اُن حسرت زدوں کے آہ و نالہ کی آواز آسمان تک جا رہی ہے ۔ معلوم نہیں کہ محنت و کلفت کا یہ زمانہ حضرت شاہجہاں نے کس طرح بسر کیا ۔ نہ یہ معلوم ہے کہ ہوا خواہوں کی پریشانی کا یہ دور کب ختم ہوگا

اور خیر خواہوں کو گردشِ روزگار سے کب نجات ملے گی ۔ نظم (ترجمہ)

اے بادشاہ تیرا عہدِ حکومت موسمِ بہار سے زیادہ فرحت بخش ہے اور بوستانِ جہاں کے لیے زیب و زینت کا سبب ہے ، خدا کرے کہ حادثوں کا ہاتھ تیرے دامن تک نہ پہنچے ۔ تو آبِ حیات ہے ، خدا اُسے غبار سے محفوظ رکھے ۔ تو خورشیدِ سلطنت ہے ، پروردگار سے دعا ہے کہ اس خورشید کو کبھی گہن نہ لگے ۔ تو زمانے کی چشمِ روشن ہے ، خدا کرے دعاؤں کے لیے اُٹھے ہوئے ہاتھ اس آنکھ کے گرد پلکوں کی طرح حلقہ کیے رہیں ۔

پروردگارِ عالم کا قاعدہ ہے کہ اپنی مصلحت کے موافق لوگوں کو کچھ عرصے کے لیے نعمتیں دیتا ہے ۔ اگر وہ ان نعمتوں کی قدر نہ کریں اور اُن کا کماحقہ شکر نہ بجا لائیں تو اس دارِ مکافات میں وہ نعمت اُن سے چھین لی جاتی ہے ۔ خدا ، خدا کا رسولؐ اور دیکھنے والے خوب واقف ہیں کہ حضرت شاہجہاں نے جب سے ہوش سنبھالا ، ہمیشہ پروردگارِ عالم کی عنایتوں کا شکر ادا کرتے رہے ۔ حکومت کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہونے پر شکر کے سجدے اور اللہ کے احسانات کا شکر بجا لاتے رہے ۔ دن رات کا ہر لمحہ قرآنِ مجید اور سنّتِ رسولؐ کے احکام کے مطابق عدل و انصاف میں بسر کرتے تھے ۔ ہر وقت تبلیغِ اسلام پر مائل تھے اور کفر و الحاد کا خاتمہ کرتے رہتے تھے ۔ معلوم نہیں کہ ایسے دیندار بادشاہ سے کون سی بات رضائے خدا کے خلاف سرزد ہو گئی کہ کارکنانِ قضا و قدر نے اس سے رائے صائب اور عقلِ سلیم کو سلب کر کے اس دردِ بے درماں میں مبتلا کیا ۔

الحق خدائے بے نیاز کی ذات ایسی ہی ہے ۔ اُس کے جلال و جبروت کی معمولی شان یہ ہے کہ نیرنگِ زمانہ میں مبتلا کر کے ساری دنیا کو حیران و پریشان کر دیتا ہے ۔ عوام کا کیا ذکر ہے ، وہ کبھی اپنے خاص

دوست کو نارِ نمرود میں ڈلوا دیتا ہے اور کبھی دوستوں کے سر کو دشمنوں کے آرے سے دو ٹکڑے کرواتا ہے ۔ ہوشمند دانا خوب جانتے ہیں کہ پروردگارِ عالم کے حکم سے لوح و قلم کے کارکن صفحۂ دہر پر ایسے ایسے احکام لکھتے رہتے ہیں جن کا بھید کسی دانشمند کو معلوم نہیں ہو سکتا ۔ قضا و قدر کے منشی جو فرمان لکھ بھیجتے ہیں اُن کی تشریح عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ ہیہات ! عام انسانوں کی کیا مجال ہے ۔ اگر فضائے معرفت و حکمت میں پرواز کرنے والے پیغمبر بھی ، جن کے ذہن کی تیزی کے سامنے تمام دقیق باتیں پانی ہو جاتی ہیں ، اگر یہ چاہیں کہ علام الغیوب کے پوشیدہ اسرار جان لیں تو ممکن نہیں ۔ اس صورت میں ہم جیسے کم فہم نادان اس معاملے میں کیا رائے دے سکتے ہیں ۔ کیسے بیان کریں کہ اُس شاہِ ذیجاہ کا تاج و تخت کس وجہ سے چھینا گیا یا اس واقعے میں اللہ کی کیا مصلحت پوشیدہ ہے ۔ چونکہ حضرت شاہجہاں کے رنج و ملال کا بیان قلم یا زبان سے ممکن نہیں لہٰذا اس کوشش کو ترک کر کے یہ تفصیل لکھتا ہوں کہ سلطان سلیمان شکوہ پر کیا حادثہ پڑا ، شاہزادہ مراد کس طرح گرفتار ہوا ، لاہور پہنچ کر دارا شکوہ پر کیا گزری ۔ ان حالات کو بیان کر کے اس تاریخ کو ختم کرتا ہوں ۔

جب حضرت شاہجہاں کے حکم سے سلطان سلیمان شکوہ شاہزادہ شجاع کو شکست دے کر مونگیر سے واپس ہوا اور لمبے لمبے کوچ کر کے الہ آباد تک پہنچا تو خبر ملی کہ سمو گڑھ کے میدان میں دارا شکوہ نے شکست کھائی اور شاہجہاں کی بساطِ سلطنت اُلٹ گئی ۔ یہ خبر سن کر اُس کے تمام سردار اور سپاہی نمک حلالی سے ہاتھ اٹھا کر ساتھ چھوڑ بھاگے ۔ بہت سے پرانے نوکر جو مردانگی و شجاعت میں یکتا تھے ، انجامِ کار سے خوف زدہ ہو کر اُس ناز پرورد شاہزادے کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر الگ ہوئے ۔ بعض نے اُس کے نقد و جنس کو لوٹنے کے بعد اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرنے کے لیے آگرے کی راہ لی ۔ مجبوراً اُس ذی شان شاہزادے نے جس پر چرخِ کج رفتار نے ظلم کے پہاڑ توڑے تھے ، کوہِ سری نگر (گڑھوال) کے راجا کے پاس پناہ لی ۔

ان واقعات کے بعد اورنگ زیب کمال شادمانی و کامرانی کے ساتھ دارا شکوہ کے استیصال پر متوجہ ہوا جو سکست کھانے کے بعد لاہور پہنچا تھا اور اس فکر میں تھا کہ لشکر جمع کر کے اورنگ زیب کا مقابلہ کرے۔ اورنگ زیب نے اُس کی پریشانی اور فوج کی کمی کے پیش نظر پنجاب کا رخ کیا۔ پانچ منزلیں طے کرنے اور چند روز قیام کے بعد متھرا کے نزدیک یہ ضروری سمجھا کہ لگے ہاتھوں شاہزادہ مراد بخش کا قصہ پاک کرے جو بادشاہ بننے کے خواب دیکھ دیکھ کر خود سری اور بغاوت کا قصد کر رہا تھا۔ اگرچہ مراد کی حیثیت شاہِ شطرنج سے زیادہ نہ تھی لیکن خود سری اور خواہشات کے دام میں پھنس کر بے راہ روی پر آمادہ تھا۔ زمانے کی راہ و روش سے بے خبر یہ نو عمر شاہزادہ اپنے آپ کو بادشاہ کہلوا کر خوش ہوتا اور اپنے خداوندِ دولت اور ولی نعمت کے مقابلے پر آمادہ ہو جاتا۔ پروردگارِ عالم نے اس جرأتِ بےجا اور گستاخی کی پاداش میں اُسے عقلِ سلیم اور دوراندیشی سے محروم کر دیا۔ اُس کی تمام مہمات بگڑ گئیں۔ معاملات کی خرابی کو مصلحتِ روزگار سمجھ کر خوش ہوتا۔ جو خیال اُس کے دماغ میں آتا ، اُس کا نتیجہ خراب نکلتا۔ کسی معاملے کی درست تدبیر نہ سوچتا۔ عیش و راحت میں محو رہتا اور تمام کاموں کو چند نا آزمودہ کار ، خام خیال مصاحبوں اور رفیقوں کو سونپ دیتا جنھوں نے کبھی گرم و سردِ زمانہ کا تجربہ نہ کیا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ عالم ہوا کہ جہلِ جوانی اور غرور کی بدولت ادبار میں گرفتار ہوا اور زندان میں ڈال دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب شاہزادہ مراد گجرات کی صوبےداری پر فائز تھا اور حضرت شاہجہاں کی علالت کی خبر مشہور ہوئی تھی ، تب ہی اُس بےعقل نوجوان نے بادشاہت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اُس نے احمد آباد میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ رائج کر دیا۔ چند فتنہ پرداز فساد پیشہ مصاحبوں کی رائے سے سرکاری خزانوں اور سوداگروں کے مال پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اپنے مرتبے یعنی شاہزادگی کا لحاظ کیے بغیر یہ حرکت کی کہ جس کسی کا نقد و جنس ہاتھ آتا اُسے اپنے

نامعقول نوکروں میں تقسیم کر دیتا ۔ جب سمّو گڑھ میں اورنگ زیب نے دارا شکوہ کو شکست دی تو مراد نے سرکار عالی کا کافی خزانہ لے کر بے دریغ اپنے ملازموں کو بخش دیا ۔ نئے اور پرانے نالائق نوکروں کو خطاب اور منصب دے کر اُن کے رتبے سے کہیں اونچے عہدوں پر مقرر کر دیا حالانکہ ان عہدوں کا محض نام تھا ۔ غرض یہ سمجھ لیا تھا کہ اپنے مشیروں کی رفاقت کے ذریعے قضا و قدر کے احکام کا مقابلہ کروں گا ۔ یہ نہ سمجھا کہ استحقاق کے بغیر کوئی چیز انسان کو نہیں ملتی ۔

متھرا پہنچ کر شاہِ کامگار اورنگ زیب کو تائیدِ ایزدی کی بدولت شاہزادہ مراد کے منصوبوں کی اطلاع ملی ۔ ملک و ملت کی فلاح و بہبود اور رعایا کی بہتری کے پیشِ نظر فیصلہ کیا کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھیں ۔ آپ کو اندازہ تھا کہ اگر میری جگہ وہ نو عمر نادان شاہزادہ تختِ سلطنت پر قابض ہو جائے تو سارے جہان میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا ۔ مناسب یہی ہے کہ اس کا منصوبہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کا بندوبست کر دیا جائے اور مقصد حاصل ہونے سے پیشتر اس کی طاقت کو توڑ دیا جائے ۔ غرض چند نہایت معتمد ہوا خواہوں سے مشورہ کیا کہ صلاح دیں ؛ سبھوں نے بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ آپ کی رائے صائب ہے ، فتنے کا سر فوراً کچل دینا بہتر ہے ۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد حضرت اورنگ زیب نے اپنا آدمی اس نادان نوجوان کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ اُلفتِ برادرانہ کے سبب ہمارا دل تم سے ملنے کے لیے بے قرار ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ میرے مسکن تک قدم رنجہ کرو اور دلِ بے تاب کو تسلی دو ۔ چونکہ حکمِ قضا و قدر کے سامنے عاقلوں کی عقلیں اور صلاح دینے والوں کی صلاحیں رکھی رہ جاتی ہیں ، اس نادان نے یہ پیغام سنتے ہی ، کسی سے صلاح مشورہ کیے بغیر اورنگ زیب کے خیمے کی راہ لی ۔ ادبار اور زوال نے ایسا دبایا کہ دم مارے بغیر دولتِ بیدار کی مانند شاہِ والا جاہ کی خلوت میں آ پہنچا ۔ بڑی مبارک گھڑی تھی ۔ دونوں بھائی باہم بغل گیر ہو کر مزے مزے کی باتیں کرتے رہے ۔ ایک دوسرے کی مزاج پرسی کر کے بڑی محبت کا اظہار

کہا ۔ دارا شکوہ کی شکست اور ہندوستان کی سلطنت ہاتھ آنے کا ذکر کرکے نہایت شاد ہوئے کہ اس وقت کا مدت سے انتظار تھا ۔ دونوں نے کئی بار ایک دوسرے کو گلے لگایا ۔ پھر دورِ شراب چلنے لگا ۔ شاہزادہ مراد پر نشاط اور سرخوشی کا ایسا غلبہ ہوا کہ بےخودی چھا گئی ۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے مکان میں پاؤں پھیلا کر سو گیا ۔ ادبار اور برگشتہ بختی کے سب آثار ظاہر ہو گئے ۔

اُس وقت اورنگ زیب کے چند معتمد نوکروں نے جو آس پاس چھپے ہوئے بیٹھے اور اس موقع کی تاک میں لگے ہوئے تھے ، فوراً اپنی جگہ سے نکل کر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ لیے اور خدمتِ والا میں حاضر کیا ۔ اورنگ زیب نے عقلِ مصلحت اندیش کے فتوے کے بموجب اُسی حالت میں دہلی روانہ کر دیا ۔ اگلے روز علی الصباح خود بھی متھرا سے دہلی کو روانہ ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر خیر خواہی خلائق کے واسطے یعنی خلافت و حکومت کا انتظام درست کرنے کے لیے تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا ۔ عیش و عشرت کے لوازم جو ایسے جشنوں کے موقع پر رائج ہیں ، بجا لائے ۔ امیروں سرداروں کو منصب کی ترقی اور انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا ۔ ۷ شوال (۸ جولائی ۱۶۵۸ء) کو لاہور روانہ ہوئے ۔

برسات کا موسم تھا اور کشتیوں کے بغیر دریائے ستلج سے پار اُترنا نہایت دشوار تھا ۔ مناسب سمجھا کہ کشتیاں فراہم ہونے تک قیام کریں اور گھوڑوں کو آرام دیں ۔ اس فیصلے کے مطابق کشتیاں جمع کرنے اور پل باندھنے کی غرض سے نو دن تک دریا کے اس کنارے پڑاؤ کیا ۔ دس روز تک دوسرے کنارے پر قیام رہا یہاں تک کہ تمام فوج پار اُتر آئی ۔ لاہور کا رخ تھا جو اطلاع ملی کہ دارا شکوہ نے اورنگ زیب کی روانگی اور ستلج پار کر لینے کی خبر سن کر ٹھٹھہ کی طرف کوچ کیا ہے ۔ اس حرکت کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے چند رفیقوں یعنی راج روپ اور خنجر خاں وغیرہ نے حضرت اورنگ زیب سے امان نامے طلب کرکے دارا شکوہ سے جدائی اختیار کر لی تھی ۔ اُس ذی جاہ شاہزادے کے تمام نوکروں نے جو سالہا سال سے ناز و نعمت میں پلنے کے بعد سرداری و ناموری کے اونچے

مراتب پر فائز ہو چکے تھے ، خوف کے مارے مردانگی و استقلال کو خیرباد کہی اور نیک بختی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لیے - اسی بے وفائی پر اکتفا نہ کی بلکہ کفرانِ نعمت اور سرکشی کی تحریک سے اپنے قدیم آقا (دارا شکوہ) کا خون بہانے پر مستعد ہو گئے - کم اصلی کے سبب مخالفت اور منافقت اختیار کر کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگوا لیا -

جب یہ نوبت آئی تو داراشکوہ نے جو مصائب روزگار کا صید اور بدنصیبی کا شکار ہو چکا تھا ، رفیقوں کی بے وفائی سے شکستہ دل ہو کر باقی ہمراہیوں سمیت ٹھٹھہ کی راہ لی - شاہ کامگار اورنگزیب نے تھوڑے سے جنگجو آزمودہ کار سپاہیوں کو ہمرکاب لے کر قصور اور چھی[1] کے راستے ملتان کا رخ کیا - وہاں تک تعاقب کرنے کے بعد شیخ میر اور دلیر خان کو داراشکوہ کے پیچھے بڑھایا - خود بدولت واپس ہوئے کیونکہ شاہزادہ شجاع نے بعض کوتہ اندیش بدعقل لوگوں کے بہکانے سے خیال خام باندھ کر بڑی دلیری کے ساتھ اپنی حدود سے آگے بڑھ کر الہ آباد میں خیمے برپا کیے تھے - غرض برق و باد کی طرح منزلیں مارتے دارالخلافہ دہلی میں پہنچے - بھاری ساز و سامان اور فالتو جانوروں کو وہاں چھوڑ کر ہلکے پھلکے الہ آباد کی طرف بڑھے -

شاہزادہ شجاع کا لشکر کھجوہ کی جھیل کے کنارے پڑا تھا جو اورنگزیبی لشکر وہاں پہنچا - فوراً توپوں بندوقوں نے آگ اگلنی شروع کی - جنگ کا آغاز ہوا - شام تک دونوں لشکروں نے نہایت دلاوری کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اور مردانگی و شجاعت کی داد دی - شام ہوئی تو حضرت خلافت پناہ نے اپنے کیمپ میں اور شاہزادہ شجاع نے اپنی لشکرگاہ میں آرام کیا - تاہم خوف و ہراس کے سبب دونوں فوجوں میں رات بھر پہرے داری اور پاسبانی رہی - پچھلا پہر تھا جو کمبخت راجا جسونت سنگھ نے بداصلی و منافقت کا ثبوت دیتے ہوئے اورنگزیبی لشکر سے

۱- ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نسخہ عمل صالح نمبر ڈی ۲۰۵۱ میں اس جگہ کا نام ماچھی درج ہے -

اپنے رفیقوں سمیت فرار کیا ۔[1] اس کی بے وفائی اور غداری سے سارے لشکر میں کھلبلی پڑ گئی ۔ جسونت سنگھ نے شاہی لشکرگاہ کو لوٹ لیا ، بھاگے ہوئے سپاہیوں کا سامان لوٹا ۔ راستے میں جتنے گاؤں قصبے پڑے اُنھیں خوب تاراج کیا ۔ اس ہنگامے میں شاہی لشکرگاہ کے بہت سے آدمی بدحواس ہو کر اونٹوں گھوڑوں پر اپنا سامان لادے ہوئے بھاگ نکلنے کی فکر میں تھے ۔ راجا نے اُن کا تمام ساز و سامان لوٹ کر اونٹ گھوڑوں پر قبضہ کیا اور لدا پھندا اپنے وطن کو روانہ ہوا ۔

اگرچہ راجا جسونت سنگھ کی غداری سے پورے لشکر میں تلاطم برپا تھا لیکن شاہ شیر دل کو آفریں ہے کہ ذرا تشویش نہ کی ۔ دلجمعی کے ساتھ یہ خبر سنی اور پہاڑ کی طرح تمکنت اختیار کی ۔ شجاعت و تہور کے باوجود تیور پر بل نہ آیا ۔ تائید ایزدی پر بھروسا کر کے اور لشکر کی کمی سے بالکل بے نیاز ہو کر غنیم کے عدم وجود کو برابر سمجھا ۔ صبح ہوئی تو اُس شاہ ذیجاہ نے شوکت خاقانی اور حشمت سلیمانی کے ساتھ میدان کا رخ کیا ۔ فوج ظفر موج کو جو ساون کی گھٹا کی طرح میدان میں پھیلی ہوئی تھی ، رکاب میں لیے نبردگاہ میں داخل ہوئے ۔ اُدھر سے شاہزادہ شجاع بھی اپنا توپخانہ درست کیے ، صفوں کو ترتیب دے کر اورنگزیب کی فوج

---

[1] ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ نے شاہجہان کے حسب الحکم دھرمات (اُجین) کے مقام پر شاہزادہ اورنگزیب کا راستہ روکا تھا جو باپ کی مزاج پرسی کے بہانے دکن سے چلا آ رہا تھا ۔ وہاں شکست کھا کر اپنے وطن جودھپور پہنچا ۔ ایک ماہ بعد جب اورنگزیب نے سمو گڑھ کے میدان میں داراشکوہ کو شکست دی تو جسونت سنگھ معذرت کر کے اورنگزیب سے آ ملا اور اس کے لشکر میں شامل ہو گیا ۔ کھجوہ کے میدان میں جب اورنگزیب کا مقابلہ شاہزادہ شجاع سے تھا ، یہ منافق سردار راتوں رات اپنی فوج لے کر الگ ہو گیا ۔

کے سامنے ہوا - صفیں بڑھیں ، دلیروں نے گھوڑے اڑائے اور سارے میدان میں ہلچل مچ گئی -

آہن پوش دلاوروں اور صلابت کیش سپاہیوں نے جن کے تیر کبھی نشانے سے نہ چوکتے تھے ، تیر اندازی شروع کی - بندوقچیوں نے جو اولوں کی طرح گولیاں برساتے تھے ، حریفوں کو بھون ڈالا - موت کی وہ گرم بازاری تھی کہ ہر لمحے ہزاروں زین خالی ہو رہے تھے - جوانمرد بہادر شانے سے شانہ ملائے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے - سورماؤں نے گھوڑے اڑا اڑا کر دشمن پر یلغار کی - برق اندازوں نے اتنی گولیاں برسائیں کہ خون کی نہر بہنے لگی - بندوقوں نے اژدہوں کی مانند چاروں طرف تباہی مچا دی - اس کے باوجود طرفین کے دلاور باد صرصر کی طرح توپوں اور بندوقوں کے منہ میں گھس گھس کر جاں فشانی کرتے رہے - کمانداروں کے تیر ٹڈیوں کی طرح میدان میں اڑ رہے تھے جن کے زخموں سے سیکڑوں سپاہیوں کے مرغ روح پرواز کر گئے - یہ معلوم ہوتا تھا کہ تیر نہیں ہیں بلکہ ابر بہاری سے اولے برس رہے ہیں - غرض ہزاروں آدمی برگ خزاں کی طرح گر گر کر مٹی میں مل گئے - اشعار (ترجمہ) :

دونوں فوجیں مقابل ہوئیں اور خونریزی کا دروازہ کھل گیا - تیروں اور تلواروں کے زخموں سے ہاتھیوں اور شیروں کا پتا پانی ہو گیا - طبل جنگ کی آواز سے مُردوں کی نیند میں خلل پڑا اور زندوں کے ہوش اڑنے لگے -

المختصر لڑائی ترازو ہو چکی تھی - کوئی پلہ ابھرتا دبتا نظر نہ آتا تھا - دونوں طرف کے بہادر زور بازو آزما رہے تھے اور ایک دوسرے سے لوہا لینے میں سرگرم تھے - بعض جانباز تنہا گھوڑا اڑا کر غنیم کی صف پر جا پڑتے اور جاں فشانی و دلاوری کی حقیقت ظاہر کر دیتے - اس اثنا میں غنیم کی فوج کا ایک پرا بہادری کے نشے میں سرشار گھوڑے بڑھا کر سامنے آیا - دونوں طرف سے سرفروشی ہونے لگی - ہر لمحے کتنے ہی بہادر خاک و خون میں لوٹتے تھے لیکن ان کے گرتے ہی دوسرے دلاور ان کی جگہ لے لیتے اور معرکہ آرائی کرنے لگتے - موت سے بےپروا ہو کر جان لینے اور دینے پر

تل جاتے ۔ اتنے میں سامنے سے شاہزادہ شجاع کا ایک سردار ظریف جان سے ہاتھ دھو کر آگے بڑھ آیا ۔ دائیں بائیں سے سیہ عالم ، سید اعظم اور شیخ ولی نے بھرپور حملہ کیا ۔ اگرچہ ان سورماؤں کے ہمرکاب تھوڑے تھوڑے سپاہی تھے لیکن اس صدمے کے ساتھ آ کر گرے کہ اورنگزیبی فوج کی صفوں کو تہ و بالا کر دیا ۔ جاں فشانی کہ بہادری کی معراج ہے ، ایسی دکھائی کہ اُن کے سامنے اور دائیں بائیں کی فوجیں اپنی آبر و خاک میں ملا کر اور حمیت سے ہاتھ اٹھا کر آگرے تک بھاگی چلی گئیں ۔

بادشاہی فوج پر یہ مرحلہ بہت ہی نازک آ پڑا ۔ حالت یہ ہوئی کہ حضرت اورنگ زیب کے گرد و پیش تین ہزار سواروں سے زیادہ باقی نہ رہے ، اور سبھوں نے بےشرمی و تنگ ظرفی کے سبب راہ فرار اختیار کی ۔ ضرب زدوں اور زنبورکوں کی مار سے بےشمار بہادر میدان میں بجھ گئے ۔ جو بچے اُنھوں نے بھی جنگجوئی کو خیرباد کہہ کر بھاگنے پر کمر باندھی ۔ بادشاہ رستم صولت ، اسفندیار شوکت ، پلنگ افگن ، شیر دل اورنگ زیب نے یہ حالت ملاحظہ کی لیکن ذرا خوف نہ کھایا ۔ شکست کے تمام آثار ظاہر ہو چکے تھے تاہم ہمت مردانہ کی برکت سے بگڑے ہوئے نقشے کو پھر درست کیا ۔ کمال ہوشمندی کے ساتھ انھی مٹھی بھر آدمیوں سے بگڑی ہوئی بازی کو سنبھالنے کی تدبیر سوچی ۔ ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ کھلی شکست کے باوجود اپنے باقی ماندہ وفاداروں کو سمیٹ سمیٹ کر غنیم پر حملے کرتے رہے ۔ صفیں ٹوٹ چکی تھیں لیکن بادشاہ شیردل کی ثابت قدمی نے اس نقصان کی تلافی کر دی ۔ فطری جوانمردی سے ہاری ہوئی فوج کا دل بڑھایا اور ازسرنو اُس کی صفیں درست کر کے غنیم کا سامنا روکا ۔ غرض تائید ایزدی کی برکت سے تھوڑے سے جانباز دلاوروں کو ہمرکاب لیے میدان میں جم گئے اور دشمن کے ریلوں کو تھاما ۔
نظم (ترجمہ) :

سواروں نے خوں فشاں تلواریں سونت کر شیروں کی
طرح حملہ کیا ۔ جب کمان اپنے ابرو سے اشارہ کرتی تو

تیر سینے میں اُتر کر دلوں کو بیندھ دیتے ۔ بادشاہی فوج
سمندر کی طرح جوش مار رہی اور رعد کی مانند کڑک
رہی تھی ۔

یہ معرکہ نہایت خونریز بلکہ دلاوروں کی دلاوری کا امتحان تھا ۔ سینکڑوں دلاور تفنگ کی مانند تہ دل سے جان فشانی میں سرگرم تھے ۔ بہت سوں نے نیزے کی طرح جاں ستانی پر کمر باندھ لی تھی ۔ تلوار کے پانی سے دشمن کو خوب سیراب کیا ۔ اورنگ زیبی دلاوروں نے گرزوں اور تلواروں کے وار سے ظریف وغیرہ بہت سوں کو گرا کر گرفتار کر لیا ۔ اس وقت تائید ایزدی کی بدولت ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ وہی فتح و ظفر کا سبب اور دشمنوں کی ہزیمت کا وسیلہ بن گیا ۔ یعنی مراد کام اور عبدالرحمان سلطان والد نذر محمد خاں جو شاہزادہ شجاع کی فوج کے نامی سردار تھے ، بخت و اقبال کی یاوری سے اورنگ زیب کی فوج میں آ ملے ۔ بادشاہ اقبالمند نے اُن کے چلے آنے کو نیک فال بلکہ فتح و کامرانی کی دلیل سمجھا اور ازسرِنو جنگ و جدال میں مشغول ہو گئے ۔ اُن دونوں بہادروں کی رہنمائی سے غنیم کے توپخانے کو بائیں ہاتھ پر چھوڑ کر اپنے جنگجو بہادروں کو رکاب میں لیے مخالفوں کی صف پر حملہ آور ہوئے ۔ اشعار (ترجمہ) :

"بادشاہ نے رستم کی طرح اور دریائے نیل کی روانی کے
ساتھ اپنا ہاتھی دشمن کی صفوں پر ریل دیا اور ایک ہی
حملے میں اُسے مات دی ۔ اگرچہ غنیم اپنی فوج کو
سنبھالے ہوئے سرگرم کارزار تھا لیکن اُس کے تمام منصوبے
غارت ہو گئے ۔ دشمن کے سوار گھوڑوں سے گر گر کر ایسے
مٹی میں ملے کہ پھر نشان تک نظر نہ آیا ۔"

غرض نصرت آسمانی کی بدولت دشمن پر شکست پڑی ۔ بادشاہی فوج نے اُس کے چند ہاتھی اور پورا توپ خانہ چھین لیا ۔ اورنگ زیب نے فتحیابی کے بعد اپنے شاہزادہ سلطان محمد اور معظم خاں کو بہت سے سواروں کے ساتھ شجاع کے تعاقب پر مامور کیا ۔ جب الہ آباد کا قلعہ فتح ہونے

کی خبر ملی تو یکم جمادی الاول ۱۰۶۹ھ (۲۵ جنوری ۱۶۵۹ء) کو کھجوہ سے دہلی کی طرف کوچ کیا ۔ سلطان محمد اور معظم خاں کوچ کرتے ہوئے راج محل کے قریب جا پہنچے ۔ اس موقع پر شاہزادہ شجاع نے اللہ ویردی خاں کو ، جو بظاہر اس کی شکست کا سبب بنا تھا ، اس کے بیٹے سمیت قتل کروا دیا اور گنگا کے پار ہو گیا ۔ بادشاہی فوجیں تعاقب میں چلی آ رہی تھیں جن سے ہر روز شاہزادہ شجاع کی جھڑپ ہوتی تھی ۔ دو تین ماہ بعد فوج کی کمی کے پیش نظر سلطان محمد نے ہمت ہار دی ۔ شاہزادہ شجاع کے ساتھ صلح و آشتی کی بنیاد ڈال کر خام خیالی پر آمادہ ہو گیا ۔ ایک رات جب کہ تاریکی چھائی ہوئی تھی ، ایک چھوٹی سی کشتی پر بیٹھ کر اس دریائے زخار سے پار اُتر گیا اور شجاع سے جا ملا ۔ اگلے روز شاہزادہ شجاع نے سلطان محمد کے ساتھ بہت مہربانی کا سلوک کیا ۔ اُمید سے زیادہ عنایتیں کر کے اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی ۔

اس کے بعد یہ عالم ہوا کہ معظم خاں تنہا رہ گیا ۔ شاہزادہ شجاع اور سلطان محمد دونوں مل کر اس پر حملہ کرتے اور جان توڑ کر لڑتے ۔ معظم خاں بھی بہت آزمودہ کار سردار تھا ۔ سینکڑوں معرکے جھیلے ہوئے تھے جن میں اُس نے کتنے ہی بہادروں کو اپنے ہاتھ سے مٹی میں ملایا تھا ۔ یہاں بھی پہاڑ کی طرح ثابت قدمی دکھائی اور دونوں شہزادوں کے حملوں کو خاطر میں نہ لایا ۔ چونکہ مولا علی مرتضیٰ حیدر کرار کا فرزند تھا اس لیے نہایت مہلک معرکوں میں قوت اسد اللہی دکھاتا اور جب دشمن مل کر اُس پر ہجوم کرتے تو اپنے جاں نثار دلاوروں کو سمیٹ کر اُن پر جا پڑتا اور شکست دے کر تتر بتر کر دیتا ۔ غرض دونوں فوجوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں سینکڑوں بہادر کام آئے ۔ اتنے میں برسات سر پر آ پہنچی ۔ شجاع کے بہت سے سپاہی تلف ہو چکے تھے ۔ نواڑے اور کشتیاں ادھر اُدھر ہو گئی تھیں ۔ عاجز آ گیا اور سمجھ لیا کہ جنگ میں سربر ہونا ممکن نہیں ۔ اس اثنا میں سلطان محمد کسی وجہ سے شاہزادہ شجاع سے بدظن ہو کر دوبارہ بادشاہی لشکر گاہ میں واپس چلا آیا اور اسلام خاں کے خیمے میں مقیم ہوا ۔

شجاع نے یہ سنا تو حرم سرا کی چند خواتیں اور چالیس پچاس نمک حلال نوکروں کو ہمراہ لےکر کشتی میں سوار ہو کر [اراکان] کی طرف چلا گیا۔ آج تک کہ ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰-۷۱ء) ہے، کچھ پتا نہیں کہ مر گیا یا زندہ ہے، کہاں ہے کہاں نہیں۔ کسی جنگل میں سرگرداں ہے یا دشتِ عدم میں جا نکلا۔ معظم خاں نے فدائی خاں کے مشورے سے سلطان محمد کو نظر بند کر کے پالکی میں سوار کیا اور دہلی بھیج دیا۔ چونکہ سلطان محمد کی یہ حرکت حضرت خلافت پناہی کو ناگوار گزری تھی لہٰذا نہایت ملول ہوئے۔ آپ کے حسب الحکم شاہزادے کو قلعۂ نورگڑھ میں قید کر دیا گیا۔

یہاں اس سفر کا حال بیان کیا جاتا ہے جو آفتابِ سپہر سعادت، ماہِ آسمان خلافت حضرت اورنگزیب نے اجمیر کی طرف کیا۔ یعنی جب راجا جسونت سنگھ نے میدانِ کارزار میں، جہاں مردانگی و شجاعت کا جوہر دکھایا جاتا ہے، اپنی بداصلی کا جوہر دکھایا تو اورنگ زیب کے ہواخواہوں کا دل ٹوٹ گیا، دشمنوں کی دلی مراد برآئی۔ راجا نے جو نامردی دکھائی اُس کے سبب شاہزادہ شجاع کے لشکر کا حوصلہ بڑھ گیا۔ پھر جب اورنگزیب نے شاہزادہ شجاع کو شکست دے کر اکبرآباد کی طرف کوچ کیا تو حکم صادر فرمایا کہ لشکرِ شاہی جودھپور کی طرف بڑھے اور راجا کو بےادبی و بےتمیزی کی پاداش میں عبرت ناک سزا دے۔ راجا کو یہ خبر ملی تو سمجھ گیا کہ شاہی لشکر سے مقابلہ کرنا گویا قضا و قدر سے لڑنا ہے۔ اپنی بےبسی صاف نظر آئی۔ نہایت اضطراب کے عالم میں معتبر آدمیوں کو دارا شکوہ کی طرف دوڑایا۔ اُن دنوں وہ آفت زدہ شاہزادہ ریگستان کی منزلیں طے کرتا، امواجِ حوادث کے تھپیڑے کھاتا ہوا احمد آباد میں پہنچا تھا۔ دم لینے نہ پایا تھا جو راجا کے قاصد آ پہنچے۔ پیام یہ تھا کہ مجھے کمک پہنچائیے۔ نیاز آمیز عرضداشتیں جن میں دلی راز لکھ کر اظہارِ عقیدت کیا تھا، بھیجیں اور بڑے مبالغے کے ساتھ لکھا کہ خدارا جلد میرے پاس پہنچیے۔

دارا شکوہ پر نکبت و ادبار کا سایہ پڑ رہا تھا۔ چرخِ کج رفتار کی

دغابازی سے حیران و پریشان تھا - جو تدبیر کرتا الٹی پڑتی - راجا کی نیازمندانہ عرضیاں وصول کرتے ہی اُس کی ارادت و عقیدت کا یقین کر لیا - سامانِ جنگ کی تیاری کیے بغیر نہایت تیزی سے اجمیر کی طرف روانہ ہوا - نہ سمجھا کہ چرخِ جفا کار اتنی تباہی دکھانے کے باوجود مزید بربادی کی فکر میں ہے اور اس معمولی خوشخبری کے بدلے میں ہزاروں ناکامیاں دکھانے کے درپے ہے - المختصر جب اورنگزیب کو اطلاع ملی کہ شاہزادہ دارا شکوہ جسے جسونت سنگھ نے گنگا کی قسمیں کھا کر یقین و اطمینان دلایا ہے ، اُس بدعہد کے قول و قسم پر اعتماد کرکے مطمئن ہو چکا ہے اور اس کے علاقے میں پہنچنے والا ہے تو بے توقف اُدھر کا کوچ کیا - جب راجپوتانے میں شاہی لشکر کے خیمے ہوئے تو حضرت نے نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ سے بھرا ہوا فرمان راجا کے نام روانہ کیا - بہت ڈرانے دھمکانے کے بعد چند عنایت آمیز جملے بھی تحریر کیے -

بدعہد راجا نے فرمانِ شاہی کا مضمون سنتے ہی نہایت سراسیمگی کے عالم میں برگشتہ بخت داراشکوہ سے قطع تعلق کیا اور اپنے وطن کی راہ لی - مرزا راجا جے سنگھ جس نے یہ منصوبہ بنا کر دارا شکوہ کی طاقت کو توڑا تھا ، اُسی کو اپنا سفارشی بنا کر راجا جسونت سنگھ نے فرماں برداری و اطاعت کا اظہار کیا - نہایت شرمندگی سے نیاز آمیز عرضداشت بھیجی کہ غلام سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں انھیں معاف کرکے جان و مال کی امان دیجیے اور میرے ننگ و ناموس کو محفوظ کیجیے - حضرت پناہ کا شیوہ ہے کہ عفو و حلم کے سبب اپنے غلاموں کی بڑی بڑی خطاؤں سے چشم پوشی فرماتے ہیں - راجا کی غلطیوں سے بھی درگزر کی - چونکہ اس کی لغزشیں نادانی و حماقت کے سبب تھیں لہٰذا انتقام سے درگزر فرمائی اور اس کے بے پایاں گناہوں کی سزا نہ دی - فرمانِ عالی شان میں یہ وعدہ کیا کہ تمھیں ہر طرح امان دی جاتی ہے - خلعتِ خاصہ روانہ کرکے احمد آباد کی صوبے داری پر سرفرازی بخشی اور حکم دیا کہ حاضرِ بارگاہ ہونے کی ضرورت نہیں - جہاں ہو وہیں سے احمد آباد کو روانہ ہو جاؤ -

جب داراشکوہ نے یہ آثار دیکھے کہ اس درد وڈ نے اپنا وعدہ توڑ دیا ہے اور چرخ نیرنگ باز کی مکاری سے معاملے کی صورت کچھ اور ہو گئی ہے تو سمجھ گیا کہ کامیابی کے بجائے ناکامی نصیب ہوگی اور زمانہ غدار کی نیرنگی سے میری مرادیں پوری نہ ہو سکیں گی ۔ بڑی مشکل سے یہ منزلیں طے کی تھیں ۔ اس منحوس سفر اور بے برکت حرکت سے سخت مایوس ہوا ۔ اندازہ ہوا کہ حوادث روزگار کی زد سے بچنا محال ہے ۔ بلائیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ۔ ناچار حکم قضا و قدر پر قناعت کر کے دوبارہ ہمت کی اور اسی حالت میں اورنگ زیب کی فوج سے مقابلہ شروع کیا ۔ تین روز تک توپوں اور بندوقوں سے دشمن پر آگ برساتا رہا ۔ اگرچہ بادشاہی فوج سمندر کی لہروں کی طرح چاروں طرف سے ہجوم کر رہی تھی لیکن اس دلاور نے بڑے استقلال سے مقابلہ جاری رکھا ۔

چوتھے دن شاہنواز خاں کے اشارے سے ، جس نے عاقبت اندیشی کے سبب اندر اندر اورنگ زیب سے ساز باز کر لیا تھا ، شیخ میر ، میرزا راجا جے سنگھ اور دلیر خاں نے ایک ساتھ داراشکوہ کے مورچوں پر یلغار کی ۔ منافق شاہنواز خاں بھی ساتھ تھا ۔ کوئی دلاوری تو نہ دکھا سکا لیکن اتنا ہوا کہ پہلے ہی حملے میں تیر کھا کر ملک عدم کی راہ لی ۔ داراشکوہ نے ایک ہی جھپٹ میں شیخ میر وغیرہ کو شکست دی ۔ ان کے سپاہی بھاگ گئے بلکہ اکثر مارے گئے ۔ ایک اور جماعت جو شکست کھا کر دوبارہ مورچوں پر حملہ آور ہوئی تھی اسے بھی داراشکوہ نے درہم برہم کر دیا ۔ بہت سوں کو قتل کیا ۔ فریقین کے سپاہی نیزہ و شمشیر کے وار کر کے ایک دوسرے کو ہلاک کرتے رہے ۔ تیروں نے بھی خوب خونریزی کی ۔ داراشکوہ کے ہمرکاب تھوڑے سے جانباز تھے لیکن اس نے نہایت بے خوفی اور دلیری سے ہنگامہ کارزار گرم رکھا ۔ زمانہ غدار اس کے بر خلاف تھا اور رفیقوں نے بھی رفاقت سے ہاتھ کھینچ رکھا تھا تاہم اس نے قوت بازو سے رستم و اسفندیار کا سا کارنامہ دکھا دیا اور حریفوں کو خاک و خون میں ملاتا رہا ۔ موت کی مطلق پروا نہ کی ۔ چاروں طرف

چھوٹی توپوں اور بندوقوں کی مارا مار سے آگ اور خون کا دریا بہہ رہا تھا۔ اسی معرکے میں شیخ میر بندوق کی گولی کھا کر میدان میں گرا اور خون شہادت سے سرخروئی کی سند حاصل کی ۔ دلیر خاں وغیرہ اُس کی کمک کو پہنچے اور بگڑی ہوئی بازی کو سنبھالے رکھا ۔ غروب آفتاب تک دونوں طرف کے بہادر تلواریں کھینچ کھینچ کر جدال و قتال میں مصروف رہے ۔ جرأت و مردانگی کا خوب خوب امتحان ہوا ۔ رفتہ رفتہ تاریکی چھا گئی ۔ اندھیرے کے سبب دوست دشمن کی تمیز باقی نہ رہی ۔

جب داراشکوہ نے دیکھا کہ میرے اکثر رفیق ہمت ہار بیٹھے اور بھاگنے کی فکر میں ہیں تو مجبوراً اُس نے بھی جان بچانے کا فیصلہ کیا ۔ ناچاری کے سبب نقارے ، ہاتھی ، خزانہ اور سامان جاہ و حشمت جابجا چھوڑتا ہوا متعلقین سمیت اُس مخمصے سے نکلا ۔ صبح ہوئی تو دونوں طرف کے لشکر بدحال تھے ۔ صفیں ٹوٹی ہوئی تھیں ۔ داراشکوہ میدان چھوڑ چکا تھا ۔ اورنگ زیب فتح و ظفر کا شادیانہ بجاتا ہوا وہاں سے اجمیر کی طرف روانہ ہوا ۔ لشکر اور پیش خیمہ کے داخل ہونے سے پہلے خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین اجمیری کے روضۂ مبارک پر حاضری دی اور وہاں خدائے بے نیاز کی درگاہ میں شکر کے سجدے بجا لایا ۔ تمام امرا جنھوں نے جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا ، انھیں عنایات شاہانہ سے سرفراز کیا ۔ اورنگ زیب کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ داراشکوہ کا کام بگڑ چکا اور نصیب دغا دے چکا ہے ۔ اُس کا قصہ پاک کرنے کے لیے میرزا راجا جے سنگھ کو تعینات کیا ۔ طلائی ساز والا گھوڑا ، نقرئی ساز کا ہاتھی اور ایک لاکھ روپے انعام دے کر بہادر خاں وغیرہ کو اُس کے ہمرکاب بھیجا کہ داراشکوہ کا تعاقب کرو ۔

چرخ جفاکار کی بے مہری سے شاہزادہ داراشکوہ کا گرفتار ہونا

پروردگار عالم روز ازل جس شخص کو فتح و ظفر اور کامیابی و کامرانی سے بہرہ مند کرتا ہے اُسے کارکنان قضا و قدر نیک بختی و سعادت

عطا کرتے اور ہر لحظہ تازہ فتوحات کی خوشخبری سناتے ہیں ۔ اُس کے واسطے جہاں بانی و کشور کشائی اور فتح و فیروزی کے سامان بہم پہنچا کر دلی مطالب پورے کرتے ہیں ۔ اقبال خدادا کی بدولت یہ شخص جس طرف رخ کرتا ہے ، تائید ایزدی سایہ فگن ہوتی اور تمام کام اُس کے حسب مراد کرتی ہے ۔ اُس کا فتحمند جھنڈا جدھر لہراتا ہے عزم کامل کے سبب دولت و ظفر استقبال کے لیے آتے ہیں ۔ اس مضمون کی سچائی ملاحظہ کرنا چاہو تو حضرت خلافت پناہ سلطان اورنگ زیب جم جاہ کی کیفیت پر نظر کرو جو تخت نشینی کے جشن کو زینت دینے کے لیے اجمیر سے واپس ہو کر دارالخلافہ دہلی میں رونق افروز ہوئے ۔

نجومیوں نے اُس شہسوار میدان سلطنت شاہ ارجمند کے جلوس کے واسطے ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ (۱۵ جون ۱۶۵۹ء) کی تاریخ مقرر کی تھی ۔ مختلف کارخانوں کے مہتمم جشن کا سامان ترتیب دینے پر مامور ہوئے ۔ بارگاہ شاہی کے صحن میں رنگا رنگ فرش بچھائے گئے ۔ در و دیوار ، چھتوں اور ستونوں پر دیبائے رومی ، فرنگی مخمل اور چینی ریشم کے تھان اس طرح لپیٹے گئے کہ گلزار کا سماں دکھا دیا ۔ آفتاب سپہر سلطنت ، ظل الٰہی خلافت پناہی حضرت اورنگ زیب کے تشریف لانے سے بارگاہ کی رونق اور بڑھ گئی ۔ دولت خانے کو برج حمل بر فوقیت حاصل ہوئی ۔ غرض اس مبارک گھڑی میں حضرت کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ سکے نے آپ کے نام نامی سے آبرو پائی ۔ پروردگار عالم کے اس لطف و کرم کے شکرانے میں حضرت نے حکم دیا اس تاریخ سے عید اضحیٰ تک پورے ڈھائی مہینے تمام خیمے شامیانے فرش فروش اسی طرح قائم رہیں اور جشن و سرور کے قاعدے جاری رکھے جائیں تاکہ اللہ کی عنایت کے طفیل ساری خلقت ہمارے انعام و اکرام سے فیض یاب ہوتی رہے اور ہر شخص کی آرزو پوری ہو جائے ۔ قاف تا قاف ساری دنیا میں حضرت کے اوصاف کا چرچا پھیل گیا ۔ ہر شخص کا دلی مقصد حاصل ہوا ۔ اتفاقاً اسی ہنگامۂ عیش و طرب میں شاہزادہ داراشکوہ کی گرفتاری کی اطلاع ملی ۔ حضرت کا نشۂ مسرت دوبالا ہو گیا کیونکہ ایک مدت سے اس بات کے آرزو مند تھے ؛ اب یہ تمنا بھی پوری ہوئی ۔ حقیقت

یہ ہے کہ جو شخص کامگار ہو اُس کے سامنے کامیابی کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں ۔ فتح و نصرت ہمرکاب رہتی اور تمام کام خداساز ہو جاتے ہیں ۔ اُس کے عزم کا دامن فتح و ظفر کے ساتھ بندھا رہتا ہے ۔ زمین آسمان سب اس کی اطاعت پر کمر بستہ رہتے ہیں ۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ گردش فلک کا ستایا ہوا شاہزادہ لمبے لمبے کوچ کرتے کرتے عاجز آ گیا بالخصوص اجمیر کے معرکے میں شکست کھا کر ناکام و نامراد وہاں سے نکلا تو باربردار جانور نہایت کم تھے ۔ مال و دولت اور خزانے کس طرح ساتھ جاتے ، جا بجا انھیں چھوڑتا گیا ۔ یہ خزانے اکثر تو اورنگ زیبی لشکر کے سرداروں کے قبضے میں آئے ، کچھ آس پاس کے گنوار زمینداروں نے لوٹ لیے ۔ بدنصیب شاہزادے نے جام اور بھارہ کے راستے ٹھٹھہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا ۔ قصد یہ تھا کہ بھکر کے پاس دریائے سندھ کو عبور کر کے قندھار کے نواح میں کچھ دنوں دم لے ۔ پھر شاہ ایران کے یہاں پناہ لے کر اُس کی حمایت حاصل کرے ۔ اگر نصیب یاور ہو اور ستارہ موافقت کرے تو دلی آرزوئیں جو سینے میں گھٹ کر رہ گئی ہیں ، برلائے ۔ شاید مدعا پورا ہو اور مرادیں حاصل ہو جائیں ۔

اُس بدنصیب کے منصوبے یہ تھے ، اُدھر چرخ جفاکار نے کچھ اور ہی طے کر رکھا تھا ۔ یعنی بادشاہ سلامت کے حسب الحکم بہادر خاں وغیرہ کی فوجیں اُس برگشتہ بخت کے تعاقب میں سائے کی طرح لگی چلی آتی تھیں ۔ ہر شخص کو یہی دھن تھی کہ جتنی جلد ممکن ہو یہ بکھیڑا ختم کر دے ۔ دن رات مارا مار اس کے تعاقب میں سرگرم تھے ۔ داراشکوہ کا یہ عالم تھا کہ لگاتار دشوار گزار منزلیں طے کر رہا تھا ۔ کبھی اس دشت میں کبھی اُس صحرا میں ۔ آٹھوں پہر کی تشویش ، ہر روز ایک نئی مصیبت کا سامنا ۔ اس تلاطم میں اُس ناز و نعمت کے پلے ہوئے شاہزادے کی حالت ابتر تھی ۔ دم بھر کے لیے کہیں سانس لینا محال تھا ۔ زمین آسمان دشمن ہو چکے تھے ۔ پریشانی و تلاطم کے اس طوفان میں ایک اور سانحہ رونما ہوا جس سے داراشکوہ کا غمزدہ دل بالکل ٹوٹ گیا ۔ یعنی نادرہ بیگم دختر سلطان پرویز جو

سفر ، حضر ، رنج و راحت ، تباہی و آفت میں شاہزادے کی شریک زندگی اور دکھ درد میں محرم ہمراز اور ہمدم دمساز تھی ، آفتیں جھیلتے جھیلتے بالآخر سخت بیمار ہوئی اور جہانِ فانی سے گزر گئی ۔

داراشکوہ کو اُس فرشتہ صفات ، حور پیکر ، خدمت گزار بیگم سے بے انتہا محبت تھی ۔ اس سانحے نے بالکل پست کر دیا ۔ غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ معشوقۂ دلنواز کی موت نے ایسا بے قرار کیا کہ تاب و تواں باقی نہ رہی ۔ دن رات کے مصائب اور آٹھوں پہر کی تکلیفیں تو کسی طرح برداشت کرتا رہا تھا لیکن اس حادثے سے بالکل دل شکستہ ہو گیا ۔ ہاتھ پاؤں کی طاقت جواب دے گئی ۔ دل میں درد اٹھا اور یہ محسوس ہوا کہ بس ، اب میں بھی دو چار دن کا مہمان ہوں ۔ موت کا فرشتہ آواز دے رہا ہے ۔ مدہوشی سی طاری رہنے لگی ۔ حواس سلب ہو گئے بے خودی چھا گئی ۔

اس حالت میں بھی وہ فلک زدہ ذیجاہ شاہزادہ ہر روز تھوڑا بہت فاصلہ طے کرتا رہا ۔ دل سے خونِ تمنا ابلتا تھا اور آنکھوں سے اشک حسرت ٹپکتے تھے ۔ سلطنت تو گیا ، زندگی سے بھی ہاتھ اٹھا لیا تھا ۔ بیکسی رقص تھی ۔ شاہی فوجیں سائے کی طرح تعاقب کرتی چلی آ رہی تھیں ۔ اس حالت میں جہاں پناہ لینا چاہتا ، وہاں کا ذرہ ذرہ اُس کے جان و مال کا دشمن بن جاتا ۔ جس جگہ دم بھر کے لیے دم لینا چاہا ، مایوسی و نااُمیدی کی تاریکی نظر آئی ۔ مشیت ایزدی نے اسی پر اکتفا نہ کی ، فیصلہ کیا کہ اتنی حرماں نصیبی اور زوال و ادبار کے بعد اُسے مزید تباہ کرے یعنی جاہ و حشمت سے سراسر محروم کر کے زندانِ بلا میں محبوس کر دے ۔ بدنصیبی نے یہ حال کر دیا تھا کہ دوست دشمن شاہجہاں کے اُس ناز پرورد چشم و چراغ سلطنت پر طنز و طعن کے تیر چلاتے بلکہ وہ آفت زدہ خود اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا ۔ جس طرف قدم اٹھاتا ، امن و امان کی راہ نہ ملتی ۔ مصائب کے اس ہجوم میں سچی مونس اور غم گسار اُس کی شریک زندگی نادرہ بیگم تھی ۔ وہ بھی آفتیں سہتی سہتی بالآخر دارالمحن سے رخصت ہو گئی ۔ چرخ جفا کار ہر روز ایک نئی بلا نازل کرتا تھا ۔ کوئی رفیق شفیق

باقی نہ رہا جو اُس فلک زدے کے حال پر ترس کھاتا ۔

آخرکار وہ حرماں نصیب شاہزادہ جسے زمانہ غدار نے شاہی و سلطنت کی بلندی سے زوال و نکبت کی پستی میں گرا دیا تھا ، روز روز کی یلغاریں کرتے کرتے بے دم ہو گیا ۔ تھوڑے بہت سوار جنھوں نے اب تک ساتھ دیا تھا ، تھک کر نیمجان ہو چکے تھے ۔ گھوڑوں کی طاقت بھی جواب دے چکی تھی ۔ آسمانی آفتیں پے در پے نازل ہو رہی نھیں اور حوادث روزگار دم بھر کو پیچھا نہ چھوڑتے تھے ۔ اس برگشتہ بختی اور ادبار کے عالم میں وہ نازوں کا پالا قصبہ دھاور کی سرحد میں داخل ہوا ۔ ملک جیون یہاں کا زمیندار تھا جس پر اُس عالی جاہ شاہزادے نے کسی زمانے میں بے حد عنایتیں کی تھیں ۔ چونکہ داراشکوہ کا ستارہ گردش میں تھا اور ادبار اُسے تباہ کرنے کے درپے تھا لہٰذا جیون پر اعتماد کر کے چند روز اُس کے پاس ٹھہرنے کا فیصلہ کیا ۔ تقدیر منہ پھیر پھیر کر ہنستی تھی اور قضا و قدر اُسے زندان بلا میں قید کرنے کے درپے تھی ۔ دھاور میں اُس عالی جناب نے جاہ و مال بلکہ جان عزیز تک سے قطع امید کر لی ۔ رفیقوں سے کہہ دیا کہ جی چاہے تو ان آفتوں میں ساتھ دو ورنہ میری طرف سے تمھیں ہر طرح اجازت ہے ۔ پروردگار عالم زوال و ادبار سے محفوظ رکھے کہ جب کسی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو تباہ کر کے چھوڑتے ہیں ۔ ایزد تعالیٰ بدبختی و نحوست سے بچائے کہ جس شخص کو لپٹتی ہیں برباد کر کے دم لیتی ہیں ۔

اشعار (ترجمہ) :

''جب تک نصیب یاور ہے ، زمانہ موافق رہتا ہے ۔ جب
ادبار آ جائے تو دم عیسیٰ دم شمشیر کا کام کرتا ہے ۔
بدنصیبی میں انسان کوشش کر کے کتنی ہی اُڑان لے ،
سرنگوں ہو کر گرتا ہے ۔ جاہ و جلال کی تمام تدبیریں
زوال کا سامان کرتی ہیں ۔ بستر راحت کا ہر تار کانٹا
بن جاتا ہے ۔''

جیون زمیندار کی اصل میں فرق اور طبیعت میں بدنہادی تھی ۔ اُس ذیجاہ کے سابقہ احسانوں اور عنایتوں کو بالکل فراموش کرکے اس فکر میں

پڑا کہ گرفتار کروا کر اورنگزیب سے انعام و اکرام حاصل کروں ۔ غرض آس پاس کے جنگلیوں کو جو مزاج کے اعتبار سے بھیڑیے تھے ، جمع کرکے اس یوسفِ کنعانِ بیکسی کو بڑی ذلت و خواری سے قید کر لیا ۔ بہادر خاں کے سوار تعاقب کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے ۔ جیون نے اسے خبر بھیج دی ۔ چونکہ کسی کو یہ گمان نہ تھا کہ داراشکوہ اتنی آسانی سے ہاتھ آ جائے گا یا کوشش و تدبیر سے تعاقب کرکے اسے تھوڑی سی مدت میں پکڑ لیں گے لہٰذا یہ غیر متوقع خوشخبری سن کر ہر شخص خوش ہوا ۔ اورنگزیب کے اقبال اور نیرنگی روزگار کا کرشمہ تصور کیا ۔ نور کا لڑکا تھا جو بہادر خاں کے سپاہی قضائے آسمانی کی طرح نازل ہوئے اور اس اجل رسیدہ کو اہل و عیال سمیت گرفتار کرکے دہلی کا رخ کیا ۔ بہادر خاں نے عرضداشت میں ساری حقیقت لکھ بھیجی کہ یہ کارنامہ کسی کوشش و تدبیر کے بغیر محض عنایتِ پروردگار سے انجام پایا ہے ۔ شاہِ آسمان جاہ نے یہ خوشخبری پا کر بارگاہِ ایزدی میں شکر کے سجدے کیے ۔ مقررہ رسم کے مطابق شگون کے بطور خوشی کے شادیانے بجانے کا حکم دیا ۔ ارکانِ سلطنت نے تہنیت کی رسمیں ادا کرکے مبارک بادوں کا غلغلہ بلند کیا ۔

اس مقام پر کہ نہایت عبرت انگیز ہے ، راقم الحروف کا قلم اس بدنصیب شاہزادے کا حال درد مندی سے لکھنے پر آمادہ ہے دلِ ناشاد کا تقاضا ہے کہ یہ بیان خواہ کسی قدر طولانی ہو جائے لیکن اس ماہِ فلکِ جاہ و جلال کے دہلی میں داخل ہونے کی کیفیت بے کم و کاست تحریر کرنے اور اس درد ناک واقعے کا بیان کرنے میں قلم کی زبان سے خونِ سیاہ خوب بہنے دے !

شاہزادہ دارا شکوہ کا نواح سکھر سے لایا جانا اور دہلی کے بازار سے ہاتھی پر سوار کرکے خضرآباد پہنچایا جانا

جب اُس مہر سپہر سلطنت کو ناکامی کا گہن لگ گیا اور ناکامی و نامرادی کی پوشاک پہنے ہوئے دہلی میں آیا تو یہ محسوس ہوا کہ گویا عزت و نامداری کے بدر کامل پر تباہی و بربادی کی گھٹا چھا گئی ہے ۔ دلِ ناشاد امید و بیم کی کشمکش میں گرفتار تھا اور جسمِ نازنین پر میلا کچیلا لباس ۔ اس حالت میں وہ سروِ حدیقۂ دولت و اقبال ٹوٹی ہوئی ٹہنی کی طرح سر جھکائے شہر سے گزرا ۔ فرطِ ندامت سے گردن جھکی ہوئی تھی ۔ ایسا دردناک سماں تھا کہ اسے دیکھ کر گلشنِ دہر پر خزاں سی چھا گئی ۔ بازارِ امکان کی رونق ختم ہونے لگی ۔ باغِ شہریاری کا وہ غنچۂ پژمردہ سرنگوں بیٹھا تھا ۔ ادھر اُدھر نگاہ کرنے کی تاب نہ تھی ۔ یہ حالت دیکھ کر چرخِ جفا کار کا بھی دل بھر آیا ۔ ظلم و ستم پر نادم ہوا ۔ لیکن حرماں نصیب شاہزادے کی مدتِ حیات پوری ہو چکی تھی ۔ آفات و مصائب میں گرفتار ہو کر آسمانی بلاؤں کا نشانہ بن گیا تھا ۔ فلکِ بے مہر نے اُس ذیجاہ شاہزادے کی مظلومی پر ذرا رحم نہ کھایا اور جلادی کے تمام تقاضے پورے کر دکھائے !

پناہ بخدا ! یہ دنیا بھی عجب طلسمات جگہ ہے ۔ بظاہر گلشن نظر آتی ہے لیکن قدم قدم پر کانٹے بچھے ہوئے ہیں ۔ اس باغ سے کسی نے عیش و راحت کا ایک پھول چنا تو ہزار کانٹے دست و بازو کے پار ہو گئے ۔ اگرچہ اس کے پھولوں کی رنگت اُڑی اُڑی نظر آتی ہے پھر بھی لوگ اس کی نیرنگ سازی پر فریفتہ رہتے بلکہ جان دیتے ہیں ۔ دہر ناپائیدار کی حالت حباب کی سی ہے لیکن اہلِ دنیا کو اپنی طرف کھینچتی بلکہ بےتحاشا دوڑاتی ہے ۔ کسی کو یہ ہوش نہیں رہتا کہ موت کا فرشتہ اپنا پھندا ہاتھ میں لیے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے اور تمام آرزوؤں امیدوں کو قطع کرنے والا ہے ۔ اس

دنیا کے عیش و راحت ناز و نعمت کا کچھ بھروسا نہیں ۔ باغِ عالم میں اگر ایک طرف پھول ہنستا ہے تو دوسری جانب سے بلبل کے نالہ و فریاد کی آواز آتی ہے ۔ رنج و راحت لازم و ملزوم ہیں ۔ یہ گلزار سراسر بہار سہی لیکن رنگِ حقیقت سے عاری اور بوئے ثبات سے محروم ہے ۔ نادان غافل اس کی بہار دیکھ کر ناحق دھوکا کھاتے ہیں ۔ اس شراب میں نامرادی کا خمار اور اس شربت میں زہرِ غم کی آمیزش ہے ۔ چرخِ سفاک ہر روز نئے نئے رنگ دکھلاتا اور بڑے بڑے عاقلوں کو حیرانی و سرگردانی میں مبتلا کرتا ہے ۔ کوئی اس کے رازوں سے واقف نہ ہو سکا ۔ ہر لحظہ ایسے ایسے نئے شعبدے دکھلاتا ہے کہ داناؤں کی عقلیں اُلجھ کر رہ جاتی ہیں ۔ دورنگی کا یہ حال ہے کہ کسی کو پھول کی مانند ہنساتا اور کسی کو شبنم کی طرح رلاتا ہے ۔

شاہزادہ دارا شکوہ کا جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارنا ۔ گوالیار کے قاضی کے فتوے سے شاہزادہ مراد بخش کا قتل ہونا ۔ سلطان سلیمان شکوہ اور سلطان محمد کا قلعۂ گوالیار میں مقید ہونا ۔ سلیمان شکوہ کا طبعی موت سے مرنا

دہرِ ناپائدار میں خدائے لم یزل کے سوا اور کسی کو بقا نہیں ۔ دارا اور کیقباد جیسے بادشاہوں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے ۔ جہانِ فانی کی بے ثباتی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم ہی سب سے بڑا حاکم ہے ۔ خدا پرست اشخاص اس دنیا سے دل نہیں لگاتے ۔

شاہزادہ دارا شکوہ کے انتقالِ پر ملال کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ پنجۂ تقدیر میں پھنس کر دہلی میں داخل ہوا تو ثابت ہو گیا کہ اس کا آفتابِ زندگی غروب ہونے میں زیادہ مدت باقی نہیں رہی ۔ نہایت سرگردانی و برگشتہ بختی کی حالت میں اُسے خضر آباد پہنچایا گیا ۔ وہ حرماں نصیب تسلیم و رضا کا طوق گردن میں ڈالے کچھ عرصے ایک تنگ و تاریک گوشے میں مقیم رہا ۔ یوں سمجھیے کہ آبِ حیات کا چشمہ ظلمات میں پوشیدہ کر دیا

گیا تھا ۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہاتف غیبی کی آواز اُس کے کان میں آئی کہ خلافت و سلطنت کے بجائے رتبۂ شہادت پر سرفرازی کا وقت آن پہنچا ہے ۔ مادر گیتی نے لحد کی آغوش پھیلا کر پکارا کہ جس خاک سے اٹھے تھے اُسی میں آ کر سو رہو ۔ اُس دانشمند شاہزادے نے بھی قضا و قدر کے اس حکم کو اطمینان سے سنا ۔ تسلیم و رضا کے راستے پر قائم ہو گیا ۔[1] ثابت قدمی کے ساتھ رتبۂ شہادت حاصل کرنے اور داعی اجل کو لبّیک کہنے کے لیے تیار ہوا ۔ رموز معرفت کا آشنا اور طریق تصوف کا سالک تھا اس لیے موت کو خدائے پاک سے ملنے کا وسیلہ سمجھا :

فنا کیسی بقا کیسی جب اس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ نکلے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

۱۔ تصوف و معرفت کا ذوق اس بدنصیب شاہزادے کی فطرت میں شروع سے تھا ۔ ۲۵ سال کی عمر میں سفینۃ الاولیا جیسی کتاب اور دو سال بعد سکینۃ الاولیا لکھی ۔ حق نما ، حسنات العارفین ، مجمع البحرین ، سر اکبر (اُپنشد کے ۵۰ بابوں کا ترجمہ) وغیرہ اس کی تصانیف ہیں ۔ شعر بھی کہتا تھا ۔ نمونۂ کلام یہ ہے :

ہر خم و پیچے کہ شد از تاب زلف یار شد
دام شد ، زنجیر شد ، تسبیح شد ، زنار شد

خاطر نقّاش در تصویر حسنش جمع بود
چوں بہ زلف او رسید آخر پریشانی کشید

تا دوست رسیدیم چو از خویش گزشتیم
از خویش گزشتن چہ مبارک سفرے بود

رضی دانش مشہدی والے مشہور شعر پر اُس نے جو شعر کہا وہ اس کی طبیعت کا آئینہ دار ہے :

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

وحدت الوجود کے رازوں کا محرم تھا اس لیے مطلق نہ گھبرایا - جب اس کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا تو چرخ بے مہر کا بھی دل غم سے بھر آیا - آفتاب اس غم کی تاب نہ لا کر پردۂ مغرب میں روپوش ہوا - امن و امان نے دنیا سے رخت سفر باندھا - فلک ناہنجار کے ظلم سے تمام عالم نیم جان ہو گیا - ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ (۳۰ اگست ۱۶۵۹ء) بدھ جمعرات کی درمیانی شب تھی ، برسات کی اندھیری رات ، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے - ساری دنیا پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا تھا کہ چند جلاد جن کی ہولناک صورتیں دیکھ کر خون خشک ہو جائے ، اُس عالی جاہ کو قتل کرنے کے لیے یکایک داخل ہوئے - اُس پیکر نازنین کو جسے دست قدرت نے مدتوں کی عرق ریزی سے تیار کیا تھا ، برباد کرنے لگے - دم بھر میں اُس کے گلے پر خنجر پھیر کر حسن و جمال اور جاہ و جلال کی وہ تصویر خاک میں ملا دی - باغ سلطنت کے اُس نونہال کی جواں مرگی سے گلشن دہر پر خزاں چھا گئی - خاندان صاحبقرانی کے اُس چشم و چراغ کے ذبح ہو جانے سے دوستوں کے دل داغدار ہو گئے - اشعار (ترجمہ) :

وہ جسم نازک جس پر رگ گل کا نشان پڑ جاتا تھا
اُسے چرخ جفا کار نے خنجر کے زخموں سے چور کر دیا -
اُسے بچانے کے لیے آفتاب نے اپنے آپ کو ڈھال بنایا
لیکن تقدیر نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روک دیا - سچ ہے
قضا و قدر کی تلوار کا وار نہ سورج سے رکتا ہے نہ
چاند سے - آسمان سے اُس ذی جاہ پر آفت نازل ہوئی اور
سرنوشت کے بموجب گلے پر تلوار پھیر دی !

المختصر وہ گل گلشن دولت ، وہ گلدستۂ عزت و رفعت اُن قاتلوں کے زخموں سے چور ہو کر رتبۂ شہادت پر فائز ہوا - زمین اس کے خون سے گلنار ہو گئی - اُسی میلے خون آلود لباس میں جو وہ پہنے ہوئے تھا ، اُس کی نعش کو ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا - تقدیر کے قلم نے لوح روزگار پر اُس کے خون سے 'فاعتبروا یا اولی الابصار' کی آیتہ

لکھ کر دنیا کو درس عبرت دیا ۔ ارباب ہوش نے بے ثباتی عالم کا مضمون خوب سمجھا ۔ جب اس دردناک واقعے کا چرچا پھیلا اور اعلیٰ حضرت شاہجہان بادشاہ صفائے باطن کے سبب اس سانحے سے آگاہ ہوئے تو غم کے مارے دل خون ہو گیا ۔ لیکن بے بس اور مجبور تھے ۔ غم و اندوہ کی شدت سے جان کلنے گی ۔ جانکنی کی سی کیفیت طاری ہو گئی ۔ چشم گریاں سے لہو بہنے لگا ۔ دل ناشاد کے ٹکڑے ہو گئے ۔

چونکہ اہل صدق و صفا دوسروں سے زیادہ مصائب کا نشانہ بنتے ہیں اور زمانۂ غدار ذی جاہ اشخاص پر غم و الم کے پہاڑ گراتا ہے اس لیے حضرت شاہجہاں کے دل پر دارا شکوہ کی موت کا داغ لگانے کے بعد چرخ بے مہر نے چند زخم اور لگائے ۔ وہ پیغمبری وقت پڑا اور وہ کربلائی حادثے واقع ہوئے کہ الاماں ۔ غم پر غم اور آفت پر آفت نازل ہوئی ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دارا شکوہ کے فرزند ارجمند سلطان سلیمان شکوہ نے اپنے باپ کی شکست کی خبر سن کر سری نگر (گڑھوال) کے زمیندار کے پاس پناہ لی تھی ؛ راجا جے سنگھ نے نصیحت آمیز ہدایتیں اُسے لکھ بھیجیں اور خواب غفلت سے بیدار کیا ۔ قاصدوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ سلیمان شکوہ کو پناہ تو دی ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ قہرمان غیظ شاہی کے ہاتھوں ریاست خاک میں مل جائے گی ۔ اگر تباہی سے بچنا منظور ہے تو سلطان سلیمان شکوہ کو جس طرح ممکن ہو بارگاہ شاہی میں پہنچا دو ۔ زمیندار نے راجا جے سنگھ کے پیغام کا احترام کرنے کے لیے قاصد کے ساتھ بہت عزت کا سلوک کیا ۔ بے تامل اُس شاہزادے کو گرفتار کر کے پابجولاں اپنے بیٹے کے ہمراہ درگاہ بادشاہی کی طرف روانہ کر دیا ۔

حضرت اورنگزیب نے دو دن بعد سلیمان شکوہ کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ اگلے روز اپنے بیٹے سلطان محمد اور سلیمان شکوہ دونوں کو گوالیار بھجوا دیا کہ قید میں رہیں ۔ ہدایت کر دی کہ دونوں کی غذا میں کوکنار

(پوست) شامل کیا جائے ۔[1] چونکہ عقل کا فتویٰ یہ ہے کہ فتنہ و فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور خلق خدا کی فلاح و بہبود کے واسطے شرع کا حکم بھی یہی ہے کہ بانی فساد کو قتل کر دیا جائے لہٰذا حضرت خلافت پناہ نے شاہزادہ مراد کے قتل کا سامان بھی مہیا کیا ۔ یعنی علی تقی جسے سلطان مراد نے چند سال پہلے قتل کروا دیا تھا ، اُس کے بیٹوں کو خواجہ بہلول کے ہمراہ گوالیار بھیجا ۔ ساتھ ساتھ فرمان جاری کیا کہ شرعی ثبوت بہم پہنچنے پر قصاص کی کارروائی کی جائے ۔ جب مقتول کے بیٹوں نے گوالیار کے قاضی کے سامنے باپ کے خون کا دعویٰ کیا تو شاہزادے نے بے تامل اقرار کر لیا ۔ اُس ذیجاہ دلاور نے ذرا پس و پیش نہ کیا ۔ البتہ بڑی بے نیازی سے اتنا کہا کہ ''اگر حضرت خلافت پناہ اپنے قول و قرار کا لحاظ کر کے مجھ نامراد کے خون سے ہاتھ اٹھا لیتے تو اُن کی بادشاہت کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ۔ تاہم اگر میرے وجود بے سود کو مٹانے ہی کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس قسم کے آدمیوں سے میرا مقابلہ کروا کر کیوں ذلیل کرتے ہیں ، جو جی میں ہے کر گزریں ۔''

المختصر ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۷۰ھ (۵ جنوری ۱۶۶۰ء) بدھ کے روز سورج ڈوبنے کو تھا جو قاضی کے حکم سے دو چیلے اُس آفتاب اوج سلطنت کی شمع زندگی گل کرنے کے لیے بڑھے ۔ تلوار کے دو ہاتھ مار کر اُس ذیجاہ شاہزادے کو قید زندان اور قید حیات دونوں سے نجات دی ۔ لاش کو قلعۂ گوالیار میں امانت دفن کر دیا ۔ ۱۱ شوال ۱۰۷۲ھ (۳۰ مئی ۱۶۶۲ء) کو زندان کے منتظموں کی کوشش سے سلطان سلیمان شکوہ بھی قید خانے کی تنگی سے رہائی پا کر ملک عدم میں جا پہنچا ۔ جہاں شاہزادہ مراد کو دفن کیا تھا اُس کے پاس ہی اُسے بھی دو گز زمین ملی ۔ ایسے ایسے جانکاہ صدموں کے باوجود اعلیٰ حضرت شاہجہاں نے قضائے الٰہی کے سامنے

۱۔ یہ اس لیے کہ خشخاش اور اس کے ڈوڈے (پوست) کے استعمال سے مزاج میں کاہلی اور غنودگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ سرگرمی اور ولولہ ختم ہو جاتا ہے (بستان المفردات ، ص ۵۹) ۔

سر تسلیم کو خم رکھا اور صبر و شکر کے شیوے پر قائم رہے ۔ چرخ جفا کار اور زمانۂ غدار نے داغوں پر داغ دیے لیکن اُن کی پیشانی پر بل نہ آیا ۔ تسلیم و رضا پر عمل کیا ۔ دانشمند والا گہر بزرگوں کا طریقہ یہی ہے کہ اگر فلک ناہنجار کے جور و جفا سے آفتیں اور مصیبتیں پیش آئیں تو انبیا اولیا کے حالات یاد کر کے دل کو تسلی دیتے ہیں اور گریہ و بکا کے بجائے صبر و رضا سے کام لیتے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے روح فرسا مصائب میں اعلیٰ حضرت کا یہ صبر و تحمل صبر ایوب کا نمونہ ہے ۔ ذات خدا پر اعتماد و اعتقاد کی بدولت کبھی ان مصائب کا ذکر زبان پر نہیں لاتے ۔ البتہ اس سات سال کی مدت میں حضرت شاہجہاں کے ہواخواہوں پر جو گزری سو گزری ۔ ایسی ایسی آفتیں پڑیں کہ راقم‌الحروف ادب کے سبب اُن کے بیان کی جرأت نہیں کر سکتا ۔ مختصر یہ کہ بالآخر اعلیٰ حضرت کی زندگی کے دن پورے ہوئے ۔ قضا و قدر نے انھیں جہان فانی سے طلب کر کے ملک جاودانی کی حکومت عطا کی ۔ باغ بہشت کی گلگشت کے لیے روانہ ہونے کی کیفیت یہاں بیان کی جاتی ہے ۔

اعلیٰ حضرت صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ کا دارالمحن سے گلشن فردوس کی راہ لینا اور اہلِ عالم کا اس سانحے سے ملول ہونا

مثنوی : اگر تیرے سینے میں دل بیدار ہے تو گلزار عالم کی طرف عبرت سے دیکھ ۔ اگرچہ یہاں رنگا رنگ پھول کھلے ہیں لیکن تو انھیں دیکھ کر بچوں کی طرح خوش نہ ہو ۔ یہاں کتنے ہی پودوں کے پھول خزاں کے ایک جھونکے سے مرجھا جاتے ہیں ۔ جہان فانی میں نہ عزت و دولت کو ثبات حاصل ہے نہ رنج و محنت کو ۔ چرخ جفا کار کبھی آدمی کو شاد کرتا ہے کبھی برباد ؛ کبھی کامیاب و کامراں بناتا ہے کبھی ناکام و نامراد ۔

اب راقم الحروف اس درد ناک داستان کو روشنائی سے نہیں بلکہ خون دل سے لکھتا ہے ۔ سوز غم کے سبب لفظ لفظ سے دھواں اٹھتا ہے اور دل کا خون ٹپکتا ہے ۔ جوش حسرت و یاس کے مارے ہر سطر سوگوار عورت کی زلفوں کی مانند پریشان ہے اور ہر حرف زبان بے زبانی سے فریاد کرتا ہے ۔ یعنی سلطان السلاطین ، شاہنشاہ زمان ، مرکز رحمت پروردگار ، سایۂ عنایت کردگار ، آفتاب سپہر عزت و اقبال ، نیر برج جاہ و جلال ، مہر آسمان عز و تمکین ، کارفرمائے دولت و دین ، صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ غازی کے انتقال پر ملال کی کیفیت لکھتا ہے ۔ اُن حضرت نے ۳۲ سال تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی ۔ جہانگیری و جہاں داری کی داد دی ۔ بارگاہ فلک اشتباہ میں ملکوں ملکوں کے اہل ہنر ، عالم ، فاضل ، سپاہی ، سردار ، اہل حرفہ آ آ کر جمع ہو گئے ۔ عدل و انصاف کی بدولت سر زمین ہندوستان پر گلشن بہشت کا گماں ہونے لگا ۔ امن و امان کے سبب ساری دنیا میں بہار کا سماں چھا گیا ۔

ایک مدت تک فرماں روائی کرنے کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ شاہ فلک بارگاہ اورنگزیب عالمگیر غازی نے اپنے والد ماجد کے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ۔ حکم قضا و قدر سے شاہجہاں بادشاہ قلعۂ آگرہ میں گوشہ نشین (نظربند) ہو گئے ۔ اُن کے جتنے ہواخواہ تھے ، سب اپنے مرتبوں سے گر کر پستی و گمنامی میں مبتلا ہوئے ۔ اس کے باوجود حضرت شاہجہاں کے فیض و کرم کا دروازہ کھلا رہا ۔ ضرورت مند ہمیشہ اُن تک پہنچ جاتے اور اُن کے جود و احسان سے فیض یاب ہوتے ۔ سید محمد قنوجی جسے خدا نے وجاہت و جمال کے علاوہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہے ، ۳۲ جلوس کے آغاز سے ہمیشہ حضرت کی مجلس خاص میں حاضر رہتا ۔ قرآن حکیم کے نکتے اور حدیث رسولؐ کے رموز بیان کرکے حاضرین محفل کو مستفید کیا کرتا ۔ استحقاق اور ضرورت کے مطابق حاجت مندوں کی حاجتیں بھی پوری ہوتی تھیں ۔ غرض اعلیٰ حضرت صبر و قناعت کے ساتھ قلعۂ آگرہ میں گوشہ نشین تھے ۔ دن رات کا زیادہ حصہ اللہ کی عبادت اور فرض و سنت نمازیں ادا کرنے میں بسر ہوتا ۔ کلام اللہ کی

تلاوت اور کتابت میں مشغول رہتے - بزرگوں کے اقوال اور رسولِ مقبولؐ کی حدیثیں سنا کرتے - فیض و بخشش اور سخاوت کا دروازہ کھلا رہتا - عجیب بات یہ تھی کہ بالعموم ایسی باتیں زبانِ مبارک پر آتی تھیں جن میں علائق دنیوی کے ترک کر دینے اور جہانِ فانی سے انتقال فرمانے کا اشارہ ہوتا تھا - مرگ و فنا کے ذکر سے حضرت کو وحشت نہیں ہوتی تھی بلکہ عارفوں اور سالکوں کی طرح مسرور ہوتے تھے - اسی حالت میں روزگارِ جفاکار نے اُن کا رشتۂ حیات قطع کر دیا - فلکِ بے مہر نے سابقہ ظلموں پر اکتفا نہ کی بلکہ نئے فتنے اٹھانے لگا اور حضرت کی مجلسِ مبارک کو درہم برہم کرنے کے در پے ہوا -

اس غمناک حادثے کی تفصیل سنیے : قاعدہ ہے کہ رب العزت اپنے مقربوں کو آفات و مصائب میں مبتلا کرکے اُن کا امتحان لیتا ہے - اعلیٰ حضرت کے ساتھ بھی یہی ہوا - ۷۵ ویں شمسی سال کے آغاز میں یعنی جب قمری حساب سے عمرِ مبارک ۷۶ سال تین ماہ ۲۵ روز تھی ، بتاریخ ۱۱ رجب ۱۰۷۶ھ (۱۷ جنوری ۱۶۶۶ء) اتوار کے روز دو گھڑی دن رہے ، حضرت کی طبعِ مقدس یکایک ناساز ہوئی - رزق اللہ ولد مقرب خان نے مالش کے لیے جو تیل بنایا تھا اُسے ملنے سے حرارت کا اثر ہوا - پیشاب رک گیا اور پیچش کا عارضہ لاحق ہوگیا - حضرت کو بہت تکلیف ہوئی - پندرہ روز تک بستر سے نہ اٹھ سکے - اس عرصے میں نندرام جراح کے علاج سے کسی قدر افاقہ ہوا یعنی نو دن کے بعد پیشاب کی تکلیف رفع ہو گئی اور تکلیفوں میں بہت کمی ہوئی -

با ایں ہمہ قضائے آسمانی کو ٹالنا اور تقدیر کے لکھے کو مٹانا انسان کے بس میں نہیں ہے - عقل و تدبیر کی یہاں کچھ نہیں چلتی - پندرہ روز کی علالت نے اعلیٰ حضرت کی طاقت سلب کر لی - ضعف طاری ہو گیا - سرد دوائیں کھانے سے زبان اور لب خشک رہنے لگے - روز بروز حالت بگڑنے لگی - اتنا کرب تھا کہ جس سے بڑے بڑے اللہ والوں کا صبر و سکون ختم ہو جاتا ہے تاہم اس حال میں بھی حضرت نے خدائے پاک سے لو لگائے رکھی - قلبِ پاک پر پہلے سے الہام ہو گیا کہ رحمتِ پروردگار میں

داخل ہونے کا وقت آ پہنچا ہے ۔ تجہیز و تکفین کا سامان خود ترتیب دیا ۔
ملکہ آفاق شاہزادی جہاں آرا بیگم صاحب کو ہدایت کی کہ میرے بعد اکبر آبادی بیگم اور دیگر بیگمات کا خیال رکھنا ۔ پرہنر بانو بیگم کی جو میری اولاد یعنی چاروں شاہزادوں اور تینوں شاہزادیوں میں سب سے بڑی ہے ، دلجوئی سے غافل نہ ہونا ۔ (یہ شاہزادی میرزا مظفر حسین صفوی کی بیٹی کے بطن سے تھی) اس کے بعد کچھ وصیتیں کرکے متعلقین کو الوداع کہی ۔ جہاں آرا بیگم کے دل پر غم و اندوہ طاری تھا ، اُن پر طرح طرح کی نوازشیں کرکے دلجوئی فرمائی اور کہا کہ قرآنِ پاک کی سورتیں پڑھو ۔ خود بھی زبانِ مبارک سے جو اسرارِ معرفت کی کنجی بھی ، کلمہ شہادت ادا کیا ۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنہ وقنا عذاب النار کی آیت کا ورد کرنے لگے ۔ غرض بتاریخ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ اتوار پیر کی درمیانی شب میں تین گھڑی رات گزرے (۳۱ جنوری ۱۶۶۶ء) جہانِ فانی سے انتقال فرمایا ۔ جوارِ رحمت الٰہی میں داخل ہو کر ارواحِ مطہرہ کے ساتھ باغِ خلد کو اپنا مسکن بنایا ۔

ملکہ دوراں جہاں آرا بیگم صاحبہ نے محبت و ارادت کے سبب یہ انتظام کیا تھا کہ حضرت کا جنازہ شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اٹھایا جائے اور صبح کے وقت دن چڑھے کمال عزت و وقار کے ساتھ روضہ تاج محل میں دفن کیا جائے ۔ فی الواقع وہ روضہ پرنور نہایت شاندار مقبرہ ہے ۔ اتنا عالیشان اور وسیع کہ عقل اُس کی رفعت و وسعت کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے ۔ دریائے جمنا کے کنارے واقع ہونے کے سبب باغ بہشت کا نمونہ ہے جس میں سایہ دار درختوں کے نیچے نہریں رواں ہیں ۔ فرحت بخشی اور دلکشائی کے لحاظ سے روئے زمین پر کوئی مقام اس کے برابر نہیں ۔ چشم فلک نے اس کی نظیر نہیں دیکھی ۔ بنیاد سے لے کر میناروں تک ساری عمارت صاف شفاف سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے ۔ اعلیٰ حضرت کے عہد مبارک میں بیس سال کی مدت میں پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئی ۔ سفید دودھیا پتھر کی ہر سل سے صبح صادق کا نور برستا ہے ۔ تماشائی اُس کی سیر کر کے باغ بہشت کو بھول جاتے ہیں ۔

المختصر جہاں آرا بیگم نے چاہا تھا کہ خاص و عام سب اعلیٰ حضرت کے جنازے میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں - سچ پوچھیے تو لازم بھی یہی تھا کہ ظل سبحانی کا جنازہ جس پر خدائے پاک کی رحمت برستی تھی، دولتخانے سے مقبرے تک اس اہتمام سے جاتا کہ ارکان دولت اُسے دوش بدوش لے چلتے اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوتے - آگرہ کے تمام باشندے نیز آس پاس کے تمام چھوٹے بڑے، عالم فاضل، پارسا اور عابد و زاہد ننگے سر ننگے پاؤں حضرت کے سفر آخرت میں شرکت کرتے، کلمۂ شہادت کا غلغلہ آسمان تک پہنچتا، جنازے کے دائیں بائیں خدام شاہی روپے اشرفیاں بکھیرتے ہوئے چلتے - حضرت کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کے لیے اتنا خزانہ نثار کیا جاتا کہ محتاجوں کی جھولیاں بھر جاتیں، مفلسوں کو فقر و فاقے سے نجات ملتی - لیکن ایسا نہ ہو سکا - حضرت اورنگ زیب اُس وقت دہلی میں تھے اور نواب جہاں آرا بیگم صاحبہ کا کچھ اختیار نہ تھا - تمام کاموں کا سررشتہ سرکاری ملازموں کے ہاتھ میں تھا - غرض پچھلے پہر شاہ برج کے زینے سے اعلیٰ حضرت کی نعش مبارک کو روضۂ تاج محل میں پہنچا دیا - نماز کے بعد اُس دیندار بادشاہ کی میت کو جو رحمت الٰہی کا مظہر اور فیض خدا کا نمونہ تھا، بطور امانت وہاں دفن کر دیا - اشعار (ترجمہ) :

''غور کرو کہ بڑھاپے کے سن میں چرخ جفا کار نے
شہنشاہ جہاں کے ساتھ کیا سلوک کیا - خدا نہ کرے کہ
بوستان سلطنت کا کوئی چمن پیرا اس طرح کانٹوں سے
زخمی ہو - افسوس کہ حضرت شاہجہاں نے دل شکستگی
کے عالم میں جہان فانی سے جنت کی راہ لی - افسوس
حمیت و مروت دنیا سے اٹھ گئی اور اہل زمانہ جوانمردی
سے خالی ہو گئے - مروت و شرافت کے ماتم میں آنکھ
کی پتلی نے سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے -''

اُن حضرت کی نعش مبارک سے آغوش لحد معطر ہو گئی - پیکر ارجمند کے سبب ٹھنڈی بے جان مٹی میں زندگی کی حرارت نمودار ہوئی - حضرت کی آمد آمد کے اہتمام میں رضوان نے بہشت کی سرزمین پر حوروں کی آنکھیں

پا انداز کے بطور بچھا دیں ۔ آپ کی پذیرائی کے خیال سے باغ خلد کو ازسرنو آراستہ کیا ۔ سرور ذیجاہ کے فیض قدم سے گلشن فردوس کی زیب و زینت میں اضافہ ہو گیا ۔ فرشتوں نے خوشی کا غلغلہ بلند کیا ۔ حور و غلمان حوضِ کوثر سے کٹورے بھر بھر کر استقبال کے لیے بڑھے اور خیر مقدم کیا ۔ حوران خلد آپ کی بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگتی ہوئی آئیں ۔ اللہ اللہ کیسا ذی جاہ فرماں روا تھا ۔ جب تک باغ دنیا میں رونق افزا رہا ، ایک عالم اس کے دیدار کو سعادت کونین سمجھتا تھا ۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں ۔ جب گلشن فردوس میں جلوہ افروز ہوا تو رحمت پروردگار کے سائے میں شاد کام اور صدر جنت میں زینت بخش ہو کر قرار پایا ۔
اشعار (ترجمہ) :

''وہ گنج فیض خزانے کی طرح زمین میں دفن ہے ۔ اس پر
زمین کیوں نہ فخر کرے ۔ مٹی میں اس کا تن نازنیں
ایسے ہے جس طرح قرآن کی آیت خط غبار سے لکھ
دی جائے ۔''

جہاں آرا بیگم صاحبہ اور دوسرے اہل حرم نے اس سانحے پر سخت ماتم کیا ۔ سرخ و سفید چہروں کو طمانچوں کی چوٹ سے نیلگوں کر لیا ۔ تمام بیگمات کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا ۔ سب نے آنکھ کی پتلی کی طرح سیاہ کپڑے پہن لیے ۔ چاند جیسے رخساروں پر زلفوں کو بکھیر لیا ۔ نالہ و شیون کا شور فلک تک پہنچا ۔ آہ و بکا کی تاثیر سے سننے والوں کے کلیجے خون ہو گئے ۔ آنسوؤں کا تار کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا ۔ مضراب غم کی خلش سے زلفوں کے تاروں سے فریاد کی لے نکلتی تھی ۔ سبھوں نے نورانی چہروں پر گیسوؤں کو پریشان کر لیا ۔ بالخصوص جہاں آرا بیگم صاحب پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ ہلاکت کے قریب پہنچیں ۔ غم و اندوہ کی شدت سے نڈھال ہو کر یہ دردناک نوحہ پڑھتی تھیں ۔
اشعار (ترجمہ) :

''اے آفتاب تاباں تو نظر سے اوجھل ہو گیا ۔ اس شب فراق

کی سحر کب ہو گی ؟ اے بادشاہ زمانہ ، اے قبلۂ عالم
ذرا چشم رحمت سے میری طرف نظر کیجیے ۔ غم و الم
کے سبب میں بانسری کی طرح نالہ و فریاد کرتی ہوں ،
شمع کی مانند جلتی ہوں ، سر سے دھواں اٹھتا ہے اور
حسرت و افسوس کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔''

افسوس کہ وہ ماہتاب جیسا چہرہ آسمان کے ظلم و ستم سے مٹی میں چھپ گیا ۔ چرخ فتنہ پرداز کی سفاکی سے وہ کوکب تاباں خاک کے پردے میں پنہاں ہوا ۔ بوستان رفعت و جلال کے ایسے سایہ دار درخت کو اجل نے بے دریغ کاٹ کر گرا دیا اور اس سرو گلستان خلافت کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا ۔ اے شاہجہان ، آپ ایسے نازک طبیعت والے تھے کہ ٹوٹے گل بھی آپ کی طبع نازک پر گراں گزرتی تھی ، اب ہزاروں من خاک کے نیچے آپ کا کیا حال ہوا ہو گا ۔ آپ کے جسم نازنیں کو ہوا کا جھونکا بھی ناگوار ہوتا تھا ، اب مٹی کے ڈھیر کے نیچے کیا گزرتی ہو گی ۔ آنسوؤں کا سیلاب میرے گلے میں گرداب کی طرح چکر کھاتا ہے ۔ خدا ہی اس مشکل کو آسان کرے ۔ اے جنت کی حورو ، اپنے گیسوؤں سے اعلیٰ حضرت کے چہرے کا غبار صاف کرو ۔ میزبانی کے آداب بجا لاؤ کیونکہ نہایت ذی عزت مہمان تمہارے پاس آیا ہے ۔ اے قبر ، حضرت کے ساتھ لطف و نرمی کا

۱۔ اصلؔ اشعار یہ ہیں :

اے آفتابِ من کہ شدی غائب از نظر
آیا شبِ فراقِ ترا کے بود سحر
اے بادشاہِ عالم و اے قبلۂ جہاں
بکشائے چشم رحمت و بر حال من نگر
نالم چو نے ز غصہ و بادم بود بہ دست
سوزم چو شمع در غم و دودم رود ز سر

منشی سیل چند نے تاریخ آگرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ اشعار جہاں آرا بیگم کی تصنیف ہیں ۔

سلوک کرنا - انھیں ایذائے فشار سے بچانا کیونکہ بہت ہی نازک طبیعت ہیں !

اے مرحوم بادشاہ ! آپ سے زمین و آسمان روشن تھے - اہل دل آپ کا جمال دیکھ کر آنکھیں روشن کرتے تھے - آپ نے قبر کا کونا کیوں اختیار کیا ؟ آپ کے جاہ و جلال کی قسم کہ دیدار مبارک کے بغیر غم زدہ رعیت کی نظر میں دنیا تیرہ و تار ہے - ایک لمحے کے واسطے درشن کے جھروکے میں آ کر اپنا جمال دکھائیے کہ سارا عالم زیارت کا مشتاق ہے - دیوان خاص و عام میں جلوس کیجیے - دیدار سے محروم ہونے کے باعث ہر شخص سوگوار ہے - تخت طاؤس آپ کے قدموں سے چھٹ کر خون کے آنسو بہاتا ہے - موتی جو آپ کی پابوسی کے واسطے صدف سے نکل کر اس تخت میں جڑے گئے تھے ، غم فراق میں بےآب و تاب ہو کر رہ گئے ہیں !

المختصر حرم سرائے شاہی میں قیامت برپا تھی - غم و اندوہ کی شدت سے حرم کی بیگمات بدحال ہوگئیں - سبھوں کے گریبان چاک تھے - سوگواروں کے نالہ و فریاد کی آواز آسمان تک پہنچی - بنات النعش نے بھی حضرت کے ماتم میں اپنے گیسو بکھیر لیے اشعار (ترجمہ) :

اس مہرلقا کے ماتم میں آفتاب و مہتاب نے آنسو بہائے - اُس تاجدار کے غم میں روز و شب نے گریہ کیا - مرغ و ماہی جو اُن کے عہد حکومت میں آسودہ رہتے تھے ، غمناک ہو گئے - آسمان نے ستاروں کی آنکھوں سے اشک ریزی کی - اہل عالم گلی کوچوں میں اشکباری کرتے رہے - ہر گھر میں نالہ و فریاد کا غلغلہ اتنا بلند تھا کہ سبھوں کی نیند اڑ گئی -

غرض اس سانحے سے لوگوں کا صبر و شکیب جاتا رہا - دنیا کی حالت دگرگوں ہو گئی - غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا - زمیں و آسمان کا نظام معطل ہوگیا - بازاروں اور گلیوں میں قیامت کا سا ہنگامہ نمودار ہوا - عیش و عشرت کے بدلے رنج و غم ہرطرف پھیل گیا - شادمانی دنیا سے اٹھ گئی - آسمان نے اُس مہرتاباں کے فراق میں خون کے آنسو بہائے - نظم (ترجمہ)

اس حادثے کا صدمہ اُسی وقت کم ہو سکتا ہے جب

بادشاہ سلامت سفر سے واپس آئیں - اگرچہ چرخ جفا کار
اپنے ظلم کی تلافی کرنا چاہتا ہے لیکن یہ غم اتنا عظیم
ہے کہ کسی خوشی سے بھی اس کی تلافی ممکن نہیں -
فلک پیر نے ایسا ستم ڈھایا ہے کہ فلاح و بہبود کی
اُمید باقی نہیں رہی -

فی الواقع یہ درد بے درماں جس نے اہل عالم کے دل خون کر دیے ہیں ، آہ و نالہ سے دور نہیں ہو سکتا - زبان یا قلم سے کتنا ہی درد دل بیان کیجیے ، عشر عشیر بیان نہیں ہوگا - ہزاروں ورق سیاہ ہو جائیں گے لیکن ہزارواں حصہ معرض تحریر میں نہ آئے گا - یقین ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے ، اس دردناک سانحے کی یاد تازہ رہے گی - خدا کرے اس بادشاہ دریا دل کے فیض و کرم اور جود و احسان کا ذکر ہر شخص کی زبان پر قیامت تک جاری رہے -

اُن عارفوں ، سادات و مشائخ ، عالموں ، فاضلوں ، طبیبوں ، شاعروں اور ذیجاہ اُمرا کا مختصر بیان جو حضرت صاحبقران ثانی کے عہد میں ہوئے

راقم الحروف نے اس کتاب کے آغاز میں رب العزت کی حمد ، رسول پاکؐ کی نعت اور اہلبیت کی منقبت درج کر کے برکتیں حاصل کی ہیں - لہٰذا مناسب ہے کہ خاتمے میں عارفوں اور عابدوں کا حال تحریر کروں کیونکہ رسول پاکؐ کی حدیث کے بموجب صالحین کے ذکر سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں - یقین ہے کہ اُن کا بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کی برکتیں حاصل ہوں گی اور میرے خامۂ شکستہ رقم نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں ربط و انتظام پیدا ہوگا - کیا تعجب کہ اچھوں کا ذکر کرنے سے میری تصنیف مقبول خاص و عام ہو جائے - جس طرح شہنشاہ زمانہ کے حالات تحریر کرنے کی بدولت اس ناچیز کو عزت و شہرت حاصل ہوئی ہے اُسی طرح مردان حق کے حالات کی برکت سے بالغ نظر اشخاص اور دانشمندوں

میں میرا نام قیامت تک زندہ رہے ۔ اشعار (ترجمہ)

عاقلوں کے فیض سے نادان عاقل ہو جاتے ہیں اور نیکوں
کے اثر سے بدوں میں نیکی آ جاتی ہے ۔ نافے کی تاثیر سے
مٹی میں مشک کی اور پھول کے اثر سے پانی میں گلاب
کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے ۔

خلاصۂ سادات کرام سید محمد بخاری رضوی

اس عالی نسب والا حسب سید کا سلسلہ پانچ واسطوں سے حضرت شاہ عالم احمد آبادی تک اور اُن بزرگوار سے اکیس پشت اوپر چل کر حضرت شاہ ولایت مولا علی مرتضیٰ رض تک پہنچ کر جناب رسول پاک ص سے جا ملتا ہے ۔ اس نامی گرامی سلسلے کے اکثر بزرگ کرامات والے بلکہ ولی یا ولی شعار گزرے ہیں جن کا مسلک و مذہب نہایت پاکیزہ اور ظاہر و باطن انتہائی آراستہ تھا ۔ ان بزرگواروں کے اخلاق و عادات میں انبیا کے طور طریقے موجود تھے ۔ بالخصوص اولیا کے پیشوا سید جلال معروف بہ مخدوم جہانیاں جن کا مزار پاک قصبہ اُوچھ میں واقع ہے ، قطب السادات سید برہان الدین جنھیں سب قطب عالم کہتے ہیں اور جو احمد آباد سے تین کوس پر موضع بتوہ میں آسودہ ہیں نیز سید محمد جو شاہ عالم کے لقب سے مشہور ہیں اور اُن کا روضہ احمدآباد کے نواح میں بمقام رسول آباد واقع ہے ، ایسے ہی فرشتہ خصلت بزرگ تھے ۔

مختصر یہ کہ سید محمد بخاری کے اوصاف حمیدہ کا ذکر قیامت تک کیا جائے تو پورا نہ ہو ۔ خدا سے ایسی لو لگائی تھی کہ ظاہری باطنی تمام رشتے قطع کر کے ذات الٰہی سے واصل ہو گئے تھے ۔ اگرچہ عہد شاہجہانی میں اُنھیں بڑا جاہ و جلال حاصل تھا لیکن دنیائے دوں سے دل نہ لگایا ۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ لاکھوں روپے کی یافت کے باوجود فقیرانہ زندگی بسر کر گئے ۔ شاہی انعامات اور وسیع جاگیر کے علاوہ حضرت کے مرید جو گجرات میں پھیلے ہوئے تھے نیز دوسرے علاقوں کے ارادت مند بڑی بڑی

رقمیں نذر کرتے تھے لیکن آپ یہ ساری دولت فقیروں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے ۔ ایک سادہ کرتا زیب تن رہتا اور روکھی روٹی پر قناعت فرماتے ۔ غریبوں بے نواؤں کے لیے لنگر جاری تھا ۔ سب وہاں سے کھانا کھاتے اور جتنی رقم درکار ہوتی حضرت سے لے لیتے ۔ بالخصوص شاہ عالم کے عرس کی تاریخوں میں رسول آباد کے مقام پر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہوا کرتے تھے ۔ آپ اُن کے واسطے جابجا لنگر قائم کر دیتے ۔ لوگ سیر ہو کر کھاتے بلکہ ساتھ لے جاتے ۔ غرض جو کچھ آمدنی ہوتی مسافروں محتاجوں پر خرچ ہو جاتی ۔ اپنے پاس کبھی ایک کوڑی بھی نہ رکھی ۔

حضرت شاہجہاں دو مرتبہ سید محمد بخاری کے دیدار سے فیض یاب ہوئے ۔ پہلی مرتبہ شاہزادگی کے زمانے میں بمقام احمد آباد دیکھا ۔ دوسری بار اُس وقت جب حضرت جہانگیر کے انتقال کی خبر سن کر قصبہ جنیر سے آگرے کی طرف روانہ ہوئے اور احمد آباد سے آپ کی سواری گزری ۔ کچھ عرصے بعد حضرت نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ۔ اُس وقت سید محمد بخاری کو دمہ کا عارضہ لاحق تھا ۔ آنے جانے سے معذور تھے ۔ ناچار اپنے فرزند ارجمند سید جلال کو (جن کا ذکر عنقریب کیا جائے گا) مبارک باد کے لیے دربار شاہی میں روانہ فرمایا ۔ اُس سید فرشتہ خصلت کا انتقال آٹھویں سال جلوس یعنی ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں ہوا ۔ شاہ عالم کے روضۂ مقدس کے مغربی دروازے کے قریب ایک گنبد میں اُن کا مرقد منور واقع ہے ۔ اپنی تاریخ ولادت کے متعلق سعدی کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے :

من و دست و دامان آل رسول[۱]

اُن کے پوتے سید جعفر ولد سید جلال نے اُن کی تاریخ وفات ''سید محمد آخر الاولیا'' سے نکالی ۔

۱۔ اس مصرع سے ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) برآمد ہوتا ہے ۔

خلاصہ سادات کریم الخصال سید جلال

اُس نفس مطمئنہ کے اعمال و اقوال کی تعریف کرنا ممکن نہیں کیونکہ انسانی اور ملکوتی صفات کا عروج جمیل اُس کی ذات والا صفات میں جلوہ گر تھا ۔ آل نبیؐ اولاد علیؓ کے باعث افتخار تھے ۔ سیادت و شرافت کے آثار پیشانی سے ٹپکتے تھے اور چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ واقعی آل نبی اولاد علی ہیں ۔ ذی علم ، صاحب استعداد ، مومن ، متقی تھے اور معرفت الٰہی سے بہرہ مند ۔ علوم متداولہ کی خوب تحصیل کی تھی ۔ اولیاء اللہ کے مشرب و مقامات سے ایسے آگاہ تھے کہ ذوق معرفت دل میں سما گیا تھا ۔ رفتہ رفتہ وجدان اور معرفت کے بلند ترین درجے حاصل کر لیے ۔ عارفوں کے اسرار و رموز اُن کے دل بیدار پر روشن ہو گئے ۔ ریاضت و عبادت کی کثرت اور علم و عمل کے امتزاج سے سلوک و معرفت کی تمام منزلیں طے کر لیں ۔ اس کے باوجود خوش گفتاری ، فصاحت ، آداب مجلسی اور بادشاہی محفلوں کے آداب میں کامل تھے ۔ یہ صفات اگرچہ جزئی ہیں لیکن انسان کامل کا زیور ہیں ۔ حرکات و سکنات کی سنجیدگی ، گویائی ، موزوں طبعی ، دقیقہ سنجی میں طاق تھے ۔ کبھی کبھی نشاط و انبساط کے تقاضے اور عہد شباب کی سرخوشی میں عاشقانہ و عارفانہ اشعار بھی کہتے ۔ چونکہ اُن کا سلسلہ نسب آٹھویں امام حضرت علی ابن موسیٰ رضاؒ تک پہنچتا ہے لہٰذا اس مناسبت سے رضائی تخلص رکھا تھا ۔ اُس سید ذیجاہ کے کلام میں سے یہاں تین رباعیاں لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے :

رباعی

آن ماہ کہ مہرِ او مرا مضطر داشت
وز خاکِ فراق بر سرم افسر داشت
چون پردہ ز خورشیدِ رخِ خود برداشت
ناگہ دیدم کہ در کلاہم سر داشت

رباعی

عشق است کہ کامِ دل و جان می شکند
عشق است کہ پیدا و نہان می شکند
عقلم آزر شدہ است و عشق ابراہیم
کاین بتہا می‌تراشد آن می شکند

رباعی

ہر چند کہ چون روحِ مجرد پاکم
آلودہ و پابندِ جہانِ خاکم
مانندۂ مہتاب بہ پائے ہمہ کس
می افتم و نورِ دیدۂ افلاکم

یہ فرشتہ صفات سید اپنے پدر بزرگوار کے زمانے میں نیز اُن کے وصال کے بعد جب بھی دربار شاہی میں تشریف لایا ، شاہانہ عنایات سے مشرف ہوا ۔ شاہجہان بادشاہ اُنھیں اپنی مجلس خاص میں بلاتے ۔ اگرچہ حضرت شاہجہان کی نظر پر چڑھنا بہت مشکل کام تھا لیکن یہ سید والا صفات جو زیور علم و کمال سے آراستہ اور بادشاہوں کے آداب مجلس میں ماہر تھا ، حضرت کو بہت ہی پسند آیا ۔ چنانچہ کئی بار فرمایا کہ مابدولت کے عہد حکومت میں سید جلال کا وجود نہایت غنیمت ہے ۔ سچ پوچھیے تو حسب نسب ، صورت شان ، وجاہت و شرافت ، ظاہری اور باطنی کمالات کے سبب اگر کوئی شخص حضرت شاہجہان کا مقرب بننے کا مستحق ہو سکتا ہے تو وہ یہی سید ذیجاہ ہے ۔ ان صفات کی بدولت یہ صورت تھی کہ حضرت بادشاہ سلامت ایک لمحے کو سید جلال کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے ۔ پیش نظر رکھنے کی یہ سبیل نکالی کہ ۹ شعبان ۱۰۵۲ھ (۲ نومبر ۱۶۴۲ء) کو بڑے اصرار کے ساتھ اُنھیں صدر کل کا عہدہ عنایت کر کے چھ ہزاری ذات دو ہزاری سوار کا منصب عطا فرمایا ۔ تمام محتاجوں ، مسکینوں ، عابدوں ، صالحوں کی عرضیوں پر اُنھی کے دستخط ہوتے اور اُنھیں مدد معاش یا جاگیر دی جاتی ۔

سادات رضویہ کے اس چشم و چراغ کی ولادت ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۰۳ھ (۲۲ فروری ۱۵۹۵ء) کو ہوئی - وارث رسول ، سے تاریخ ولادت نکلتی ہے - سن ۲۱ جلوس میں بتاریخ یکم جمادی الاول ۱۰۵۷ھ (۴ جون ۱۶۴۷ء) جہان فانی سے باغ بہشت کو روانہ ہوئے - خدائے پاک نے انھیں دو سعادت مند بیٹے دیے تھے - پہلا فرزند فرشتہ خصلت سید جعفر ہے جو سیرت اور صورت میں اپنے والد بزرگوار کی تصویر ہے - جمال و کمال میں باپ کا وارث ہے - چہرے سے جس کو باطن کا آئینہ کہنا چاہیے ، شرافت و نجابت کے آثار ظاہر ہیں - اخلاق و عادات کا یہ عالم ہے کہ نیک نفسی اور بزرگی خود بخود ثابت ہوتی ہے - دوسرا بیٹا سید علی ہے جس کے چہرے سے انوار الٰہی اور ولایت و کرامت کے آثار نمودار ہیں - رضوی خاں خطاب ہے - صانع قدرت نے اس پاک باطن کا خمیر جنت کی مٹی سے کیا ہے - عفت ، شرافت اور پرہیزگاری پر بے حد مائل ہے - انسان اس کی صورت دیکھ کر نیز اقوال و افعال پر نظر کرکے قدرت الٰہی کا قائل ہو جاتا ہے کہ اللہ اللہ کیسے آدمی پیدا کیے ہیں - شکل مبارک سے اُس کے اخلاق حمیدہ کا اندازہ ہوتا ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ انسان کی شرافت اُس کے بشرے سے ٹپکتی ہے - پروردگار عالم نے اُسے صدرالصدور کا عہدہ عطا کیا ہے - نتیجہ یہ کہ اس والا جاہ دیندار کے حسن عمل سے ضرورت مند ، مسکین اور محتاج خوش حال ہوگئے ہیں -

محرم اسرار فنا و بقا شیخ کامل حضرت میاں میر

یہ عارف کامل جو اہل معرفت کا پیشوا ہے ، فقر و تصوف کے مرحلے طے کرنے کے بعد فنافی اللہ اور ''لا موجود الا اللہ'' کی منزل تک پہنچا - پھر ترک دنیا و مافیہا کرکے خواہشات نفسانی سے بلند ہوکر واصل باللہ ہو گیا - علوم معقول و منقول میں تبحر کا درجہ حاصل کیا تھا اور تمام متداولہ علوم ازبر تھے - اس زمانے کے اکثر دانشور مشکل مسائل حل کرنے کے لیے اُن سے رجوع کرتے تھے - تصوف کے حقائق و معارف نیز اصطلاحات

کے سمجھنے سمجھانے میں بحر زخار تھے ۔ ابن ِ عربی کی تصنیف فتوحات مکیہ کی عبارتیں جابجا سے یاد تھیں اور جامی نے ابن ِ عربی کی فصوص الحکم پر جو شرح لکھی ہے وہ تمام و کمال ازبر تھی ۔ اُس عالی جناب کا نسب حضرت فاروق ِ اعظم تک پہنچتا ہے ۔ میر محمد نام تھا لوگ میاں میر کہتے تھے ۔

حضرت میاں میر کی ولادت ٹھٹھہ کے قریب قصبہ سیوستان میں ہوئی ۔ اُن کی ہمشیرہ اور والدین بھی عارف ِ کامل تھے اور کشف و کرامات کا درجہ رکھتے تھے ۔ حضرت میاں میر ابتدائے شباب میں اپنے وطن سے لاہور آ گئے تھے ۔ پنجاب کی خاک ِ پاک میں عمر بسر کی اور سلسلہ ٔ قادریہ میں داخل ہو کر طریقت و معرفت کی منزلیں طے کیں ۔ چونکہ باکمال عارف اور صوفی نام و نمود سے بھاگتے اور گمنامی و عزلت کو درست رکھتے ہیں لہٰذا ایک مدت تک گوشہ ٔ عزلت میں زاویہ نشیں رہے ۔ سچ ہے عارف کو معروف بننے سے اور خدا کے آشنا کو دنیا کا آشنا ہونے سے کیا واسطہ ۔ عرض چالیس سال کی عمر تک یوں زندگی بسر کی کہ کسی کو اُن کے مدارج ِ عالیہ کا حال معلوم نہ ہو سکا ۔ ذات ِ پروردگار کی طرح مخفی رہے ۔ یہ کیفیت رہی کہ ''میری قبا میں کتنے ہی اولیا پوشیدہ ہیں جنھیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا'' تاہم عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے ۔ بعض اشخاص جنھوں نے صفائے باطن کے سبب اُس گل ِ گلزار معرفت کی خوشبو سونگھ لی تھی اور اس عرش منزلت کے درجے کو پہچان لیا تھا ، ان کے زاویے تک جا پہنچے اور خزانہ ٔ توحید و تصوف کے اُس خزانہ دار سے ملاقاتیں کیں ۔

حضرت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ تمام عمر پارسائی و تجرد میں گزار دی ؛ شادی بیاہ بال بچوں کے بکھیڑے میں نہ پڑے ۔ فقر و فنا اور بے نیازی و استغنا کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے کچھ سوال نہ کیا ۔ ہاں کبھی کبھی جب بشریت کے تقاضے سے بھوک ستاتی تھی تو انتہائی ضرورت کے عالم میں شریف مُریدوں سے اُن کی حلال کی کمائی میں سے نان خشک اور معمولی لباس کے لیے کچھ قبول فرما لیتے ۔ دنیا والے اُن کے پاس پہنچتے

تو انھیں یہی تلقین کرتے کہ علائق کا پھندا توڑ کر نکلو ۔ مریدوں کو معرفت و سلوک کی منزل تک پہنچانے میں انھیں کمال حاصل تھا ۔ جو سعادت مند اُن کے حلقے میں داخل ہو کر طریقت کی منزل میں قدم رکھتا ، بہت جلد اونچے درجوں پر پہنچ جاتا ۔ آخر عمر میں معشوق حقیقی کا جلوہ نظر میں ایسا سما گیا تھا کہ باقی تمام چیزیں نظر سے محو ہو گئی تھیں ۔ وحدت شہود میں ڈوب کر ہر لمحہ شاہد ازل کا جمال دیکھا کرتے ۔ علائق دنیوی سے آزردہ ہوتے تھے ۔ اپنے بیگانے سب سے علیحدہ ہو کر گوشہ عزلت میں بیٹھے رہتے ۔ اس شعر کا مضمون اُن کے حسب حال تھا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو محبوب کی یاد میری رفیق ہوتی ہے لیکن جب کوئی شخص آ بیٹھے تو وہ وقت تنہائی سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے ۔ غرض زاویہ نشینی اور گوشہ گزینی کے زمانے میں تمام تعلقات توڑ کر کنج تنہائی میں بیٹھے رہتے ۔ اہل دنیا سے ملنا یا اُن کے گھر جانا تو درکنار ، فقیروں اور درویشوں تک سے نہ ملتے ۔

حضرت شاہجہاں کو خدا رسیدہ بزرگوں اور اللہ والوں سے ملنے کا بہت شوق ہے کہ یہی چیز بارگاہِ الٰہی میں عزت کا ذریعہ ہے ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ، بادشاہ سلامت جب کشمیر سے واپس آئے تو دو مرتبہ اُن کی خانقاہ میں جلوہ افروز ہوئے ۔ اگرچہ میاں میر صاحب کو دنیا والوں کی ملاقات سے نہایت نفرت و وحشت تھی اور ہمیشہ اس کام سے بچتے تھے لیکن حضرت شاہجہاں سے بڑی کشادہ پیشانی سے ملے ۔ خلفائے راشدین کے اس جانشین (شاہجہاں) کے ساتھ خوشی سے بیٹھے بلکہ اصرار کیا کہ دیر تک تشریف رکھیے ۔ غرض وہ صحبت بہت ہی دلفریب و دلآویز تھی ۔ اہلِ مجلس نے روحانی فیض خوب حاصل کیا ۔ بادشاہ سلامت کو بھی اُس پیشوائے اہلِ طریقت سے مل کر اتنی عقیدت ہوئی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ۔ بارہا اُن کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے عارفوں اور درویشوں میں میاں میر صاحب کو کامل پایا ۔ بادشاہ زادگی کے زمانے میں حضرت کی ملاقات شیخ المشائخ شیخ فضل اللہ سے برہان پور میں ہوئی تھی ۔ وہ بھی واصلین میں سے تھے لیکن حضرت

میاں میر کو اُن سے بھی زیادہ فنا فی اللہ پایا ۔ میاں میر صاحب ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں مقیم رہے ۔ سالکانِ طریقت کی رہنمائی اُن کا شیوہ تھا ۔ ۱۰۴۴ھ مطابق ۳۳-۱۶۳۲ء میں اُن کا طائرِ روح قیدِ عناصر سے آزاد ہو کر باغِ بہشت میں داخل ہوا ۔ مرقدِ منوّر موضع غیاث پور میں ہے جو غلّے کی منڈی عالم گنج (لاہور چھاؤنی) کے نزدیک واقع ہے ۔

شیخ بلاول قادری

گوشہ نشینی کے عاشق تھے اور وحدت الوجود کے قائل ۔ نہایت پرہیزگار اور بےنظیر پارسا بزرگ تھے ۔ کسی سے سوال کرنا ان کا شیوہ نہ تھا لیکن مریدوں کی نذریں اور پیشکشیں قبول فرماتے اور محتاجوں مسکینوں کے واسطے لنگر جاری کرکے انھیں کھلا دیتے یا حسبِ ضرورت تقسیم فرما دیتے ۔ دن رات فقیروں اور مسکینوں کی خدمت گزاری میں سرگرم رہتے تھے ۔ شگفتہ پیشانی ، کشادہ رو ، مہمان نواز ، خوش گفتار اور با اخلاق مہذّب بزرگ تھے ۔ زبانِ مبارک سے عمدہ نصیحتیں ، دلنشیں مواعظ اور اچھی باتیں نکلتی تھیں ۔ گفتگو میں موقع محل کی مناسبت سے وعظ و پند کے کلمات بھی ارشاد فرماتے ۔ فی‌الحقیقت اُن کی باتیں دل میں اُترتی تھیں اور لوگ اُنھیں نہایت ادب سے سنتے تھے ۔ بادشاہِ دیندار کئی مرتبہ اُن کی خانقاہ میں تشریف لے گئے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ شعبان ۱۰۴۶ھ (جنوری ۱۶۳۷ء) میں جہانِ بےثبات سے انتقال فرمایا ۔

مظہرِ انوارِ الٰہی مولانا محب علی

دریائے حقیقت و معرفت کا یہ شناور فنا فی اللہ کے درجے کو پہنچ کر باقی باللہ کی منزل پر آیا تھا ۔ شرابِ شوق سے بےخودی کے باوجود ذوقِ معرفت میں کامل تھا ۔ وجدان کے سبب انا الحق کا ترانہ اُن کی زبان پر جاری رہتا ۔ وحدت الوجود کے نکتہ داں تھے اور نشۂ معرفت کے جوش میں اپنی ذات کو فراموش کر چکے تھے ۔ بے نیازی و استغنا کا یہ عالم تھا

کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں سے بے پروا تھے اور دوزخ و جنت کے چکر سے آزاد ۔ فقیروں مسکینوں کی خدمت کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا ۔ عوام کے مقاصد و حاجات پورے کرنے میں امکان سے زیادہ کوشش کرتے ۔

مولانا محبِ علی کا نسب اویماق چغتا سے ملتا ہے جو مشہور کوہ نشین قبیلہ ہے ۔ عوام الناس انھیں سندھی کہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے والد صدرالدین جنت آشانی ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ٹھٹھہ میں پہنچے ۔ کم عمری کے سبب وہیں رہ گئے اور سن تمیز کو پہنچنے کے بعد وہیں شادی کی ۔ محبِّ علی کی ولادت اور نشو و نما ٹھٹھہ ہی میں ہوئی ۔ جب علوم دین کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور عبدالرحیم خان خاناں نے سندھ کو فتح کیا تو اُن کے ذوق معرفت سے آگاہ ہو کر فرمایش کی کہ میرے ہمراہ چلیے ۔ یہ اس بات پر راضی ہو گئے ۔ تیس سال کی عمر میں یہ مقامِ برہان پور کسی خانقاہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ کچھ عرصہ بعد حج اور زیارت کے ارادے سے روانہ ہوئے ۔ بندرگاہ سورت میں پیر کامل عارفِ باصفا شیخ محمد فضل اللہ سے ملاقات ہوئی ۔ انھی کی صحبت میں رہنے لگے ۔ فضل اللہ نے انھیں اپنا خرقہ عطا کر کے ارشاد و ہدایت کی اجازت دے دی ۔ حج کر کے واپس آئے تو برہان پور میں حضرت شاہجہاں کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ۔ بادشاہ کی فرمائش کے بموجب ان کا ساتھ اختیار کیا ۔ ہر وقت ہر جگہ ان کے ہمراہ رہتے ۔ یہاں تک کہ سن ایک ہزار ہجری[1] میں جہان فانی سے رخصت ہو کر بہشتِ بریں کی راہ لی ۔

وہ عارفِ کامل ذوق معرفت کے غلبے میں کبھی کبھی پر لطف اشعار

۱۔ محمد صالح کنبوہ نے عبدالحمید مصنف بادشاہ نامہ کے انتقال کے بعد مرنے والے با کمالوں اور بزرگوں کا ذکر جہاں بھی کیا ہے ان کا سن وفات صحیح نہیں لکھا ۔ یہ نقص اس کی تحریر میں جابجا موجود ہے جس کی اصلاح حتی الوسع کی گئی ۔

کہہ کر آتش شوق کو بجھاتے تھے - وجد کی حالت میں مثنوی ، غزل ، قصیدہ ، رباعی تصنیف کرتے تھے - بالعموم ایسے مضامین باندھتے جن سے عشق حقیقی اور معرفت الٰہی کی خوشبو ارباب شوق کے دماغ میں پہنچتی ہے - یہاں ان کے کلام میں سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں :

بادے نہ وزد بہ ہیچ سوئے
کز من نبرد دلے ببوئے
چوں آئینہ خلوتے است ما را
نابستہ درے بہ ہیچ روئے

مثنوی

غبارے کہ بینی دریں پہن دشت
گریوہ است در رہ گہ بازگشت
کلوخے دوبالائے ہم چیدۂ
برو خانماں گفتہ پیچیدۂ
غمے چند بر گردن دل سوار
تو نامش کنی خانۂ روزگار
یکے صورت ماہ در آب دید
رواں بر سرش دام ماہی تنید
چو از جنبش باد درہم شکست
بہ غواصی آمد کش آرد بدست
فرو رفت ناگہ بہ کام نہنگ
ترازوئے مارا ہمین است سنگ

نظم

عشق را خانہ ایست بر سر دار
نے درش بستہ نے کسے را بار

سست بنیاں چو گریۂ ماتم
تنگ میداں چو خندۂ بیمار
سالکانش چو چاه خانه نشیں
ساکنانش چو ماه خانه گزار
کس ازاں خانه ره نبرده بدر
وز درش نیز کس نه رفته به دار
نه دراں مے نه جام ، مستانش
بے خبر گشته از سر و دستار

رباعی

اے من تو ، تو من ، نه من تو گشته نه تو من
اے من با تو بسانِ سلویٰ با من
اے من بہ تو چوں سنگِ ترازو ہمراه
یک من چو کشی بکش به ناچار دو من

بزرگوار عزیزالوجود خواجہ خاوند محمود

اس بزرگ کا نسب ددھیال کی طرف سے علاء الدین عطار تک اور ننھیال کی جانب سے سلطان اولیا خواجہ بہاء الدین نقش بند تک پہنچتا ہے ۔ خدائے پاک اُن کی قبروں کو منور و معطر کرے ۔ خواجہ اسحاق دہ بیدی کے مرید تھے جن سے ارشاد و ہدایت کا پروانہ حاصل کیا تھا ۔ خواجہ خاوند محمود کے مریدوں کا باقاعدہ سلسلہ ہے جو خانقاہ نشین تھے ۔ توراں کے تمام باشندے اُن سے ارادت و عقیدت رکھتے ہیں ۔ وہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے زمانے میں وطن سے چل کر کابل آئے ؛ وہاں سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور بارگاہ شاہجہانی میں حاضر ہونے کے بعد کشمیر میں رہ پڑے ۔ وہاں عالی شان خانقاہ بنوائی ۔ سن ایک ہزار کچھ ہجری میں دنیائے دوں سے بہشت بریں کو روانہ ہوئے ۔[1]

---

۱ ۔ مفتی غلام سرور نے ۱۰۵۲ھ تحریر کیا ہے ۔ خزینۃالاصفیا ، جلد دوم ، ص ۶۲۹ ۔

عارف حقائق آگاہ مُلاّ شاہ بدخشی

آبائی وطن بدخشاں ہے - اُن کی پیشانی مبارک پر صبح صادق کی روشنی اور آفتاب تاباں کی ضو برستی تھی - چونکہ صاحبان طریقت شریعت اسلامی کے پابند ہوتے ہیں ، اور ارباب معرفت ہمیشہ علم دین کے طالب رہتے ہیں لہٰذا اپنے والدین کی زندگی ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے - ازبسکہ عمل کے بغیر علم ابلیس کا آلہ' کار بن جاتا ہے اس لیے معقول و منقول علوم سے فراغت پا کر حقیقت و معرفت کے رموز سیکھنے پر مائل ہوئے - ہر وقت یہی دھیان رہنے لگا - آخر یہ محسوس ہوا کہ مدرسہ کی تعلیم اور مختلف علوم کی کتابوں سے دل کے دروازے نہیں کھلتے اور بارگاہ معرفت تک رسائی حاصل نہیں ہوتی - توفیق ایزدی اور تائید ربانی کی بدولت ۱۰۲۳ھ میں ہندوستان آئے - لاہور پہنچتے ہی حضرت میاں میر کی خانقاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی - مدت تک اُن کی خدمت میں آتے جاتے رہے - اُن کی عادت تھی کہ کسی کی طرف توجہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کا پاس آنا گوارا نہ تھا - بالآخر جب دیکھا کہ مرید نہایت ثابت قدم اور راہ طلب میں سرگرم ہے تو مہرباں ہوئے - ارشاد و ہدایت سے بہرہ مند کر کے اپنے طریقے کی تلقین فرمائی - ملا شاہ نے تھوڑے ہی عرصے میں حقیقت و معرفت کے مراتب طے کر لیے - پھر مرشد کے اشارے سے کشمیر میں قیام اختیار کیا - لیکن یہ دستور رکھا کہ گرمیاں کشمیر میں گزارتے اور جاڑے کے موسم میں لاہور چلے آتے - ۱۰۷۲ھ میں سفر آخرت اختیار کیا[1] - شعر گوئی سے شغف تھا - اشعار میں طریقت و معرفت کا رنگ ہوتا - مثنوی ، قصیدہ ، غزل اور رباعی وغیرہ کہتے اور مضامین آبدار نظم کرنے میں کامل تھے - یہاں ان کے چند اشعار لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے :

۱- ولیم بیل نے ص ۱۹۶ پر مُلاّ شاہ کا سال وفات ۱۰۶۹ھ تحریر کیا ہے - خزینۃ الاصفیا ، ص ۱۷۴ پر یہی سال درج ہے -

ابیات

آن ابروئے کجش را تیغِ خمیده گفتم
زان تیغ اشاره کرده بالائے دیده گفتم

چشم و ابروش چو باهم پیوست
درمیان شرحِ اشاراتے هست

رباعی

از بستگیِ خویش اگر واگردی
بر دار و رسن خویش مهیا گردی
وا کرد بگردِ خویش مانندِ حباب
تا وا گردی ز خویش دریا گردی

ایضاً

از شش جهتم روئے نمودی آخر
از هر طرفم دام ربودی آخر
بیرون و درون جلوه گرے می دیدم
بر تحقیق آمدم تو بودی آخر

رباعی

رفتیم به هرجا که ده و بستان است
خفتیم به هرجا که گل و [ریحان] است
چون طفلِ رضیع رو به خویش آوردیم
دیدیم که شیر در همین پستان است

رباعی

اے بند بہ پائے و قفل بر دل ہشدار
وے دوختہ چشم پائے در گِل ہشدار
عزمِ سفرِ مغرب و رو در مشرق
اے راہروِ پشت بہ منزل ہشدار

پیشوائے اہل یقین میر حسام الدین

اس لعل بے بہا کے بزرگوں کا وطن بدخشاں ہے ۔ ان کی ولادت اور نشو و نما ہندوستان میں ہوئی ۔ والد ماجد کا نام قاضی نظام ہے جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں امامت کے درجے پر فائز ہوئے اور قاضی خاں کے خطاب سے سرفرازی پائی ۔ بعد ازاں مختلف مجاہدات اور لڑائیوں میں جوہر شجاعت دکھا کر غازی خاں کا خطاب حاصل کیا ۔

میر حسام الدین آغاز شباب میں شاہی منصب دار مقرر ہوئے ۔ عین جوانی میں زنجیر علائق کو توڑ کر اور ہوا و ہوس کا دامن چھوڑ کر گوشۂ عزلت میں بیٹھ گئے ۔ فقر و تصوف کے دوش بدوش زہد و عبادت کے حامل تھے ۔ زیادہ وقت عبادت اور قرآن پاک کی تلاوت میں گزرتا ۔ مہینے میں پندرہ بار کلام اللہ کا ختم کرتے ۔ علوم متداولہ سے بھی خوب بہرہ مند تھے ۔ عالموں میں شمار ہوتا تھا ۔ حضرت باقی باللہ کے مرید تھے جن کا خاندان سمرقندی تھا اور وہ خود کابل میں پیدا ہو کر آخر کار دہلی چلے آئے تھے ۔ میر حسام الدین نے ان سے معرفت و سلوک کے طریقے سیکھے اور ذکر خفی کے طریقوں سے آشنائی حاصل کی ۔ اور ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی ۔ سن ایک ہزار کچھ ہجری میں فوت ہوئے ۔

صاف باطن ، پاک ظاہر ، شیخ ناظر

اگرچہ علوم متداولہ سے چنداں بہرہ مند نہ تھے لیکن شریعت کے فرائض اور سنتوں پر اتنا عمل کرتے تھے کہ عبادت اور عبدیت کا حق

ادا ہو جاتا تھا ۔ شریعت کی انتہائی پابندی کے دوش بدوش طریقت کے آداب بھی خوب بجا لاتے ۔ حضرت سید احمد گجراتی کے مرید تھے جو سید رفیع الدین ابن سید جعفر شیرازی کے بیٹے تھے ۔ گجرات میں رہنے لگے تھے اور ذات الٰہی سے واصل ہو گئے تھے ۔ شیخ ناظر کو سید احمد صاحب سے جو اجازت نامہ ملا تھا اس میں ان کا نام سید حاجی ولد سید ناصر تحریر ہے ۔ لیکن چونکہ سید احمد انھیں شیخ ناظر کہہ کر خطاب کرتے تھے اس لیے انھوں نے اپنے مرشد کا پکارا ہوا نام ہی اختیار کر لیا ۔

شیخ ناظر مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے ۔ جب تصوف و معرفت کا شوق شروع ہوا تو مختلف علاقوں اور صحراؤں میں دشت نوردی کرتے رہے ۔ فقر و مسکنت کا شیوہ اختیار کیا ۔ یہاں تک کہ انتہائی اونچے درجے حاصل کر لیے ۔ حضرت شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھی کے ساتھ رہنے لگے ۔ سفر ، حضر ، خلوت ، جلوت ، دن ، رات خدمت والا میں حاضر رہتے ہیں ۔ گرمی ہو یا جاڑا ہر موسم میں روئی بھرا ہوا جبہ پہنے رہتے ہیں ۔ اس کے اوپر پشمینے کی گدڑی بھی ہوتی ہے ۔ اس بھاری بھر کم لباس کے باوجود ہر وقت جنگی ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں ۔ تلوار اور جمدھر کمر میں ہوتے ہیں ۔ پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش اور ڈھال ، ہاتھ میں نیزہ ۔ اس طرح حضرت شاہجہاں کی خواب گاہ کے دروازے پر نہایت ہوش مندی اور خبرداری کے ساتھ پہرہ دیتے ہیں ۔ ان کا دعویٰ ہے کہ پروردگار عالم نے مجھے حضرت شاہجہاں کی پاسبانی پر مامور فرمایا ہے ۔[1]

۱۔ اگرچہ یہاں مصنف نے تمام حالات فعل حال میں لکھے ہیں لیکن مفتی غلام سرور نے لکھا ہے کہ شیخ ناظر کا ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ء) میں انتقال ہو گیا تھا ۔ 'ولی اعظم' اور 'شہ ملک کرامات' سے تاریخ وفات نکلتی ہے ۔ دیکھیے خزینۃ الاصفیا ، ص ۴۸۳ ۔ محمد صالح کمبوہ نے سال وفات ۱۰۵۸ھ لکھا ہے ۔

سرکار شاہجہانی سے شیخ ناظر کا بھاری روزینہ مقرر ہے لیکن اس وسعت معاش کے باوجود اُن کا دستور ہے کہ کبھی کبھی جنگل سے گھاس اور ایندھن کا گٹھا لا کر شہر میں بیچتے ہیں اور اس رزق حلال سے اپنے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں - کبھی جنگل کی جڑی بوٹیوں پر گزارا ہوتا ہے - اُس صوفی روشن ضمیر سے بعض عجیب عجیب باتیں ظاہر ہوتی ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے - خرق عادت کہیے تو بجا ہے - بعض کوتاہ اندیش ، ناقص العقل اشخاص اُس عارف خدا رسیدہ کے ان اعمال کو شعبدہ قرار دیتے ہیں - کوئی کہتا ہے کہ یہ سیمیا کا عمل ہے اور محض ڈھکوسلا جس کی بنیاد کچھ بھی نہیں - کوئی نظر بندی سے تعبیر کرتا ہے - لیکن ان غافلوں کو یہ احساس نہیں کہ سیمیا تو محض نمائش ہوتی ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی اور دم بھر بعد اُس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے - شیخ ناظر سے جو کرامات سر زد ہوتی ہے اُس کی کیفیت میں کبھی تغیر نہیں آتا - چنانچہ بارہا یہ اتفاق ہوا کہ شیخ موصوف نے دانا فرزانہ آدمیوں کے ہاتھوں سے کنکر پتھر لیے اور اُن کے روپے بنا دیے - یہ روپے مدتوں اسی طرح رکھے رہے - کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی - خود خاقان دہر نے بیان فرمایا کہ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ شیخ ناظر نے حاضرین بارگاہ کے ہاتھوں پر پانی کا قطرہ ڈالا اور وہ اُن کے ہاتھوں میں نہایت چمک دار موتی بن گیا - مٹی یا موم کے گولوں سے گوہر شاہوار بنا دیے - مٹی کے ڈھیلے کو نمک یا مصری میں تبدیل کر دیا - سیخ کی مچھلی بنا ڈالی -

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ اعلیٰ حضرت قوالوں کا گانا سن رہے تھے ، شیخ ناظر کو اُن کے سرود سے سرور ہوا ؛ وجد و سماع کے جوش میں بولے کہ پانی لاؤ - پیالہ آیا تو اُس میں سے تھوڑا سا پانی پی کر باقی پانی حاضرین کو دے دیا - جس نے پیا اُسے شہد کے شربت کا مزہ معلوم ہوا - اعلیٰ حضرت ہی کا بیان ہے کہ بارہا سماع سنتے ہوئے شیخ ناظر پر حال طاری ہوا - جوش و خروش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ حاضرین مجلس دہشت کے مارے بے اختیار اُٹھ کھڑے ہوتے بلکہ ماہدولت پر بھی اضطراب طاری ہو جاتا - ایک روز شاہزادہ دارلشکوہ اور قاضی محمد اسلم دونوں نے یکسو

زبان ہو کر عرض کیا کہ شیخ ناظر نے ہماری نظر کے سامنے رومال کا کبوتر اور گھاس کے پتے کا کیڑا بنا دیا ۔

شیخ ناظر نے ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) میں کابل کے علاقے میں جہان فانی سے رخت سفر باندھا ۔ نعش آگرے لائی گئی ۔ دریائے جمنا کے کنارے بھوج والی حویلی کے پاس دفن ہوئے ۔

عارف کامل شیخ حبیب معروف بہ راجا

ریاضت و مجاہدہ کرنے والا آزادہ رو درویش ہے ۔ توحید میں غرق اور کنج عزلت کا عاشق ۔ دارالخلافہ آگرہ میں رہتا ہے ۔ حب جاہ اور دنیوی طمع کو دل سے بالکل نکال دیا ہے ۔ صفائے قلب اور روشن ضمیری کا یہ عالم ہے کہ اکثر غیب کی خبریں سناتا ہے ۔ چنانچہ موسوی خاں صدرالصدور سے ایک مرتبہ بتایا تھا کہ فلاں تاریخ میں قندھار کا قلعہ شاہجہانی امیروں کے قبضے میں آ جائے گا ۔ فلاں وقت ترکوں کی فوج قزلباشوں کے لشکر پر غالب آئے گی اور بغداد نیز نواحی علاقے پر قابض ہو جائے گی ۔ صدرالصدور نے اپنی پاک زبان سے یہ باتیں جہاں پناہ کے گوش گزار کیں ۔ جہاں پناہ نے تصدیق فرمائی کہ فی الواقع دونوں باتیں اسی طرح ظہور پذیر ہوئیں ۔ تفصیل اپنے مقام پر تحریر ہو چکی ہے ۔ دو مرتبہ حضرت کے خلوت خانے میں بھی تشریف فرما ہوئے ۔ سال وفات سن ایک ہزار کچھ ہجری ہے ۔

مقرب درگاہ باری ، مُلاّ خواجہ بہاری

احرار و اخیار کے اس پیشوا کا وطن صوبہ بہار ہے ۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد آغاز شباب میں بہار سے چل کر لاہور تشریف لائے اور یہاں حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کر کے اُن سے ارشاد و ہدایت کا پروانہ حاصل کیا ۔ درویشی و فقر کا وہی شیوہ جو میاں میر کا طریقہ تھا ، اختیار کر کے اُن کی خانقاہ میں ریاضت اور مجاہدہ شروع

کر دیا ۔ تھوڑے ہی عرصے بعد فتوح و فیوض کی برکت سے اونچے مراتب پر فائز ہوئے ۔ اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں ساری جوانی اور بعد کا زمانہ پارسائی میں گزار دیا ۔ لوگوں کی پیش کی ہوئی نذریں یا تحفے قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیتے ۔ لاہور ہی میں خاقان زمانہ کی خدمت میں باریاب ہوئے ۔ بادشاہ دیندار نے اُن کا طور طریقہ بہت پسند فرمایا ۔ ...۱۰۰۰ھ ؟ میں انتقال ہوا ۔[۱] میاں میر کے روضے کے پاس رکھے گئے ۔

عارف حق آگاہ شیخ صادق برہان پوری

شاہ راہ طریقت کا یہ سالک اور بارگاہ رب العزت کا محرم دنیوی تعلقات سے نہایت بیگانہ اور آزادگی و وارستگی کا عاشق تھا ۔ کشف و کرامات اور صفائے باطن سے بہرہ مند تھا ۔ حضرت شاہجہان کی شاہزادگی کے زمانے میں بعض مقرب اشخاص کے ذریعے یہ بشارت دی تھی کہ عنقریب تاج بادشاہی آپ کے سر مبارک پر اور تخت سلطنت آپ کے زیر قدم ہوگا اور آپ کی نیز آپ کی اولاد کی انصاف پروری کی بدولت قیامت تک حکومت آپ کے خاندان میں رہے گی ۔ پہلی بشارت بہت جلد سچی ثابت ہوئی ؛ امید ہے کہ دوسری پیشگوئی بھی درست نکلے گی ۔

صوفی صاف ضمیر میاں شیخ پیر

یہ اُن بزرگوں میں سے ہیں جن پر وجد و حال کی کیفیت طاری رہتی ہے ۔ موسیقی اور سماع کی طرف شدت سے مائل تھے ۔ شادمانی و خوشدلی میں وقت گزارتے اور فرقۂ ملامتیہ کے انداز پر لوگوں کی قیل و قال کی پروا نہ کرتے ۔ صوفیانہ تصانیف جنھیں اہل معرفت کی اصطلاح میں 'ذکر' کہتے ہیں ، تالیف کرتے تھے ۔ ہمیشہ اعلیٰ حضرت کی سلطنت کے دعاگو رہے ۔ بلکہ حضرت کی شاہزادگی کے زمانے میں بعض سفروں میں ہمرکابی کا شرف حاصل کیا ۔ چونکہ حضرت کو عارفوں ، درویشوں سے بہت اعتقاد ہے لہٰذا

۱۔ مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا ، ص ۱۶۹ پر ۱۰۶۰ھ درج کیا ہے ۔

اکثر اُن کے ساتھ نہایت اعزاز و احترام سے پیش آتے اور اُن کے اخلاص کے صلے میں نقد و جنس عطا کیا کرتے ۔ اُن کے حال پر خاص مہربانی مبذول رکھتے ۔ سن ایک ہزار ہجری ؟ میں جہان فانی سے رحلت کی ۔ قصبہ میرٹھ میں دفن ہوئے ۔

نکتہ دان توحید ، پیشوائے اہل توکل و تجرید شیخ عبدالرشید

اس جامع کمالات ہستی سے دنیا کی برکت وابستہ ہے ۔ آپ کا دل پرنور مطلع خورشید کی طرح انوار الٰہی کی تجلی سے روشن ہے اور جونپور کی خاک پاک آپ کا وطن ۔ ظاہر و باطن کی پاکیزگی ، نیک سرشتی ، ذہانت و ذکاوت آپ کی خصوصیات ہیں ۔ نہایت مقدس ، بابرکت اور مبارک قدم ہستی ہیں ۔ بے مبالغہ لکھتا ہوں کہ اُن کی گفتگو سے بوئے معرفت آتی اور اُن کی باتیں سن کر دل میں توحید و معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے ۔ میدان حقیقت کا یہ شہسوار اہل دنیا کی صحبت سے بہت ہی گریزاں ہے اور اُن کی ملاقات سے نہایت متنفر ۔ بے نیازی و استغنا اُن کا شیوہ ہے ۔ تعینات کے پردوں کو اُٹھا چکے ہیں ۔ لوگوں سے فتوحات یا نذریں بالکل نہیں لیتے اور دنیا والوں سے قطعاً نہیں ملتے ۔ ایک مرتبہ بادشاہ خدا آگاہ (شاہجہاں) نے اُن خلوت نشین عارف سے ملنے کی خواہش کی ۔ کسی آداب داں باتمیز ملازم کے ہاتھ فرمان بھیجا جس میں تاکید تھی کہ مابدولت کو اپنی ملاقات سے محظوظ فرماؤ ۔ وہ زاہد کامل کہ دنیا و مافیہا کے تمام رشتے توڑ چکا تھا ، ہرگز اپنے گوشۂ عزلت سے نہ نکلا ۔ فرمان شاہی کی تعمیل سے پہلو تہی کی ۔ المختصر اگر اُن کے فضائل ، حالات ، ذوق و شوق اور نظریات کا بیان کیا جائے تو ایک جداگانہ کتاب درکار ہوگی ۔ سردست اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

فاضل کامل ، سعید ازل و ابد ، میر سید محمد

پروردگار عالم کی عنایتوں سے بہرہ مند ہیں اور اخلاق محمدی کا نمونہ ۔ مبدأ فیاض کی عنایت سے ہمیشہ معرفت کی منزل میں رہتے ہیں اور معشوق

حقیقی کی بارگاہ تک پہنچ چکے ہیں ۔ تعلیم و ہدایت میں ایسے کامل ہیں کہ سیاہ قلب اشخاص کے دلوں کو روشن کر دینا اُن کا ایک کرشمہ ہے ۔ ارباب معرفت سے مل کر اور تصوف کی کتابیں بڑھ کر نہایت مسرور ہوتے ہیں ۔ ہمیشہ اہل معنی سے صحبت رہتی ہے ۔ آغاز حال میں قصبہ قنوج میں کہ اُن کا وطن ہے ، گوشہ نشیں رہتے اور علوم ظاہری نیز علم معرفت کی تعلیم دیتے تھے ۔ گوشۂ فقر میں نہایت صبر و قناعت سے وقت بسر کرتے ۔ ارباب دولت اُنھیں بلاتے تو ہرگز نہ جاتے ۔ لیکن حضرت شاہجہاں نے طلب فرمایا تو بارگاہ والا میں تشریف لائے ۔ سن ۳۲ جلوس (۱۶۵۸ء) کے آغاز سے مرتے دم تک ہر وقت مجلس شاہی میں حاضر رہتے اور کلام اللہ نیز احادیث رسولؐ کے مطالب اور نکات بیان کر کے اہل محفل کو مستفید کیا کرتے ۔ آج کل حضرت اورنگ زیب کی خدمت بابرکت میں رہ کر احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت[1] کے نکتے بیان کرتے ہیں ۔

عارف حقائق آگاہ ، معنی شناس شیخ عنایت اللہ

اس فرشتہ طینت بزرگ کا آبائی وطن لاہور ہے ۔ اُن کی ولادت دارالسرور برہان پور میں ہوئی ۔ ابتدائے عمر میں شاہی منصب دار رہے ، پھر دل میں آیا کہ اہل دنیا کی صف میں شامل رہنا عالی ہمتی سے بعید ہے ۔ فضل خدا کی رہنمائی سے ترک و تجرید کی راہ اختیار کی اور معرفت و حقیقت کی طرف مائل ہو گئے ۔ اگرچہ کچھ مدت تک علوم ظاہری تحصیل کر کے کافی استعداد بہم پہنچائی اور بعض دیندار بزرگوں سے شریعت کے مسئلے مسائل بھی سیکھے لیکن ذوق و شوق کی منزل تک پہنچنے کے لیے بیتاب رہتے تھے ۔ ظاہر ہے کہ عقلی علوم سیکھنے سے عشق حقیقی کے نکتے دریافت نہیں ہوتے ،

۱۔ احیاء العلوم الدین امام غزالی کی عربی تصنیف ہے جس کا یہ اختصار فارسی ترجمہ انھوں نے کیمیائے سعادت کے نام سے کیا تھا ۔ اس کے اُردو ترجمے بازار میں دستیاب ہیں (تاریخ ادبیات ایران ص ۲۰۱)

مدرسے میں خانقاہ والا فیض معرفت حاصل نہیں ہوتا ، سراب سے پیاسے کی پیاس نہیں بجھتی اور کاغذی پھولوں سے گلاب نہیں کھنچتا لہٰذا ایک روز بے اختیار تعلیم و تعلم کو خیرباد کہہ کر مدرسے سے خانقاہ کی راہ لی اور سلطان الاولیا حضرتِ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے [۱] ۔ اُن کی روح پر فتوح کی برکت اور ارشاد کی تاثیر سے علائق دنیوی کو توڑ ڈالا ۔ گھربار بیوی بچے سب سے قطع تعلق کر کے فقیری اختیار کر لی ۔ گوشۂ خلوت میں ایسے بیٹھے کہ دوست آشنا اپنا بیگانہ کوئی وہاں نہ آسکتا تھا ۔ خدائے پاک سے لو لگا لی ۔

پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ رات رات بھر جاگ کر شب زندہ داری کرنے لگے ۔ مجاہدات اور ریاضتوں سے آئینۂ دل کو ایسا چمکایا کہ مشاہدات کی تجلیوں سے فیض یاب ہوئے ۔ شام سے صبح ہونے تک نمازوں میں مشغول رہتے اور صبح سے شام تک کلام اللہ کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں محو ہوتے ۔ جیسا کہ اُن کے چہرے سے ظاہر تھا ، دنیا کی ہر چیز کا نقش لوح دل سے مٹا دیا تھا ۔ لا موجود الا اللہ کے نکتہ دان بن گئے ۔ رخ پرنور سے ٹپکتا تھا کہ ہم دنیا ترک کر چکے ہیں ۔

المختصر کمالات انسانی کا وہ مخزن میرا مربی اور ولی نعمت تھا ۔ ہر طرح میری تربیت و پرورش کی ۔ سخن سرائی اور معنی آفرینی میں کامل تھا ۔ میری طفلی سے آج تک میرے کلام کی اصلاح کرتا رہا اور اُسے حسن لفظ و معنی سے آراستہ کیا ۔ میری اس کتاب کو بھی وہ ضرور اصلاح دیتے اور اُن کے فیض اصلاح سے یہ تصنیف ہر طرح مکمل ہو جاتی لیکن تقدیر کو یہ منظور نہ ہوا ۔ وہ بزرگوار اس کی تکمیل سے پہلے ہی بتاریخ

۱- یہاں مصنف یا کاتب سے سہو ہوا ہے ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا انتقال بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہوا (محبوب طرزی ۔ اولیائے کرام ص ۸ نیز مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیا) ۔ ظاہر ہے کہ شیخ عنایت اللہ کا زمانہ اُن سے چار صدی بعد کا ہے ۔ کسی اور تذکرے سے عنایت اللہ کے کسی مرشد کا نام دریافت نہ ہو سکا ۔

۱۹ جمادی الاول ۱۰۸۲ھ (۵ ستمبر ۱۶۷۱ء) جمعرات کے دن بہ عمر ۶۵ سال جہان فانی سے خلد بریں کو روانہ ہو گیا ۔ اُن کی تاریخ ولادت بھی ۱۹ جمادی الاول ہی تھی ۔ اُن کے انتقال سے مجھ غم نصیب کی زندگی سراسر عذاب بن گئی ۔ دل زار میں سیکڑوں نشتر چبھ چبھ کر ٹوٹ گئے ۔ کاش میری باقی عمر اُس بزرگوار کو لگ جاتی اور میں اُن کے سامنے فوت ہوتا تاکہ دل پر اتنا غم نہ پڑتا اور آنکھیں یوں اشکبار نہ ہوتیں ۔ افسوس اُن کے انتقال سے شعر و سخن کی مجلس جو گلشن فردوس سے زیادہ رنگین تھی ، غم و اندوہ کی خزاں سے ایسی بے رونق ہو گئی کہ تمام پھول جھڑ گئے ۔ آتش فراق نے اُسے ایسا جلا دیا کہ اگر باد بہشت کے جھونکے بھی آئیں تو غنچے نہ کھلیں گے ۔ ہیہات چرخ جفا کار نے کس خوشی کے بدلے میں یہ غم کا پہاڑ میرے دل پر ڈال دیا اور کس مسرت کا بدلا لینے کے واسطے میرے جسم زار کو رنج و بلا کا نشانہ بنایا ۔

”جب وہ بزم سخن آراستہ کرنے والا مجھے یاد آتا ہے تو زنجیر کی مانند میرے ہر ہر عضو سے فریاد کی آواز آتی ہے ۔ میں درد مندی و اندوہ کے سبب شاعری کے حال پر روتا ہوں اور کان سخن کے اندر تمام لعل و یاقوت خون کے آنسو بہاتے ہیں ۔ وا حسرتا کہ شاعری کا افق تیرہ و تاریک ہو گیا اور دیوان شعر کا مطلع درجستہ مٹ گیا ۔ شاعری کی راہ جو پہلے باریک تھی اب تاریک ہو گئی کیونکہ شمع شبستان سخن کو فنا کے جھونکے نے بجھا دیا ۔“

اُس مغفرت مآب کو جو ہر طرح بارگاہ الٰہی میں مقبول و مقرب تھا ، حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدنیا و الدین کے مزار کے پاس اُس کی اپنی بنوائی ہوئی خانقاہ میں دفن کر دیا ۔ یقین ہے کہ رحمت پروردگار کا بادل اس پر برستا رہے گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل اُسے بہشت بریں میں جگہ ملے گی ۔

اُن عالموں ، فاضلوں ، نکتہ داں شاعروں ، نثر نگاروں اور خوشنویسوں کا ذکر جو عہد شاہجہانی میں ہوئے اور عنایت شاہی سے بہرہ مند ہوئے

طبقۂ علماءؒ

دقیقہ سنج محقق ، سرخیل علمائے واجب التعظیم مولانا عبدالحکیم

دارالسلطنت لاہور کے مضافات کا قصبہ سیالکوٹ اُن کی ولادت گاہ ہے ۔ علم و فضل کے سبب اُنھیں اتنی شہرت حاصل ہے کہ تعارف کی حاجت نہیں ۔ اگر اُن کو بو علی سینا اور ابو نصر فارابی کا ہمسر ٹھہرائیے تو بجا ہے اورعقول عشرہ کی صف میں جگہ دیجیے تو زیبا ۔ آغاز عمر ہی میں مبدأ فیاض کی عنایت سے تمام علوم و فنون پر حاوی ہو گئے ۔ خدا داد کمالات اور ذکاوت و ذہانت کے سبب علمائے قدیم کی تمام کتابوں پر جن کی تفصیل اس کتاب میں درج کی گئی ہے ، حواشی لکھے اور ہر ایک کے دیباچے کو حضرت شاہجہاں بادشاہ کی ذاتِ گرامی سے معنون کیا ۔ ساٹھ سال تک درس و تدریس کر کے شریعت اسلامی کے فرائض ، سنتوں اور مسائل کی تلقین کرتے رہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ کے دین کی تعلیم اور اپنی ذات حمیدہ صفات کی برکت سے پنجاب بلکہ سارے ہندوستان کو فیض پہنچایا ۔ رفتہ رفتہ اُن کے علم کا درجہ یہاں تک پہنچا کہ بڑے بڑے عالم فاضل اُن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے اور با کمال ادیب طفلان مکتب کی طرح صف بستہ ہوتے ۔ ہر شخص اعتراف کرتا کہ خطۂ یونان کا حکیم کامل ارسطو اُن کے سامنے ابجد خواں ہے ۔ الغرض اُس مالک فضائل و کمالات سے تمام فاضلان زمانہ نے استفادہ کیا ۔ ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ء) میں

جہان فانی سے رحلت کی ۔ اب اُن کے بیٹے مولانا عبداللہ جو تمام علوم کے جامع ، صفات حمیدہ سے متصف اور تمام معنوی اور صوری کمالات کے حامل ہیں ، تمام باتوں میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں ۔ امید ہے کہ پروردگار عالم جس نے انھیں اپنے فیض و کرم سے بہرہ مند کیا ہے ، دیر تک بزمِ کمال میں مسند آرا رکھے گا ۔[۱]

صاحب افضائل شیخ عبدالحق محدث دہلوی

خدائے پاک کے لطف و کرم کا یہ مظہر دہلی کا رہنے والا اور تمام علوم کا جامع گزرا ہے ۔ فقہ و تفسیر میں نکتہ دانی کی داد دے کر جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہوا ۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن کا بیٹا نورالحق کہ علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھا ، مدتوں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتا رہا ، بعد ازاں فوت ہو گیا ۔ خواجۂ بزرگوار قطب الدین کے مزار کے پاس باپ کے مقبرے میں دفن ہوا ۔

فاضل فارسی و عربی مولانا شکراللہ شیرازی مخاطب بہ افضل خان

شیراز وطن تھا ۔ لوگوں کے کام سوارنے ، خیرخواہی خلق ، رضا جوئی پروردگار ، کار سازی اہل حاجات اور دین و دولت کی خدمات انجام

۱- حواشی کے نام یہ ہیں : تفسیر بیضاوی پر حاشیہ ۔ تلویح کے چاروں مقدمات پر حاشیہ ۔ مطول پر حاشیہ ۔ حاشیہ میر سید شریف ۔ شرح مواقف پر حاشیہ ۔ تفتا زانی کی شرح عقائد پر حاشیہ ۔ خیالی پر حاشیہ ۔ شرح شمسیہ پر حاشیہ ۔ شرح مطالعہ اور شرح ملا پر حاشیہ ۔ حاشیۂ عبدالغفور ۔ اثباتِ علم واجب میں مُلاّ جلال الدین دوانی کی شرح عقائد پر حاشیہ ۔ شرح حکمت العین کے حاشیے پر تشریحی افادات ۔ شرح ہدایت حکمت پر حواشی ۔ مراح الارواح پر حواشی ۔

دینے میں اس کی نظیر نہ تھی - تقریر و تحریر میں ایسے ایسے نکتے ادا کرتا تھا کہ افلاطون و ارسطو کی روح شاد ہو جاتی - روشن ضمیری کے سبب اشراق کا رتبہ حاصل کیا تھا - مبدأ فیاض سے ہر فن میں کمال اور عقل سلیم نیز بالغ نظری سے بہرہ مند تھا - فصاحت میں اُسے حسان زمانہ کہیے تو بجا ہے - دوران گفتگو میں ہیئت و ہندسہ اور دیگر علوم کی اصطلاحوں اور نکتوں کی تشریح کر جاتا تھا - جہانگیر بادشاہ کے عہد میں بندرگاہ سورت پر اُتر کر برہان پور پہنچا اور عبدالرحیم خانخاناں کی خدمت میں آ کر سرفرازی پائی[1] - پھر اُس سردار باوقار کی سفارش سے شاہزادگی کے زمانے میں حضرت شاہجہاں کی ملازمت میں آیا اور زمانۂ سرگردانی کے آغاز تک اُن کی سرکار میں دیوان کے عہدے پر سرفراز رہا - افضل خاں خطاب تھا - پھر کچھ عرصے تک حضرت کی ملازمت کے شرف سے محروم ہو کر جہانگیر بادشاہ کی میر سامانی پر تعینات رہا - سن ۲ جلوس (۱۶۲۸ء) میں ارادت خاں کی جگہ وزیر کل مقرر ہوا - ہفت ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کا منصب ملا - سال وفات یعنی ۱۶۳۸ء تک، اس خدمت کو کمال شائستگی سے انجام دیا -

دانشمند یگانہ ، علامۂ دوراں سعداللہ خاں

دینی علوم ، گویائی ، فصاحت ، دیانت و ذکاوت میں بے نظیر تھا - رائے صائب ، خوش تدبیری اور قوت حافظہ لاجواب تھی - کمالات خداداد ، عالی فطرتی اور خوش نصیبی کی برکت سے یہ عروج پایا کہ اعلی حضرت ہر معاملے میں اس سے مشورہ کرتے تھے - نہایت باشعور شخص تھا جس کے آگے دانش‌مند عصر طفل مکتب کی حیثیت رکھتے تھے - اس کے باوجود اخلاق ربانی کا نمونہ اور کمالات انسانی و ملکوتی کا پیکر تھا - علم و دانش

۱- مزید تفاصیل کے لیے دیکھیے بزم تیموریہ ، ص ۲۱۳ تالیف صباح الدین عبدالرحمان -

میں یہ رتبہ حاصل کیا تھا کہ بڑے بڑے خوش تقریر فصیح البیان فاضل اُس کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے - لیاقت و استعداد کے زور سے جزئیات و کلیات پر نظر رکھتا اور ایسی ایسی نادر باتیں بیان کر جاتا کہ جو لوگ دقیقہ سنجی میں یگانۂ عصر کہلاتے تھے وہ رشک کے مارے طومار کی طرح پیچ و تاب کھاتے اور قلم کی طرح سر جھکا کر رہ جاتے - مطالب عرض کرتے وقت وہ اس خوش گفتاری سے بولتا کہ ہر پہلو روشن ہو جاتا - سن ۱۳ جلوس کے واقعات میں تحریر ہو چکا ہے کہ موسوی خان صدرالصدور کی سفارش سے دربار شاہی میں رسائی حاصل کر کے[1] خانی کا خطاب پایا - پھر ترقی کرتے کرتے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کا منصب اور وزارت عظمیٰ کا عہدہ حاصل کر لیا - ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶ء) میں جہان فانی سے گزر گیا -

ملا علاء الملک تونی مخاطب بہ فاضل خاں

منطق اور فلسفہ میں نہایت ماہر تھا - ریاضی اور طبیعیات میں یہ کمال حاصل کیا کہ تقریر و تحریر میں تمام مطالب نہایت سہولت سے ادا کر دیتا - گفتگو سے معانی تراوش کرتے اور دلائل سے سخندانی کا حق ادا ہوتا - حساب اور جبر و مقابلہ (الجبرا) میں کسی کو اس سے ہمسری کی ہمت نہ تھی اور ہیئت و ہندسہ میں کوئی اس کی برابری نہ کر سکتا تھا - آغاز عمر

۱- مآثرالامرا ، ج ۲ ، ص ۱۳۳ اور بادشاہ نامہ ، ج ۲ ، ص ۲۱۹ پر درج ہے کہ شاہجہان نے اُس کے اوصاف سن کر خود موسوی خان سے کہا تھا کہ اُسے ہمارے دربار میں پیش کیا جائے - روزنامہ مشرق ۷ اپریل ۶۶ء میں اقبال شاہین نے لکھا ہے کہ علامہ کا وطن موضع پترا کی تحصیل چنیوٹ تھا - حیات صالح ص ۲۲ سید احمد مارہروی میں تاریخ ولادت ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء ہے - تاریخ وفات ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ ، ۱۷ اپریل (۱۶۵۶ء) ہے -

میں زیور علم و دانش سے آراستہ ہو کر ایران میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوا ۔ فراست و ذہانت اور علم و ہنر میں بوعلی سینا اور ابونصر فارابی کا ہم پلہ بلکہ عقل اول کا ہمسر تھا ۔ جب تمام علوم حاصل کر چکا تو ذہن خداداد کی دولت لیے ہوئے بوستان ہند کی طرف روانہ ہوا جو قدردانی کے سبب ملکوں ملکوں کے ہنرمندوں اور ہر خطے کے دانش وروں کا مرکز و مرجع بنا ہوا ہے ۔ پہلے یمین الدولہ مرزا ابوالحسن مخاطب بہ آصف خان کی خدمت میں آیا جو امارت و ریاست کے باوصف علم و حکمت میں ابونصرفارابی سے بہتر تھا اور دقیقہ سنجی میں عقل اول سے برتر ۔ اس کے جیتے جی نہایت احترام سے ہمدمی و دمسازی کی خدمت انجام دی ۔ آصف خان کے انتقال کے بعد حضرت شاہجہاں کی ملازمت میں داخل ہوا اور خداداد لیاقت و قابلیت کی بدولت خان سامانی کے منصب پر سرفرازی پائی ۔ فاضل خان خطاب ہوا ۔ حضرت اورنگ زیب کے عہد میں وزارت کل کے عہدے پر جو سب سے اونچا عہدہ ہے ، سر بلند ہوا ۔ پنج ہزاری منصب ملا ۔ لیکن تقدیر نے زیادہ ساتھ نہ دیا ۔ دیوان وزارت پر دو ہی ہفتے مسند آرا رہا تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا ۔ ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۳ء) میں دار فانی سے انتقال کیا ۔

مولانا شفیعائے یزدی دانشمند خاں

اپنے وطن ایران کے قیام میں مدت تک علوم متداولہ کی تحصیل کر کے مناسب استعداد بہم پہنچائی ۔ پھر روزی کی خاطر چند تاجروں سے کچھ رقم لے کر ہندوستان جنت نشان کی طرف آ گیا جس کی وسعت اور تمول شہرۂ آفاق ہے ۔ یہاں آ کر لشکر شاہی کے بازار میں خرید و فروخت کرتا رہا ۔ نفع کما کر ایران جانے کے لیے بندرگاہ سورت میں پہنچا تھا کہ نصیب نے زور کیا ۔ بعض مقرب امرا نے اس کی لیاقت اور ہنرمندی کا حال حضرت شاہجہاں کے گوش گزار کیا ۔ غرض دربار سے طلبی کا فرمان صادر ہوا ۔ اس نوازش کا مژدہ سنتے ہی خدا کا شکر ادا کرتا ہوا بلکہ سجدے کرتا ہوا واپس آیا ۔ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوا تو ہزاری ذات ، سو سوار کے

منصب پر سرفرازی پائی ۔ چونکہ علوم متداولہ پر خوب نظر تھی اور ہیئت و ہندسہ میں پوری استعداد بہم پہنچائی تھی اس لیے ارباب سخن اُس کی بات کو سند سمجھتے اور ہیئت دانی میں بےنظیر قرار دیتے ۔ ذکی ، تیز ذہن ، فراخ دل ، فیاض اور خوش فکر تھا ۔ حضرت شاہجہاں کی قدردانی سے اتنی ترقی پائی کہ تمام ہمچشموں سے بڑھ گیا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں میر بخشی کا جلیل القدر عہدہ اور پنج ہزاری منصب حاصل کر لیا ۔ ۱۰۸۰ھ (۱۶۷۰ء) میں جہان فانی سے انتقال کیا ۔

منبع فیض مولانا محمد فاضل بدخشی

توفیق ایزدی کے سبب ذہن رسا اور ذکاوت خداداد کی بدولت تمام علوم میں ایسا کمال بہم پہنچایا کہ یکتائے زمانہ ٹھہرا ۔ حکمت ، تفسیر اور اصول فقہ میں یگانۂ دہر تھا ۔ علوم معقول و منقول کا جو الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے آتا ، دم بھر میں سلجھا دیتا اور تمام باریکیاں واضح کر دیتا ۔ علم و فضل کی تکمیل کے بعد وطن سے آ کر حضرت جہانگیر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا ۔ کچھ عرصہ اردوئے معلیٰ کا قاضی رہا ، پھر حضرت شاہجہاں کے عہد میں ۸ جلوس (۱۶۳۴ء) تک اسی عہدے پر مامور رہا ۔ اس کے بعد لاہور میں گوشہ نشین ہو گیا ۔ پھر اپنی جگہ نہ چھوڑی یہاں تک کہ وقت مقررہ پر ملک عدم کی راہ لی ۔

فاضل باکمال مولانا عبدالسلام

خداداد کمالات اور فطری استعداد سے بہرہ‌مند تھا ۔ عربی کے تمام علوم میں انتہائی فضیلت حاصل کر لی ، پھر لاہور میں علوم معقول و منقول کے ماہر مولانا عبدالسلام لاہوری کی خدمت میں رہ کر ، جو فقہ اور تفسیر میں بےنظیر تھے ، بہت سی معتبر کتابوں کی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے بعد شاہجہانی ملازموں میں شامل ہوا ۔ لشکر شاہی میں فتویٰ دینے کی خدمت پر سرفرازی پائی ۔ جب تک موقع ملا درس و تدریس کا شغل جاری رکھا ۔ وقت موعود

پر جہان فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوا ۔

فاضلِ عصر مولانا عبد اللطیف

قصبہ سلطان پور میں جو لاہور کے توابع میں سے ہے ، پیدا ہوا ۔ مختلف علوم و فنون اور ادب و حکمت میں سعی و محنت سے وہ درجہ حاصل کیا کہ یکتائے زمانہ ٹھہرا ۔ تیز فہمی ، قوتِ حافظہ ، فصاحتِ گفتار اور عبارت آرائی میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا ۔ شاہجہان کی شاہزادگی کے زمانے ہی میں ملازمت پر سرفراز ہوا ۔ سلطان دارا شکوہ کی تعلیم اُس کے ذمے تھی ۔ ایک مدت تک یہ خدمت اس طرح انجام دی کہ مکتب کو دارالحکمت یونان کا ہم پلّہ بنا دیا ۔ کثرتِ مطالعہ کے سبب بصارت سے معذور ہو گیا تو دنیا کے مشاغل سے یکسو ہو کر اپنے وطن میں گوشہ نشیں ہوا ۔ چند دیہات بطورِ مدد معاش اُس کے نام ہو گئے تھے ۔ مرتے دم تک وہیں رہا ۔

پیشوائے علمائے دہر ملاّ محمود جونپوری

افکار و معانی کے واسطے اُن کا ضمیر پاک مقام محمود تھا ۔ فضل و دانش کے آسمان کا نیّرِ تاباں کہیے تو بجا ہے ۔ جونپور میں پیدا ہوا ۔ سنِ تمیز کو پہنچتے ہی سخن وریؔ اور سخن دانی کے مرحلے طے کرنے پر کمر باندھی ۔ مبدأ فیاض کی طرف سے بڑا فضل و کمال پایا تھا ۔ تمام علوم بالخصوص فلسفہ ، منطق ، ریاضی ، طبیعیات ، الٰہیات اور منقولات میں بڑے بڑے با کمال اُن کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے ۔ اس علم و فضل کے باوجود تیز زبانی اور گویائی سے بہرہ مند نہ تھے ۔ ہاں تحریر و تصنیف میں اُن کا قلم نہایت رواں تھا ۔ کلام اللہ کی تفسیر اور حقائقِ اشیا کی تشریح کرتے وقت ایسے ایسے نکتے زبانِ قلم سے نکلتے تھے کہ معنی پردازی کا حق ادا ہو جاتا ۔ اُن کی نکتہ سنجی اربابِ ہوش کے دل میں گھر کر لیتی ۔ آج تک اہلِ عالم اُن کی تحریریں دیکھ کر محوِ حیرت

وہ جاتے ہیں ۔

فاضل عالی فطرت مولانا عوض وجیہ

توران کا قصبہ اخسیکت اُن کا وطنِ مالوف ہے ۔ تیز فہمی اور نکتہ رسی میں نیز نازک بیانی اور سخن سنجی میں بے نظیر ہے ۔ ذہانت و ذکاوت کے سبب نہایت دقیقہ سنج واقع ہوا ہے ۔ علوم متداولہ پڑھانے میں کوئی اس کا ہمسر نہیں ۔ پاکیزگی ، شائستگی ، خوش اخلاق اور شرافت اُس کی ذات میں روزِ ازل سے جمع ہیں ۔ سن ۲۰ جلوس (۱۶۴۶ء) میں جب بلخ فتح ہوا تو یہ ماوراءالنہر سے ہندوستان آئے جو زمانے بھر کے عالموں فاضلوں کا مرکز بنا ہوا ہے ۔ یہاں شاہی ملازمت پر سرفرازی پا کر اردوئے معلی کے مفتی مقرر ہوئے ۔

دانشورِ کامل مولانا محمد یعقوب لاہوری

فیضِ ایزدی اور عنایاتِ ازلی سے خوب حصہ پایا ہے ۔ فقہ ، اصول ، حدیث ، تفسیر ، منطق ، معانی ، کلام وغیرہ علوم میں ماہر ہونے کے علاوہ مختلف فضیلتوں سے آراستہ ہے ۔ اخلاق و اوصاف کا یہ عالم ہے کہ انسانِ کامل اور فرشتہ صفات کہیے تو زیبا ہوگا ۔ لاہور کے افق سے آفتابِ تاباں کی طرح طلوع ہو کر اپنے مبارک وجود سے سارے پنجاب کی عزت بڑھا دی ۔ علم و فضل میں شہرۂ آفاق ہے اور ہندسہ ، ہیئت اور دیگر فنون میں ممتاز ۔ دقیقہ سنجی اور نکتہ دانی میں یہ مرتبہ حاصل ہے کہ منطق و معانی کے نکات بیان کرتے وقت اعجاز دکھاتا ہے اور درس و تدریس میں اپنے ذہنِ رسا سے تمام گتھیوں کو سلجھا دیتا ہے ۔ فی الجملہ اُن کا پایہ دوسرے فاضلوں سے بہت بلند ہے ۔

پیشوائے اہلِ دانش مولانا ابوالفتح ملتانی

علم و فضل میں شہرۂ آفاق ہے اور دانش و حکمت میں یکتائے دہر۔ بہت فصیح البیان اور دقیقہ سنج فاضل ہے۔ اُس کی خوش زبانی سے اہلِ مجلس کا ذہن روشن ہو جاتا ہے اور رنگین بیانی سے حاضرین کے دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں۔ پاکیزہ اطوار اور نہایت نکتہ سنج بزرگ ہے جس کا ضمیر روشن ہے اور گفتگو سے علم و ہنر کا نور پھوٹتا ہے۔ امید ہے کہ مبدأ فیّاض کا یہ تربیت کردہ عالم مدتِ دراز تک علم و فضل کی مسند کو رونق بخشے گا۔

حکیموں اور جراحوں کا طبقہ

حکمت مآب حکیم صدرا خلفِ حکیم فخرالدین محمد شیرازی

ایران کے بادشاہ طہماسپ کے زمانے میں میرزا محمد کے نام سے مشہور تھا۔ اُس کا نسب حضرت حارث بن کلادہ سے ملتا ہے جو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دیکھنے والے تھے اور جن کی دعا سے اس نسل میں بڑے بڑے ماہر اور حاذق طبیب پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ علم طب اور ریاضی کے تمام شعبوں میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد سن ۴۶ جلوس اکبری یعنی ۱۰۱۱ھ (۳-۱۶۰۲ء) میں ہندوستان پہنچا۔ جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے عہد میں مسیح الزمانی کے خطاب سے سرفرازی پائی۔ کچھ عرصے تک فنِ طبابت میں ایسے ایسے کارنامے دکھائے کہ نفسِ جبرئیل اور معجزۂ عیسوی کی یاد تازہ کر دی۔ پھر یہ سوچ کر کہ قضا کا مقابلہ کرنا عقلمندوں کی طاقت سے باہر ہے، اس فنِ شریف سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کئی مرتبہ حج اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔ جب تک زندہ رہا تین ہزاری منصب پر سرفراز رہا۔

حکیم ابوالقاسم مخاطب بہ حکیم‌الملک

ہندوستان میں پیدا ہوا ۔ فن طب میں ایسی مہارت حاصل کی کہ جنت مکانی جہانگیر کے عہد میں دو ہزاری منصب پر فائز ہو کر نہایت عزت و اعتبار حاصل کیا ۔ آج کل بھی بادشاہ وقت کا منظور نظر اور مقرب ہے ۔

حکیم رکنا کاشی

علم طب اور فن معالجات میں نہایت ماہر تھا ۔ سخت بیماریوں کا خاطر خواہ علاج کر کے بدحال مریضوں کو تندرستی بخشتا تھا ۔ کچھ عرصے تک شاہی ملازمت میں رہا ، پھر بڑھاپے کے سبب وطن واپس جانے کی اجازت پائی ۔ بادشاہ دریا دل کے فیض و کرم سے کشت امید سرسبز رہی ۔[1]

حکیم مومنا شیرازی

حکمت کے فن میں کامل ہے ۔ علاوہ ازیں خوش اخلاق ، خوش اطواری اور نیک سیرتی کی صفات بھی پائی ہیں ۔ لوگ اُس کے دست شفا اور خیر و برکت کے معتقد ہیں ۔ علاج معالجے میں ایسی مہارت حاصل ہے کہ ساری دنیا اُسے جانتی ہے ۔ ہندوستان آ کر پہلے مہابت خاں کی خدمت میں رہا ۔ پھر جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے آخری عہد میں شاہی ملازمت پر سرفرازی پائی ۔ آج کل ہزاری منصب پر سربلند ہے ۔

۱- بیل نے اورینٹل بایو گرافی ، ص ۲۲۶ پر لکھا ہے کہ شاہجہاں کے زمانے میں مکہ معظمہ گیا ، وہاں سے واپسی میں ایران میں رہ گیا ۔ اکبر ، جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانے دیکھے ۔ ۱۰۵۶ھ یا ۱۰۶۶ھ میں فوت ہوا ۔

حکیم فتح اللہ شیرازی

کثرت مشق کے سبب ہر شخص کے مزاج کو پہچان کر تمام بیماریوں کا نہایت اچھا علاج کرتا تھا ۔ تشخیص و تجویز اور دوا سازی میں بے نظیر تھا ۔ اس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا حکیم صالح مہارت ، تجربہ کی بدولت ہزاری منصب پر سرفراز ہے ۔ خانی کا خطاب ملا ہے ۔

حکیم علیم الدین مخاطب بہ وزیر خاں

اس کا وطن اور نشو و نما کی جگہ پنجاب ہے ۔ سن تمیز کو پہنچنے کے بعد طب کی تعلیم پر متوجہ ہوا ۔ حکیم داوی سے اس فن کی کتابیں پڑھ کر تھوڑے ہی عرصے میں معالجات کے تمام صیغوں پر حاوی ہو گیا ۔ ایسی مہارت اور حذاقت حاصل کی کہ ہر مرض کی صحیح تشخیص کر کے معرکہ آرا علاج کرتا ۔ مدت تک حضرت شاہجہاں کی ملازمت میں رہنے سے اور بار بار علاج کرنے سے اعلیٰ حضرت کے مزاج اور شاہزادوں کی طبیعت سے ایسا واقف ہو گیا تھا کہ بے خطا علاج کرتا ۔ اسی فن کی بدولت حضرت کا محرم خاص ٹھہرا ۔ دیوانی بیوتات ، خان سامانی اور دیوانی (وزارت مال) کی خدمتوں پر سرفراز رہا ۔ جب حضرت شاہجہاں نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو پانچ ہزاری ذات اور سوار کا منصب پا کر پنجاب کی صوبے داری پر سرفراز ہوا ۔

حکیم داؤد ، تقرب خاں

حکیم عنایت اللہ کا بیٹا ہے جو مسیح الزماں حکیم صدرا کے باپ حکیم فخرالدین شیرازی کا شاگرد رشید تھا ۔ باپ کے انتقال کے بعد مہارت اور حذاقت کی بدولت شاہ عباس کے درباری طبیبوں میں سب سے ممتاز ٹھہرا اور نہایت مقرب اور محترم ہوا ۔ شاہ عباس فوت ہوا تو حکیم داؤد نے کچھ عرصے تک گوشہ نشینی اختیار کی ، پھر حج اور زیارت کے لیے گیا ۔ وہاں سے لاہری بندرگاہ اور ٹھٹھہ کے راستے ہندوستان میں داخل ہو کر سن ۱۰

جلوس مطابق ۱۰۵۳ھ (۱۶۴۳ء) میں حضرت شاہجہاں کی ملازمت حاصل کی - مہارت کے سبب بڑی عزت پائی اور علاج بھی ایسے کیے کہ حاذق حکیم آفریں کہنے لگے - اگرچہ تقدیر کے حکم کو ٹالنا انسان کے بس سے باہر ہے اور درحقیقت شفا فقط خدا کی عنایت پر منحصر ہے لیکن تجربہ اور تشخیص کی بدولت اس حکیم نے وہ مہارت حاصل کی ہے کہ بقراط اور جالینوس کا نام مٹا دیا - بے مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ مریضوں کی نبض پر ہاتھ رکھ دے تو ملک الموت کا یہ مقدور نہیں ہوتا کہ اپنا پنجہ بڑھا کر کسی کی روح قبض کر سکے - آج کل پانچ ہزاری منصب پر سرفراز ہے اور مقرب و محرم ہونے کے سبب تمام طبیبوں میں ممتاز ہے -[۱]

شیخ حسن ولد شیخ بھینا ساکن کیرانہ

جراحی کے فن میں کامل مہارت رکھتا تھا - اس معاملے میں ایسا یدطولیٰ حاصل تھا کہ خواہ کیسا ہی زخم یا ورم ہو اُس کے علاج سے ٹھیک ہو جاتا - زخموں اور جراحتوں کے بھرنے میں ایسا دست شفا پایا تھا کہ لوگ اُس کے علاج کو معجزہ سمجھتے تھے - اسی لیاقت و مہارت کی بدولت جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں مقرب خاں خطاب پایا اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا - آج کل ضعیفی کے سبب اپنے وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر (یو۔ پی) میں گوشہ نشیں ہے - بادشاہ سلامت کی طرف سے ایک لاکھ روپے کا سالیانہ پاتا اور دعائے دولت کرتا ہے - اُس کا بھتیجا قاسم اگرچہ اُس کے برابر نہیں لیکن تمام جراحوں کا پیشوا ہے - دموی مواد، زخموں اور ورموں کا علاج کرنے میں یکتائے زمانہ ہے -

---

۱- شاہنواز خاں صفوی نے مآثرالامرا، ج ۱، ص ۰۹۴ پر لکھا ہے کہ شاہجہاں کا بہت مقرب طبیب تھا - جب شاہجہاں کو اورنگ زیب نے نظر بند کر دیا تو اُن دنوں بھی شاہجہاں کا معالج یہی تھا - شاہجہاں پورے طور پر شفایاب ہوا تو تیس ہزار اشرفیاں دیں - ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۲ء) میں فوت ہوا -

شاعروں کا طبقہ

پیشوائے شاعرانِ سحر بیان حاجی محمد جان قدسی

مشہدِ مقدس کا رہنے والا ہے - زہد و تقویٰ ، پاکیزہ کرداری اور تقدس کے اوصاف رکھتا ہے - طبعِ رواں حاصل ہے اور اس کے کلام میں متانت و پختگی ہے - مبدأ فیاض سے بہرہ مندی اور معنی پردازی میں کمال رکھنے کے سبب بہت اچھا قصیدہ کہتا ہے - قطعہ ، غزل اور رباعی کی تعریف نہیں ہو سکتی - لیکن مثنوی میں بالخصوص ایسی ایسی صنائع بدائع لاتا ہے کہ برجستہ اور شستہ مضامین و معانی جلوہ گر ہو جاتے ہیں - انصاف یہ ہے کہ کسی شاعر کو اُس کے کلام پر اعتراض کرنے کا یارا نہیں - فنِ گفتگو میں کوئی اُسے نہیں پہنچتا - اُس کا کلام کندن کی مانند خامی سے پاک ہے اور دیدہ وروں کے نزدیک پسندیدہ - طبعِ بلند سے کلام کو سرفرازی بخشتا بلکہ پیش پا اتادہ مضامین کو اس سلیقے سے نظم کرتا ہے کہ ہزار نازک خیالیاں اُن پر قربان کر دیجیے - سخن فہموں کا اتفاق اس بات پر ہے کہ چونکہ قدسی نے مشقِ سخن کی خاطر جان کو گھلا دیا ہے لہٰذا اُس کے قلم سے آبِ حیات ٹپکتا ہے - تمام معاصروں سے گوئے سبقت لے گیا ہے - اگرچہ زمانے کے اعتبار سے اُس کا شمار متأخرین میں ہے لیکن معنی پروری کے لحاظ سے متقدمین میں شمار کیا جاتا ہے - اعلیٰ حضرت کے پانچویں سال جلوس ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء میں اس نیت سے وطن کو چھوڑا کہ بارگاہِ شاہجہانی میں پہنچوں جو زمانے بھر کے واسطے قبلۂ امید اور کعبۂ جاہ و جلال ہے - باریاب ہونے پر نقد انعام اور خلعت سے سرفرازی پائی - بھاری روزینہ مقرر ہو گیا اور درباری شعرا کے زمرے میں جگہ ملی -[۱] اُس آسمانِ فضل و کمال کے اشعار میں سے

۱- مرآۃ الخیال ص ۱۲۷ پر درج ہے کہ شاہجہاں نے اس کا قصیدہ سن کر حکم دیا کہ سات مرتبہ قدسی کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے -

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چند شعر جنھیں ستاروں سے بہتر کہیے ، یہاں درج کیے جاتے ہیں :

من آں نیم کہ کنم سرکشی ز تیغِ جفا
چو شمع زندہ سرِ خوش دیدہ‌ام در پا
دمے کہ بگزردم بے کرشمۂ ساقی
نفس کند بہ دلم کارِ ریزۂ مینا
کسے کہ لذتِ پیکانِ بے‌نشانی یافت
دگر نشد بہ نشاں آشنا چو تیرِ خطا
نہ غم نہ سینہ ، نہ پیکاں بہ دل ، نہ خار بپائے
بہ تنگ عیشیِ من کس مباد در دنیا
شبے کہ عقدہ کشایم بہ ناخن از سویش
چو شمع جاں بہ سر انگشتم آید از اعضا
برائے زینتِ مژگاں بہ دیدہ خواہم خوں
وگرنہ بر کفِ دریا کسے نہ بستہ حنا
بہ آبِ خود چو زمرد کسے کہ سبز بود
نہ شانِ ابر ستاند نہ شوکتِ دریا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

جواہر خانے سے موتی لائے گئے - ہر بار منہ بھرنے کے بعد قدسی سونے کے تشت میں انھیں اگل دیتا - اُس کی نعت : ع

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی

بہت مشہور ہے لیکن اہلِ نظر اُسے محمد جان قدسی سے منسوب کرنے میں مذبذب ہیں - جہاں آرا بیگم کے جلنے پر اُس نے یہ شعر کہہ کر مضمون آفرینی کی تھی :

تا سرزدہ از شمع چنیں بے‌ادبی
پروانہ ز عشقِ شمع واسوختہ است

۱۰۵۶ھ میں فوت ہوا - کلیم نے تاریخ کہی : ع

دور ازاں بلبلِ قدسی چمنم زنداں شد

غزل

اے مرا بے رخت افتادہ در عالم ز نظر
مردمِ چشمِ مرا خاکِ رہت نورِ بصر
خطِ رخسارِ تو با خویش طلسمے دارد
کہ تواں خواندش از رو نتواں کرد از بر
بحر با دستِ تو منشورِ سخا می طلبید
ہمہ گفتند کہ بر آب نویسد محضر
گر کنی نامیہ را منع نیاید بیروں
غنچہ از شاخ چو پیکانِ محبت ز جگر

اشعار

زود بہ کردم منِ بے صبر داغِ خویش را
اولِ شب می کشد مفلس چراغِ خویش را

عیشِ ایں باغ بہ اندازۂ یک تنگ دل است
کاش گل غنچہ شود تا دلِ ما بکشاید

در چنیں فصلے کہ بلبل مست وگلشن پُر گل است
گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست
سرنوشتم وا قضا از بس پریشاں زد رقم
ہر کہ دیدش گفت مضمونے دریں مکتوب نیست

کند چو حرفِ گرفتاریِ مرا تحریر
بپائے خامہ مزد گر رقم شود زنجیر
غلامِ ہمتِ درویشیم کہ بے منت
نشاندہ آتشِ حرصِ مرا بہ سوجِ حصیر

گزشتنم ز تو باشد چو رشتهٔ سوزن
که تا حریر بود گرچه بگزرد ز حریر

در دلِ من ز نمِ آبله می روید خار
گلشنم تازه بود بے مددِ ابرِ بہار
جوہرِ ذات تہی دستیِ جاوید آرد
چون ترا تجربه حاصل نشد از دستِ چنار
بیمِ نقصان بود آن را که کمالے دارد
میوه چون پخته شد از شاخ بریزد ناچار

من نمی گویم بچشمم نه قدم یا بر زمین
چشم من فرشی است ہر جا می نہی پا بر زمین
کشتیِ چشمِ ترِ من بود با دریا قدر
اشک زور آورد ، آمد پشتِ دریا بر زمین
جا بود افتادگانِ عشق را بر آسمان
من ہم از افتادگانِ عشقم امّا بر زمین

عاشقان را به دو محراب حرام است نماز
قبلهٔ طاعتِ محمود بس ابروئے ایاز

یادِ روئے تو بخاطر رسد از دیدنِ گل
ہیچ راہے به حقیقت نه بود به ز مجاز
رشک بر زندگیِ خضر ندارم بجز این
که نشان از سرِ زلفِ تو دہد عمرِ دراز

آنکہ ہرگز برنمی دارد قدم از چشمِ من
حیرتے دارم کہ نقشِ پائے او بر خاک چیست
دل بہ زلفش بستہ قدسی چہ می خواہی دگر
صیدِ بسمل گشتہ را معراج جز فتراک چیست

رباعی

در ساغرِ من مئے طاب را جا نیست
می گویم و از ہیچ کسم پروا نیست
با گوہرِ اشکِ خویشتن ساختہ‌ام
چشمم چو حباب برکفِ دریا نیست

رباعی

دانی ز چہ بےحجاب می خندد صبح
افگندہ ز رخ نقاب می خندد صبح
این غمکدہ چون مقامِ خندیدن نیست
بر خندۀ آفتاب می‌خندد صبح

مثنوی

غنیمت شمار این چنین دوستی
کہ دید این قدر مغز در پوستی
سخن آن چنان در وے افشردہ پائے
کہ از نقل کردن نہ جنبد ز جائے

مثنوی

ز پیوستنِ خلق تجرید بہ
ز پیوند بر شاخ روید گرہ

مپیوند با ہیچکس زینہار
کہ ناقص بود ظرفِ پیوندار
ز قطعِ تعلق چہ بہتر بود
گلِ چیدہ را جائے بر سر بود

ابو طالب کلیم ہمدانی

وطن اور ولادت گاہ ہمدان ہے لیکن ہندوستان میں نشو و نما پائی جو زمانے بھر کے پاکیزہ طبع لوگوں کا مسکن ہے - پہلے میر جملہ کے ساتھ جو روح الامین تخلص کرتا تھا ، زندگی بسر کی - جب شاہجہاں نے تخت سلطنت پر جلوس کیا تو خوش نصیبی کی بدولت شاہی ملازموں میں داخل ہو گیا - چونکہ معنی یاب ، نکتہ سنج طبیعت مبدأ فیاض سے پائی تھی اس لیے کلام میں دل آویزی و دلربائی کا رنگ ہے - غرض ملک الشعرائی کا خطاب جو حاجی محمد جان قدسی کا حق تھا ، اُسے مل گیا - صورت یہ ہوئی کہ قدسی کے حاضرِ دربار ہونے سے پہلے وہ اس منصب پر سرفرازی پا چکا تھا - بہرحال بہت جادو بیان ، نازک خیال سخنور ہے - فکرِ متین کے سہارے نہایت بلند مضامین کہ استحکام اور اُستواری سے متصف ہیں ، نظم کرتا ہے - پختہ کلام اور سنجیدہ گوئی کی بدولت اس کے اشعار دلنشیں ، عبارت ہموار اور مضامین رنگین ہوتے ہیں -[۱] حضرت کے حسب الحکم

۱- اس کی رنگیں بیانی ، فصاحت اور پرواز خیال کی تعریف شبلی نعمانی نے شعر العجم جلد سوم ص ۲۵۰ پر تفصیل سے کی ہے - تختِ طاؤس کی تیاری پر اس نے جو قصیدہ کہا اُسے سن کر شاہجہاں نے کلیم کو روپوں میں تلوا دیا - ساڑھے پانچ ہزار روپے چڑھے - بادشاہ نامہ حصہ ۲ ، ص ۸۳ - یہ روایت بھی زبان زد ہے کہ جب شاہِ ایران نے اعتراض لکھ کر بھیجا کہ شاہجہاں فقط ہندوستان کے بادشاہ ہیں ،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کچھ مدت تک بڑی نکتہ سنجی کے ساتھ بادشاہ نامہ نظم کرتا رہا ۔ موسم بہار کی طرح خطۂ کشمیر میں قیام اختیار کیا اور مرتے دم تک بادشاہ نامہ لکھتا رہا ۔ سخن فہموں کی تفریح کے لیے اُس کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں :

ز تیغش چاک شد دل چوں نہاب سازد غمِ او را
گریباں پارہ شد گل را کجا سازد نہاں بو را
سخن در ہر زبان بےزحمتِ تعلیم می گوید
اگر طوطی ببیند یک رہ آن چشمِ سخن گو را

دنبالِ اشک افتادہام جویم دلِ آزردہ را
از خوں تواں برداشت پے نخچیرِ پیکاں خوردہ را

ہر کس اگر بقدرِ ہنر بہرہ یافتے
بایستے آبِ بحر نصیبِ گہر شود

زخم ہائے شانہ از زلفت فراہم می شود
بخت اگر یاری نماید مشک مرہم می شود

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

شاہجہاں لقب مناسب نہیں ؛ تب کلیم نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ :

ہند و جہاں ز روئے عدد چوں برابر است
بر شہ خطابِ شاہِ جہاں زاں مقرر است

۱۰۶۱ھ میں فوت ہوا ۔ غنی نے تاریخ کہہ کر حقِ دوستی ادا کیا :

طورِ معنی بود روشن از کلیم

خنده بمستی است در ایام ما بشیار باش
محتسب بو می‌کند اینجا دهانِ بسته را

بے دیده راه اگر نتوان رفت پس چرا
چشم از جهان چو بستی ازو می‌توان گزشت

دوست به هیچم فروخت با همه یاری
یار فروشی درین زمانه همین است

جان نیابی اگر اے دل گله بیجا چیست
تو که پروانهٔ بزمی بوسِ اینها چیست

سرو را سایه یکے بیش نباشد یارب
این قدر خاک نشین در تهِ آن بالا چیست

طوطی آن روز که منقار به خون رنگین کرد
گشت روشن که چه روزیِ سخن پرداز است

چه دل سوزی که چون من رفتم از دست
کسے از کشته پیکان بر نیارد

میانِ غمگساران سوزم از غم
چون آن کشتی که در دریا بسوزد

دیوانۂ حسن معانی ، شیفتۂ طرز سخن دانی مُلاّ شیدا

نکتہ پرداز طبیعت اور معنی یاب ذہن پایا تھا ۔ فتح پور سیکری (آگرہ کے تابع) اُس کا وطن اور ولادت گاہ ہے ۔ جب بھی شعر کہتا ، تخیل کے زور اور طبع موزوں کی نزاکت سے زمین سخن کو آسمان بنا دیتا ۔ قدیم استادوں کے انداز میں شعر گوئی کرتا تھا اور متأخرین کو شاعری سے بے بہرہ قرار دے کر طنز و طعن کا نشانہ بناتا تھا ۔ طبع رسا اور ذہن خداداد کے فیض سے برسر محفل اشعار موزوں کرتا اور یکسوئی کے ساتھ نازک خیالی کی داد دیتا ۔ تازہ گوئی کا دشمن تھا اور خیال باف شاعروں کے کلام کو ردی قرار دیتا تھا ۔ ہرچند زیادہ ذی علم نہ تھا لیکن شعرگوئی میں یکتائے زمانہ تھا ۔ طبع موزوں کے زور سے یہ رتبہ حاصل کیا تھا کہ پہر بھر میں ایسا قصیدہ تیار کر لیتا جو رفعت خیال اور مضامین عالیہ کے لحاظ سے نظم ثریا کا نمونہ ہوتا ۔ اُس کے کلام کی ندرت و نفاست اس درجے پر تھی کہ کسی شاعر کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ ملتی ۔ نظامی گنجوی کی مخزن الاسرار کے جواب میں طبع بلند کے زور سے تقریباً بارہ ہزار بت کی مثنوی کہی تھی جس میں حکمت آمیز مضامین اور دل آویز معانی نظم کیے ۔ دولت بیدار نام رکھا ۔ مطلع یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
آمدہ سرچشمۂ فیض عمم

اس تصنیف میں سخنوری کے ایسے ایسے نکتے بیان کیے جنھیں شیرازۂ سخن اور معراج فن کہیے تو بجا ہے ۔ حاجی محمد جان قدسی بہت پاکیزہ گفتار شاعر تھا لیکن شیدا نے اپنی تیز زبانی سے اُس کا ناطقہ بند کر دیا ۔ قدسی کے اس قصیدے پر جس کا مطلع یہ ہے :

عالم از نالۂ من بے تو چناں تنگ فضاست
کہ سپند از سر آتش نتواند برخاست

طرح طرح کے اعتراض اسی زمین میں وارد کیے ۔ بلکہ جو شعر نہایت صاف اور بے عیب تھا اُس کا بھی خاکہ اڑا کر رکھ دیا ۔ ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۷ع)

میں میر الٰہی کی ہجو میں یہ قطعہ کہا جو اس کی تیزی و طراری کا اچھا نمونہ ہے :

اے میرِ من کہ کردہ الٰہی تخلصے
از مردِ لائے ارچہ الٰہی شدن خطاست
زیں رطب و یابسے کہ بود در کلامِ تو
گر منکرِ کلامِ الٰہی شوم بجاست

میر الٰہی یہ قطعہ سن کر بہت بگڑا ۔ شیدا کی ہجو میں کئی رباعیاں لکھیں لیکن شیدا کی چوٹ کا جواب نہ ہو سکا ۔[۱] ملّا شیدا پہلے عبدالرحیم خانخاناں کی سرکار میں ملازم تھا ، پھر بارگاہ شاہجہانی میں داخل ہو گیا ۔

۱۔ شیدا کی ہجویں بہت نوکدار اور بر محل ہوتی تھیں ۔ ایک قطعے میں طالب آملی کی خبر لی ہے اور لفظ طالب کو بنیاد بنا کر حدیث رسولؐ کا حوالہ دیا ہے :

شب و روز مخدومنا طالبا
پے جیفۂ دنیوی در تگ است
مگر قولِ پیغمبرش یاد نیست
کہ دنیا ست مردار طالب سگ است

(مرآہ الخیال ص ۹۴۱) اُس کی یہ بیباکی اور شوخی بادشاہ سے بھی ہوئی ۔ شاہجہاں نے ایک مرتبہ پوچھا تم اچھا شعر کہتے ہو یا حکیم حاذق ۔ بولا کہ ہم دونوں سے اچھا شعر کہنے والا رائے پائے داس ہے ۔ (پائے داس زٹلی قافیے والا تک بند تھا) شیدا کا یہ شعر سن کر شاہجہاں نے اُسے شہر بدر کر دیا تھا :

چیست دانی بادۂ گلگوں مصفا جوہرے
حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

پھر شیدا نے معذرت کی اور معافی پائی ۔ ہندی نژاد تھا اور ایرانی باکمالوں پر ہمیشہ طنز و طعن کرتا تھا ۔

آخر عمر میں کشمیر جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی - اس پر فضا خطے میں باقی زندگی گزار دی - دربار شاہی سے جو وظیفہ مقرر تھا اس میں گزر کرتا رہا - اس باکمال کے کلام بلاغت نظام میں سے چند اشعار جنھیں ثریا اور بنات النعش کی زینت کہنا چاہیے اور جو لطافت معنی کی بدولت سخن فہموں کے دل میں گھر کر چکے ہیں ، یہاں تحریر کیے جاتے ہیں :

اے بروئے تو گرو آئینہ را چشمِ نیاز
شانہ را دستِ دعا در شبِ زلفِ تو دراز

گر بہ صحرا مو فشاند دشت پر سنبل شود
ور بہ دریا رو بشوید خارِ ماہی گل شود

ہوائے شستِ زلفت ماہی از دریا بروں آرد
شکرخندِ تو مورِ جوہر از خنجر بروں آرد
ہوایت در سرے گنجد کہ در زیرِ دمِ تیغت
چو شمع از جیب خود ہر دم سرِ دیگر بروں آور

زلفِ او را رشتۂ جاں گفتم و گشتم خجل
زانکہ ایں معنی چو زلفش پیشِ پا افتادہ است

اگر گیسو بر افشانی ہوا در مشکِ تر پیچی
و گر رخسارہ بنمائی شبِ ما در سحر پیچی
فسونگر داند آں خاکے کہ از وے بوئے مار آید
شناسم بوئے زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی
نہ من دودم نہ تو بادی ، نہ من زلفم نہ تو شانہ
کہ چوں من بیشتر پیچم تو با من بیشتر پیچی

بدیں حسن تونگر زلف چون دلق گدا داری
کہ گاہے سائبان رخ کنی گہ برکمر پیچی

زہے بہ زلف و رخت طاعت و گناہ تمام
کہ ایں تمام بود روشن آں سیاہ تمام
من و شبے کہ نگردد بہ سال و ماہ تمام
توئی و روز وصالے بیک نگاہ تمام
ببود زلف سیہ طالعم چو نومشقے
کہ نانوشتہ کند دست را سیاہ تمام

اشکم نہ ز خون است گرہ بستہ بہ مژگان
کز جور تو چشمم گزد انگشت بہ دندان
از لذت آب دم تیغ تو سرشکم
ہر لحظہ برآرد سر دیگر ز گریبان
از وحدت و کثرت چو سخن گوید عارف
از خط و دہان تو کند حجت و برہان
از روشنی و تیرگی آں عارض و گیسو
چون صبح تونگر بود و شام غریبان

ستائش سراپا نیائش تر است
کہ در ہر نمودے نمائش تراست
دہد ذوق توحید تو در دہن
سخن را زبان و زبان را سخن
بہ اندیشہ راہ تو نتوان سپرد
کہ کس تشنگی ز آب گوہر نبرد

سخن چوں ز حمدِ تو بندد نگار
چہ پرورده گوید ز پروردگار
چو چشم ارچہ خود روسیاہ آمدم
بھندیں زباں عذر خواہ آمدم
چو چشمِ سیہ بہتراست از سفید
بجرم از تو باشم چرا ناامید

نکتہ سنج بے نظیر مولانا ابوالبرکات منیر

ملک سخن کا بادشاہ تھا ۔ کلام اہل عالم کے دلوں پر نقش ہے ۔ طبع رسا کی بلندی اور فکر روشن کی تابندگی اظہر من الشمس ہے ۔ ذہن خداداد کے سبب ماہ کامل کی طرح کامل تھا ۔ معنی پردازی اور خیال آرائی میں نظیر نہیں رکھتا تھا اور مضامین عالیہ اور عبارت آرائی میں تمام نکتہ سنجوں سے ممتاز تھا ۔ فکر بلند ایسی تھی کہ اُس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا ۔ اُس کی زباں دانی اور نکتہ سنجی میں کسی کو کلام نہیں ۔ روح پاک کی طرح سراسر لیاقت اور استعداد سے لبریز تھا اور عقل و دانش میں جبرئیل امین[۴] کا نمونہ ۔ فکر سخن کرتے وقت قلم سے پھول جھڑتے تھے ۔ ایسی ایسی صنائع بدائع لاتا اور قافیے کی نشست اتنی دلکش ہوتی کہ زمین سخن کو باغ فردوس بنا دیتا ۔ جس طرح شاعری میں یکتائے زمانہ تھا اُسی طرح نثر نگاری میں بھی اُس کی نظیر نہ تھی ۔

یہ تازہ خیال سخنور جس کی شاعری اور نثرنگاری کا شہرہ دور دور پھیلا ہوا ہے ، اگرچہ اصلاً لاہوری ہے لیکن دقیقہ سنجی اور معنی پردازی میں اہل ایران سے گوئے سبقت لے گیا ۔ اُس کے اشعار عقد ثریا سے زیادہ بلند پایہ ہیں اور نثر کی سطریں کہکشاں سے بڑھ کر عالی مقام ہیں ۔ انشا پردازی میں آسے خلاق معانی اور خسرو سخن کہیے کیونکہ فصیح عربی الفاظ کی آمیزش سے ایسی فارسی لکھتا ہے کہ عبارت میں معانی کے گوہر شاہوار چمکنے لگتے ہیں ۔ غرض اس طرح سخنوری کی داد دیتا ہے کہ

کسی شاعر یا انشا پرداز کو اُس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا ۔ اُس باکمال نے ملک سخن میں اپنا سکہ اور خطبہ رائج کیا ۔ تاہم یہ لکھتے ہوئے جگر خون ہوا جاتا ہے اور دل سے ہزار آہیں نکلتی ہیں کہ وہ یکتائے دہر سخن سنج عمر طبیعی کو نہ پہنچ سکا ۔ عین عالم شباب میں جیسے زندگی کی بہار کہیے ، باغ خلد کو روانہ ہو گیا ۔ الٰہی مہلت نہ مل سکی کہ اپنا کلام ترتیب دیتا ۔ راقم‌الحروف بچپن کے زمانے سے اُس جامع الکمالات کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ۔ دوستی و اتحاد کا یہ عالم تھا کہ ایک جان دو قالب کہنا درست ہوگا ۔ خلوت و جلوت میں یکجا رہتے ۔ آداب سخن اور اہل عالم کی نکتہ چینی کے خوف سے قلم کو روکتا ہوں ورنہ اُس کی مدح و ثنا میں ایک باب یہاں لکھ دیتا اور راستگوئی کے ساتھ سچی تعریف کر کے روح سخن کو شاد کرتا ۔ اُس عالی فطرت نے آگرہ میں بتاریخ ۶ رجب ۱۰۵۴ھ (۹ ستمبر ۱۶۴۴ء) پیر کے روز جہان فانی سے انتقال کیا ۔ میت لاہور لائی گئی ۔ یہ چند اشعار کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح بیاض صبح پر لکھنے کے قابل ہیں ، یہاں تحریر کیے جاتے ہیں :

بسکہ دامن گیرِ حسنِ او بود دستِ حجاب
از حیا در خلوتِ آئینہ نکشاید نقاب
چشمِ دل چوں بازسد معشوق را در خویش دید
عینِ دریا گشت چوں بیدار شد چشمِ حباب
من خجل از ذوقِ خود او شرمسار از نازِ خویش
غافل از شوقِ نگہ او از حیا ، من از حجاب
نامہ از دردِ دل ہرگہ کہ می سازم رقم
می طپد در دستِ من نبضِ قلم از اضطراب
رنگِ گل جوشد ز فیضِ مدحش از شاخِ قلم
بوئے عود آید بہ بزمِ خلقش از چوبِ رباب

هر که کج باشد زبانش پایهٔ او کمتراست
شانه چون دارد زبان راست جایش برسر است
راز دار حق نه دارد قدر گر سامانش نیست
هدیهٔ مصحف جو خطش خوب نبود کمتراست
هرچه گوید مرد صاحب دل دلیل معنی است
هرچه آید در زبان تیغ بحث جوهر است
عزت ار خواهی مشو پابند یک جا اے عزیز
تا زمین گیر است زر، پیوسته خاکش برسراست

باز وقت آمد که از کیفیت فیض هوا
ابر گردد تر دماغ و گل شود رنگین ادا
مسطرش از نقطهٔ باران کند ابر بهار
چون نگارد وصف گل بر کاغذ ابری هوا
از تماشای چمن نظاره رنگین می شود
می توان بستن کنون بر پنجهٔ مژگان حنا
مصرع آن قامتم یاد آمد و از خاطرم
مطلعے سرزد که لفظ اوست چون معنی رسا
قامت او صد قیامت مصرع است و یک ادا
قامت موزون کجا و مصرع موزون کجا

آئینه را که عهد به حسن تو بسته است
با صورت تو نقش درستی نشسته است
از شانه گاکلت به زبان ها فتاده است
تا در شکست دل کمر خویش بسته است

ابیات

در چمن آن سرو رعنا برکنار جو گزشت
آب از رفتار ماند و گل ز رنگ و بو گزشت
داشتم ز آن شوخ آهو چشم امید نگاه
گوشهٔ چشمم نمود از دور کمت آهو گزشت
پائے چوبین را ره باریک رفتن مشکل است
شانه حیرانم چه سان از تار آن گیسو گزشت

بگاه جلوه پر افشان ز ناز گیسو را
ز تار گیسو زه کن کمان ابرو را
بجز منیر که طاق است در سخندانی
کسی نه فهمد مضمون بیت ابرو را

سرگزشت گریه از مژگان ما باید شنید
از زبان موج حرف آشنا باید شنید
از سیه مستی زدم در دامن زلف تو دست
از زبان شانه ام اکنون چها باید شنید

ما برنگ شیشه صاحب مشرب و آزاده ایم
تازه رو مانند ساغر، صاف دل چون باده ایم
چون حباب باده از مستی درین بزم نشاط
رفته ایم از خویشتن تا چشم را بکشاده ایم

گر چشمِ تو نکته‌دان نبودی
مژگانِ ترا زبان نبودی
من آئینه را ندادمی روی
گر رویِ تو درمیان نبودی

منم آن که کوسِ دانش ز شکوهِ نکته‌دانی
زده خسروِ ضمیرم به قلمروِ معانی
رخ صفحه ز آب گوهر همه شست و شوی یابد
رگِ ابرِ خامهٔ من چو کند گهرفشانی
چو نسیمِ نوبهاری چو هوای صبح گاهی
سخنم بتازه روی ، نفسم به گل‌فشانی
ز متانت و جزالت همه لفظ و معنیِ من
چو خرد به کهنه سالی چو هوس به نوجوانی
چو روم سوی گلستان غزلِ مرا سرایند
همه بلبلانِ گلشن ز رهِ مزاجدانی
من و آتشِ محبت تو و آتشِ جوانی
من و عشقِ جاودانه تو و حسنِ جاودانی
ز غبارِ سینه بادا همه عمر تیره چشمی
که ز خطِ عارضِ تو نکند سوادخوانی
سبقِ کرشمه کم ده مژهای سحر فن را
که به ابروت ز شوخی نکنند هم زبانی
بتو داده شرح سوزم بتو گفته حالِ اشکم
مژه‌ام ز گرم خونی نگهم ز تر زبانی
همه گوش چشم گردم همه چشم گوش آیم
که پیامِ ناز گوید بمن ابروت زبانی

نه مرا زبانِ شکوه نه ترا دهانِ خنده
منِ و رنجِ بیزبانی تو و قیدِ بےدهانی

یک نفس از سینه ام سوزِ محبت دور نیست
از دلم سردیِ مجو این شمع از کافور نیست
تلخی باشد ز دردِ انتظارت خون چکان
رحم کن چشمِ سفیدم پنبهٔ ناسور نیست
تیره بختی با دلِ روشن شگون دارد منیر
شمع را صبحِ سعادت جز شبِ دیجور نیست

ای ز عکسِ چهره ات گل درکنار آئینه را
جلوهٔ حسنت بود فصلِ بهار آئینه را
چون شوی با آئنه از جلوه سازی رو برو
عکسِ رخسارت کند آئینه دار آئینه را

تا بست مرا بخامشی دستِ رسی
رازِ دلِ خویشتن نگویم بکسی
نی رازِ دلم ماند و نی من بر جائی
مانندِ حباب گر برآرم نفسی

از حسنِ تونگرِ تو مه برده زکات
بر صبح نوشته شلم خطِ تو برات
می کرد رقم وصفِ لبت را قلمم
یک نیزه گزشت از سرم آبِ حیات

منیر کے بڑے بھائی مولانا فیضا

ملا منیر کے بعد اُن کے بڑے بھائی ملا فیضا جو رازدان اسرار جہاں تھے ، فقر و درویشی میں یکتا ہونے کے باعث مرجع خاص و عام تھے - لوگ اُن کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر اور اسم بامسمیٰ خیال کر کے فیض حاصل کرتے - صاحب نسبت اور درویشانہ وضع کے بزرگ تھے اور نہایت خاکسار - اہل زمانہ انھیں منیر کا جانشین سمجھ کر فیض یابی کے واسطے آتے تھے - انھوں نے مزید بیس سال[1] تک سخنوری کا حق ادا کیا - ۱۰۷۰ھ (۱۶۶۰ء) میں انتقال فرمایا -

مظہر فیض پروردگار میر الٰہی

مبدأ فیاض سے پورا فیض پایا ہے - سخنگوئی کا فطری شوق ہے - شاعری میں تازہ طرز ایجاد کی ہے اور اشعار مشہور زمانہ ہیں - لطف کلام اور متانت خیال میں یکتا ہے - قصیدے میں خوب داد سخن دیتا اور غزل میں برجستہ مضامین باندھتا ہے - استعاروں کے استعمال اور تازہ گوئی میں کامل ہے اور ان دو خصوصیات کے علاوہ باقی تمام اوصاف کو فضول سمجھتا ہے - تازہ بندی ، نازک خیالی اور استعارے نظم کرنے میں محو رہتا ہے - ہمدان کا رہنے والا ہے اور دربار شاہی میں معقول مشاہرے پر ملازم ہے -[2] جن دنوں حکیم حاذق بارگاہ شاہی سے بخارا گیا تھا اور حجابت کی خدمت

۱- منیر لاہوری کا انتقال ۱۰۵۴ھ میں ہوا - حساب کیجیے تو مولانا فیضا اُس کے انتقال کے سولہ سال بعد تک زندہ رہے کیونکہ فیضا کی تاریخ وفات ۱۰۷۰ھ ہے -

۲- سادات اسد آباد (ہمدان) سے تھا ، اصفہان میں حکیم صفائی سے صحبتیں رہیں - آزاد بلگرامی اس کی تعریف میں لکھتا ہے کہ ''کلامش لطافتے و عذوبتے دارد - مذاق ہارا لذتے خاص بخشد -'' (مآثر الکرام ، ج ۲ ص ۸۵) -

انجام دے کر کابل میں واپس آیا تھا، میر الٰہی حکیم موصوف سے ملنے گیا۔ اتفاقاً دونوں میں کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ میر الٰہی آزردہ ہوا۔ چونکہ شاعروں کی طبیعت تیز ہوتی ہے لہٰذا میر نے اس جامع الکمالات کی ہجو میں یہ رباعی کہی:

دائم ز ادب سنگِ سبو نتوان شد
در دیدۂ اختلاط مو نتوان شد
صحبت بہ حکیم حاذق از حکمت نیست
با لشکرِ خبط روبرو نتوان شد

یہ چند اشعار بھی انہی کے نتائجِ فکر ہیں:

چشمت از ہر گردشے را ناز عہدِ تازہ بست
خطِ مشکینت بیاضِ حسن را شیرازہ بست
نشہٴ از تیغِ او دارم کہ چاکِ سینہ ام
چوں خمار آلود نتواند لب از خمیازہ بست
سینہ کندم، دل خراشیدم ولے از قحطِ خوں
ناخنم بر خویش نتوانست رنگِ تازہ بست

بر روئے ناناں باز کن زلفِ بہم نادسدہ را
بکشا کہ مضمونے است خوش این مصرعِ پیچیدہ را
از زلفِ خوباں فارغم اما پریشانم ہنوز
آوے بہ بیداری است غم خوابِ پریشاں دیدہ را

ہیچ است ترا دہاں چوں قند
مائیم و دلے بہ ہیچ خورسند
از ما دل اگر کنند سہل است
دل از دلِ ما نمی‌تواں کند

بہ زباں آنچہ نگفتم بہ نگہ خواہم گفت
مردمِ دیدۂ ما ہم لبِ گویا دارد

ما از ہمہ کس پیش بہائیم الٰہی
در شہر اگر مردم بیکار فروشند

شاعر خوش فکر حکمت مآب حکیم حاذق

حذاقت اور راست بیانی میں کامل ہے ۔ سخنوری کے قانون کو اشارات سے بیان کر دیتا ہے اور نثرنگاری میں معنی آفرینی کی داد دیتا ہے ۔ اس کے کلام میں نزاکت اور متانت دوش بدوش ہیں ۔ مضمون تازہ پیدا کرنا اور متقدمین کی پختہ کلامی کو متاخرین کی خیال آفرینی کے ساتھ امتزاج دینا اس کا شیوہ ہے ۔ غرض ایک نئی طرز کا موجد ہے ۔ اہل علم و فضل کی پیشوائی اور سخنوران صنعت گر کی امامت اُسے حاصل ہے ۔ شعر اس طرح پڑھتا ہے کہ مجسم مضمون بن جاتا ہے اور اُس کی نازک خیالی سننے والے کے دل پر واضح ہو جاتی ہے ۔ اُس کا باپ حکیم ہمام تھا ۔ اگرچہ اصلاً گیلانی ہے لیکن اس کی ولادت فتحپور سیکری میں ہوئی ۔ پہلے تین ہزاری منصب پر سرفراز تھا اور عرض مکرر کی خدمت اس کے سپرد تھی ؛ اب آگرہ میں گوشہ نشین ہے ۔[1] سرکار شاہی سے آٹھ ہزار روپے سالیانہ ملتا ہے ۔ اُس سرگروہ شاعراں کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں :

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگ گل
میل دیدن ہرکہ دارد در سخن بیند مرا[2]

۱- صباح الدین عبدالرحمان نے بزم تیموریہ میں سال وفات ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) لکھا ہے ۔ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مرآۃ العالم میں ۱۰۸۰ھ درج ہے ۔ مصنف نے اس کا ذکر یہاں زندہ اشخاص کے بطور کیا ہے لہٰذا دوسری تاریخ قابل ترجیح ہے ۔

۲- اس غزل کا مطلع بھی سن لیجیے کہ ایک لطیفہ اس سے وابستہ ہے :

بلبل از گل بگزرد گر در چمن بیند مرا
بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گل در چمن کشاده نظر بهر رفتن است
دیگر چه اعتبار جهانِ خراب را

سرِ زلف تو کشادی دلِ انجمن گره شد
سخن از لبِ تو گفتم به لبم سخن گره شد

از گریهٔ ما بحر نه تنها گله دارد
گوشِ صدف از نالهٔ ما آبله دارد

چنیں که کرد سیه روزگارِ من گردون
عجب نباشد اگر روز بینم انجم را

بنگر به سوئے کوهکن و عبرت ازو گیر
از نیروئے دل موم بود گر همه خارا است

در پردهٔ خاک نغمه‌ها هست ولے
وقتے شنوی که گوش بر خاک نهی

(بقیه حاشیه گذشته صفحه)
جب حکیم حاذق نے ایک صحبت میں یہ شعر پڑھا تو ملا شیدا بول اٹھا کہ غالباً آپ نے یہ مطلع ان دنوں کہا ہوگا جب چہرے پر ابھی داڑھی نہ آئی ہوگی۔ سب ہنس پڑے۔ حکیم کے دل پر جو گزری سو گزری۔

سعیدائے گیلانی

ستارۂ صبح کی طرح گیلان کے افق سے طلوع ہوا۔ سخن شناسی اور نارہ گوئی میں ممتاز درجہ رکھتا ہے اور متقدمین کی طرز میں خوب کہتا ہے۔ وقت تحریر اُس کا قلم معانی و مضامین کے موتی بکھیرتا ہے۔ مختلف فنون اور صنائع میں ید طولٰی رکھتا ہے۔ بالخصوص رنگ ریزی، جواہرات کو چمکانے اور خوشنویسی میں یکتائے زمانہ ہے۔ خوش باش، خوش فکر، متواضع اور خلیق آدمی ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں زرگر خانے کی داروغگی پر سرفراز ہو کر مناسب منصب اور بے بدل خاں خطاب پایا تھا، شاہجہاں کے زمانے میں بھی اسی خدمت پر ممتاز رہا۔[۱] حسبِ ذیل اشعار اس کے ہیں:

سوارہ آں مہِ زریں رکاب می‌آید
بچہرہ رشک ہزار آفتاب می‌آید
بہ آبِ تیغ تو دل می کشد ز آب حیات
چو تشنہ کو سوی آب از سراب می آید
کند رخت عرق اے نازنیں ز تابِ نگاہ
بدورِ حسنِ تو از آتش آب می‌آید
دومستِ حسنی و من مستِ عشق چیست حجاب
چنیں دو مستی کجا از شراب می‌آید

از ناز چو آغاز کنی عشوہ‌گری را
آرام بری آدمی و حور و پری را

۱۔ عبدالحمید بادشاہ نامہ، ج ۱، حصہ دوم، ص ۳۵۶ پر لکھتا ہے کہ:
"از رسائی طبع و روانی فکر اکثر بہ نظم معانی می‌پردازد۔
الفاظش ہموارہ دلنشین است و مضامین نو آئین۔"

شاید که بچین سر زلف تو برد راه
بگرفته دلم دامن باد سحری را
از جیب دلم تا نکنی دست ستم دور
با ناله هم‌آغوش کنم بی‌اثری را

ز تاب عشق هر گه پیش او بیتاب می گردم
گهی از شرم آتش میشوم گهه آب می‌گردم
بروی چون زرم هرگاه خندد دلستان من
بگردش مضطرب چون قطرهٔ سیماب می گردم
نسیمی گر وزد برتار زلفش عنبر افشانش
چو زلف مشک بویش گرم پیچ و تاب می گردم

ای گلشن جمال ترا صد هزار گل
یک گل ز حسن تو نشکفت از هزار گل
مژگان چو سایه بر گل روی تو افگند
ترسم شود فگار چو از نوک خار گل
گر بگزری ز روی نوازش به گلستان
بلبل کند براه تو ای گل نثار گل

دارم اندر غنچهٔ دل از خیالت گلشنی
همچو گل پوشیده‌ام از خون دل پیراهنی
تیر مژگان بسکه زد چشمت ز مستی بر دلم
سینهٔ دارم که هر داغش بود پرویزنی

آنی که سریرت آسمان پایه بود
بر ملک جهان عدل تو پیرایه بود

تا ہست خدا تو نیز خواہی بودن
زیرا کہ ہمیشہ ذات با سایہ بود

محمد قلی سلیم

فطرت سالم اور سلیم الطبعی کی مناسبت سے سلیم تخلص کرتا ہے۔ تہران کا رہنے والا تھے اور وزیر باتدبیر اسلام خاں کا نوکر ہے۔ خیال آفرینی اور انداز بیان میں شاعر شیریں بیان خجند کا ہمسر تھے۔ کوئی شعر خوش ادائی سے خالی نہیں۔ تشبیہ ایجاد کرنے اور ایہام میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ اُس کی فکر تازہ نے ہزاروں نئے مضمون پیدا کیے۔ اگرچہ کم گو ہے لیکن بہت پاکیزہ فکر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دوسرے شعرا کے مضامین چرا کر اور تھوڑی سی رد و بدل کر کے اپنے الفاظ میں پیش کر دیتا ہے۔ اس معاملے میں اتنا بدنام ہے کہ جو شعر اپنی کاوش طبع سے کہتا ہے، اسے بھی لوگ دوسروں کا مال بتا دیتے ہیں۔ المختصر اکثر شعرا اُسے نظروں میں نہیں لاتے بلکہ برا بھلا کہتے ہیں۔ البتہ بعض منصف مزاج جو الفاظ و معانی کے نکتہ شناس ہیں اُسے شاعر سمجھتے ہیں ورنہ بالعموم اس کی طرف سے بدگمان ہی ہیں۔[۱] اس کے اشعار آبدار میں سے چند

۱۔ لطف یہ کہ خود سلیم کو دوسروں سے شکایت ہے کہ وہ میرے مضامین کا سرقہ کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے:

دیوان کیست از سخنام تہی سلیم
تنہا نہ برمن ایں ستم از دست صائب است

کسی معاصر نے رعایت لفظی سے کام لے کر ایک شعر میں سلیم پر مضامین کی چوری کا الزام لگایا ہے:

دخلے کہ لہ کردی بہ کلام اللہ بست
بیتے کہ نہ بردۂ تو بیت اللہ بست

Beale نے سلیم کی تاریخ وفات ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ء) تحریر کی ہے۔

ابیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

تنہا نہ ہمیں زلفِ تو بسیار دراز است
مژگانِ تو ہم چون شبِ بیمار دراز است

حاجت بہ گل ندارد آن گل کہ کج کلاہ است
در خواب حیف باشد چشمے کہ خوش نگاہ است
تا وجہ میں نباشد نتوان سوئے چمن رفت
بر من نظارۂ گل دیدارِ قرض خواہ است

نوبہار است و چمن درپے سامانِ گل است
ابر بر روئے ہوا دودِ چراغانِ گل است

رشکم ز گفتگوئے تو خاموش می‌کند
نامت ہمی برم کہ دلم گوش می‌کند
نیک و بدِ زمانہ بروں کردہ ام ز دل
آئینہ ہرچہ دید فراموش می‌کند

دولتِ تیزے کہ می‌گویند شمشیرِ تو بود
بر سرم آمد وئے بسیار زود از من گذشت

جوہرِ ذاتی ندارد احتیاجِ تربیت
صورتِ آئینہ را نقاش کے پرداز کرد

در غمت نالۂ مرغِ چمن آید بیرون
گر لبِ غنچہ کشائی سخن آید بیرون

از وجودم اثرے بسکہ ضعیفی نگراشت
چون حبابم نفس از پیرہن آید بیرون

مُلاّ نسبتی تھانیسری

شاعری کا عاشق ہے اور ارباب حقیقت میں شمار کیا جاتا ہے - مہر و محبت سے بہرہ مندی رکھتا ہے اور مجسم درد و سوز ہے - اُس کے اشعار میں برشتگی اور شورش جلوہ گر ہے - بات چیت کا دلفریب سلیقہ اُسے حاصل ہے - فکر بلند اور طبع رسا سے حصہ پایا ہے - بے سر و سامانی اور خاکساری کے شیوے پر عامل ہے - ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) میں راقم الحروف لاہور سے واپس آ رہا تھا ؛ تھانیسر پہنچا تو اُس نمدپوش فقیر کے تکیے میں ملنے کے واسطے گیا - فوراً میرے بیٹھنے کو غالیچہ بھجوایا - ایک لمحے کے بعد مصرع برجستہ کی مانند خود بھی آیا لیکن خاکساری کے آداب کے بموجب زمین پر بیٹھا - میں بھی اُس کی تقلید میں زمین پر بیٹھ گیا - معلوم ہوا کہ اُس مرد حق کا طریقہ یہی ہے - غرض بڑی گرم جوشی سے دوستان صادق کی طرح پیش آیا - پھر بڑی رقت کے ساتھ اپنے چند اشعار پڑھے یہاں تک کہ اشعار کا (کاغذ) آنسوؤں سے تر ہو گیا - اُن دنوں نظامی کی مخزن الاسرار کا جواب لکھ رہا تھا ، چند اشعار اُس کے بھی سنائے - اُس کا کلام گوہر شہوار کی طرح لوگوں کے دلوں میں محفوظ ہے - ایسے پُردرد اور سوزناک لہجے میں شعر پڑھتا تھا کہ آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں - وہ فقیر روشن ضمیر ہمیشہ نمدے کا لباس پہنتا ہے - اہل دنیا کی طرح سوت یا ریشم نہیں پہنتا - اُس کے چند منتخب اشعار اس کتاب میں درج کیے جاتے ہیں :

بلبلان ہم مزاج دان نہ شدند
کس نداند کہ گل چہ خو دارد

نسبتی دل به درد معتبر است
لاله از داغ آبرو دارد

لاله رست از قتل گاه کوهکن در بیستون
خون ناحق کشته آخر دامن صحرا گرفت

بگیر پرده ز رخسار و چشم بالا کن
گرسنه چشمی چشم مرا تماشا کن
دو زلف داری و خال و خط و کرشمه و ناز
دگرچه باید ، برخیز ، فتنه بالا کن

اینک خدنگ مژگان اینک کمان ابرو
مستی و فتنه در سر برخیز و قتل ما کن

ز سوز دل افسانهٔ می نویسم
به پروانه پروانهٔ می نویسم
به دل می نویسم چه خواهم نوشتن
کتابت به دیوانهٔ می نویسم

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش
سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش
نمی پرم ز پر و بال عاریت چون تیر
نشسته ام چوکمان روز و شب به خانهٔ خویش

به سر زد یا به دل زد یا به پا زد
نمی دانم محبتو در کجا زد
ز اول سعیِ بیجا کرد فرہاد
بہان یک تیشہ آخر بجا زد

حسن بیگ رفیع مشہدی

اصلاً مشہدی ہے ۔ اُس کے اشعار عقل و دانش سے لبریز ہوتے ہیں۔ اُس کی طبیعت موسم گل کی طرح شگفتہ اور فکر بہار کی مانند رنگین اور گل افشاں ہے ۔ فکر رنگین سے گلستان شعر میں پھول کھلاتی ہے اور قلم سے زمین سخن گلزار بن جاتی ہے ۔ ایک مدت تک نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کا فرمان نویس اور انشاپرداز رہا ، پھر بارگاہ شاہجہانی کے اشتیاق میں سن ۱۸ جلوس (۱۶۴۴ء) میں یہاں آیا اور شاہی ملازمت پر سرفراز ہوا ۔ اگرچہ شعرا میں شمار نہیں لیکن اکثر حضرت شاہجہان کی مدح میں غزل ، قصیدہ اور مثنوی تصنیف کر کے پیش کرتا ہے ۔[1] کلام سے یہ چند اشعار درج کیے جاتے ہیں :

چو رشتہ از گہرم گر لباس پوشانی
برآورم سرِ خود را بہان بہ عریانی
چو غنچہ کہ بود درمیانِ خرمنِ گل
نشستہ ام نہ دلِ جمع در پریشانی

عکسِ رخسارِ تو چون در مئی گلفام افتاد
شلہ گمانم کہ مہِ چاردہ در جام افتاد

۱- ولیم بیل نے اورینٹل بایو گرافی ، ص ۲۱۸ پر لکھا ہے کہ عالمگیر کے زمانے میں فوت ہوا ۔

طالع شہرت و رسوائی مجنوں بیش است
ورنہ طشت من و او ہر دو ز یک بام افتاد

پابنے تا سر خویش را چوں شمع محفل سوختم
گر نشیند عاشق از پا ایں چنیں باید نشست

مثنوی

بہ آب زندگی شویم دہاں را
چو مداحی کنم شاہ جہاں را
صدف پر در کند گوش از کلامش
نگیں نا کندہ گیرد نقش نامش
چرا در کاں نباشد لعل سیراب
کہ از شرم وقارش کوہ شد آب
اگر یابد ز مدحش صفحہ زیور
شود ہر سطر او عقدے ز گوہر
اگر از لطف بیند سوئے دریا
گہر گردد حباب روئے دریا
ز قہرش گر نظر افتد بہ گرداب
شود چوں دیدۂ مقراض بے آب

شیخ محسن فانی

خوش گفتار شاعر ہے جس نے بہار کی مانند کشمیر کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔ اس کے قلم سے ہر رشتۂ معنی کی گرہ کھلتی ہے۔ چنانچہ مضامین و معانی کو نہایت دل آویزی سے پیش کرتا ہے۔ اس کی فکر فلک پیما اور کلک لکتہ رس سے نہایت بلند پایہ اشعار وجود میں آتے ہیں۔ تمام علوم میں ممتاز ہے اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونے کے علاوہ الٰہیات سے شغف رکھتا ہے۔ شاعری اس کے شایاں نہیں اور سخنوری اس کا ایک ادنیٰ کمال

ہے ۔ کبھی کبھی فکر شعر کرتا ہے تو شاخ قلم سے مضامین و معانی کے پھول جھڑتے ہیں ۔[۱] اسی لیے راقم الحروف نے اُسے شاعروں کے زمرے میں درج کیا ہے ۔ اُس کے دیوان میں سے چند اشعار جنھیں شاعری کا عطر کہنا چاہیے یہاں درج کیے جاتے ہیں ۔ ملا محمد طاہر غنی اُسی کا شاگرد ہے ۔ اُس نے بھی بارگاہ ایزدی سے فیض پایا ہے اور کلام میں خاص کیفیت ہے ۔ اس لیے کتاب ہٰذا میں اُس کے بھی کچھ اشعار لکھے جاتے ہیں ۔ "ملا" محسن کے اشعار یہ ہیں :

تابِ دیدارِ تو آورد دل و منفعلم
آب می شد اگر آن آئنہ جوہر می داشت

مصحفِ روئے ترا آئینہ ازبر می کند
پیشِ ارباب صفا اظہارِ جوہر می کند
گرچہ خوبی ہائے حسنش گفت کا کل در قفا
خط کنوں بر روئے او عرضِ مکرر می کند

۱۔ مرآۃ الخیال ، ص ۲۵۴ پر درج ہے کہ "سالک مسالک نکتہ دانی شیخ محسن فانی فاضل متبحر و صاحب جاہ و پاکیزہ روزگار و خوشگو خوش صحبت بود ۔" غلام علی آزاد بھی اُس کی درویشی و آزادگی کے معترف ہیں ۔ محسن فانی کہیں کہیں ہندی الفاظ بے تکلفی کے ساتھ فارسی میں ملا دیتا ہے جس سے لطف پیدا ہو جاتا ہے ۔ مثلاً :

نوبہار آمد بہ سیرِ گلشنِ ہندوستان
زیبد ار طوطی بجائے پر برآرد برگِ پان
گل ز شبنم ہار چنبیلی بہ گردن افگند
تا تواند شد حریف شاہدِ ہندوستان

ولیم بیل نے ، ص ۱۹۴ پر تاریخ وفات ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) لکھی ہے ۔

دستِ اربابِ کرم چوں کیسۂ مفلس تہی است
معنی این نکتہ حل شد از کفِ دریا مرا

نقشِ ابروئے تو محو از دلِ ما نتواں کرد
یعنی از صومعہ محراب جدا نتواں کرد
دلِ آئینہ چو آئینہ نہ گردد روشن
دعویِ ہمدمیِ اہلِ صفا نتواں کرد

ہمہ بردند آرزو در خاک
خاک دیگر چہ آرزو دارد

در طلب سرگرم بودن بے‌نیازاں را تب است
بدنما تر بر لب از تبخالہ حرفِ مطلب است

محمد طاہر غنی کے اشعار

بقدرِ وسعتِ مشرب بہ ہر کس جرعہ دادند
تو در پیمانہ مے داری و من خون در جگر دارم

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید
مسیحا کے تواند کرد بینا چشمِ سوزن را
سوادِ کعبہ کے منظورِ اربابِ نظر باشد
بہ سنگِ سرمہ حاجت نیست ہرگز چشمِ روشن را

تا سرمہ داں سیاہیِ چشمِ تو دیدہ است
در چشمِ خویش میل ز خجلت کشیدہ است
یک موئے فرق نیست میانِ دو ابروت
خوش مصرعے بہ مصرعِ دیگر رسیدہ است

ہر کس بہ درگہِ کرمت بردہ تحفۂ
مارا ز دستِ خالیِ خود آستیں پر است
جز زیرِ خاک جا بہ منِ خاکسار نیست
روئے زمیں ز مردمِ بالانشیں پر است

آب بود؟ معنیِ روشن غنی
خوب اگر بستہ شود گوہر است

بگزر از خویش حو بینی دہنِ یار غنی
دل بہ ہستی چہ نہی راہِ عدم درپیش است

نمی شود سخنِ پست فطرتاں مشہور
بلند نیست صدا کاسۂ سفالی را

محمد علی ماہر

فن سخن میں خوب ماہر ہے - نکتہ داں اس کے لطف کلام سے واقف ہیں - خوش فکر ، نکتہ رس ، معنی بند شاعر ہے - شعر و سخن کا بہت عمدہ نقاد ہے - اگرچہ ایرانی ہے لیکن نشو و نما ہندوستان میں ہوئی - مبدأ فیاض نے بچپن سے اب تک اسے اپنے فیض سے بہرہ مند رکھا - درویش مزاج ، آزادہ رو اور صاحب نسبت فقیر آدمی ہے - تھوڑی بہت معاش جو حاصل ہے اسی پر قناعت کرتا اور جہاں جی چاہے رہنے لگتا ہے - اپنی طبع

رواں کی طرح کبھی اس شہر میں ہے کبھی اس شہر میں ۔ شاہد پرستی ، ذوق جمال اور موسیقی سے بہت شغف ہے ۔ جہاں کہیں گانے بجانے کی آواز ہو ، طنبور کی طرح جا پہنچتا ہے ۔ جس جگہ کوئی حسین نظر آ جائے ، آئینے کی مانند اُدھر کا رخ کرتا ہے ۔ یہاں اُس کے چند اشعار رقم کیے جاتے ہیں[۱] :

چندانکہ نظر کردم صحرائے محبت را
چوں طولِ امل دیدم پہنائے محبت را
او چشم بہ من دارد من چشم بہ او دارم
وا کردہ بروئے ہم دریائے محبت را

فیضِ نظر ز پرتوِ روئے تو حاصل است
آئینہ بے جمالِ تو چوں فردِ باطل است

ہر کجا سالک ز خود گردد جدا
از ہماں منزل خدایش ہمرہ است

بہ حرف و صوت میسر نہ گردد آزادی
بہ بین اسیرِ قفس طوطیانِ گویا را

تا خطِ سبز و لبِ لعلِ ترا نظارہ کرد
خضر عمر از سر گرفت از چشمۂ حیواں گزشت
یار وقتے بر سرم آمد کہ افتادم ز پا
آں زماں درمانِ دردم شد کہ از درماں گزشت

۱- ولیم بیل نے ماہر کی تاریخ وفات ۱۰۸۹ھ (۱۶۷۸ء) تحریر کی ہے ۔ (اورینٹل بایو گرافی ، ص ۱۶۲) ۔

بے نصیب از مے کفِ خاکے دریں میخانہ نیست
یک سبو گر بشکند سامانِ صد ساغر شود

پیری کہ نشانِ ناتوانی است
خاکسترِ آتشِ جوانی است

مُلاّ حسن فروغی

اُس کا خمیر کشمیر کی مٹی سے ہے لیکن شاعری کا شہرہ دور دور تک ہے۔ اُس کے اشعار کشمیر کی سر زمین کی طرح شگفتہ و رنگین ہوتے ہیں اور دیوان جھیل صفاپور کی مانند آبدار و پاکیزہ ہے۔ بہت معنی خیز طبیعت پائی ہے۔ فکر رسا سے عمدہ مضامین پیدا کرتا ہے۔ نہایت منکسر المزاج، خاکسار آدمی ہے۔ شعر گوئی کی طرف کم توجہ کرتا ہے لیکن جب لکھتا ہے تو مضامین روشن کے انبار لگا دیتا ہے۔ آتش شوق کا یہ خاکی نہاد پیکر مدت تک کمال خاکساری کے ساتھ، راکھ میں چھپی ہوئی چنگاری کی مانند کشمیر میں گوشہ نشیں تھا جہاں اُس کی درویشی و عزلت پسندی کی شہرت تھی۔ جمعرات کے روز ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۵ء) بارہ روپے روزانہ پر بارگاہ شاہجہانی میں ملازم ہوا۔ ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۷ء) میں دہلی میں تھا جو ملک الموت نے اس کے دیوان حیات پر خط کھینچ دیا۔ اُس کے اشعار میں سے چند ابیات پر اکتفا کی جاتی ہے:

با زبانِ حال سنگِ راہ می‌گوید بلند
می خورد پا ہر کہ بر افتادگاں پا می زند

گر دلت آزرو کند آں گہرِ یگانہ را
رقص کناں بہ آب دہ ہمچو حباب خانہ را

ازان غم بوظلم نیست گز سبک پائی
ہمیشہ ہمچو کمان است خانہ بر دوشم

لالہ را ہم با چمن دل صاف نیست
ما دلِ یارانِ عالم دیدہ ایم

اے کہ در رفتن شتابِ تیر دارد عمرِ تو
چون کمان بہر کہ می سازی منقش خانہ را

کے ز بیمِ خنجرت خواہد دلم یک سو گرفت
ہمچو ابرو می توان تیغِ ترا بر رو گرفت

امام و قبلۂ اہلِ نجات شاہ جہاں
کہ شد بہ سجدۂ درگاہِ او فلک ماُمور
نشست بعد ُنہ آبا بہ چاربالشِ جاہ
ازان چو عقلِ دہُم می دہد نظامِ امور
صلاحِ خلق در ایامِ او چنان شد عام
کہ دانۂ نبرد بے رضائے دہقان مور
بہ منعِ بادہ اگر گرم می شود غضبش
مویز گشتہ سر از تاک برزند انگور
ہمیشہ چار حدِ این مسدسِ ُنہ سقف
ز کثرتِ سہ موالید تا بود معمور
سرائے دولتِ او را بہ حکمِ یزدان باد
بقا اساس و قضا بانی و قدر مزدور

سعید خان ملتانی

رنگیں کلام ، تازہ خیال ، خوش صحبت اور پاکیزہ مزاج شاعر ہے - خوش فکر اور نکتہ سنج شاعروں کی صحبت سے نہایت محظوظ ہوتا ہے - اہل سخن کے ساتھ شیر و شکر رہتا ہے - جہاں کسی سخنور کا شہرہ سنتا ہے اس کی خدمت میں پہنچتا اور اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کرتا ہے - راقم الحروف کو بارہا اس کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا - شگفتہ جبینی اور دوست نوازی میں بے نظیر پایا - نظم و نثر دونوں پر نہایت راغب ہے - پہلے شاہزادہ مراد بخش کا نوکر تھا ، اب حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا ملازم ہے - چار صدی ذات کا منصب ہے - خوش گفتاری اس کے کلام سے آشکار ہے اور معنی آفرینی اس کے اشعار میں جلوہ گر- یہاں اس کے چند اشعار لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے :

چہ دولت است کہ با ایں قدِ خمیدۂ خویش
بہ بر کشیدہ ام آں سروِ سر کشیدۂ خویش
ز فرقتِ تو چہ گویم کہ قصۂ طوفاں
شنیدۂ تو و من دیدہ‌ام بہ دیدۂ خویش

مُلاّ حاجی لاہوری

میخانۂ معنی کا ساغر نوش ہے اور انجمن شعر خوانی کا صدر نشیں - اگرچہ تازہ خیال نہیں تاہم اس کا کلام شرابِ کہنہ کی سی کیفیت رکھتا ہے اور بہ ہر صورت سرخوشی طاری کرتا ہے - سخن سنج اس کے اشعار کو خطِ پیمانہ کی مانند مضمون سے خالی نہیں سمجھتے بلکہ قند کی طرح حلاوت و لطافت کا سرمایہ جانتے ہیں - اس کا دیوان جامِ شراب کی طرح دست بدست پھرتا ہے اور اکثر اشعار پختگی و متانت کے سبب لوگوں کے دل میں گھر کرتے ہیں - خمخانۂ طبیعت کے چند کیف آور اشعار ملاحظہ ہوں -

رباعی

ہر کس کہ دل از مدارِ دنیا برداشت
عبرت ز شمارِ کارِ دنیا برداشت
گویند زمیں بر سرِ گاو است بلے
گاو است کسے کہ بارِ دنیا برداشت

چندر بھان برہمن

لاہور میں پیدا ہوا - صلح کل مسلک رکھتا ہے - نہایت خوش وضع، گرم جوش اور متواضع آدمی ہے - صنم خانۂ سخن کا پرستار اور آستانۂ شعر کا جاروب کش ہے - طبیعت نکتہ سنج اور فکر معنی آفریں ہے - خطِ شکستہ لکھنے میں ماہر ہے اور ستھرا شعر کہنا اس کا شعار ہے - نثر نگاری اور انشا پردازی میں ابوالفضل کی تقلید کرتا ہے - درد مندی و رقت کا یہ عالم ہے کہ شعر پڑھتے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں - پلکیں بھیگی رہتی ہیں اور درد مند دل میں معرفت کا رنگ ہے - اگرچہ اصلاً برہمن ہے اور شکل صورت ہندوؤں والی ہے لیکن کفر سے بیزار اور اسلام پر مائل ہے - اُس کا کلام سادہ و برجستہ ہوتا ہے اور اس کی اپنی وضع بھی یہی ہے - درویشانہ زندگی بسر کرتا ہے - شعر گوئی اور انشاپردازی میں نہایت ماہر ہے - اول اول لاہور کے میرِ عمارت عبدالکریم کے ساتھ رہتا تھا، پھر افضل خاں مرحوم کی ملازمت اختیار کی -[۱] اب بارگاہِ شاہجہانی

۱- صباح الدین عبدالرحمٰن نے بزمِ تیموریہ، ص ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ دارا شکوہ اس کا خاص مربی تھا۔ اپنا میر منشی مقرر کیا - عالمگیر کے زمانے میں زندہ تھا جس نے اُسے جہانگیر کے مقبرے کی نگہبانی سپرد کی - دارا شکوہ نے ایک مرتبہ شاہجہاں کے سامنے اس سے شعر خوانی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا ملازم ہے ۔ یہ اشعار اس کے ہیں :

صفیرِ عندلیب از جا برد اہلِ محبت را
کہ حرفے گفت نادانے و بر دانا زند ناخن

چشم تا برہم زدی آغاز شد انجامِ عمر
طے شد ایں رہ آنچناں کاوازِ پائے بر نخاست

متاعِ حسنِ ترا طرفہ روز بازار است
کہ کس نیافتہ و عالمے خریدار است
بہ گلشنِ دلِ ما بگزری تماشا کن
در ایں چمن گلِ خود روے داغ بسیار است

کجاست بادہ کہ عالم بہ باد دادۂ اوست
اساسِ آب بر آتشِ بنا نہادۂ اوست

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

کی فرمائش کی ۔ اس نے پڑھا :

مرا دلے است بہ کفر آشنا کہ چندیں بار
بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہجہاں کی طبیعت میں آزردگی سی پیدا ہوئی ۔ لیکن افضل خاں نے فوراً اصلاحِ حال کے لیے کہا کہ حضور شیخ سعدی تو ایسے اشخاص کے حق میں پہلے ہی کہہ گئے ہیں کہ :

خرِ عیسیٰ گرش بہ مکہ برند
چوں بیاید ہنوز خر باشد

شاہجہاں مسکرا دیا ۔

گرہ بہ زلفِ تو افتاد جائے آں دارد
کہ بر زبانِ سخن مدعا گرہ گردد.

نظر بہ شاہدِ معنی ز پردہ دوختہ ام
حجاب عینکِ چشم است مردِ بینا را

انشا پردازوں کا طبقہ

مظہر فیضِ ازلی و ابدی میرزا جلالای طباطبائی یزدی

نثر نگاری میں یدِ طولیٰ پایا ہے۔ انشاپردازی اور مراسلات نگاری میں ایسی عمدہ طرز نکالی ہے کہ عبارت میں جان ڈال دیتا ہے۔ اختراعِ مضامین اور ایجادِ معانی میں بہت ہی ماہر ہے۔ علمِ لغت کا ایسا واقف ہے کہ جوہری کا نام مٹا دیا۔ حکمت و فلسفہ میں بو علی سینا کو رشک آیا۔ اُس نے اصفہان میں رہ کر تعلیم پائی اور اعلیٰ ترین مدارج حاصل کیے۔ ۱۰۴۴ھ (۱۶۳۴ء) میں ہندوستانِ جنت نشان کا ارادہ کیا جو ملکوں ملکوں کے باکمالوں اور ہنرمندوں کا مرکز بنا ہوا ہے اور جس کی زمین رشک آسمان ہے۔ قسمت کی یاوری سے شاہی ملازمت مل گئی۔ چونکہ بارگاہِ شاہی کے مقربوں سے ملنے کا سلیقہ رکھتا تھا اور اس کا کلام بھی سلیس اور دل آویز تھا لہٰذا شاعروں کے زمرے میں داخل کیا گیا۔ حضرت شاہجہان کے عہد کے حالات تحریر کرنے پر مامور ہوا۔ بےمبالغہ اُس کی نثر کہکشاں کی ہم رتبہ ہے۔ حضرت کے عہدِ مبارک میں سے پانچ سال کے کارنامے نہایت آب و تاب سے لکھے تھے کہ بعض اُمرا کی نکتہ چینی کے سبب بات بگڑ گئی اور وہ یہ خدمت پوری نہ کر سکا۔ اگر یہ تصنیف مکمل ہو جاتی تو یادگار چیز بنتی اور اُس کی عبارت سے انشا پردازی کو زینت

حاصل ہوتی ، نکتہ سنجی معراج کو پہنچتی اور کلام کا رتبہ عرش سے بڑھ جاتا ۔ المختصر اُس کی عبارت کی سیاہی لیلۃ القدر کی طرح ہزاروں آفتاب اپنے دامن میں رکھتی ہے ۔ طبعِ روشن کے آگے سورج کی روشنی ماند ہے ۔ اُس کے الفاظ میں بو علی سینا کی طرح حکمت کا قانون پوشیدہ ہے ۔ ابرِ رحمت کی طرح روحِ سخن کو تازہ کر کے مضامین و معانی کو اس بلندی پر پہنچایا ہے کہ نامی گرامی انشا پرداز اُس یکتائے زمانہ کے مقابلے میں دو جملے نہیں لکھ سکتے ۔ راقم الحروف نے کسی کا ملاحظہ کیے بغیر انصاف کے تقاضے سے یہ باتیں لکھ دی ہیں ۔ اگر بعض نالائق سخنور انصاف سے ہٹ کر مجھ خاکسار پر طنز و طعن کی زبان کھولیں تو مالک کے حوالے ۔

علّامی فہّامی افضل خاں

انشا پردازی میں پوری استعداد کا مالک تھا ۔ مطلب نگاری اور مدّعا نویسی میں وہ اعجاز دکھاتا کہ کاغذ کو باغ و بہار بنا دیتا ۔ مضامین و معانی سے بیان کو آرائش بخشتا تھا ۔

عمدة الملکی سعداللہ خاں

نہایت ذی علم سخن گو تھا اور طبعِ رسا رکھتا تھا ۔ نثرنگاری کا پورا سلیقہ پایا تھا ۔ انشا پردازی اور مدّعا نگاری میں سحر بیانی کا رنگ بھرتا تھا ۔ دراصل اُس سے پہلے انشا پرداز نہایت پاکیزہ عبارتوں کا سرمایہ مہیا کر گئے تھے ، یہ اُن عبارتوں کو از سرِ نو آراستہ کر کے رنگین انداز سے پیش کرتا اور تازہ طرزیں دکھاتا ۔ اگرچہ سخن شناس طبیعت پائی تھی لیکن افسوس کہ دوسرے انشا پردازوں کی عبارت آرائی سے جان بوجھ کر نظر پھیر لیتا ؛ پلک برابر داد دینا گوارا نہ کرتا ۔

مدارالمہام علاءالملک تونی فاضل خاں

نہایت معنی پرداز انشا نگار تھا ۔ اُس کی نثر موسم بہار سے زیادہ رنگین اور عبارت باغ و بوستاں سے زیادہ شگفتہ ہوتی تھی ۔ مراسلہ نگاری اور عبارت آرائی میں عطارد سے بڑھ کر تھا ۔ قلم سنبھالتا تو ذرا سی دیر میں مراسلہ تیار کر دیتا ۔ غرض بہت اعلیٰ پائے کی نثر لکھتا ۔ اُس کا اسلوب تحریر مضامین و معانی سے آراستہ ہوتا تھا اور انداز میں بڑی جدت و تازگی تھی ۔

عبداللطیف گجراتی لشکر خانی

نہایت تیز فکر سخن طراز تھا اور استعارے ایجاد کرنے نیز عبارت آرائی میں بہت ماہر تھا ۔ پرانے انشا پردازوں کے رنگ میں نکتہ سنجی اور نازک خیالی کی داد دے کر باریک اور رنگین مضامین رقم کرتا تھا ۔ اُس کی طبع رواں پانی کی طرح زمین سخن کو سیراب کر دیتی ۔ اگرچہ اُس کے کلام میں تازگی و جدت نہیں لیکن سادگی و سلاست موجود ہے ۔ بات بے تامل سمجھ میں آ جاتی ہے ۔ پہلے وہ لشکر خان مشہدی کا کارگزار خدمت گار تھا ۔ جب اُس نے منصب اور ریاست سے ہاتھ اُٹھا لیا تو حضرت شاہجہاں کی سرکار میں دفتر تن کی دیوانی پر مامور ہوا ۔ عقیدت خاں خطاب اور ہزاری ذات چار سو سوار کا منصب پایا ۔ کچھ عرصہ عہد شاہجہانی کے حالات لکھنے پر مامور رہا ؛ بعد میں حاسدوں کی نکتہ چینی کے سبب اس خدمت سے برطرف کر دیا گیا ۔ مولانا روم کی مثنوی پر ایک رنگین دیباچہ اور عمدہ تشریح لکھی ۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیچیدہ نکتوں کو خوب سلجھایا ہے اور دقیق معاملات خوب واضح کیے ہیں ۔

عبدالحمید لاہوری

سخن طرازی کا انداز ابوالفضل سے سیکھا ہے اور اُس فاضل بے بدل کے فیض کلام سے پورا حصہ پایا ہے ۔ چنانچہ عبدالحمید کی تحریر کا اسلوب

بھی بعینہ وہی ہے کہ اُس پیشوائے نکتہ دانی کے قدم بہ قدم چلتا ہے ۔ انشا نگاری میں کامل ہے اور نکتہ سنجی میں معاصروں سے آگے ہے ۔ قلم سے مضامین و معانی کے جواہر جھڑتے ہیں ۔ عقل و دانش اُس کے قلم کو عصائے رہبر سمجھتی ہیں ۔ اُس نے زمانۂ شباب میں علوم و فنون کی تکمیل کر لی تھی ۔ فن انشا کی تحصیل خوب کی تھی ۔ اب بڑھاپا ہے لیکن عبارت آرائی میں وہی چستی و متانت موجود ہے ۔ ضعف پیری کے سبب مٹھی بھر ہڈیاں رہ گئی ہیں لیکن سخن فہمی کا یہ عالم ہے کہ تمام نکتے ازبر ہیں اور لکھتے وقت عبارت آرائی کا حق ادا کر دیتا ہے ۔ شاہ بحر و بر کے حسب الحکم اُن کے اولیں بیس سالہ عہد حکومت کے حالات لکھنے پر مامور ہوا تھا ۔ اس تاریخ نگاری میں طبع ارجمند کی مدد سے ہر جگہ لطف کلام پیدا کیا ۔ ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۵ء) میں بڑھاپے اور انتہائی ناتوانی کے سبب اس خدمت سے معذور ہو گیا اور انھی دنوں انتقال کیا ۔

محمد وارث

سرزمین سخن کا والی اور دودمان علم کا وارث ہے ۔ نکتہ سنجی و عبارت آرائی کا اسلوب سیخ عبدالحمید لاہوری سے سیکھا ۔ اُس کے انتقال کے بعد بادشاہ نامہ کا دفتر سوم لکھنے میں مشغول ہوا ۔ چونکہ علمی استعداد مکمل تھی اس لیے انشا پردازی میں کمال حاصل کیا ۔ راہ سخن کے نشیب و فراز اور مضمون و معانی کو حوب سمجھتا ہے ۔ انشا نگاری کے علاوہ دوسرے اوصاف سے بھی بہرہ مند ہے ۔ بارگاہ ایزدی سے سخاوت کا جوہر پایا ہے ۔ نہایت خوش باش ، شگفتہ طبع اور پاکیزہ اطوار ہے ۔ بذلہ سنجی ، لطیفہ گوئی اور مصاحبت میں نظیر نہیں رکھتا ۔

میرزا امینا

فارسی اصطلاحات کا ماہر کامل اور انشاپردازی میں سلیقہ مند ہے ۔ اُس کا کلام تکلف اور تصنع سے پاک ہے ۔ ذہن رسا ، طبع سلیم اور فکر بلند

سے بہرہ مند ہے ۔ بادشاہ نامہ لکھنے کی خدمت پہلے اُسے تفویض ہوئی تھی پھر واقعات ترتیب دینے پر مامور ہوا ۔ خوش وضع ، خوش گفتار آدمی تھا ۔ اخذ و نقل کا سلکہ اس درجے پر تھا کہ جس انداز کا کلام لکھنا چاہتا لکھ لیتا ۔

شیخ عنایت اللہ

راقم الحروف (محمد صالح کنبوہ) کا بڑا بھائی اور استاد تھا ۔ بہت صاف نہاد تھا بلکہ روشن دل بزرگوں کا پیشوا کہیے تو بجا ہے ۔ سخنوری میں صاحب طرز تھا اور تازہ گوئی میں ممتاز ۔ اس کی نثر نہایت پختہ ، معنی خیز اور دلآویز تھی ۔ رواں اور رنگین عبارت لکھتا تھا ۔ معنی یاب طبیعت پائی تھی ۔ کلام کی دلفریبی ، عبارت کی سلاست و متانت لاجواب تھی ۔ ہر وقت فکر سخن میں محو رہتا اور سخن دانی کی محفل کو اپنے کلام سے زینت بخشتا ۔ عبارت آرائی اور صنائع بدائع کے استعمال میں ایسی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ لفظوں کی سیاہی سے آب حیات ٹپکتا تھا اور سنبل جیسی سطروں سے دماغ معطر ہو جاتا ۔ مضامین و مطالب لکھتے وقت اس کی فکر ملک پیما کبھی رنگینی سے خالی نہ رہتی ۔ قلم اٹھا کر بے تامل ایسی عبارت لکھتا کہ مضامین و معانی اُس پر قربان ہوتے ۔ الفاظ و عبارات کی شیرینی نیز چاشنی معنی سے آب حیات کی حلاوت شرمندہ ہوتی ۔ تصانیف کا ہر صفحہ نو خط حسینوں کے سبزۂ خط کی مانند اہل سخن کے دلوں کو اپنے دام میں لاتا ہے ۔

عنایت اللہ نے اللہ کی عنایت سے حضرت شاہجہاں کے عہد سلطنت کے حالات نہایت تفصیل و تحقیق سے قلمبند کیے ہیں ۔ اختصار کے ساتھ حضرت آدم سے لے کر جہانگیر تک کے واقعات بھی تحریر کیے ہیں ۔ تاریخ دلکشا نام ہے ۔ کتاب کی ساری عبارت بے عیب ہے ۔ جابجا لطف معنی اور رنگینی مضمون بھی موجود ہے ۔ آخر میں حضرت اورنگ زیب کے حالات بھی لکھے ہیں اور زمین سخن میں دودھ کی نہر بہائی ہے ۔

بہار دانش بھی اسی کے گلستانِ طبیعت کا ایک گلدستہ ہے جسے رنگیں بیانی سے گلزارِ جنت بنا دیا ہے۔ فارسی زبان میں ہندوستانِ قدیم کی کہانیاں اور دلپذیر حکایتیں تحریر کی ہیں۔ ہر کہانی میں سحر بیانی اور گل فشانی کے کرشمے دکھائے ہیں۔ آج کل درویشی و معرفت کی طرف مائل ہے۔ تحریر و تصنیف کے بجائے حال و قال میں محو رہتا ہے۔ علائقِ دلیوی کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اپنے بیگانے کسی سے واسطہ نہیں رکھتا۔ گوشۂ عزلت سے جسے سرزمینِ قناعت کا مرکز کہنا چاہیے قدم باہر نہیں نکالتا۔ خدائے پاک سبھوں کو یہ توفیق دے۔

شاعروں اور عالموں فاضلوں کا بیان اوپر ہو چکا ہے؛ اُن میں سے بعض کا جو نثر نگاری میں بھی مہارتِ کامل رکھتے ہیں، یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

مُلّاؔ محمود جونپوری

فکرِ تازہ اور لطفِ معنی سے نہایت دل آویز مضامین رقم کرتا تھا۔ سخنوری اُس کے قلم پر قربان تھی اور فکرِ رنگیں سے مضامین کے پھول جھڑتے تھے۔ زبان پھٹی ہوئی تھی اس لیے روانی سے بولنے سے قاصر تھا لیکن معنی شناسی اور سخن گوئی میں مہارتِ کامل حاصل تھی۔ اسلوبِ تحریر سے عبارت میں جان ڈال دیتا تھا اور برجستہ مضامین لکھتا تھا۔

مولانا ابوالبرکات منیر

ہندوستان جیسے وسیع ملک میں فیضی کے بعد صرف منیر ہی وہ سخنور ہے جسے ادب کی تمام اصناف پر پوری قدرت حاصل تھی۔ وہ متقدمین کی پیروی کرتا تھا اور نظم و نثر پر پوری قدرت رکھنے کے علاوہ بہت سی دوسری خوبیاں بھی رکھتا تھا۔ طبعِ سلیم، فکرِ بلند اور علم و دانش کی بدولت شاعری میں ایسی نازک خیالی اور نثر نگاری میں اتنی عبارت آرائی کرتا تھا کہ کسی اور شاعر سے یہ بات ممکن نہ تھی۔ اُس کا کلام شاعری

کی زینت اور نثر معانی و مضامین کا مخزن تھی ۔ غرض جس طرح شاعری میں طرزِ تازہ کے لیے مشہور تھا ، اُسی طرح اس کی نثر کا بھی شہرہ تھا ۔ تازہ گوئی کا حق ادا کیا اور متاخرین کی طرز کو خوب سنوارا ۔ نظم و نثر دونوں میں پختگی تھی ۔ عبارت کی آرائش اور استعاروں کے استعمال میں کہیں معنوی رابطوں کو فراموش نہیں کرتا ۔ اگرچہ دوسرے شاعر بھی نثرنگاری کا اچھا سلیقہ رکھتے ہیں لیکن منیر کو اس معاملے میں بڑی جامعیت حاصل تھی ۔ بڑے بڑے ادیب اُس کے کمال کے قائل تھے کیونکہ ہر صنفِ سخن میں تازہ گوئی کا خیال رکھتا تھا ۔

حکیم حاذق

صبحِ صادق کی مانند اُس کے اشعار سے معانی کے آفتاب طلوع ہوتے ہیں ۔ طبعِ رسا اور فکر بلند کی برکت سے نظم و نثر میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا ۔ اُس کی عبارت میں مضامینِ دل آویز اور شاعری میں رنگین معانی کی بدولت یہ کیفیت ہے کہ گلزار کا عالم نظر آتا ہے ۔ حکیم موصوف نے بھی کچھ عرصہ حضرت شاہجہاں کے عہدِ سلطنت کا حال لکھا لیکن دوسرے انشا پردازوں کی تجویز کے مطابق اس خدمت سے بر طرف کردیا گیا ۔

مُلاّ شیدا

ہندوستان کے فارسی شعرا میں ممتاز تھا اور مضامین و معانی کا ادا شناس ۔ نثر میں بھی اچھی دستگاہ حاصل تھی ۔ طبعِ رسا کی بدولت نئے نئے مضامین خوب باندھتا تھا ۔ لیکن خیال آفرینی اور معنی پردازی پر اتنا مائل تھا کہ آرائشِ الفاظ کی طرف سے غافل ہو جاتا ۔ اس وجہ سے اس کی عبارت کو قبولِ عام حاصل نہ ہوا اور مضامینِ لطیف جلوہ گری سے محروم رہے ۔ اہلِ سخن جانتے ہیں کہ جس طرح وہ شعر گوئی میں آرائشِ لفظ و معنی کا خیال رکھتا ہے ، اگر نثر میں بھی اسی شیوے کی پابندی کرتا تو کوئی سخنور اس سے برابری کا دعویٰ نہ کر سکتا ۔ بہ ہر حال

خوش فکر اور خوش گفتار تھا اور طبعِ بلند و طالعِ ارجمند سے بہرہ ور تھا ۔[۱]

چندر بھان

اپنے کلام کی طرح خود بھی نہایت سادہ و بے تکلف ہے ۔ مراسلت اور انشا پردازی میں پوری مہارت رکھتا ہے اور نامہ نگاری و مدعا نویسی میں کامل ہے ۔ آغاز میں لاہور کے میرِ تعمیر سید عبدالکریم کے ساتھ رہا ، پھر وزیرِ اعظم افضل خاں سے وابستہ رہا ۔ جب اس کا انتقال ہوا تو سرکارِ شاہجہانی میں ملازم ہو گیا اور وزیروں کے ساتھ مطالب نویسی پر مامور ہوا ۔[۲] طبعِ موزوں کے فیض سے شعر بھی کہتا تھا چنانچہ شاعروں کے طبقے میں اس کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ۔

۱۔ خوش نصیبی کے ثبوت میں کئی واقعے تاریخوں میں درج ہیں ۔ چنانچہ جب شاہجہاں کے سامنے یہ مطلع پڑھا :

چیست دانی بادۂ گلگوں مصفّا جوہرے
حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

تو بادشاہ نے خفا ہو کر شہر بدر کروا دیا ۔ شیدا نے معذرتی قصیدہ لکھا جس کے ایک شعر میں لفظ 'راندن' کے ایہام سے بڑا حسن پیدا کیا :

مرا چو شاہ براند کجا توانم رفت
بہ گاہ راندن از کف کجا رود شمشیر

۲۔ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۴۹ء میں تحریر ہے کہ برہمن کو عبدالحکیم سیالکوٹی سے تلمذ تھا ۔ چہار چمن لکھ کر نوروز کے موقع پر سرہند میں شاہجہاں کے حضور میں پیش کی ۔ منشآت ، تحفۃ الفصحا ، تحفۃالانوار ، مجمع الفقرا وغیرہ اس کی تصانیف ہیں (ماخوذ از بزمِ تیموریہ تالیفِ لطیف صباح الدین عبد الرحمٰن) ۔ کلمات الشعرا میں محمد افضل سرخوش

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خوشنویسوں کا طبقہ

محمد مراد کشمیری جس کا خطاب شیریں قلم ہے

نہایت سحر طراز خوشنویس ہے - قلم کو ملکِ خوشنویسی کا علم بنا کر وہ ناموری حاصل کی ہے کہ بڑے بڑے خطاط اُس کی جادو نگاری دیکھ کر شرمندہ رہ جاتے ہیں - اُس کی یادگار تحریریں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں - اس کے بنائے ہوئے دائرے دیکھ کر خوشنویس حلقہ بگوش ہوتے ہیں - خطاطوں کا فیصلہ ہے کہ اس کی تحریر خواہ باریک ہو خواہ جلی، بے مثال ہوتی ہے - مُلاّ میر علی تبریزی اور سلطان علی کی طرح اس کا خط بھی نہایت پختہ اور دل آویز ہے -

آقا رشیدا

میر عماد کا شاگردِ رشید ہے اور مبدأ فیاض سے خوب بہرہ مند - اس کی چینی دوات کو آہوانِ ختن کا نافہ سمجھیے اور جادو طراز قلم کو ملکِ خوشنویسی کا علم - خوش نویسی، خوبیِ کلام اور طبعِ موزوں کی بدولت شہرۂ آفاق ہے - حرفوں کے دائرے اور مد اتنے دل آویز ہوتے ہیں کہ چشم و ابروئے خوباں کا گمان ہوتا ہے -

---

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

بھی اس کی طبیعت داری اور سلاست و فصاحت کا معترف ہے - بعض تذکروں میں اس کی ایک اردو غزل بھی درج ہے جس کا مطلع یہ ہے :

خدا نے کس ملک بھیتر ہمن کو لائے ڈالا ہے
نہ بادہ ہے نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ پیالہ ہے

میر محمد صالح اور میر مومن پسران میر عبداللہ مشکیں رقم

یہ دونوں بھائی سحرنگاری اور خوش نویسی کے نئے اسلوب نکالتے ہیں۔ اُن کے لکھے ہوئے قطعات نوخیز جوانوں کے خط کی مانند دل‌آویز و دلفریب ہیں۔ سعر کہنے میں بھی بہت رنگین بیانی کرتے ہیں۔ ان کے حرفوں کے دائرے دائرۂ آسمان کی زینت اور نقطے چشم آفتاب کا تل ہیں۔ چونکہ میر صالح پر شاعری کے رموز آشکار ہیں لہٰذا فارسی میں کشفی اور ہندی میں سجان تخلص کرتا ہے۔ میر مومن کی فکر بلند آسمان کی سیر کرتی ہے اس لیے اُس نے عرشی تخلص رکھا ہے۔ دونوں باکمال ہندوستانی موسیقی کے شوقین ہیں۔ پکے راگ گانے والے گویے اُن کے آگے آ کر کان پکڑتے اور ان کی مجلس میں دف کی مانند حلقہ بگوش رہتے ہیں۔ چونکہ اہلبیت اطہار کی محبت ان کے ضمیر میں ہے اس لیے بارہ اماموں کی منقبت میں بہت سے اشعار کہے ہیں[۱] بڑے اور نامی صوفی ان کے دوست ہیں۔

شرف الدین عبداللہ

عقیق کی مہریں بناتا ہے اور خوش نویسی و خطاطی میں شہرۂ آفاق ہے۔ بڑا ہنرمند شخص ہے جو مہریں تیار کرنے اور عقیق کھودنے میں پوری مہارت و قدرت رکھتا ہے۔ خط خوباں کی طرح اس کی تحریر نہایت دل آویز بلکہ معنی شناسوں کی منظور نظر ہوتی ہے۔ تحریر اتنی روشن کہ دیکھے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کیونکہ حرفوں کی نوک پلک اور الفاظ کی کرسی نشانی میں یکتا ہے۔ قطعات دور دور مشہور ہیں۔ ان اوصاف کے علاوہ وہ پاکیزہ قلب، بیدار دل

۱- صباح الدین عبد الرحمٰن نے بزمِ تیموریہ ص ۲۲۰ پر لکھا ہے کہ محمد صالح نے ایک کتاب 'مناقبِ مرتضوی' لکھ کر شاہجہاں کے سامنے پیش کی تھی؛ ایک ہاتھی اور پانچ ہزار روپے ملے۔

آدمی ہے اور درویشی و معرفت میں کامل ۔ سوز دل کے سبب ہمیشہ آنکھیں نمناک رہتی ہیں ۔ لوگوں کی صحبت سے دور رہتا ہے ۔

میر سید علی تبریزی

اس کی تحریر میں حروف کے دائروں ، حرفوں کے جوڑ ، تناسب الفاظ اور کرسی کی درستی کا یہ عالم ہے کہ خامۂ قدرت کی لکھائی معلوم ہوتی ہے ۔ کہیں کسی قسم کا عیب نہیں ۔ دائرے اور مد حسینوں کے چشم و ابرو کی مانند اتنے دل فریب ہیں کہ صنعت الٰہی یاد آتی ہے ۔ اس کے لکھے ہوئے قطعات اس کی خوشنویسی کی دلیل قاطع ہیں ۔ حرفوں کی کرسی اتنی دل کش ہوتی ہے کہ ملا میر علی کی تحریریں بے لطف نظر آتی ہیں ۔ الفاظ اتنے روشن ہوتے ہیں کہ حسن معنی بھی اس کے سامنے ہیچ ہے ۔ غرض اس کے قلم نے وہ جادو طرازی کی ہے کہ سواد ہندوستان اور سرزمین ایران میں اس کا ہمسر نہیں ہے ۔ جب قلم اٹھاتا ہے تو اس کی تحریر کا حسن حسینوں کے خط رخسار کو بے رونق کر دیتا ہے ۔

میرزا محمد جعفر مخاطب بہ کفایت خاں اور جلال الدین یوسف شکستہ نویس

یہ دونوں محمد حسین خلف کے شاگرد رشید ہیں ۔ خط شکستہ اور نستعلیق لکھنے میں کسی کو ان کے ساتھ ہمسری کی مجال نہیں ۔ بالخصوص کفایت خاں روشنائی کی مومیائی سے حرفوں کا ڈھانچا اس طرح جوڑتا ہے کہ خط شکستہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے ۔ کہنے کو خط شکستہ ہے لیکن الفاظ و حروف اس طرح پیوست ہوتے ہیں کہ اس کی یکتائی میں شک باقی نہیں رہتا ۔ اس زمانے میں کفایت خاں جیسا شکستہ نویس دیکھنے میں نہیں آتا ۔ ممکن ہے کہ زمانۂ مستقبل میں کوئی اس کا ہمسر یا بہتر پیدا ہو جائے ۔

اب راقم الحروف حضرت شاہجہاں کے والا گہر شاہزادوں کے نام تحریر کرتا ہے جو تاج سلطنت کے گوہر تاباں ہیں ۔ ان تمام نامدار امرا ، وزیروں اور منصب داروں کے نام بھی درج کیے جائیں گے جو اپنے طالع کی سعادت کی بدولت اول سے آخر تک نہایت ارادت و عقیدت کے ساتھ حضرت صاحب قران ثانی کی خدمت انجام دیتے رہے ۔ مناسب ہے کہ ان سعادت مندوں کے نام درج کرکے حضرت شاہجہاں کی اس تاریخ کو ختم کر دوں اور سررشتہ کلام کو انتہا تک پہنچا کر فراغت حاصل کروں ۔

عالی مرتبت شاہزادوں کے منصبوں کی فہرست

بحر عزت و جلال کا پہلا گوہر شاہوار ، آسمان دولت و اقبال کا نیر تاباں شاہزادۂ والا قدر محمد داراشکوہ : ساٹھ ہزاری ذات ، چالیس ہزار سوار تیس ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

دوسرا رکن اعظم شہر یاری ، مظہر شان و شوکت ، زینت دودمان سلطنت شاہ شجاع : بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

تیسرا آفتاب سپہر عزت و تمکین ، گوہر تاج دولت و دین ، مالک بخت ہمایوں ، کامل نصیب شاہزادۂ عالی مقدار اورنگ زیب بہادر : بیس ہزاری ذات پندرہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

چوتھا گوہر تاج جہاں بانی ، جوہر تیغ گیتی ستانی محمد مراد بخش : پندرہ ہزاری ذات بارہ ہزار سوار ، آٹھ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

غنچۂ امید روزگار ، مقصود اہل جہاں سلطان سلیمان شکوہ جو شاہزادۂ داراشکوہ کے بڑے بیٹے ہیں : پندرہ ہزاری ذات تین ہزار سوار ۔

ثمرۂ نخل دولت و اقبال سلطان سپہر شکوہ جو شاہزادۂ داراشکوہ کے دوسرے بیٹے ہیں : آٹھ ہزاری ذات تین ہزار سوار ۔[1]

---

۱ - شاہجہاں اور ممتاز محل کی نسل کا یہ شاہزادہ بھی شعر و سخن سے ذوق

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زور بازوئے دولت و دیں سلطان زین الدین ولد شاہزادہ شجاع ۔ سات ہزاری ذات دو ہزار سوار ۔

فرخندہ طلعت مبارک فال شاہزادہ نیک محضر سلطان بلند اختر جو شاہزادہ شجاع کے دوسرے بیٹے ہیں : ابھی انھیں منصب عطا نہیں ہوا ۔

جوان بخت بلند اختر شاہزادہ سلطان محمد جو شاہزادہ اورنگ زیب کے بڑے بیٹے ہیں : سات ہزاری ذات دو ہزار سوار ۔

عالی مرتبت محمد معظم جو شاہزادہ آسمان جاہ اورنگ زیب کے دوسرے بیٹے ہیں : ابھی منصب نہیں ملا ۔

اقبال مند کامگار سلطان محمد اعظم جو شاہزادہ اورنگ زیب کے تیسرے فرزند ہیں : ابھی انھیں بھی منصب سے سرفراز نہیں کیا گیا ۔

رکن سلطنت سلطان محمد اکبر ، اورنگ زیب بہادر کے چوتھے بیٹے ؛ ابھی ان کو بھی منصب عطا نہیں ہوا ۔

قرۃ العین سلطنت سلطان کام بخش ۔ حضرت اورنگ زیب کے پانچویں بیٹے جو فردوس مکانی حضرت شاہجہاں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے ۔

گل گلشن دولت و اقبال سلطان ایزد بخش پسر شاہزادہ محمد مراد ۔ ابھی منصب نہیں ملا ۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

رکھتا تھا ۔ انقلاب سلطنت پر یہ بھی سلیمان شکوہ کے ساتھ گوالیار کے قلعے میں قید کیا گیا ۔ بعد ازاں اورنگ زیب نے رہا کر کے اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی ۔ دارا کی تباہی پر اس نے اورنگ زیب کے سامنے یہ شعر پڑھا تھا :

حال من در ہجر دارا کمتر از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

اُمرائے ذی شان

نو ہزاری

یمین الدولہ آصف خان خانخاناں سپہ سالار ۔ نو ہزاری ذات نو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۱۵ جلوس میں فوت ہوا ۔

سات ہزاری

(نو منصب دار)

مہابت خان خانخاناں ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

خان جہاں لودھی ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

امیرالامرا علی مردان خان ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار ۔ پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ دو کروڑ دام (پانچ لاکھ روپے) انعام سے سرفراز ہوا ۔ سن ۳۱ جلوس میں انتقال ہوا ۔

خان دوراں بہادر نصرت جنگ ۔ ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۱۸ جلوس میں شہید ہوا ۔

سید خان جہاں بارہہ ۔ سات ہزاری ذات سات ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۱۹ جلوس میں فوت ہوا ۔

سعید خان بہادر ظفر جنگ ۔ سات ہزاری ذات سات ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۲۵ جلوس میں جب کابل کا صوبے دار تھا فوت ہوا ۔

وزیر اعظم افضل خان سات ہزاری ذات سات ہزار سوار ۔ سن ۱۲ جلوس میں انتقال کیا ۔

جمدۃ الملک اسلام خان سات ہزاری ذات سات ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۲۱ جلوس میں دکن کی صوبے داری میں فوت ہوا ۔

مدارالمہامی سعد اللہ خان سات ہزاری ذات سات ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۳۰ جلوس میں جہان فانی سے رخصت ہوا ۔

چھ ہزاری

(۸ منصب دار)

خواجہ ابوالحسن چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار ۔
عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار ۔
مہا راجا جسونت سنگھ چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار ، پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
رستم خاں بہادر فیروز جنگ چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
اعظم خاں چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار ۔
معظم خاں چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار ۔
خسرو ولد نذر محمد خاں چھ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

پانچ ہزاری

(۳۲ منصب دار)

خان زماں بہادر پانچ ہزاری ذات ، ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ ۔
قاسم خاں پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
وزیر خاں پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ اکبرآباد کی صوبہ داری میں پندرھویں سال میں فوت ہوا ۔
راجہ گج سنگھ ولد سورج سنگھ راٹھور پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔
سپہدار خاں پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔ سترھویں سال میں فوت ہوا ۔
شیر خاں پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔
راؤ رتن ہاڈا پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔ پندرھویں سال میں فوت ہوا ۔

راجہ ججھار سنگھ ولد راجہ نرسنگھ دیو پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

یاقوت خان حبشی پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

اودا جی رام پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

بہادر جی دکھنی ولد جادو رائے پانچ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار ۔

میرزا عیسیٰ ترخان پانچ ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔

بہادر خان روہیلہ پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ ۔

راجہ جے سنگھ پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، چار ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

قلیچ خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، چار ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

شاہ نواز خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

مکرمت خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار تین ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔ سن ۲۳ جلوس میں دارالخلافہ کی صوبہ داری میں فوت ہوا ۔

جعفر خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ڈھائی ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

راجہ بیٹھل داس پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ، ڈھائی ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

خلیل اللہ خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

اعتقاد خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

مہابت خان پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

راجہ جگت سنگھ پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

رانا راج سنگھ پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

مالو جی بھونسلہ پانچ ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار ۔

اللہ وردی خان پانچ ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔

لشکر خان پانچ ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔

رحیم خان ولد آدم خان دکھنی پانچ ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔

نجابت خان پانچ ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
راجہ رائے سنگھ سیسودیہ پانچ ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
میرجملہ بہادر پانچ ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
بہرام ولد نذر محمد خان پانچ ہزاری ذات ۔

چار ہزاری

(۱۳ منصب دار)

صادق خان چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
قباد خان چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
باقر خان نجم ثانی چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
دریا خان روہیلہ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
راؤ ستر سال ہاڈہ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
قاسم خان چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
سید شجاعت خان بارہہ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ، ڈھائی ہزار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
سیف خان چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
معتقد خان چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
دلاور خان بریچ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
میر خواجہ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
نظر بہادر خویشگی چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
رشید خان انصاری چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
بہادر خان روہیلہ چار ہزاری ذات ، چار ہزار سوار ۔
مبارز خان روہیلہ چار ہزاری ذات ، ساڑھے تین ہزار سوار ۔
راؤ سور بھورتیہ چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
راجہ بہار سنگھ بندیلہ چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

جاں سپار خاں چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
روپ سنگھ راٹھور چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
شاہ بیگ خاں چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
مرتضیٰ خاں ولد میر جمال الدین انجو چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
فدائی خاں چار ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
سرفراز خاں دکھنی چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
سید دلیر خاں بارہہ چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
سرفراز خاں دکھنی چار ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
جگ دیو راؤ ۔ برادر جادو رائے دکھنی چار ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
صفدر خاں چار ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
ہمیر رائے دکھنی چار ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
تقرب خاں چار ہزاری ذات ، ایک ہزار سوار ۔
موسوی خاں صدر الصدور چار ہزاری ذات ، ساڑھے سات سو سوار ۔
اعتقاد خاں چار ہزاری ذات ، ایک ہزار سوار ۔

تین ہزاری

(۷۵ منصب دار)

افتخار خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ ۔
جہانگیر قلی خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
راجہ انرودھ تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
ذوالفقار خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ ۔
سعادت خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ، آٹھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
قزلباش خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
مکرم خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔

میرزا حسن صفوی تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
میرزا خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
پردل خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
شاہ بیگ خاں تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
مادھو سنگھ ہاڈہ تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
احمد خاں نیازی تین ہزاری ذات ، تین ہزار سوار ۔
اخلاص خاں تین ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
شمشیر خاں تین ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
ملک خاں ولد سعید خاں ، تین ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
راجہ راج روپ تین ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
کار طلب خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
انوپ سنگھ ولد امر سنگھ زمیندار ماندھو تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
ذوالقدر خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
نصرت خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
مخلص خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
شہباز خاں روہیلہ تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
بہادر خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
سید مرتضیٰ خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
اللہ یار خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
مغل خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
حیات خاں تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
حسن خاں ولد فخرالملک تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
شیخ فرید تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
رام سنگھ ولد راجا جے سنگھ تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔

مکند سنگھ ہاڈہ تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
راؤ کرن تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
اوداجی رام تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
پرسوجی تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
فخرالدولہ ولد یاقوت بد جوہر تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
حمید خاں خویش ملک عنبر تین ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ۔
حسن خاں دکھنی تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔
سیادت خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
طاہر خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
ظفر خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
میرزا سلطان تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
فیروز خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
رام سنگھ ولد کرمی راٹھور تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
منکو جی تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
اسد خاں معموری تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
راجہ انوپ سنگھ تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
سردار خاں تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
جادہ رائے تین ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
محمد امین خاں تین ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
راجہ منروپ کچھواہہ تین ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
عاقل خاں تین ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
بیرم دیو سیسودیہ تین ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
دتا جی تین ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
فاضل خاں تین ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
دانشمند خاں تین ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔

ڈھائی ہزاری

(۲۴ منصب دار)

شمشیر خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار -
ہادی داد خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار -
جوہر خاں ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -
دیانت خاں دست بیاضی ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -
افتخار خاں برادر سعید خاں ڈھائی ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -
احمد بیگ خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار -
نامدار خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہرار سوار -
تشکر خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار -
خدمت پرست خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہرار سوار -
حسام الدین خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار -
ملتفت خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہرار سوار -
قباد خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ہزار سوار -
اللہ قلی خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہرار سوار -
دلاور خاں دکھنی ڈھائی ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار -
شمس الدین خاں دکھنی ڈھائی ہزاری ذات ، ایک ہزار دو سو سوار -
ابراہیم خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ہزار سوار -
فاخر خاں ڈھائی ہزاری ذات ، ہزار سوار -
سبل سنگھ سیسودیہ ڈھائی ہزاری ذات ، ہزار سوار -
عبدالرحیم اوزبک ڈھائی ہزاری ذات ، ہزار سوار -
نوازش خاں ڈھائی ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
رضوی خاں ڈھائی ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
محمد بدیع ولد خسرو ڈھائی ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
شیخ ہدایت اللہ ڈھائی ہزاری ذات ، دو سو سوار -
شیخ میراں ڈھائی ہزاری ذات ، دو سو سوار -

دو ہزاری

(۲۹ منصب دار)

میرزا والی دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار چھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

راجا سجان سنگھ بندیلہ دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار ، پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

راجہ ٹوڈرمل دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

راجہ دیبی سنگھ بندیلہ دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

عزت خان دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار پانچ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

محمد صالح ترخان ولد میرزا عیسیٰ دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

ارادت خان دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

الاق خان چیلہ قلماق دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

دلیر خان دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

خواجہ برخوردار داماد مہابت خان دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

میر شمس الدین دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

قزاق خان دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

گردھر داس کور دو ہزاری ذات دو ہزار سوار -

مبارک خان نیازی دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

محمد زمان طہرانی دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

پرتھی راج راٹھور دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

جگراج بندیلہ دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

رتن ولد مہیش داس دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار -

مختار خاں سبزواری دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
راؤ دودہ نبیرۂ راؤ چاندا دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
بالو خاں کرزانی دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
عبداللہ خاں والد سعید خاں بہادر دو ہزاری ذات ، ڈھائی ہزار سوار ۔
سادات خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
تربیت خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
ایرج خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
ارجن ولد راجہ بیٹھل داس کور دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
راجہ سیو رام دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
عنایت اللہ ولد عیسیٰ خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
سید صلابت خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
جلال کاکڑ دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
راجا جے رام دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
زبردست خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
اوزبک خاں دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
دلاور خاں حبشی دو ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔
میر ابوالمعالی دو ہزاری ذات ، ایک ہزار چار سو سوار ۔
دیندار خاں دو ہزاری ذات ، ایک ہزار دو سو سوار ۔
بہاری داس کچھواہہ دو ہزاری ذات ، ایک ہزار دو سو سوار ۔
راؤ روپ سنگھ چندراوت دو ہزاری ذات ایک ہزار دو سو سوار ۔
عزت خاں خواجہ بابا نام دو ہزاری ذات ، ایک ہزار سوار ۔
راجہ روز افزوں دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
خواجہ عبدالہادی دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
سید فیروز خاں دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
آتش خاں حبشی دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
کاکڑ خاں دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
سید حسن دو ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

صف شکن خان دو ہزاری ذات ، ہزار سوار۔
فیض اللہ خان دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
مفتخر خان دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
سید عمر دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
قبچاق خان دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
بختیار خان دکھنی دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
محمد علی خان دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
راؤ امر سنگھ دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
پتھوجی دو ہزاری ذات ، ہزار سوار -
اسد خان دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
ابوسعید نبیرۂ اعتماد الدولہ دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
سید شہاب بارہہ دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
مخلص خان دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
سجان سنگھ سیسودیہ دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
خوشحال بیگ کاشغری دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
باباجی دو ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
نورالدین قلی خان دو ہزاری ذات ، سات سو سوار -
مہدی قلی خان دو ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
اعتماد خان دو ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
حقیقت خان دو ہزاری ذات ، تین سو سوار -
معتمد خان دو ہزاری ذات ، دو سو سوار -

ڈیڑھ ہزاری

(۲۷ منصب دار)

محمد حسن برادر ہمت خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو ہزار ایک سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ -

الہام اللہ ولد رشید اللہ ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

آگاہ خان خواجہ سرا ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

ہمت خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

سید حسن ولد سید دلیر خان بارہہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

خنجر خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

الف خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

سلطان یار خان ولد ہمت خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

شمس الدین ولد نظر بہادر خویشگی ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

پورن مل بندیلہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

راول پونجا ڈیڑھ ہزاری ذات ، ڈیڑھ ہزار سوار ۔

راجہ بدنسنگھ (مدنسنگھ ؟) بھدوریہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ایک ہزار چار سو سوار ۔

قطب الدین خان ولد نظر بہادر خویشگی ڈیڑھ ہزاری ذات ، ایک ہزار چار سو سوار ، چھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

شریف خان قدیمی ڈیڑھ ہزاری ذات ، ایک ہزار دو سو سوار ۔

زین العابدین ولد آصف خان جعفر ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

سید لطف اللہ شیرازی ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

اسد اللہ ولد رشید خان انصاری ڈیڑھ ہزاری ذات ہزار سوار دو اسپہ ۔

مرحمت خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ، دو اسپہ ۔

چتر بھوج چوہان ڈیڑھ ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ ۔

رائے سنگھ نبیرۂ راجا گج سنگھ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

جان نثار خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

سید یعقوب ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

یاسین خان ولد شیر خان ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔

ہردے رام کچھواہہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
ستر سال کچھواہہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
راجا دوارکا داس ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
راجا پرتاپ سنگھ ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
رشید خاں برادر اللہ یار ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
دل دوز ولد سرفراز خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
مرشد قلی خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
راجا امر سنگھ نروری ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
دولتمند ڈیڑھ ہزاری ذات ، ہزار سوار -
میر عبداللہ خویش سید یوسف خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
کرسی راٹھور ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
عبداللہ بیگ ولد امیرالامرا ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
فتح اللہ ولد سعید خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
ہمت خاں ولد شجاعت خاں بارہہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
شمس الدین ولد مختار خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
حسین قلی خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
علاول ترین ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
چندرمن بندیلہ ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
جمال خاں نوحانی ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
ولی محلدار خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار -
محسن خاں ولد حاجی منصور ڈیڑھ ہزاری ذات ، سات سو سوار -
دولت خاں ولد قیام خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، سات سو سوار -
غریب داس ولد رانا کرن ڈیڑھ ہزاری ذات ، سات سو سوار -
یادگار حسین خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، سات سو سوار -
جگمال ولد کشن سنگھ راٹھور ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
ذوالفقار بیگ ترکمان ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
سید عبد الرسول ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -

مظفر حسین ڈیڑھ ہزاری سوار -
سیام سنگھ ولد کرسی راٹھور ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
حاجی محمد یار اوزبک ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
شاہ محمد قطغان ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
آقا افضل ڈیڑھ ہزاری ذات ، چھ سو سوار -
اعتماد خاں خواجہ سرا ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
میر میراں ولد خلیل اللہ خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
میر جعفر خواجہ زادہ خلیفہ سلطان ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
محمد ہادی ولد میر رفیع صدر ایران ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
راؤ رابیا ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
معتقد خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
صمصام الدولہ ڈیڑھ ہزاری ذاب ، پانچ سو سوار -
فراست خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
انی رائے ڈیڑھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار -
رحمت خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، چار سو سوار -
بہرام برادر جعفر خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، تین سو سوار -
یحیٰی ولد یوسف حاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، تین سو سوار -
خواجہ عبدالوہاب دہ بیدی ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو سو سوار -
گردھر دیو ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو سو سوار -
*میر عبدالکریم ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو سو سوار -
عنایت خاں ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو سو سوار -
حکیم مومنا ڈیڑھ ہزاری ذات ، دو سو سوار -

ہزاری

(۱۳۸ منصب دار)

سید قطب ہزاری ذات ، ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ -
سید سالار بارہہ ہزاری ذات ، ہزار سوار -

قلعدار خان شیرازی ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
کرم اللہ ولد علی مردان خان ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
اسفندیار ولد ہمت خان کوکہ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
مظفر ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
نجف قلی خان ولد قزلباش خان ، ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
محمد شریف تولکچی ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
سید اسد اللہ بخاری ، ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
گوپال سنگھ ولد راجہ من روپ ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
راول سمرسی ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
پرتاب زمیندار پلاموں ہزاری ذات ، ہزار سوار ۔
شادمان پکھلی وال ہزاری ذات ، نو سو سوار ۔
جبار قلی گکھڑ ہزاری ذات ، نو سو سوار ۔
سید ابوالبقا ولد شریف خان ہزاری ذات ، نو سو سوار ۔
کیرت سنگھ ولد راجہ جے سنگھ ہزاری ذات ، نو سو سوار ۔
غضنفر ولد اللہ وردی خان ہزاری ذات ، نو سو سوار ۔
حسینی برادر باقر خان ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
حسن بیگ خان ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
نوبت خان ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
رعایت خان ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
محمد صالح ولد میرزا سامی برادر زادۂ آصف خان جعفر ہزاری ذات آٹھ سو سوار ۔
ابو محمد کنبوہ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
شیر خان سیانہ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
امام قلی ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
شیخ معظم فتح پوری ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
عثمان روہیلہ ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔

عیسیٰ ولد زکریا ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
فتح ولد کرنا ہزاری ذات ، آٹھ سو سوار ۔
راجہ سہا سنگھ ولد راجہ مدن سنگھ ہزاری دات ، آٹھ سو سوار ۔
جگ رام کچھواہہ ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
اسداللہ ولد شیر خواجہ ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
مغل خان ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
سید غلام محمد بخاری ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
سید علاول ولد سید کبیر بارہہ ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
خواجہ عنایت اللہ نقشبندی ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
سید عبدالمقتدر نبیرۂ مرتضیٰ خان ہزاری ذات سات سو سوار ۔
رائے سنگھ جھالا ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
راؤ سبل سنگھ جیسلمیری ہزاری ذات ، سات سو سوار ۔
سید جعفر ولد میر حاج ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
میر احمد ولد ارادت خان ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
ضیاء الدین یوسف ولد امیر خان ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
پلنگ حملہ ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
میر علی ولد موسیٰ ماژندرانی ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
محمد بیگ ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
پذیر بیگ یلدوز ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
دولت خان نرین ہزاری دات ، چھ سو سوار ۔
یعقوب دلاور ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
مرتضیٰ قلی خان برادر جانسپار خان ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
بلبھدر سیکھاوت ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
راجہ ہر نراین بڈ گوجر ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
روپ چند گوالیاری ہزاری ذات ، چھ سو سوار ۔
میرزا خان ولد زین خان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔

جگت سنگھ راٹھور ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
چترسین برادر زادۂ سیام سنگھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
حسن ولد خان جہان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سید بہادر ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
یادگار بیگ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سید نجابت ولد شجاعت خان بارہہ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
خواجہ رحمت اللہ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
اسحٰق بیگ برادر یادگار حسین خان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سید احمد ولد سید افضل ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
یوسف آقا ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
عبدالوہاب ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
محمد علی کامرانی ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
غیرت خان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
درویش بیگ قاقشال ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
یادگار بیگ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سجان سنگھ ولد محکم سنگھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
اودی بہان ولد رام سنگھ ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سید یوسف ولد ملک عنبر ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
آدم خان تبتی ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
ناظر خان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
احداد ولد سہمند ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
عبدالنبی ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
محمد ہاشم کاسغری ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
راجہ کشن سنگھ کور ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
گوردھن داس راٹھور ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سہیش داس راٹھور ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔

بھوج راج دکھنی ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
سکندر خان ہزاری ذات ، پانچ سو سوار ۔
امام قلی ولد جان سپار خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سیف الملوک ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سید مبارک قدیمی ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
امان بیگ ولد بہادر خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
محمد صفی ولد اسلام خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سید منور ولد خان جہان بارہہ ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
خنجر خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
بہادر (خان جہان کا بھتیجا) ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
بھیم ولد راجا بیٹھل داس ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
رائے رایان عرف رائے رگھناتھ ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
روح اللہ ولد یوسف خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سلطان نظر برادر یوسف خان ہزاری ذات چار سو سوار ۔
سید عالم بارہہ ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
عبداللہ بیگ سرھتی ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
محمد مراد یلدوز ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سید مقبول عالم بارہہ ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
دیانت خان ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
میر قاسم سمنانی ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
شیخ موسیٰ گیلانی ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
سید منصور ولد خان جہان بارہہ ہزاری ذات چار سو سوار ۔
نورالحسن ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
راجا کنورسین کشتواری ہزاری ذات ، چار سو سوار ۔
اسحاق بیگ ولد امیرالامرا ہزاری ذات ، تین سو سوار ۔
اسمٰعیل بیگ ولد امیرالامرا ہزاری ذات ، تین سو سوار ۔
سید نورالاعیان ولد سیف خان ہزاری ذات ، تین سو سوار ۔

حسین ولد اللہ وردی خاں ہزاری ذات ، تین سو سوار ۔
دانا دل نبیرۂ عبدالکریم خان خاناں ہزاری ذات ، دو سو سوار ۔
میر حیدر ولد میرزا مظفر صفوی ۔
شریف خاں ۔
سید شیر زماں ولد خان جہاں بارہہ ۔
رائے کاشی داس ۔
میر نعمت اللہ ولد میر ظہیر الدین ۔
میر جعفر استرآبادی ۔
محمد شریف ولد اسلام خاں ۔
مبارک ولد سیف خاں ۔
ابوالقاسم ولد سیف خاں ۔
عابد خواجہ سرا ۔
میر محمود صفاہانی ہزاری ذات ، سو سوار ۔
رائے مکند داس ہزاری ذات ، دو سو سوار ۔
محمد مراد ولد صلابت خان ہزاری ذات ، سو سوار ۔
حکیم فتح اللہ ہزاری ذات ، سو سوار ۔
معز الملک ہزاری ذات ، سو سوار ۔
رائے بہارا مل ہراری ذات ، سو سوار ۔
قاضی محمد اسلم ہزاری ذات ، سو سوار ۔
رائے بنواری داس ہزاری ذات ، سو سوار ۔

نو صدی

(۱۴ منصب دار)

خواجہ خاں نو صدی ذات ، نو سو سوار ۔
راجا مان سنگھ ولد راجہ روپ چند گوالیاری نو صدی ذات ، ساڑھے آٹھ سو سوار ۔

صوفی بہادر نو صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
سید شاہ علی بارہہ نو صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
قزلباش خاں نو صدی ذات ، سات سو سوار ۔
شرزہ خاں نو صدی ذات ، چھ سو سوار ۔
سید ماکھن بارہہ نو صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
راؤ دیال داس جھالا نو صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
محمد امین ولد شاہ قلی خاں نو صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
ہوشدار ولد ملتفت خان نو صدی ذات ، چار سو سوار ۔
رائے ہرچند کچھواہہ نو صدی ذات ، چار سو سوار ۔
ملک حسین ولد مظفر خاں نو صدی ذات ، چار سو سوار ۔
ماہرو ولد راجا جے سنگھ نو صدی ذات ، چار سو سوار ۔
عبدالرزاق ولد امیر خاں نو صدی ذات ، تین سو سوار ۔
ایل افغان نو صدی ذات ، تین سو سوار ۔
شیر افگن ولد شیر زاد نو صدی ذات ، تین سو سوار ۔
نورالدین نو صدی ذات ، تین سو سوار ۔
سید میرزا سبزواری نو صدی ذات ، تین سو سوار ۔
محمد قلی ولد سکندر خاں نو صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
میر صالح نو صدی ذات ، دو سو سوار ۔
خواجہ عبدالخالق داماد نذر محمد خاں نو صدی ذات ، دو سو سوار ۔
رائے رایاں معروف بہ دیانت رائے نو صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
شیخ ضیاء ولد حکیم فتح اللہ نو صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
شیخ عبدالکریم نو صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
میر صالح ولد عبداللہ نو صدی ذات ، سو سوار ۔
روز بہان خواجہ سرا نو صدی ذات ، سو سوار ۔
میر باقی ولد محمود نو صدی ذات ، سو سوار ۔
میر یعقوب نو صدی ذات ، سو سوار ۔
رشیدا خوشنویس نو صدی ذات ، اسی سوار ۔

میر جعفر بلخی نو صدی ذات پچاس سوار ۔
فرخ فال نو صدی ذات ۔

آٹھ صدی

(۸۱ منصب دار)

رائے مکند آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
مجاہد جالوری آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
نوبت خاں آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
کرپا رام گوڑ آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
بیر سنگھ داس آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
ہمیر سنگھ آٹھ صدی ذات ، آٹھ سو سوار ۔
محمد یوسف مرزا آٹھ صدی ذات ، سات سو سوار ۔
محمد مراد آٹھ صدی ذات ، سات سو سوار ۔
سید بھیکن بخاری آٹھ صدی ذات ، ساڑھے چھ سو سوار ۔
اسماعیل ولد احمد خاں نتاری آٹھ صدی ذات ، ساڑھے چھ سو سوار ۔
دلدار خاں ولد سردار خاں آٹھ صدی ذات ، چھ سو سوار ۔
سردار خاں ولد دولت خاں آٹھ صدی ذات ، چھ سو سوار ۔
جمال ولد دلاور خاں کاکڑ آٹھ صدی ذات ، چھ سو سوار ۔
سیف اللہ ولد شمشیر خاں آٹھ صدی ذات ، چھ سو سوار ۔
اگرسین کچھواہہ آٹھ صدی ذات چھ سو سوار ۔
نظام الدین ولد غزنین خاں جالوری آٹھ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
راجی مانک پوری آٹھ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
راجا اودے بھان آٹھ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
بہادر مانی آٹھ صدی ذات ، چار سو سوار ۔
خواجہ عبدالعزیز ولد صفدر خاں آٹھ صدی ذات ، چار سو سوار ۔
سید لطف علی آٹھ صدی ذات ، چار سو سوار ۔

سید علی (خان جہان بارہہ کا بھتیجا) آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید بہادر ولد سید صلابت خاں آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
حاجی خواجہ آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
فرخ زاد ولد جہانگیر قلی خاں آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
رحمان اللہ ولد شجاعت خاں آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
رائے جگن ناتھ راٹھور آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
عظمت اللہ ولد خان جہاں آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
راجا اودے سنگھ ولد راجا شیام سنگھ تونور آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید امجد آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
حاجی بیگ برلاس آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید زبردست ولد ہزبر خاں بارہہ آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید باقر ولد سید حامد آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید علی اکبر بارہہ آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
میرزا محمد بدخشی آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
جلال الدین محمد دردار آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
آی محمد تاشکندی آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
بہادر دوحانی آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
نیاز بیگ حامی آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
منوہر داس (راجا بیٹھل داس کا بھتیجا) آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
رائے تلوک چند آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
موہن سنگھ ولد مالو سنگھ ہاڈا آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
اندر سال ہاڈا آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
راجا مہا سنگھ ولد راجا کنورسین آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
عجب سنگھ آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
سید قلی ازبک آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔
احمد بیگ (باقر خاں کا داماد) آٹھ صدی ذات چار سو سوار ۔

دولت بیگ سرانداز آٹھ صدی ذات چار سو سوار۔
سنگین بیگ سرانداز خان آٹھ صدی ذات چار سو سوار۔
محمد شفیع عرب آٹھ صدی ذات ساڑھے تین سو سوار۔
عثمان ولد بہادر خان آٹھ صدی ذات ساڑھے تین سو سوار۔
شیرزاد خویش خان آٹھ صدی ذات تین سو سوار۔
لشکری ولد مخلص خان آٹھ صدی ذات تین سو سوار۔
بہادر ولد جانسپار خان آٹھ صدی ذات تین سو سوار۔
محمد سلیم آٹھ صدی ذات تین سو سوار۔
محمد سعید قنباق آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار۔
محمد حسین آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار۔
شہسوار بیگ آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار۔
آقا محمد قطغان آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار۔
سبل سنگھ ولد رام سنگھ راٹھور آٹھ صدی ذات ، تین سو سوار۔
حسین بیگ ولد محمد بیگ آٹھ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار۔
سیف الدین ولد صف شکن خان آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
سعداللہ ولد سعید خان آٹھ صدی ذات دو سو سوار۔
خواجہ رحمت اللہ دہبیدی آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
یادگار مسعود برادر سعید خان آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
مقیم خان آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
خواجہ عبداللہ نقشبندی آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
فتح سنگھ سیسودیہ آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
دوستکام ولد معتمد خان آٹھ صدی ذات دو سو سوار۔
قاضی نظاما آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
فضل اللہ ولد سیادت خان آٹھ صدی ذات ، دو سو سوار۔
رائے مکند داس آٹھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار۔
میر خواجہ داماد سعید خان آٹھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار۔

یزدانی ولد مخلص خان آٹھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
محمد علی ولد تقرب خان آٹھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
میر غیاث ولد اسلام خان آٹھ صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ عیسیٰ ولد خواجہ طیب آٹھ صدی ذات ، سو سوار ۔
حاجی احمد سعید آٹھ صدی ذات ، سو سوار ۔
رزق اللہ ولد مقرب خان آٹھ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
حکیم صالح آٹھ صدی ذات ، تیس سوار ۔

سات صدی

(۷۷ منصب دار)

سید عبدالرحمان سات صدی ذات ، سات سو سوار ۔
مظفر سروانی سات صدی ذات ، سات سو سوار ۔
راجہ بہروز سات صدی ذات ، سات سو سوار ۔
بایزید ولد محب غازی سات صدی ذات ، سات سو سوار ۔
سید چاون ایر جی سات صدی ذات ، سات سو سوار ۔
یوسف چیلہ سات صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
سیام نبیرہ راجہ مان سنگھ سات صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
چندر بھان نرو کا سات صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
سارنگ دھر نبیرہ راجہ سنگرام سات صدی ذات پانچ سو سوار ۔
ابو الفتح ولد خان جہان سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
میر مراد ولد میر موسیٰ سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
حبشی خان سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
سید باقر ولد سید مصطفیٰ خان سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
رستم ولد قزلباش خان سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
بہرام برادر رستم سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔
شاہ علی سات صدی ذات ، چار سو سوار ۔

شرف بیگ خاں ترکمان سات صدی ذات ، چار سو سوار -
ابراہیم بیگ سات صدی ذات ، چار سو سوار -
مقصود علی بیگ دانشمندی سات صدی ذات ، چار سوار -
پرتھی راج چوہان سات صدی ذات ، چار سو سوار -
متھرا داس کچھواہہ سات صدی ذات ، چار سو سوار -
جعفر بیگ جلایر سات صدی ذات ، چار سو سوار -
میرزا برادر رشید خان سات صدی ذات ، چار سو سوار -
سید عالم سات صدی ذات ، ساڑھے تین سو سوار -
کریم داد قاقشال سات صدی ذات ، ساڑھے تین سو سوار -
گرشاسپ ولد مہابت خاں سات صدی ذات ، ساڑھے تین سو سوار -
امیر سامانی سات صدی ذات ، تین سو سوار -
عیسیٰ (حسینی ؟) نبیرۂ اشرف خاں سات صدی ذات تین سو سوار -
برہانی (عیسیٰ کا بھائی) سات صدی ذات ، تین سو سوار -
طاہر نواسۂ رستم خاں بہادر سات صدی ذات ، تین سو سوار -
تولک بیگ کاشغری سات صدی ذات ، تین سو سوار -
پرتھی راج بھاتی سات صدی ذات ، تین سو سوار -
بلوی چوہان سات صدی ذات ، تین سو سوار -
سندر داس سیسودیہ سات صدی ذات ، تین سو سوار -
جگت سنگھ راٹھور سات صدی ذات ، تین سو سوار -
نیک نام عموی بہادر خاں روہیلہ سات صدی ذات ، تین سو سوار -
عاشق گرز بردار سات صدی ذات ، تین سو سوار -
رائے نراین داس سیسودیہ سات صدی ذات ، تین سو سوار -
میر احمد خوافی سات صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -
روح اللہ برادر زادہ مکرمت خاں سات صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -
سید یادگار حسین نبیرہ یوسف خاں سات صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -
اسفندیار خاں ولد اللہ یار خاں سات صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -
زاہد بیگ ترکمان سات صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -

فتح سنگھ کچھواہہ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
عزیز ولد بہادر بلوچ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
بالا ولد جگناتھ کچھواہہ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میرزا محمد یلدوز سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
عبداللہ نبیرۂ مرتضیٰ خان سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
سید شمس ولد جلال بارہہ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میرک عطاء اللہ خوافی سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
قائم بیگ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
عبدالرسول نبیرۂ ملک عنبر سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
توام بہادر سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
حاجی نیاز سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
محمد مقیم بیگ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
گدا بیگ ولد ماسون بیگ سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ناد علی سات صدی ذات ، دو سو سوار ۔
محمد ابراہیم ولد اسلام خان سات صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
شاد کام چیلہ سات صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
نصراللہ ولد مختار خان سات صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
سلطان محمد خویش ابوالحسن سات صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
عارف بیگ شیخ عِمری سات صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
افتخار ولد فاخر خان سات صدی ذات ، ایک سو بیس سوار ۔
غازی بیگ سات صدی ذات ، سو سوار ۔
عبدالرحیم ولد اسلام خان سات صدی ذات ، سو سوار ۔
لطف اللہ پسر سعداللہ خان سات صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ مہندی سات صدی ذات ، سو سوار ۔
سیف الدین ولد تربیت خان سات صدی ذات ، سو سوار ۔
محمد صالح کرمانی سات صدی ذات ، سو سوار ۔
فتح اللہ ولد نصراللہ سات صدی ذات ، سو سوار ۔

محرم خان سات صدی ذات ، سو سوار ـ
مطلب ولد معتمد خان سات صدی ذات ، سو سوار ـ
مشکی بیگ ولد تاتار خان سات صدی ذات ، سو سوار ـ
کاظم بیگ سات صدی ذات ، سو سوار ـ
خواجہ مومن ولد طیب سات صدی ذات ، پچاس سوار ـ
سید عبدالصمد عمودی سات صدی ذات ، پچاس سوار ـ

چھ صدی

(ستاون منصب دار)

میر کلاں خان دورانی چھ صدی ذات ، چھ سو سوار ـ
سید مظفر داماد رندولہ چھ صدی ذات ، چھ سو سوار ـ
چتر بھوج سنکرا چھ صدی ذات ، چھ سو سوار ـ
گردھر داس ولد راول پونجا چھ صدی ذات ، چھ سو سوار ـ
میر اسداللہ ولد فضل اللہ چھ صدی ذات ، چھ سو سوار ـ
سید عبدالصمد مانکپوری چھ صدی ذات ، پانچ سو سوار ـ
محمد عابد ولد محمد صالح چھ صدی ذات ، پانچ سو سوار ـ
خوشحال بیگ پسر خواندۂ میرزا رستم چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
پیم چند نبرۂ رائے منوہر چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
خوشحال بیگ قاقشال چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
جعفر برادر باقر خان چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
فیروز برادر غزنین خان چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
سکندر چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
جیوا جی برادر مالوجی دکھنی چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
قلندر بیگ ولد الف خان چھ صدی ذات ، چار سو سوار ـ
محمد بیگ چھ صدی ذات ، تین سو سوار ـ
سید عبدالمنعم امروہی چھ صدی ذات ، تین سو سوار ـ

اودھم ولد نیابت خاں چھ صدی ذات ، تین سو سوار ۔
سردھن برادر زادۂ بیٹھل داس چھ صدی ذات تین سو سوار ۔
ماہ یار ولد اللہ یار خاں چھ صدی ذات ، تین سو سوار ۔
احمد قاسم چھ صدی ذات ، تین سو سوار ۔
فریدوں چھ صدی ذات ، تین سو سوار ۔
باگھ ولد شیر خاں تونور چھ صدی ذات ، تین سو سوار ۔
سید احمد ولد سید بھوا چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
خدا دوست ولد سردار خاں چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میر عزیز بدخشی چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
محرم بیگ ولد مراد بیگ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
پاینده بیگ خواجہ عنصری چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میر بزرگ نواسہ سعید خاں چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
عزیز بیگ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
بدھن بیگ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
امیر بیگ ولد شاہ بیگ خاں چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
طغرل ارسلان چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
پہلوان درویش سرخ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ایشر سنگھ ولد امر سنگھ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
کپور سنگھ ولد مادھو سنگھ چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
کیری سنگھ ولد پرتھی راج چھ صدی ذات ، دو سو سوار ۔ *
مسعود چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
راجی بیگ چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
مکند داس راٹھور چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
محمد منعم ولد میرزا خاں چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
شیخ محمد ولد اخلاص خاں چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
ہدایت اللہ ولد علی خاں کرین چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
کاکا (بھائی) کاکڑ چھ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔

میر باقر چھ صدی ذات ، ایک سو بیس سوار ۔
سید میر ولد موسوی خاں چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
ابراہیم بیگ عم زادۂ نذر محمد خاں چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
مکند ولد بہرور کلاں چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ حسن دہ بیدی چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ ہاشم چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ محمد شریف دہ بیدی چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
خواجہ قاسم حصاری چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
محسن ابدالی چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
علی نقی چھ صدی ذات ، سو سوار ۔
قاضی یوسف چھ صدی ذات ، ساٹھ سوار ۔
محمد مسیح برادر زادۂ تقرب خاں چھ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
محمد حسین چھ صدی ذات ۔

پانچ صدی

(ایک سو اسّی منصب دار)

محمد طالب ولد خان جہاں پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
میر ماہ ولد میر شمس پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
بدیع الزماں پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
شہاب ولد مبارک خاں سروانی پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
شیخ عبدالمجید مانکپوری پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
محمد افضل ولد تربیت خاں پانچ صدی ذات پانچ سو سوار ۔
قاسم علی پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
شہباز افغان پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
حیات ولد زکریا پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔
راجا امر سنگھ بڈگوجر پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار ۔

یوسف خویش محمد خان پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
محمد سعید ککھر پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
چنپت بندیلہ پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
رنبھا جی پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
دھنا جی پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
میر معظم ولد شاہنواز خان پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
بہادر کمبوہ پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
اندر مل ولد بہار سنگھ پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
ہری سنگھ ولد راؤ چاندا پانچ صدی ذات ، پانچ سو سوار -
چلپی رومی پانچ صدی ذات ، چار سو سوار -
راجا جگمن جادون پانچ صدی ذات ، چار سو سوار -
ہیمنت رائے پانچ صدی ذات ، چار سو سوار -
ہمیر رائے پانچ صدی ذات ، چار سو سوار -
سید عبدالعزیز بخاری ، پانچ صدی ذات تین سو سوار -
عزیز اللہ ولد اسد اللہ پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
قباد ولد شجاع کابلی پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
دلیپ راٹھور پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
جلال پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
راجا اودلی سنگھ ولد راجا مان پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
عمر ترین پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
علی اکبر یزدی پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
ہرجس ولد گردھر تونور پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
ہری سنگھ ولد چندر بھان پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
ذوالقرنین پانچ صدی ذات ، تین سو سوار -
بہرہ ور نبیرۂ میرزا عیسیٰ ترخان پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار -
مادھو سنگھ سیسودیہ پانچ صدی ذات ڈھائی سو سوار -
میرا بالیل برادر شجاعت خان پانچ صدی ذات ڈھائی سو سوار -

جسونت برادر مہیش داس راٹھور پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
گوبند داس راٹھور پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
تربت جھالا پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
اوتم زمیندار پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
سید راجی ولد عبدالہادی پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
سید ولی محمد ایرجی پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
سید عبدالشکور پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
اللہ دوست کاشغری پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
محمد علی ولد عزت خان پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
ابراہیم حسین ترکمان پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
یوسف برادر بہادر خان روہیلہ پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
اسمٰعیل بیگ اوزبک پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
نوری بیگ از برادران حسن قلی پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
بشن سنگھ نبیرۂ مان سنگھ پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
رانا برادر راوب دکھنی پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
اسمٰعیل ولد نجابت خان پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
محمد ابراہیم ولد نجابت خان پانچ صدی ذات ، ڈھائی سو سوار ۔
سید عبدالنبی ولد خان دوران ، پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
خدا یار ولد پلنگتوش پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
حیدر بیگ بدخشی پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
سکندر بیگ ولد حسن قلی خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میان داد پسر جلالا پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
نرہر داس ولد بینی داس پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ہرداس جھالا پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
طہماسپ ولد مہابت خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ہرچند ولد راجا بیٹھل داس پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
بھاؤ سنگھ برادر بیٹھل داس پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔

سید محمد ولد خواجہ عبدالقادر پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
منصور نواسۂ رستم خان بہادر پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ذوالفقار ولد الہ یار خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
مان سنگھ ولد راجا بکرماجیت پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
بجی رام برادر زادۂ راجا بیٹھل داس پانچ صدی دات ، دو سو سوار ۔
سبل سنگھ ولد بکرماجیت پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
میر ابوالفضل معموری پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
محمد شریف ولد احمد بیگ پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
ابوالبقا ولد قاضی خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
فتح سنگھ ولد سجان سنگھ سیسودیہ پانچ صدی ذات دو سو سوار ۔
فتح سنگھ برادر روپ سنگھ پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
اوگرسین کچھواہہ پانچ صدی دات ، دو سو سوار ۔
چنپت سیسودیہ پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
رام سنگھ برادر پرتھی راج پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
مراد رس کور پانچ صدی دات ، دو سو سوار ۔
ناصر ولد نوبت خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
نرہر داس جھالا پانچ صدی ذات دو سو سوار ۔
عبد العلی بیگ پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
جواہر خان پانچ صدی ذات ، دو سو سوار ۔
املو روسی پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
مکند داس ولد راجا گوپال داس پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
نعمت اللہ ولد حسام الدین خان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
سید بایزید ولد سید بدھن بخاری پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
شفقت اللہ ولد سزاوار خان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
سید خواجہ داماد سزاوار خان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
ابوالبقا ولد سید یوسف گیلانی پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
حسین ولد اسحاق بیگ ترکان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔

باقر (باقی ؟) ولد عملدار خان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
سید عبدالغفور پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
خورشید نظر ولد خواجہ ابوالحسن پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
دلدار بیگ تولکچی پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
اوجمند برادر زادۂ بلال کاکڑ پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
ارسلان بیگ بلوچ پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
محمد صادق فراہانی پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
قمر بیگ گیلانی پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
سید شیر محمد بارہہ پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
حسن سعید پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
میر جلال الدین پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
رن جودھ برادر زادۂ بیٹھل داس پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
اجی سنگھ ولد راج سنگھ راٹھور پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
ارسلان ولد الہ داد خان پانچ صدی ذات ، ڈیڑھ سو سوار ۔
عبدالرحیم ولد ہادی داد خان پانچ صدی ذات ، ایک سو بیس سوار ۔
جہانگیر قلی ولد بہادر بیگ پانچ صدی ذات ، ایک سو بیس سوار ۔
خواجہ عبداللہ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
عنایت اللہ ولد سعید خان بہادر پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
علی اصغر برادر آصف خان جعفر پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
مجید ولد مختار بیگ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
کریما پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
صائب ولد باقر خان پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
طالب بیگ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
عبدالرسول بریچ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
فتحی ولد میرزا عیسیٰ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
عسکری ولد جعفر بیگ پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔
جعفر ولد زین العابدین پانچ صدی ذات ، سو سوار ۔

محمد مومن ولد شاه بیگ خان پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید احمد کبیر ولد سید بزبر خان بارهه پانج صدی ذات ، سو سوار -
میر حسن برادر زادهٔ خواجه جهان پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید کرم الله داماد خان جهان بارهه پانج صدی ذات ، سو سوار -
عبدالله داماد مختار خان پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید عالم برادر سید سالار بارهه پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید قطب ولد سید مقبول عالم بارهه پانج صدی ذات ، سو سوار -
محمد رحیم سلدوز پانج صدی ذات ، سو سوار -
عسکری قراپای پانج صدی ذات ، سو سوار -
اودهم ولد باقی کوکه پانج صدی ذات ، سو سوار -
محمد ابراهیم صفاپانی پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید شهاب الدین پانج صدی ذات ، سو سوار -
محمد زمان پانج صدی ذات ، سو سوار -
احمد بیگ پانج صدی ذات ، سو سوار -
محمود بیگ خراسانی پانج صدی ذات ، سو سوار -
بهادر بیگ برادر زادهٔ یکه تاز خان پانج صدی ذات ، سو سوار -
شکرالله ولد جعفر نجم ثانی پانج صدی ذات ، سو سوار -
سید علی ولد ملک عنبر پانج صدی ذات ، سو سوار -
رائے سبها چند پانج صدی ذات ، سو سوار -
خواجه دولت محلی پانج صدی ذات ، سو سوار -
خواجه طالب محلی پانج صدی ذات ، سو سوار -
سلطان سنگهه سیسودیه پانج صدی ذات ، سو سوار -
ظاہر بیگ قاسی پانج صدی ذات ، سو سوار -
اسلام قلی پانج صدی ذات ، سو سوار -
نیل کنٹهه برادر رائے رایان پانج صدی ذات ، اسی سوار -
نعمت خان پانج صدی ذات ، اسی سوار -
صالح بیگ قراول بیگی پانج صدی ذات ، اسی سوار -

خواجہ معموری پانچ صدی ذات ، اسی سوار ۔
شیخ معین الدین راجگری پانچ صدی ذات ، اسی سوار ۔
دلیر ہمت ولد مہابت خان پانچ صدی ذات ، اسی سوار ۔
خان خانان پانچ صدی ذات ، ستر سوار ۔
سیف اللہ ولد نصراللہ پانچ صدی ذات ، ستر سوار ۔
میر معظم پانچ صدی ذات ، ستر سوار ۔
برخوردار ولد عبدالمجید پانچ صدی ذات ، ستر سوار ۔
میر سیف الدین پانچ صدی ذات ، ساٹھ سوار ۔
رشید ولد میرزا والی پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
محمد فاضل ولد وزیر خان پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
شہاب الدین قلی ولد فتح اللہ پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
خواجہ اسحٰق ولد خواجہ فاضل پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
عبداللہ پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
میر نورالدین پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
خواجہ نوراللہ پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
خواجہ یحیٰی پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
باقی بیگ شاملو پانچ صدی ذات ، پچاس سوار ۔
محمد جعفر ولد مقیم خان پانچ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
سید صدقہ پانچ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
سید حامد پانچ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
قاضی خوشحال پانچ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
شیخ چاند پانچ صدی ذات ، چالیس سوار ۔
قادر خان پانچ صدی ذات ، تیس سوار ۔
امتیاز پانچ صدی ذات ، تیس سوار ۔
میر صالح فرمان نویس پانچ صدی ذات ، تیس سوار ۔
حکیم محمد مقیم پانچ صدی ذات ، پچیس سوار ۔
عیسٰی برادر زادۂ سلطان خان ، پانچ صدی ذات ، دس سوار ۔
شیخ فضل اللہ برادر زادۂ مقرب خان ، پانچ صدی ذات ۔

☆ ☆ ☆

اشاریه

اشخاص

الف

ب

پ

ت

خ

د

ذ

ر

ز

ص

ض

ط

ظ

غ

ف

ق

ک

گ

ل

ن

و

ہ

ی

☆ ☆ ☆

مقامات

الف

خ

د

ڈ

ر

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

گ

ل

ن

☆ ☆ ☆